اسمائے گرامی طلبہ درجہ فضیلت (۲۰۱۰ء) جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

(۱) محمد نعمان : سراوستی
(۲) ضیاء الاسلام : نیپال
(۳) محمد عارف : رامپور
(۴) محمد آصف : رامپور
(۵) سید ثاقب رضا : کشمیر
(۶) محمد عالم : گوپال گنج
(۷) کوکب رضا : گیا
(۸) اشرف رضا : سیتامڑھی
(۹) انیس احمد : سیتامڑھی
(۱۰) محمد آصف : گھوسی
(۱۱) عتیق الرحمن : گھوسی
(۱۲) محمد مصطفےٰ حسین : ارریا
(۱۳) جمیل اختر : سمستی پور
(۱۴) ابوسالم : گھوسی
(۱۵) محمد سالم : سہارنپور
(۱۶) نجم الدین : گوپال گنج
(۱۷) محمد سلیمان : ارریا
(۱۸) محمد کلیم اللہ : نیپال
(۱۹) شاہد رضا : چمپارن
(۲۰) افضل حسین : چمپارن
(۲۱) محمد حسان رضا : سیتامڑھی
(۲۲) آصف اقبال : مظفر پور
(۲۳) کلیم اللہ : مئو
(۲۴) محمد انیس : گھوسی
(۲۵) مبارک علی : گورکھپور
(۲۶) محمد فردوس : گھوسی
(۲۷) اعجاز احمد : نیپال
(۲۸) محمد آصف : مئو
(۲۹) جمال الدین : گھوسی
(۳۰) محمد عیسیٰ : مئو
(۳۱) محمد عالم : گورکھپور
(۳۲) غلام صابر : جھارکھنڈ
(۳۳) عبد الجبار : مظفر پور
(۳۴) محمد علی : کٹیہار
(۳۵) حسیب احمد : گھوسی
(۳۶) نور علی : سنت کبیر نگر
(۳۷) صدام حسین : بلیا
(۳۸) حبیب الرحمن : سیتاپور
(۳۹) نوشاد اختر : نیپال
(۴۰) محمد امجد : گھوسی
(۴۱) شوکت علی : سیتامڑھی
(۴۲) محمد جمشید : مئو
(۴۳) جلیس احمد : سیتاپور

سلسلہ بیت الحکمت نمبر ۲۵

بحر زخار

جلد اوّل

مصنف

شیخ وجیہ الدین اشرف

مترجم

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
بی۔ اے، ایم۔ اے، بی۔ ٹی۔ ایچ۔ ایم۔ ٹی۔ ایچ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو (یوپی)

ناشر

جمیع طلبہ و طالبات جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو یوپی

سلسلۂ بیت الحکمت نمبر ۲۵

نام کتاب : بحر زخار جلد اوّل

مصنف : شیخ وجیہ الدین اشرف

مترجم : مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
ایم۔اے، ایم۔ٹی۔ایچ، پی۔ایچ۔ڈی
استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی 275304

پروف ریڈنگ : مولانا محمد عثمان شمسی، مولانا احسان رضا شمسی
مولوی محمد احسان شمسی، مولوی نواز احمد شمسی

ناشر : جمیع طلبہ و طالبات جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو یوپی

صفحات : 688

سن اشاعت : جنوری ۲۰۱۸ء

قیمت :

ملنے کے پتے

(۱) کمال بک ڈپو شمس العلوم گھوسی مئو
(۲) کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل دہلی
(۳) اسلامک پبلشر مٹیا محل دہلی
(۴) رضوی کتاب گھر مٹیا محل دہلی
(۵) المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور
(۶) حق اکیڈمی مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحرزخار

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

(التوبہ ۹:۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند صحبتے با اولیا
یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(مولانا روم علیہ الرحمہ)

شرف انتساب

خانوادہ تصوف کے تین عظیم بزرگ

امام الاولیا قدوۃ الاصفیا حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

پیر پیراں میر میراں حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی علمی وروحانی شخصیتوں

کے نام

محمد عاصم اعظمی

فہرست

پیش لفظ

کچھ دنوں پہلے جو اک خواب حسیں دیکھا تھا
آج اسی خواب کی تعبیر نظر آتی ہے

تصوف اور اہل تصوف کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا، تو کتابوں کی ورق گردانی کے دوران ''بحر زخار'' کے حوالے نظر سے گزرتے رہے، خیال آیا، کہ اصل کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے، تلاش و تفحص کے بعد معلوم ہوا، کہ اب تک یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے، اس کے چند نسخے خانقاہوں، لائبریریوں اور بعض اہل ذوق کے کتب خانوں کی زینت ہیں، ان تک رسائی ناممکنات سے ہے۔ دائرہ محمدی الہ آباد، خانقاہ کاکوری لکھنؤ، خانقاہ اشرفیہ بسکھاری ضلع فیض آباد، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور پروفیسر طیب ابدالی گیا کی ملکیت میں محفوظ نسخوں کا علم ہوا، تو ہر ایک کے در پر دستک دی، مگر کتاب کی فوٹو کاپی بلکہ زیارت سے بھی محروم رہا، تاہم کوشش جاری رہی۔ بالآخر پیر طریقت حضرت علامہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی مدظلہ العالی سجادہ نشیں خانقاہ رشیدیہ جون پور کی عنایت سے خانقاہ کے نسخہ بحر زخار کی فوٹو کاپی حاصل ہوگئی۔

بحر زخار کے دوران مطالعہ محب گرامی عالی جناب ڈاکٹر عبدالرشید ظہیری صاحب پروفیسر شعبہ اردو مال ٹاری ڈگری کالج اعظم گڑھ جو تصوف اور تاریخ تصوف سے گہرا شغف رکھتے ہیں، بالخصوص خانوادہ نقشبندیہ کے مشائخ پر کئی زاویوں سے تحقیقی کام کر رہے ہیں، جب انہیں کتاب کی دستیابی کا علم ہوا، تو بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اردو میں ترجمے کی خواہش کا اظہار کیا، نیز میرے ساتھ کام کرنے والے طلبا کے لیے اعانت کا وعدہ کیا، قلمی نسخوں کی قرأت پھر ان کا ترجمہ بڑی دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا مشغلہ ہے، مگر ڈاکٹر صاحب کی خواہش کا احترام بھی ضروری تھا، ناچار اقرار کرنا پڑا۔

''بحر زخار'' کی فوٹو کاپی میں اکثر و بیشتر حروف کے نقطے اور شوشے غائب تھے، کہنگی کی وجہ سے بعض الفاظ مٹ گئے تھے، جس کے باعث عبارت کی قرأت میں دقت آرہی تھی اسی دوران مختار اشرف لائبریری کچھوچھہ شریف کے قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی بھی حاصل ہوگئی، جو نسبتاً صاف اور واضح تھی، دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر کام شروع ہوا، کام مشکل اور وقت طلب تھا، ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی مالی دشواریوں کے سبب تادیر اعانت جاری نہ رکھ سکے، مگر ہیچ مداں عاجز نے ترجمہ کو ایک منزل تک پہنچا کر دم لینے کا عہد کر لیا تھا، چنانچہ کام جاری رہا اور بحمدہ تعالیٰ ''بحر زخار'' کے مجلد اول، دوم، سوم کا ترجمہ مکمل ہوگیا۔

چونکہ کتاب کے اندر بعض تراجم بہت مختصر اور بعض بزرگوں کے نام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، اس لیے نظر ثانی کے دوران حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور جلد اول و دوم کے بعض ترجموں میں حاشیہ آرائی کی گئی۔

نظر ثانی کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے اخراجات کا ذمہ لیا، جو اس ترجمہ کو منظر عام پر لانے کا پہلا مستحسن قدم تھا، محترم ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ کی تحریک، ابتدائی معاونت اور کتابت کی ذمہ داری قبول فرما کر جس حوصلہ مندی، معارف پروری اور صوفیہ و مشائخ سے تعلق خاطر کا ثبوت پیش کیا ہے، یہ عظیم دینی خدمت میرے شکریے سے بالاتر ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے مقبولان بارگاہ کے صدقہ میں انہیں اجر و ثواب اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس ترجمے کے دوران عزیزی مولوی نعیم الاسلام قادری، مفتی محمد عثمان شمسی، محمد احسان شمسی، مولوی محمود اختر شمسی چھپرہ نے بڑی پابندی اور ذوق و شوق کے ساتھ میرا تعاون کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے برگزیدہ اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کی کوششوں کو قبول فرما کر دونوں جہان کی کامیابیوں سے شادکام فرمائے۔ آمین!!!

کمپوزنگ کے بعد اس ضخیم کتاب کی طباعت کا مرحلہ بڑا ہی جاں گسل تھا، بعض مخلصین سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی، مگر نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ بالآخر طلبہ درجہ فضیلت و تحقیق جامعہ شمس العلوم گھوسی بالخصوص عزیزی مولوی رضاء اللہ شمسی نے طباعت کا بارگراں اپنے ذمہ لیا اور اس سلسلے میں جامعہ ہذا کے طلبہ و طالبات نیز دوسرے شائقین علم حضرات سے تعاون کی اپیل کی، انہیں حضرات کی پرخلوص اعانت کا ثمرہ ہے کہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ معاونین کو دارین میں سعادتوں سے مالا مال فرمائے، عزیزی مولوی رضاء اللہ شمسی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے طلبائے فضیلت و تحقیق کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں علم نافع کی دولت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم!

محمد عاصم اعظمی

بیت الحکمت کریم الدین پور گھوسی مئو

۱۰؍جنوری ۲۰۱۷ء/۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ بروز منگل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

صوفیا و مشائخ کے ہندوستانی تذکرے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام و مشائخ عظام کی پر تاثیر روحانی شخصیتوں کے جذب و انجذاب کی کیفیات اور ان سے تعلق رکھنے والے افرد کی روحانی و اخلاقی صورت حال میں خوشگوار تبدیلی نیز اہل اللہ بزرگوں کے واقعات و کمالات سننے اور پڑھنے کی افادیت و ضرورت کا تذکرہ ''اخبار الاخیار'' کے دیباچے میں اس طرح کرتے ہیں:

اہل عقل و بصیرت اور باشعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت، اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الٰہی کی مجالست ہے کیوں کہ ان کی استقامت کو دیکھ کر سالک کے لیے راہ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک و شبہات جو بعد و حجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں۔

اے کہ از کشمکش قال و مقال — نیست ست حالات ارباب کمال
ہیچ نایافت در خود اثرے — نہ شنیدہ زکساں جز خبرے
قابل کار نۂ معذوری — یا خود از کوشش آں بس دوری
باش کیں راہ گزرائے دگر ست — ہر کسے قابل کارے دگر است
لیکن اندر پئے انکار مرو — در جہاں منکر ایں کار مرو
بنگر ایں حالت درویشاں را — کوشش و سوزش عشق ایشاں را
کہ دریں رہ چہ طلبہا دارند — در طلبہا چہ تعبہا دارند
زیں طلب گر خدا نیافتہ اند — ایں ہمہ بہر چہ بشتافتہ اند
در طلب ایں ہمہ جاں بازی چیست — مال و اسباب فدا سازی چیست
کشف گر نیست قیاس تو کجا ست — عقل کودک حواس تو کجا ست
بارے او نیست تر وجدانے — معتقد باش و بیار ایمانے

لیکن جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بے بہرہ ہو جائے تو اس وقت ان بزرگوں

کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت سے کیوں کہ درحقیقت یہ بھی ان کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے اس لیے کہ جمال، کدورت انسانی اور صورت عنصری کے حجاب سے بھی زیادہ صاف ستھرا ہے۔ اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے، ان کو ہر محفل ومجلس میں پڑھا جاتا ہے، جس سے ان کا جمال اور زیادہ مزین ہو جاتا ہے، علاوہ بریں اس سے طمانیت اور عبرت ونصیحت کے علاوہ اور بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے سب سے پہلا یہ ہے کہ اولیائے کرام کا وجود ایک ہمہ گیر رحمت اور عام نعمت ہے اور بموجب حکم خداوندی "واما بنعمة ربک فحدث" اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو۔ ان بزرگوں کے حالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو دراصل اس عظیم نعمت کا شکر ہے اور ان بزرگوں سے عقیدت رکھنا اور محبت کرنا ضروری ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیا را نہ شناخت — ایں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت وحب ایشاں نگزید — می داں بیقیں کہ او خدارا نہ شناخت

(ص ۲۷، ۲۸)

یہی وہ آفاقی احساس ہے جس نے اہل اسلام کو صوفیا وصلحا کے برگزیدہ اخلاق اور ان کے کریمانہ اوصاف کتابی صورت میں جمع کرنے کی ترغیب دی۔ دوسرے اسلامی علوم وفنون کی طرح ہر دور میں اولیاء اللہ کے تذکرے تحریر کیے جاتے رہے۔ اس طرح اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے تذکروں کو اسلامی تاریخ اور اشاعت اسلام میں ایک مستقل باب کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ کیوں کہ اولیائے کرام نے راہ حق میں جو قربانیاں دیں، وہ ہمیشہ زندہ وتابندہ رہیں گے۔ انہوں نے رضائے الہی کی جستجو میں جو ریاضات ومجاہدات کیے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کی اور معرفت وسلوک کے ذروہ کمال تک پہنچے اور دین ودنیا کی سرفرازی کا سہرا ان کے سر بندھا۔ لہذا ان کے اہم دینی وروحانی کارناموں سے صرف نظر کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ان اہل کمال بزرگوں کے حالات زندگی ضبط تحریر میں لائے گئے، جن سے آنے والی نسلوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں کون کون سے اللہ کے محبوب بندے گزرے ہیں، جنہیں قرب حق حاصل تھا اور جن کی تعلیمات وہدایات نے اسلامی معاشرے میں روحانی انقلاب برپا کیا تاکہ ان صلحائے امت کے طریقہ حیات کو اپنا کر اپنی زندگیوں کو بھی کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالا جاسکے۔

ہندوستان میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت مشائخ وصوفیائے اسلام کی مساعی جمیلہ کی رہین منت ہے۔ ان مقربان حق نے سنگلاخ وادیوں، طویل صحراؤں اور پرشور دریاؤں کو عبور کر کے ہندوستان کے دور افتادہ خطوں میں پہنچ کر حق وصداقت کی شمعیں روشن کیں اور ہندوستان کے طول وعرض میں دین حق کا اجالا پھیلایا۔ کشمیر کی سر بفلک چوٹیوں سے لے کر کنیا کماری تک اور سندھ کی وادیوں سے لے کر خلیج بنگال تک کوئی شہر ودیار اور قصبہ وقریہ شاید ہی ملے جہاں ان مقدس اہل اللہ کے قدم ناز نہ پڑے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ہند ان برگزیدہ صفات بے لوث داعی ومبلغ دین ہستیوں سے عقیدت وارادت کا رشتہ استوار رکھتے ہیں اور ان کے تذکروں سے اپنے قلب وروح کو قوت وتوانائی کی دولت سے

مالامال کرتے ہیں۔

اسلامی دنیا کے بلاد وامصار کی پاکیزہ روایت کو سامنے رکھتے ہوئے ہندوستانی مصنفین نے بھی اولیاء اللہ اور مشائخ طریقت کے حالات پر کتابیں لکھیں اور آج تک اس موضوع پر تذکروں کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ہندوستان میں لکھے جانے والے تذکروں میں بعض تذکرے ہر سلسلہ بیعت کے مشائخ متقدمین ومتاخرین کے حالات کا احاطہ کرتے ہیں، بعض تذکرے کسی خاص سلسلہ کے بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہوتے ہیں، کوئی مصنف کسی خاص شہر کے اولیا کا تذکرہ کرتا ہے اور کوئی ایک خاندان کے بزرگوں کے حالات پر اکتفا کرتا ہے، بعض تذکرہ نویس اکابر واصاغر مشائخ اور صوفیا کے حالات قلم بند کرتے ہیں اور بعض عالم اسلام کے خاص خاص مشائخ کو اپنا موضوع بناتے ہیں غرض کہ ہندوستان کے تذکرہ نگاروں نے اپنی وسعت معلومات، کثرت مطالعہ اور اپنی ترجیحات کی بنا پر بسیط یا مختصر تذکرے مدون ومرتب کیے ہیں، جن کی افادیت بہر حال مسلم ہے۔

ذیل میں اس ناچیز نے اپنے محدود علم اور مطالعہ کی روشنی میں برصغیر میں لکھے جانے والے اولیائے کرام کے فارسی تذکروں کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔

کشف المحجوب

حضرت شیخ علی ہجویری ملقب بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سید ابوالحسن علی ہجویری بن سید عثمان جلالی ۴۰۰ھ میں غزنی سے متصل ایک بستی ہجویر میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے اپنے عہد کے علما ومشائخ سے علم ظاہر وباطن کی تحصیل فرمائی۔ طریقت میں آپ سلسلہ جنیدیہ کے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ مزید برآں مشائخ وقت سے کسب فیض کے لیے شام، عراق، فارس، قہستان، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان، ماوراء النہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا۔ سلطان ناصر الدین مسعود غزنوی کے زمانہ حکومت میں آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں بیعت وارشاد کی مجلس آراستہ کی۔ لاہور کے علاوہ دوسرے بلاد ہند میں بھی تبلیغ وارشاد کے لیے تشریف لے گئے۔ انتقال ۴۶۵ھ بمقام لاہور ہوا۔ مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہما فیض روحانی حاصل کرنے کے لیے آپ کے مزار پر چلے کیے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

شیخ ابوالحسن علی ہجویری نے تصوف وسلوک پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، جو دست برد زمانہ سے ناپید ہوگئیں۔ صرف ایک کتاب "کشف المحجوب" موجود ہے، ناچیز کی محدود معلومات کے مطابق ہندوستان میں لکھا جانے والا سب سے پہلا تذکرہ صوفیا یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے، جو علم تصوف میں نہایت مستند

کتاب راہ خدا کی وضاحت اور بشریت کے مادی حجابات دور کرنے کی غرض سے لکھی گئی، اسی وجہ سے اس کا نام ''کشف المحجوب'' رکھا گیا۔ اس کتاب کی اہمیت ارباب تصوف کے نزدیک مسلم ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا، جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو، اسے کشف المحجوب کے مطالعہ سے مل جائے گا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں، کشف المحجوب اس فن کی مشہور اور معتبر کتاب ہے اور اس میں لطائف وحقائق جمع کر دیے گئے ہیں۔ کتاب کے مندرجات یہ ہیں:

بسملہ اور صحت نیت، حجاب راہ خدا، علم اور حصول علم، فقر، تصوف، لباس صوفیا، طریق ملامت، اس کے بعد صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اتباع تبع تابعین اور دوسرے مشائخ وصوفیا کے حالات اور ان کے مقامات بیان کیے گئے ہیں۔

سیر الاولیا

سید محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد، لقب میر خورد یا امیر خورد، مبارک بن محمد بن محمود کے بیٹے تھے۔ ولادت دہلی میں ہوئی۔ میر خورد شیخ نظام الدین اولیا کے مرید وخلیفہ اور ان سے روحانی فیض وبرکات حاصل کر کے زمرہ خلفا میں داخل ہوئے۔ میر خورد نے ''سیر الاولیا'' پچاس سال کی عمر میں تصنیف کی، جو خانوادہ چشت کے مشائخ کے حالات پر مشتمل ہے، جس میں دس ابواب ہیں:

باب اول : سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت نظام الدین اولیا تک کے مشائخ چشتیہ کے حالات زندگی۔

باب دوم : خواجہ معین الدین کے خلفا کے حالات، قطب الدین بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر علیہم الرضوان

باب سوم : خواجہ فرید الدین گنج شکر کے مریدوں، نظام الدین اولیا کے رشتہ داروں اور مولف علیہم الرحمۃ والرضوان کے اپنے خاندان کے سادات کے حالات زندگی۔

باب چہارم : نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کے حالات۔

باب پنجم : سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے بعض عقیدت مند مقربین کے حالات زندگی۔

باب ششم : مرشد اور مرید کے فرائض۔

باب ہفتم : حضرت فرید الدین اور حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہما کی دعائیں۔

باب ہشتم : عشق حقیقی اور مشاہدہ ذات حق۔

باب نہم : سماع (موسیقی اور صوفیا کا وجد)

باب دہم : حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکتوبات۔

سیر العارفین

حامد بن فضل اللہ جمالی م ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء

شیخ جمالی اپنے وقت کے مشہور شاعر، ادیب، صوفی، سیاح بزرگ ہیں، جو علم ظاہر و باطن کے ماہر، شعر و سخن میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ انہیں خسرو ثانی کے لقب سے یاد کیا گیا۔ انہوں نے علم و ادب کے مجلسوں کو خوب رونق بخشی، مشائخ وصوفیا کے معتقد و معتمد اور امرا و سلاطین کے جلیس و ندیم رہے، ان کی شاعری کی داد حضرت جامی نے دی، انہوں نے مرأۃ المعانی اور مہر و ماہ جیسی بلند پایہ مثنویاں لکھیں۔ آپ نے نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں برصغیر کے اکابر مشائخ کے تراجم پر ''سیر العارفین'' تصنیف کی۔ اس کا زمانہ تالیف ۹۳۷ھ تا ۹۴۲ھ کا درمیانی عہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ جمالی کا یہ تذکرہ عہد سلاطین کے مشائخ وصوفیا کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اس وقت تک برصغیر میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ کے مشائخ نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور یہ مشائخ مسلم معاشرہ کی تعمیر و تہذیب میں مشغول تھے۔ ان کی سرگرمیاں لاہور و ملتان سے لے کر بنگال و بہار تک برگ و بار لا رہی تھیں اور مسلم معاشرے کو استحکام بخش رہی تھیں۔ سیر العارفین میں چشتیہ سلسلہ کے چھ مشائخ خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ نجیب الدین متوکل اور سہروردی سلسلہ کے سات شیوخ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ صدر الدین عارف، شیخ ابوالفتح رکن الدین، شیخ حمید الدین ناگوری، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ سماء الدین علیہم الرحمۃ والرضوان کے حالات شامل ہیں۔

اخبار الاخیار فی احوال الابرار

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ

حضرت شیخ، اسلام شاہ سوری کے عہد ۹۵۸ھ میں دہلی کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار سیف الدین نے آپ کی تعلیم و تربیت بڑی دل سوزی سے کی۔ تین ماہ میں قرآن حکیم ناظرہ اور ایک ماہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ ذہانت کا عالم یہ تھا، کہ جس علم و فن کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتے، بہت جلد مکمل کر لیتے۔ ۱۸ رسال کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ شیخ نے علم باطن کی طرف بھی توجہ کی، عبادت و ریاضت کو معمول بنایا، علما و مشائخ کی صحبتوں میں رہتے، اکبر شاہی دور کے امرا نے آپ کو اپنی مصاحبت میں لینا چاہا، لیکن شیخ، بادشاہ اکبر کے ملحدانہ طریقے کو سخت ناپسند کرتے تھے، وہ ایسی لادینی حکومت کا حصہ بننا پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ اکبری عہد کے لادینی حالات سے گھبرا کر حجاز چلے گئے۔ ۹۹۶ھ میں مکہ مکرمہ میں محدثین سے حدیث کا سماع کیا، پھر محدث جلیل شیخ عبدالوہاب متقی سے وابستہ ہوئے اور ان سے بہت زیادہ علمی و روحانی فیوض و برکات حاصل کیے۔ انہیں کے ساتھ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو احتراماً وہاں کے گلی کوچے میں برہنہ پا چلتے۔ ۳ رسال حجاز میں قیام کے بعد ۱۰۰۰ھ میں شیخ دہلی پہنچے اور وہاں قرآن و سنت کی تعلیم دینے لگے۔ پوری زندگی اس مقدس مشغلے میں صرف کی۔ شیخ نے تعلیم

وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کتب کا مشغلہ بھی اختیار کیا اور ۶۰ دینی وعلمی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے چند اہم کتابیں یہ ہیں:

اخبار الاخیار، آداب صالحین، اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، تکمیل الایمان، جذب القلوب، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوت، مرج البحرین۔

اخبار الاخیار ہندوستان کے مشائخ وصوفیا کے احوال وکوائف سے متعلق انتہائی مستند دستاویز ہے۔ اس کی افادیت ہر دور میں تسلیم کی گئی، شائقین علم نے اس کتاب کو سینے سے لگایا، اس کتاب میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے کے بعد ان اولیا ومشائخ کا ذکر کیا گیا ہے، جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے عہد سے لے کر مصنف کے زمانہ حیات تک ہندوستان میں وارد ہوئے یا اس خاک سے اٹھے، اس لحاظ سے یہ تذکرہ ہندوستانی صوفیا اور محبان حق کے حالات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

زادالمتقین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں اپنے شیوخ، اساتذہ اور مصنفین دہلی کا تذکرہ کیا ہے، بظاہر یہ ایک عمومی تذکرہ ہے، لیکن باکرامت شیوخ اور متدین اساتذہ کرام کے تراجم کی وجہ سے یہ تذکرہ صوفیا کے زمرے میں شامل ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو ترجمہ حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے۔

منتخب التواریخ۔ جلد سوم

ملا عبدالقادر بدایونی ولادت ۹۴۰ھ

ملا عبدالقادر بدایونی، عہد اکبری کے بلند پایہ مورخ، عالم اور ادیب تھے۔ انہوں نے عہد مغلیہ کی تاریخ "منتخب التواریخ" کے نام سے تین جلدوں میں لکھی۔ پہلی دو جلدوں میں تو شاہان وقت کی فتوحات، سیاسی کامرانیاں اور انتظام سلطنت کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ تیسری جلد کو چار حصوں میں بانٹا (۱) عہد اکبری کے مشائخ (۲) عہد اکبری کے علما (۳) عہد اکبری کے حکما (۴) عہد اکبری کے شعرا۔ منتخب التواریخ مستقل تذکرہ مشائخ نہیں، تاہم اس کے اندر اکبری عہد کے ۳۳ مشاہیر مشائخ طریقت اور صوفیا کے حالات وکمالات پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا تذکرہ میاں حاتم سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا اور آخری تذکرہ شیخ عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

سیر الاقطاب

حضرت الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ مینا چشتی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب سیر الاقطاب کی ولادت پانی پت کے قریب کرانہ میں ہوئی۔ آپ عالم، صوفی بزرگ تھے۔ سلسلہ

چشتیہ میں شیخ عبدالسلام چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، خواجگان چشت سے والہانہ عشق تھا، اسی ارادت نے ’’سیر الاقطاب‘‘ لکھنے کی تحریک پیدا کی، چنانچہ ۱۰۳۶ھ تا ۱۰۵۶ھ کے درمیان کتاب مکمل کی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی، مصنف کو شاہ جہاں بادشاہ سے بڑا تقرب تھا، وہ لکھتے ہیں، کابل کے سفر میں ظل سبحانی کے ہمراہ تھا، وہ اکثر اس کتاب کا مطالعہ کرتے، چار باغ کے مقام پر نہر کے کنارے بادشاہ اس کا مطالعہ کرر ہے تھے، کتاب باہر چھوڑ کر خیمے کے اندر چلے گئے، اندھیری رات تھی، سخت آندھی آئی، کتاب اڑ کر نہر میں جا پڑی، صبح کے وقت بادشاہ نہر کے کنارے پہنچے، کتاب کی جلد کو پانی پر تیرتے ہوئے دیکھا، تو بے چین ہوگئے، خدام نے کتاب نکالی، خواجگان چشت کی کرامت سے پوری کتاب محفوظ تھی، صرف ورق کے کنارے تر ہوئے تھے۔ یہ کتاب سب سے پہلے اودھ پریس میں طبع ہوئی، پھر ۱۳۳۱ھ میں نول کشور پریس میں چھپی، اس کتاب کے اندر سب سے پہلے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ہے، جن کی ذات تقریباً تمام سلاسل تصوف کا سر چشمہ ہے، اس کے بعد خواجہ حسن بصری سے لے کر اپنے مرشد شیخ عبدالسلام تک کے مشائخ کا تذکرہ تحریر کیا ہے۔ کتاب میں ۳۱/ خواجگان چشت کے حالات اور کرامات بیان کیے گئے ہیں۔

سفینۃ الاولیا

شہزادہ محمد داراشکوہ حنفی قادری

داراشکوہ، شاہ جہاں بادشاہ کا فرزند اور ولی عہد سلطنت تھا۔ وہ دوسرے مغل شہزادوں کی طرح علم وفضل کا دلدادہ اور صوفیا وصلحا سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتا تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت میر میاں لاہوری کے خلیفہ ملا شاہ قادری کا مرید تھا۔ وہ خود لکھتا ہے:

اس ناچیز فقیر کو اس گروہ سے کمال خلوص اور عقیدت حاصل ہے، شب وروز بجز ان کے ذکر خیر کے اور کوئی مشغلہ بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ خادم اپنے کو اولیائے کرام کے عقیدت کیشوں کی جمعت میں شمار کرتا ہے، اسی لیے ان بزرگوں کے حالات وواقعات کو اس کتاب میں لکھنا اپنی سعادت مندی سمجھتا ہے۔ جس کو محبوب کا وصل اور دیدار حاصل نہیں ہوتا، وہ محبوب کے ذکر ہی سے اپنی آتش محبت کو تسکین دیتا ہے۔ (دیباچہ سفینۃ الاولیا)

یہی عقیدت ومحبت صالحین اور اولیائے امت کے حالات لکھنے کا داعیہ بنی، چنانچہ کتاب کا آغاز سرچشمہ ہدایت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے کیا، پھر خلفائے راشدین، ائمہ اہل بیت، ائمہ اربعہ، بعدہ مختلف سلاسل کے بزرگان دین کے حالات وواقعات تحریر کیے۔ تالیف کتاب کی غرض وغایت اس طرح بیان کی گئی ہے، سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ومعجزات، آپ کے اصحاب اور بارہ اماموں کے مناقب وفضائل اور اولیائے کرام کے مقامات ودرجات اظہر من الشمس ہیں، جو متقدمین ومتاخرین نے عربی وفارسی کتابوں میں تحریر کیے ہیں، لیکن چوں کہ بعض بعض خصوصیات متفرق کتابوں میں کافی تلاش وجستجو کے بعد دستیاب نہیں ہیں، اس بنا پر اس فقیر حقیر محمد داراشکوہ حنفی قادری نے چاہا کہ ان حضرات کے اسمائے گرامی سے تاریخہائے ولادت ووفات نیز ان کے مزارات مقدسہ کے حالات قلم

بند کر دیے جائیں۔ داراشکوہ نے اپنے مرشد کے تفصیلی حالات وکمالات سکینۃ الاولیا نامی کتاب میں جمع کیے ہیں۔

مونس الارواح

شہزادی جہاں آرا بیگم ۱۰۲۳ھ

مغل بادشاہوں کے دربار اور حرم سرا علوم ومعارف کے چرچوں سے ہمیشہ آباد رہے۔ مغل شہزادوں کے ساتھ شہزادیاں بھی علم وہنر کے زیور سے آراستہ تھیں۔ ان میں شاہ جہاں بادشاہ کی لاڈلی بیٹی جہاں آرا بیگم علم وادب، صلاح وتقوی میں امتیازی شان رکھتی تھی۔ شاہ جہاں نے شہزادی کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی۔ جب شہزادی کی ماں ملکہ ممتاز محل کا انتقال ہو گیا، تو شاہ جہاں نے حرم شاہی کے تمام انتظام جہاں آرا بیگم کو تفویض کر دیے تھے اور امور شاہی میں بھی ان سے مشورے طلب کیے جاتے۔ ثروت واقتدار کے باوجود بزرگان دین سے بڑی عقیدت ومحبت تھی اور ان کے تذکروں سے قلبی وابستگی تھی۔ مونس الارواح شہزادی کے دینی وروحانی ذوق اور مشائخ چشت سے والہانہ تعلق خاطر کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب ۲۸ رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ میں مکمل ہوئی اور تین سال بعد رمضان المبارک ۱۰۵۲ھ میں شہزادی دربار خواجہ کی حاضری سے بہرہ مند ہوئیں۔ کتاب کا تکملہ حاضری کے بعد تحریر کیا، جس میں اس سفر کے احوال اور حاضری کی سعادت کا ذکر بھرپور عشق وارادت کے ساتھ کیا۔ یہ کتاب شہزادی کے علم وفضل، ذوق عرفان، انشا پردازی اور بزرگان دین سے عقیدت واخلاص کا بین ثبوت ہے۔ اسلوب نگارش پاکیزہ وشستہ ہے۔ مونس الارواح خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رضی اللہ عنہم کے حالات وکمالات پر مشتمل ہے۔

مرأۃ الاسرار

شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی، صابری عباسی علوی ہیں۔ آپ حضرت شیخ حمید قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے، جن کا سلسلہ طریقت سات واسطوں سے شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن کی ولادت ۹ ربیع الآخر ۱۰۰۵ھ رسول پور عرف دھنتی میں ہوئی اور وصال ۱۰۹۴ھ میں ہوا۔ موصوف علوم ظاہری وباطنی کے ماہر تھے اور تاریخ تصوف سے ان کو خاص شغف تھا۔ انہوں نے اس موضوع پر مرأۃ الاسرار، مرأۃ مسعودی، مرأۃ مداری تصنیف فرمائیں۔

مرأۃ الاسرار کے اندر گیارہ سو سالہ اسلامی طریقت وتصوف کی تاریخ جامع انداز میں پیش کی گئی ہے۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہم صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مشائخ اور صوفیا کے طبقات، ان کے نظریات، منازل، مقامات ملفوظات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف نے مسلک تصوف کا مطالعہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کیا ہے اور تصوف کی ہر چیز کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا زمانہ

تالیف ۱۰۴۵ھ تا ۱۰۶۵ھ ہے۔ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی۔

مقالہ دوازدہم تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

ہندوستان کے مسلم سلاطین وامرا اور حکام کے حالات پر محمد قاسم فرشتہ نے تاریخ فرشتہ سپرد قلم کی۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور بہت مشہور و متداول ہے۔ مصنف نے کتاب جلد دوم کے آخر میں ہندوستان میں اشاعت پذیر دو اہم سلاسل، چشتیہ اور سہروردیہ کے اکابر مشائخ کا تذکرہ شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔ (الف) سلطان الہند خواجہ غریب نواز سے لے کر شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک اور (ب) شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے لے کر شیخ کبیر الدین اسماعیل تک۔ اس مقالے میں دو عظیم سلسلوں کے اہم مشائخ ہند کا تذکرہ ہے، جس کے مطالعے سے دینی وروحانی شخصیتوں کے فضل وکمال، حالات وکرامات پر روشنی پڑتی ہے۔

مناقب العارفین

شاہ یٰسین جھونسوی ۱۰۲۲ھ تا ۱۰۷۶ھ

کتاب کے مولف شیخ یٰسین جھونسوی حضرت مخدوم شاہ حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے سلسلہ بیعت وارشاد کے بزرگوں کے حالات وملفوظات بڑی احتیاط کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی، جس کا قلمی نسخہ خانقاہ رشیدیہ جون پور میں محفوظ ہے، فارسی کتاب زیور طبع سے آراستہ نہ ہوگی، صاحب سجادہ حضرت علامہ مفتی محمد عبید الرحمٰن رشیدی مدظلہ العالی نے پروفیسر سید غلام سمنانی مرحوم سے کتاب کے پہلے حصے کا اردو ترجمہ کرا کے شائع کیا، جو ناچیز کے پیش نظر ہے۔ دوسرا حصہ بھی حال ہی میں شائع ہو چکا ہے، جو نظر سے نہیں گزرا۔ حصہ اول میں مندرجہ ذیل مشائخ کے حالات ہیں:

حضرت شیخ طیب بن معین الدین بنارسی، حضرت شیخ تاج الدین قدس سرہ، حضرت شیخ خواجہ کلاں قدس سرہ، حضرت شیخ نصیر الدین قدس سرہ، حضرت شیخ شاہ حسن داؤد، حضرت شیخ فرید قطب بنارس قدس سرہ، حضرت شیخ خواجہ مبارک عمید نہ مسند فردوس قدس سرہ۔

مترجم کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں، یہ کتاب سوانح وملفوظات کا مرکب ہے۔ یہ بحر زخار کی طرح ضخیم تو نہیں اور نہ اس میں سیکڑوں اولیاء اللہ کے حالات ہیں، لیکن پھر بھی اس کی حیثیت ایک اچھی خاصی کتاب کی ہے اور کتاب کا اصل متن کاتب حروف کے دیے ہوئے نشانات کے مطابق دو سو چالیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں خانقاہ رشیدہ جون پور کے پیران سلسلہ کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ ہے۔ یہ مفید، فیض بخش، فیض رساں اور معلومات افزا کتاب اپنے زمانہ تالیف ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء سے لے کر اب تک پردہ خفا میں رہی۔ (مناقب العارفین ص ۱۸)

گلزار ابرار

شیخ محمد غوثی شطاری

شیخ محمد غوثی شطاری بن شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی کی ولادت بمقام مانڈو صوبہ مالوہ ۱۵۵۴ء میں ہوئی۔ گیارہ سال کی عمر میں والد نے انتقال کیا۔ گھریلو ذمہ داریاں سر پر آگئیں، کسب معاش کی فکر کے ساتھ طلب علم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ سترہ سال کی عمر میں گجرات کے ایک بزرگ شیخ سراج الدین شطاری کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے گجرات آئے، جہاں شیخ وجیہ الدین علوی شطاری کی سرپرستی میں تعلیم مکمل کی۔ ۱۵۸۶ء میں مانڈو واپس آئے۔ ۱۶۰۲ء میں گلزار ابرار کی تالیف کا آغاز کیا۔ ۱۶۱۳ء میں کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔ یہ کتاب جہانگیر بادشاہ کے نام معنون کی گئی۔ گلزار ابرار میں تیرہویں صدی سے لے کر سترہویں صدی کے اوائل تک کے تقریباً چھ سو علما و صوفیا کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس عہد کے ہندوستان کی تہذیبی تاریخ کے مطالعے کے لیے اہم ماخذ ہے۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ عبارت بڑی صاف اور سلیس ہے۔ مصنف نے کتاب کے اندر جو معلومات فراہم کیے ہیں، وہ جامع اور مستند ہیں۔ تذکرہ نگاری کے اصولوں کی پابندی کی ہے اور وسیع معلومات کو بڑی خوب صورتی سے سمیٹا ہے۔ شیخ محمد غوثی نے گلزار ابرار میں شطاری، چشتی، قادری، سہروردی، فردوسی، نقشبندی، مغربی سلاسل کے بزرگوں کے حالات اور ہندوستان کے اہم روحانی مراکز دہلی، لاہور، ملتان، احمد آباد، چمپانیر، اجودھن، اجین، نہروار، مانڈو، برہان پور، گلبرگہ، جون پور، آگرہ، بدایوں، کالپی، منیر، پنڈوہ کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں سے متعلق مفید مواد پیش کیا ہے۔

معارج الولایت

شیخ معین الدین عبداللہ الخویشگی

شیخ معین الدین کی ولادت ۱۰۴۳ھ بمقام قصور ہوئی۔ خاندانی روایات کے مطابق علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم معرفت اور اصطلاح باطن کی طرف بھی رجحان تھا۔ فارسی شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ تخلص عبدی تھا۔ قصور سے دہلی اور احمد آباد گجرات وغیرہ کا رخ کیا اور ہر جگہ مشائخ و صوفیا سے فیض حاصل کیا۔ شیخ معین الدین بلند پایہ مصنف اور شارح بھی تھے، انہوں نے سعدی کی گلستان بوستاں اور جامی کی لوائح، دیوان حافظ کی شرحیں لکھیں۔ بعض کتابیں تصوف کے مسائل سے متعلق تھیں، مثلاً تلقین المریدین، فوائد العاشقین، مقصود السالکین، حصول الوصول وغیرہ۔

معارج الولایت غلام معین الدین عبداللہ کا تصنیفی شاہکار ہے۔ مصنف نے اس کی ترتیب و تالیف میں تیس سال صرف کیے اور قرون وسطیٰ کے مذہبی لٹریچر بالخصوص تصوف سے متعلق تصانیف کو کھنگھال ڈالا تھا۔ مصنف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابوں کے طویل اقتباسات اپنے نقطہ نظر کی وضاحت میں پیش کرتے ہیں، اس طرح بعض نایاب کتابوں اور دستاویزات کو انہوں نے محفوظ کر دیا ہے۔

کتاب کے اندر تقریباً پانچ سو اولیائے کاملین کا ترجمہ شامل ہے، جو بڑی تحقیق و جستجو کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ

کتاب ۱۰۹۴ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب کے عہد تصنیف کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں:

ہندوستان کی تاریخ میں گیارہویں صدی ہجری اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ بیشتر صوفی تذکرے اسی زمانے میں ترتیب دیے گئے تھے۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں ثمرات القدس (لعل بیگ) ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں گلزار ابرار (محمد غوثی) ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء میں جواہر فریدی (علی اصغر چشتی) ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں سیر الاقطاب (الہدایہ چشتی) ۱۰۳۷ھ ر ۱۶۲۷ء میں زبدۃ المقامات (محمد ہاشم بدخشی) ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۲ء میں مجمع الاولیا (علی اکبر اردستانی) ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں حضرات القدس (بدرالدین سرقندی) ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں دارا شکوہ کی سفینۃ الاولیا اور سکینۃ الاولیا اور جہاں آرا کی مونس الارواح اور ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۴ء میں مراۃ الاسرار (عبدالرحمٰن چشتی) مرتب کی گئیں۔ باعتبار تاریخ تدوین معارج الولایت سب سے موخر ہے، لیکن افادیت اور استناد میں اس کا درجہ صرف اخبار الاخیار کے بعد ہے، کوئی دوسرا تذکرہ ترتیب وافادیت میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

معارج الولایت دس اجزا پر مشتمل ہے۔

رکن اول میں چشتیہ سلسلہ کے پانچ مشائخ خواجہ اجمیری، قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید، محبوب الٰہی، نصیر الدین چراغ دہلوی کے تفصیلی حالات درج ہیں۔

رکن دوم میں خواجہ اجمیری کے خلف اور اولاد کا ذکر ہے۔

رکن سوم، رکن چہارم، رکن پنجم میں علی الترتیب ان مشائخ کے خلف کا ذکر ہے۔

رکن ششم اور ہفتم میں متفرق چشتی بزرگوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔

رکن ہشتم میں سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ کا ذکر ہے۔

رکن نہم میں متفرق مشائخ کے حالات درج ہیں۔

رکن دہم میں مجاذیب اور صوفی خواتین کا تذکرہ ہے۔

عورتوں کے تذکرے شامل کرنے کی ابتدا شیخ ابوعبدالرحمٰن اسلمی کے زیر اثر ہوئی تھی، مولانا جامی نے نفحات الانس میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں خواتین کا حال درج کر کے اس روایت کو تقویت پہنچائی اور غلام معین الدین عبداللہ نے اسی کا اتباع کیا۔

پروفیسر نظامی کے ذاتی کتب خانے میں معارج الولایت کا ایک قلمی نسخہ ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، کل صفحات ۱۶۷۳ ہیں۔ (ماخوذ از صوفیائے ہند کا ایک نادر تذکرہ بحوالہ تصوف برصغیر میں ص ۲۹ تا ۳۳)

اخبار الاصفیا

شیخ عبدالصمد تمیمی انصاری

شیخ عبدالصمد بلند پایہ عالم، صوفی مشرب بزرگ تھے۔ ان کا وطن آگرہ تھا۔ شیخ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ریعان شباب سے ان کو بزرگوں کے احوال واقوال سے شغف تھا۔ چنانچہ انہوں نے سلطان جہانگیر کی تخت نشینی ۱۰۱۴ھ سے

اولیائے پاکان ہند کا تذکرہ قلم بند کرنا شروع کیا اور تھوڑی ہی مدت میں ضخیم تذکرہ مکمل کر لیا۔ کتاب کے اندر دو سو ساٹھ سے زائد علماء و مشائخ کا ذکر ہے، جن کا تعلق ہندوستان سے ہے، تذکروں کی ترتیب زمانی ہے، ابتدا میں تبرکاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہے۔ اس کے بعد پہلا تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۳ھ کا اور آخری تذکرہ سید احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد چند معاصر بزرگوں کے حالات ہیں۔ عام طور سے تذکروں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ بعض تذکرے خاصے طویل ہیں۔ بعض مشائخ کے تذکروں میں ان کے مکتوبات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں فوائد الفواد اور بعض دوسری کتابوں کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ قاضی اطہر مبارک پوری کے مخطوطہ "اخبار الاصفیا" میں تین سو بارہ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں۔ (ماخوذ از تصوف برصغیر میں ص ۲۵۹ تا ۲۶۱)

تحفۃ السعداء

خواجہ کمال

یہ کتاب گیارہویں صدی ہجری کے صاحب قلم پیر طریقت شیخ کمال کی تحریر کردہ ہے، جو فارسی زبان کے ساتھ ہندی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ کتاب ۱۰۱۶ھ میں فارسی زبان میں تحریر کی، جسے ۱۹۹۱ء میں خدا بخش لائبریری پٹنہ نے کتاب کے فارسی متن کا عکس اور اردو ترجمہ شائع کر کے اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچایا۔ "تحفۃ السعدا" سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ سے فیض یافتہ چند بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ ان بزرگوں میں ہیں، جن کی ذات گرامی چشتیت اور سہروردیت کی جامع تھی، اس رسالے میں آپ کے شیوخ اور خلفا کا تذکرہ ہے۔ کتاب کے اندر شیخ قوام الدین مرید و خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، شیخ مخدوم سارنگ، شیخ محمد مینا، شیخ سعد خیر آبادی، شیخ محمود، شیخ کمال رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوانحی حالات اور روحانی کمالات کا ذکر ہے۔

اقتباس الانوار

شیخ محمد اکرم قدوسی علیہ الرحمہ

شیخ محمد اکرم قدوسی عنفوان شباب ہی سے اولیائے کرام کے گرویدہ اور ریاضت و مجاہدہ کے شائق تھے۔ شیخ سوندھا قدس سرہ براس آئے اور شیخ اکرم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو شیخ نے دیکھ کر فرمایا، تم اچھے آئے ہو، میں دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تمہارا پتہ بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ شخص تمہارا خلیفہ اور مشائخ کا جانشین ہوگا۔ الحمد للہ! تم اپنی امانت کی طلب میں پہنچ گئے ہو، آگے بڑھو ہم کو تم سے بڑے کام لینے ہیں، پھر براس کے صاحب ولایت حضرت ابوالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پر لے گئے اور آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا، کلاہ چار ترکی پہنائی اور شجرہ مشائخ چشت عطا کیا۔

آپ کا اہم تصنیفی کام اقتباس الانوار ہے۔ اقتباس الانوار میں تصوف اور اہل تصوف کے متعلق مفید مقدمہ ہے

پھر خلفائے راشدین اوران کے بعد ائمہ اہل بیت پھر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے۔ اقتباس دوم میں حضرت خواجہ حسن بصری سے لے کر علاء الدین صابر کلیری تک مشائخ چشت کے حالات زندگی ہیں اوران کے بعد سلسلہ صابریہ، چشتیہ کے اکابر مشائخ کے تراجم تفصیل کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں۔ مصنف کا بیان ہے حالت خواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کی پذیرائی کی اور نور کی سبز دھاری دار چادر مرحمت فرمائی۔

مآثر الکرام

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی

مشہور عالم دین، ادیب وشاعر مولانا غلام علی آزاد بلگرامی بن سید نوح کی ولادت ۲۵ رصفر المظفر ۱۱۱۶ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ کی نشوونما اور تعلیم وتربیت خالص علمی وروحانی ماحول میں ہوئی۔ آپ علم وفضل کے ذروہ کمال پر پہنچے، پھر حجاز تشریف لے گئے، جہاں شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے صحاح ستہ پڑھی اور شیخ عبدالوہاب سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ حجاز سے ہندوستان آئے اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ امرا ورؤسا سے تعلقات کے باوجود دنیاوی مفادات سے بے نیاز رہے۔ آپ بلند پایہ مصنف تھے۔ نظم ونثر میں بہت سی کتابیں عربی وفارسی زبان میں یادگار چھوڑیں۔ مآثر الکرام، خزانہ عامرہ، سرو آزاد، روضۃ الاولیا، سند السعادات، سبحۃ المرجان، ید بیضا، انیس المحققین، دیوان فارسی، دیوان عربی۔

مآثر الکرام مولانا آزاد کی مشہور کتاب ہے، جس کے اندر بلگرام کے علماومشائخ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ مآثر الکرام اگرچہ رجال بلگرام کا تذکرہ ہے، لیکن اس کے اندر دوسرے مقامات سے تعلق رکھنے والے جید علماومشائخ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ کتاب کی فصل اول میں ۸۰ رفقرا وصوفیا اور دوسری فصل میں ۷۳ رعلماوفضلا کا ذکر ہے۔

قصرِ عارفاں

شیخ احمد علی چشتی حیدر آبادی م ۱۲۸۱ھ

حضرت مولانا احمد علی چشتی بن مولانا مخدوم بخش لاہر پوری نے ابتدائی تعلیم لاہر پور میں حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالسلطنت دہلی تشریف لائے، جہاں آپ کے والد دہلی کمشنری میں سررشتہ دار تھے۔ دوران طالب علمی والد کا انتقال ہوگیا، تو آپ بے یارومددگار ہوگئے۔ کرشمہ قدرت اس زمانہ کے فاضل اجل مولانا فضل عظیم بن حضرت علامہ فضل امام خیرآبادی علیہ الرحمہ نے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور آپ کو کمشنر دہلی ولیم فریزر کے پاس لے گئے، جس نے آپ کے سر پردست شفقت پھیرا اور کہا کل سے تم کوٹھی میں آجاؤ، ساتھ ہی نقل نویسی کی خدمت سونپ دی۔ آپ اس عہدے سے ترقی کرتے ہوئے ناظر کے عہدے تک پہنچے اور حسن کارکردگی کی بنا پر ولیم فریزر نے آپ کو اپنا معتمد خاص بنالیا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے آپ کو حصار کورٹ کا سررشتہ دار مقرر کیا۔ وقت سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ لے لیا۔

قصر عارفاں ۱۲۹۱ھ/۷۴-۱۸۷۳ء کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں آپ نے چودہ بنیادی خانوادوں اوران کی اہم

ذیلی شاخوں کے بانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بزرگان دین کے نسب ناموں اور شجرہائے طریقت پر خصوصی توجہ دی۔ پھر کتاب کو ایسے واقعات سے مزین فرمایا، جو دوسرے تذکروں میں نہیں ملتے۔ فاضل مصنف نے اس تذکرے میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے لے کر اپنے زمانے تک کے خانوادگان تصوف وولایت کی روحانی خدمات کو بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ تذکرہ فارسی زبان میں لکھا گیا، جس کے دو حصے ہیں۔ مولانا احمد علی، شیخ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

خزینۃ الاصفیا

مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ

مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ بن مولوی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی ہاشمی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پر گلدستہ کرامات لکھنے کے بعد دوستوں کے اصرار پر مشائخ وصوفیائے متقدمین ومتاخرین کے حالات ومناقب پر ایک مبسوط کتاب "خزینۃ الاصفیا" تالیف کی، جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اندر مشائخ وصوفیا کے حالات خانوادہ بیعت وارشاد کے لحاظ سے تحریر کیے ہیں۔ کتاب کے اندر سات مخزن ہیں، جن کے مندرجات کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) مخزن اول : درذکر خاتم المرسلین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین وائمہ دین۔

(۲) مخزن دوم : درذکر خاندان قادریہ اعظمیہ۔

(۳) مخزن سوم : درذکر حضرات خانوادہ چشتیہ اہل بہشت۔

(۴) مخزن چہارم : درذکر پیران سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ۔

(۵) مخزن پنجم : درذکر بزرگان سہروردیہ عالیہ۔

(۶) مخزن ششم : درذکر حضرات خانوادہائے متفرقات۔

(۷) مخزن ہفتم : مشتمل بر چہار حصہ حصہ اول درذکر ازواج مطہرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ دوم درذکر بنات طاہرات رضی اللہ عنہن۔ حصہ سوم درذکر عورات صالحات وعارفات کہ از اہل ولایت وکرامت بودہ اند۔ حصہ چہارم درذکر مجانین ومجاذیب زمانہ سلف وحال۔

یہ تذکرہ ماہ شوال ۱۲۸۱ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔

مناقب الاصفیا

حضرت مخدوم شاہ حبیب منیری ثم شیخوپوری

یہ کتاب حضرت مخدوم شاہ حبیب بن جلال منیری ثم شیخوپوری (م ۸۲۴ھ) کی تصنیف ہے۔ حضرت مخدوم

جہاں کے دادا حضرت شیخ اسرائیل اور حضرت مخدوم شعیب کے دادا شیخ عبدالعزیز دونوں حضرت امام محمد فقیہ کے صاحبزادے تھے۔

مصنف نے اپنی تصنیف کا آغاز مخدوم حسین بن معز نوشہ توحید بلخی متوفی ۸۴۴ھ کے زمانہ حیات میں کیا، جوان کی وفات کے بعد تکمیل کو پہنچی۔ مناقب الاصفیا وہ واحد کتاب ہے، جو سلسلہ فردوسیہ کے مشائخ کا مربوط تذکرہ ہے، اس سلسلہ عالیہ کے تذکرہ میں اس نہج کی کوئی دوسری کتاب اب تک نظر سے نہ گزری۔ اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر شیخ المشائخ حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ تک پیران شجرہ کی تاریخ ولادت، مقام پیدائش، وفات اور کشف و کرامات ہی کا تذکرہ نہیں، بلکہ یہ کتاب مشائخ کے احوال وکوائف، رشد وہدایت اور تصوف وعرفان کے علاوہ سلسلہ فردوسیہ کے مشرب ومسلک پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔

زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ کتاب اہم ہے، اس کے اندر اکثر جگہوں پر ہندی اور سنسکرت کے الفاظ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں ہندی وسنسکرت کے یہ الفاظ فارسی دنیا میں متعارف تھے۔

کتاب کا پہلا اڈیشن مطبع نورالآفاق کلکتہ سے طبع ہوا تھا۔ اب کتاب کا اردو ترجمہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

زبدۃ المقامات

خواجہ محمد ہاشم کشمی

خواجہ محمد ہاشم کشمی کی تصنیف ہے۔ آپ خواجہ قاسم درویش کے صاحب زادے اور قصبہ کشم ولایت بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ جوانی کے زمانے میں حصول معرفت کی طلب صادق آپ کو ہندوستان لے آئی۔ پہلے برہان پور پہنچے، وہاں سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور صاحب ارشاد میر محمد نعمان خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت میں رہے، پھر ۱۰۳۱ھ میں حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو سرہند بلایا، دو سال تک صحبت کا شرف حاصل رہا اور عرفان کی تشنگی بجھائی۔ آپ مجدد الف ثانی کے مقبول ومحبوب مرید وخلیفہ ہیں۔ مکتوبات میں کئی مکتوب آپ کے نام ہیں۔ آپ نے مکتوبات مجدد الف ثانی جلد دوم مرتب کی، شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

زبدۃ المقامات مشائخ نقشبندیہ ہندیہ کے حالات پر پہلا مستند تذکرہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ باقی باللہ، ان کے متعدد خلفا اور مجدد الف ثانی کی سیرت وسوانح بہت جامع انداز میں بیان کی ہے، جس میں آپ کے بزرگوں خصوصاً آباواجداد کا ذکر بھی مستند حوالوں کے ساتھ کیا ہے۔

یہ کتاب مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۹۰ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

انفاس العارفین

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی م ۱۱۷۶ھ

سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں پیدا ہونے والی سب سے عظیم علمی وعبقری شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔آپ کی ولادت ۱۴رشوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۴ء بروز بدھ دہلی میں ہوئی۔آپ کے والد شاہ عبدالرحیم پاکیزہ خصائل صوفی اور متبحر عالم تھے۔

سات سال کی عمر ہی میں قرآن شریف حفظ کیا۔دس سال کی عمر میں صرف ونحو میں کمال حاصل کیا۔پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ مثلاً لغت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تصوف، عقائد، منطق، طب، فلسفہ، ہیئت اور حساب کی تحصیل کی۔اکثر کتابیں اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کرنے لگے۔اس کے بعد والد نے مسند درس وارشاد آراستہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

پوری عمر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں بسر کی۔آپ کی مشہور کتابیں، الفوز الکبیر، حجۃ اللہ البالغۃ، مسوی، مصفی، الانصاف، عقد الجید، ازالۃ الخفاء، القول الجمیل، اور انفاس العارفین ہیں۔

انفاس العارفین فارسی زبان میں ہے، جس میں شاہ صاحب نے والد محترم اور دوسرے خاندانی بزرگوں کا ذکر کیا ہے، تذکرہ میں شامل تمام شخصیات بحر تصوف کی شناور ہیں۔ان نفوس قدسیہ نے محبت الٰہی اور عشق رسول کریم کی شمعیں صرف اپنے قلوب ہی میں روشن نہ کیں بلکہ مسلم معاشرہ کو بھی ان کی شعاعوں سے منور کیا۔شاہ صاحب نے ان بزرگوں کی کرامات، روحانی تصرفات اور اخلاقی کمالات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی علمی شخصیت، روحانیت وعرفان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

بشارت مظہریہ در فضائل حضرات طریقہ مجددیہ

محمد نعیم اللہ بہرائچی

محمد نعیم اللہ بہرائچی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہے، جو ۱۲۰۲ھ میں لکھا گیا۔اس تذکرہ میں سلسلہ نقشبندیہ مظہریہ کے بانی مرزا مظہر جان جاناں اور ان کے پینتالیس خلفا اور بارہ دیگر مشائخ بشمول حضرت شیخ احمد سرہندی کے ذکر پر مشتمل ہے۔

اصول المقصود

تراب علی بن محمد کاظم قلندری

تراب علی بن محمد کاظم قلندری علوی کاکوروی نے سلسلہ قلندریہ کے بارہ مشائخ کے ذکر پر مشتمل یہ تذکرہ ۱۲۲۵/۲۶ھ میں تصنیف کیا۔یہ کتاب بارہ ابواب میں منقسم ہے، جس میں سے ہر باب کو مصنف نے اصل کے عنوان سے مزین کیا ہے۔

فوائد سعیدیہ

قاضی محمد مرتضٰی علی خاں خوشنود گوپاموی

قاضی محمد مرتضٰی علی خاں خوشنود گوپاموی (۱۱۹۸ھ تا ۱۲۵۱ھ) کا یہ تذکرہ مشائخ وصوفیا کے حالات پر مشتمل

ہے اور ۱۸۸۵ھ میں لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ تحفہ اعظمیہ بھی صاف فوائد کا مصنفہ تذکرہ ہے۔

بیاض دلکشا

عبدالعلیم ناصر اللہ خان احمد خویشگی خرجوی

عبدالعلیم ناصر اللہ خان احمد خویشگی خرجوی نے ۱۲۶۸ھ میں اپنے شیخ شاہ عبدالعلیم لوہاروی اور ان کے شیخ شاہ احسان علی پاک پٹنی اور دوسرے صوفیا کے احوال پر یہ تذکرہ تصنیف کیا۔

تذکرۃ الکرام

مولانا شاہ ابوالحیوۃ قادری

مولانا شاہ ابوالحیوۃ قادری قدس سرہ (۱۱۹۵ھ تا ۱۲۷۶ھ) نے مولانا شاہ احمد قدس سرہ سے بالاستیعاب تمام درسیات کی تکمیل کی۔مولانا کے اکثر اوقات مطالعہ کتب میں بسر ہوتے۔آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد تھی۔متعدد کتابیں تصنیف کیں،جن میں تذکرۃ الکرام منظر عام پر آئی، جو ۱۲۴۹ھ میں تالیف کی گئی۔اس کتاب میں کل پچاس صوفیا اور تین خاتون صوفیا کا تذکرہ ہے، جو علم وفضل،زہد وورع،تقوی اور پرہیزگاری میں نابغہ عصر تھے۔صاحب کتاب نے سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے اور خواجہ حماد الدین قلندر کے احوال پر ختم کیا ہے۔اس کتاب میں مذکور بیشتر صوفیائے کرام اور مشائخ عظام سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں،لیکن جابجا دوسرے سلاسل کے بزرگوں کے تذکرے ضمناً یا اصلاً آئے ہیں۔ان میں چشتیہ،نقشبندیہ، سہروردیہ،فردوسیہ،ابوالعلائیہ،شطاریہ اور قلندریہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اس تصنیف سے مصنف کا مقصد اصلی خود اپنے شیخ ومرشد حضرت شیخ العالمین کے احوال وافکار کو محفوظ کرنا تھا۔

مصنف بحر زخار

بلاشبہ بحر زخار صوفیا ومشائخ کا بہت ضخیم تذکرہ ہے،جس سے بعد کے مصنفین اور اہل قلم نے استفادہ کیا ہے،مگر افسوس اس بات پر ہے کہ کتاب کے مصنف وجیہ الدین اشرف کے احوال وکوائف کسی تذکرے یا سیرت وسوانح کی کتاب میں دستیاب نہیں۔مفتی محمد رضا فرنگی محلی مرحوم کے مقالے ''بحر زخار اور اس کا مصنف'' مطبوعہ فکر ونظر علی گڑھ جلد ۱۲،شمارہ ۴،۲،۷ ۱۹ء میں مصنف کے حالات اور کتاب کے مندرجات سے متعلق جمع کی گئی،معلومات کا خلاصہ راقم السطور ذیل میں پیش کررہا ہے۔مقالہ نگار نے مصنف کے حالات زندگی کتاب کی داخلی شہادتوں کی روشنی میں مرتب کیے ہیں۔

مصنف بحر زخار کا نام وجیہ الدین اشرف ہے،سلسلہ نسب اس طرح ہے:

وجیہ الدین اشرف بن شیخ نجم الدین بن شیخ بہاء الدین بن شیخ عبدالحکیم بن شیخ حضرت بن شیخ عبدالصمد بن شاہ

محمد بن شیخ محمود قلندر لکھنوی۔

مصنف نے اپنے والد کے بارے میں لکھا "صاحب دولت صوری و معنوی شد مدت العمر دولت ظاہری زائل از و نہ شد لحظہ ساعت غافل از خدانہ بود دعاے حرز یمانی و نماز و قرآن مجید بر خود لازم می داشت و از شغل باطن کہ از میر سید اسماعیل بلگرامی خلیفہ شاہ عبدالرزاق اخذ کردہ بود از اں غفلت نہ داشت"۔

شیخ نجم الدین نے میر سید اسماعیل بلگرامی کے مرید و خلیفہ مجاز شاہ شاکر اللہ سے علم حاصل کیا تھا، جو بانی درس نظامی ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ نواب شجاع الدولہ والی اودھ کے نائب راجہ بینی بہادر کو شاہ شاکر اللہ سے ارادت تھی، جس کی بنا پر بینی بہادر شیخ نجم الدین پر بہت مہربان تھا اور ان پر بڑی عنایتیں کیں اور اس نے بہت سے مقامات پر اعلیٰ عہدہ دار بنا کر بھیجا۔

شیخ نجم الدین کے پسماندگان میں تین بیٹے غنی احمد، حفیظ الدین اور وجیہ الدین اشرف تھے۔ صاحب بحرِ زخار، قدوۃ العارفین شاہ عبدالنبی قدوائی کے مرید تھے، جو سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت تھے۔ مرشد نے اپنی بیٹی کا نکاح بھی اپنے عزیز مرید وجیہ الدین اشرف سے ۱۱۷۸ھ میں کر دیا تھا۔

یہ شادی تقریباً ۱۸ ار سے ۲۰ رسال کی عمر میں ہوئی ہوگی، جس سے تخمیناً مصنف کا سن ولادت ۱۱۵۸ھ قرار دیا جاسکتا ہے۔ گویا مغل بادشاہ محمد شاہ کے عہد آخر میں جو ۱۱۶۱ھ کو ختم ہوا، مصنف کی ولادت ہوئی۔

مولانا وجیہ الدین اشرف اپنے والد کی خوش حالی اور حکمرانی کے سایہ میں آرام کی زندگی بسر کرتے رہے اور اپنے والد کے ہمراہ ان کے بدلتے ہوئے سرکاری مستقر پر رہا کرتے تھے۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا، تو وہ اپنے پیر و مرشد کے یہاں مستقل قیام کے لیے آگئے۔ قدوۃ العارفین کی خانقاہ شہر لکھنؤ سے چار پانچ میل دور موضع منڈیاؤں میں تھی، مرشد کے وصال ۱۱۹۸ھ کے بعد بھی مصنف کا قیام شیخ کی خانقاہ ہی میں رہا۔ وہ خانقاہ کو "خانہ بندہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

والد کے وصال کے بعد بھی مصنف موروثی جائداد کے مالک تھے۔ چنانچہ ایک بار ان کی جائداد قرق ہوئی، مگر تین روز بعد واگزار کر دی گئی۔

مصنف کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا، جب انہیں حکام کے ڈر سے چار سال تک روپوشی اور گمنامی کی زندگی گزارنی پڑی۔ سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض روحانی سے روپوشی کی مدت کا خاتمہ ہوا۔

سید صاحب بانسوی کے نواسوں کے یہاں بانسہ ضلع بارہ بنکی میں چار سال روپوش رہے، اس دوران سید صاحب کے مزار مقدس پر حاضری دیا کرتے۔ ایک دن خواب دیکھا کہ گویا وہ مزار مبارک کے پاس حاضر ہیں اور سید صاحب کی زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ اچانک بازو پر بندھا ہوا تعویذ ٹوٹ کر گر گیا۔ صبح کے وقت سید صاحب کے صاحبزادوں سے خواب بیان کیا، تو انہوں نے تعبیر دی کہ تمہاری پریشانی کا خاتمہ ہو گیا اور بندش کھل گئی۔ اچانک تین روز کے بعد گھر سے اطلاع آئی کہ حاکم وقت نے ظلم سے ہاتھ کھینچ لیا اور تحصیل وصول کرنے والے کارندوں کو برطرف کر دیا۔

وجیہ الدین اشرف نے کس عالم کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا، اس کی وضاحت کہیں نہیں ملتی، فرنگی محل کی ایک دستاویز میں ملا نظام الدین کے شاگرد اور پوتے مفتی محمد یعقوب بن ملا عبدالعزیز فرنگی محلی کے اہم شاگردوں کی فہرست میں ایک نام وجیہ الدین اشرف بھی ہے، گمان غالب ہے کہ یہ وجیہ الدین اشرف، بحر زخار کے مصنف ہیں، لیکن مصنف نے مفتی محمد یعقوب کے تذکرہ میں اپنے تلمذ کی صراحت نہیں کی ہے تاہم جس تفصیل سے مفتی محمد یعقوب اور ان کے فرزندوں کا ذکر کیا ہے، اس سے مصنف کے کسی خاص ربط اور تعلق کا پتہ ضرور چلتا ہے۔

مصنف کی وفات کب ہوئی؟ مدفن کہاں ہے؟ اس کا پتہ نہیں چل سکا۔

بحر زخار

مولانا وجیہ الدین اشرف بچپن سے عارفانہ ذوق رکھتے تھے، اپنے خاندانی بزرگوں کی طرح خانوادہ چشت سے بیعت وارادت رکھتے تھے، دیگر سلاسل کے بزرگوں سے بھی عقیدت تھی اور ان کے زمانے میں جو اولیائے کاملین موجود تھے، ان سے استفادہ کیا تھا۔ یہی عارفانہ ذوق مشائخ وصوفیا کے تذکروں کی جستجو کا محرک بنا۔ چنانچہ اپنے طویل اور وسیع مطالعہ کی روشنی میں قرن اول سے لے کر اپنے زمانے تک مشائخ وصوفیا اور اہل تصوف بزرگوں کے حالات ومناقب، کرامات ومکاشفات، ملفوظات وارشادات اپنی ضخیم تصنیف بحر زخار میں جمع کر دیے ہیں۔

بحر زخار تقریباً سوا دو سو سال پرانا جامع تذکرہ ہے، جس میں مشہور سلاسل اولیاء اللہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ وغیرہ کے سربراہوں کے احوال کو بنیاد قرار دے کر خلفا اور ممتاز مریدین کے حالات، مصنف سلسلہ وار لکھتے گئے ہیں۔ ہندوستان کے باہر کے اولیا ومشائخ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر خصوصی توجہ ہندوستان کے مشائخ اور صاحبان سلسلہ پر صرف کی گئی ہے۔

مصنف نے کتاب کا نام ''بحر زخار'' رکھا، جس کے معنی ہیں، ''ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر'' پھر ''بحر'' کو آٹھ ''لجوں'' میں تقسیم کیا ہے، ''لجہ'' کے معنی ''سمندر کے پانی کا بڑا حصہ'' ہے، اس طرح مصنف نے سمندر کے آٹھ بڑے بڑے حصے کیے، ہر ''لجہ'' کو متعدد حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے کا نام ''نہر'' رکھا۔ بعض نہروں کی بھی تقسیم کی ضرورت پیش آئی تو ہر حصہ نہر کو ''رود'' چھوٹی نہر سے موسوم کیا اور کہیں کہیں ضرورت پڑنے پر مصنف نے ''رود'' کو بھی تقسیم کیا اور اس تقسیم کے ہر حصے کو ''شعبہ'' شاخ سے تعبیر کیا اور ہر بزرگ کے احوال کو ''موج'' لہر کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

پانچ ہزار تذکرے

بحر زخار کے آٹھ لجوں میں سے اول اور دوم کو چھوڑ کر جن میں صحابہ کرام، شہدائے کربلا، محدثین، قرا اور فقہا وغیرہ کے اذکار واحوال ہیں۔ باقی چھ لجوں میں سب ملا کر دو ہزار سات سو سینتیس مشائخ، اولیا، مجاذیب اور عبادت گزار خواتین کا ذکر کیا گیا ہے، بعض اذکار چند سطروں میں ہی ہیں اور بعض کئی کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اور یہ دو ہزار سات سو سینتیس تذکرے تو وہ ہیں جن کو الگ الگ ''موج'' کے تحت کیا گیا ہے

میں بہت سے ذیلی تذکرے بھی آگئے ہیں جو خاصی بڑی تعداد میں ہیں اس طرح بحر زخار میں مذکور حضرات کی تعداد تین ہزار سے تو قطعاً متجاوز ہے۔ حالاں کہ اس تعداد میں صحابہ کرام واہل بیت عظام وغیرہ کے تذکروں کی تعداد شامل نہیں کی گئی، جو لجۂ اول ودوم کے لیے وقف ہیں ان کے مذکورین کو بھی اگر شمار میں شامل کرلیا جائے تو اذکار کی تعداد پانچ ہزار تک یقیناً پہنچ جائے گی۔

مضامین کی تقسیم

مصنف بحر زخار نے اپنی تصنیف کی تقسیم حسب ذیل لجوں میں کی ہے:

(۱) لجۂ اول در بیان احوال اولاد و بنات وازواج طاہرات وخلفائے راشدین وعشرہ مبشرہ واصحاب صفہ واصحاب بدر ودیگر صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) لجۂ دوم در بیان احوال امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وحضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء وائمہ ہدیٰ وشہدائے کربلا وتابعین ملت مصطفیٰ ومحدثین کلمات مجتبیٰ وفقہائے سبعہ شریعت غرا وقراء سبعہ کلام معلّٰی ومجتہدین ملت عیا ودیگر فقہا۔

(۳) لجۂ سوم در احوال حضرت خواجہ حسن بصری وخلفاء ومنتسبان سلسلہ ایشاں دریں لجہ دو نہر است نہر اول در احوال خواجہ حسن بصری وغیرہ۔

خواجہ حسن بصری کو شامل کر کے اس نہر میں ۸۴ر حضرات کا ذکر ہے۔

نہر دوم در احوال حضرت شیخ فرید گنج شکر ومنتسبان خلافت ومریدین ایشاں در سہ شعبہ اند۔

شعبہ اول در احوال شیخ فرید گنج شکر وغیرہ۔ اس شعبہ میں ۳۵ر حضرات کا ذکر ہے۔

شعبہ دوم مجملی در احوال شیخ المشائخ حضرت نظام الدین بداونی وخلفا ومنتسبان ایشاں دریں شعبہ سہ رود است رود اول در احوال سلطان المشائخ حضرت نظام الدین احمد بداونی وغیرہ۔

اس رود میں حضرت سلطان المشائخ کے علاوہ ۸۲ر حضرات کا ذکر ہے۔

رود دوم مجملی در احوال حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ومنتسبان ومتابعان وخلفا ایشاں وبعضے مشائخان دیگر۔

اس رود میں سب ملا کر ۲۲۶ر حضرات کا ذکر ہے۔

رود سوم مجملی در احوال حضرت شیخ سراج الدین عثمان ومنتسبان ایشاں۔ اس میں ۲۲۷ر حضرات کا ذکر ہے۔

شعبہ سوم مجملی در احوال حضرت شیخ المشائخ مظہر الجلال امام اہل الکمال سلطان الاصفیا برہان الاتقیا قطب ارشاد در پیری حضرت شیخ علی صابر کلیری خلف وخلیفہ شیخ فرید گنج شکر ومتابعان ایشاں۔

اس شعبہ میں ۶۰ر حضرات کا ذکر ہے۔

(۴) لجۂ چہارم مجملی در احوال حضرت خواجہ معروف کرخی ومنتسبان خانوادہ ایشاں ودریں لجہ چہار نہر اند نہر اول در احوال خواجہ معروف کرخی وغیرہ۔

اس نہر میں ۵۷؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر دوم مجملی دراحوال حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی واولاد امجاد وخلفا ودیگر منتسبان ایں سلسلہ۔
اس نہر میں ۳۸۹؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر سوم مجملی دراحوال بزرگان سلسلہ سہروردیہ ومنشاء ایں سلسلہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی است۔
اس نہر میں ۱۵۳؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر چہارم دراحوال فردوسیاں مبداء ایں سلسلہ حضرت نجم الدین کبری است۔
اس نہر میں ۴۶؍حضرات کا ذکر ہے۔
(۵) لجہ پنجم مجملی دراحوال اولیاء مغرب زمین از ہر سلسلہ وتابعان ایشاں ودریں لجہ پنج نہر اند۔
نہر اول دراحوال اولیاء مغرب زمین
اس میں ۱۰۷؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر دوم دراحوال سلسلہ قلندریہ مبداء ایں سلسلہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی علم دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس نہر میں ۳۲؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر سوم دراحوال شہدا
اس میں ۱۰؍شہدا کا ذکر ہے۔
نہر چہارم مجملی دراحوال سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی وبعضے اولیا کہ بوساطت ایشاں واصل وملحق شدہ اند ودریں نہر چہار شعبہ اند۔
شعبہ اول دراحوال بایزید بسطامی وغیرہ
اس شعبہ میں ۳۸؍حضرات کا ذکر ہے۔
شعبہ دوم دراحوال دستگیر مرد مستمند حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند وغیرہ
اس شعبہ میں ۱۸۳؍حضرات کا ذکر ہے۔
شعبہ سوم مجملی دراحوال بزرگان شطاریہ مبداء ایں سلسلہ شیخ عبداللہ طیفوری کہ معروف بہ شطاری است۔
اس شعبہ میں ۸۶؍حضرات کا ذکر ہے۔
شعبہ چہارم مجملی دراحوال شیخ بدیع الدین قطب المدار وخلفا وتابعان او ودر حقیقت از روح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علی مرتضی وامام مہدی تلقین وتربیت داشت بطریق اویسی فاما بظاہر از شیخ محمد طیفور طیفوری نمودہ۔
اس شعبہ میں ۵۳؍حضرات کا ذکر ہے۔
نہر پنجم مجملی دراحوال خواجہ اویس قرنی ودیگر اولیاء کہ بایں مشرب بودند
اس نہر میں ۶۰؍حضرات کا ذکر ہے۔
(۶) لجہ ششم دراحوال بعضی اولیاء متقدمین ومتاخرین کہ سلسلہ ایشاں معلوم نہ شد بنابراں دریں لجہ بہ ترتیب

حروف تہجی نوشتہ لجۂ متفرقہ نام کردم۔

اس لجۂ متفرق میں تقریباً ۷۰۰ مشائخ کا ذکر ہے۔

(۷) لجۂ ہفتم اولیاء مجاذیب بر سلسلہ

تقریباً ڈیڑھ سو مجذوبوں کے حالات اس لجہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۸) لجۂ ہشتم، اس لجے میں خواتین کا ذکر ہے جو کشف و کرامات کی مالک تھیں، یہ تعداد صرف ۵۰ ہے۔

مصنف نے تصنیف کا انداز یہ رکھا ہے کہ جس سلسلہ بیعت کا ذکر ہو رہا ہے اس کے شیخ کا، شیخ کے خلفا کا اور ان خلفا کے خلفا کا ترتیب سے احوال بیان ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ ذکر و بیان بھی زہد و تقوی اور کشف و کرامات تک محدود ہوتا ہے۔

عہد تصنیف

بحر زخار کی تصنیف کا عہد تیرہویں صدی ہجری کے بالکل آغاز کا وقت ہے یعنی اٹھارہویں صدی کا آخر۔ جس کی صراحت مصنف نے اس طرح کی ہے۔

وقت تحریر اوراق کہ یک ہزار و دو صد و سہ شد۔

زمانہ تصنیف میں جو سن ۱۲۰۳ھ ہے۔

اس تصنیف میں جس آخری سن کا ذکر ملتا ہے وہ یہی ۱۲۰۳ھ (۸۹۔۱۸۸۸ء) ہے ظاہر ہے کہ اتنی بڑی تصنیف محض ایک سال میں مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔ اتنی بڑی تصنیف کے لیے اگر پندرہ بیس سال بھی فرض کیے جائیں تو زیادہ نہیں ہیں، مگر خود مصنف نے بعض ایسے اشارے کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تصنیف کی تکمیل میں اسے زیادہ عرصہ نہیں لگا، اسے وہ اپنے پیر و مرشد کی ایک کرامت سے تعبیر کرتا ہے۔

ایں ہم از جملہ خوارق اوست کہ ازیں ہیچ مداں بایں عرصہ قلیل بحر زخار تالیف شد وانچہ از روح پر فتوح ایشاں تصرفات علانیہ جاری اند بہ تحریر راست نمی آیند۔

یہ بھی قدوۃ العارفین کی بہت سی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے کہ اس ناچیز کے ہاتھوں اتنی کم مدت میں بحر زخار کی ایسی تصنیف تیار ہو گئی اور حضرت کی روح پر فتوح (مزار مبارک) سے علانیہ جو کرامتیں برابر جاری ہیں وہ تحریر میں کہاں سما سکتی ہیں۔

مرشد کی وفات کے بعد ان کی روح پر فتوح سے علانیہ کرامتوں کے اجرا کے ساتھ جب وہ اس کرامت کا بھی ذکر کرتا ہے کہ قلیل عرصہ میں یہ ضخیم تذکرہ مکمل ہو گیا تو اس قیاس کی کھلی گنجائش نکل آتی ہے کہ پیر و مرشد کی وفات کے بعد یعنی ۱۱۹۸ھ کے بعد مصنف نے یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا تھا اور چار پانچ سال کے عرصے میں یعنی ۱۲۰۳ھ تک اس نے اس شاندار تصنیف کو مکمل کر لیا۔ اس وقت مصنف کی عمر ۴۴ سال ہو گی۔

بحر زخار کا زمانہ تصنیف وزیر الملک نواب آصف الدولہ والی اودھ کی حکومت کا درمیانی عہد ہے یعنی جب لکھنو

اودھ کی راجدھانی بن چکا تھا۔ (ماخوذ از فکر ونظر علی گڑھ)

کچھ بحر زخار کے بارے میں

مصنف بحر زخار نے جن سلاسل طریقت کے بانیوں کا تذکرہ کیا ہے، ان کے خلفا و مریدین و متوسلین اور بعد کے ان اہم مریدین و خلفا کا بھی ذکر کیا ہے، جن کی بدولت یہ سلاسل عام ہوئے، ان کے بزرگوں کے فیوض و برکات سے اہل دل صوفیا کے قلوب و اذہان نے روشنی پائی۔ دور دور تک ان بزرگوں کے فیوض و برکات کی نہریں جاری ہوئیں۔ اس لحاظ سے یہ تذکرہ شامل کتاب ہر شیخ طریقت کے سلسلہ کی زریں کڑیوں کو مربوط کرتا ہے۔ قاری متعلقہ سلسلہ کے تمام مشائخ و صوفیا کے اجمالی یا تفصیلی حالات سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اسماء و اعلام کی اتنی جامع فہرست دوسرے تذکروں میں کم یاب ہے۔

جس شیخ طریقت کا ذکر کرتے ہیں، ان کے القاب و آداب نام کے ساتھ کچھ اس طرح مقفیٰ و مسجع الفاظ اور جملوں میں پیش کرتے ہیں کہ الفاظ اور عبارات و تلمیحات کے دروبست پر غور کرنے سے صاحب تذکرہ بزرگوں کے کمالات روحانی اور مناقب و فضائل کا نقشہ نگاہوں میں پھر جاتا ہے اور ان کی شخصیت کے اہم تاریخی پہلو اور مناقب روشنی میں آجاتے ہیں۔

مصنف کے اس طرز تحریر سے ان کی انشا پردازی، قدرت بیان کا اندازہ ہوتا ہے، کہیں کہیں یہ تعارفی عبارتیں ادب و انشا کا بہترین نمونہ بن جاتی ہیں، اگر ان شاہکار تحریروں کو یکجا کر دیا جائے، تو بلاشبہ فارسی ادب عالیہ کے ان شہ پاروں سے اہل ذوق قارئین کے دل و دماغ کے لیے سرمایہ نشاط و طرب مہیا ہو جائے:

مثلاً:

(الف) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرے کا سرنامہ اس طرح رقم کیا:

عمامہ کریمہ ثانی اثنین بر سر، جامہ صدق و صفا در بر، مصرع اول رباعی فضیلت خلافت، فقرہ دوم انشاء جلالت رسالت، سر حلقہ اصحاب غشاء محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار، سر گروہ احباب مراد قد افلح المومنون وَلِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، بعد از انبیا افضل بالتحقیق امیر المومنین ابوبکر الصدیق۔

(ب) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سرنامہ مفصل تحریر کیا ہے، جو مصنف کی قدرت بیان اور ندرت ادا کا عمدہ نمونہ ہے۔ برجستگی، سلاست اور روانی کے علاوہ موزوں الفاظ کی روشن ترکیبوں نے عقد ثریا بنا دیا ہے:

آن عرش اعظم برفعت قبول دعا، آن لوح قلم حقیقت عظما، آن کفیل وصال عبد و معبود، آن وکیل نعمت معدوم و موجود، آن تسمیہ حمد خدا، آن طمانینت قلب مصطفیٰ، آن کرسی ایوان جاہ و جلال لایزال، آن پایہ معراج اہل کمال، آن مبدع ابتداء مبتدیان دین، آن منشأ منتہای منتہیان عین الیقین، آن قاسم آب آبروی حشر، آن حامی امت روز بعث و نشر، آن پیشوای پیروان حضرت مجتبیٰ، تاجدار ھل اتی حضرت علی مرتضیٰ داماد و ابن عم و خلیفہ معظم آن سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم است۔ سلام لاکلام بر آن مولود خانہ معبود آدم اولیاء بنی آدم کہ از

اسرار علوم **سلونی عمادون العرش** ادخانہ دلہای عاشقاں تا قیام قیامت در جوش وشہسوار میدان لا فتیٰ خاتم فرقان رب العالمین از رکاب تا خانہ زین کہ از اشاعہ صدق کلامش **لو کشف الغطاء ما اردت یقینا** خطرات شرک از خواطر خاص وعام فراموش آن بقول نبی **القرآن مع علی وعلی مع القرآن** ہم جب کتاب اللہ مورد افضال **علی منی وانا منہ** کہ سائر علوم خفی وجلی از کلک جواہر سلک **انا مدینۃ العلم** بر صفحہ ضمائر موجودات نگاشت، آن یوسف مصر **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** کہ از غایت مقام عبدیت حسب الامر **لن تنالوا البر حتی تنفقوا** ببازار رضای حق از بیع نفس نفیس خود در کائنات علم عزیزی برافراشت فضیلت ودرجات آن شیرازہ کمالات نہ چندان است کہ بایں مختصر گنجد۔

(ج) حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا تعارفی سرنامہ بھی دیدنی ہے:

آن انوار تجلیات الٰہی، آن اطوار حقایق نامتناہی، آن اثمار اشجار کمال، آن ازہار گلزار صفات جمال، آن امواج گوہر ریز بحر معانی، آن افواج جہاد خطرات نفسانی، آن اغصان طوبیٔ اخلاص، آن اعیان دار الخلافۃ خاص، آن پلنگان بیشہ سنت وشرع، آن نہنگان بحر زہد وورع، آن معانی صور عالم معانی، آن الواح مرقوم نکات خدادانی، آن ملایک افلاک عقول عشرہ، آن کواکب طالع نقوش مبشرہ، آن اصداف درر غرر حقیقت، آن صنادیق جواہر زواہر طریقت، آن عنادل ہزار داستان باغ ادب، آن منازل رہروان بادیہ طلب، آن قمریان سروستان ریاض وحدت، آن طوطیان شکرستان حلاوت جنت، آن جماعہ کثیر المنافع، آن متصرفان مدارج مرتفع، آن صالحین ملت معلیٰ تابعین صحابہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم محمد بن حنفیہ پسر علی مرتضیٰ است۔

(د) سرنامہ حسن بصری:

خلیفہ خلیفہ الٰہی، رسالہ رسالہ رسالت پناہی، کان حقیقت، طریق طریقت، ملاذ اولیاء کبیر، معاذ اصفیائے روشن ضمیر، سر حلقہ اصحاب رہبری، امام المتقین خواجہ حسن بصری۔

(ہ) سرنامہ خواجہ غریب نواز:

افتخار اولیائے عظیم، اعتبار اصفیائے مستقیم، فردوس برین تسکین، صادق الحال اعلی علیین، آسائش اہل کمال، قطب دائرہ ولایت کبریٰ، نقطہ پرکار حقائق عظمیٰ، تاج بخش ولایت دنیا ودیں، قطب اکبر ولی الہند خواجہ معین الدین۔

(ز) سرنامہ صوفی حمید الدین ناگوری:

سلطان قافلہ تفرید، خدیو گروہ تجرید، متکلم بلسان حالی، سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السوالی۔

بلاشبہ ہندوستان میں صوفیا ومشائخ پر لکھا جانے والا یہ سب سے ضخیم تذکرہ ہے، جس کے اندر تقریباً پانچ ہزار روحانی وعرفانی رجال واشخاص کا ذکر ہے، جس کے مطالعہ سے صاف صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بسیط وطویل تذکرہ بڑی عجلت میں قلم بند کیا گیا ہے۔ تحریری مآخذ اور زبانی حوالوں سے جو باتیں معرض تحریر میں آئی ہیں ان پر تحقیق وتعمق نظر سے غور نہیں کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے تسامحات کتاب میں در آئے ہیں۔ اس لیے اس تذکرے کے تمام

مندرجات پر پورے وثوق کے ساتھ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بقول ڈاکٹر عارف نوشاہی ''یہ غیر مستند تذکرہ ہے جسے نہایت احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے''۔ (معارف جون ۲۰۱۵ ص ۴۰۶)

غیر مصدقہ روایات کے اخذ واقتباس کی بنا پر یہ تذکرہ عام انداز کا سرسری تذکرہ بن کر رہ گیا ہے۔ اعتبار واستناد کی کسوٹی پر بعض واقعات کھرے نہیں اترتے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے جہاں سے جو کچھ پایا بغیر تفتیش وتحقیق کتاب میں شامل کرلیا۔ شاید دوبارہ کتاب کی تہذیب وترتیب کا انہیں موقع میسر نہ آسکا، ورنہ اس قدر تسامحات اور غلطیوں کی کثرت کتاب میں جگہ نہ پاتی۔

بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ناموں اور کنیتوں میں بھی غلطیاں ہیں، ان کا ذخرعام تذکروں سے اخذ کرلیا گیا ہے، کتب رجال کی جانب رجوع نہیں کیا گیا ہے۔

(الف) یعلی بن منیہ کو یعلی بن منبہ لکھا ہے اور ان کا ذکر حرف الباء کے ذیل میں کیا ہے، یہ خطائے کاتب نہیں سہو مصنف ہے۔

صاحب بحرزخار نے ''بمادر منسوب است نام پدرش ایمنہ بن عبید از مہاجر است در حرب جمل بعائشہ بود ودر زمانہ خلافت ابوبکر حکومت یمن داشت'' لکھا ہے۔

صاحب اسد الغابہ کی تصریحات کچھ اس طرح ہیں:

''یعلیٰ بن امیہ بن ابی عبیدہ بن حمام بن حارث بن بکر بن زید بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم التمیمی حنظلی''

''عرف یعلی بن منیہ، منیہ یعلی کی ماں ہیں جو غزوان کی بیٹی اور عتبہ بن غزدان کی بہن''

''یعلی بن منیہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور غزوہ حنین طائف اور تبوک میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے آپ کو یمن کے ایک حصے کی حکومت دی تھی۔ حضرت عثمان نے صنعا کا والی مقرر کیا''

''یعلی بن منیہ بہت سخی اور کریم تھے، جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے لشکر میں تھے''۔

(اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۴، ۴۲۵)

دونوں تذکروں میں واقعات کی مطابقت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی ذات کا تذکرہ ہے اور وہ یعلی بن منبہ نہیں بلکہ یعلی بن منیہ ہیں۔

(ب) خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ باب الحاء کے ذیل میں حریمہ بن ثابت کے نام سے کیا ہے، جو سر بسر غلط ہے، مصنف نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

پیغمبر علیہ السلام تنہا گواہی او را بمنزلہ دو گواہ منظور داشت''

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

''خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن غیان بن عامر بن خطمہ بن جشن بن مالک بن اوس انصاری اوسی ...... ان کا لقب ذوالشہادتین ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی دو مردوں کے برابر

بتائی تھی۔(ایضاج ۲ص ۶۸۵)

ظاہر ہے صحابہ میں ذوالشہادتین حضرت خزیمہ ہیں نہ کہ حریمہ۔

(ج) ذیل میں کچھ اور اغلاط کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

زرعہ بن عامر کو ذرعہ حرف الذال کے ذیل میں لکھا ہے۔

ابو برزہ اسلمی کے والد کا نام عبداللہ بن فضلہ لکھا ہے جب کہ نزلہ بن عبداللہ ہے۔

مصنف بحر زخار نے متعدد شخصیتوں کے تذکرے مکرر کیے ہیں، کہیں کنیت کے ساتھ اور کہیں نام کے ساتھ اور ایک ہی نام سے ولدیتوں کے تفاوت کے ساتھ۔ ذیل میں کچھ مکرر تذکروں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(الف) زید بن سہل ابو طلحہ رضی اللہ عنہ: ان کا تذکرہ پہلے ابو طلحہ کنیت سے باب الالف کے ذیل میں کیا پھر باب الزاء کے تحت زید بن سہل نام سے کیا ہے۔

صاحب بحر زخار نے ایک ہی ذات کو دو شخصیت بنا دیا۔

(ب) ابو محصن عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ: ان کا تذکرہ باب الالف میں ابو محصن کنیت کے ساتھ کیا ہے پھر باب العین میں عکاشہ بن محصن اصلی نام سے کیا ہے۔

(ج) عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ: کا تذکرہ دو مقام پر آیا ہے، یہ دونوں تذکرے عدی بن حاتم ہی کے نام سے ہیں۔

(د) عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ: کا تذکرہ دو مقام پر باب العین کے ذیل میں اصل نام کے ساتھ آیا ہے۔

(ہ) عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ: کا ترجمہ مکرر ہے۔

(و) عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ: کا تذکرہ مکرر ہے۔

(ز) قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ: کا تذکرہ ایک جگہ کنیت ابو عمر اور دوسری جگہ نام قتادہ بن نعمان کے ساتھ آیا ہے۔

(ح) محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم کے تذکرے بھی مکرر ہیں۔

(ط) مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ: کا تذکرہ ایک مقام پر مغیرہ بن شعبہ ثقفی کے عنوان سے آیا ہے پھر مغیرہ بن سعید بن ابی عامر کے نام سے انہیں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے دوسری جگہ ولدیت شعبہ کے بجائے سعید لکھی ہے۔ یا کاتب نے مخطوطے میں "شعبہ" کو "سعید" پڑھ کر اپنے نسخے میں نقل کر دیا ہو۔

❁ مصنف بحر زخار نے صاحب تذکرہ بزرگوں کی تاریخ وفات میں بھی بعض مقامات پر صریح غلطی کی ہے۔ چنانچہ فقیہ شافعی ابو المظفر عونی رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال یک صد و پنج (۱۰۵ھ) لکھی ہے، جب کہ صحیح تاریخ وفات ۵۰۰ھ ہے۔ (طبقات شافعیہ ج ا ص ۲۸۵)

❁ بعض مشائخ کے مدفن کی تعیین میں بھی تسامح ہوا ہے۔

حضرت شاہ ابو الغوث مشہور بہ گرم دیوان رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ولید پور بھیرہ توابع اعظم گڑھ لکھا ہے، جب کہ

آپ کا مزار مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے مضافات موضع "لہرا" میں ہے۔

مآخذ ومصادر

صاحب بحر زخار نے اپنی کتاب کی ترتیب وتدوین میں جن مآخذ ومصادر کا اہتمام کیا ہے اور حوالے کے طور پر جلد اول میں جن تذکروں کے نام پیش کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

شواہد ہفت اقلیم، کرامت اولیا، تذکرۃ الاولیا، مرآۃ الاسرار، کشف المحجوب، سفینۃ الاولیا، گلزار ابرار، سیر الاولیا، رسالہ احوال، اخبار الاخیار، مونس الارواح، احسن القصص، تذکرۃ الاصفیا، خلاصۃ التواریخ، تجلی نور، مناقب العارفین، اقتباس الانوار، مخزن اعراس، مآثر الکرام، ارائک، تحفۃ السعداء، آیات بینات، کرامت القدرۃ، سبع سنابل شریف، منتخب التواریخ، چار آئینہ، زاد الآخرت، تذکرۃ الابرار، روض الحیات، تذکرۃ العارفین، مرآۃ جہاں نما، نکات الحق، ارباع اربع، مخزن کائنات، تحفۃ العارفین، کرامات القدرت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

اس ذات قدیم کی بے حد وحساب حمد، جس نے مینائے وحدت سے "بادہ الست" اپنے بلا کیشوں کے جام میں انڈیلا، اس عظیم ہستی کے لیے بے شمار ستائش جس نے خاکیوں کے نعرہ ناری کو اور قدسیوں کے صیت تقدس کو بلند قرار دیا۔ وہ موجد کائنات جس نے انسانی جسم کے ایوان کو اللہ نور السمٰوٰت کے نور شمع سے روشن فرمایا، وہ قوت اختراع رکھنے والی ذات جس نے جسم انسانی کے قانون (ساز) میں نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے تاروں کو فاذکرونی اذکرکم کے آہنگ سے چھیڑ دیا۔

یاالٰہی! اپنی "الوہیت" کے "الف" سے "الف ایمان" کو "آسیب اشراک" کے "الف" سے اپنے "الف امان" کے ذریعہ محفوظ رکھ۔

یاباقی! اپنی "بائے بقا" کی برکت سے میری باقی عمر کو چمنستان رضائے باقی میں داخل فرما۔

یاجامع! اپنی "جیم جلال" کی جلالت کے طفیل مشاہدہ جمال کی جمعیت سے اس جامع اوراق (مصنف) پر احسان فرما۔

یادیان! ید اللہ فوق ایدیھم کی "دال دلالت" سے میرے ہاتھ کو مضبوط ہاتھ والے دشمن پر دست قدرت عطا فرما جس نے اس بے دست و پا پر قابو پالیا ہے۔

یاہادی! اپنی "ہائے ہدایت" کے ہدیہ سے اس خیر خواہ ہدہد ہوا کو گمراہی کے گہرے کنوئیں سے نکال کر سعادت مندی کے آسمان پر پہنچادے۔

یاودود! اپنے اولیا کی "واو ولایت" کی میراث سے اس شیدا کو "ولایت مقصود" کا والی بنادے۔

یازاکی! اپنے زاہدوں کے "زائے زہد" کی قوت سے مجھے زہد صادق عطا فرما۔

یاحق! اپنی حقیقت کی "حاء" کے صدقے اپنی معبودیت کے حق حقیقت کا عکس میرے دل میں ڈال دے۔

یاطاہر! "طائے طہارت" کے طفیل میرے طویل طومار گناہ وخطا کو اپنے طور عفو کی تجلیات سے جلا کر راکھ کردے۔

یایسیر! یسر لی امری کی "یاء" کی مدد سے میری مایوسی کے شبستان طبع کو آیۃ لاتقنطوا کے چراغ سے روشن فرما۔

یاکریم! اپنے "کاف کرم" کی کرامت سے کلمہ کاملہ شہادت کو بوقت موت میری زبان پر جاری فرمادے۔

یالطیف! اپنے "لام لطف" کی عزت کے طفیل لامۂ (قبا) بندہ نوازی کو میرے کندھے پر ڈال دے۔

یامجیب! اپنی مالکیت کی "مبارک میم" کے وسیلے سے ملک معلومہ کو اس بندہ عاجز کی ملکیت میں دے دے۔

یانافع! اپنی "نون نورانیت" کے طفیل انوار معرفت کی شعاعوں سے اپنے بندے کو نفع پہنچا۔

کی معذرت کوسن لے۔ (نافرمان) کے صدقے اس ناممسوع "سین سموی" (بلند)
یاسمیع! اپنی صفت سماعت کی "سین سموی" (بلند) کے صدقے اس ناممسوع (نافرمان) کی معذرت کوسن لے۔
یاعفو! اپنی عنایت کی "عین علوت" سے میری طبع علیل کو علت معلوں سے نکال کر صحت کامل عطا کر۔
یافتاح! اپنے "فائے فتاحی" کے فیض سے دونوں جہانوں کی فتوحات کے دروازے مجھ پر کھول دے۔
یاصمد! اپنی صمدیت کی "صاد صداقت" کے طفیل صید مدعا کی گردن کو میری کمند حصول میں ڈال دے۔
یاقادر! اپنی "قاف قدرت" کی برکت سے اس بے مقدار کو قدر قادر کی بلندی تک پہنچادے۔
یارزاق! اپنی "رائے ربوبیت" کی رعایت سے ہماری ناقص رائے کو درست راستے پر لگادے۔
یاشافع! حضرت شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی "شین شفاعت" سے میری شان وشوکت کو شرع شریف اور اسلام سالم میں خصوصیت کے ساتھ مشہور فرما۔
یاتواب! اپنی "تائے توابی" کے ترانے سے توبۃ النصوح کی طرح میری توبہ کو اجابت (قبولیت) کا ہم سر بنادے۔
یاثابت! اپنی "ثائے ثبوت" کے ثواب سے ثبات اسلام کو نفاق کی آلودگی سے محفوظ رکھ۔
یاخالق! اپنی "خائے خالقیت" کی خلق سے ہم کو مخلوق کے دروازوں پر سرگرداں نہ کر۔
یاذوالجلال! اپنی "ذال ذکر" سے میرے دل کو شوق کی ایسی بلند چوٹی پر جس سے اونچی کوئی چوٹی نہ ہو بیٹھادے۔
یاضار! اپنی "ضاد ضاریت" کی ضرورت سے ظاہری وباطنی مضرتوں سے مجھے ضرر نہ پہنچا۔
یاظاہر! اپنی "ظائے ظاہریت" کے ظہور سے عالم کون کے مظاہر کو مجھ پر ظاہر فرمادے۔
یاغفور! اپنی "غین غفوریت" کی غایت سے میرے دامن حال کے غبار عصیاں کو رحمت پاک کے پانی سے زمین پر گرادے یعنی دھل دے۔

بے انتہا جواہر نعت و درود اس در یتیم صدف حقیقت محمدی پر نچھاور ہوں جس نے **من قال لا الٰہ الا اللہ فقد حل الجنۃ** کے کحل الجواہر سے دنیا کی آنکھوں کو دائمی روشنی عطا فرمائی۔ اور بے شمار شمائم درود وسلام **انا ختم الانبیاء والمرسلین** مہر خاتمیت سے سربمہر نافہ پر قربان، جس نے آیت **لا تقنطوا** سے مخلوق کے مشام کو معطر کیا ۔اس مطلع ایوان نبوت کے شایان شان مضامین نظم خوشتر باعتبار نشہ روحی **کنت نبیا و آدم بین الماء والطین** ہے ،**سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا** کی دوات کی سیاہی سے اوراق گیتی کے بیاض (سفیدی) سواد مشکیں رکھتی ہے ۔اور یہ سب کچھ **انا ختم الانبیاء** کی فضیلت کی برکت سے ہے۔ اور تحیات کے معانی کا نشر اس قصیدہ رسالت کے مقطع کے حقائق کے مناسب ہے، جو نادر قرطاس فلک کا صحیفہ **والصبح اذا تنفس** ہے خطوط **والشمس وضحھا** کا قلم رنگین فقرات قبول کرتا ہے۔ **انار حمھم بھداھم** کی برکت اوصاف سے متصف ہے۔

عاشقوں کی آنکھ کا نور، عارفوں کے سینوں کا سرور، منظور قدسیاں، نازش عرشیاں، مسمّی بطہٰ و یٰسین، قاسم درجات خلد بریں، سفر **سبحان الذی اسری** کے سیاح، **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** کی منزل کے مقیم، آپ کے انوار رخ کی صفت آیت **والضحیٰ**، سورہ **واللیل** آپ کے گیسوئے مشکیں کا بیان، موجودات وجود کے دائرے میں محیط، معاملات کے دروازے فیض کو پھیلانے والے، آگاہ اسرار امکاں، شرف زمین و زماں، مظہر فیوض قاضی

الحاجات، مظہر حیات بعد ممات، مالک کونین، خیر البشر، صاحب خیر خیر وشر، پردہ عزت کے معاملات میں بے پردہ، نظارہ ذات کے لیے چشم ظاہر کھولے ہوئے، مقصود انافتحنالک فتحا مبینا مبارک آنکھیں مازاغ البصر و ماطغی سے سرگیں، تاج لعمرک سے تاجدار، اور مرتبہ فاستقم سے پائیدار، منتخب اولاد آدم، دنیا کے جزوکل کا گوشوارہ، تفخر موجودات، اشرف کائنات، محبوب رب الارباب، مالک یوم حساب، محیط اقطار جہاں، سرچشمہ آفرینش عالم وعالمیان، منشا قاب قوسین، جدالحسن والحسین، مورد سلام سبحانی، معراج مہبط وحی ربانی، ضرورت کے وقت آپ کو بے شبہ بے گماں حاکم عرش وفرش اور متمکن مکان ولامکاں سمجھنا چاہیے۔

مہر نبوت کے چاروں گوشوں پر، ایوان فتوت کے چاروں دفتروں پر، ان چار گوہر صدف اتحاد پر، دریائے صدق وراستی کی چاروں موجوں پر، کشور معرفت کی چاروں سمتوں پر، دریائے رحمت کی چاروں نہروں پر، کتاب رسالت کی چاروں تفسیروں پر، تفسیر جلالت کی چاروں کتابوں پر، امن امنیت کے چاروں آئینوں پر، حفظ حفاظت کی چاروں زرہوں پر، چراغ حسن فضائل کی چاروں بتیوں پر، کثرت فضائل کے چاروں عددوں پر، فضل وکمال کی چاروں محرابوں پر، عزوجلال کی چاروں مسندوں پر، حقیقت باری کے قلعہ کے چاروں برجوں پر، خلافت وسلطنت کی شہر پناہ کے چاروں دروازے، تہذیب اخلاق کی چاروں فصلیں، عالم وفاق کی چاروں سمتیں، کعبہ خداوندی کے چاروں مصلے، قماش معانی کی کارگاہ کے چار خانے، چار مذہب، بہتر فرقے، دین ودیانت کی چار دالوں کی دال کے چار عدد، وضو طہارت معنوی کے چار فریضے، شریعت غرائے نبوی کے چار حدود، وہ چار درویش جن کے کندھوں پر شاہی جھنڈے ہیں، وہ چار سلطان جو کسوت یک رنگی میں ہم آغوش ہیں، دولت استقامت واستواری کی چار تکبیریں، نماز شب زندہ داری (تہجد) کی چار رکعتیں، قصر اسلامی کی چار کرسیاں، دین خیر الانام کے چار ستون، شمشیر قضا وقدر کی چار ضربیں، فتح بدر کے ترکش کے چار تیر، عنایت وزارت عظمیٰ کے چار تپے، خلعت ولایت کبریٰ کے چار پرچے، قوت جہاد کے چار مغز، جسم اجتہاد کے چار عناصر، مشاہدہ تجلی کی چار آنکھیں، رموز خفی وجلی کے چار ابرو، روضہ رضوان کے چار چمن، چار یار علیہم الرضوان پر خصوصا درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور ہوں۔

لجہ اول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد، بنات طاہرات، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اصحاب صفہ، اصحاب بدر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کے بیان میں:

اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

موج : احوال حضرت سیدنا ابراہیم، طیب، طاہر، قاسم رضی اللہ عنہم

برگزیدہ خدا، نور دیدہ مصطفیٰ، نونہال جنت النعیم، وسیلہ نجات صحیح وسقیم، نون نور نبوت، مرکز کاف کان صفوت، فرع اصل اسلام، افضل فروع سائر انام، رائے رحمت غفور الرحیم، فرزند مصطفیٰ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

صاحب استیعاب تحریر کرتے ہیں، طیب، طاہر، قاسم اور عبداللہ یہ چاروں فرزند ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ کے بطن سے تین فرزند ہوئے۔ طیب حضرت عبداللہ کا لقب تھا۔ ایک اور روایت میں ہے دو فرزند ہوئے، ایک عبداللہ جن کا لقب طیب ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہوئے، چند ماہ زندہ رہے۔ دوسرے فرزند قاسم ہیں، جو (اعلان) نبوت سے قبل پیدا ہوئے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم آپ ہی کے نام پر ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ کی جائے ولادت مقام مشربہ ابراہیم ہے (یہ مقام مدینہ سے قریب ہے) آپ کی ولادت مبارکہ ماہ ذی الحجہ ۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی دائی جنائی سلمیٰ، ابورافع کی بیوی تھیں۔ حضرت ابورافع نے حضرت ابراہیم کی ولادت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، تو اس خوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کو ایک غلام عطا کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی ولادت کے ایک ہفتہ بعد عقیقہ میں دنبہ ذبح کیا اور ابوہند نے آپ کا سر مونڈا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور محتاجوں کو تقسیم فرمائی، بالوں کو زمین میں دفن فرمادیا اور اسی دن آپ کا نام ابراہیم رکھا اور ام سیف کو دودھ پلانے کے لیے متعین فرمایا۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں ۷/ذی الحجہ ۱۰ھ کو بمقام مدینہ وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا

لخت جگر پیغمبر، سرور سینہ خیر البشر، اسم مبارکش رافع رنج وتعب، خواہر مومناں حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا:

مرآۃ جہاں نما میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزند اور چار بیٹیاں تھیں اور ان میں سے دو لڑکے قاسم

اور طیب اور چار لڑکیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ ان میں قاسم سب سے بڑے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم، آپ ہی کے نام پر مقرر ہوئی، جو بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت طاہر ہیں، جن کا لقب طیب ہے اور آپ کا بزرگ نام عبد اللہ ہے۔ مکہ میں آغاز نزول وحی کے بعد پیدا ہوئے، اسی بنا پر طاہر کے نام سے موسوم ہوئے۔ بچپن میں ہی وفات پائی۔ تیسرے فرزند جن کا نام ابراہیم ہے۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ذی الحجہ ۹ ھ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ حضور نے ولادت کے سات روز بعد عقیقہ میں بھیڑ ذبح کیا اور آپ کا سر مونڈنے کے بعد بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔ ابو یوسف آہنگر (لوہار) کی بیوی ام سیف دودھ پلانے کے لیے مقرر ہوئیں۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

الغرض حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں، ان کی ماں خدیجۃ الکبری ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت ابو لعباس بن ربیع بن لقیط کے ساتھ کر دیا۔ جب ابوالعباس ایمان لائے، تو تجدید نکاح کیا اور ایک قول کے مطابق پچھلے ہی عقد پر آپ کو لوٹا دیا۔ آپ کے بطن سے ایک لڑکے علی اور ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئیں۔ علی جوان ہو کر وفات پا گئے۔ حضرت امامہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے اور ان کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند نوازشات بھی منقول ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب امامہ صغرسن تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گود میں لے کر نماز ادا فرماتے اور رکوع کے وقت اپنی پشت مبارک پر انہیں رکھ لیتے اور سجدہ کے وقت سر کے سامنے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت علی نے حضرت امامہ سے نکاح کیا۔ حضرت زینب کی ولادت اعلان نبوت سے پہلے اور وفات ۹ ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

نور بصر سید کونین، دختر صاحب بر و بحر مشرقین، خاتون خاندان نبویہ، خواہر مومنان حضرت رقیہ بنت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت زینب کے بعد آپ حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ حضور نے آپ کا عقد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ آپ کے بطن سے صرف ایک فرزند پیدا ہوئے، ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ (۲) ہجرت کے دوسرے سال حضرت رقیہ کا وصال ہوا۔ (۳)

موج :۔ احوال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

لخت جگر رسالت پناہ، سرور سینہ رسول اللہ، خاتون خانہ علوم، خواہر مومنان حضرت ام کلثوم بنت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت رقیہ کے بعد اور حضرت فاطمہ سے پہلے حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام آمنہ تھا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی وفات کے بعد آپ کو حضرت عثمان کے عقد میں دے دیا۔ ۹ ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

احوال فاطمہ رضی اللہ عنہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال کے بعد لکھے جائیں گے۔

ازواج مطہرات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

احوال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

موج :۔

کعبہ مسلمین، عفو معصیت راطغریٰ، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رشید بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب:

حضرت خدیجہ کا سلسلہ نسب قصی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے متصل ہوتا ہے۔ یہ پہلی خاتون ہیں، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد فرمایا، پیغام نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب ان کے گھر اتر پڑا ہے، روشنی گھر میں پھیل گئی ہے اور مکہ مکرمہ میں کوئی ایسا گھر نہیں، جو اس نور سے منور نہ ہوا ہو۔ آپ چالیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، جب کہ حضور کی عمر شریف پچیس سال تھی، مہر میں بیس اونٹ مقرر ہوئے۔ (۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں آپ ہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں، جب تک آپ زندہ رہیں، حضور نے کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت خدیجہ پہلی خوش نصیب خاتون ہیں، جو مشرف باسلام ہوئیں۔ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ، یارسول اللہ! خدیجہ آپ کے لیے کھانے سے بھرا ہوا برتن لے کر آرہی ہیں، جب آپ کے پاس حاضر ہوں، ان کو پروردگار عالم اور میری جانب سے سلام پیش کریں، انہیں بہشت میں ایسے محل کی بشارت دے دیں، جو ایک ہی مروارید کو تراش کر بنایا گیا ہے اور اس محل میں کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ حضور نے خدیجہ کو پیغام وسلام اور بشارت سنادی۔ انہوں نے جواب دیا، اس شخص سے بڑھ کر بزرگ کون ہوگا، جسے خداوند تعالیٰ سلام بھیجتا ہے۔ وہ مسلمانوں کی ماں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد و احفاد کی دادی ہیں۔ روایت ہے جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا، آپ تنہائی میں بیٹھیں، میں فاطمہ کی معرفت ایک پیغام بھیجنا چاہتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ فرمایا۔ حضرت خدیجہ نے حضرت فاطمہ زہرا کی معرفت یہ پیغام بھیجا، میرا آخری وقت ہے، وہ چادر جسے آپ نزول وحی کے وقت سر پر اوڑھ کر جبریل امین سے پیغام خدا سنتے ہیں، اگر مجھے عنایت فرمادیں، تو اس کو اپنے لیے لباس آخرت (کفن) بناؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور وہ چادر فاطمہ زہرا کے حوالے کردی، تاکہ وہ اپنی ماں کے پاس لے جائیں۔ اسی دوران جبریل امین تشریف لائے اور عرض کی، یارسول اللہ! خداوند تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے، خدیجہ نے اپنا سارا مال و اسباب

میری راہ میں محتاجوں کو بخش دیا، کیا میں ایک چادر بھی نہیں رکھتا کہ اسے کفن کے لیے عطا کر سکوں؟ آپ اپنی چادر واپس لے لیں، جبریل امین نے خدیجہ الکبریٰ کے کفن کے لیے جنتی حلے پیش کیے۔ (وفات کے بعد) حضرت خدیجہ کو حجون کے مقبرے میں پیغمبر علیہ السلام نے دفن کیا۔ حضرت خدیجہ کی وفات رمضان ۱۰ نبوی میں ہوئی۔ ۶۵ رسال عمر پائی۔ رضی اللہ عنہا

موج :۔ احوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

محبوبہ محبوب حق، معشوقہ معشوق مطلق، شفاعت حشر راوثیقہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا زوجہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم:

سفینۃ الاولیا میں مرقوم ہے، گروہ صحابہ میں آپ بڑی متقیہ، فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور بلیغہ ہیں۔ آپ کی ستائش میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، ترجمہ یہ ہے "اس سرخ پوش سے اپنے دین کا تہائی حصہ حاصل کرو"

حضرت عائشہ کا قول ہے: میں دس چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے درمیان ممتاز ہوں (۱) دوسری ازواج کی بہ نسبت میں بحیثیت بکر (غیر شادی شدہ) حضور کے عقد میں آئی (۲) آپ کی کسی زوجہ مطہرہ کے ماں باپ دونوں نے خدا کی راہ میں ہجرت نہیں کی (سوائے میرے والدین کے) (۳) میری پاکدامنی پر آیت کریمہ نازل ہوئی (۴) میرے نکاح سے پہلے جبریل امین نے ریشم کے ایک ٹکڑے پر میری بنی ہوئی تصویر حضور کے سامنے پیش کی اور عرض کیا، آپ اس سے نکاح فرمائیں (۵) حضور کی ادائیگی نماز کے وقت میں حضور کے سامنے سوئی رہتی تھی یہ بات میرے ساتھ مخصوص تھی (۶) دوسری ازواج مطہرات کے برخلاف میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکجا غسل کیا ہے (۷) ازواج مطہرات میں سے میرے سوا کسی کی خواب گاہ میں وحی نازل نہیں ہوئی (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبض روح کے وقت آپ کا سر مبارک میرے سینے اور پہلو پر تھا (۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری باری کے دن رحلت فرمائی (۱۰) سرکار میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

حضرت عائشہ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ کو ہوا، آپ کی عمر ۶۶ رسال تھی۔ قبر مبارک بقیع میں ہے۔ (۵)

موج :۔ احوال حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

فرمان معافی جریمہ، ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدالمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ:

رمضان ۳ھ میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور آٹھ مہینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رہیں اور ایک روایت کے مطابق تین مہینے۔ لقب ام المساکین تھا، کیوں کہ آپ مخلوق پر رحم وشفقت کرتیں، لوگوں کو خوب کھلاتیں اور مسکینوں پر احسان فرماتی تھیں۔ اوائل ربیع الاول ۴ھ میں وفات پائی۔ قبر بقیع میں ہے۔ (۶)

موج :۔ احوال حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

مشہور مغفرت عرب وعجم، حضرت ام الحکم موسوم بہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

سفینۃ الاولیا میں ہے آپ کی والدہ کا نام ایمنہ بنت عبدالمطلب ہے، جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی
یں۔ ذیقعدہ ۵ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ آپ سے پیغام نکاح کی بابت آیت
ریمہ نازل ہوئی (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت کے بغیر حضرت زینب بن جحش کے گھر میں داخل ہوئے، آپ
نے عرض کی، یارسول اللہ! خطبہ ولی اور گواہ کے بغیر آپ میرے گھر میں تشریف لائے ہیں؟ سرکار نے فرمایا، اللہ نکاح
ھانے والا اور جبریل گواہ ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت زینب نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کی ازواج میں مجھ کو چند
توں کے اندر فضیلت ہے (۱) میرے اور آپ کے جدامجد ایک ہیں (۲) ہم دونوں کا نکاح آسمان میں ہوا ہے، جبریل
ین پیغام نکاح دینے والے اور نکاح کے گواہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت زینب پہلی بیوی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے انتقال
کیا۔ ۲۰ھ میں واقعہ رحلت پیش آیا۔ آپ کا مدفن بقیع میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

معصومہ ومحمودہ، ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد لوی بن غالب سے متصل ہوتا
ہے۔ ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ کے حبالہ عقد میں آنے سے پہلے آپ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کبرسنی کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ کیا، تو آپ ایک روز
راستے میں بیٹھ گئیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہ میں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت سودہ نے عرض کی،
یارسول اللہ! آپ مجھے طلاق نہ دیں، میں اس کے سوا کوئی خواہش نہیں رکھتی ہوں کہ بروز حشر آپ کی ازواج کے
زمرے میں شمار کی جاؤں اور اٹھائی جاؤں، میں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
نے طلاق کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضرت عمر کے آخری دور خلافت میں اور دوسرے قول کے مطابق حضرت امیر معاویہ کے
زمانہ خلافت میں آپ کا وصال ہوا۔ (۸)

موج :۔ احوال حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

واقف اسرار خفیہ، ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

آپ کے والد یہودی تھے، جنگ خیبر میں اسیری کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کر کے ان کی قوم
میں بھیجنا چاہا، تاکہ وہ اسلام لائیں اور پھر آپ ان سے نکاح فرمائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، میں

اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں، آپ کے دعوت اسلام پیش کرنے سے پہلے ہی آپ کی تصدیق کر چکی ہوں، جب میں آپ کی منزل میں پہنچ چکی ہوں، مجھے قوم یہود کی ضرورت نہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی، آپ کو اپنے لیے مخصوص فرمایا اور آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیا۔ ۳۶ھ یا ۵۲ھ میں یا ایک روایت کے مطابق حضرت عمر کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (۹)

موج :۔ احوال حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

واقف اسرار مغیبہ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا:

آپ حضرت امیر معاویہ کی بہن ہیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یا ام المومنین" وہ کہتی ہیں، میں بیدار ہوئی، اس خواب کی تعبیر میں نے یہ نکالی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے نکاح کریں گے۔ حضرت عثمان غنی نے ۷ھ کو مدینہ منورہ میں آپ کا نکاح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ بوقت نکاح ۳۵ رسال کی تھیں۔ ۴۴ھ میں وصال ہوا۔ (۱۰)

موج :۔ احوال حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

برازندہ امت از مخمصہ، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

آپ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ۲ھ یا ۳ھ میں حضور کے عقد میں آئیں۔ ۴۱ھ یا ۴۷ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔ (۱۱)

موج :۔ احوال حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

مکتوب شفاعت ضعیفان علانیہ، ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

شعبان ۵ھ یا ۶ھ میں پیغمبر علیہ السلام نے آپ سے نکاح کیا۔ ۵۶ھ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (۱۲)

موج :۔ احوال حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

عاصیان امت محصونہ، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

۷ھ میں عمرہ سے واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ حضرت میمونہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کی رات میں گھر سے باہر نکلے، میں نے دروازہ بند کر دیا، ایک گھڑی کے بعد واپس ہوئے تو میں نے دروازہ نہ کھولا، انہوں نے قسم دی، میں نے عرض کی، میری باری کی رات دوسری بیویوں کے گھر نہ جائیں، فرمایا میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا۔ ۵۱ھ میں اس دنیا سے رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (۱۳)

موج :۔ احوال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

قبلہ سائر اہل کلمہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:
آپ ماہ شوال ۴ھ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ تمام ازواج مطہرات کی وفات کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت (محرم ۶۱ھ) تک زندہ رہیں۔ چنانچہ امام حسین کی شہادت کے دن آپ کے گھر شیشی میں رکھی ہوئی مٹی سرخ ہونے کا واقعہ پیش آیا، جو کتب سیر میں مشہور ہے۔ چوراسی سال کی عمر پا کر تین ربیع الآخر ۶۱ھ یا ۶۵ھ میں رحلت فرمائی۔ قبر بقیع میں ہے۔ (۱۴)

خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم

موج :۔ احوال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

عمامہ کریمہ ثانی اثنین برسر، جامہ صدق وصفا در بر، مصرعہ اول رباعی فضیلت خلافت، فقرہ دوم انشاء جلالۃ رسالت، سرحلقہ اصحاب منشاء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّاۗءُ عَلَی الْکُفَّارِ ، سرگروہ احباب مراد قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ و لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ ، بعد از انبیاء افضل بالتحقیق، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:
آپ کا اسم گرامی عبد اللہ بن قحافہ ہے۔ پانچ واسطوں سے آپ کا نسب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ بھی قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ محبت رسول میں وفادار اور یار غار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں۔ وہ ایسے صدیق ہیں، کہ صنادید فلکی (فرشتوں) کے سینوں کے صندوق ان کی صداقت وصدق کے گوہر کی قلبی تصدیق سے مقفل ہیں۔ وہ ایسے اکبر ہیں، کہ ان کی کبریائی کے کیمیا کی برکات سے متکبروں کے تکبر کا تانبا تکبیرات اکبری کے سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سفینۃ الاولیا میں ہے، ام المومنین حضرت عائشہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بیٹی ہیں اور قرآن حکیم میں قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے آپ ہی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے سربراہ ہیں۔ آپ کے کمالات وکرامات حد تحریر سے زیادہ ہیں۔ بوقت حساب خداوند تعالیٰ آپ سے مخاطب ہوگا: اے ابو بکر! میں تجھ سے راضی ہوا، تو بھی مجھ سے راضی ہے؟ ابو بکر یہ بات سن کر سجدہ ریز ہو جائیں گے، فرشتے انہیں اٹھا کر خلد بریں میں پہنچا دیں گے۔ وصال نبوی کے بعد تیسرے دن یا چھٹے دن ماہ ربیع الاول میں تمام مسلمانوں کے اجماع سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین مقرر ہوئے۔ دو سال تین مہینہ نو دن خلیفہ رہ کر ۱۳ھ میں ۶۳ سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ بمقام مدینہ منورہ حجرہ عائشہ صدیقہ میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کی قبر انور کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (۱۵)

موج :۔ احوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سلیمان تخت خلافت، امن وامان امت از ذلت وآفت، جان قالب اسلام، قالب جنان اعلام، قامع بنیان

شرک وشکوک، جامع سنت وشرع وسلوک، از یاران خاص پیغمبر، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔ نو واسطوں سے آپ کا نسب شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ ایسے عادل ہیں، کہ آپ کا چشمہ آفتاب عدالت تجدید میں خط معتدل النہار کے ذریعہ عالم کے اعتدال کو سنوارتا ہے۔ ایسے فاروق ہیں، کہ آپ کی شوکت وعظمت کے جلال کی گردش نے کفار کے سروں کی چوٹیوں کو پیچ وتاب میں لاکر زیر کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے، بہت عدالت کیش اور ظاہر وباطن میں درویش تھے، آپ کے زمانہ خلافت میں چار ہزار شہر فتح ہوئے اور کثرت سے لوگ اسلام لائے اور کئی ہزار بت خانے ٹوٹ گئے، ان کی جگہ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس، حضرت علی کے بھائی عقیل، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے بھائی اور دوسرے اصحاب رسول کے رشتہ دار قید ہوئے، ان قیدیوں کے لیے بعض صحابہ نے جزیہ کی رقم پیش کی اور رہائی کی درخواست کی، حضرت عمر نے کہا، میرے بھائی کو مجھے دے دیا جائے، تا کہ میں اسے قتل کر دوں اور ہر مسلمان اپنے ان رشتہ داروں کو قتل کرے جو قید ہوئے ہیں تا کہ اسلام کی شوکت ظاہر ہو۔ اس موقع پر پیغمبر علیہ السلام وحی کے منتظر ہوئے جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا، حضرت عمر کی رائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی ہے اور دوسرے صحابہ کی گزارش پر غضب الٰہی ہوا، قہر خداوندی اگر زمین پر نازل ہو جاتا تو آپ اور حضرت عمر کے علاوہ دوسرے انسان باقی نہ رہتے۔ تصوف میں اس درجہ ممتاز تھے، کہ حضرت ابوبکر کی ایک (بیوہ) بیوی سے آپ نے نکاح کیا اور ہم بستری کی شب ان سے حضرت ابوبکر کے احوال دریافت کیے، انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر جب آہ کرتے، ان کے جگر سوختہ کی مہک حاضرین محسوس کرتے، عمر نے آہ سرد کھینچی، خدایا! یہ بوئے کباب سوختہ مجھے کس طرح حاصل ہوگی؟ پھر اس خاتون کو مہر دے کر طلاق دے دی اور رخصت کر دیا، اس سے کہا یہی بات معلوم کرنے کے لیے میں نے تجھ سے نکاح کیا تھا۔ آپ کی مدت خلافت دس سال چھ مہینہ پانچ دن تھی۔

۲۰/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو مغیرہ کے غلام ابولولو کے ہاتھوں کاری زخم لگا، تین روز زندہ رہ کر ۶۳ /سال کی عمر میں ملاء اعلیٰ کی طرف کوچ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں حضرت ابوبکر کے مزار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (۱۶)

موج :۔ احوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

شمع فانوس حدیث ذی النورین، فانوس شمع مشرقین وخافقین، جامع کلام جامع جمعیت، سامع اعلام سامع سلام الوہیت، محمود ارباب ہستی، ممدوح اصحاب خدا پرستی، رئیس اہل ایمان، جامع قرآن، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

ایسے موسیٰ قدم کہ آپ کے نعل قد کی تجلی شجر طور کے مانند نورٌ علیٰ نور ہے۔ آپ کے ہاتھ کا قائم مقام دست پیغمبر اہل ایمان کے نزدیک ید بیضا کے مانند ہے۔ وہ ایسے عیسیٰ نفس ہیں، کہ آپ کی شمشیر انفاس کی چمک آب حیات کی طرح دم بدم یک قلم خضر اسلام کو حیات بخشتی ہے۔ آپ کی توجہ خاطر لوح محفوظ کی طرح جمع قرآن کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت عمر کی وفات کے دس روز بعد خلیفہ ہوئے۔ ۱۱/ سال ۱۱/ ماہ ۱۸/ دن خلیفہ رہے۔ اکثر شہر و دیار کے لوگ آپ کے

عہد خلافت میں مسلمان ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں (رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کو آپ کے نکاح میں دیا، اسی بنا پر ذوالنورین آپ کا خطاب ہوا۔ اس سے بڑھ اور کوئی کمال کیا ہوگا کہ آپ نے قرآن حکیم کو جمع فرمایا۔ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی، اس وقت حضرت عثمان موجود نہ تھے، کفار مکہ کے پاس گفتگو کے لیے گئے ہوئے تھے، اصحاب رسول میں مشہور ہو گیا، کہ عثمان غنی کو کافروں نے شہید کر دیا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عثمان زندہ ہیں، اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، یہ عثمان کا ہاتھ ہے، میں نے ان کی طرف سے بیعت کی۔ (۱۷)

حضرت عثمان غنی کی وفات (۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ) کے بعد شہسوار میدان لافتی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ آپ کا تذکرہ اس کتاب میں جلد دوم کی ابتدا میں ہے، اسی مقام پر ملاحظہ فرمائیں!

موج :۔ احوال حضرات اصحاب عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

عشر خوانان کتاب فضائل، مانند لیالی عشیر مشحون فواضل، کامل عیاران تقوسرہ، حضرات اصحاب عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم: یہ بات پوشیدہ نہیں عشرہ مبشرہ دس یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت پائی، ان میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے حالات اوپر گزر چکے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کا تذکرہ محیط اولیا کی ابتدا میں کیا گیا ہے، بقیہ چھ حضرات مشابہ جہات سید عالم اسلام صحاح ستہ دین لاکلام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ

عشرہ مبشرہ میں پانچویں شخصیت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کی ہے۔

آپ شراف قریش سے تھے، واقعہ فیل کے تیرہویں سال پیدا ہوئے اور ۲۸ رسال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا "لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْعُبَيْدَةُ ابْنُ الْجَرَّاحِ" ہر امت میں ایک امین ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ روضۃ الاحباب جلد دوم میں مذکور ہے۔ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کی وفات کے بعد تمام انصار، ثقیفہ بنی سعد میں جمع ہوئے اور سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لائے کہ ان کو خلافت کے لیے کھڑا کریں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس گئے اور کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "امین امت" کا خطاب دیا ہے۔ آیئے تاکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں، اس لیے کہ خلافت کے لائق آپ ہی ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا، جہاں ابوبکر موجود ہوں، میں اس امر خلافت کا سزاوار نہیں۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے پہلے ہی دن آپ کو حاکم بنایا۔ ان سے بہت سے کارنامے ظاہر ہوئے، جو بیان کیے جاتے ہیں۔ ہجرت کے اٹھارہویں سال حضرت عمر کے عہد خلافت میں [illegible]

عام ہوئی۔ یہ پہلا طاعون ہے جو اسلامی تاریخ میں ظاہر ہوا، ۲۵ ہزار صحابہ، تابعین اور دوسرے لوگوں نے اس مرض میں وفات پائی۔ ابوعبیدہ نے اس دوران منبر پر کھڑے ہوکر خدا اور سول کی حمد وثنا کے بعد مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ یہ مرض طاعون، خداوند تعالیٰ کی رحمت ہے اور امت کے حق میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مرض صالحین کی موت کا سبب ہے۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ یہ مرض طاعون انہیں بھی لاحق ہوجائے، دعا قبول ہوئی اور اسی روز مرض طاعون میں مبتلا ہوئے جو آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔ ''حمص'' میں مدفون ہوئے۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

عشرہ مبشرہ میں چھٹی شخصیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہے۔
واقعہ فیل کے دوسرے سال پیدا ہوئے، بعثت نبوی کے تیسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔ آپ اکابر قریش میں ہیں۔ حضرت عثمان غنی کے داماد تھے۔ مرآۃ جہاں نما میں مذکور ہے، کہ آپ قبیلہ قریش کے دولت مند شخص تھے۔ ۶۵ حدیثیں روایت کیں۔ جنگ احد میں آپ کے جسم پر ۲۰ زخم آئے۔ حضرت عمر نے امر خلافت ۶ اشخاص کے مشورے پر موقوف کردیا تھا، ان ۶ افراد میں سے ایک آپ بھی تھے۔ ۷۷ یا ۸ سال کی عمر میں ۳۲ھ بعہد حضرت عثمان پردہ فرمایا۔

(۳) حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

عشرہ مبشرہ میں ساتویں حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
آپ حضرت ابوبکر کے چچازاد بھائی تھے۔ غزوہ احد میں اپنے آپ کو خیر البشر علیہ السلام کی حفاظت کے لیے ڈھال بنالیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے تمام حملوں کو اپنے جسم پر روکتے، اس طرح تیر و تلوار کے ۷۵ زخم کھائے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس دن ''طلحۃ الخیر'' کہہ کر پکارا اور غزوہ حنین میں ''طلحۃ الجود'' کہا۔ آپ کو ''طلحۃ الطلحات'' کے لقب سے بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ ۶۳ سال کی عمر میں جنگ جمل میں مروان کے ہاتھ سے شہید ہوئے، آپ کو نہر کے کنارے دفن کیا گیا، چار سال بعد آپ کی بیٹی نے نعش مبارک بصرہ میں منتقل کردیا، جب قبر کھودی گئی، تو لاش ویسے ہی تر وتازہ برآمد ہوئی، جس طرح دفن کی گئی تھی۔

(۴) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

آٹھویں شخصیت حضرت زبیر بن عوام بن خویلد رضی اللہ عنہ ہیں۔
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد اور قریش کے عزیز ترین فرد تھے۔ واقعہ فیل کے پندرہویں سال پیدا ہوئے۔ نبوت کے تیسرے سال ابوبکر صدیق کے مسلمان ہونے کے بعد

حضرت طلحہ اور زبیر بھی اسی دن مسلمان ہوئے۔ نمائش جہاں میں لکھا ہے کہ زبیر بن عوام کی والدہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زبیر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے راہ خدا میں تلوار کھینچی، آپ ہی تھے۔ ۳۸/حدیثیں روایت کیں۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی طرف سے حضرت علی کے ساتھ جنگ کی۔ حضرت علی نے ان کو بلا کر اپنی خلافت کے بارے میں چند حدیثیں جو انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں، ان کے سامنے پیش کیں اور انہیں یاد دلایا، حضرت زبیر مدینہ کی طرف چل دیے۔ راستہ میں عمرو بن حرموز نے انہیں قتل کر دیا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی شہادت کا واقعہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔

(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نویں شخصیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ قبیلہ قریش کے مالداروں میں تھے، واقعہ فیل کے آٹھویں سال پیدا ہوئے۔ ۱۷ سال کی عمر میں حضرت ابوبکر کے اسلام لانے کے بعد اسی دن یا دوسرے روز مشرف باسلام ہوئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جان و مال قربان کر دیا۔ آپ کے فضائل بہت ہیں، پہلے شخص جنہوں نے راہ خدا میں تیر چلایا، آپ ہی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں آپ نے وفات پائی۔ ۱۷۱/حدیثیں روایت کیں۔ ۸۷/سال عمر پا کر ۵۵ھ بعہد حکومت معاویہ وفات پائی، مدینۃ الرسول میں دفن کیے گئے۔

(۶) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

دسویں شخصیت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ حضرت عمر کے چچازاد بھائی اور قریش کے محبوب ترین شخص تھے۔ حضرت عمر کی بہن آپ کی بیوی ہیں۔ "روضۃ الاحباب" میں لکھا ہے، آپ تمام انسانی کمالات سے آراستہ تھے اور حضرت رسالت پناہ کی کمال شفقت آپ کے ساتھ مخصوص تھی۔ خلفائے اربعہ کے عہد خلافت میں بہت معزز و مکرم تھے۔ آپ کے احوال روحانی اور کرامات بہت ہیں، اس مختصر تذکرے میں بیان کی گنجائش نہیں۔ نمائش جہاں میں لکھا ہے، آپ کے والد زید نے اسلام سے پہلے طالب حق ہو کر مشرکوں سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ سعید بن زید حضرت عمر فاروق سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ۸۰/سال کی عمر میں ۵۱ھ بعہد حکومت معاویہ وفات پائی۔ مدینہ میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرات اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم

مقیمان محراب انس، چاشنی گیران خوان قدس، از دولت ازلی وابدی مرفہ، مقبول خدا اور رسول حضرات اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم:

مرآۃ الاسرار میں مذکور ہے، کہ اصحاب صفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے محبوب ترین دوست تھے۔ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم ان کی خاطر حق تعالیٰ کی طرف سے مخاطب ہوئے جیسا کہ آیات قرآنیہ سے ظاہر ہے۔ ارباب تاریخ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین احمد بدایونی اور شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، مدینہ منورہ میں ایک جماعت تھی، جو ورع و تقویٰ کے لحاظ سے مستقیم الحال تھی اور توکل و تجرد کے عمل میں مصروف، اس جماعت کا ہر شخص "شغل لی مع اللہ" کے علاوہ کسی کاروبار سے سروکار نہیں رکھتا تھا۔ یہ تمام حضرات ایک ہی مقام پر رہتے تھے، اسی بنا پر اہل مدینہ انہیں اہل صفا کہتے تھے، اور یہ لوگ اس لقب کے مستحق بھی تھے۔ ریاضت باطنی کی صفائی کی وجہ سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل اخلاص واعتقاد رکھتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے، ان لوگوں نے پوری نیاز مندی کے ساتھ حضور کی اقتدا کی، دین محمدی کی نعمت کے فیض سے بہرہ مند ہو کر حضور کی مصاحبت کے ساتھ مخصوص ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو جہاد میں شریک ہونے کا مکلف نہیں بنایا، انہیں اسی حالت توکل و تجرد میں چھوڑ دیا۔ شیخ علاء الدولہ (سمنانی) علیہ الرحمہ نے اس بات کی تائید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ یمانی کے علاوہ دوسرا کوئی ان لوگوں کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ خلاصۃ المناقب میں مولوی روم کا یہ قول مذکور ہے "شب معراج خداوند تعالیٰ اور رسول اللہ کے درمیان بہت سی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ ستر ہزار باتیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ سے بیان کیں اور فرمایا کہ ۳۵ رراز کی باتیں پوشیدہ رکھنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک دن اصحاف صفہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ اسرار و رموز جو دنیا والوں سے پوشیدہ تھے، اصحاب صفہ سے سنے، تو سوال کیا، یہ راز کی باتیں تم لوگوں سے کس نے بتائیں، انہوں نے عرض کیا، اس ذات نے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا تھا، فرشتے اور اس کے رسول کے واسطہ کے بغیر ہم سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا، جیسا کہ آپ سے بیان کیا تھا۔ مولانا روم اس مقام پر کہتے ہیں ۔

من تہانی ز جبرئیل امین
جبرئیل امیں دگر دارم

شیخ محی الدین ابن عربی "رسالہ قدس" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرتے ہیں، ابو ہریرہ کہتے ہیں، میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ وہ ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے کہ وہ کپڑا کسی کے زانو تک پہنچتا تھا اور بعض کا کپڑا گھٹنے کے نیچے، حالت رکوع میں ستر کھل جانے کے خوف سے یہ لوگ کپڑے کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے رہتے تھے۔

بعض علما، خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ کو دو کپڑے اور دو قسم کے کھانے میسر نہیں ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو اصحاب صفہ میں شمار کرتے تھے۔ فقرائے مہاجرین میں زمانے کی مفلسی باقی رہی، جب انہوں نے وفات پائی، ضروریات زندگی کی آرزوئیں ان کے دل میں باقی رہیں۔ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں، بعض ارباب تفسیر وسیر اس امر کی طرف گئے ہیں کہ تمام اصحاف صفہ مہاجر تھے، لیکن اصحاب صفہ کے ناموں کے سلسلے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کی تعداد چار سو اور بعض نے چالیس بیان کی ہے۔ تفسیر حسینی میں کچھ لوگوں کے نام بیان کیے گئے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب نے ۳۴ راصحاب

مہاجرین (اصحاب صفہ) کے احوال نام بنام تحریر کیے ہیں۔ چنانچہ سلمان فارسی، عمار بن یاسر، حذیفہ یمانی، ابن مسعود، ہلال، بلال حبشی اور مقداد وغیرہ اصحاب صفہ میں تھے۔ مرأة الاسرار میں آداب المریدین کے حوالے سے لکھا ہے، اس آیت کریمہ ''وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. کی شان نزول یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کے مالداروں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم اس شرط کے ساتھ آپ پر ایمان لائیں گے کہ آپ اپنی امت کے فقرا کو منع کر دیں کہ وہ آپ کے پاس نہ آئیں، کیوں کہ ہمیں ان سے شرم آتی ہے، ان کے جسموں کی بو اور میلے کپڑوں سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں مصلحتاً کافروں کے ایمان لانے کی خواہش پیدا ہوئی، حضرت عمر سے فرمایا، درویشوں سے کہہ دو، کہ تم لوگ چند دن ہمارے پاس نہ آؤ، تاکہ یہ لوگ ایمان لائیں۔ حضرت عمر اس کام کے لیے ابھی تین قدم سے زیادہ نہ چلے تھے، کہ جبریل امین مذکورہ بالا آیت لے کر نازل ہوئے، جس کا ترجمہ یہ ہے: (اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے) یہ آیت کریمہ نازل ہونے کے بعد کافروں نے کہا کہ یارسول اللہ! ایک دن ہمارے ساتھ صحبت رہے گی، اور ایک دن ان لوگوں کے ساتھ، خداوند تعالیٰ نے یہ بات بھی پسند نہ فرمائی۔ پس کافروں نے کہا، کہ کوئی حرج نہیں، ہم دونوں فریق ایک ہی مجلس میں حاضر ہوں گے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہماری طرف رہنا چاہیے۔ جبریل وحی لے کر حاضر ہوئے، اے حبیب! آپ اپنا چہرہ ان درویشوں کی طرف سے نہ پھیریں۔ اسی بنا پر پیغمبر علیہ السلام کے نزدیک اصحاب صفہ کا مرتبہ تمام خلائق میں ممتاز تھا۔

راہ نوردان شکستہ قدم
رازکشایان فروبستہ دم
معتکفان حرم کبریا
شستہ ز دل صورت کبر و ریا
بادہ پرستان شراب الست
در قدح بیخودی افتادہ مست
شاہ نشانان بساط قدم
راہ نشینان رباط عدم
دیدہ نہ وکون ومکاں در نظر
بال نہ وہر دو جہاں وزیر پر
ملک نہ دولت شاہی زدہ
تخت در ایوان الٰہی زدہ

موج :۔ احوال حضرات اصحاب بدر رضی اللہ عنہم

صدر نشینان عالی قدر، منصوران و مشہوران غزوہ بدر، غریقان بحر عشق دوست، قوی مغزان محبت بے پوست، مصاحبان مقبول مقبول خدا، ممدوحان حضرت محمد مصطفیٰ، ریاحین ریاض عین الیقین، گروہ معلّٰی شان حامی دین، جم غفیر کثیر السعادت، وحیدان میدان جلادت، ممتازان بیاوری ملائک، متکئین علی الارائک، انسان عسل کمالات، چاشنی گیران لذت حقیقت و حالات، گلدستہ ہائے عزت و جاہ، سروہائے باغستان لی مع اللہ، دستہ ہای تیر ترکش کماندار قاب قوسین، باعث امن و امان حرمین، محروران بالطبع باظہار اسلام، قاتلان کفار اہل ظلام، مجاہدان میدان جہاد عظیم، پروانہ ہای شمع فرمان رسول کریم، مصروفان محبت و اتحاد، ماموران اول غزہ و جہاد، اخیار ذوی الاعتبار ارباب دین، اتقان ولایت اصحاب یقین، نہنگان دریائے ہیجا، شیران بیشہ وغا، غازیان دین کثیر الفوائد، دراعداد سن ثلثمایہ زائد، سرفرازان خطاب اعملوا ماشئتم، ممتازان باتیاز ولقد نصر کم، غزوہ شدید را دانندگان سہل، اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین قاتلان گروہ ابوجہل:

ابوالبرکات عبداللہ بن حسین بن مرعی جو سوندی سے مشہور ہیں، اپنی تصنیف ''رسالہ احوال صحابہ اہل بدر رضی اللہ عنہم اجمعین'' میں لکھتے ہیں، کہ اصحاب بدر صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھے۔ بعض لوگوں نے ۳۱۴ کا قول بھی کیا ہے اور تین سو پر اضافے کو ساٹھ تک بڑھایا ہے۔ احتیاطاً سب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ زائد لوگ صحابیت سے خارج نہیں۔ سلف وخلف کے نزدیک بطور تواتر واشتہار بالخصوص اہل حرمین کے نزدیک متعین ہے کہ مصیبتوں کے وقت ان حضرات کا ذکر کرنے سے دعا مقبول ہو جاتی ہے اور ان کے ناموں کو لکھ کر رکھنا دشمنوں اور بلاؤں کے دفع کرنے میں بہت مفید ہے۔ فضیلت میں اس سے بڑھ کر کون سی روشن دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بدولت اسلام کو نصرت اور مسلمانوں کو تحفظ عطا فرما دیا اور کفار غزوہ بدر میں انہیں کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''**ومایدرک ان اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم**'' یعنی خداوند تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہوا اور فرمایا تم لوگ جو چاہو کرو، مقصود یہ ہے کہ میں تم لوگوں سے راضی ہوں، جنت عطا کروں گا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدر کی نہایت عزت وتوقیر فرماتے تھے، ان کے گھر تشریف لے جاتے، غیروں کے مقابلے میں ان کی عزت افزائی فرماتے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے، یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا، کہ فلاں اہل بدر ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ مشہور ہے کہ ان کی مدد کے لیے افضل ترین فرشتوں کو بھیجا، جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے ناموں کی صراحت نہیں، لیکن پانچ ہزار فرشتے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کی صف میں شامل ہوئے، فرشتوں نے مناجات کی، الٰہی! ہم انسانوں کے ساتھ جنگ کرنا نہیں جانتے، حکم آیا کہ ان کی گردن یا انگلیوں یا ہاتھوں پر مارو تاکہ وہ ہتھیار اٹھانے سے باز رہیں اور ان کے سر تن سے جدا ہو جائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں، وہ فرشتے جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے، بارگاہ الٰہی میں

انہیں جو فضیلت وعزت حاصل ہے، دوسرے فرشتوں کو حاصل نہیں، جس طرح اہل بدر تمام صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں،
کہ ہجرت کے دوسرے سال کافروں کے قتل اور اسلام کے غلبہ سے پروردگار عزاسمہ کے وعدے کا ظاہر ہونا اور یہ ظہور
غلبہ انہیں کی وجہ سے ہوا، حضرت عثمان کے علاوہ عشرہ مبشرہ اور خلفائے اربعہ بھی جماعت اہل بدر سے تعلق رکھتے ہیں۔
حضرت عثمان اپنی اہلیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ
میں رہ گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اہل بدر کے زمرے میں شمار کیا اور بدر کے مال غنیمت سے بھی
حصہ دیا۔ اصحاب بدر کے ناموں کے ساتھ دعا مقبول ہوتی ہے، دعا میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام درود کے
ساتھ، پھر تینوں مقرب فرشتوں کا نام درود کے ساتھ اور غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے تمام فرشتوں کا نام درود کے
ساتھ اس کے بعد تمام صحابہ کا نام اگر جدا جدا لیں بہتر ہے، ورنہ تمام صحابہ کا ذکر ایک ہی ساتھ کریں، دونوں صورتوں میں
صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضوان اللہ تعالیٰ ضرور کہیں، اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے گا اور جس ضرورت کے لیے دعا کریں
گے پوری ہوگی، خصوصاً دشمنوں پر کامیابی پانے کے لیے۔

اصحاب بدر کے فضائل حد تحریر سے زیادہ ہیں، بحر زخار کا مصنف اسی نقل پر اکتفا کرتا ہے، زید بن عقیل سے
روایت ہے، روئے زمین پر ایک راستہ شیر اور بھیڑیے کے ڈر کی وجہ سے اور دوسرا راستہ ڈاکوؤں کے خوف کے سبب
منقطع ہو چکا تھا، ان راہوں میں بہت سے لوگ ضائع ہو چکے تھے اور بہت سا مال لوٹا جا چکا تھا، اسی دوران اسی راستے
سے ایک شخص گزرتا ہوا میرے پاس آیا، اس کے ساتھ بہت زیادہ مال تجارت تھا اور اس کے ہمراہ ایک نوکر کے علاوہ
کوئی اور نہ تھا، وہ اپنے ہونٹوں کو جنبش دے رہا تھا، گویا وہ اسما کا ورد کر رہا تھا، مجھے بڑا تعجب ہوا، میں نے سمجھا، یہ کوئی بڑی
شان والا شخص ہے، میں نے دیکھا، اس کے پیچھے، ایک غلام کے علاوہ کوئی نہ تھا اور میں نے اس سے پوچھ کہ یہ راستہ
ڈاکوؤں شیروں اور بھیڑیوں کے سبب اتنے سال سے بند ہو چکا ہے، تم اس راستہ میں ایک ساتھی کے ساتھ کس طرح
محفوظ رہ گئے؟ اس نے کہا، میں اس راستہ میں اس لشکر کے ساتھ داخل ہوا جس لشکر کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے دشمنوں سے جنگ کی اور کامیاب ومنصور ہوئے، میں نے پوچھا، وہ کون سا لشکر ہے؟ جسے تو نے پالیا؟ اس نے کہا،
میں نے اصحاب بدر کو پایا اور اس خوفناک راستے پر ان کی رفاقت میں آیا، نہ مجھے ڈاکوؤں کا خوف رہا، نہ درندہ جانوروں
کا ڈر، میں نے اس کو خدا کی قسم یاد دلا کر پوچھا، کہ اپنا قصہ بیان کرو، اس نے کہا، میں ڈاکوؤں کی جماعت کا امیر تھا، ہم
مسافروں پر ڈاکہ زنی کرتے تھے، ہم پر گزرنے والا کوئی بھی قافلہ نہیں، جس کو ہم نے غارت کر کے اس کا مال نہ لوٹا ہو،
اسی دوران ایک رات چند جاسوس آئے، انہوں نے خبر دی، کہ فلاں تاجر بہت زیادہ مال کے ساتھ آرہا ہے، اس کے ہم
راہ پندرہ آدمی ہیں، میں نے یہ خبر سنی اور ان کی طرف چل پڑا، ہم نے ان پر حملہ کیا اور اس کے دس ہمراہیوں کو قتل کر دیا،
اس کے بعد وہ تاجر میرے سامنے آیا، اس نے کہا، تمہارا کیا ارادہ ہے اور تمہاری کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہا، میں یہ
مال چاہتا ہوں، تم مال واسباب میرے حوالے کر دو، ورنہ میں سب کو قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا، تم اس بات پر کیسے قادر
ہو سکتے ہو، جبکہ ہمارے ساتھ اہل بدر ہیں؟ میں نے کہا، میں بدر اور اہل بدر کو نہیں جانتا، اس نے اللہ اکبر کہا اور اہل بدر کا
نام پڑھنا شروع کر دیا۔ اسمائے اہل بدر کی تلاوت کے وقت مجھ پر رعب غالب آ گیا، میں متحیر ہو گیا، سخت ہوا اٹھی، میں

نے ہتھیار کی کشاکش اور نیزوں کے ٹکرانے کی آوازیں سنیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا، آگے بڑھ، اہل بدر کے لیے بڑا اجر ہے، میں نے بہت سے لوگوں کو ایسے گھوڑوں پر سوار دیکھا جو رفتار میں ہوا پر سبقت لے جا رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں گھیر لیا جب ہم نے یہ حال دیکھا، تاجر سے پناہ مانگنے لگے، اس نے کہا، اللہ کی بارگاہ میں اس کام سے توبہ کر! میں نے اس کے ہاتھ پر توبہ کی اور تاجر کے دس مقتولوں کے عوض اپنے دس لوگوں کو قتل کر دیا، جنہوں نے ان دسوں کو قتل کیا تھا ۔ پھر میں نے تاجر سے عرض کیا کہ مجھے اہل بدر کے نام سکھا دو، جب سے مجھے یہ اسما معلوم ہوئے ہیں، مجھے دریا، صحرا میں کسی مخلوق کی پناہ کی ضرورت نہیں رہی ۔ انہیں ناموں کی بدولت میں اس پر خطر راستے سے آیا ہوں، ہمیں جس ڈاکو یا درندہ جانور نے دیکھا، وہ راستے سے خود بخود ہٹ گیا۔

اہل بدر کے اسما یہ ہیں:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام، بقی من الملائکة البدرین علیهم السلام۔

حرف الف :۔ ابی بن کعب خزرجی، الاخنس الاسلمی خزرجی، الارقم بن ابی الارقم مہاجر، اسعد بن یزید خزرجی، انس ابن قتادہ اوسی، انسہ مولای رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اوس بن ثابت خزرجی، ایاس بن اوس اوسی، ایاس بن ابی بکر اوسی۔

حرف الباء :۔ البراء بن معرور، بحیر بن بحیر خزرجی، بحاث بن ثعلبہ خزرجی، بسبسہ بن عمرو خزرجی، بشیر بن البراء خزرجی، بشیر بن سعد خزرجی، بلال بن رباح مولای ابوبکر صدیق مہاجر۔

حرف التاء :۔ تمیم بن یعار خزرجی، تمیم مولا فراش خزرجی، تمیم مولا بنی غنم بن سلم اوسی۔

حرف الثاء :۔ ثابت بن اقرم اوسی، ثابت بن ثعلبہ، ثابت بن عمرو خزرجی، ثعلبہ بن عمرو خزرجی، ثابت بن خالد خزرجی، ثابت بن ہذال خزرجی، ثعلبہ بن حاطب اوسی، ثعلبہ بن غنمہ خزرجی، ثقف بن عمرو مہاجر۔

حرف الجیم :۔ جابر بن عبداللہ خزرجی، جابر بن عبداللہ بن عمرو خزرجی، جبیر بن عتیک اوسی، جبار بن صخر خزرجی، جبیر بن ایاس خزرجی۔

حرف الحاء :۔ حارث بن انس اوسی، حارث بن اوس اوسی، حارث بن اوس بن رافع اوسی، حارث بن اوس بن معاذ اوسی، حارث بن حاطب اوسی، حارث بن خزیمہ خزرجی، حارث بن خزمہ اوسی، حارث بن ابی خزمہ اوسی، حارث بن صمت خزرجی، حارث بن عرفجہ اوسی، حارث بن قیس اوسی، حارث بن قیس خزرجی، حارث بن نعمان خزرجی، حارثہ بن سراقہ خزرجی، شہید حارثہ بن نعمان خزرجی، حاطب بن ابی بلتعہ مہاجر، حاطب بن عمرو مہاجر، حباب بن منذر خزرجی، حبیب بن اسود خزرجی، حزام بن ملحان خزرجی، حریث بن زید خزرجی، حصین بن حارث مہاجر، حمزہ بن عبدالمطلب مہاجر، حمزہ بن الحمیر خزرجی۔

حرف الخاء :۔ خارجہ بن زید خزرجی، خالد بن بکر مہاجر، خالد بن قیس خزرجی، خباب بن عرت مہاجر، خباب مولا عتبہ مہاجر، خبیب بن اساف خزرجی، خواش بن قتادہ اوسی، خراش بن صمت خزرجی، خریم بن فاتک، خلاد بن رافع

خزرجی، خلاد بن سوید خزرجی، خلاد بن عمرو خزرجی، خلاد بن قیس خزرجی، خلید بن قیس خزرجی، خلیصہ بن عدی خزرجی،
خنیس بن حذافہ مہاجر، خوات بن جبیر اوسی، خولی بن ابی خولی مہاجر۔

حرف الذال :۔ ذکوان بن عبید خزرجی، ذوالشمالین مہاجر شہید۔

حرف الراء :۔ راشد بن معلیٰ خزرجی، رافع بن معالی خزرجی، رافع بن حارث خزرجی، رافع بن عنجدہ اوسی، رافع بن مالک خزرجی، رافع بن یزید اوسی، ربعی بن رافع اوسی، ربیع بن عباس خزرجی، ربیع بن اکتم مہاجر، رجیلہ بن ثعلبہ خزرجی، رفاعہ بن حارث خزرجی، رفاعہ بن رافع خزرجی، رفاعہ بن عمرو خزرجی، رفاعہ بن عبدالمنذر اوسی۔

حرف الزاء :۔ زبیر بن عوام مہاجر از عشرہ مبشرہ، زیاد بن سکن اوسی، زیاد بن عمرو خزرجی، زیادہ بن لبید خزرجی، زید بن اسلم اوسی، زید بن حارثہ مہاجر، زید بن خطاب برادر عمر خطاب و برادر کلاں بود، زید بن المزین مہاجر، زید بن ودیعہ خزرجی، زید بن معلیٰ خزرجی۔

حرف السین :۔ سالم بن عمیر اوسی، سالم مولا حذیفہ مہاجر، سایب بن عثمان مہاجر، سبرہ بن فاتک مہاجر، سراقہ بن عمرو خزرجی، سراقہ بن کعب خزرجی، سعد ابن ابی وقاص مہاجر از عشرہ مبشرہ، سعد بن خولت مہاجر، سعد بن خولہ اوسی شہید، سعد بن خیثمہ، سعد بن زید مہاجر، سعید بن زید کنیت ابوالعاور اوسی از عشرہ مبشرہ، سعد بن ربیع خزرجی انصاری شہید، سعد بن سعد خزرجی، سعد بن سہیل خزرجی، سعد بن عبادہ خزرجی، سعد بن عبید اوسی، سعد بن عثمان خزرجی، سعد بن معاذ اوسی، سعد مولا حاطب مہاجر، سفیان بن نسر خزرجی، سلمہ بن اسلم اوسی، سلمہ بن ثابت اوسی، سلمہ بن سلامت اوسی، سلیط بن قیس خزرجی، سلیم بن حارث خزرجی، سلیم بن عمرو خزرجی، سلیم بن قیس خزرجی، سلیم بن ملحان خزرجی، سماک بن سعد خزرجی، سنان بن صیفی خزرجی، سنان بن ابی سنان مہاجر، سہل بن حنیف اوسی، سہل بن رافع خزرجی، سہل بن عتیک، سہل بن قیس، سہل بن وہب، سواد بن رزان خزرجی، سواد بن غزتیہ خزرجی، سویبط بن حرملہ۔

حرف الشین :۔ شجاع بن وہب مہاجر، شریک بن انس اوسی، شماس بن عثمان مہاجر۔

حرف الصاد :۔ صبیح بن العاصی مہاجر، صفوان بن وہب مہاجر شہید، صفی بن سواد، صہیب بن سنان۔

حرف الضاد :۔ ضحاک بن حارثہ خزرجی، ضحاک بن عبد عمرو خزرجی، ضمرہ بن عمرو خزرجی۔

حرف الطاء :۔ طفیل بن حارث مہاجر، طفیل بن مالک خزرجی، طفیل بن نعمان خزرجی، طلحہ بن عبیداللہ مہاجر، طلیب بن عمرو مہاجر۔

حرف العین :۔ عاصم بن ثابت اوسی، عاصم بن عدی اوسی، عاصم بن عکیر خزرجی، عاصم بن قیس اوسی، عاقل بن بکیر مہاجر شہید، عامر بن ربیع مہاجر، عامر بن امیہ خزرجی، عامر بن بکر مہاجر، عامر بن سعد خزرجی، عامر بن فہر خزرجی، عامر بن مخلد خزرجی، عامر بن سکرہ اوسی، عامر بن سلمہ خزرجی، عباد بن بشر اوسی، عباد بن قیس اوسی، عبادہ بن صامت خزرجی، عبداللہ بن ثعلبہ خزرجی، عبداللہ جبیر اوسی، عبد بن جحش مہاجر، عبداللہ بن الجزی خزرجی، عبداللہ بن حمیر خزرجی، عبداللہ بن ربیع خزرجی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، عبداللہ بن زید خزرجی، عبداللہ بن سراقہ مہاجر، عبداللہ بن سلمہ اوسی، عبداللہ بن سہل اوسی، عبداللہ بن سہیل مہاجر، عبداللہ بن شریک اوسی، عبداللہ بن طارق اوسی، عبداللہ

عبداللہ بن عبد مناف خزرجی، عبداللہ بن عرفۃ خزرجی، عبداللہ بن عمرو خزرجی، عبداللہ بن عمر خزرجی، عبداللہ بن خلدہ خزرجی، عبداللہ بن قیس بن صخی خزرجی، عبداللہ بن کعب مہاجر، عبداللہ بن مخرمہ مہاجر، عبداللہ بن مسعود مہاجر، عبداللہ بن مظعون مہاجر، عبداللہ بن نعمان خزرجی، عبدالرحمٰن بن حسیر اوسی، عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر از عشرہ مبشرہ، عبدربہ بن حق خزرجی، عبدہ بن خشخاس خزرجی، عبس بن عامر خزرجی، عاید بن ماعض خزرجی، عبید بن عوث اوسی، عبید بن نیہان اوسی، عبید بن زید خزرجی، عبید بن ابی عبید اوسی، عبید بن حارث مہاجر شہید، عنان بن مالک خزرجی، عتبہ بن ربیع خزرجی، عتبہ بن عبداللہ خزرجی، عتبہ بن عروان مہاجر، عثمان بن عفان مہاجر از عشرہ مبشرہ، عثمان بن مظعون مہاجر، عجلان بن نعمان خزرجی، عدی بن ابی زغباء خزرجی، عصمہ بن حصین خزرجی، عصمہ اشجعی خزرجی، عطیہ بن نویرہ خزرجی، عقبہ بن عامر خزرجی، عقبہ بن عثمان خزرجی، عقبہ بن وہب انصاری خزرجی، عقبہ بن وہب مہاجر، عکاشہ بن محصن مہاجر، علی ابن ابی طالب مہاجر از عشرہ مبشرہ، عمار بن یاسر مہاجر، عمارہ بن حزم خزرجی، عمار بن ضیاد اوسی، عمر ابن خطاب مہاجر از عشرہ مبشرہ، عمرو بن ایاس خزرجی، عمرو بن جموح خزرجی، عمرو بن حارث مہاجر خزرجی، عمرو بن حارث انصاری خزرجی، عمرو بن سراقہ مہاجر، عمرو بن ابی سرح مہاجر، عمرو بن طلق خزرجی، عمرو بن حارث مہاجر، عمرو بن قیس خزرجی، عمرو بن معید اوسی، عمرو بن معاذ اوسی، عمرو بن ثعلبہ خزرجی، عمیر بن خزام خزرجی، عمیر بن حمام شہید، عمرو بن عامر خزرجی، عمرو بن عوف مہاجر، عمرو بن ابی وقاص مہاجر شہید، عوف بن حارث خزرجی شہید، عویم بن ساعدہ اوسی، عیاض بن زہیر مہاجر۔

حرف الفاء :۔ فاکہ بن بشر خزرجی، فروہ بن عمرو خزرجی۔

حرف القاف :۔ قتادہ بن نعمان اوسی، قدامہ بن مظعون مہاجر، قطبہ بن عامر خزرجی، قیس بن عمرو خزرجی، قیس بن عمر خزرجی، قیس بن محصن خزرجی، قیس بن مخلد خزرجی، قیس بن عبدالمنذر خزرجی شہید۔

حرف الکاف :۔ کعب بن حمار خزرجی، کعب بن یزید خزرجی۔

حرف اللام :۔ لندہ بن قیس شہید۔

حرف المیم :۔ مالک ابن خولی مہاجر، مالک ابن دخشم خزرجی، مالک ابن ربیع خزرجی، مالک ابن رفاع خزرجی، مالک بن عمرو مہاجر، مالک بن قدامہ اوسی، مالک بن مسعود خزرجی، مالک بن نمیلہ اوسی، مبشر بن عبدالمنذر خزرجی شہید، مجذر بن وثار خزرجی، محرز بن عامر خزرجی، محرر بن نقلہ مہاجر، محمد بن مسلمہ اوسی، مدلاج بن آمر مہاجر، مرسد بن ابی مرسد مہاجر، مسطح بن اثاثہ مہاجر، مسعود بن اوس خزرجی، مسعود بن خلدہ خزرجی، مسعود بن ربیع مہاجر، مسعود بن زید خزرجی، مسعود بن سعد خزرجی، مسعود بن عبد سعد اوسی، مصعب بن عمیر مہاجر، معاذ بن جبل خزرجی، معاذ بن حارث خزرجی، معاذ بن صمت خزرجی، معاذ بن عمرو خزرجی، معاذ بن ماعض، معید بن عباد خزرجی، معید بن قیس خزرجی، معطب بن عبید اوسی، معطب بن عوف مہاجر، معطب بن قشیر، معقل بن منذر خزرجی، معمر بن حارث مہاجر، معن بن عدی اوسی، معن بن یزید مہاجر، مسعود بن حارث شہید مہاجر، معوذ بن عمرو اوسی، مقداد بن اسود خزرجی، ملیل بن وبرہ مہاجر، منذر بن عمرو خزرجی، منذر بن قدامہ اوسی، منذر بن محمد اوسی، مجع بن صالح مہاجر شہید۔

حرف النون :۔ نصر بن حارث اوسی، نعمان بن عارج اوسی، نعمان بن سنان خزرجی، نعمان بن عمرو خزرجی،

نعمان بن عبد عمرو خزرجی، نعمان بن حرمہ اوسی، نعمان بن عصر اوسی، نعمان بن مالک خزرجی، نعیمان بن عمرو خزرجی، نوفل بن عبدالرحمٰن خزرجی۔

حرف الہاء :۔ ہانی بن نیار اوسی، ہبیل بن وبرہ خزرجی، ہلال بن معلّٰی خزرجی۔

حرف الواو :۔ واقد بن عبداللہ مہاجر، ورقہ بن ایاس خزرجی، ودیعہ بن عمرو خزرجی، وہب بن سعید مہاجر، وہب ابن ابی سرح مہاجر۔

حرف الیاء :۔ یزید بن حرام خزرجی، یزید ابن اخنس مہاجر، یزید بن حارث خزرجی شہید، یزید بن رقیش مہاجر، یزید بن سکن اوسی، یزید بن منذر خزرجی۔

کنیت والوں کا بھی ذکر کیا جا رہا ہے:

ابوایوب انصاری خزرجی، ابوالقادر خزرجی، ابوبکر صدیق اول عشرہ مبشرہ، ابوجبہ اوسی، ابوجبہ اوسی، ابوحبیب خزرجی، ابوحذیفہ مہاجر، ابوالحسن انصاری، ابوخارجہ خزرجی، ابوخلاد خزرجی، بوخدیجہ خزرجی، ابوداؤد خزرجی، ابودجانہ خزرجی، ابوسرہ مہاجر، ابوسلیط خزرجی، ابوسلمہ مہاجر، ابوسنان مہاجر، ابوشیخ خزرجی، ابوسرمہ خزرجی، ابوضیاح اوسی، ابوطلحہ خزرجی، ابوعبیدہ الجراح مہاجر از عشرہ مبشرہ، ابوعقیل اوسی، ابوقتادہ خزرجی، ابوکبشہ مہاجر، ابولبابہ اوسی، ابومحشی مہاجر، ابومرثد مہاجر، ابومسعود بدری خزرجی، ابوملیل اوسی، ابوالہیثم اوسی، ابوالیسر حرانی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

موج :۔ احوال دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم

گلدستہ باغ دلائل محبت، مجموعہ فضائل مودت، غریقان دریائے دین، حریفان آتش عشق رب العالمین، مجامع مسائل اصول یقین، مطالع انوار دین متین، مصابیح شبستان علم وعمل، مفاتیح خزائن اسرار عزوجل، نجوم سپہر قرب الٰہی، علوم صحائف اسرار کماہی، جواہر شمشیر نبوت، فتوحات کارخانہ قدرت، انہار دریای مکرمت، ازہار روضہ جنت، بساتین مرتبہ علوت، ریاحین رنگ وبوی معرفت، اثمار نخلستان سعادت، انوار تجلیات شہادت، قطرات سحاب باران رحمت، نظرات کواکب منازل عظمت، فقرات مسجع معانی، فقرات پردہ رازدانی، جرائد حقائق لوح محفوظ، فوائد انفاس نفوس محفوظ، روابط مراتب انس، ضوابط مدارج قدس، مراکز دوائر فیض سرمدی، مظاہر عنایات ازلی وابدی، واصل وادی عشق الٰہی، محافل سرور نامتناہی، حاشیہ بوستان بساط قربت، غاشیہ بردوشان شہنشاہ نبوت، نقود رائج الوقت، ہمیان کرم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

حرف الالف

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام تحیت پیش کیا۔ زاہد صحابہ میں تھے۔ ۳۲ھ میں

وفات پائی۔(۱۸)

حضرت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس بن عبدمناف رضی اللہ عنہ

حضرت خدیجۃ الکبری کے بھانجے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کے شوہر تھے۔(۱۹)

حضرت ابوعبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے تھے۔غزوہ بدر اولیٰ میں شہادت پائی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

کاتب وحی اور انصاری تھے،ایک قول کے مطابق ۲۲ھ اور ایک روایت کے مطابق ۳۰ھ میں وفات پائی۔پہلا قول صحیح ہے۔(۲۰)

حضرت اسامہ بن زید بن حارث رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، انہیں ایک ایسے لشکر کا امیر بنایا تھا،جس میں ابوبکر صدیق،عمر،عثمان،طلحہ،زبیر،عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے علاوہ بہت سے صحابہ شامل تھے۔آپ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔(۲۱)

حضرت اشج العبدی رضی اللہ عنہ

وہ منذر بن عابد ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا،ان فیک لخصلتین یحبھما اللہ الحلم والحیاء۔(۲۲)

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ

زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام کچھ اور تھا،دور اسلام میں نام محمد اور لقب اشعث ہوا۔۴۰ھ میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ۵۴ھ میں۔(۲۳)

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے،محمد بن سیرین جن کا ذکر تابعین میں آئے گا،آپ کے شاگرد اور آزاد کردہ

غلام تھے۔آپ نے دس سال کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں بسر کیا۔ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے، اس مدت میں بہت سے اسرار و آثار حکمت حضور سے معلوم کیے۔آپ سے جتنی حدیثیں مروی ہیں، صحابہ میں ابوہریرہ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں۔۹۹ھ،۱۰۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔(۲۴)

حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ

بنی خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔حضرت حسان کے بھائی تھے۔(۲۵)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

انس بن مالک کے چچا تھے۔(۲۶)

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ

تمام غزوات میں شریک تھے۔ایک قول کے مطابق بدری صحابہ میں سب کے بعد ۷۸ سال کی عمر پاکر ۶۱ھ میں وفات پائی۔(۲۷)

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ کے مکان میں نزول اجلال فرمایا۔ ہفت اقلیم میں لکھا ہے کہ آپ کی ذات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو نصرت و اعانت حاصل ہوئی۔

حضرت ابوایوب کے جد اعلیٰ شامول آخری بادشاہ یمن حسان کے مصاحب تھے، جو اس دیار میں وارد ہوئے، انہوں نے اپنی فراست سے معلوم کرلیا کہ یہ سرزمین سید انام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے لیے معین ہے، اس بنا پر چارسو افراد نے مدینہ کو اس امید پر اپنا وطن بنالیا کہ یہ نسیم سعادت ان کے زمانے میں چلے گی، لیکن ان کی اکیسویں پشت میں حضرت ابوایوب کے زمانہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ۔۴۹ھ میں وفات پائی۔(۲۸)

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

کاتب وحی تھے۔(۲۹)

حضرت ابوبردہ بن قیس رضی اللہ عنہ

ابوموسیٰ اشعری کے بھائی تھے۔(۳۰)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ

آپ عبداللہ بن فضیلہ (فضلہ بن عبداللہ) ہیں، جنگ خراسان میں شریک تھے۔ (۳۱)

حضرت ابوبکر تبع بن حارث رضی اللہ عنہ

جب آپ مسلمان ہوئے تو اپنا خاندانی انتساب ترک کر دیا اور فرماتے، میں اپنے رسول کا غلام ہوں، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں زندہ نہیں تھے۔

حضرت ابوحذیفہ ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس بن عبدالمناف رضی اللہ عنہ

مہاجرین حبشہ میں تھے، جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے۔ (۳۲)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ دیا اور آپ آخری صحابی رسول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کسی قوم کے پاس دعوت حق کے لیے بھیجا، ان لوگوں نے دعوت اسلام قبول نہ کی اور آپ کو پانی تک نہ دیا، ہلاکت کی نوبت آگئی، انہوں نے اپنا سر چادر میں چھپالیا، غیب سے پانی سے بھرا ہوا پیالہ ظاہر ہوا جسے آپ نے نوش فرمایا، جس کی برکت سے کبھی پیاسے نہ ہوئے، مکہ کے اندر ۶۹ھ میں وفات پائی۔ (۳۳)

حضرت ابودجانہ سماک بن حرشہ انصاری رضی اللہ عنہ

مسیلمہ کذاب کی جنگ میں انہوں نے بڑی جواں مردی دکھائی، جنگ دیلم میں بھی اسی طرح بہادری سے شریک ہوئے، ایک مدت تک قزوین کے ایک گاؤں کے والی رہے۔ (۳۴)

حضرت ابوحمزہ مولیٰ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے آپ کے فرزندوں کے حق میں ایک عہد نامہ تحریر فرمایا۔ فتح خیبر کے دن شہادت پائی۔

حضرت ابوطلحہ زید رضی اللہ عنہ

غزوہ بدر و احد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہ کر جنگ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بہت نوازش فرماتے، بمقام مدینہ منورہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۳۵)

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ

آٹھ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زمانہ پایا، حضرت علی کے ساتھ محبت رکھتے تھے، جنگوں میں ان کے ہمراہ رہتے، ایک قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں، جنہوں نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔(۳۶)

حضرت ابو کبشہ سلیم مولیٰ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کیا، جس دن حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے، آپ نے انتقال کیا۔(۳۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن قیس بن عامر تھا کوفہ کا منصب قضا آپ اور آپ کے فرزندوں سے متعلق تھا (جنگ صفین کے بعد) مسئلہ تحکیم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم تھے، ۴۴ھ میں وفات پائی۔(۳۸)

حضرت ابومحذورہ اسلمی رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے، فتح حنین کے بعد مسلمان ہوئے، مسجد حرم مکہ کی موذنی اب بھی ان کی اولاد و احفاد کے سپرد ہے۔ ۵۹ھ میں وفات پائی۔(۳۹)

حضرت ابومسعود عتبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ

آپ عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے۔ ایک روایت کے مطابق بدر میں شریک تھے، مگر جمہور کے نزدیک بدر میں حاضر نہ تھے۔ انہیں بدری اس لیے کہتے ہیں، کہ وہ مقام بدر کے قریب رہتے تھے۔ کوفہ کے اندر ۴۰ھ میں وفات پائی۔(۴۰)

حضرت ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر دوسی رضی اللہ عنہ

ایک قول کے مطابق ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ خیبر اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری حدیثیں مزید براں کبار صحابہ کی سند سے روایت کیں۔ بہت زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ ۵۷ھ میں وفات پائی۔(۴۱)

حضرت ابوالہیثم مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ

اکابر صحابہ میں ہیں، تمام غزوات میں کافروں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی، آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے نقیب تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی حمایت میں پوری بہادری کے ساتھ لڑے اور جام شہادت نوش کیا۔(۴۲)

حضرت ابونافع رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام، دولت مند صحابی تھے۔بصرہ میں شاندار حویلی تعمیر کی تھی۔

ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ

جنگ بدر میں عباس بن عبدالمطلب کو قید کیا۔آپ کی وفات ایک قول کے مطابق ۱۰۵ھ میں ہوئی۔(۴۳)

حضرت اشمار ابن الحارثہ بن سعد اسلمی رضی اللہ عنہ

بہت سی حدیثیں روایت کیں۔۵۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابان رضی اللہ عنہ

شواہد میں مرقوم ہے، کہ انہوں نے مرض الموت میں وصیت کی، مجھے پہنے ہوئے کپڑوں میں کفن دیں، ایسا ہی کیا گیا، لوگوں نے صبح کے وقت دیکھا کہ وہ قمیص جس میں آپ کو کفنایا گیا تھا، مکان کی اس کھونٹی پر لٹکی ہوئی ہے، جس پر کپڑے ٹانگے جاتے ہیں۔جس درزی نے قمیص سلی تھی، اس سے پوچھا گیا، تو اس نے بتایا کہ یہ وہی قمیص ہے جسے پہنا کر انہیں قبر میں دفن کیا گیا تھا۔

حضرت ابودرداء بن عویمر بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ

آپ حکیم اور فقیہ تھے۔جنگ احد وغیرہ میں شریک ہوئے۔۳۲ھ میں وفات پائی۔(۴۴)

حضرت ابواللحم غفاری رضی اللہ عنہ

ترمذی، نسائی اور حاکم نے آپ سے بہت سی حدیثیں نقل کیں۔چوں کہ بہت زیادہ گوشت کھاتے تھے، اسی بنا پر ابواللحم مشہور ہو گئے۔ان کا نام خلف بن عبدالملک ہے۔جنگ حنین میں بہت بہادری دکھائی اور شہید ہوئے۔(۴۵)

حضرت ابومحصن عکاشہ اسدی رضی اللہ عنہ

افضل ترین علماے صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔جنگ بدر میں شریک ہوئے، جب لڑتے لڑتے آپ کی تلوار ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ عطا کی، وہ لکڑی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔بعمر ۴۵ سال ۱۲ھ

میں وفات پائی۔(۴۶)

حضرت اسعد بن زرارہ بن ابی یمامہ خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیب تھے۔آپ ان بارہ خوش نصیب انصاری صحابہ میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے عقبہ اولیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔(۴۷)
آپ پہلے صحابی ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے، آپ کی وفات اھ میں ہوئی۔

حضرت اسیر بن عروہ بن مولد بن ہشم بن ظفر انصاری رضی اللہ عنہ

غزوہ احد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔(۴۸)

حضرت اکال بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، یہ جنگ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب اور لشکر اسلام کے درمیان ہوئی تھی۔

حضرت اسد (اسود) بن سریع بن حمیر بن عبادۃ السعدی رضی اللہ عنہ

اسلام سے پہلے سفیر تھے، اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش سے ممتاز ہو گئے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ کی روایت نقل کی ہے۔۴۲ھ میں وفات پائی۔(۴۹)

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ

شواہد میں مرقوم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک کمبل اڑھایا تھا۔لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے دعا فرماتے، دعاوں کا اثر ظاہر ہوتا۔آپ عسقلان میں مقیم تھے۔اس زمانے میں آپ کے صاحبزادے قرصافہ روم میں محاذ جنگ پر تھے، جب فجر کا وقت ہوتا، آپ پکارتے، اے قرصافہ! اے قرصافہ! نماز نماز! قرصافہ بھی روم سے جواب دیتے، لبیک یا ابتاہ! قرصافہ کے ساتھی پوچھتے، آپ کس کو جواب دیتے ہیں؟ فرماتے، اپنے والد کو جواب دے رہا ہوں، جو مجھے نماز کے لیے بیدار کرتے ہیں۔(۵۰)

حضرت ابو الاعور سعید بن زید عدوی قرشی رضی اللہ عنہ

آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔غزوہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابو محمد طلحہ بن عبداللہ تیمی قریشی کے غلہ بردار اونٹوں کے قافلے کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ستر سال سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۵۱ھ میں وفات پائی۔قبر مدینہ منورہ میں ہے۔(۵۱)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ

کنیت ابوقتادہ اور لقب "فارس رسول اللہ" ہے۔ غزوہ احد اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں شریک ہوئے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ (۵۲)

حضرت اسید بن حضیر سماک انصاری رضی اللہ عنہ

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اسلام قبول کیا۔ عقبہ ثانیہ میں جماعت کے ساتھ شریک ہوئے ۔غزوہ احد اور دوسرے غزوات میں شرکت کی۔ غزوہ احد میں آپ کے جسم پر سات زخم لگے۔ ۲۱ھ میں وفات پائی۔ (۵۳)

حضرت (ابوعمر) قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

آپ اہل عقبہ اور اہل بدر سے ہیں۔ ان کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر یا احد کے دن ایک آنکھ میں زخم آیا، جس کی وجہ سے آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ اپنے دست مبارک میں لے کر چشم خانہ میں رکھ دی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے کہیں زیادہ روشن ہوگئی۔ ۲۳ھ میں وفات پائی۔ (۵۴)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ

حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام، فقیہ اور بزرگ تھے۔ ہجرت کے آٹھویں سال میں وفات پائی۔ (۵۵)

حرف الباء

حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ پیغمبر خدا علیہ السلام کے موذن تھے۔ آپ پہلے غلام ہیں، جنہوں نے مکہ میں اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ غزوہ بدر اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں شریک ہوئے۔ بالآخر شام میں مقیم ہوگئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ آئے، اذان دی اور مدینہ کے باشندوں پر حضور علیہ السلام کے سانحہ ارتحال کی یاد تازہ کردی۔ ساٹھ سال سے کچھ زیادہ عمر پاکر ۱۷ھ میں وفات پائی۔ (۵۶)

حضرت براء بن عازب بن حارث بن عدی الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے۔ لوگوں نے کنیت ابوعمر بھی بیان کی ہے۔ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے والد بھی صحابی

تھے۔ پندرہ غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ صغر سنی ہی میں ایمان لائے۔ آپ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔ امیر المومنین حضرت علی کے ساتھ منافقوں سے جنگ کی۔ ۲۷ھ میں وفات پائی۔ (۵۷)

[مصنف نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں آنے والے تمام لوگوں کو منافق کہا ہے، جو ان کا تشدد اور انتہائی بے راہ روی ہے۔ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم (جمل میں) اور (صفین میں) حضرت امیر معاویہ، عمرو بن عاص اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مد مقابل تھے، سب کو منافق کہنا نہایت غلط بات ہے۔ مترجم]

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ انس بن مالک کے بھائی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا، "اکثر پرانے لباس والے جو لوگوں کے درمیان معتبر نہیں ہوتے، مگر جب وہ خدائے جل وعلیٰ سے قسم کھا بیٹھتے ہیں، تو یقیناً خدائے تعالیٰ ان کی قسم کو سچ کر دکھاتا ہے، انہیں میں سے براء بن مالک بھی ہیں"۔ ۲۰ھ میں وفات پائی۔ (۵۸)

حضرت بعلیٰ (یعلیٰ) بن امیہ رضی اللہ عنہ

اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں۔ باپ کا نام امیہ یا منیہ بن عبید ہے۔ مہاجرین میں سے تھے۔ جمل کی لڑائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں یمن کے حاکم رہے۔ (۵۹)

حضرت بعلیٰ (یعلیٰ) بن ثقیف رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے طائف کے قید خانے کو توڑ ڈالا اور قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (۶۰)

حضرت براء بن معرور سلمی رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیب تھے۔ ہجرت کے پہلے سال وفات پائی۔ (۶۱)

حضرت بریدہ بن خصیب بن عبداللہ بن حارث بن عارج بن اسعد اسلمی رضی اللہ عنہ

قریہ عموم میں رہتے تھے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آبادی میں نزول فرمایا، انہوں نے خدمت نبوی کی سعادت کی توفیق پائی اور ہر طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کرتے رہے، نیز مشرف باسلام ہوئے۔ قریہ عموم ہی میں مقیم رہے۔ واقعات غزوہ بدر واحد کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات ونوازشات سے سرفراز ہوئے۔ ۱۶ غزوات میں سرکار کے ساتھ رہے۔ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ (۶۲)

حضرت بشر بن ارطاب قرشی عامری رضی اللہ عنہ

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ میں ہیں۔ حسن تدبیر میں بہت مشہور تھے۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت بشیر بن سعد انصاری بدری رضی اللہ عنہ

آپ حضرت نعمان کے والد ہیں۔ جنگ عین التمر میں خالد بن ولید کے ساتھ تھے۔ ۱۲ھ میں اسی جگہ شہید ہوئے۔ (۶۳)

حضرت بلال بن حرث بن عصمت (حارث بن عصم) رضی اللہ عنہ

آپ اہل مدینہ سے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع عقیق کو جدا کر کے آپ کو دیا۔ آپ فتح مکہ کے دن پرچم اسلام اٹھانے والوں میں تھے۔ کتب سنن اور بخاری و مسلم میں آپ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ (۶۴)

حرف التاء

حضرت تمیم بن اوس دارانی (داری) رضی اللہ عنہ

۷ھ میں مسلمان ہوئے۔ غزوہ تبوک سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے وقت ایک جماعت کو لے کر آئے۔ عہد فاروقی میں مدینہ کے اندر سخت آگ لگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت تمیم کے پاس گئے، کہا اٹھو! اس آگ کے پاس جاؤ! انہوں نے جواب دیا، میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ حضرت عمر نے بہت اصرار کیا، تو گئے، اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، آگ اسی وقت غار میں چلی گئی۔ (۶۵)

حرف الثاء

حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ

آپ انصار کے خطیب تھے۔ لوگ آپ کو "خطیب رسول" صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کرتے۔ غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ شواہد میں یہ واقعہ مرقوم ہے۔

(ثابت کہتے ہیں) میں ایک سریہ میں نکلا، دشمنوں کے جاسوسوں کو دیکھا، اور بھاگنے لگا، میرے ایک ساتھی کا

گھوڑا پھسلا اور اس کی ران پر گرا، اس کی ران کی ہڈی کھجور کے بیج کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی، میں نے کہا، اٹھو! تمہیں دوسری جگہ لے جاؤں، اس نے کہا، کیا تم مجھے گھسیٹو گے؟ میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا، ایک رات اور ایک دن مسلسل چلتا رہا، اچانک وہ ساتھی پیچھے سے آ پہنچا، کیوں کہ اس کا پیر اچھا ہوگیا تھا، اور زخم کے آثار بھی مٹ چکے تھے، اس نے یہ واقعہ بیان کیا، سفید گھوڑے پر سوار ایک شخص میرے پاس آیا، اپنا ہاتھ میری ران پر پھیر دیا اور مجھ سے کہا، یہ دعا پڑھو:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ.

میں نے دعا پڑھی، میرا زخم اچھا ہوگیا، ۱۱ھ میں وفات پائی۔ (٦٦)

حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ

بیعت رضوان میں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے۔ ۴۵ھ میں وفات پائی۔ (٦٧)

حضرت ثعلبہ بن غنم بن عدی انصاری سلمی خزرجی رضی اللہ عنہ

آپ نے بنی سلمہ کے بتوں کو توڑا تھا۔ غزوہ خندق ۴ھ میں شہید ہوئے۔ ایک قول کے مطابق غزوہ خیبر ۶ھ میں شہادت پائی۔ (٦٨)

حضرت ثوبان حکمی رضی اللہ عنہ

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ سفر و حضر میں ہمیشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حمص چلے گئے اور وہاں ۵۴ھ میں وفات پائی۔ (٦٩)

حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ

جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (٧٠)

حرف الجیم

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی کے بھائی ہیں۔ مہاجرین میں ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ فتح خیبر کے موقع پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے استقبال کیا اور آپ سے معانقہ کیا، فرمایا "میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے کی مجھے زیادہ خوشی ہے یا فتح خیبر کی"۔ آپ کی آمد مدینہ ۷ھ میں ہوئی اور شہادت غزوہ موتہ ۸ھ میں ہوئی، عمر ۴۱ برس پائی۔ (٧١)

حضرت جابر بن عبداللہ اسلمی رضی اللہ عنہ

آپ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ ترین صحابہ میں ہیں اور حیدر کرار کے احباب میں تھے۔(۷۲)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ اپنے وقت کے حسین وجمیل شخص تھے۔ رمضان ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔(۷۳)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعبدالرحمٰن تھی۔ حدیث نبوی کا مخزن تھے۔ ۱۹ غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ آپ کے والد (عبداللہ) صحابی تھے۔ ۶۴ھ میں وفات پائی۔ بعض لوگوں نے سال وفات ۷۸ھ بتایا ہے۔ آپ نے ۹۴ رسال عمر پائی۔(۷۴)

حضرت جہجاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ

آپ مہاجر ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے انہیں اسلام لانے سے پہلے اپنے ساتھ کھلانے کی عزت بخشی۔(۷۵)

حضرت جابر بن صخر بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مشکل مہموں پر متعین کرتے اور آپ مظفر ومنصور لوٹتے۔ ۳۰ھ میں وصال ہوا۔(۷۶)

حضرت جعفر بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ

غزوہ حنین میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔(۷۷)

حضرت جابر بن سمرہ عامری رضی اللہ عنہ

آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ۷۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔(۷۸)

حضرت جنادہ بن ابی الامیہ الازدی رضی اللہ عنہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بڑی عزت افزائی کرتے۔ ۶۷ھ میں وفات پائی۔(۷۹)

حضرت جنادہ الحصہ اوسی رضی اللہ عنہ

سال مذکور (۶۷ھ) میں وفات پائی۔ (۸۰)

حرف الحاء

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی ہیں۔ سرکار نے آپ کو اسد اللہ اور اسد رسول اللہ کے لقب سے یاد فرمایا۔ آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے۔ قدیم الاسلام تھے۔ ۲ نبوی میں ایمان لائے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد ۳ھ میں شہادت پائی۔ سرکار نے فرمایا، حمزہ کو کفن نہ پہناؤ، ان کو خون آلود پیراہن ہی میں دفن کردو۔ (۸۱)

حضرت حارث بن ہشام قریشی مخزومی رضی اللہ عنہ

آپ حضرت خالد بن ولید کے چچازاد بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ آپ فضلائے صحابہ میں تھے۔ واقعہ تبوک (یرموک) سے پہلے شام کی کسی نواحی جنگ میں اھ میں شہید ہوئے۔ (۸۲)

حضرت حریمہ (خزیمہ) بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تنہا گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔ غزوہ بدر وغیرہ میں شرکت کی۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں پیش پیش رہے۔ ۳۷ھ میں حضرت امیر معاویہ کے حامیوں نے آپ کو شہید کیا۔ (۸۳)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ

شواہد کا مصنف لکھتا ہے، آپ ایک سفر میں حضور کے ساتھ رہے۔ تاریک رات میں اونٹ بھاگے، سامان گر پڑا، آپ کی انگلیاں شمع کی طرح روشن ہوگئیں، آپ نے گرے ہوئے سامان یکجا کیے اور اونٹوں پر لاد دیا۔ (۸۴)

حضرت حراب بن حرمہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ بدری صحابی ہیں۔ تمام غزوات میں شریک تھے۔ ۶۷ سال عمر پائی۔ ۴۰ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات ہوئی۔

حضرت حکیم بن حرام (حزام) رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔صاحب علم وفضل اور تقوی شعار صحابی تھے۔زندگی کے ۶۰ رسال جاہلیت میں بسر کیے اور ۶۰ رسال اسلام کی حالت میں گزارے۔۵۴ھ میں مدینہ کے اندر وفات پائی۔(۸۵)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالولید ہے۔شاعر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت کہتے تھے۔ان کے حق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خدایا! روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد کر"۔آپ نے ۶۰ رسال جاہلیت میں بسر کیے اور ۶۰ رسال حالت اسلام میں گزارے۔۶۰ھ میں وفات پائی۔(۸۶)

حضرت حرث (حارث) بن نوفل رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سال وفات پائی۔(۸۷)

حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ نے بدر کے دن شہادت پائی۔(۸۸)

حضرت حارثہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ

آپ اہل بدر سے ہیں۔ان ہی بہادروں میں ہیں، جنہوں نے غزوہ احد میں ثبات واستقامت کا شیوہ اختیار کیا اور وہیں شہادت پائی۔آپ مشہور جنگجو تھے۔

حضرت حجر بن عدی معروف بہ حجر الادبر و حجر الآخر رضی اللہ عنہ

آپ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔جمل اور صفین کے معرکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں تھے۔۵۱ھ میں حضرت امیر معاویہ کے حکم پر قتل کیے گئے۔(۸۹)

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوسریحہ ہے، اسی کنیت سے آپ کی شہرت ہوئی۔حدیبیہ میں بیعت الرضون کا شرف حاصل کیا۔۴۲ھ میں وفات پائی۔(۹۰)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازداروں میں تھے۔ کبار صحابہ میں ہیں۔ آپ کے والد بھی صحابیت سے مشرف تھے۔ غزوہ احد میں باپ بیٹے دونوں نے شرکت کی۔ یمان غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ نے خندق کے دن عمدہ خدمات پیش کیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مداین کے گورنر تھے۔ ۳۶ھ میں بمقام مداین وفات پائی۔ (۹۱)

حضرت حنظلہ بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ غزوہ احد میں شہید کیے گئے۔ غسیل الملائکہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (۹۲)

حضرت حصین بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

آپ بدری صحابی ہیں۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے۔ ۳۳ھ میں وفات پائی۔ (سن وفات میں خطا ہے جب کہ آپ جنگ صفین ۳۷ھ میں بھی شریک رہے۔ مترجم)

حضرت حکم بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ

کنیت ابو خالد ہے۔ جنگ موتہ میں شہادت پائی۔ (۹۳)

حضرت حویطب بن عبدالعزی قریشی عامری رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین میں شرکت کی۔ لیکن مولفۃ القلوب تھے۔ بعہد امیر معاویہ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ (۹۴)

حضرت حارصہ بن ابی حازم احمسی رضی اللہ عنہ

آپ قیس کے بھائی ہیں۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ بہت بہادری دکھائی اور جام شہادت نوش کیا۔

حرف الخاء

حضرت خالد بن ولید قریشی مخزومی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو سلیمان ہے۔ آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم

تھیں۔ ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیف اللہ" خطاب عطا فرمایا۔ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف میں لشکر اسلام کے ساتھ تھے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں روایت کیں۔ ۲۱ھ بمقام حمص وصال ہوا۔ (۹۵)

حضرت خفاف بن ندبہ رضی اللہ عنہ

ماں کی طرف منسوب ہیں۔ آپ کے والد عمیر بن حارث شاعر تھے۔ عمر بن خطاب کے زمانہ تک زندہ رہے۔ (۹۶)

حضرت خباب بن الارت ابو عبداللہ خزا (خزاعی) رضی اللہ عنہ

آپ نسبا تمیمی ہیں۔ ایام جاہلیت میں گرفتار ہو گئے تھے۔ ماں نے ان کو خزاع سے خرید کر آزاد کیا، جس کی بنا پر آپ کی نسبت خزاع کی طرف کی جاتی ہے۔ ۶ نبوی میں ایمان لائے۔ پہلے شخص ہیں، جن کو اسلام لانے کی پاداش میں سخت سزائیں دی گئیں۔ ان شدائد کے باوجود اسلام پر قائم رہے۔ تمام غزوات میں اسلامی لشکر کے ساتھ رہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں یاد کیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ آپ اہل بدر سے ہیں۔ ۳۷ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ (۹۷)

حضرت خوات بن جبیر بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ ۴۲ھ میں وفات پائی۔ (۹۸)

حرف الدال

حضرت دحیہ کلبی بن فروہ رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی ہیں۔ حضرت جبریل امین اکثر اوقات آپ کی شکل میں متشکل ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے۔ غزوہ خندق میں شریک تھے۔ آپ بہت حسین وجمیل تھے۔ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ آتے، تو اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لیے امنڈ پڑتے اور مشہور ہو جاتا "دحیہ مدینہ میں آئے ہیں"۔

آپ تاجر تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کرتے حضرات حسنین کے لیے پھل اور میوے اپنی آستین میں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے، حسنین کھیل کے طریقہ پر آپ سے لپٹ جاتے اور زبردستی میوے حاصل کر کے تناول فرماتے۔ حسنین کی اس ادا سے آپ بے حد مسرور ہوتے۔ ایک دن جبریل امین دحیہ

کلبی کی صورت میں وحی الٰہی لے کر نازل ہوئے، حضرات حسنین دحیہ کلبی سمجھ کر آپ سے لپٹ گئے، جبریل کو حیرت ہوئی، کہ ماجرا کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کے معاملہ کو بیان فرمایا، جبریل امین نے حضرات حسنین کی دل جوئی کے لیے اسی وقت جنت کی طرف توجہ کی اور میوہ جنت حاصل کر کے حسنین کو عطا فرمایا۔ حضرت دحیہ کلبی نے ۴۱ھ میں وفات پائی۔ (۹۹)

حرف الذال

حضرت ذوالشمالین بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اسم گرامی عمیر ہے۔ آپ کو ذوالیدین بھی کہا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے یکساں طور پر کام کرتے تھے۔ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ (۱۰۰)

حضرت ذوالبجادین عبداللہ بن عبدالنہم رضی اللہ عنہ

عہد رسالت ہی میں غزوہ تبوک میں آپ کا وصال ہوا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے آپ کو دفن فرمایا۔ (۱۰۱)

حضرت ذرعہ بن عامر اسلمی رضی اللہ عنہ

شہدائے احد میں سب سے پہلے آپ مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ (۱۰۲)

حرف الراء

حضرت ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ رضی اللہ عنہ

آپ بدری صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ تیس سال زندگی پائی۔ (۱۰۳)

حضرت ربیعہ بن کعب بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوفراس تھی۔ اصحاب صفہ سے تھے۔ صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں آپ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ آپ نے بارگاہ رسالت کی حاضری کو لازم قرار دے لیا تھا کبھی آستانہ نبوی سے دور نہیں رہے۔ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مدینہ سے نکلے اور بلاد اسلم میں سکونت اختیار کی، چھیاسی سال کی عمر پا کر ۶۳ھ میں انتقال کیا۔ (۱۰۴)

حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ

غزوہ احد وخندق اور اکثر جنگوں میں شریک ہوئے۔غزوہ احد کے دن آپ کو ایک تیر لگا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،"انا اشھد لک یوم القیامۃ" میں قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔بعمر چھیاسی سال ۷۳ھ میں رحلت فرمائی۔(۱۰۵)

حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو معاذ ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ کی سند سے حدیثیں نقل کی ہیں۔آپ اہل بدر سے ہیں۔دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوئے تھے۔جمل اور صفین کی جنگوں میں حضرت علی کی حمایت میں بہادری کے جوہر دکھائے۔۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔(۱۰۶)

حضرت رفاعہ بن عمرو بن نوفل انصاری رضی اللہ عنہ

غزوہ احد میں شہید ہوئے۔(۱۰۷)

حضرت رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

آپ مکہ کے مشہور پہلوان تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سفر میں گئے،جب واپس ہوئے ،سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت حق دے رہے ہیں۔ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کے لیے مکہ کے پہاڑوں پر تشریف لے جا رہے تھے،وہ سامنے آئے،ان کے دل میں خیال پیدا ہوا،کہ اگر محمد کشتی میں مجھ پر غالب ہو جائیں گے،تو میں یقین کرلوں گا،کہ آپ پیغمبر برحق ہیں۔انہوں نے کہا،اے محمد! رسالت کا دعوی معجزہ چاہتا ہے۔میں آپ سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ کشتی میں مجھے پچھاڑ دیں،(تو میں ایمان لاؤں) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،ٹھیک ہے!پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور پہلوانی کے تمام داؤ پیچ کے ساتھ لڑنے لگے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ کھڑے رہے(اس کا کوئی داؤ نہ چل سکا) بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زمین پر پٹخ دیا۔وہ اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔۴۱ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(۱۰۸)

حضرت رویفع بن ثابت بن سکن رضی اللہ عنہ

آپ صاحب روایت صحابی ہیں۔بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔۵۶ھ میں وفات پائی۔(۱۰۹)

حرف الزاء

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

پیغمبر علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کنیت ابو اسامہ۔ آپ کا نام قرآن مجید میں ذکر کیا گیا:
فلما قضی زید منها وطرا زوجنا کها .الآیة
آپ پہلے مرد ہیں، جو ایمان لائے۔ غزوہ بدر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے۔ "روضۃ الاحباب" میں ہے کہ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے آزاد کردہ غلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے (متبنیٰ) اگر کوئی حضرت زید کو زید بن محمد نہیں کہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آزردہ (رنجیدہ) ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر اتنی مہربانی فرمائی کہ اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش کو آپ کے نکاح میں دیا۔ ۸ھ میں بعمر ۵۵ سال وفات پائی۔ (۱۱۰)

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کاتب وحی اور عہد عثمانی میں قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے ایک اہم رکن تھے۔ ۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر انتقال کیا۔ (۱۱۱)

حضرت زید بن ملحان رضی اللہ عنہ

آپ نے غزوہ خیبر میں شہادت پائی۔ (۱۱۲)

حضرت زہیر بن عجوہ رضی اللہ عنہ

غزوہ حنین کے دن جام شہادت نوش کیا۔

حضرت زبرقان حصین بن بدر رضی اللہ عنہ

قبیلہ سعد سے نسبی تعلق رکھتے ہیں، حسن و جمال کی وجہ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو زہیر کے لقب سے یاد فرمایا اور ان کو ان کی قوم کے اموال صدقات کا عامل مقرر کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو اسی منصب پر باقی رکھا۔ (۱۱۳)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ

شواہد میں نعمان بن بشیر کی روایت ہے کہ زید نے درد گلو کی وجہ سے وفات پائی ظہر اور عصر کے درمیان میں نے

ان کو سلا دیا اور ان پر چادر ڈال دی، نماز شام کے بعد اٹھے اور امیر المومنین حضرت عمر کی تعریف بیان کی، کہ وہ خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اعلان کر دیا، کہ طاقت ور کمزوروں پر ظلم نہ کریں۔ (۱۱۴)

حضرت زر بن حبیش الاسیدی قاری رضی اللہ عنہ

امام یافعی لکھتے ہیں، آپ بہت عظیم علمی شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (معلم امت) رضی اللہ عنہ علوم دینیہ کے مسائل آپ سے دریافت کرتے۔ ۸۲ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت زہیر بن قیس البلوی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوشداد ہے۔ آپ صاحب روایت صحابی تھے۔ ۷۶ھ میں رومیوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت زہرہ بن حویہ بن عبداللہ بن زیاد تمیمی سعدی رضی اللہ عنہ

جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ (۱۱۵)

حضرت زید بن صوحان بن حجر بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ کو ابو عائشہ کہتے ہیں، جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ (۱۱۶)

حضرت زید بن ارقم بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعمرو ہے۔ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ۱۷ غزوات میں شریک ہوئے اور جنگ کی۔ آپ کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۶۶ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ (۱۱۷)

حضرت زید بن خاطب بن امیر بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ

آپ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت زید بن سہل بن الاقود انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوطلحہ ہے۔ بدری صحابی ہیں۔ ماہر تیر انداز تھے۔ ۳۴ھ میں بعمر ۷۷ سال وفات پائی۔ (۱۱۸)

حرف السین

حضرت سعد بن معاذ نعمان انصاری اشہلی رضی اللہ عنہ

آپ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ ابو عمرو کنیت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "سید الانصار" خطاب مرحمت فرمایا۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ غزوہ خندق کے دن انصار کو ترغیب دے رہے تھے۔ بنی قریظہ کے مقابلے میں آپ نے قتل کا حکم صادر کیا، یہ واقعہ خندق کے بعد ۵ ھ میں پیش آیا، اس کے ایک مہینہ بعد ۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (۱۱۹)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں فرمایا "سلمان منا اهل البیت" یعنی سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔ آپ کی اصل اصفہان سے ہے۔ نسبی رشتہ منوچہر (شاہ ایران) تک پہنچتا ہے۔ آپ غلام بنا لیے گئے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک یہودی سے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۷ ھ میں وفات پائی۔ (۱۲۰)

حضرت سہل بن رومی بن وقش انصاری رضی اللہ عنہ :۔ (۱۲۱)

حضرت سہل بن عدی بن زید انصاری رضی اللہ عنہ :۔ (۱۲۲)

حضرت سہل بن قیس بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ :۔ (۱۲۳)

حضرت سلم انصاری رضی اللہ عنہ

یہ لوگ معاذ بن جبل کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، سب نے غزوہ احد میں شہادت پائی۔

حضرت سہل بن سعد بن مالک انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ

کنیت ابو العباس ہے۔ ان کا نام "حزن" تھا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام "سہل" رکھا۔ مشاہیر صحابہ میں ہیں۔ مدینہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔ ۹۱ ھ میں وفات پائی۔ (۱۲۴)

حضرت سمرہ بن جندب بن ہلال رضی اللہ عنہ

آپ انصار کے حلیف تھے، ان کی ماں کو ایک انصاری لائے تھے، آپ مشہور صحابی ہیں، حدیث نبوی کی بکثرت روایت کی۔

۹۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔(۱۲۵)

حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ

آپ قدیم الاسلام ہیں۔آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔وہیں انتقال کیا۔آپ کی بیوی سودہ بنت ربیعہ (زمعہ) جب بیوہ ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔(۱۲۶)

حضرت سنان بن ابی سنان بن محصن اسیدی رضی اللہ عنہ

۳۳ھ میں وفات پائی۔(۱۲۷)

حضرت سلم بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کو سلمان بن سلام بھی کہتے ہیں اور سلمان مخیر بھی کہا جاتا ہے۔۶۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت سلم بن اسلم بن حریش انصاری رضی اللہ عنہ

آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔(۱۲۸)

حضرت سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بازار مدینہ کا عامل مقرر کیا تھا۔(۱۲۹)

حضرت سعید بن ثابت بن جدع رضی اللہ عنہ

آپ طائف میں شہید ہوئے۔

حضرت سعید بن ربیعہ بن عدی ازدی

حضرت سلم بن عمرو بن عبدالمسنس العادی

حضرت سلیم بن مسعود بن سنان انصاری

حضرت سویط بن سعید (سعد) بن حرملہ (حریملہ) رضی اللہ عنہم

یہ تمام حضرات مہاجرین حبشہ میں سے ہیں، سویط بن سعد بن حریملہ بہت مزاح کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی باتوں پر تبسم فرماتے۔ (۱۳۰)

حضرت سعید بن عدی انصاری، حضرت سہل بن حمان انصاری رضی اللہ عنہما

یہ حضرات جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری ساعدی خزرجی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوثابت اور ابوقیس ہے۔ بارہ نقبا میں سے ایک اہم نقیب ہیں۔ انصار کے رئیس اور سردار تھے۔ آپ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت کا شرف حاصل کیا۔ شواہد میں ہے، جنگ احزاب میں بنی قریظہ کے ایک مشرک کے تیر سے شہید ہوئے۔ سکرات کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا، الٰہی! سعد نے تیرے راستہ میں زخم کھائے اور تیرے رسول کی تصدیق کی، تو اس کی روح کو بطریق احسن اٹھانا۔ جب آپ ان کی منزل سے باہر تشریف لائے، جبریل امین وحی لے کر حاضر ہوئے، اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کس صحابی کا انتقال ہوا ہے، کہ آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے گئے ہیں اور عرش الٰہی اس کی موت سے ہل گیا۔ پیغمبر واپس ہوئے اور سعد کے پاس پہنچے دیکھا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ نماز جنازہ پڑھ کر بقیع بھیج دیا۔ ۱۵ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۱)

حضرت سوید بن نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

غزوہ خیبر، بیعت الرضوان اور غزوہ احد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کی۔ جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں شہید ہوئے۔ (۱۳۲)

حضرت سہل بن بیضا بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

اصحاب بدر میں شمار کیے جاتے ہیں، ۹ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۳)

حضرت سہل بن حنیف بن واہب انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوسعید ہے، بدری صحابی اور قدیم الاسلام ہیں، تمام غزوات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ رہے، جمل اور صفین کی جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ ۳۸ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۴)

حرف الشین

حضرت شیبہ بن عثمان بن عبداللہ ضری القریشی رضی اللہ عنہ

آپ کو فن بن ابی طلحہ کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ جنگ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر داد شجاعت دی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی ''اے خدا! تو اس کے ایمان کو ثابت رکھ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باب کعبہ کی کنجی آپ کے حوالے کی۔ خانہ خدا میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۵)

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

آپ اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں، آپ کے باپ عبداللہ بن مطاع تمیمی تھے، ۱۸ھ میں مرض طاعون میں ملک شام میں وفات پائی۔ (۱۳۶)

حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا شمار مشاہیر صحابہ میں ہوتا ہے، کیوں کہ آپ کو علم وحکمت کی دولت عطا کی گئی تھی۔ ۷۵ رسال کی عمر میں ۵۸ھ میں وفات پائی۔ (بیت المقدس میں دفن کیے گئے) (۱۳۷)

حرف الصاد

حضرت صفوان بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ

حضرت علی کے دور خلافت کی ابتدا میں وفات ہوئی۔ (۱۳۸)

حضرت صہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ کو خالد بن عمرو بھی کہتے ہیں، ثقہ مشہور ہیں۔ ۳۸ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۹)

حضرت صلبہ بن اشیم رضی اللہ عنہ

بعمر ۱۳۸ ر سال وفات پائی۔ (۱۴۰)

حرف الضاد

حضرت ضرار بن مقرن رضی اللہ عنہ

۲ھ میں وفات پائی۔ (۱۴۱)

حضرت ضمام بن ثعلبہ سعدی رضی اللہ عنہ

۹۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۴۲)

حرف الطاء

حضرت طارق بن شہاب بن عبدالشمسؓ رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ (آپ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوفہ میں قیام کیا) (۱۴۳)

حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ

ماں کی جانب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ (۱۴۴)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

بعثت نبوی کے بعد مکہ آئے۔ قریش نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے روک دیا تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے، اس کے بعد اپنی قوم کو دعوت حق دینے کے لیے وطن لوٹے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، کہ میرے لیے کوئی ایسی نشانی مرحمت فرمایئے کہ قوم میری باتوں کو قبول کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی، جب وہ اپنی قوم کے درمیان پہنچے، ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک روشنی ظاہر ہوئی۔ ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی پوری قوم کے اسلام قبول کرنے کی دعا کی درخواست کی، پھر اپنی قوم میں تشریف لائے اور تمام قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ خیبر اور خندق کی جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ بالآخر شہادت پائی۔ جنگ (یمامہ) میں آپ کے بیٹے عمرو بن طفیل بھی زخمی ہوئے۔ مگر وہ صحت یاب ہوگئے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں شہادت پائی۔ (۱۴۵)

حضرت طفیل بن طریق بن العاص اوسی، حضرت طلحہ بن عتبہ انصاری اوسی رضی اللہ عنہما

جنگ یمامہ میں یہ دونوں اصحاب شہید ہوئے۔

حضرت طلحہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ

آپ کو اوس بن قائد کہتے ہیں۔ جنگ خیبر میں شہادت پائی۔

حرف الظاء

حضرت ظہیر بن رافع بن صریح رضی اللہ عنہ

آپ راوی حدیث ہیں۔ (۱۴۶)

حرف العین

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا، اپنے اسلام کو چھپاتے تھے، مشرکین مکہ کی خبروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرتے، خواہش تھی کہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کا مکہ میں ہی رہنا میرے حق میں بہتر ہے۔ انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے، کہ آپ غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ابوطالب کی وفات کے بعد "سقایہ" کی تولیت آپ کو مرحمت ہوئی۔ آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ بعمر ۸۸ رسال ۳۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وصال ہوا۔ (۱۴۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

آپ کے والد یاسر بنی مخزوم کے غلام تھے، وہ ابتدائے اسلام میں کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، آپ کی والدہ کا نام "سمیہ" تھا، جو کافروں کی سختی اور ایذا رسانی سے شہید ہوئیں (اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ پانے والی خاتون ہیں) آپ اولین مہاجرین میں شامل ہیں۔ اور اس جماعت میں شریک تھے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر حبشہ کی ہجرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طیب ومطیب کے لقب سے یاد فرمایا، انہوں

نے دونوں قبلہ کی سمت چہرہ کرکے نمازیں پڑھیں۔ غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں داد شجاعت دی۔ جنگ یمامہ میں جب مسلمان پسپا ہونے لگے، عمار بہت زخمی ہو چکے تھے، ان کے ناک کان کٹ کر کندھے پر لٹک رہے تھے۔ مسلمانوں کو للکارا، اس کے باوجود بھاگنے پر ثابت قدمی کو ترجیح دی اور کہا۔ "اے مسلمانو! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو، میں عمار بن یاسر یہاں ہوں، تم لوگ میرے پاس آؤ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جنت، علی، عمار، سلمان فارسی اور مقداد کی مشتاق ہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ معرکہ صفین ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کی عمر ۹۳ رسال تھی۔ (۱۴۸)

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم الاعمیٰ رضی اللہ عنہ

بدر کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عدم موجودگی میں آپ کو امامت کرنے کی اجازت دیتے اور اپنا نائب بناتے۔ عہد فاروقی میں جنگ قادسیہ کے بعد آپ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ (۱۴۹)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد تھے۔ (۱۵۰)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے عمدہ خدمات انجام دیں۔ بیر معونہ (۴ھ) میں چالیس صحابہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۱۵)

حضرت عبادہ بن خشخاش رضی اللہ عنہ (۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن قمح اسلمی رضی اللہ عنہ

کثیر المناقب صحابی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن حرام رضی اللہ عنہ

آپ بدری صحابی ہیں، صحیح بخاری و مسلم میں آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ (۱۵۳)

حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

بہت بہادر انسان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تیر اندازوں کی جماعت کا امیر مقرر کیا۔ (۱۵۴)

حضرت عمارہ بن مخلد بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ

(جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے۔)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

آپ اکابر انصار میں سے ہیں۔(۱۵۵)

حضرت عمرو بن حمام بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ (۱۵۶)

حضرت عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ (۱۵۷)

حضرت عبید بن المعانی بن نوران انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ

حضرت عبید بن النہیان رضی اللہ عنہ

جو عبداللہ بن سلمہ کے نام سے مشہور ہیں۔(۱۵۸)

حضرت عباس بن عبادہ بن فضل انصاری رضی اللہ عنہ (۱۵۹)

یہ تمام صحابہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم نقیب تھے۔ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں جو سرزمین شام پر واقع ہوا، شہادت پائی۔(۱۶۰)

حضرت عبادہ بن صامت بن قیس انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ

آپ انصاریوں میں پہلے شخص ہیں، جو اسلام لائے، بڑے فضائل ومناقب کے مالک تھے۔ صاحب عقل وتدبیر تھے۔ صحابہ آپ کی رائے اور تدبیر سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور ان کی بہت ہی عزت واحترام کرتے۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

۳۴ھ عمر ۷۲ سال وفات پائی۔(۱۶۱)

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ

آپ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بحرین کے عامل تھے۔ وہ علانیہ کرامت کے مالک تھے۔ مثلاً سطح آب پر چلتے، پتھر سے ٹھنڈا پانی نکالتے، شواہد میں مرقوم ہے، کہ جب وفات پائی، آپ کو قبر میں دفن کر دیا گیا، اس کے بعد یاد آیا کہ لوگوں نے ان کے کفن کی گرہ (بند) کو نہیں کھولا ہے، جب قبر کھولی گئی تو اس میں لاش موجود نہیں تھی۔ ۱۴ھ میں وفات پائی۔ (۱۶۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کنیت ابو عبدالرحمٰن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار خادم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور نعلین کی حفاظت فرماتے، تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ نے ان کے حق میں جنت کی بشارت دی ہے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

۳۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ ۶۵ رسال زندہ رہے۔ (۱۶۳)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

ہجرت کے پہلے سال آپ نے خواب میں اذان کو دیکھا، ۶۴ رسال کی عمر پا کر ۳۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۱۶۴)

حضرت عبدہ بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ضعضعہ بن وہب بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ (۱۶۵)

حضرت عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ (۱۶۶)

حضرت عبداللہ بن امیہ بن وہب رضی اللہ عنہ (۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن سہل بن زید انصاری حارثی رضی اللہ عنہ (۱۶۸)

حضرت عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط قریشی عموی (اموی) رضی اللہ عنہ (۱۶۹)

حضرت عمرو بن اوس بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ (۱۷۰)

یہ اصحاب رسول ایک قول کے مطابق غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

حضرت عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ

مشہور بہادر اور دلیر تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (۱۷۱)

حضرت عمر بن برہ رضی اللہ عنہ

"شواہد" کا مولف لکھتا ہے، کہ آپ نے جب اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کے مطابق قوم کو دعوت حق دینے کے لیے انہیں وطن روانہ کیا۔ پوری قوم ایمان لائی۔ صرف ایک شخص نے اسلام قبول نہیں کیا اور کہا، "میں اپنے خداؤں (بتوں) کو نہیں چھوڑوں گا" آپ نے اس کے حق میں بددعا کی، دعا قبول ہوئی۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

ایک قول کے مطابق ۷ھ اور دوسرے قول کے مطابق ۱۰ھ میں اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بہت تعظیم کرتے۔ نماز کی پابندی اس کثرت سے کرتے کہ وقت آنے سے پہلے ہی وضو کر کے انتظار میں بیٹھے رہتے "روضۃ الاحباب" میں "استیعاب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ خالد بن ولید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کو لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک چادر سے ان کے چہرے کی گرد صاف کی، اور انہیں کھانا کھلایا اور بہت دلجوئی فرمائی۔ عدی نے کہا، اے محمد! میں نے انبیا کے اخلاق کو بہت دیکھا اور پڑھا ہے، وہ سب آپ کے اندر موجود ہیں، آپ بے شک پیغمبر اور نائب خدا ہیں، مجھ پر اسلام پیش کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے بیعت لی اور مشرف باسلام کیا۔ اموال غنیمت کی حفاظت آپ کو سونپی۔ .... فرمایا، میں یہ کام تمہارے حوالے کرتا ہوں، جو خیانت کرے گا، گنہ گار ہوگا، جنگ صفین، نہروان، جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ آخر عمر میں کوفہ کے اندر قیام کیا، وہیں ۶۷ھ میں وفات پائی۔ (۱۷۲)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

فتح مکہ ۸ھ کے بعد اسی سال حضرت علی کی معرفت حضرت عکرمہ کی اہلیہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ عکرمہ کی اہلیہ یمن گئیں اور ان کو اسلام کی ترغیب دے کر اپنے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کی آمد کے بارے میں سنا، صحابہ سے ارشاد فرمایا "عکرمہ کے سامنے اس کے والد پر طعن

وتشنیع نہ کرنا" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "مرحبا بالراکب المهاجر" پردیسی سوار خوش آمدید۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نوازش کی۔ عکرمہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں میں آپ کی مخالفت میں کھڑا ہوا تھا، اب انہیں مقامات پر آپ کی دوستی اور حمایت میں کام کروں گا۔ اپنے اس قول کی تصدیق جنگ یرموک میں صدیق اکبر کی حمایت میں کی، کہ پیدل ہو کر کفار سے جنگ کی، اسی آدمیوں کو قتل کیا۔ صدیق اکبر کے دور خلافت میں جنگ اجنادین کے اندر شہید ہوئے۔ (۱۷۳)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ

غزوہ خندق میں مسلمان ہوئے۔ آپ کی کوشش سے اعراب اور یہودی منتشر ہو گئے۔ ((۱۷۴)

حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ

پہلے شخص ہیں، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ طلیحہ میں شہید ہوئے۔ (۱۷۵)

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ

آپ محدث تھے، چوں کہ آپ شیعان علی میں سے تھے، اس لیے موصل کے حاکم نے آپ کو قتل کرایا اور سر زیاد بن امیہ کے پاس بھیج دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا سر ہے، جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجا گیا۔ (۱۷۶)

حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ

آپ جنگ نہاوند میں شہید ہوئے۔ (۱۷۷)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

آپ کے والد عاص بہت مشہور ہیں۔ دین حق کی اشاعت میں عمرو بن عاص کی مساعی جمیلہ مشہور ہیں۔ ۶ھ میں ایمان لائے۔ بمقام مصر ۴۳ھ میں وفات پائی۔ (۱۷۸)

حضرت عباد بن الحرث (حارث) بن عدی رضی اللہ عنہ (۱۷۹)

حضرت عامر بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (۱۸۰)

حضرت عابد معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن قیظی بن نوزان انصاری رضی اللہ عنہ (۱۸۱)

حضرت عتاب والد سعید بن کعب رضی اللہ عنہ (۱۸۲)

حضرت علی بن العاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس قریشی رضی اللہ عنہ (۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن انس اسلمی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ثابت بن عتیک رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ (۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن مالک بن غنیم رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عتیک بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ (۱۸۵)

حضرت عمار بن عوص بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت عمارہ بن حزم بن زید رضی اللہ عنہ (۱۸۶)

حضرت عمرو بن طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ (۱۸۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ تمان انصاری رضی اللہ عنہ

آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن خنبل جمحی رضی اللہ عنہ

آپ مشہور صحابی ہیں۔ بہت سی حدیثیں روایت کیں۔

حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقی رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے دن آپ اسلام لائے۔ جنگ صفین میں مرتبہ شہادت پر پہنچے۔(۱۸۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

۴۶ھ میں وفات پائی۔(۱۸۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ

لوگ آپ کو شمشیر فوج کہتے تھے، حضرت عثمان کی خلافت کے آٹھویں سال وفات پائی۔(۱۹۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن سماک رضی اللہ عنہ

آپ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے ہاتھ سے بڑے بڑے کارنامے انجام پائے۔ آپ ہمیشہ لشکر کے امیر رہے۔ ۵۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائذ بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ

لوگ آپ کو امیر طائف کہتے تھے۔ قادسیہ کی جنگ میں حضرت سعد بن وقاص کے ساتھ بہت سرگرمی دکھائی۔ اسی جنگ میں شہادت پائی۔(۱۹۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

آپ بہت مالدار تھے، خدا کی راہ میں ۴۰ ہزار دینار اور ۳۰ ہزار باندیاں صدقہ کیں۔ غزوہ تبوک کے دن ۵ سو گھوڑے غازیان اسلام کو فی سبیل اللہ دیے۔ ۳۲ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی۔ چند بدری صحابیوں کے لیے آپ نے وظیفہ مقرر کیا تھا۔(۱۹۲)

حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ

آپ فضلائے صحابہ میں ہیں۔ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔(۱۹۳)

حضرت عمران بن حصین الخزاعی الکعبی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابونجید ہے۔ فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ آپ فقہائے صحابہ میں تھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ فرشتے انہیں سلام پیش کرتے تھے۔ تیس سال تک وہ دردِ شکم میں مبتلا رہے۔ ہر چند لوگوں نے آپ کو داغ لگانے کے لیے اصرار کیا، لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ جب آپ کی زندگی کے دو سال باقی رہ گئے، لوگوں نے داغ کیا۔ فرشتوں کا نظر آنا موقوف ہو گیا۔ جب زخم اچھا ہو گیا، تو فرشتے آنے اور سلام پیش کرنے لگے۔ ۵۲ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔ (۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں حکمت وفقہ اور تاویل کی دعا فرمائی تھی۔ آپ نے جبریل امین علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا، حبر امت تھے۔ ایک مرتبہ ان کی نظر ایک بہت خوب صورت عورت پر پڑی، دعا کی، الٰہی! تو مجھے اندھا کر دے، ایسا ہی ہوا، ان کا ایک بھتیجہ تھا، جو ان کا سہارا بنا۔ ایک دن وہ بھتیجہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ چچا (ابن عباس) نے اسے بلایا، وہ نہ آیا، انہوں نے دعا کی، الٰہی! مجھے بینا کر دے، ان کی آنکھوں میں روشنی آ گئی اور دیکھنے لگے۔ ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عباس کو بینائی اور نابینائی دونوں حالتوں میں دیکھا ہے۔ (۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ

آپ اصحاب بیعت رضوان میں تھے۔ معتبر صحابی تھے۔ کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔ عمر ۷۱ سال ۸۳ھ یا ۶۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۱۹۶)

حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آپ عبداللہ بن عباس کے بھائی اور ان سے ایک سال چھوٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چند سال یمن کے حاکم رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ (۱۹۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل یمنی رضی اللہ عنہ

آپ اصحاب شجرہ میں ہیں۔ آپ ان دس افراد میں سے ایک ہیں، جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ بھیجا تا کہ یہ لوگ بصرہ والوں کو احکام شرعیہ کی تعلیم دیں۔

بصرہ کے اندر ۶۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (۱۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمی قرشی رضی اللہ عنہ

آپ علم حدیث کے مخزن تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ آپ کو حدیث شریف لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ۶۷ھ میں طائف کے اندر ۷۲ رسال کی عمر میں وفات پائی۔ (۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن قرط الازدی رضی اللہ عنہ

پہلے آپ کا نام سلطان تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ اکابر صحابہ میں ہیں۔ آپ کی مرویات سنن ابی داؤد، نسائی اور دوسری کتب حدیث میں بہت زیادہ ہیں۔ ۵۵ رسال کی عمر میں بمقام روم شہید ہوئے۔ (۲۰۰)

حضرت عثمان بن عامر قریشی رضی اللہ عنہ

آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ کنیت ابو قحافہ ہے۔ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ ۹۹ رسال کی عمر پا کر ۱۴ھ میں وفات پائی۔ (۲۰۱)

حضرت عبداللہ حلادا لسلمی رضی اللہ عنہ

یہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ آپ کی روایات کتابوں میں منقول ہیں۔ ۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت عثمان بنی ابی العص بن بشر بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ

آپ صاحب حدیث صحابی ہیں۔ ۵۱ھ میں وفات پائی۔ (۲۰۲)

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ

خانہ کعبہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ ۴۲ھ میں وفات پائی۔ (۲۰۳)

حضرت عتبہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ

بنوقریظہ کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ ۸۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ

آپ صفہ والوں میں تھے۔ ملک شام میں سکونت گزیں ہو گئے تھے۔ وہیں ۷۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (۲۰۴)

حضرت عبید بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

جنگ حنین میں شہادت پائی۔(۲۰۵)

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی سے عمر میں ۲۰ رسال اور جعفر سے ۱۰ رسال بڑے تھے۔ یزید پلید کی حکومت کے پہلے سال وفات پائی۔آپ کے بیٹے مسلم بن عقیل امام حسین کی رفاقت میں (واقعہ کربلا سے پہلے) کوفہ کے اندر یزیدیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ان کے تفصیلی حالات اس کتاب میں "امام شہیداں" کے احوال میں آئیں گے۔(۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار قریشی رضی اللہ عنہ

آپ کی پیدائش ملک حبشہ میں ہوئی۔وہ پہلے فرزند ہیں، جو سرزمین حبشہ میں مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔بڑے سخی انسان تھے۔اس زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا۔بعمر ۹۰ رسال ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(۲۰۷)

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

جمل اور صفین کی لڑائیوں میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔۱۲۰ رسال کی عمر پاکر ۶۶ھ میں وفات پائی۔(۲۰۸)

حضرت امیر عون الحلیم الغفاری رضی اللہ عنہ

بہادر انسان تھے۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تلوار عنایت فرمائی تھی۔

حضرت عوف بن مالک الاشجع رضی اللہ عنہ

آپ اسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔خلافت ابوبکر میں شام گئے۔۷۳ھ میں ملک شام کے اندر وفات پائی۔(۲۰۹)

حضرت عدی بن عمیرہ بن زرارہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

آپ مشہور صحابی تھے۔۴۰ھ میں وفات پائی۔(۱۱۰)

حضرت عثمان بن مظعون جمحی قریشی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوسائب ہے،آپ کثیر المناقب والمآثر صحابی ہیں۔انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے لیے شراب کو حرام قرار دیا تھا۔مہاجرین میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مدینہ منورہ کے اندر ۲ھ میں وفات پائی۔(۲۱۱)

حضرت عبداللہ بن قیس بن سلیم اشعری رضی اللہ عنہ

آپ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمدہ خدمت انجام دی اور مختلف مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں ممتاز ہوئے اور خلفائے راشدین کی بھی رضا حاصل کی۔ آپ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ جو محدثین کے درمیان مشہور ہیں۔ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (۲۱۲)

حضرت عبید اللہ بن خلف القریشی رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے دن ایمان لائے، جنگ جمل کے دن شہادت پائی۔ (۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن الحرث بن حسین بن معدیکرب رضی اللہ عنہ

آپ مشہور راوی حدیث ہیں۔ آپ سے بہت زیادہ حدیثیں منقول ہیں۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔ (۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب العدوی رضی اللہ عنہ

اپنے والد حضرت عمر کے ساتھ مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ خندق اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ مکہ میں صاحب علم وزہد تھے۔ بہت حزم واحتیاط سے کام لیتے۔ ایک ہزار بلکہ اس سے زائد غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ ولادت آغاز نزول وحی سے ایک سال پہلے ہوئی۔ ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے تین ماہ یا چھ ماہ بعد وصال ہوا۔ (۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام اسدی قریشی رضی اللہ عنہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیت آپ کے نانا ابوبکر صدیق کے نام پر رکھی۔ آپ جماعت مہاجرین میں سب سے پہلے فرزند ہیں، جو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت اھ میں ہوئی۔ آپ کے شکم میں پہلی چیز جو داخل ہوئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہے۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بروز سنیچر ۱۷ر جمادی الآخرہ ۷۳ھ کو حجاج بن یوسف نے آپ کو شہید کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہ واقعہ مشہور ہے۔ (۲۱۶)

حضرت عبداللہ بن سہل بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ

خندق کے دن شہید ہوئے۔ (۲۱۷)

حضرت عمار بن عقبہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ

بنی غفار سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ غزوہ حنین میں شہادت پائی۔ (۲۱۸)

حضرت علیہ بن مرہ بن عابدہ رضی اللہ عنہ

جنگ موتہ میں شہادت پائی۔

حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت ۱۵ھ میں وفات پائی۔(۲۱۹)

حضرت عمار بن بشر رضی اللہ عنہ

شواہد میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رات تاریک تھی، حضرت اسید بن حضیر کے ساتھ آپ صحرا میں گئے، ان میں سے ایک صاحب کا عصا اتنا روشن ہوگیا کہ دونوں اس کی روشنی میں راستہ طے کرنے لگے، جب یہ حضرات ایک دوسرے سے جدا ہوئے، تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ صحابی رسول ہیں، ان کے زمانے میں مسلمانوں کے اندر کوئی شخص ان سے زیادہ سخی نہ تھا، اسی بنا پر لوگ آپ کو جواد کہتے تھے۔ حضرت علی کی صاحبزادی حضرت زینب آپ کے عقد میں تھیں۔ آپ کے دونوں صاحب زادے عون و محمد نے معرکہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزیدی لشکر سے جنگ کی اور شربت شہادت نوش کیا۔

عبداللہ بن جعفر کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔(۲۲۰)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ

حدیبیہ اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک رہے۔ آپ اصحاب شجرہ سے بھی ہیں۔ کوفہ میں آخری صحابی ہیں۔ جن کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔(۲۲۱)

حرف الفاء

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی سے جنگ کی۔ حجۃ الوداع میں حاضر تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق

جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ اکسٹھ سال عمر پائی۔(۲۲۲)

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ

خسرو پرویز کے قاصدوں میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حدیث کے راوی ہوئے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں رحلت فرمائی۔(۲۲۳)

حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ

احد وراس کے علاوہ غزوات میں شریک ہوئے، بیعت رضوان میں بھی شریک تھے، آپ دمشق میں سکونت گزیں ہوگئے تھے، وہیں ۵۲ھ میں وفات پائی۔(۲۲۴)

حرف القاف

حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن کے داماد تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاجب اور صاحب شرطی تھے۔ آپ کا شمار شرفا وفضلائے صحابہ میں ہوتا ہے۔ صاحب رائے وتدبیر صحابی تھے۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔(۲۲۵)

حضرت قبیصہ بن ذویب خزاعی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ۱ھ میں ہوئی، ان کو جب حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی، حق تعالیٰ نے آپ کو علم فقہ میں بصیرت عطا فرمائی۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔(۲۲۶)

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

آپ اصحاب عقبہ اہل بدر اور فضلائے صحابہ میں ہیں۔ ۲۳ھ میں وفات ہوئی۔(۲۲۷)

حضرت قثم بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم

آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صورتاً مشابہ تھے، ۵۴ھ میں سعید بن عثمان ذوالنورین کے ہمراہ سمرقند کی طرف گئے اور شہادت پائی۔(۲۲۸)

حرف الکاف

حضرت کعب بن عجرہ بلوی رضی اللہ عنہ

بعمر ۷۹ سال ۵۱ ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (۲۲۹)

حضرت کلثوم اوسی رضی اللہ عنہ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے آپ کے مکان پر نزول فرمایا۔ (۲۳۰)

حرف اللام

حضرت لبید عامری رضی اللہ عنہ

آپ مشہور شاعر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شاعری کے بارے میں ارشاد فرمایا، سب سے زیادہ صحیح جو عربوں نے کہا ہے، وہ لبید کا کلام ہے۔ ۴۱ ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ایک سو چالیس سال اور بقول بعض ایک سو پچاس برس عمر پائی۔ (۲۳۱)

حرف المیم

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

آپ قدیم الاسلام فضلائے صحابہ میں ہیں۔ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔ عقبہ ثانیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ بھیجا، اہل مدینہ کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے اور دین متین کے احکام سکھاتے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں لوگوں کو نماز جمعہ کے لیے اکٹھا کیا۔ آپ کی شان میں یہ آیت کریمہ "رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه" نازل ہوئی۔ چالیس سال عمر پا کر غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (۲۳۲)

حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ

آپ ان سات خوش نصیب انصاریوں میں سے ہیں، جو عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ جنگ بدر اور بعد کے غزوات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ یمن روانہ کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ ساتھ چلے۔ بعمر ۳۸ سال ملک شام کے اندر ۱۸ ھ طاعون عمواس میں وفات پائی۔ (۲۳۳)

حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ

آپ کو ابن اسود اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے والد اسود کے حلیف تھے یا اس لیے کہ اسود کی
والدہ کا نام عمرو ہے۔ آپ کو ابن اسود اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے والد اسود کے حلیف تھے یا اس لیے کہ اسود کی
آغوش میں تربیت پائی تھی۔ آپ قدیم الاسلام فضلاو نجباصحابہ میں ہیں۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
رفیق رہے۔ ۳۳ھ میں وفات پائی۔ (۲۳۴)

حضرت محمد بن مسلمہ بن سلمہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۴۴ھ میں وفات پائی۔ ۷۷ رسال کی عمر
پائی۔ (۲۳۵)

حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حجۃ الوداع کے سال ذی الحجہ (ذوالحلیفہ) میں پیدا ہوئے۔ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے۔
۳۸ھ مصر میں امیر معاویہ کے آدمیوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔

حضرت مسور بن مخرمہ القریشی رضی اللہ عنہ

آپ کا شمار فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے۔ ۶۴ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ۶۲ رسال عمر پائی۔ (۲۳۶)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو کریمہ ہے۔ ۸۷ھ میں عمر ۹۰ رسال وفات پائی۔ (۲۳۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ

خندق کے سال اسلام لائے، حضرت امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے امیر تھے۔ ۵۰ھ میں اسی جگہ وفات
پائی۔ (۲۳۸)

حضرت مغیرہ بن سعید (شعبہ) بن ابی عامر رضی اللہ عنہ

غزوہ خندق کے سال مشرف باسلام ہوئے۔ بہت بڑے دانش منداور عقل مند تھے۔ حضرت عمر نے آپ کو بصرہ
کا گورنر مقرر کیا، اس کے بعد کوفہ کی ولایت دی، ۱۳۶ / (۱۳۳) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سعید
(مغیرہ) نے قبول اسلام کے بعد ایک عورت سے نکاح کیا، بعض لوگ بات کہنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ۵۱ھ میں

وفات پائی۔(۲۳۹)

حرف النون

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

بنی ہاشم سے جو لوگ مشرف باسلام ہوئے، نوفل بن حارث ان تمام لوگوں میں سب سے بڑے تھے، حتی کہ اپنے چچا حمزہ اور عباس سے بھی عمر میں بڑے تھے۔ بدر کے روز جب عباس اور عقیل کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کچھ فدیہ دے کر خود اور اپنے بھتیجوں نوفل اور عقیل کو آزاد کرالیں۔

حضرت عمر فاروق کی خلافت کے دو سال گزرے تھے کہ ۱۵ھ میں وفات پائی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیدل ان کے جنازے کے ساتھ چلے۔(۲۴۰)

حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ

غزوہ خندق کے بعد اسلام لائے، حدیث کے راوی تھے۔ ۱۲۰ رسال عمر پا کر حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں رحلت پائی۔(۲۴۱)

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ

جنگ نہاوند میں شہید ہوئے۔(۲۴۲)

حضرت نعیم بن اوس رضی اللہ عنہ

تمیم کے بھائی ہیں۔ ۷ھ میں اسلام لائے۔(۲۴۳)

حرف الہاء

حضرت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب مرقال ہے۔ اس بنا پر کہ آپ دشمنوں سے جنگ کرتے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، صفین میں شاہ مرداں علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔

شامیوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔(۲۴۴)

حرف الواو

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

۸۵ھ میں شام کے اندر رحلت فرمائی۔(۲۴۵)

حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماں شریکی بھائی تھے۔ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔علی مرتضیٰ سے پہلے عراق کے حاکم تھے۔آپ آذر بائیجان گئے، وہیں رقہ میں وفات پائی۔(۲۴۶)

حرف الیاء

حضرت یسار رضی اللہ عنہ

پیغمبر اسلام کے غلام تھے۔سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کیا، تو اعراب نے انہیں گرفتار کیا اور دین حق کے جرم میں آپ کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالے۔آپ کی زبان اور آنکھ میں کانٹے چبھوئے، یہاں تک کہ وفات پاگئے، لیکن دین حق سے منحرف نہ ہوئے۔آپ کی لاش مدینہ لاکر دفن کردی گئی۔

لجہ دوم

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت خیر النساء فاطمۃ الزہراء، ائمہ وشہدائے کربلا، تابعین ملت مصطفیٰ محبین کلمات مجتبیٰ، فقہاء سبعہ شریعت غرا، قراء سبعہ، محدثین کلہم معلیٰ، مجتہدین ملت علیا اور دیگر فقہا رضوان اللہ علیہم کے احوال:

موج :۔ احوال حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

عرش اعظم برفعت قبول دعا، لوح قلم حقیقت عظما، کفیل وصال عبد ومعبود، وکیل نعت معدوم وموجود، تسمیہ حمد خدا، طمانیت قلب مصطفیٰ، کرسی ایوان جاہ وجلال لایزال، پایہ معراج اہل کمال، مبدأ ابتدائے مبتدا بن دین، غشاء ملتہم ے ملتجیان عین الیقین، قاسم آب آبروئے حشر، حامی امت روز بعث ونشر، پیشوائے پیروان حضرت مجتبیٰ، تاجدار ھل اتی حضرت علی مرتضیٰ داماد وابن عم وخلیفہ معظم سرور عالم علیہ وآلہ سلام :

سلام لاکلام اس مقدس ذات پر جو معبود آدم و اولیائے بنی آدم کے پاکیزہ گھر میں پیدا ہوا (جس کا مولد خانہ کعبہ ہے) آپ کے علوم "سلونی عما دون العرش" کے اسرار سے عاشقوں کے دلوں کے مے خانے قیام قیامت تک جوش میں ہیں۔ میدان لافتیٰ کے شہسوار، رکاب سے زین تک پہنچتے پہنچتے فرمان رب العالمین (قرآن مجید) ختم کرنے والے کہ آپ کے کلام صادق "لو کشف الغطاء مازدت الایقینا" کی شعاعوں کے اثر سے خاص و عام کے دلوں سے شرک کے خطرات کافور ہو گئے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "القرآن مع علی و علی مع القرآن" کے مطابق کتاب اللہ کے ہم جنب (پہلو) ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث "علی منی وانا منہ" کی فضیلتوں کے مورد جنہوں نے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کے کلک جواہر سلک سے کائنات کے دلوں کے صفحات پر تمام علوم جلی و خفی کو تحریر فرمایا۔ بمؤائے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" وہ یوسف مصر (علی) جنہوں نے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" کے حکم الٰہی کی تعمیل میں غایت مقام عبدیت کی بناپر رضائے حق کے بازار میں اپنی جان عزیز کی بیع کی بدولت پوری دنیا میں عزیزی کا پرچم لہرا دیا۔

اس شیرازہ اوراق کمالات کے فضائل اتنے کثیر ہیں، جو اس مختصر تذکرے میں سما نہیں سکتے، اس کے باوصف امت مسلمہ کے کس فرد پر پوشیدہ ہے، کہ کتاب کو محرومی سے بچانے کے لیے یہ حکایت درج کرتا ہوں، ایک دن بحر زخار کے مولف نے قبلہ گاہی قدوۃ العارفین سے التماس کیا، اگرچہ آنجناب (علی) کے مناقب مجلی، مدائح معلٰی ربع مسکون کے تمام باشندے کرتے ہیں، لیکن آپ کی زبان وحدت بیان سے ایک کلمہ سننے کی آرزو ہے کہ اس منقبت سے بڑھ کر دوسری منقبت نہیں ہو سکتی، کچھ تامل کے بعد فرمایا کہ علمائے امت اور ثقات ملت آپ کی اس رفعت شان پر ناز کرتے ہیں، کہ آپ کا مقام ولادت خانہ رب العالمین ہے اور آپ ختم المرسلین ساقی کوثر، شافع محشر کی خلافت کے خاتم ہیں۔ گھوڑے کی ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے کے درمیان پورا قرآن پڑھنے والے ہیں۔ بحر ولایت کے غواص، انا مدینۃ العلم کے منشاء، سخاوت و علم کی سیپی کے موتی، غروب آفتاب کے بعد اس کے طلوع ہونے کا سبب (آپ کے واسطے آفتاب غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا) محبوب رب العالمین کے محبوب، صاحب مناقب لافتی، مورد افضال ھل اتی، افضل آل عبائے سیادت، اکرم ذائقان شربت شہادت، قافلہ نکتہ سنجان میزان معانی، مجموعہ سیاح لامکانی، ان تمام فضائل و مناقب کے ساتھ ساتھ آپ تمام حقیقت شناس سلاسل کے مبدا اور جملہ طائفہ طریقت کا مرجع اور بنیاد ہیں۔

پس وہ تمام ابرار و اخیار، انقیا و اتقیا، غواص بحر غوثیت، ابدال منزل ابدالیت، اقطاب فلک قطبیت، عباد وادی فردیت، زہاد مقام زہدیت، سلاطین قلمرو کمال و یقین، مجموعہ صحاب مقام تمکین، سائر صائم الدہر و قائم اللیل، قافلہ مرتاضان خیل خیل، مجاہد میدان درویشی، مجروح صحرائے دل ریشی، صاحب قول قدمی و سبحانی، قوم منشاء حیات جاودانی، مورد اسرار قم باذنی و انا الحق کردہ بہ مقام محبوبیت مستحق، اصحاب مردان اولیاء اللہ لایموتون، طائفہ السابقون السابقون اولئک ھم المقربون عیسی دم و خضر قدم، مشاہد شاہد دم بدم، حاکم احکام بر و بحر، کاشف اسرار قضا و قدر، کوہ شکن نفس رانی، محبت انداز روح حیوانی، بادیہ پیمای سر اوقات اتصال، کارسازان کار اہل کمال، سر

اہل پر تو ول لی مع اللہ، مردان غیب

سبز فرمایان شاخ بی بر، جملہ مستغرق از ماسوی بیخبر، عمدہ امت رسول اللہ، اہل پر تو ول لی مع اللہ، مردان غیب، فضیل، شاہان لاریب گداخصیل، محیط بحر محیط کرامت، مفتح کار اہل معصیت وشامت، سایہ مجاذیب وسالک، قایل کل شی ھالک، جوان کمالات کے باوجود عالم میں پیرو مرشد ہیں، آپ کی متابعت کرنے والے اور ادنی خادم ہیں ۔ درحقیقت آپ کی ذات مبارک خلاق مقدمات مجاہدہ، حلال مشکلات مشاہدہ، ناخدائے کشتی بحر وصال، خداوند خانوادہ اہل کمل، توریت طریق توابی، انجیل بنائے اوابی، زبور آثار ترک ماسوی اللہ، فرقان احکام جاھدوا فی سبیل اللہ، جبریل سدرۃ المنتھی، فاذکرونی اذکرکم قول اللہ، اسرافیل نفاخ صور بترک ما یشغلک عن اللہ، میکائیل تقسیم حصول تمنای مست وہوشیار، عزرائیل قابض روح غفلت وبیدار، آدم ولیاء اولا وآدم، صندوق علوم وعلمک مالم تکن تعلم، شیث اسماء جلالی وجمالی، شعیب قریہ شوق لایزالی، ادریس ہندسہ نجوم بالا وپست، داؤد خوش نغمہ لحن الست، صالح صاحب ناقہ، ارمیاء کمال فوق الطاقہ، لوط ایمان آور اول باشرف النبیین، ہود کثیر الجود فی العرفین، عزیز وقوف احوال موت وحیات، اسموئیل امداد تابوت سکینہ نجات، ایوب اقلیم صبر وقناعت، سلیمان کشور سماء ہدایت، خضر وادی نامرادی، الیاس بحر قلب وفوادی، خلیل کعبہ مرتبہ سبوحی، اسمعیل صحرای فداک روحی، یعقوب جویبار بکا، یوسف چاہ انزوا، اسحاق تحقیق حقایق نامتناہی، لقمان احکام حکمت الہی، نوح طوفان عشق وبلا، یونس بحر مادلا، زکریا اشغال ذکرارہ، یحیی شہید شہادت ہر ذرہ، موسی طور تجلیات محبوب، عیسی مامور احیای قلوب، ہارون ولایت کبری، مصبوغ شہادت حمراء، مشرف امامت معلی، مروج شریعت مجلی، واقف حقیقت جدید وقدیم، مصلح معاملات صحیح وسقیم، دستگیر امت بکونین، جانشین رسول الثقلین، اسم اعظم ذات سرمدی، وارث میراث حقیقت محمدی تھی، حدیقۃ المجالس میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مارآنی علی الحقیقۃ التی خلقنی اللہ تعالی علیہا غیر ابن ابی طالب یعنی کسی شخص نے ہم کو اس حقیقت پر نہیں دیکھا جس حقیقت پر اللہ تعالی نے مجھے پیدا کیا ہے مگر علی بن ابی طالب نے، اس مقام پر علما کو تامل ہے کہ وہ کون سے علوم ہیں۔ (۱)

موج :۔ احوال حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا

ام الکتاب کتاب عصمت، کریمہ صحیفہ عفت، مطلع ولایت صغری وکبری، سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت سید البشر زوجہ ساقی کوثر، مادر شہداء اکبر:

آپ کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا جن کے حالات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کی ازواج مطہرات کے احوال میں سب سے پہلے مرقوم ہو چکے ہیں۔ حضرت سیدۃ النساء کے فضائل کثیر ہیں۔ پہلی فضیلت یہ ہے کہ آپ تمام بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صاحب ارشاد تھیں۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ آپ کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی، آپ کے شوہر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ مبدأ جمیع سلاسل علیا، بنائے خرقہ صوفیا ناجیہ ہیں۔ انہیں صفات معلی کی بنا پر لوگ حضرت علی کو آدم اولیاء اور حضرت فاطمۃ الزہرا کو حواء اولیا سمجھتے ہیں۔ رسول علیہ السلام کی صاحب زادی ہونے کے سبب آپ کا لقب خواہر مومناں (مومنوں کی بہن) ہے۔ الغرض! حضرت فاطمہ کی ذات صحیفہ مقامات

معرفت وکمالات ہے۔ آپ کی ذات نقطہ جمال باکمال الٰہی، مرکز اسرار لامتناہی، باعث ایجاد عالم، موجب تفاخر خلقت آدم، جگر گوشہ مصطفیٰ، نور عینین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہے، پوست مغز سیادت کونین، مغز پوست سعادت دارین، منشاء کریمہ حجاب، مبدأ یافت گوہر نایاب، واسطہ نزول آیات تطہیر، ماشطہ اعراس احکام تقدیر، طوطی شکرستان شفاعت، ہزار داستان گلستان رحمت، محرم راز و نیاز، مولود حریم حرم، غواص دم ساز بحر عنایت وکرم، مطلع سربلند ومصرعہ موزون شہادت، فقرہ ارجمند انشاء مسجد امامت، مراد معنی کلمہ لولاک، معنی بامراد و مصاد سلسلک، شاہ بیت قصیدہ اہل بیت، مورد بضعۃ منی بقول ناسخ انجیل وتوریت، گنجینہ اسلام وہدایت خلق، خزینہ ارشاد وعنایت دلق، بحر محیط عشق واتحاد، صحیفہ کاملہ تو دو وداد، خواہر مومناں ووالی ہر ولی، مظہر مظہر خفی وجلی، شفیعہ امت فی یوم الدین، نکہت روضہ نعمت رحمۃ العالمین ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آدم علیہ اسلام پیدا ہوئے، تنہائی کی وجہ سے رنجیدہ رہے، حق تعالیٰ نے حضرت حوا کو ان کے پہلو سے پیدا کیا، پھر وہ دونوں خوشی ومسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے، ایک دن حضرت آدم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو بہشت اعلیٰ میں لے جاؤ، جب جنت میں گئے، دیکھا کہ ایک لڑکی تخت پر بیٹھی ہوئی ہے، ایک چمکدار تاج سر پہ رکھے ہوئے ہے، دونوں کانوں میں در شاہوار آویزاں کیے ہوئے ہے اور حوریں اس کی خدمت میں حاضر ہیں، حضرت آدم نے اپنی فراست نبوت سے جان لیا کہ یہ لڑکی انہیں کی جنس سے ہے، حضرت جبریل سے پوچھا کہ یہ ہم سے پہلے پیدا ہوگئی ہے؟ جبریل امین نے جواب دیا، تم کو انہیں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اگر ان کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو تم کو پیدا نہیں کیا جاتا، آدم علیہ السلام نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ کہا، تمہاری اولاد سے آخری زمانہ میں محمد مصطفیٰ ختم المرسلین ہوں گے، یہ انہیں کی صاحبزادی ہیں۔

چند دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں گزرے کہ آپ نے کوئی چیز تناول نہیں فرمائی تھی، جبریل امین آئے، ایک سیب دیا اور عرض کی، یارسول اللہ! اس سیب سے آدھا آپ کھائیں اور آدھا خدیجہ الکبریٰ کو دے دیں۔ حضور نے فرمایا، تین روز گزر گئے ہیں کہ علی نے بھی کچھ نہیں کھایا، خدیجہ کے نصف سیب سے نصف علی کو دوں گا۔ جبریل نے کہا، یارسول اللہ! خدیجہ کے حصے کا آدھا سیب علی کے لیے تجویز نہ فرمائیں، اس سیب میں حق تعالیٰ نے ایسی حکمت رکھی ہے کہ آپ کے حصے میں آنے والے آدھے سیب سے نطفہ پیدا ہوگا جس سے ایک لڑکی وجود میں آئے گی اور آدھے دوسرے سیب سے خدیجہ کو دودھ پیدا ہوگا جسے وہ لڑکی پیے گی، چوں کہ اس کی شادی علی کے ساتھ مقدر ہوچکی ہے، اگر آدھا سیب علی کو دے دیں گے تو گویا حساب میں نصف شیر (دودھ) علی کو حاصل ہوگا، آپ کی شریعت میں رضاعی بھائی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم نے فرمایا علی کی عمر زیادہ ہے، اور ابھی لڑکی پیدا ہوگی، عمر کے اتنے فرق کے ساتھ عرب میں شادی کا چلن نہیں؟ جبریل امین نے کہا، یارسول اللہ! میں نے بھی یہ بات بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی، ارشاد باری ہوا، یہ لڑکی میرے محبوب کی ہے، ہم نے جس کے ساتھ اس کا رشتہ ازدواج قائم کردیا کردیا، جب حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں، قریش کی عورتیں رسم کے مطابق بوقت ولادت حاضر نہ ہوئیں، حکم الٰہی کے مطابق حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم مادر عیسیٰ علیہ السلام، حضرت کلثوم خواہر موسیٰ علیہ

زچگی کے امور انجام دیے۔
السلام، حضرت آسیہ زوجہ فرعون حاضر ہوئیں اور انہوں نے زچگی کے امور انجام دیے۔
ماہ رجب ۲ھ میں ایک فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس کے آٹھ سر تھے، اور ہر سر میں ہزار ہزار زبانیں اور ہر زبان الگ الگ زبانوں میں تسبیح پڑھ رہی تھی، اس فرشتے نے کہا، میں جرجیائیل ہوں، آپ کے پاس حق تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ آپ فاطمہ کی علی سے منگنی کریں، رسول علیہ السلام نے منگنی کی رسم ادا کی، جبریل امین اپنے ساتھ کچھ جنتی لونگ اور سنبل لے کر حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، عرض کیا، امر ربی کے بموجب بیت معمور کے قریب نور کا ایک منبر ہے، فرشتے اور حوریں جمع ہو کر منبر کے اوپر گئیں اور انہوں نے علی کے ساتھ فاطمہ کے نکاح کا خطبہ پڑھا، اس مجمع میں یہ لونگ تقسیم کی گئی، ہم آپ کے لیے اسے لائے ہیں اور شجر طوبی نے اپنے تمام پتے نثار کر دیے، جس شخص کے ہاتھ میں شجر طوبی کے پتے آئے، ان پر لکھا ہوا تھا کہ فلاں جہنم کی آگ سے آزاد ہے۔ اب آپ بھی فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دیں، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کے ساتھ فاطمہ کا نکاح کر دیا۔

حضرت سیدۃ النساء کے جلائل و فضائل جو تحریر میں لائے جا سکتے ہیں، آپ ان سے برتر ہیں اور کون سی فضیلت اس سے زیادہ ہو سکتی ہے، کہ آپ صاحب لولاک کی صاحبزادی اور منشائے وما ارسلنک کی دختر نیک اختر ہیں۔ ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، اپنی دولت و ثروت کی بنا پر ہر صحابی اور اعرابی کے سامنے مرغ مسلم رکھا اور رخصت کے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے عثمان کے مکان تک جتنے قدم چل کر آئے تھے، حضرت عثمان نے ہر قدم کے عوض ایک حبشی غلام، لباس اور دینار کے ساتھ خدا کی راہ میں آزاد کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اہتمام کیا، جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ آپ کے گھر تشریف لے گئے اور بیٹھے، فاطمہ آٹے کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتی رہیں اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں دنیا کی پونجی نہیں رکھتی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دوں، اس حال میں جبریل امین علیہ السلام آئے، دو پکی ہوئی روٹیاں اور ایک پکا ہوا تیتر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فاطمہ سے کہہ دیں، اس کھانے کو گھر میں رکھ دیں اور اتنا ہی اتنا ہر شخص کے سامنے پہنچا دیں، کھانا کم نہ ہوگا اور آپ جتنے قدم چل کر فاطمہ کے گھر تشریف لائے ہیں، ہر ہر قدم کے عوض اللہ نے ایک ایک گناہ گار قطعی (جس پر جہنم واجب ہو چکا ہو) کو جنت عطا فرمائی۔ یہ خبر سننے کے بعد خدا کی بے کراں عنایت پر حضرت فاطمہ اور حضرت پیغمبر رونے لگے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن کسی منافق نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا، تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے شادی کیوں کی، طعام چاشت اور چراغ شب کے محتاج ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہمیں رضائے الٰہی سے سروکار ہے، دنیا کی خوش حالی کی پرواہ نہیں۔ رات کے وقت خواب میں حضرت علی کو غیبی ندا ہوئی، اے علی! اوپر دیکھو۔ جب انہوں نے نظر اٹھائی، تو دیکھا کہ سر سے لے کر عرش تک سارے حجابات اٹھ گئے، عرش کے نیچے ایک وسیع میدان دیکھا، اس میں ایک ہزار جنتی اونٹنیاں جو موتی، مشک، زعفران اور عنبر سے لدی ہوئی ہیں، اور ہر اونٹنی پر آفتاب کی طرح روشن جبیں کنیزیں بیٹھی ہوئی ہیں اور ہر اونٹنی کی مہار ایک خوش خرام غلام کے ہاتھ میں ہے۔ اور ندا دی جا رہی ہے کہ یہ اونٹنیاں فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ اس قسم کی بہت سی صحیح روایتیں نظر سے گزریں، ان کو کہاں تک

بیان کیا جائے، ۲۸ رسال کی عمر میں پیغبر علیہ السلام کی وفات کے بعد صحیح روایت کے مطابق چھ ماہ بعد ۳ ررمضان منگل کی رات رحلت فرمائی۔ علی مرتضیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ سلام اللہ علیہا۔

موج :۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

فیروز منقوش اسم ذات، زمرد سوجدار سارے صفات، شفیق امت بدر ددمحن، امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:
حضرت علی مرتضیٰ کے خلف اعظم اور خلیفہ معظم ہیں۔ آپ کی ماں حضرت فاطمہ بنت سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ تھیں۔ آپ ائمہ اہل بیت میں سے دوسرے امام ہیں۔ اس امام ہمام پر شمائم صلوۃ کا نزول ہو۔ آپ خلاصۂ "اولادنا اکبادنا" ریاض عالم کی سرسبزی و شادابی، آپ کے مسموم رنگ سبز کی سبزی ہے اور کثیر درود کی نسیم اس فرزند خیر الانام کی ذات پر ہو، سر مد آیہ انما آپ کی کتاب صفات ذات کے مطالعہ کے لیے آسمان باوجود ہزاروں چشم کواکب اور ماہ و مہر کی عینک کے سرنگوں اور محکوم ہے۔ "سفینۃ الاولیا" میں لکھا ہوا ہے، آپ کی ولادت مدینہ منورہ رمضان ۳ ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک ریشم کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر جبریل امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ ۴۸ رسال زندہ رہے۔ متعدد بار پیدل حج کیا۔ ۶ رماہ منصب خلافت پر فائز رہے۔ اور ۲ رمرتبہ اپنے تمام مال و اسباب کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کے چار خلفا جو چہار پیر سے مشہور ہیں، ان میں امام حسن سب سے مقدم ہیں، بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے آپ سے فیض پایا تھا۔ دنیا کی تمام کتابیں آپ کی شان جلالت اور رفعت کمال سے بھری ہوئی ہے۔ یہ جگر خستہ اوراق کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ آپ کے فضائل کو اپنے اندر سمو سکیں، جعدہ بنت اشعث جو آپ کے نکاح میں تھی، بنی امیہ کے حکام کے اشارے پر آپ کو زہر دے دیا، زہر کے اثر سے آپ کے جسم کی پوری کھال سبز ہو گئی، اور دل کے ستر ٹکڑے ہو گئے۔ اور یہ سارے ٹکڑے دہن مبارک سے باہر آئے۔ ۱۱ رربیع الاول ۵۰ ھ کو شہادت پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

واقعہ کربلا

موج:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مطلع صبح سعادت، شفق شام شہادت، یاقوت قوت قلوب ضعیفاں، کبریت احمر مس معصیت عاصیاں، دستگیر اہل مشرقین بکونین، امیر المومنین حضرت ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ عنہ:
آپ حضرت علی مرتضیٰ کے خلف اصغر اور خلیفہ برتر ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ تھیں۔ اہل بیت کے تیسرے امام ہیں۔ سفیدہ صبح کا سلام بھیجنا اس شہید شام اور مورد حدیث نبوی "نعم الراکب" اور منبر نشین دوش رسالت کے لیے زیب دیتا ہے۔ آپ کے مواعظ بمصداق "اشفق الاخوان

مناقب منشا کے چمکدار موتیوں کا پہاڑ، ید اللہ کی عـــلیک ''نیک مومنین کے لیے اسلام کامل کی تجدید کا سبب ہے۔ مناقب منشا کے چمکدار موتیوں کا پہاڑ، ید اللہ کی
عــلیک'' نیک مومنین کے لیے اسلام کامل کی تجدید کا سبب ہے۔ کیوں کہ آپ کی شہادت کے رنگ سرخ سے عاصیان امت کو روز جزا کی
انگوٹھی کے نگینے کے پارہ یاقوت پر قربان ہے، کیوں کہ آپ کی شہادت کے رنگ سرخ سے عاصیان امت کو روز جزا کی
سرخروئی نصیب ہوگی۔ سفینۃ الاولیا میں لکھا ہوا ہے، اپنے بڑے بھائی امام حسن کی ولادت کے چھ مہینے بعد ۴ر شعبان
المعظم بروز منگل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۶ر ماہ کی مدت میں پیدا ہونے والا آپ اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے
علاوہ کوئی بچہ زندہ نہ رہا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کا جمال جہاں آرا ایسا تھا، کہ جب
اندھیری رات میں بیٹھتے آپ کی مبارک پیشانی سے نور چمکتا۔ ایک دن اپنے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ سے کشتی
لڑی۔ پیغمبر علیہ السلام نے حسن کو اشارہ فرمایا، کہ حسین کو پکڑ لو، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا، عجیب بات ہے،
آپ بڑے کو چھوٹے پر ابھار رہے ہیں؟ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، جبریل امین امام حسین کو حسن پر غلبہ پانے کی
تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان احوال کی تحریر کے وقت سیاہ پوش قلم نے مضامین موزون اعلام روشنائی شام سے معانی بوقلموں کو
تکمل دبغکاری اور تیز زبانی دور زبان، ملا کلام کے ذریعہ صبح کی طرح سفید کاغذ پر تحریر کیا۔ جگر گوشہ شیر خدا کہ برج اسد
جن کے ہلال نعل یکراں کے چاکروں کا حلقہ بگوش ہوتا ہے، کی شہادت کا واقعہ نیستان روزگار میں ثبت کرنا، اپنے لوح
عصیاں پر اک تحریر کا اضافہ کرنا ہے کیوں کہ یہ واقعات لوح وقلم میں مرقوم ہیں۔ ماتمی صفات دوات کے مافی الضمیر
کو جو چشمہ ظلمات کی طرح رنگین ہے، اصل میں صدف کو رنگین حرف شنگرف کے سامنے رکھنا، جو اپنی رنگ آمیزی کی وجہ
سے آسمان کی سرخی کو کم ترین سمجھتا ہے، حادثہ کربلا کو لکھنے اور سید الشہداء، قرۃ العین، قوۃ العین عم مصطفیٰ، جگر گوشہ مصطفیٰ
یعنی فرزند خیر النساء، حجلہ نشین حرم کبریا جن کی عصمت وعفت کا دامن ملاء اعلیٰ کا مصلی ہے، کے ماجرا کو رقم کرنے کے
لیے نیلگوں ورق پر وہ ورق جو زمین کربلا کے مانند ہے، یاقوتی فرش کا ہمدم ہونا، آخرت کی سرفرازی اور مغفرت کی
انوار وتجلیات کا مشاہدہ کرنا ہے، جب ان بے زبانوں نے زبان حال سے یہ تقریر کی جس کو میں نے گوش دل سے سنا تو
ذریعہ نجات سمجھ کر ان واقعات کو تحریر کرنے میں مصروف ہوا۔

روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ظالموں کی سازش سے زہر دے کر شہید
کر ڈالے گئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاہا، کہ اپنے بیٹے یزید پلید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیں اور اہل عراق وشام سے
بیعت لی، مکہ اور مدینہ کے باشندوں سے بھی تائید حاصل کرنے کے لیے پہلے مدینہ آئے، مدینہ کے عوام یزید کی ولی
عہدی سے راضی ہوئے، لیکن چار اشخاص (۱) حضرت حسین بن علی (۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۳) حضرت
عبداللہ بن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے صاف انکار کر دیا۔ امیر معاویہ بڑی نرمی اور ملاطفت سے
پیش آئے، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ معاملہ طول پکڑ گیا، جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں، مجبوراً یہ چاروں حضرات مکہ
چلے گئے، امیر معاویہ بھی مکہ پہنچے اور مسئلہ ولی عہدی سے دست کش نہ ہوئے، لیکن یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی، جب امیر
معاویہ کا انتقال ہو گیا، اعیان وارکان حکومت نے یزید پلید کو تخت پر بیٹھایا، ایک جماعت نے چاپلوسی اور خیر خواہی کا
اظہار کرتے ہوئے یزید سے کہا، اگر آپ حکومت کا استحکام چاہتے ہیں، تو ان چاروں افراد سے جنہوں نے آپ کے
والد کے زمانے میں بیعت سے انکار کیا تھا، اپنی خلافت کی بیعت لے لیں، اگر یہ لوگ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوں تو ان

کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کیجیے۔

یزید پلید نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کے پاس لکھا، کہ میں خلیفہ وقت ہوں، آل ابوتراب یعنی خاندان علی سے مجھے ڈر ہے، اس تحریر کے پہنچنے کے بعد تم اہل مدینہ سے بالخصوص حضرت امام حسین بن علی اور حسب تذکرہ بالا تینوں اشخاص (عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر) سے بیعت لے لو، تمہیں خبردار ہونا چاہیے کہ بصورت انکار ان چاروں کا سرکاٹ کر شام بھیجنا ہوگا، ولید اہل بیت رسول کو محبوب وعزیز رکھتا تھا، خط پڑھنے کے بعد فوراً **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھا اور کہا، ہم کو اہل بیت رسول سے کیا سروکار؟ اگر چہ ہفت اقلیم کی بادشاہت ہاتھ آئے۔

اس بارے میں مروان بن حکم سے مشورہ کیا، اس نے کہا، پہلی ہی ملاقات میں حسین بن علی سے بیعت لے لو یا قتل کر دو، ولید نے حضرت امام حسین کو دارالامارت میں طلب کیا، اس نے بڑی نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور واپس کر دیا۔ جب یزید کا دوسرا خط جو پہلے خط کے مضمون پر مشتمل تھا، ولید کے پاس پہنچا، ولید نے پوشیدہ طور پر امام حسین کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

حضرت امام حسین رات کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پہنچے، عرض کی، اہل بیت کی حرمت کے سلسلے میں وصال مبارک کے وقت امت مسلمہ سے آپ نے کیا کیا ہدایتیں فرمائیں اور اب یہ لوگ اپنے دل میں ایسا (فاسد) خیال رکھتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام فرشتوں کی فوج کے ساتھ ظاہری صورت میں امام حسین کے پاس تشریف لائے اور امام ہمام کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب یہ امت تمہیں کربلا میں شہید کر دے گی اس وقت تم پیاسے ہوگے مگر لوگ تمہیں پانی نہ دیں گے۔ اس شقاوت کے باوجود یہ لوگ میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے، حالاں کہ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔

حسین تمہارے ماں باپ میرے پاس غم زدہ ہو کر آئے، وہ تمہارے دیدار کی خواہش رکھتے ہیں اور تم شہید ہو کر میرے پاس جنت میں آؤ گے، بہشت میں تمہارے لیے بلند درجات ہیں، جو شہادت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد امام حسین نانا جان، مادر مہربان اور بڑے بھائی امام حسن کی قبروں سے دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ مع اہل وعیال عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ۴ر شعبان ۶۰ھ جمعہ کی رات مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے، اہل مکہ نے آپ کا عقیدت واحترام کے ساتھ استقبال کیا اور خوشی کا اظہار کیا، جس جگہ قیام فرمایا، لوگ گروہ در گروہ حاضر ہو کر حصول سعادت کرتے۔ جب شہر میں تشریف لانے کی خبر مشہور ہوئی اور آپ کے اذان کی آواز حاکم مکہ سعید بن عاص کے کان میں پڑی، اس نے یقین کر لیا، کہ حج کے زمانے میں امام کے مدینہ سے مکہ پہنچنے کی بات یزید بن معاویہ کو معلوم ہو جائے گی، چنانچہ اس نے امام حسین کی مکہ پہنچنے کی اطلاع یزید کے پاس لکھ بھیجی۔ یزید نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو امام ہمام کو مشورہ دینے کے الزام میں معزول کر دیا، جب کوفہ والوں نے سنا کہ امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے اور یزید پلید آپ کی جگہ امیر ہوا اور اس نے امام حسین سے اپنی بیعت کی درخواست کی، امام حسین نے انکار کیا اور مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں، عمرو بن سعد اور حضرت علی مرتضیٰ کے ستر دوستوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں امام حسین کی مدد کرنی چاہیے تا کہ حق قائم ہو، پس ان تمام لوگوں نے امام حسین کے پاس خط بھیجے، جس کا مضمون یہ تھا کہ

ہم فلاں بن فلاں بے انتہا تحیات اور بے حد سلام آپ کے حضور پیش کر رہے ہیں اور التماس کرتے ہیں کہ آپ کے باپ کے دشمن کا بیٹا چاہتا ہے کہ اہل بیت کے مشورے کے بغیر ہی امیر و حاکم بن جائے۔ ہم آپ کے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ یزید کی خلافت سے راضی نہیں ہیں۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کریں اور اپنی جان و مال کو آپ کی بے بدل ہستی پر قربان کر دیں۔ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں تاکہ آپ کے ہمرکاب ہو کر دشمنوں سے جنگ کریں، اس وقت نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم ہیں، جو بوڑھے آدمی ہیں، آپ اگر اس طرف تشریف لائیں، تو ہم نعمان کو کوفہ سے نکال دیں گے اور ایک لشکر ترتیب دے کر شام پر فوج کشی کر دیں گے، یہ خط دو قاصدوں کی معرفت امام حسین کے پاس پہنچا، امام حسین نے اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، نہ قاصدوں کو رخصت کیا، اسی دوران دوسرے قاصد اسی مضمون کے پچاس خطوط لے کر مکہ پہنچے، امام حسین نے سب کے جواب میں ایک خط لکھا:

''خطوط کے مضامین سے تم لوگوں کی مسرت اور رفاقت کا علم ہوا، سر دست اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں، تم لوگ ان کے ہاتھ پر میری بیعت اور ان کی مدد کرو، جب مسلم تم لوگوں کے اخلاص اور سچی بیعت کی خبر دیں گے، تو میں بھی کوفہ آ جاؤں گا''۔

اسی دوران عبداللہ بن عباس، امام حسین کی خدمت میں آئے اور کوفیوں کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور در پردہ مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجنے کی ممانعت کی، امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ اس جماعت کے حق میں کیا کہتے ہیں؟ جنہوں نے میرے گھر کو ویران کر دیا اور مجھے نانا اور والدین کی قبروں کی زیارت سے محروم کر دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے خوف سے میں کسی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتا۔ عبداللہ بن عباس نے امام حسین کو مدینہ لوٹ جانے کا مشورہ دیا، امام حسین نے قبول نہ کیا، بن عباس نے کہا، اگر آپ مدینہ نہیں جانا چاہتے تو مکہ ہی میں قیام کریں، کوفیوں کے قاصد اور ان کے مکاتیب لائق اعتماد نہیں۔ اپنے ارادے کو موقوف کیجیے، یہ رائے بھی قبول نہ کی۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

مزرعہ معصر شہادت عظیم، اورنگ چمن رضا و تسلیم، سرخیل لشکر مجاہدین، شہید اکبر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے، ان کو امام نے کوفہ کے قاصدوں کے ساتھ کوفہ بھیجا، تاکہ آپ کوفیوں سے بیعت لیں اور ان کی حمایت کا جائزہ لے کر مطلع کریں، جب امام مسلم مدینہ پہنچے، آپ کے دو کم سن لڑکے تھے، جن کی شہادت کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا، انہیں اپنے ساتھ لے لیا اور بیابان کے راستے سے کوفہ پہنچے، مختار کے مکان پر اترے، شہر کے بڑے لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے امام حسین کے خط کا مضمون سنا اور روئے، واشوقاہ! کا نعرہ بلند کیا، روزانہ کوفہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور طاعت و انقیاد کا اظہار کرتے، بہت سارے لوگ دائرہ بیعت میں داخل ہوئے، امام مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

''تادم تحریر ۱۸ ہزار سپاہیوں نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی ہے، اور آپ کی آمد کے منتظر ہیں، حالات سازگار ہیں، جب آپ چاہیں اس طرف متوجہ ہوں''۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو امام مسلم کی بیعت کا حال معلوم ہوا، جامع مسجد تشریف لے گئے اور حاضرین کو متنبہ کرتے ہوئے کہا، لوگو! اپنی ذات پر رحم کرو، فتنہ برپا نہ کرو، نفاق نہ ڈالو، خدا سے ڈرو، میں جنگ نہیں کروں گا، فتنے کو بیدار نہیں کروں گا، اگر تم لوگ اس حرکت سے باز آجاؤ گے، میں تمہارے قصور کو معاف کردوں گا، ورنہ میں مارا جاؤں گا یا تمہیں قتل کردوں گا۔

اس کے بعد نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ منبر سے اترے، دارالامارت تشریف لے گئے اور حقیقت حال یزید کے پاس لکھ کر بھیج دی، کہ کوفیوں نے میری ضعیفی کا حال لکھ کر امام حسین کے پاس مکہ بھیجا اور حسین کے چچازاد بھائی مسلم کو کوفہ بلا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں، اور فتنہ پھیلا رہے ہیں۔

یزید نے عبداللہ بن زیاد کو جو اس کی جانب سے بصرہ کا حاکم تھا، تحریر کیا، کہ تم بصرہ میں اپنا نائب بنا کر کوفہ جاؤ، اور وہاں جو فتنہ برپا ہوا ہے اسے ختم کرو مسلم کو قتل کرڈالو، کوفہ کی حکومت میں نے تمہیں سونپ دی ہے۔

ابن زیاد حکم نامہ پاکر خوش ہوا، اور سفر کا ارادہ کیا، اسی دوران لوگوں نے ابن زیاد کو بتادیا کہ امام حسین کا غلام سلمان اہل بصرہ کے پاس بھی امام حسین کے خطوط لایا ہے، جن میں لکھا ہے، کہ تم لوگ بھی جلد کوفہ پہنچو، میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ اس ملعون نے سلمان کو قتل کردیا اور بصرہ والوں کو ڈرایا دھمکایا، پھر رات کے وقت کوفہ پہنچا، دارالامارت میں داخل ہوا، دوسرے دن جمعہ تھا، جامع مسجد پہنچا اور اپنی امارت کی دستاویز مسجد میں موجود اعیان کوفہ کو دکھائی، اچھے اچھے وعدے کیے اور لوگوں کو امیدوار کرم بنایا۔

دوسرے دن تمام اہل شہر کو جمع کر کے ڈرایا دھمکایا، حضرت مسلم، ابن زیاد کے کوفہ آنے سے باخبر ہوئے، حالات کا رخ دیکھا، سرائے مختار سے نکل کر ہانی کے گھر گئے اور وہاں قیام کی درخواست کی۔ ہانی نے منظور کیا، لیکن کوفہ والے ابھی بھی مسلم بن عقیل کی بیعت سے منحرف نہیں ہوئے، ابن زیاد کی تہدید کے باوجود گروہ در گروہ ہانی کے گھر جاتے اور مسلم بن عقیل سے بیعت کرتے اور وعدہ کرتے، کہ وہ ہر حال میں بیعت کا حق ادا کریں گے۔ ادھر ابن زیاد کو معلوم نہ ہوسکا، کہ مسلم بن عقیل کہاں مقیم ہیں؟ اس نے اپنے ایک غلام کو امام مسلم کی جائے قیام معلوم کرنے کے لیے تیار کیا، کہ وہ اہل بیت کی محبت کا اظہار اور نذرانوں کی پیش کش کرے اور اس طرح امام مسلم تک پہنچے، چنانچہ غلام کو رقم دے کر مخبری کے لیے روانہ کیا۔ اہل بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر اس نے امام مسلم کے حامیوں سے حقیقت حال معلوم کی، امام مسلم کے پاس پہنچا اور نذر وفتوح کے ذریعہ دوستی کا اظہار کیا، اس طرح غلام نے تمام احوال وکوائف سے آگاہ ہوکر ابن زیاد کو خبردار کیا۔

جب صبح ہوئی اسامہ بن خارجہ، محمد اشعث، ابن زیاد کی مجلس میں آئے، تو ابن زیاد نے ان سے ہانی کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے کہا، وہ کچھ دنوں سے بیمار ہے، ابن زیاد نے کہا، میں نے سنا ہے، کہ وہ تندرست ہوگیا ہے اور اپنی ہی ڈیوڑھی میں رہتا ہے، کیا وجہ ہے کہ میرے پاس نہیں آتا؟ یہ لوگ ہانی کو ابن زیاد کے پاس لائے، ابن زیاد نے کنایہ آمیز گفتگو کی۔ ہانی نے سبب پوچھا، تو کہا، مسلم تمہارے گھر میں ہے؟ ہانی نے انکار کیا، ابن زیاد نے اپنے غلام کو حاضر کر کے پوچھا، تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہانی کو اب معلوم ہوا، کہ یہ غلام مکار ہے، اس نے جاسوسی کی ہے۔ ابن زیاد نے کہا، تم مسلم بن عقیل کو میرے پاس حاضر کرو۔ ہانی نے کہا، مجھ سے نہ ہوسکے گا۔ ملعون ابن زیاد نے ہانی کو قید کردیا۔ دوسرے دن اسامہ

بن خارجہ نے ابن زیاد سے کہا، تم نے ہانی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے میری معرفت بلایا اور اسے قید کر دیا۔ اتنی بات پر ملعون ابن زیاد نے اسامہ بن خارجہ کو اتنا مارا کہ وہ جاں بحق ہو گیا، پھر ہانی کو بالا خانے پر بھیج دیا۔ نواسی سال کی عمر میں بوڑھے ہانی کو لوہے کے کانٹوں میں گھسیٹا اور پانچ سو کوڑے لگائے، جس کے صدمے سے بے ہوش ہو گئے۔ جب انہیں نیچے اتارا گیا، رحمت خداوندی سے جا ملے، ایک روایت کے مطابق ان کو بازار میں لے گئے اور گردن مارنے کا ارادہ کیا، انہوں نے مدینہ کی طرف چہرہ کیا اور کہا، یارسول اللہ! میں آپ کے اہل بیت کی دوستی میں راسخ ہوں، میں نے جان دی، آپ گواہ رہیے گا، پس انہیں سولی دے کر ابن زیاد ملعون کے سامنے لائے، جب حضرت مسلم کو یہ خبر پہنچی، آپ کی رگ غیرت میں جوش پیدا ہوا، اپنے دونوں لڑکوں کو قاضی شریح کے گھر بھیج دیا اور خادموں سے کہا، اعلان کریں کہ اہل بیت کے ہمدرد جمع ہو جائیں، بیس ہزار مسلح لوگ جمع ہو گئے، ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر امام مسلم گھوڑے پر سوار ہو کر قصر امارت کا رخ کیا۔ بن زیاد نے اشراف کوفہ اور اپنی فوج کو قلعہ بند کر لیا، جنگ کا آغاز ہوا، قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جاتا، کہ ابن زیاد نے امام مسلم کے ساتھ آنے والے کوفیوں کو دھمکیاں دیں اور وعید شدید سنائی کہ جلد ہی شامی لشکر کوفہ پہنچنے والا ہے، قسم کھا کر کہتا ہوں، کہ گنہگاروں کی جگہ بے گناہوں کو ہلاک کروں گا۔ یہ بات سنتے ہی اہل کوفہ خوف زدہ ہو گئے اور اپنی سابقہ رسم بے وفائی کی راہ اختیار کی، اپنے وعدوں اور قسموں کو بھلا بیٹھے۔ غروب آفتاب تک تمام کوفی چلے گئے۔ امام مسلم کے ساتھ تیس یا ایک روایت کے مطابق دس آدمی رہ گئے۔ مسلم لوٹے ایک مسجد میں آئے، نماز مغرب ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا باقی لوگ بھی جا چکے ہیں۔

کوفیوں کا یہ حال دیکھ کر امام مسلم وہاں سے روانہ ہونے کے لیے سوار ہوئے اچانک سعید بن احنف بن قیس آپ کے پاس پہنچا، کہا، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا، کوفہ سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا، آپ ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں، لوگوں نے آپ کے لیے شہر کا دروازہ بند کر دیا ہے اور امیر کوفہ کے آدمی ہر طرف آپ کی تلاش میں پھیلے ہوئے ہیں، آپ میرے ساتھ آیئے، تا کہ محفوظ مقام پر پہنچا دوں، امام مسلم ساتھ ہو لیے اور وہ آپ کو مجد کثیر کے مکان پر لایا، وہ خاندان نبوت کا شیدائی تھا، امام مسلم کو تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے گھر کے اندر لے گیا، گھر میں تہہ خانہ تھا، اس میں امام مسلم کو بیٹھایا اور ہر طرح خدمت و تعظیم کا سلوک کیا۔

ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم مجد کثیر کے گھر پناہ گزیں ہیں، اپنے لڑکے کو ایک گروہ کے ساتھ مجد کثیر کے مکان پر بھیجا، اور کہا، مجد کثیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لاؤ، مسلم اگر وہاں ہوں اس کا سر لاؤ۔ بن زیاد کا بیٹا مجد کثیر کے گھر پہنچا، ان کے اور ان کے لڑکوں کو گرفتار کر کے دار الامارت میں لایا، لیکن وہاں امام مسلم کو نہ پایا۔ ابن زیاد نے مجد کثیر سے سخت وسست باتیں کرنی شروع کیں۔ مجد کثیر کے خاندان والے بہت زیادہ تھے، تقریباً دس ہزار آدمیوں نے دار الامارت کا محاصرہ کیا۔ ابن زیاد کے آدمیوں نے مجد کثیر اور اس کے لڑکوں کو بالا خانہ پر لے جا کر لوگوں کو دکھایا، تا کہ انہیں یقین ہو جائے کہ یہ سب زندہ ہیں۔ اور اپنے ارادے کو موقوف کریں اور اب جنگ سے باز آ جائیں۔ مجد کثیر نے اپنی قوم سے کہا، ہم زندہ ہیں، تم لوگ جنگ کا ارادہ نہ کرو، مجد کثیر کی قوم واپس لوٹ گئی اور انہوں نے اس کے پاس خفیہ طور پر پیغام بھیجا، کہ آپ اپنے لڑکے کے ساتھ یہاں آ جائیں، میں امام مسلم کو لے کر امام حسین کے پاس جاؤں گا اور

انہیں ہمراہ لے کر کوفہ آؤں گا اور امیر کوفہ کا بھیجا نکال دوں گا۔ صبح سے پہلے ہی ملک شام سے ابن زیاد کی مدد کے لیے دس ہزار سپاہیوں کی کمک آ گئی، سب کے حوصلے پست پڑ گئے۔ ابن زیاد نے شامی فوج کی قوت پر بھروسہ کرتے ہوئے، مجد کثیر سے مسلم بن عقیل کو حاضر کرنے کا تقاضا کیا اور تشدد پر آمادہ ہوا۔ مجد کثیر نے ابن زیاد کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچ لی اور وہاں موجود کوفیوں نے مجد کثیر سے تلوار چھین لی۔ محصل جاسوس تلوار حائل کیے کھڑا تھا، مجد کثیر نے اس کے ہاتھ سے تلوار لی اور اس ملعون کو کھیرے کی طرح دو ٹکڑے کر دیا۔ امیر خوف کی وجہ سے بھاگا اور مکان کے اندر گھس گیا اور حکم دیا، کہ مجد کثیر اور اس کے بیٹے کو قتل کر دو، جب لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا، بہت سے لوگوں کو اس نے جہنم رسید کر دیا، بالآخر شربت شہادت نوش کیا۔ باپ بیٹے کے سر کو بالا خانہ پر لے جا کر ان کی قوم کے سامنے پھینک دیا گیا، قوم یہ حال دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ جب مسلم کو مجد کثیر اور اس کے لڑکے کی شہادت کی خبر پہنچی، رنجیدہ ہوئے، رات کے وقت مجد کثیر کے گھر سے باہر آئے، دروازہ شہر کی تلاش میں نکلے، اچانک ابن زیاد کا گشتی رسالہ سامنے آیا، حارث نے آپ کو پہچان لیا اور نعمان حاجب کی جماعت کو خبر دی، کہ میں نے مسلم کو دیکھا ہے، وہ مسلح ہو کر بڑھئیوں کے محلے کی طرف جا رہے تھے۔ نعمان نے پچاس سوار حارث کے حوالے کر دیے، جب امام مسلم نے ان مسلح سپاہیوں کو دیکھا، جان لیا، کہ دشمن آ گئے ہیں، آپ نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور مسجد میں جا کر پناہ لی۔ وہاں سے ایک بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے، اس سے پانی مانگا، پیرزن نے کھانے پینے کی چیزوں سے ضیافت کی اور پوری غم خواری کی، گھر کے اندر آرام سے سلا دیا، جب صبح ہوئی، بڑھیا کا بدبخت بیٹا دارالامارت گیا، اس نے سنا، امیر کہہ رہا ہے کہ جو شخص مجھے مسلم کی خبر دے گا، اسے انعام سے نواز دوں گا اور جو اسے چھپائے گا، اس کو قتل کر دوں گا۔ بڑھیا کے بیٹے نے اس وقت امام مسلم کی پوشیدگی کا راز ظاہر کر دیا۔ امیر نے محمد اشعث کو ۳۰۰ سپاہیوں کے ساتھ بھیجا، امام مسلم فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے، کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی، گھر سے باہر آئے اور جنگ شروع کر دی۔ بہت سے سپاہیوں کو قتل کر ڈالا اور خود چند گہرے زخم کھائے، گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ ابن زیاد نے آپ سے گفتگو کرنے کے بعد بالا خانہ پر بھیج دیا، تا کہ وہاں مسلم کی گردن اڑا دی جائے۔ ایک شخص نے تلوار اٹھائی، اس کا ہاتھ خشک ہو گیا، دوسرے شخص نے وہاں پیغمبر اسلام علیہ السلام کو دیکھا، اسی وقت گر کر مر گیا۔ ابن زیاد نے ایک شامی سپاہی کو بھیجا، امام مسلم نے چہرہ مدینہ کی طرف کر لیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا، امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارا اور کلمہ شہادت کا ورد زبان سے کیا، اس شامی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

امام مسلم کی شہادت ۹ رذی الحجہ ۶۰ ھ کو ہوئی۔ ابن زیاد نے امام مسلم اور ہانی بن عروہ کے سر دمشق بھیج دیے اور ان دونوں کے جسموں کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت محمد و حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما

دو صدف شنگرف شہادت، دو ہدف تیر ارادت، دو غنچہ ارغوان باغ نعیم، شاہدین شہادت حضرت محمد و حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما:

امام مسلم نے اپنے ان دونوں فرزندوں کو ہانی کی شہادت کے دن قاضی شریح کے گھر بھیج دیا تھا۔ جاسوسوں نے ابن زیاد کو خبر دی، کہ مسلم کے سات اور آٹھ سال کے دو لڑکے اس شہر میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس ملعون نے اعلان کرادیا، کہ جس شخص کے مکان میں مسلم کے بیٹے ہوں اور وہ انہیں حاضر دربار نہ کرے گا، میں اس کا گھر تاخت وتاراج کردوں گا۔ قاضی شریح نے دونوں بچوں کو پاس بلایا، غم واندوہ سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں، ان کے ساتھ رحم ومروت کا اظہار کیا اور کہا، امیر کوفہ تم دونوں کو تلاش کر رہا ہے۔ شہزادوں نے کہا، شاید ہمارے والد وفات پا گئے، کہ وہ ہماری جستجو میں ہے؟ آپ کی شفقت ومہربانی سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں۔ قاضی شریح اور شہزادے اتنا روئے کہ ان کے رونے کی آواز باہر پہنچی۔ قاضی شریح نے کہا، اب رونے دھونے کا موقع نہیں ہے۔ پچاس پچاس دینار دونوں شہزادوں کی کمر میں باندھ دیے اور اپنے بیٹے اسد سے کہا، میں نے سنا ہے، کہ باب عراقی کے باہر ایک قافلہ فروکش ہے، جو مدینہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے، تم قافلہ والوں میں جس شخص کے اندر دینداری اور خدا ترسی کے آثار پاؤ، ان دونوں لڑکوں کو اس کے حوالے کر دو۔ قاضی کے لڑکے نے جس وقت دونوں شہزادوں کو عراقی دروازے کے باہر پہنچایا، قافلہ اس سے پہلے ہی کوچ کر چکا تھا۔ اسد نے شہزادوں کو نشان گرد کارواں دکھا کر رخصت کیا۔ شہزادے کچھ دور چلتے رہے، لیکن انہیں قافلہ کے آثار نظر نہ آئے، حیران ہو کر راستہ بھول گئے۔ امیر کوفہ کے آدمی جو شہر کے گرد گشت لگا رہے تھے، ان بچوں کو دیکھا اور انہیں یقین آگیا، کہ یہ مسلم ہی کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے۔ اس نے یزید پلید کو لکھا، کہ میں نے امام مسلم کے بیٹوں کو گرفتار کیا ہے، ان کے بارے میں حکم فرمائیں؟ اور شہزادوں کو قید کر دیا۔ قید خانے کے محافظوں میں ایک شخص جو خاندان نبوت سے گہری عقیدت رکھتا تھا، اس نے شہزادوں کی بڑی عزت کی، کھانے پینے میں ان کی خواہش کا لحاظ رکھا، اور خوب آرام پہنچایا۔ رات میں جب لوگوں کا ہنگامہ ختم ہوا، ہر طرف خاموشی چھا گئی، شہزادوں کو قید خانے سے باہر لایا اور جنگل کے راستے پر پہنچایا، اپنی انگوٹھی ان کے حوالے کی اور کہا، یہ امن کا راستہ ہے، اس راستے سے تم دونوں قادسیہ چلے جاؤ، وہاں میرے بھائی کو تلاش کرو اور اسے نشانی کے طور پر یہ انگوٹھی دے دو تاکہ وہ تمہیں مدینہ پہنچا دے۔

شہزادے مشکور کو دعائیں دیتے ہوئے روانہ ہوئے، کچھ دور جانے کے بعد راستہ بھٹک گئے، پوری رات گھومتے رہے، جب دن نکلا، دیکھا، کہ ابھی شہر کے دروازے پر ہیں، دشمنوں سے خوف زدہ ہوئے، ان کی بائیں جانب ایک نخلستان تھا، ادھر رخ کیا، چشمے کے کنارے ایک پرانا کھوکھلا درخت تھا، وہ اسی درخت میں چھپ گئے اور سو گئے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا، ایک حبشی لونڈی ہاتھ میں لوٹا لیے ہوئے، چشمے کے کنارے پہنچی۔ پانی میں شہزادوں کا عکس دیکھ کر حیران ہوئی، کنیز نے کہا، میرا گمان غالب ہے، کہ تم دونوں مسلم کے صاحبزادے ہو؟ شہزادوں نے کہا، تم دوست ہو یا دشمن؟ لونڈی نے کہا، میں تمہارے خاندان کی عقیدت مند ہوں، میری مالکہ بھی تمہارے خاندان کے ساتھ دوستی کا دعوی کرتی ہے، آپ حضرات آئیں، میں اس کے پاس لے چلوں گی، ہرگز نہ ڈریں اور نہ غم کریں کہ کوئی دھوکہ نہیں ہے۔ شہزادے اس کے ساتھ چلے، لونڈی نے اپنی مالکہ کو بشارت دی، کہ یہ مسلم کے بچے ہیں، مالکہ نے خوش خبری دینے کے صلے میں اپنے سر سے اوڑھنی اتار کر کنیز کو دے دیا اور کہا، میں نے تمہیں آزاد کر دیا اور ننگے پاؤں، ننگے سر خود کو

شہزادوں کے قدموں میں ڈال دیا۔ امام مسلم کی ذلت اور ان کے فرزندوں کی گرفتاری پر مادر مہربان کی طرح گریہ وزاری کی اور ان دونوں کو باری باری اپنی آغوش میں لیا، پھر کھانا حاضر کیا اور کھلا کر دونوں کو آسودہ کر دیا۔ اپنے شوہر کے خوف سے جو خاندان نبوت کا دشمن تھا، محفوظ کمرے میں دونوں لڑکوں کو سلا دیا۔ جب ابن زیاد کو شہزادوں کے فرار ہونے کا علم ہوا، قید خانے کے موکل مشکور کو بلا کر پوچھا، تم نے مسلم کے لڑکوں کو کیا کیا؟ اس نے جواب دیا، میں نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنی عاقبت بنالی۔ ابن زیاد نے کہا، تم مجھ سے نہیں ڈرے؟ مشکور نے کہا، جو خدا سے ڈرتا ہے، وہ کسی دوسرے سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد نے کہا، میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔ اس نے کہا، مشکور کی ہزار جانیں اہل بیت پر قربان جائیں، اس ملعون نے کہا، اس کو پانچ سو کوڑے مارے جائیں، پہلے کوڑے پر مشکور نے کہا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، دوسرے کوڑے پر کہا، الٰہی! مجھے خیر عطا فرما، تیسرے کوڑے پر کہا، الٰہی! تو مجھے بخش دے، چوتھے پر کہا، اے خدا! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی بارگاہ میں پہنچا۔ پھر اس نے پانی مانگا، لوگوں نے نہ دیا، عمرو بن حارث نے سفارش کی اور اپنے گھر لے گیا اور شیریں پانی لایا، مشکور نے کہا، مجھے لوگوں نے چشمہ کوثر سے پانی پلا دیا ہے، اب مجھے پانی کی ضرورت نہیں ہے، اسی وقت جان جاں آفریں کے حوالے کی۔ رحمۃ اللہ علیہ

القصہ : اس خاتون کا شوہر روتا، ماتم کرتا ہوا گھر آیا، بیوی نے پوچھا، تم کہاں تھے کہ آج دن میں گھر نہیں آئے؟ اس کمینے شخص نے کہا، مشکور نے مسلم کے لڑکوں کو قید خانے سے آزاد کر دیا، امیر کوفہ نے حکم دیا، کہ جو شخص ان لڑکوں کو پکڑ کر لائے گا، گھوڑا اور خلعت پائے گا اور مال کی کثرت سے تونگر ہو جائے گا۔ لوگ چاروں طرف دوڑے، میں بھی دن بھر انہیں ڈھونڈتا رہا، عورت نے کہا، اے مرد! خدا سے ڈر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں سے تیرا کیا سروکار؟ مرد نے کہا، کھانا لاؤ، تجھے کیا پڑی ہے؟ عورت کھانا لائی، مرد کھانا کھا کر سو گیا۔ ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ بڑے بھائی محمد نے چھوٹے بھائی ابراہیم کو بیدار کیا، اور کہا لوگ ہمیں قتل کر دیں گے، ابھی میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنت میں سیر کر رہے ہیں۔ اچانک حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے کہا، اے مسلم! تیرے دل نے کس طرح گوارا کر لیا کہ ان دو مظلوم بچوں کو ان ظالموں کے درمیان چھوڑ دیا۔ میرے باپ نے عرض کیا، میرے پیچھے وہ بھی آرہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا، میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پس دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کیا۔ ان لوگوں کی آہ و فغاں سے اس خاتون کا شوہر حارث بیدار ہو گیا اور عورت کو آواز دی کہ یہ کیسا شور ہے؟ عورت خاموش رہی۔ وہ ملعون چراغ لے کر اس حجرے میں داخل ہوا، دیکھا، دو بچے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر رو رہے ہیں۔ پوچھا، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم مسلم بن عقیل کے لڑکے ہیں، وہ ملعون خاموش ہو گیا۔

ع یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

جب صبح ہوئی، اس سیاہ بخت ملعون نے ڈھال اور تلوار اٹھائی، ان دونوں کو لے کر دریائے فرات کا رخ کیا، اس کی بیوی ننگے پاؤں دوڑی اور اس سے درخواست کی، جب اس کے قریب پہنچی، اس کتے نے دیکھا تلوار کھینچ کر اس کی

طرف رخ کیا، وہ عورت جان کے خوف سے واپس لوٹ گئی۔ جب دریائے فرات کے کنارے پہنچا، حارث نے اپنے غلام سے تلوار لے لی، غلام نے کہا، اے آقا! کسی کا دل کیسے گوارہ کرے گا، کہ ان بچوں کو قتل کرے؟ حارث نے اس بے گناہ غلام کو تہہ تیغ کر دیا۔ پھر اپنے لڑکے کی طرف رخ کیا اور کہا، تو ان بے گناہوں کا سر کاٹ دے، اس نے بھی انکار کیا اور کہا، میں خدا اور رسول سے شرم کرتا ہوں اور میں تجھے بھی نہ چھوڑوں گا کہ تو اس گناہ کا مرتکب ہو، حارث نے سنی ان سنی کر دی اور شہزادوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، بیوی اس سے لپٹ گئی، اسے زخمی کر کے الگ کر دیا۔ لڑکے نے چاہا، کہ ماں کی طرف سے مزاحمت کرے، حارث نے لڑکے کو ایک ہی ضرب میں ہلاک کر دیا۔ شہزادوں کے پاس آیا، انہوں نے کہا، تم ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے چلو، لیکن اس نے ان کی بات نہ مانی، انہوں نے کہا، اتنی مہلت دے دو کہ ہم دو رکعت نماز پڑھ لیں، اس نے منظور نہ کیا۔ پس ارادہ کیا، کہ ان دونوں میں سے ایک کو قتل کر دے، دوسرے بھائی نے کہا، پہلے مجھے قتل کر دو تا کہ میں اپنے بھائی کو مردہ نہ دیکھوں۔ اس کے بعد پہلے بڑے بھائی محمد کو قتل کیا، چھوٹے بھائی ابراہیم نے بڑے بھائی کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور چہرے سے چہرہ ملدیا اور ہونٹ پر ہونٹ رکھا اور کہا، اے بھائی! جلدی نہ کرنا، کہ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں، حارث نے ابراہیم سے محمد کا سر لے لیا اور اس کے سر کو بھی تن سے جدا کر دیا، اس ظلم پر زمانہ اور اہل زمانہ کی آہ وفغاں کا شور اٹھا۔ پس اس ملعون نے دونوں شہزادوں کے سر بریدہ جسموں کو پانی میں ڈال دیا، دونوں بھائیوں کے سر توبڑے میں رکھ کر زین کے ہرنی میں لٹکایا، ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اس کے سامنے رکھ دیا، اس نے پوچھ، اس توبڑے میں کیا ہے؟ حارث نے کہا، اس کے اندر تمہارے دشمنوں کے کٹے ہوئے سر ہیں، جب سروں کو باہر نکالا گیا، تو وہ خاک وخون میں آلودہ تھے۔ طشت میں رکھ کر جب انہیں دھویا گیا، تو ان کے چہرے آفتاب کی طرح روشن۔ ابن زیاد نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا، یہ دونوں مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا، تو انہیں میرے پاس زندہ کیوں نہیں لایا؟ تجھے ان کے قتل پر ذرا بھی رحم نہ آیا کہ ایسے پیارے بچوں کے سر کو جدا کر دیا؟ حارث نے کہا، انعام واکرام، گھوڑے اور خلعت دینے کا جو وعدہ تو نے کیا تھا، اسی کی حرص میں میں نے یہ کام کیا۔ ابن زیاد نے محبِ اہل بیت مقاتل نامی ایک شخص سے جو مجلس میں حاضر تھا، کہا، تم سروں کو لے جاؤ اور ان جسموں کے مقام پر پہنچا دو اور ملعون حارث کو اذیت ناک سزائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دو۔ مقاتل نے حارث کو پیروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا اور سروں کو دریائے فرات پر لایا اور شہزادوں کے جسموں کے ساتھ ان کے سروں کو ملدیا، لوگوں نے دیکھا، دونوں بھائیوں کے جسم ایک دسرے سے لپٹے ہوئے ہیں۔

ملعون حارث کی ناک، کان، ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کا شکم چاک کر کے دریائے فرات میں پھینک دیا، پانی نے اسے باہر پھینک دیا، اسے قبر میں ڈالا، تو زمین نے بھی قبول نہ کیا، پھر اسے آگ میں جلا کر راکھ اڑا دی گئی۔ حارث کے بیٹے اور غلام کو شہیدی لباس کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

معلوم ہو چکا ہے کہ مسلم بن عقیل جب کوفہ پہنچے، تو ان کے ہاتھ پر ۱۲ر ہزار سپاہیوں نے بیعت کی اور امام ہمام کے کوفہ آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس معاملے میں بہت اصرار کیا۔ چنانچہ امام حسین نے عراق کے سفر کا ارادہ

کرلیا،امام عالی مقام کے دوستوں اور بہی خواہوں نے کوفہ نہ جانے کا مشورہ دیا اور سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن عباس نے اور ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا،" آپ کے والد علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حرمین شریفین چھوڑ کر عراق میں قیام کیا، ان کے ساتھ جو معاملہ ہوا، پوشیدہ نہیں، آپ اس ارادے سے باز آجایئے، دیکھیے آپ کے بھائی امام حسن کے ساتھ کوفہ والوں کا کیا برتاؤ رہا؟ آپ ان لوگوں پر کیوں بھروسہ کرر ہے ہیں؟ آپ کوفیوں کی بات کا یقین نہ کریں"، امام حسین نے کہا، اہل کوفہ نے مسلم کے ہاتھ پر میرے کوفہ جانے کے اقرار پر بیعت کی ہے، اگر میں نہیں جاؤں گا، تو عنداللہ پکڑا جاؤں گا، پھر کیا جواب دوں گا؟ اس مقام پر علما ایک دوسری روایت بیان کرتے ہیں، کہ حضرت امام نے ارشاد فرمایا، خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حکومت بنی امیہ کے ہاتھ میں پہنچی، انہوں نے دین متین میں خلل اور شریعت میں اختلاف کا ارادہ کیا، انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے دیا اور خود کو پیغمبر علیہ السلام کا خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اہل بیت رسول سے اپنی خلافت کی بیعت لینا چاہتے ہیں، پس ان کا فسق و فجور عوام وخواص کے نزدیک حکم شرعی کا درجہ رکھے گا، اس طرح اسلام میں خلل، شریعت میں اختلاف اور احکام لاکلام وقوع پذیر ہوں گے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا مقصود رفتہ رفتہ دین محمدی کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنا ہے، ایسے حالات میں حق و باطل اور کفر و اسلام کے درمیان اگر حد فاصل قائم نہ کی گئی، تو دین میں پورا پورا خلل واقع ہو جائے گا۔ امام کا یہ بلیغ کلام ناصحین پر ظاہر ہوا، تو انہیں مزید کلام کی گنجائش نہ رہی۔ عبداللہ بن عمر نے کہا، اے ابن رسول! اگر آپ کوفہ جانے کا عزم مصمم رکھتے ہیں، تو اہل بیت کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، فرمایا، میں انہیں کس کے سپرد کر جاؤں، بہتر یہی ہے کہ میرے ساتھ رہیں۔

۳ر ذی الحجہ جس دن امام مسلم کو کوفہ میں شہید کیا گیا، امام ہمام مکہ سے نکلے، مقام صفاح میں قیام پذیر تھے، عربی کا مشہور شاعر فرزدق کوفہ سے مقام صفاح میں اترا، اس نے امام صاحب کے سامنے اہل کوفہ کے خلوص وعقیدت اور مسلم کے ساتھ متابعت و بیعت کا تذکرہ کیا۔ صفاح سے بطن الرمہ پہنچے، وہاں سے کوفیوں کے نام اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا۔

میرے پاس مسلم بن عقیل کا خط آیا، جس میں تحریر ہے کہ تم لوگ میری خلافت پر متفق ہو اور تم لوگ میرے کوفہ پہنچنے کے مشتاق و آرزومند ہو، خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے اور تمہاری کوششوں کو میرے حق میں کامیاب کرے، یہ خط بطن الرمہ سے لکھ کر بھیجا جا رہا ہے اور میں عنقریب خط کے پیچھے پیچھے کوفہ پہنچ رہا ہوں۔

یہ خط قیس کے حوالے کیا، کہ تم کوفہ پہنچا دو، امام مسلم کی شہادت کے بعد معلوم ہوا، کہ امام ہمام کوفہ تشریف لا رہے ہیں۔ ابن زیاد نے ہر سمت اپنی فوجیں لگا دیں، کہ جس سمت سے امام ہمام کوفہ کی طرف آئیں، ان سے جنگ کی جائے، جب قیس قادسیہ پہنچا، وہاں حصین فوج کے ساتھ موجود تھا، اس نے قیس کو گرفتار کر کے کوفہ پہنچا دیا، ابن زیاد ملعون نے قیس کو قصر امارت کی چھت سے نیچے گرا دیا، قیس شہید ہو گئے۔ جب امام حسین ذات العرق پہنچے، بشر بن غالب کوفہ سے آئے اور امام کی ملازمت اختیار کی، امام نے کوفیوں کے حالات پوچھے، تو بشر نے کہا، "الکوفی لا یوفی" یعنی کوفی

وفا نہیں کرتے، وہاں سے امام وادی میں تشریف لے گئے، جہاں اونچی جگہ پر ایک خیمہ دیکھا، اس خیمے کے بارے میں استفسار (دریافت) کیا، لوگوں نے بتایا، زہیر بن قیس بلوی حج ادا کر کے وطن جا رہے ہیں، انہیں کا خیمہ ہے۔ امام صاحب نے کہا، اگر تمہیں شہادت کی خواہش ہے، میرے ساتھ ہو جاؤ۔ اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو روانہ کیا، ایک قول کے مطابق اپنی بیوی کے ساتھ اور بقول دگر تنہا امام حسین کی ملازمت اختیار کر لی۔ وہاں سے حسینی قافلہ شقوق پہنچا، امام صاحب تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مسافر کوفہ کی جانب سے آیا، اسے بلایا، اور امام مسلم کے حالات دریافت کیے۔ اس نے بتایا کہ لوگوں نے امام مسلم اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا اور ان کی لاشیں سولی پر لٹکا دیں، سر مبارک دمشق بھیج دیے گئے۔ حضرت امام نے یہ خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

امام مسلم کی تیرہ سال کی ایک بچی تھی، جب رات ہوئی، امام ہمام نے معمول سے زیادہ اس کے ساتھ لطف ونوازش فرمائی، لڑکی نے عرض کیا، آج رات مجھ پر اتنی شفقت اور نوازش کیوں ہے؟ ایسی نوازش تو یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ میرے والد مسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت امام رونے لگے، اور اس کے حق میں لطف ونوازش اور وعدہ عنایت بیش تر فرمایا اور کہا اب میں تمہارا باپ ہوں اور میری بہنیں تمہاری مائیں، میرے بیٹے تمہارے بھائی اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں ہیں۔

جب یہ کلمات، شور آہ وفغاں امام مسلم کی اہلیہ تک پہنچے، اس نے سوزناک آہ کھینچی اور گریہ دل فگار کیا۔ امام حسین نے وہاں سے کوچ کر کے ثالہ پر خیمہ ڈالا، وہاں عمرو بن سعد کا قاصد خط لایا، جس میں تحریر تھا، کہ کوفیوں نے اپنی عادت کے مطابق امام مسلم کی رفاقت سے پہلوتہی کی، عبیداللہ بن زیاد نے مسلم، ہانی بن عروہ کو شہید کر ڈالا۔ عمرو بن سعد کے خط سے امام مسلم کی شہادت کی تصدیق ہوگئی۔ جب یہ خبر امام حسین کے لشکر میں پہنچی، جو لوگ اطراف وجوانب سے آکر فوج میں شامل ہوئے تھے، منتشر ہوگئے، امام حسین وہاں سے قصر بنی مقاتل پہنچے، وہاں سے قطقطانہ میں قیام کیا۔ امام حسین نے اپنے فوجیوں کو طلب کیا اور فرمایا، ہم نے تمہیں اجازت دی کہ تم لوگ واپس لوٹ جاؤ، جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ پس سب لوگ رخصت ہوگئے۔ امام حسین اپنے بیٹوں، بھائیوں اور تھوڑے سے ملازموں کے ساتھ بچ گئے، امام حسین نے ان کو بھی جانے کی اجازت دے دی، ان لوگوں نے امام حسین کی جدائی گوارا نہ کی۔

اسی دوران جاسوسوں نے عبیداللہ بن زیاد والی کوفہ کو خبر دی کہ ۱۶ روز ہوئے، امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے ہیں اور آج قبیلہ بنی مقاتل میں قیام پذیر ہیں۔ اس ملعون نے حر بن یزید ریاحی کو ایک ہزار جوانوں کے ساتھ امام حسین کی طرف روانہ کیا، کہ وہ جہاں بھی ملیں، انہیں کوفہ کی طرف لاؤ، انہیں کسی اور طرف جانے نہ دینا، حر نے جنگل کی راہ اختیار کی، ادھر امام حسین قبیلہ بنی مقاتل کی سکونت سے نکل کر کوفہ کی جانب چلے۔ بنی عکرمہ کا ایک آدمی امام حسین کی خدمت میں آیا اور ابن زیاد کی فوج کی آمد اور آپ سے لڑائی کے ارادے کو بیان کیا۔ امام نے اس کو دعائے خیر دے کر رخصت کیا، پھر خود خیمہ گاہ میں تشریف لے گئے، صبح کے وقت کوچ کیا، تو حر کا لشکر نظر آیا، دیکھا کہ یہ لوگ گھوڑوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں، جب امام کی سواری کو دیکھا، سوار ہو کر سامنے آئے اور صف بستہ ہو کر کھڑے ہوگئے۔ امام حسین نے حکم دیا، معلوم کرو، اس لشکر کا سردار کون ہے؟ حر بن یزید ریاحی امام صاحب کے

روبرو آیا اور سلام کیا اور اپنا حسب ونسب بیان کیا۔ امام نے پوچھا تم دوستی کے لیے آئے ہو یا دشمنی کے لیے؟ حر نے کہا، امام سے جنگ کے لیے، امام حسین نے لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم پڑھا، پھر فرمایا، تمہارا ارادہ کیا ہے؟ حر نے کہا، عبیداللہ بن زیاد کا حکم ہے کہ امام کو کسی اور سمت نہ جانے دوں، میں کوفہ کے دروازے تک آپ کے ساتھ ہی ساتھ رہوں گا۔ حضرت امام نے فرمایا، تم اپنے لشکر کے ساتھ اور میں اپنے لشکر کے ساتھ نماز ادا کرلوں، وقت نماز آ گیا ہے۔ حر نے عرض کیا، ابن رسول اللہ! آپ زمانے کے امام ہیں، دونوں لشکر آپ ہی کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ حضرت نے دعائے خیر کی، گھوڑے سے اترے، ظہر کی نماز ادا فرمائی، اپنے بستر پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا۔

میں ہرگز اس طرف آنا نہیں چاہتا تھا، مگر اہل کوفہ نے میرے پاس بار بار خطوط بھیجے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں، جس کی اقتدا کریں، آپ ہمارے درمیان بحیثیت امام تشریف فرما ہوں تاکہ ہمارے دنیوی اور اخروی امور انجام پائیں، میں تمہاری درخواست پر یہاں آیا ہوں، اگر تم لوگ اپنے عہد ومیثاق کی تجدید کرو تو میں اطمینان وسکون کے ساتھ تمہارے شہر میں قیام کروں، اگر متابعت منظور نہیں، میری مزاحمت سے باز رہو، تاکہ میں جدھر جانا چاہوں چلا جاؤں۔

حر نے کہا، خدا کی قسم میں ان باتوں کی خبر نہیں رکھتا، حضرت نے فرمایا، تمہارے اس لشکر میں بہت سے لوگ ہیں، جن کے خطوط میرے پاس موجود ہیں، حکم دیا، خطوط لائے گئے، جب ان خطوط کو پڑھا گیا، بعض لوگوں نے سر جھکا لیے منفعل اور شرمندہ ہوئے، پھر امام حسین عصر کی نماز کے لیے اٹھے۔

اسی دوران ایک سانڈنی سوار ابن زیاد کی جانب سے حر کے پاس اس مضمون کا خط لے کر پہنچا، تم جس مقام پر امام حسین سے ملو اور یہ خط تمہیں ملے، وہیں امام کو روک لو اور ان کو ایسی جگہ پر اتارو، جہاں سے پانی اور چارہ دور ہو، حر نے یہ خط پڑھنے کے بعد امام کے حوالے کیا، جب امام نے خط کا مطالعہ کیا، تو حر نے اپنے لشکریوں سے چھپ کر امام سے کہا، حر کے ہاتھ کٹ جائیں، اگر وہ آپ کے سامنے تلوار کھینچے، میں جس راستے سے گزرا، سنگ وخشت نے مجھے جنت کی بشارت دی، میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ ابن رسول سے جنگ کے لیے جا رہا ہوں، یہ بشارت اس لیے ہے کہ ابھی مخالفین امام میرے ساتھ ہیں، یقیناً میں آپ کے ساتھ ہو جاؤں گا، اگر مناسب سمجھیں ہم لوگ ساتھ ہی سفر کریں اور کسی مقام پر فروکش ہو جائیں، آپ اس بہانے سے کہ بیگمات آپ کے ساتھ ہیں ہمارے لشکر سے دور قیام کریں، رات کے وقت جب ہمارا لشکر سو جائے، آپ جس طرف چاہیں چلے جائیں، صبح کے وقت جب لشکر بیدار ہوگا، میں بھی آپ کی روانگی کے بہانے کوفہ کی طرف چلا جاؤں گا۔ امام حسین نے حر کو دعا دی اور سوار ہوئے۔ جب دو گھڑی رات گزری، فروکش ہوئے، جب حر کا لشکر خواب غفلت کے مزے لینے لگا، امام اٹھے اور اپنے لشکر کے ساتھ ایک راستے پر چل پڑے، اندھیری رات تھی، معلوم نہ ہو سکا، کہ کس طرف جا رہے ہیں؟ جب صبح ہوئی، حضرت امام کا گھوڑا ایک خطرناک مقام پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا، اسے تازیانے لگائے، مگر آگے نہ بڑھا اور قدم نہ اٹھایا، امام صاحب نے فرمایا، تم لوگ جانتے ہو، یہ کون سی سرزمین ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا، اس علاقے کو ارض ماریہ کہتے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا، شاید اس کا کوئی دوسرا نام بھی ہو، اس نے جواب دیا، کہ اس مقام کو کربلا بھی کہتے ہیں، امام نے فرمایا، اسی سرزمین پر ہمارا

خون بہایا جائے گا، اور یہ زمین آل عبا کے لیے قحط ہے۔

گر نام ایں زمیں بیقیں کربلا بود — اینجا نصیب ما ہمہ کرب و بلا بود
اینجا بود کہ تیغ بر آل عبا کشند — اینجا بود کہ ماتم آل عبا بود
کار مخدرات من ایں جا تبہ بود — پشت مبارزاں من اینجا دو تا بود
ریزند در مصیبت من آب چشم خویش — ہر مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا بود

ترجمہ۔ (۱) اگر واقعتاً اس سرزمین کا نام کربلا ہے، یہاں ہمارے نصیب میں کرب و بلا لکھا ہے۔
(۲) یہی وہ مقام ہے جہاں آل عبا پر لوگ تلوار کھینچیں گے، یہی وہ جگہ ہے جو آل عبا کے لیے، غم کدہ ہوگی۔
(۳) ہماری پردہ نشیں خواتین کو رسوا کیا جائے گا، میری طرف سے لڑنے والوں کی پشت یہاں جھک جائے گی۔
(۴) ہوا اور پانی میں جو بھی مرغ و ماہی ہیں، سب میری مصیبت پر آنسو بہائیں گے۔

شہزادہ علی اکبر سامنے آئے اور کہا، اے والد بزرگوار! یہ کیسی فال ہے، جو آپ بیان کر رہے ہیں؟ امام حسین نے فرمایا، اے نور چشم! صفین کے سفر میں تمہارے دادا علی مرتضی کے ساتھ میں اس میدان میں پہنچا، تمہارے دادا امام حسن کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، جب بیدار ہوئے، تو رونے لگے، امام حسن نے پوچھا، ابا جان! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خون کا دریا موجیں مار رہا ہے اور میرا بیٹا حسین اس دریا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی فریاد رسی کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا ہے، حضرت علی نے اس وقت میری طرف چہرا کر کے فرمایا، اے ابو عبداللہ! اس صحرا میں جب یہ واقعہ پیش آئے گا، تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا، صبر کروں گا اور صبر کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں ہوگا۔ میرے باپ نے کہا، تم یہی کرنا کہ مردان حق صبر ہی کرتے ہیں۔

پھر حضرت امام نے حکم دیا، لوگوں نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور ان پر لدا ہوا سامان کھول دیا، خیمے نصب کر دیے، جب آپ گھوڑے سے اترے اور آپ کا قدم خاک کربلا پر پڑا، مٹی کا رنگ زرد ہو گیا اور اس سے ایسا غبار اٹھا، کہ آپ کے گیسوئے مبارک گرد آلود ہو گئے، حضرت ام کلثوم نے عرض کیا، اے بھائی جان! میں یہ عجیب و غریب حال دیکھ رہی ہوں، اور اس صحرا سے میرا دل خوف زدہ ہو رہا ہے۔ آپ نے بہن کو دلاسا دیا۔ اس وقت سلیمان بن سرد کو ایک خط لکھا کہ تو نے مجھے خط لکھ کر کوفہ آنے کی استدعا کی، میں یہاں پہنچ چکا ہوں، اگر تم میری مدد کرو گے، اپنا عہد پورا کرو گے اور دستور مروت کو انجام دو گے، اگر بے وفائی کرو گے، کوفہ والوں سے یہ چیز بعید نہیں ہے، کیوں کہ اہل کوفہ میرے باپ، بھائی اور چچیرے بھائی کے ساتھ بے وفائی کر چکے ہیں، اس وقت دشمن کا لشکر میرا راستہ روکے ہوئے ہے، اگر تم مدد کرو، بہتر ہے، ورنہ میں نے خود کو قضائے الہی کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ خط قیس اعرابی کو دیا کہ کوفہ پہنچا دو، راہداروں نے قیس کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ قیس نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ جب ابن زیاد کے پاس پہنچا، تو اس نے پوچھا، یہ کیسا خط تھا؟ قیس نے کچھ جواب نہ دیا، پھر ابن زیاد نے پوچھا کہ خط کہاں سے لائے؟ کہا، امام حسین کے پاس سے، پوچھا، خط کیوں پھاڑ دیا؟ جواب دیا، اس لیے کہ تم وہ خط نہ پڑھ سکو اور دوستوں کے راز دشمنوں پر ظاہر نہ ہوں، امیر ملعون نے کہا، تمہیں دو کام کرنا ہوگا، یا تو تم اس خط کے کاتب و مکتوب الیہ کے ناموں کو بیان کرو یا منبر

پر کھڑے ہو کر امام حسین، ان کے باپ اور بھائی کو برا بھلا کہو، ابن زیاد اور یزید کی تعریف کرو۔ قیس نے کہا، خط والوں کے نام کا اظہار ممکن نہیں ہے، میں منبر پر جا رہا ہوں، لیکن منبر پر کھڑے ہو کر خدا اور رسول خدا اور اہل بیت پیغمبر کی حمد وثنا کروں گا۔ اور کہا، اے کوفہ والو! امام حسین زمانہ کے امام ہیں، اس مصیبت میں تم لوگ ان کا ساتھ دو گے، تو تمہاری عاقبت بخیر ہو گی پھر یزید اور ابن زیاد کی مذمت کی۔ ابن زیاد نے یہ خبر پا کر قیس کو منبر سے اتار دیا اور چھت پر بھیج کر سر تن سے جدا کر کے شہید کر دیا۔ جب یہ خبر امام حسین کو پہنچی، تو بہت روئے اور اس کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ابن زیاد کو امام مظلوم کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی، تو اس نے امام حسین کے نام ایک خط تحریر کیا، جس کے اندر یزید پلید کی یہ تاکید درج کی:

اگر تم امام حسین کو پا جاؤ، یا اس کی خبر سنو، نرم بستر پر نہ سوو، کھانا پینا بند کر دو، جب تک اسے میری بیعت میں نہ لاؤ، اگر وہ انکار کرے، اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو، اے حسین! میں (ابن زیاد) تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم یزید کی بیعت کر لو، بصورت دگر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جب یہ خط امام حسین کو ملا، پڑھ کر پھینک دیا، اور کہا، اس قوم پر افسوس جو مخلوق کی خوشنودی کے لیے خالق کے غضب کو اختیار کرتی ہے۔ قاصد نے جواب طلب کیا، امام حسین نے فرمایا، میرے پاس اس خط کا جواب نہیں اور اس کی سزا کلمہ عذاب کے سوا کچھ نہیں۔

جب قاصد نے ابن زیاد کو اس کا خط پھینکنے اور جواب نہ لکھنے کی بات بتائی، وہ غضب ناک ہوا اور حاضرین سے کہا، تم میں کون ہے، جو امام حسین سے جنگ کرے گا؟ سب نے سر جھکا لیا، جب اس نے دوبارہ یہ بات کہی، اور جواب نہ پایا تو عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو بلایا اور کہا، تم ایک زمانے سے حکومت رے کی تمنا رکھتے ہو، یقیناً وہ ایک وسیع ولایت ہے، اس کی آمدنی زیادہ ہو گی، اب میں چاہتا ہوں کہ تمہارے نام رے اور طبرستان کی حکومت کا فرمان لکھ دوں اور تمہاری اس آرزو کو خلوت قوت سے صحرائے فعل میں لاتا ہوں۔ یعنی تمہاری دیرینہ آرزو کی تکمیل کرتا ہوں۔ عمرو بن سعد نے تعظیم کی، ابن زیاد نے حکم دیا، لوگوں نے حکومت رے کا نشان (جھنڈا) اور طبرستان کی سرداری کی دستاویز اس کے نام لکھ کر دی، خلعت پہنایا، گھوڑے پر زریں زین کس دی گئی، پھر ابن زیاد ملعون نے کہا، میں تمہیں لشکر کی سپہ سالاری کا منصب دے رہا ہوں اور تم رے کے حاکم بن گئے، زر نقد تمہیں دیتا ہوں اور یہ تمام چیزیں اس شرط پر ہیں کہ تم کربلا جاؤ اور حسین سے جنگ کرو یا اس سے یزید کی بیعت لے لو، یا اس کا سر اس کے متبعین کے سروں کے ساتھ لاؤ، عمرو بن سعد نے کہا، اے امیر! یہ بہت بڑی مہم ہے، بے سوچے سمجھے اس کام کو قبول نہیں کر سکتا، مہلت دو کہ آج اپنے دوستوں اور لڑکوں سے مشورہ کر لوں، کل اپنے فیصلے سے مطلع کروں گا۔ ابن زیاد نے اجازت دے دی، ابن سعد ملعون ابن زیاد کے منتخب گھوڑے پر سوار ہوا، اور اس کا دیا ہوا لباس پہنا، حکومت رے کا کاغذ ہاتھ میں لیا، شاداں وخنداں اپنے گھر گیا۔ اس کے بیٹوں نے حیرت سے پوچھا، کہ آپ پر یہ عنایت کہاں سے ہوئی ہے؟ کہا، اقبال مندی نے میری طرف رخ کیا اور مجھ پر سعادت مندی کے دروازے کھول دیے، ابن زیاد نے مجھے اپنے لشکر کا سپہ سالار، رے اور طبرستان کی حکومت کا پروانہ، اسپ خاص، خلعت، اس شرط کے ساتھ دیا ہے کہ میں امام حسین سے جنگ کروں۔ اس

کے چھوٹے لڑکے نے کہا، افسوس صد افسوس اے باپ! غور کیجیے کس سے جنگ کرنے جارہے ہیں؟ خدا، رسول خدا، علی مرتضی، حسن مجتبی، فاطمہ زہرہ کی دشمنی اختیار کی ہے؟ آپ کے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی جان حسین کے نانا پر قربان کی، اور آپ ان کی جان لینے کا قصد کر رہے ہیں؟ آپ روز قیامت کی ندامت اور روز حساب کی ذلت سے خوف کیجیے، جب پیغمبر علیہ السلام آپ سے پوچھیں گے، کہ تم نے میرے فرزند کو کیوں قتل کیا، تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ اس کے علاوہ آپ نے امام حسین کو کوفہ بلانے کے لیے مکہ مکرمہ خط لکھا تھا، اور ان کو مکہ سے بلایا، اب ان کی جان لینے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ خدا سے شرم کیجیے، عمرو نے اس کی طرف سے چہرہ پھیر لیا، اور اپنے بڑے لڑکے کی طرف دیکھا کہ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟ اس مردود نے کہا، یہ ساری باتیں سچ ہیں، لیکن یہ ادھار ہے اور ابن زیاد کی عنایت نقد ہے اور ادھار کو نقد پر عقلاً ترجیح نہیں دیتے۔ پس دوسرے دن عمرو پلید، ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا، میں امام حسین سے جنگ کرنے کے لیے راضی ہوں، ابن زیاد خوش ہوگیا اور پانچ ہزار سپاہی اس کے حوالے کیے اور کربلا کی طرف روانہ کیا۔

ابن سعد کے بھانجے حمزہ بن نصر نے اسے بہت روکا، کہ اے ماموں! تمہاری اولاد باقی نہیں رہے گی، تمہارا دین تباہ ہو جائے گا، اور تمہاری نسل دنیا سے مٹ جائے گی، سوچو، تم کس کام کا ارادہ کر رہے ہو؟

یہ باتیں سننے کے بعد ابن سعد کے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ اس ارادے سے باز آئے، لیکن مال و منصب کے خیال نے اسے اپنی گرفت سے آزاد نہ کیا۔ کربلا آیا اور امام ہمام کے سامنے خیمہ زن ہوا، کسی کو امام کے پاس بھیجا، کہ آپ کے یہاں آنے کا سبب کیا ہے؟ امام نے جوب دیا، تونے اور تیرے ساتھیوں نے مجھے یہاں بلانے کے لیے خطوط لکھے اور میرے بلانے کے سلسلے میں حد درجہ اصرار کیا، میں تمہاری گمراہ کن باتوں کی وجہ سے یہاں آیا ہوں، تم لوگوں نے عہد توڑ دیا، اب میں چاہتا ہوں اگر تم لوگ مجھے نہ روکو تو میں کسی طرف نکل جاؤں، عمرو بن سعد اس جواب سے خوش ہوا، کہ شاید امام ہمام اور ابن زیاد کے درمیان صلح ہو جائے اور امام واپس لوٹ جائیں اور جنگ کی ضرورت نہ پڑے۔ پھر اس نے ابن زیاد کو ایک خط لکھا، جس میں امام کی کیفیت تحریر کی، ابن زیاد نے جواب دیا، تم امام ہمام سے یزید کی بیعت لو اور مجھے آگاہ کرو، اگر وہ بیعت سے انکار کریں، میرے حکم کا انتظار کرو، ابن سعد نے اس جواب سے اندازہ کر لیا، کہ ابن زیاد امام کی مراجعت پر راضی نہیں، اس نے ابن زیاد کے خط کو امام حسین کے پاس بھیج دیا، امام نے فرمایا، میں ابن زیاد کی بات پر ہرگز عمل نہ کروں گا، جب امام حسین کے انکار بیعت کی خبر ابن زیاد کو ہوئی، تو حصین بن نمیر، شیث بن ربیع، شمر ذی الجوشن، کو سوار اور پیادہ فوج دے کر عمرو نجس کی مدد کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ امام اور ان کے ساتھیوں کو آب فرات سے روک دو۔ ابن سعد نے عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ امام پر فرات کا پانی بند کرنے کے لیے متعین کیا، ان لوگوں نے امام کو فرات کے پانی سے روک دیا۔ امام نے اپنا خیمہ بادیہ میں لگایا، امام مظلوم کی شہادت سے تین روز پہلے پانی بند کر دیا گیا، جب امام ہمام کے ساتھیوں پر پیاس نے غلبہ کیا، چھوٹے بھائی عباس کو گھوڑ سواروں اور بیس پیادہ لوگوں کے ساتھ پانی لینے کے لیے بھیجا، عباس جنگ میں عمرو پر غالب آئے اور مشکیزے بھر کر لشکر گاہ میں لائے۔

دوسری رات امام حسین نے کسی کو عمرو کے پاس بھیجا، کہ میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ملاقات کریں، عمرو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ لشکر سے باہر آیا، امام حسین اپنے بھائی عباس اور اپنے بیٹے علی اکبر کے ساتھ عمرو بن سعد کے سامنے کھڑے ہوئے، کہا، اے عمرو! اس خدائے واحد سے نہیں ڈرتا جس کی طرف سب کو لوٹنا ہے اور میرے ساتھ جنگ کرنا چاہتا ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کا فرزند ہوں، تم اس غلط ارادے سے باز آجاؤ، عمرو نجس نے کہا، میں کوفہ کے اندر ریاست، باغ ومحلات، رشتے دار رکھتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ ابن زیاد ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لے گا۔ امام ہمام نے فرمایا، میں ان تمام چیزوں سے بہتر تم کو مدینہ منورہ میں دوں گا، عمرو نے کوئی جواب نہ دیا، سر جھکا لیا، امام نے فرمایا، جاؤ! میں فضل الٰہی سے امید رکھتا ہوں کہ میرے بعد تم اپنی مراد کو نہ پاؤ گے اور وہی ہوا جیسا امام نے فرمایا تھا، واقعہ کربلا کے کچھ ہی دنوں بعد مختار بن عبید ثقفی نے ابن سعد اور اس کے بڑے بیٹے کو جس نے امام سے جنگ کے لیے اپنے باپ کو ابھارا تھا قتل کرا دیا۔

صبح ہوئی، تو شمر ذی الجوشن نے رات کے وقت امام حسین اور ابن سعد کے درمیان ہونے والی ملاقات سے ابن زیاد کو باخبر کیا، اس نے لکھا، کہ اے ابن سعد! تو نے ابن ابوتراب (حسین) سے ملاقات کی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے، لشکر کی سپہ سالاری شمر کے حوالے کر دو اور حکومت رے کا منشور یزید کو دے دو۔ عمرو بہت خوف زدہ ہو گیا اور امام حسین سے جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے، ساتویں محرم کو امام کے لشکر گاہ میں پانی ختم ہو گیا، لشکر پیاس میں مبتلا ہوا، بچوں نے فریاد کی، امام ہمام نے ایک جگہ قدم رکھا، کہا، کہ زمین کو کھودو، جب تھوڑی زمین کھودی گئی، بہت زیادہ پانی نکلا، لوگوں نے مشکیزے بھرے، اس کے بعد وہ چشمہ غائب ہو گیا، لوگوں نے بہت ڈھونڈا چشمہ کا نشان نہ پایا، یہ امام کی کرامت تھی، لیکن جب یہ بات ابن زیاد کو معلوم ہوئی، تو اس نے عمرو کو خط لکھا، کہ تم نے امام حسین کو کنواں کھودنے کا موقع دیا، اس لیے ابھی شمر چار ہزار سواروں کے ساتھ اور دوسرے بہادر کربلا پہنچ رہے ہیں اور پانچ ہزار سوار تمہارے پاس موجود ہیں، مجموعی فوج بائیس ہزار ہوئی، امام پر سختی کرو، کہ سپاہیوں کی تعداد کم نہیں ہے۔

تقریباً بنی اسد کے سو افراد جو کربلا کے نواح میں مقیم تھے، امام ہمام کی دعوت پر شرکت کے ارادے سے امام کے پاس آرہے تھے، عمرو نجس نے خبر پائی، چار ہزار سواروں کے ساتھ ارزق شامی کو بنو اسد پر مقرر کیا، ان میں سے بعض مار ڈالے گئے اور بعض شکست کھا گئے۔

جب ابن زیاد کو معلوم ہوا، کہ امام ہمام اس دیار کے قبائل کو دعوت دے کر اپنی طرف مائل کر رہے ہیں، عمرو نجس اور دوسرے یزیدی سرداروں کو لکھا، کہ اگر تم لوگ آج امام حسین سے جنگ نہیں کرو گے، میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔

محرم کی نو تاریخ تھی، عمرو نجس اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہوا، جب گھوڑوں کی ٹاپوں کی وجہ سے غبار اٹھا، حضرت امام حسین نے بیس افراد کے ساتھ عباس بن علی کو دریافت حال کے لیے بھیجا، حضرت عباس نے آکر عرض کیا، ابن سعد جنگ کے لیے آرہا ہے، امام صاحب نے کہا تم ابن سعد سے کہہ دو، نویں محرم ہے، میں آج اور آج کی رات عبادت کروں گا، کل جنگ کرو، تو بہتر ہے۔ حضرت عباس نے جب عمرو سے مہلت طلب کی، اس نے منظور نہ کیا، ابن سعد

کندی کی کوشش سے یا بروایت دگر عمرو بن حجاج کی سفارش سے اس دن کی مہلت مل گئی۔ امام حسین نے اس سے پہلے حکم دیا تھا، کہ میرے لشکر کے گرد خندق کھود دی جائے اور اسے لکڑی سے بھر دیا جائے، تا کہ میدان جنگ ایک ہی طرف رہے، رات کا خیال کرتے ہوئے حکم دیا، کہ خندق میں آگ لگا دی جائے، جب آگ روشن ہوگئی، مالک بن عروہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور کہا، اے حسین! آگ میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گھر میں خود ہی آگ لگا دی؟ امام ہمام نے فرمایا، اے جھوٹے! آگ تمہارے لیے ہے۔ امام حسین کی دوسری کرامت تھی، کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا، اس کا پیر رکاب میں الجھا رہا اور گھوڑا اسے کھینچ کر آگ کے پاس لایا، اس کا پیر رکاب سے الگ ہوا، آگ میں گر پڑا اور جل گیا۔
حضرت امام حسین نے سجدہ شکر ادا کیا اور بلند آواز سے فرمایا، اے خدا! ہم تیرے رسول کے اہل بیت اور ذریت ہیں، ہمارا انصاف ظالموں سے لے۔ ابن اشعث نے آواز دی، تمہیں پیغمبر سے کون سی قرابت ہے، کہ ہمیشہ ڈینگ مارتے رہتے ہو؟ حضرت امام بہت زیادہ غضب ناک ہوئے، سر نیاز خدائے کریم کی بارگاہ میں رکھ کر دعا فرمائی، الٰہی! ابن اشعث میرے نسب کو منقطع کر رہا ہے اور مجھے تیرے رسول کا فرزند نہیں مانتا، امید رکھتا ہوں کہ آج ہی اسے ذلیل کر اور اس کی رگ جان کو کاٹ دے۔ ابن اشعث اسی وقت قضائے حاجت کے لیے گیا، اک بچھو نے اس کے مقام مخصوص پر ڈنک مارا، درد کی وجہ سے نجاست میں لوٹنے لگا اور مر گیا۔

ان کرامتوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اشقیا امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے سے باز نہ آئے۔

جب اس دن اور شب عاشورہ جنگ موقوف ہوگئی، حضرت امام حسین اپنے جانثاروں کے ساتھ بارگاہ حضرت قادر وقیوم میں سر نیاز رکھ کر پوری رات بھوکے پیاسے ذکر الٰہی اور حضرت رسالت پناہ پر درود وسلام کی ڈلیاں نچھاور کرنے میں مصروف رہے۔ اسی رات امام ہمام نے کرسی پر بیٹھ کر اپنے تمام ہمراہیوں کے روبرو ایک بلیغ تقریر فرمائی حمد وصلوۃ کے بعد ارشاد فرمایا:

میں نے کسی شخص کو اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر وفا شعار نہیں پایا اور کسی جماعت کو اہل بیت سے بڑھ کر رحم دل نہیں دیکھا، خدا تم کو میری جانب سے خیر کثیر عطا فرمائے اور جان لو کہ میں آج کی رات تم لوگوں کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں، میرا گمان یہ ہے کہ جب یہ لوگ مجھے پالیں گے، میرے سوا کسی کی جستجو نہ کریں گے، پھر تم لوگوں میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر دنیا میں کہیں چلا جائے تا کہ تم لوگ مصیبت سے نجات پا جاؤ۔

امام حسین کے بھائیوں، بیٹوں، غلاموں، جانثاروں نے جواب دیا، اے ابن رسول اللہ! آپ سے جدائی کی تاب نہیں ہے، آپ کی وفات کے بعد ہمیں زندہ رہنے کی ہرگز خواہش نہیں، جب تک ہمارے بدن میں جان ہے، آپ کے دشمنوں کے مقابلے سے ہاتھ نہیں روکیں گے۔ امام نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور مسلم بن عقیل کے صاحب زادوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے میرے بیٹو! کوفیوں کے جھوٹے وعدوں پر میں نے تمہارے باپ کو کوفہ بھیجا، ان لوگوں نے مسلم کے ساتھ جو کچھ کیا، معلوم ہے، اب تم لوگ مسلم کی یادگار ہو، تمہاری ماں بھی غم زدہ اور ماتم زدہ ہے، تم لوگ اپنی ماں کو ساتھ لے کر قبیلہ بن اسد میں چلے جاؤ، وہاں سے مدینہ پہنچ کر خدا کی مہربانی کے منتظر رہو، کہ کوئی پیدا ہوگا اور میرا انتقام بنی امیہ سے لے گا، اس انتقام کی خبر میرے والد حضرت علی مرتضی نے مجھ کو دی ہے۔

شواہد میں لکھا ہے کہ مرد ہشتم سے مراد ابو مسلم مروزی (خراسانی) ہے، جو سیاہ پرچموں کے ساتھ شہر مرو سے نکلا، بنی امیہ سے جنگ کر کے انہیں قتل کر ڈالا۔

القصہ! مسلم کے لڑکوں نے کہا، ہمارے باپ اور بھائیوں نے اپنی جانیں آپ پر قربان کیں، ہم بھی آپ پر جانیں قربان کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ صبح صادق کی ابتدا تھی کہ آسمان سے آواز آئی، اے خدا کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ، کہ جنگ کا وقت آگیا اور رحلت کا وقت بھی آپہنچا۔ ام کلثوم حضرت امام کے خیمہ میں آئیں اور کہا، بھائی جان! آپ نے یہ آسمانی آواز سنی؟ فرمایا، میں نے سنا اور اس سے بھی عجیب تر بات دیکھی، کہ میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے بیٹے! اے میری اولاد کے سردار اور میری اولاد میں سب سے زیادہ مظلوم! میں اس وقت تمہاری پاک روح کے استقبال کے لیے آیا ہوں، عالم بالا کے رہنے والے فرشتے آئے ہیں اور تمہارے بزرگ ترین مرتبے کی بشارت دے رہے ہیں، کہ کوشش کرو کہ میرے پاس آکر افطار کرو، اس معاملے میں توقف نہ کرو، یہ فرشتہ سبز شیشے کے ساتھ آیا، تاکہ جب لوگ تمہارا خون بہائیں، میں اس شیشے میں جمع کروں، ام کلثوم رونے لگیں، امام ہمام نے فرمایا، تم اہل بیت کو جمع کرو، ایسا ہی ہوا، امام نے ایک ایک کے چہرے کا بوسہ لیا اور چہرہ ملا، آپ فرما رہے تھے ہم پر میری روح غم زدہ ہے کہ ابھی تم لوگوں کی یتیمی کا وقت نہیں ہے، تمہارا غم کس سے بیان کروں۔ اہل بیت چیخ پڑے ۔جب نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، ہماری تقویت تمہارے باپ حضرت علی سے تھی، جب انہوں نے اس دنیا سے رخت ہستی سمیٹا، تمہارے بھائی حسن مجتبی سے مطمئن تھے، ان کے بعد ہم آپ سے تقویت رکھتے تھے، جب آپ رخصت ہو جائیں گے، ہمارا محرم کون ہوگا؟

فریاد ازاں روز کہ ما بے تو بمانیم   در رہ رویت عمر بہ حسرت گزرانیم

اسی گفتگو میں صبح نمودار ہوگئی، امام نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز صبح ادا کی، ابھی وظائف سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ طبل جنگ اور بانسری کی آواز بلند ہوئی، دشمنوں کی فوج سے سوار اور پیادے جوق در جوق میدان جنگ کی طرف بڑھے اور ھل من مبارز کی آواز دی۔ امام کے غلاموں نے جب دشمنوں کے لشکر کو تیار دیکھا، خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے، سوار اور پیادہ صفحہ کارزار کی طرف بڑھے۔ باوجودیکہ امام کے ہمراہی بہت تھوڑے تھے، لیکن دشمنوں کی طرف میمنہ اور میسرہ قائم کیا، جب صفیں آراستہ ہوگئیں، امام ہمام خیمہ میں آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک سر پر باندھی، حضور صلی اللہ علیہ کی چادر اوڑھی، اپنی تلوار حمائل کی اور سونجر (مرتجز) نامی گھوڑے پر سوار ہوئے، میدان کی طرف رخ کیا، فرمایا:

اے اہل عراق! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ، علی مرتضی کا بیٹا، جگر گوشہ فاطمہ زہرہ، حسن مجتبی کا بھائی اور جعفر طیار کا بھتیجا ہوں، میرے باپ کے چچا سید الشہدا امیر حمزہ تھے، یہ دستار اور یہ چادر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو میں اپنے سر اور جسم پر رکھتا ہوں، یہ تلوار علی مرتضی کی ہے اور یہ گھوڑا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے، جس پر میں سوار ہوں۔

دشمنوں کے لشکر کی طرف سے نعرہ بلند ہوا، سچائی کی قسم جو کچھ تم نے کہا، سچ ہے۔ حضرت امام نے فرمایا، پھر تم

لوگوں نے میرے خون کو کس طرح مباح سمجھ لیا اور وہ پانی جو یہود و نصاریٰ، درندوں اور چوپایوں کے لیے حلال ہے، تم لوگ مجھے اس سے روکتے ہو؟

اسی دوران امام حسین کے کانوں میں مستورات کے رونے کی آواز پہنچی، عباس اور علی اکبر کو بھیجا، کہ مستورات سے کہہ دو، تمہیں کل بہت رونا ہے، اس وقت رونے میں جلدی نہ کرو، خواتین اہل بیت خاموش ہو گئیں، امام ہمام نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے ہرگز جھوٹ نہیں کہا ہے، میں دنیا سے اعراض کرنے والا انسان اور جد امجد کے روضہ مبارک کا مجاور تھا، لوگوں نے مجھے وہاں بھی نہ چھوڑا، ضرورتاً مدینہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں پناہ لی اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف ہوا، تمہارے خطوط اور قاصد میرے پاس مسلسل پہنچے، ہم آپ کو امامت کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں، ضروری ہے کہ آپ اس طرف متوجہ ہوں، اب میں تمہارے پاس پہنچا ہوں، لوگوں نے حیلہ و مکر سے میری جان لینے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد کوفہ کے ایک ایک سردار کا نام لیا، جو وہاں موجود تھے، اے عمرو سعد، شیث بن ربیع، عمرو بن حجاج اور اے فلاں فلاں! تم لوگوں نے مجھے خطوط لکھے، اب تم لوگ میرے مقابلے میں آئے ہو اور میرا خون بہانے کا ارادہ رکھتے ہو، ان لوگوں نے جواب دیا، ہمیں اس کی خبر نہیں ہے۔ شہزادہ علی اکبر نے ان کے خطوط کو اپنے ساتھ رکھا تھا، انہیں دکھایا، انہوں نے انکار کیا، کہ ہماری اطلاع کے بغیر تحریر کیے گئے ہیں۔ امام حسین ان کے جھوٹ پر متحیر ہوئے، فرمایا، ان خطوط کو آگ میں ڈال دو، کہا کہ الحمد للہ! میں نے تم پر حجت پوری کی اور تمہارے لیے مجھ پر کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

عمرو نجس سامنے آیا اور کہا:

اے حسین! یہ نالہ و فریاد کام نہیں دے گا، یزید کی بیعت کے بغیر تمہیں رہائی نہ ملے گی۔ انکار کی صورت میں میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

اس کے بعد ابن سعد نے کمان میں تیر رکھا اور کہا، اے کوفیو! تم لوگ گواہ ہو جاؤ، ابن زیاد کے سامنے گواہی دینا، کہ پہلا شخص جس نے حسینی لشکر کی طرف تیر چلایا، وہ عمرو بن سعد تھا۔

امام حسین نے ان لوگوں کے حق میں بد دعا فرمائی۔ گھوڑے کی لگام پھیری اور اپنے لشکر کی طرف رخ کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ شامیوں کا لشکر ۲۲ ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھا، امام ہمام کے جانثاروں کی تعداد ایک قول کے مطابق ۸۰ اور صحیح روایت کے مطابق ۷۲ تھی، ان میں ۳۲ سوار اور چالیس پیادے تھے۔ جب دونوں جانب سے صفیں آراستہ ہوئیں، دونوں جنگ کے آغاز میں ایک دوسرے کے منتظر تھے۔ امام ہمام نے فرمایا، اپنے والد گرامی کا یہ قول یاد ہے، جنگ میں سبقت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت حر کی شہادت

صحیفہ میدان سربازی کے جدول، قدم اول میں شہادت پر فائز ہونے والے، وہ عبدیت سے درگاہ الٰہی میں

حریت کی طرف جانے والے، مقدم شہدا حضرت حر بن یزید ریاحی کوفیوں کے لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے، جب انہوں نے میدان کارزار کا یہ حال دیکھا، عمرو نجس کے پاس گئے اور کہا:

اے ابن سعد! تم حسین کے ساتھ جنگ کرو گے؟

ابن سعد نے کہا، ہاں! میں جنگ کروں گا۔

حر نے کہا:

تم کل قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے؟ ابن سعد خاموش رہا، کوئی جواب نہ دیا۔ حر نے وہاں سے میدان جنگ کا قصد کیا، ان کا جسم کانپنے لگا، اور دل سینے میں اتنی تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگا، کہ جو لوگ حر کے پہلو میں کھڑے تھے، ان کے قلب کی دھڑکن سن رہے تھے۔ حر کے بھائی مصعب نے کہا، میں نے تم کو کسی معرکہ میں اس طرح خوف زدہ نہیں دیکھا؟ حر نے کہا، اے بھائی! مجھے کوئی خوف نہیں ہے، لیکن میں نے اپنے دل کو جنت اور دوزخ کے درمیان اختیار دے دیا ہے، کہ وہ ان سے کسے قبول کرتا ہے؟ اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی، اور اپنے آپ کو امام حسین کے پاس پہنچا دیا۔ گھوڑے سے اتر کر امام حسین کے پائے مبارک، رکاب اور گھوڑے کے قدم کو بوسہ دیا اور کہا:

اے ابن رسول اللہ! میرا گمان تھا، کہ یہ قوم آپ سے جنگ نہیں کرے گی، بلکہ صلح کر لے گی، جب میں نے یقین کر لیا، کہ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے، اب میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں، میری توبہ قبول ہوتی ہے یا مردود ہوتی ہے؟۔

امام حسین نے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے حر کے چہرے پر اپنا دست اقدس پھیرا اور فرمایا:

بندہ جتنے بھی گناہ کرے، اگر توبہ کر لیتا ہے، تو حق تعالیٰ معاف فرماتا ہے، اور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، تم نے میرے ساتھ جو نا کردنی کی، میں نے اسے معاف کر دیا، مردانگی کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جب مصعب نے اپنے بھائی حر کو دیکھا، کہ انہوں نے امام حسین کے فتراک (تسمہ اسپ) میں سر رکھ دیا اور آخرت کو اختیار کر لیا، اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان میں آیا۔ کوفیوں نے سمجھا کہ مصعب اپنے بھائی سے جنگ کے لیے جا رہا ہے، جو امام کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا ہے، مصعب جب قریب پہنچے، حر کو آواز دی، میں بھی امام حسین پر جان قربان کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، حر، مصعب کو امام کے پاس لائے۔ امام حسین نے اس پر نوازش فرمائی۔

حر نے عرض کیا، اے ابن رسول اللہ! پہلا شخص جو یزیدی لشکر سے آپ کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا، وہ میں تھا، اب پہلا شخص جو آپ کی طرف سے شامیوں کے مقابلہ میں جنگ کرے گا، وہ میں ہوں گا۔

امام ہمام نے فرمایا، اے حر! تم ہمارے مہمان ہو، میں اس بات کی اجازت سب سے پہلے تمہیں کس طرح دوں، حر نے پیہم اصرار کیا، اور اجازت حاصل کر لی۔

گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے، جب ابن سعد نے حر کو میدان جنگ میں دیکھا، تو غصہ سے اس کا دل پیچ وتاب کھانے لگا، اور عرب کے ایک مشہور بہادر صفوان بن حنظلہ کو بلا کر کہا، جاؤ، حر کو نرمی کے ساتھ سمجھا بجھا کر ہمارے

پاس لاؤ، اگر وہ نہ مانے، اس کا سر تلوار سے قلم کر دو۔
صفوان بن حنظلہ حر کے پاس آیا اور بڑی نرمی کے ساتھ حر کو نشیب و فراز سمجھا کر امام کی متابعت سے پھیرنا چاہا، لیکن حر پر کوئی اثر نہ ہوا، اس نے اپنی باتوں کو رائگاں ہوتے دیکھا تو حر پر نیزے سے وار کر دیا۔
حر نے اس کے نیزے پر اس طرح نیزہ مارا، کہ نیزے کا پھل صفوان کے سینے میں پیوست ہو گیا اور پشت کے پار ہو گیا۔ یہ منظر دونوں لشکروں نے دیکھا، حر نے صفوان کو زمین پر پٹخ دیا، اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں، دونوں لشکر سے شور اٹھا، صفوان کے تین بھائی تھے، وہ تینوں یکبارگی حر پر حملہ آور ہوئے، خدا کی مدد سے حر نے تینوں کو جہنم رسید کر دیا۔ حر نے امام حسین کی طرف رخ کیا اور کہا،
اے ابن رسول اللہ! آپ مجھ سے راضی ہوئے؟

امام نے کہا،
ہاں! میں تجھ سے خوش ہو گیا، اور تم آزاد ہو، جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا، یعنی کل قیامت کے دن تم جہنم سے آزاد ہو گے۔
حر نے اس بشارت کے بعد پوری مسرت کے ساتھ میدان کا رخ کیا اور جنگ میں مصروف ہو گئے، جس طرف جاتے، کشتوں کے پشتے لگا دیتے، اچانک ایک پیادہ سپاہی دوڑا اور حر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ حر گھوڑے سے اترے اور پیادہ جنگ کرنے لگے، امام ہمام نے جب دیکھا کہ حر پیدل جنگ کر رہے ہیں، اک عربی گھوڑا ساز و سامان کے ساتھ بھیجا، حر اس پر سوار ہوئے اور جنگ کرنے لگے، اپنے گھوڑے کی لگام کو ادھر ادھر موڑتے رہے، اور اپنے نیزے کو دشمنوں کے خون سے آبدار کرتے رہے۔ یزیدی فوج کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہوا، سب کو جہنم رسید کر دیا۔ ارادہ کیا، کہ لوٹ جائیں، ہاتف غیبی نے آواز دی، اے حر! واپس نہ لوٹو، جنتی حوریں تمہاری آمد کا انتظار کر رہی ہیں۔ حر نے امام حسین کی طرف چہرہ کیا اور عرض کی، اے ابن رسول اللہ! میں آپ کے نانا جان کی خدمت میں جا رہا ہوں، کوئی پیغام ہے؟
حضرت امام حسین نے فرمایا، اے حر! خوش ہو جاؤ، میں بھی تمہارے بعد آ رہا ہوں۔
لشکر سے شور برپا ہوا، عین حالت جنگ میں حر کا نیزہ ٹوٹ گیا، تلوار سے جنگ کرنے لگے اور یزیدی فوج کے میمنہ اور میسرہ کو درہم برہم کر دیا۔ آپ علم دار لشکر عمرو بن سعد کے پاس گئے اور چاہا، کہ علمدار کو علم کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیں، شمر ملعون نے حر کو اپنے فوجی دستے کے بیچ میں لے لیا، لوگوں نے چاروں طرف سے حر پر حملے کر دیے، ناگاہ قصور بن کنانہ علیہ اللعنہ نے حر کے سینہ بے کینہ میں نیزہ مارا۔ حر نے ہوشیاری سے اپنی تلوار قصور کے سر پر اس طرح ماری، کہ سینے تک پھاڑتی چلی گئی۔ گرا اور ہلاک ہوا۔ حر بھی زمین پر گرے اور آواز دی، ابن رسول اللہ! میری خبر لیجیے!
حضرت امام نے گھوڑا دوڑایا اور یزیدیوں کے درمیان سے حر کو باہر لائے، اپنے لشکر کے سامنے گھوڑے سے اتر کر بیٹھ گئے، حر کے سر کو اپنے زانو پر رکھ لیا اور اپنی چادر مبارک سے ان کے چہرے کے گرد و غبار کو صاف کرنے لگے۔ حر کی جان باقی تھی، آنکھیں کھولیں اور اپنے سر کو امام ہمام کی آغوش میں دیکھا، مسکرائے اور فرمایا، اے ابن رسول اللہ! آپ مجھ

سے راضی ہوگئے؟

امام ہمام نے فرمایا، میں تم سے خوش ہوں اور خدا بھی تم سے راضی ہوگا۔

حر نے اس مژدہ جاں فزا کو سنا اور فرحت وخوشی کے ساتھ اپنی جان مشاہدہ جاناں میں قربان کردی۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مصعب کی شہادت

شہید راہ رب حضرت مصعب، برادر حضرت حر، آپ نے اپنے بھائی کی شہادت کے بعد حضرت امام سے اجازت لے کر دشمنوں سے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا، بالآخر شربت شہادت نوش کیا۔

حضرت علی بن حر کی شہادت

فائزہ شہادت منجلی حضرت علی، پسر حر، جب اس نے اپنے باپ اور چچا کو رضائے امام حسین میں شہید ہوتے دیکھا، دشمنوں کے لشکر سے اپنے باپ کے غرہ نامی غلام کے ساتھ باہر آیا، ظاہر کیا، کہ میں گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے جارہا ہوں۔ حضرت امام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے چہرے کو شہید حر کے چہرے سے ملنے لگا اور رونا دھونا شروع کیا۔ امام ہمام نے پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حر کا بیٹا ہوں، میں اس لیے حاضر ہوا ہوں، کہ اپنی جان آپ کے قدموں میں نثار کردوں، امام نے تحسین وآفرین اور دعا کی اور جنگ کی اجازت دی، علی میدان کارزار میں آئے اور کہا،

ریاحی نژادم نہ من بندہ ام ۔۔۔ بسی دشمناں را سرافگندہ ام

من از والد خویش شرمندہ ام ۔۔۔ کہ او کشتہ گردیدہ من زندہ ام

ترجمہ: (۱) میں قبیلہ ریاح سے تعلق رکھتا ہوں، میں غلام نہیں ہوں، میں نے بہت سے دشمنوں کو سرنگوں کردیا ہے۔

(۲) میں اپنے والد سے شرمندہ ہوں کہ وہ شہید ہوگئے اور میں زندہ ہوں۔

جو لڑنے والا آپ کے سامنے آیا اسے جہنم میں بھیج دیا، آخر میں سپاہیوں نے نرغے میں لے لیا اور شہید کرڈالا۔

حضرت غرہ، غلام حر کی شہادت

حر کے غلام حضرت غرہ نے جب اپنے آقازادے علی کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا، میدان جنگ کی طرف رخ کیا، چند آدمیوں کو مارڈالا، پھر شاہ شاہاں امام حسین کے پاس آیا اور عرض کیا، میرا قصور معاف فرمایئے کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر جنگ میں مصروف ہوا، معاف کیجیے، کہ میں نے ابھی تک جنگ کے آداب ورسوم کو نہیں سیکھا، اپنے آقا کی جدائی میں سوختہ ہوں، چاہتا ہوں، کہ آج اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان کردوں، اور کل میدان محشر میں آقاؤں کے درمیان فخر کروں، آپ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایئے۔ حضرت امام نے اس کی تحسین وآفرین فرمائی، اس نے انتہائی خوشی کے ساتھ میدان کا رخ کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے آقا حر کے پاس پہنچ گیا۔

اور فرمایا:

ان چار افراد کی شہادت کے بعد امام ہمام دوسری بار شامی لشکر کے سامنے گئے اور فرمایا:
اے کوفیو! میں نے تم سے جنگ میں پہل نہیں کی ہے، تم نے سب سے پہلے میری طرف تیر چلایا، حرا کا بھائی اور بیٹا تمہارے لشکر سے تھے، جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جان نثار کی اور میری مدد کی، میرے ساتھیوں میں سے کوئی شہید نہیں ہوا، میں دوبارہ تم سے اتمام حجت کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن تم لوگوں کو مجھ پر حجت قائم کرنے کا موقع نہ ملے، میں تمہارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں، **پہلی** بات یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس سے مناظرہ کروں، اگر بے مکابرہ حق اس کی طرف ہوگا، میں اس کی بیعت کرلوں گا، ورنہ وہ جانے گا یا میں۔ **دوم** اگر تم ایسا نہیں کر سکتے، مجھے مہلت دو کہ میں اپنے نانا جان کے روضہ پر چلا جاؤں اور عبادت کروں۔ **سوم** اگر یہ بات بھی تمہیں منظور نہ ہو پس ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو پانی دے دو۔

ظالموں نے جواب دیا، ہم کو تمہارے ساتھ جنگ کے سوا اور کوئی کام نہیں اور یزید کی بیعت کے بغیر پانی دینا ممکن نہیں۔

امام حسین نے فرمایا، تم لوگ تنہا تنہا جنگ کے لیے آؤ، یزیدی اس پر راضی ہوئے، کیوں کہ عرب کے مبارزوں کا یہی دستور تھا، امام لوٹ کر اپنی صف میں آئے۔

حضرت زہیر بن حسان کی شہادت

عمرو نجس نے اسامہ کو میدان میں بھیجا، اس نے مبارز طلب کیا، اس طرف سے مرد تبر دے جانفشانی، شمع شہادت شبہائے ظلمانی، شہید راہ سبحان، حضرت زہیر بن حسان جو قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے، اس وقت امام ہمام کے قریب موجود تھے، اجازت لے کر اسامہ کے مقابلے میں گئے اور اسے راستے ہی میں پکڑ لیا۔ اسامہ ان کے خوف سے کانپنے لگا اور نصیحت کرنا شروع کیا، کہ تم اپنے مال ومنال اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر حسین کو تقویت پہنچا رہے ہو، زہیر نے کہا، اے معلون! تمہیں شرم نہیں آتی، کہ تم اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھاتے ہو، اور فنا ہونے والی نعمت کے لیے آخرت کی عقوبت کو اختیار کیا ہے۔ اسامہ نے دوسری بار بولنے کا ارادہ کیا، زہیر نے اس کے منہ پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی گدی سے باہر نکل گیا۔ وہ گر کر ہلاک ہوا۔ پھر زہیر، ابن سعد کے قلب لشکر کے سامنے آئے، نعرہ لگایا، کہ میں زہیر بن حسان اسدی ہوں، تم میں کون ہے، جو مجھ سے مقابلہ کرے گا؟ زہیر کی ہیبت سے سب خاموش رہے۔ عمرو سعد کے شور مچانے سے روسائے کوفہ میں سے بہت بڑا بہادر نصر بن کعب جسے لوگ سو سواروں کے برابر سمجھتے تھے، زہیر کے مقابلے میں آیا اور نصیحت کرنا شروع کیا، ہم تم کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لے جائیں گے، کہ تم اس کی عنایتوں سے سرفراز ہو گے۔ زہیر نے سمجھ لیا، کہ یہ مجھے بات میں الجھا کر فریب دینا چاہتا ہے، تا کہ غافل پا کر حملہ کرے، زہیر نے ایسا نیزہ مارا کہ نصر بن کعب ڈھیر ہو گیا، اس کے بعد اس کا بھائی صالح بن کعب مقابلے میں آیا، زہیر نے اس پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کا گھوڑا بھاگا، اس کا پیر رکاب میں الجھ گیا، گھوڑے کے بھاگنے کی وجہ سے اس کی ناپاک جان تن سے رخصت ہوگئی۔ پھر کعب بن نصر

اپنے باپ اور چچا کا انتقام لینے کے لیے زہیر کے سامنے آیا، زہیر نے اپنے نیزے سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ پھر کسی کو زہیر سے تنہا لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جبر الاجبار سے عمرو نجس نے کہا، تو میری فوج کا پشت پناہ ہے، زہیر کے مقابلے میں جا، اس نے کہا، لوگ عرب میں زہیر کو ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھتے ہیں، میں اپنے جان سے آسودہ نہیں ہوں کہ اس کے مقابلے کے لیے جاؤں، جنگی تدبیر یہ ہے کہ میں زہیر کے مقابلے میں جا کر بھاگوں، تین سو دوسرے سوار تیار رہیں، کہ زہیر کو گھیر کر مار ڈالیں، لوگوں نے ایسا ہی کیا، جب جبر زہیر کے سامنے آیا اور بھاگا زہیر نے اس کا پیچھا کیا، جبر گھوڑے سے گر پڑا، زہیر نے اس کے سینے میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ اچانک تین سو سوار جو گھات میں لگے ہوئے تھے، زہیر کو گھیر لیا، زہیر نے جنگ کی، ان کے ہاتھ سے بہت سے یزیدی مارے گئے، شیث بن ربیع نے زہیر کی پیٹھ پر نیزہ مارا اور بھاگا، زہیر نے تلوار کھینچ لی اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا، لیکن پچاس زخم کھا کر گرے، امام حسین نے حضرت علی کے غلام کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا، یہ لوگ زہیر کو اٹھا کر لائے، دو سو تیر آپ کی زرہ میں پیوست تھے۔ امام ہمام گھوڑے سے اتر کر زہیر کے سرہانے آئے، زہیر نے آنکھ کھولی، امام کو اپنے قریب دیکھا، امام نے فرمایا، تو نے حق میں میری مدد کی، میں تجھ سے راضی ہوں، تمہاری جو ضرورت ہو بیان کرو۔ انہوں نے کہا، حق تعالیٰ نے میرے لیے شیریں پانی بھیجا ہے، اسے پی کر ابن رسول اللہ سے گفتگو کروں گا۔ لوگوں نے دیکھا، زہیر نے پانی پینے کی طرح اپنے ہونٹوں کو حرکت دی، اس سے فراغت کے بعد ان کی روح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن عمرو کلبی کی شہادت

اس کے بعد ابن زیاد کے دو غلام کوفی لشکر سے نکلے اور مبارز طلب کیا۔ پروانہ شمع آل مطلبی، عبداللہ عمرو کلبی، امام ہمام کے سامنے آئے اور دونوں غلاموں سے تنہا مقابلے کی اجازت چاہی، امام ہمام نے ان کو غور سے دیکھا، طاقت ور مرد پایا۔ امام نے سمجھ لیا، کہ یہ شخص دونوں کا کام تمام کر دے گا، اجازت دے دی۔ عبداللہ اپنی بجلی کی طرح کوندنے والی تلوار لے کر پیدل ہی مقابلے پر پہنچے، غلاموں نے پوچھا، تم کون ہو؟ کہا، میں بنی کلب کا فرد ہوں، غلاموں نے کہا، ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے، ہمارے مقابلے کے لیے زہیر بن قیس یا بریر ہمدانی کو آنا چاہیے، عبداللہ نے کہا، اے نالائق غلامو! تم سے جنگ کے لیے سرداران لشکر نہیں آئیں گے، تمہارا مقابلہ انہیں سے ہوگا، جو تمہارے برابر ہوں گے۔ ایک غلام نے غصہ ہو کر عبداللہ کو نیزہ مارا، عبداللہ نے وار خالی دے کر تلوار سے اس پر حملہ کیا، اسے جہنم میں پہنچا دیا اور دوسرے کو بھی داخل جہنم کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر ابن زیاد کے غلاموں نے یک بارگی عبداللہ پر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کر ڈالا۔

حضرت بریر کی شہادت

اس کے بعد رئیس اشجعین روزگار، انیس محفل ابرار، افخر اصحاب جانفشانی حضرت بریر احضر ہمدانی جو زاہد

بزرگوار اور پیرپاکیزہ روزگار تھے امام ہمام سے اجازت لے کر میدان میں گیے، جو بھی آپ کے مقابلے میں آتا، اسے جہنم میں پہنچا دیتے۔ ظالموں نے عاجز ہوکر یزید بن معقل کو آپ سے جنگ کے لیے بھیجا، آپ کے نزدیک پہنچ کر یزید نے کہا، اے بریر! میرے نزدیک تم گمراہ ہو، آؤ، ہم تم مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ حق کو باطل پر فتح عطا فرما۔ پھر جنگ کرکے اس بات کا امتحان کرلیں، بریر نے قبول کیا اور بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھایا اور کہا، خدایا! جو باطل پر ہو حق کے ہاتھ سے قتل کیا جائے۔ پھر دونوں برسرپیکار ہوگیے، بریر نے یزید کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینے تک اتر گئی۔ بریر امام حسین کے قریب آئے، امام نے انہیں جنت کی بشارت دی، پھر رخصت ہوکر میدان جنگ میں گیے، بحر بن روس حبشی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت وہب بن عبداللہ کلبی کی شہادت

حضرت وہب بن عبداللہ کلبی، آپ ایسے ہمائے، اوج سعادت، کوئے رفعت سعادت، مورد افضال وہبی، خوبصورت جوان تھے، کہ چہرہ چاند کی طرح روشن تھا، شادی کو صرف سترہ دن گزرے تھے، ان کی ماں کو قمر کہا جاتا تھا، وہ ان کے پاس آئیں اور کہا، اے فرزند! لمحہ فکریہ ہے کہ جگر گوشہ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس صحرائے کربلا میں ایک بے وفا جماعت کے نرغے میں گھرے ہوئے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے خون سے انہیں شربت دو تاکہ جو دودھ میری چھاتی سے تم نے پیا ہے، وہ حلال ہو جائے، خواہش رکھتی ہوں کہ نقد جان امام حسین کی محبت میں قربان کردے، تاکہ کل قیامت کے دن میں تجھ سے راضی ہو جاؤں، فرزند ارجمند نے کہا، اے مادر مہربان! میں نے قبول کیا، اگر آپ اجازت دیں، تو میں اپنی بیوی سے بھی آخری ملاقات کرلوں، ماں نے کہا، عورتوں کا فریب وسیع ہوتا ہے، مبادا اس کے افسون وافسانہ میں الجھ کر اس دولت شہادت سے محروم ہو جاؤ۔ لڑکے نے کہا، آپ مطمئن رہیں، آپ کے حکم کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد نہ ہوگی، پھر وہ اپنی بیوی کے پاس گیے، حضرت امام حسین کی حقیقت تنہائی اور ظالموں کے ہاتھ سے آپ کی مصیبتوں کا تذکرہ کیا اور کہا، میں اپنی نقد جان حضرت امام پر قربان کروں گا، کل قیامت کے دن خدا کی عنایت کا امیدوار بنوں گا اور اس میدان کربلا میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، بتول عذرا، اور حسن مجتبیٰ کی رضائے دل کو حاصل کروں گا۔ دلہن نے سرد آہ کھینچی اور کہا کہ میری لاکھوں جانیں امام حسین پر نثار ہوں، کاش کہ شریعت اسلامیہ میں عورتوں کا جنگ کرنا جائز ہوتا، میں بھی جنگ میں شریک ہوتی، میں جانتی ہوں کہ جو شخص آج کے دن امام حسین پر اپنی جان قربان کرے گا، کل قیامت کے دن بہشت پاکیزہ سرشت میں براق کرامت پر سوار ہوکر آئے گا، میں امام ہمام کے پاس چلوں گی اور ان کی بارگاہ میں مجھ سے عہد کرو کل قیامت کے دن مجھے چھوڑ کر جنت میں قدم نہ رکھوگے۔ وہب نے کہا، اچھا ہے، دونوں میاں بیوی امام ہمام کی بارگاہ میں آئے، دلہن نے روتے گڑگڑاتے ہوئے عرض کیا، اے ابن رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ جو شہید گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پر گرتا ہے، حور اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور جنت میں بھی وہ حور اس کے ساتھ مزید قریب رہے گی، یہ جوان آپ کی خوشنودی کے لیے جان قربان کرنا چاہتا ہے اور میں یہاں غریب وبے چارہ ہوں، میری خواہش یہ ہے کہ میدان محشر میں مجھے طلب کیا جائے اور مجھے ساتھ لیے بغیر یہ

شخص جنت میں نہ جائے۔ میں غریب زادی اپنی جان آپ کے حوالے کرتی ہوں، تا کہ آپ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے حوالے کریں، تا کہ میں حرم اہل بیت میں ایک کنیز اور خدمت گار کی طرح زندگی گزاروں۔

حضرت امام رو پڑے اور آپ کے اصحاب بھی رونے لگے، جوان نے کہا، اے ابن رسول اللہ! میں نے قبول کیا کہ قیامت میں اسے طلب کروں گا، جب آپ کے جد امجد کی شفاعت سے جنت میں داخلے کی اجازت پاؤں، اس کے بغیر جنت میں نہ جاؤں، اور میں نے اسے آپ کے سپرد کیا، آپ اسے مستورات حرم کے حوالے فرما دیں۔

جوان نے یہ بات کہی اور میدان کی طرف متوجہ ہوا، یزیدی فوج کا جو سپاہی اس جوان کے مقابلے میں آتا، اس کی ضرب شمشیر یا نیزے کی مار سے جہنم رسید ہو جاتا۔ پھر وہ امام کے سامنے آیا اور عرض کیا، اے امام ہمام! آپ مجھ سے راضی ہوئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں! اس کی ماں نے دوبارہ اسے جنگ کی طرف مائل کیا اور میدان میں بھیجا، وہب نے یزیدی لشکر کے بہت سے گمنام سپاہیوں کو قتل کر ڈالا، بالآخر عمرو نجس کی فوج تنگ آ گئی، ابن سعد کی للکار پر تمام لوگوں نے یک بارگی وہب پر حملہ کر دیا، اس کے گھوڑے کو گرا کر زخمی کر دیا، اور ان کا سر کاٹ کر لشکر اسلام کے سامنے پھینک دیا۔ وہب کی ماں نے سر کو اپنی گود میں لے کر کہا، اے جان مادر! اور اے حلال زادہ مادر! تم نے بہت اچھا کیا، اب میری پوری رضا تمہیں حاصل ہو گئی کہ تو راہ خدا میں شہدا کے ساتھ شامل ہو گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ لڑکے کی شہادت کے بعد ماں نے اس کے سر کو سینے سے لگایا اور ایسی آہ کی، کہ جاں بحق ہو گئی۔

وہب کی شہادت کے بعد عمرو بن خالد لشکر اسلام سے باہر نکلے، جو دلیر اور بہادر انسان تھے، میدان جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیے، اور بہت سے ظالموں کو قتل کر کے شربت شہادت نوش کیا۔

آپ کے بعد صاحبزادے خالد بن عمرو میدان جنگ میں آئے، گمراہوں کی ایک جماعت کو تہہ تیغ کیا اور خلد بریں کی طرف روانہ ہوئے۔

اس کے بعد محب صمیمی، سعد بن حنظلہ تمیمی جنہوں نے کسی جنگ میں پیٹھ نہیں دکھائی تھی، انہوں نے اکثر یزیدیوں کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا اور تیر اندازی کی کثرت سے ظالموں کے جسموں کو تیروں کی انی سے بھر دیا، پھر شربت شہادت نوش فرمایا۔

اس کے بعد دستدار خاندان وحی، عمرو بن عبد اللہ مذحجی نے دریائے جنگ میں غوطہ لگایا، اور شربت شہادت پیا۔

اس کے بعد طاؤس ریاض قدس، حماد بن انس میدان جنگ میں آئے، اور گھوڑا دوڑایا، فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے شربت شہادت سے شادکام ہوئے۔

پھر وقاص بن ملک سامنے آئے اور اکثر ظالموں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنت کی طرف روانہ ہوئے۔

پھر بندہ سعید، شریح بن عبید میدان کارزار میں آئے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا کر جام وصال نوش کیا۔

مسلم بن عوسجہ جو ایک بہادر انسان تھے، حضرت علی مرتضی سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے اور چند دہائیاں آپ کی خدمت میں گزاری تھیں، غایت محبت کی وجہ سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آپ کو بھائی کہتے، مسلم بن عوسجہ نے

بہت سے کوفیوں کو میدان کربلا میں جہنم رسید کیا، زخمی ہوئے، امام حسین آپ کو اٹھا کر لائے، مسلم نے آنکھ کھولی، اپنے بیٹے کو دیکھا، بیٹے نے کہا، اے ابا جان! اگر میں جانتا کہ آپ کے بعد میں زندہ رہوں گا تو کسی وصیت کی گزارش کرتا، مسلم نے فرمایا، اس کے سوا میری کوئی اور وصیت نہیں کہ اپنے آپ کو ظالموں کے بیچ میں ڈال دو، اور جان شیریں اہل بیت پر نچھاور کردو، پھر مسلم نے کہا، اے ابن رسول اللہ! آپ اپنے نانا اور والد کے پاس کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟ امام حسین نے فرمایا، میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں، مسلم نے پھر یہ مصرع پڑھا:

ع اے خوش آں راہی کہ دردے چوں تو ہمراہی بود

اور ان کی روح جسم سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر مورد شہادت منجلی، بلال بن نافع علی نے میدان جنگ کی طرف رخ کیا، آپ کے پاس اسی تیر تھے، ایک ایک تیر سے ایک ایک شخص کو جہنم میں پہنچا دیا اور خود شہید ہوگئے۔

اس کے بعد شہید راہ اللہ، عبدالرحمن بن عبداللہ نے جام شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد یحییٰ بن مسلم ارنی نے یزیدیوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا، اور شربت شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد عبدالرحمن بن عروہ غفاری میدان جنگ میں گئے اور تیس ظالموں کو موت کے گھاٹ اتارا، بالآخر شہید ہوئے۔

اس کے بعد مالک بن انس مالکی باہر نکلے، عمرو سعد کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا، اگر سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ جانتے کہ تجھ سے یہ خباثت ظاہر ہوگی، تو تجھے جان سے مار ڈالتے اور اس دن کے لیے زندہ نہ چھوڑتے۔ اس ملعون نے ایک آدمی بھیجا، مالک اس کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔

اس کے بعد عمرو بن مطاع نخعی میدان کارزار میں آئے، دوڑ دوڑ کر حملے کیے اور چند آدمیوں کو داخل جہنم کردیا اور شہید ہوگئے۔

اس کے بعد قیس بن منبہ شکاری شیر اور پہاڑی تیندوے کے مانند میدان جنگ میں آئے اور شہید ہوئے۔

حضرت ہاشم بن عتبہ کی شہادت

اس کے بعد مسعود ازلی، محمود لم یزلی، بوادی شہادت رقاص، حضرت ہاشم بن عتبہ بن وقاص، امام ہمام کے داہنی جانب سے تازی گھوڑے پر سوار اور اس کو زریں لبادہ پہنا کر ہتھیار سے آراستہ، انتہائی بہادری اور شجاعت کے ساتھ باہر نکلے، میدان جنگ میں چکر لگایا اور عمرو بن سعد کی فوج کی طرف چہرہ کر کے کہا، جو شخص مجھے جانتا ہے، اور جو نہیں جانتا ہے، جان لے کہ میں ہاشم بن عتبہ بن وقاص ہوں، بے رحم عمرو بن سعد کے چچا کا لڑکا ہوں، پھر امام ہمام کے پاس آئے اور عرض کیا، السلام علیکم یا ابن رسول اللہ! اگر میرے چچا کا لڑکا تمہارے دشمنوں کا یار ہے، میں تمہارے دوست داروں کا دوست ہوں، اجازت لے کر میدان جنگ میں تشریف لائے اور عمرو نجس کو للکارا کہ اپنی فوج سے باہر آئے، عمرو نے جب ہاشم کی آواز سنی، کانپنے لگا اور اس نے لشکریوں سے کہا، میرے لیے مناسب نہیں ہے کہ میں اس کے

مقابلے میں جاؤں، کوئی جائے تاکہ میرا دل اس سے فارغ ہو جائے، سمعان بن مقاتل جو حلب کا امیر تھا، ایک ہزار سواروں کے ساتھ دمشق سے آیا ہوا تھا، ہاشم کے سامنے آیا اور کہا، اے مرد! تجھے عمرو سے کیا برائی پہنچی ہے، حالاں کہ وہ رے، اور طبرستان کا مالک ہو گیا ہے اور شام و کوفہ کے لشکر کا سالار بھی ہے، تو اس کو چھوڑ کر بے حشم وخدم، بے ملک و بے خزانہ امام حسین کے ساتھ ہو گیا ہے اور دولت دنیا سے تو نے منہ کیوں پھیر لیا ہے؟ ہاشم نے کہا، اے ملعون! اس دو تین دن کی خالی زندگی کو تو نے دولت کا نام دیا ہے اور دنیا کے چارہ بے اعتبار کو تو نے اقبال مندی قرار دیا ہے، بالآخر طرفین میں مقابلہ شروع ہوا، سمعان نے ہاشم پر نیزے سے حملہ کیا، ہاشم نے وار کو خالی دے کر اس لعین پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک پھاڑتی چلی گئی۔ امام ہمام کے لشکر سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا، پھر ہاشم، عمرو نجس کی صف کے سامنے آئے اور کہا اے عمرو! تمہارے باپ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں اپنی جان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا اور دشمنوں کی طرف تیر چلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور دشمنوں کو بھگا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور میرے باپ عتبہ بن ابی وقاص نے پیغمبر علیہ السلام کے ہونٹوں اور دانتوں پر پتھر مارا تھا، آج یہ صورت حال ہے کہ تم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے تلوار حمائل کیے ہوئے ہو اور میں اہل بیت کی حمایت کر رہا ہوں۔ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے باپ کی تحسین و آفرین کی اور آج وہ تم پر نفرین وملامت کر رہے ہیں، مجھے امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج مجھ پر آفرین کہہ رہے ہوں گے۔

عمرو بن سعد نے یہ باتیں سنیں تو آہ سرد کھینچی اور اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے، خاموش رہا، کچھ جواب نہ دیا۔

جب سمعان قتل ہوا تو اس کا بھائی نعمان ہزار سواروں کو لے کر ہاشم پر حملہ آور ہوا، ہاشم نے مطلق پرواہ نہ کی، ہزار سپاہیوں کو اپنے نیزے اور تلوار سے جواب دیتے رہے، امام ہمام نے دیکھا کہ ہاشم تنہا ایک ہزار سواروں سے لڑ رہے ہیں، اپنے بھائی فضیل بن علی کو دس آدمیوں کے ساتھ ہاشم کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ عمرو نے دو ہزار سپاہیوں کو ان دس آدمیوں کے لیے متعین کیا، یہ دس آدمی ہاشم سے ملنے بھی نہ پائے تھے کہ ان دو ہزار نامردوں نے ان شیروں کو گھیر کر شہید کر ڈالا اور فضیل بن علی نے بھی شربت شہادت پیا۔ حضرت امام کے بھائیوں میں سب سے پہلے فضیل بن علی نے جام شہادت پیا، پھر ہاشم نے تن تنہا ایک ہزار آدمیوں سے جنگ کی، ہاشم نے موقع پا کر نعمان کی کمر میں ہاتھ ڈالا، زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا، کہ اس کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، اور وہ مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک ہزار سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مزید دو ہزار سپاہیوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجا، اس طرح تین ہزار سپاہیوں نے ہاشم کو اپنے نرغے میں لے لیا اور ہزار حیلہ وفن سے شہید کر ڈالا۔

حضرت حبیب بن مظاہر کی شہادت

اس کے بعد بزرگ آفاق، معدن وفاق، شہید طاہر حضرت حبیب بن مظاہر، مرد با جمال وکمال، پیر کہن سال حافظ قرآن تھے، ہر رات ایک ختم قرآن پڑھتے تھے، آپ حضرت رسالت پناہ کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے اور حدیثیں سنی تھیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے، بڑے معزز اور مکرم تھے۔ جنگ کی اجازت طلب

کی، امام نے فرمایا، آپ میرے جد بزرگوار اور پدر نامدار کی یادگار ہیں، علاوہ ازیں بوڑھے جنگ کی مشقت سے آزاد رہتے ہیں، حبیب نے کہا، اے سید و سردار! بوڑھے جنگ کے قواعد کو بہتر جانتے ہیں، نیز میری خواہش ہے کہ کل آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں شمار کیا جاؤں۔

امام حسین نے روتے ہوئے اجازت دی، حبیب میدان جنگ میں آئے، ایک شخص نے آپ پر وار کیا، کہ آپ لڑکھڑا کر گر پڑے اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے آپ کو ڈھال سے مارا، آپ نے آواز دی، اے ابن رسول اللہ! میری خبر لیجیے، امام ان کے پاس پہنچے، حبیب نے آنکھ کھول کر دیکھا اور کہا، اے سیدا! آپ نے اپنے جد و پدر سے جو بات سنی ہے ارشاد فرمایئے، امام ہمام نے جنت کی بشارت سنائی، یہ مژدہ بہشت سن کر حبیب نے سفر آخرت اختیار کیا۔

اس کے بعد حربا جوہرہ جو حضرت ابوذر غفاری کے آزاد کردہ غلام تھے، میدان جنگ میں پیدل آئے اور شہید ہوئے۔

پھر یزید بن مہاجر سیفی نے میدان جنگ میں قدم رکھا اور شہید ہوئے۔

بعد ازاں انیس بن معقل اصحی نے میدان کا رخ کیا، بہت سے ظالموں کو جہنم رسید کر کے شہید ہو گئے۔

پھر عابس بن شبیث نے میدان جنگ کا ارادہ کیا، اپنے غلام سے مشورہ کیا، کہ تم میرے ساتھ جنگ میں موافقت کروگے، غلام نے قبول کیا، پھر عابس، امام ہمام کے پاس آئے اور عرض کیا، میں آپ کو تمام موجودات میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، اگر حکم دیں، اپنی جان شیریں آپ پر فدا کردوں، امام نے تحسین فرمائی اور اجازت جنگ عطا کی، اس کے بعد عابس اپنے غلام کے ساتھ میدان جنگ کی طرف چلے، القصہ! آپ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے کوئی شخص مقابلے کی ہمت نہ رکھتا تھا، آپ سے جنگ کے لیے لوگ باہر نہ آئے، مجبوراً عمرو نجس نے کہا، اگر تم لوگ تنہا تنہا اس سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو یکبارگی حملہ کردو، ظالموں کی فوج نے ایک ساتھ آپ پر حملہ کیا، عابس نے زرہ اتار دی اور ہلکے ہو کر جنگ میں مصروف ہو گئے، غلام آپ کی پشت پناہی کر رہا تھا، عابس کے ہاتھوں سے دو سو آدمی ہلاک ہوئے، مجبور ہو کر نامردوں نے عابس پر یکبارگی تیر برسانا شروع کردیا اور غلام کے ساتھ آپ کو شہید کردیا۔

اس کے بعد حجاج مزدق جعفی رکابدار امام اور ایک روایت کے مطابق موذن امام تھے میدان جنگ میں آئے، بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور جام شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد سیف بن حارث بن شریح اپنے چچازاد بھائی مالک بن عبد بن شریح کے ساتھ روتے ہوئے امام ہمام کے پائے مبارک کو بوسہ دیا، امام ہمام نے ان سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا، کہ ہم لوگ آپ کے لیے رو رہے ہیں، اس لیے کہ ہم دیکھ رہے ہیں دشمنوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور آپ کے دوست ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، حضرت نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کی اور جنگ کی اجازت دی، میدان میں آئے داد شجاعت دی اور شہید ہوئے۔

اس کے بعد قاری قرآن غلام ترک سامنے آئے، عرض کی، اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے ساتھی زندہ نہ رہیں گے، مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپ کے حضور جان قربان کردوں، امام ہمام

نے فرمایا، میں نے تم کو اپنے بیٹے زین العابدین کے لیے خریدا ہے، تم ان سے اجازت لو، حضرت امام زین العابدین بیمار تھے، غلام ان کے پاس گیا اور اجازت مانگی، امام زین العابدین نے فرمایا، میں نے تم کو خدا کے لیے آزاد کر دیا، اس کے بعد کیا کرو گے، تم جانتے ہو، پھر وہ حرم محترم کے خیمہ کے پاس آیا اور ہر ایک سے معذرت چاہی کہ، گر میں نے کوئی قصور کیا ہو آپ سب معاف فرما دیں، سب نے تحسین و آفرین کی، امام زین العابدین نے فرمایا، خیمہ کے پردے کو اٹھا دیں تاکہ میں غلام کی جنگ کا منظر دیکھوں، غلام نے بہت سے ظالموں کو ہلاک کیا، اور شربت شہادت نوش فرمایا۔

اس کے بعد حنظلہ بن سعد علی دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوئے، یزیدی لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم لوگوں پر قوم نوح کے عذاب اور قوم عاد کے عقاب سے ڈرتا ہوں، اگر تم لوگ سزا کے مستحق بننا نہیں چاہتے امام حسین کے ارادہ قتل سے باز آ جاؤ، امام ہمام نے فرمایا تم یہ بات چھوڑ دو، کیوں کہ اس قوم کے اندر قہر خداوندی کی استعداد پیدا ہو گئی ہے، اس لیے تمہاری بات نہ سنیں گے، انہوں نے میدان کا رخ کیا اور مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد یزید بن زید نے غداری اور بغاوت کرنے والے کوفیوں کی طرف آٹھ تیر چلائے ان ملعونوں میں سے پانچ کو ہلاک کر دیا، بالآخر شہید ہوئے۔

ان کے بعد سعد بن عبداللہ بن الحثمی جو محمد بن حنفیہ کے قرابت داروں میں تھے، میدان میں پہنچے، چند آدمیوں کو ہلاک کر کے شربت شہادت نوش کیا۔

ان کے بعد حارہ حارث انصاری میدان میں اترے اور جام شہادت نوش کیا۔

ان کے بعد عمرو بن حارہ تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔

ان دونوں بزرگوں کے بعد مرہ بن ابن ابی مرہ غفاری بہت سے لوگوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد محمد بن مقداد اجازت پا کر میدان جنگ میں گئے، بہت سے لوگوں کو قتل کیا، فجار کی فوج نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا، سعد، غلام امیر المومنین حضرت علی پانچ غلاموں کے ساتھ محمد کی مدد کے لیے پہنچے، مخالفین کی کثرت کے سبب یہ چھ حضرات دنیائے فانی سے بہشت جاودانی کی طرف متوجہ ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔

اس وقت تک ساتھیوں، غلاموں، دوستوں اور ملازموں میں سے ترپن افراد شہید ہوئے، حسینی فوج میں امام حسین اور امام زین العابدین کے علاوہ انیس افراد باقی بچے، ان میں سے سولہ افراد قرابت دار بھائی، بیٹے اور دو دوست اور ایک غلام جن کا ذکر آگے کیا جا رہا ہے۔

جب آل پیغمبر کی شہادت کی نوبت آئی، پہلی ذات جو قرابت داروں میں سے سامنے آئی، شہید ابن شہید، سعید ابن سعید سرخیل محمود ان ابد، حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی تھی، انہوں نے کہا، اے عم نامدار! میں جنگ کی اجازت چاہتا ہوں، امام حسین رونے لگے، کہ ابھی تمہارے باپ اور بھائیوں کی جدائی کا داغ میرے دل پر تازہ ہے، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تم کو اجازت نہ دوں، بلکہ بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی ماں کو ساتھ لو اور جدھر چاہو چلے جاؤ، ابھی اس امر کی گنجائش موجود ہے، عبداللہ نے کہا، مجھے آپ پر جان فدا کرنے کے علاوہ اپنے باپ کی طرف سے دوسری چیز میراث میں نہیں ملی

ہے، امام ہمام نے ان کو آغوش میں لیا اور روتے روتے نوازشیں فرمائیں، اجازت جنگ دی۔عمرو نجس کے حکم سے قدامہ شہزادے کے مقابلے میں آیا اور اپنے مکروحیلہ سے جنگ کی، جب شہزادہ نے اس پر وار کرنے کا ارادہ کیا، وہ بھاگتا اور شہزادے کا گھوڑا چند دنوں سے پیاسا تھا اس کے پاس نہ پہنچتا، شہزادے عبداللہ گھوڑے سے اتر کر کھڑے ہوگئے، قدامہ خوش ہو کر چکر کاٹنے لگا، شہزادے نے اس کو ہلاک کردیا، اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف چلے اور میمنہ و میسرہ پر حملے کیے، بہت سے لوگوں کو جہنم میں بھیج دیا اور نوفل بن ابراہیم کے ہاتھ سے شربت شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد در دریائے شہادت، جوہر شمشیر ارادت، ظالموں اور کافروں کو قتل کرنے والے، حضرت جعفر جو مسلم بن عقیل کے برادر زادے ہیں، جب انہوں نے اپنے بھتیجے کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا، اجازت لے کر ظالموں کی صف میں آئے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور خود شہید ہوئے۔

اس کے بعد عبدالرحمن بن عقیل نے بھی شربت شہادت نوش کیا۔

مسلم بن عقیل کے بھائیوں کی شہادت کے بعد دو گوہر آبدار صدف شہادت، دو نجم منور برج سعادت، دو شمشیر جوہردار، حضرت محمد و عون پسران عبداللہ بن جعفر طیار جو حضرت امام ہمام کی بہن حضرت زینب بنت علی کے لخت جگر تھے، جنگ کا ارادہ کیا، پہلے محمد بن عبداللہ آگے بڑھے کہ اپنے ماموں جان سے اجازت طلب کریں، انہوں نے جنگ کی اجازت پائی، بہت سے یزیدیوں کو مار کر شربت شہادت نوش کیا، حضرت زینب فرزند ارجمند کی جدائی پر رونے لگیں، شہزادے نے ان کو تسلی دی، جب عون بن عبداللہ نے بھائی کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا، میدان میں گئے، اپنے بھائی کے قاتل کو جو ابھی ان کی لاش کے پاس کھڑا تھا، داخل جہنم کیا، پھر امام ہمام کی خدمت میں آئے کہ اے حضرت امام ہمام میری گستاخی کو معاف کیجیے کہ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کیا، اب مجھے جنگ کی اجازت دیجیے، اجازت پاکر کثیر ظالموں کو تہہ تیغ کیا اور جام شہادت نوش فرمایا۔

بھانجوں کی شہادت کے بعد امام حسین کے بھتیجوں کی باری آئی، شیر بیشہ اولاد اسد اللہ، فرزند جگر گوشہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دردو محن میں چچا کے شریک، حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما آگے آئے، عرض کی، اے عم بزرگوار! اے سید نامدار! میں جنگ کی اجازت چاہتا ہوں، امام حسین نے فرمایا، آہ! تمہیں کس طرح اجازت دوں، تو بھائی کی یادگار اور میری جان کے برابر ہے، حضرت عبداللہ نے امام ہمام کو قسم دے کر اجازت حاصل کی، اور میدان جنگ میں آئے، مبارز طلب کیے، سیاہ دل سپاہیوں کے مقابلے میں آئے، بائیس افراد کو ہلاک کیا، عمرو نجس شہزادے کے خوف سے کانپنے لگا، سواروں کے بیچ میں چھپ گیا، شہزادے میدان سے واپس ہوئے، تھوڑی دیر آرام کیا، پھر ظالموں کی صف کی طرف رخ کیا، اور مبارز طلب کیا، عمرو نجس نے لوگوں کو خلعت وزر کا لالچ دے کر جنگ کے لیے آمادہ کیا، بختری بن عمرو شامی، ابن سعد کے پاس آئے اور کہا، اے سعد بن وقاص کے بیٹے! تو سرداری کا دعویٰ کرتا ہے اور سپہ سالار فوج ہے، اس وقت ایک ہاشمی جوان جو صف کے سامنے کھڑا ہے اس کے مقابلے سے بھاگ رہا ہے؟ عمرو سعد نے کہا، جان پیاری ہے، اگر میں نہ بھاگتا، جان نہ بچتی، اگر تم میری بات کی سچائی آزمانا چاہتے ہو وہ جوان صف

کے سامنے کھڑا ہے، اتنی بات سے عمرو بختری غصہ ہوا، اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ میدان کی طرف چلا، امام ہمام کے لشکر سے محمد بن انس، اسد بن ابی وجانہ، مروزان حضرت امام حسن کے غلام شہزادے کی مدد کے لیے باہر نکلے، مروزان نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا، بختری نے مروزان پر حملہ کیا، شہزادہ عبداللہ اپنے غلام کے پاس پہنچے اور اس طرف چہرہ کیا، اسد و محمد نے پیچھے سے حملہ کیا، بختری پانچ سو سواروں کے ساتھ بھاگ کر قلب لشکر میں پہنچا، شیث بن ربیع نے للکارا، شرم نہیں آتی، چار آدمیوں سے بھاگ رہے ہو؟ عمرو نجس سے روایت ہے، وہ کہتا ہے، میں نے آج مروزان کو دیکھا، اگر اسے پانی مل جاتا ہمارے پورے لشکر کے لیے کافی ہوتا، میں شمار کر رہا تھا، اس نے ایک سو تیس سپاہیوں کو نیزے سے اور بیس آدمیوں کو تلوار سے مار ڈالا۔ مروزان اس کے بعد لوٹ کر امام ہمام سے ملاقات کا ارادہ کیا، عثمان موصلی پیچھے سے آیا، ان کی کمر پر مارا، وہ گھوڑے سے نیچے آ گئے، پیدل ہو کر نیزہ پھینک دیا، تلوار اٹھائی اور ظالموں کے مقابلے میں ڈٹ گئے، اسد بن وجانہ نے جب مروزان کو پیدل دیکھا، گھوڑے پر للکارتے ہوئے آئے، جو لوگ مروزان کے گرد جمع تھے، ان میں سے چودہ آدمیوں کو قتل کر دیا، باقی بھاگ گئے، اسد مروزان کے قریب پہنچے، اور کہا میں تمہیں گھوڑے پر سوار کر لیتا ہوں اتنے میں یزیدی سپاہی پہنچ گئے اور جنگ شروع کر دی، اسد جنگ کی طرف متوجہ ہوئے، راستے میں بختری ظاہر ہوا اور اسد کے پہلو پر ایسا تیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا، اسد گر پڑے، ازرق بن ہاشم ان کے پاس پہنچا، اور شہید کر دیا، لیکن عبداللہ، شیث بن ربیع سے برسر پیکار تھے، سترہ زخم لگ چکے تھے، آخر کوشش کی، یزیدی بھاگ کھڑے ہوئے، آپ نے دیکھا کہ مروزان اور اسد کو لوگوں نے گھیر رکھا ہے، وہاں پہنچے، تو اسد کو شہید پایا، مروزان کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا، چوں کہ آپ کے گھوڑے کو پانچ سو سے زیادہ تیروں نے چھلنی کر ڈالا تھا، اس لیے وہ آگے نہ بڑھ سکا، عبداللہ گھوڑے سے اترے مروزان کو بھی زمین پر اتارا۔

عون بن علی نے اپنے بھتیجے کو پیدل دیکھا تو ایک گھوڑا لے کر حاضر ہوئے تاکہ شہزادے سوار ہو جائیں۔ شہزادے نے مروزان کو عون بن علی کے حوالے کیا، عون نے چاہا کہ آگے بڑھیں، مروزان گرے اور شہید ہو گئے، عبداللہ نے دوبارہ میدان کا رخ کیا اور مبارز طلب کیا، کسی کو شہزادے سے جنگ کی ہمت نہ ہوئی اور کوئی جنگ کے لیے صف سے باہر نہ نکلا، اگرچہ عمرو سعد نے لوگوں کو بہت برانگیختہ کیا، آخر عمرو نجس نے گالی دینا شروع کیا، یوسف بن اجار سامنے آیا اور کہا، اے ابن سعد! ملک رے کی حکومت کا پروانہ تم نے لیا ہے اور سپہ سالاری کا جھنڈا تم نے لہرایا ہے، تو مقابلے میں خود کیوں نہیں جاتا؟ جواب دیا، مجھے عبیداللہ بن زیاد نے منع کیا ہے کہ میں خود جنگ نہ کروں اور دوسروں کو جنگ کے لیے ابھاروں، چند لوگ ایک ایک کر کے آئے اور عبداللہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گئے۔ بالآخر بہت سے یزیدیوں نے مل کر حملہ کیا، اور عبداللہ کو بے دست و پا کر دیا، عباس بن علی و عون بن علی نے چاہا کہ عبداللہ کو اٹھا کر خیمے میں لے جائیں کہ اچانک نبھان ملعون آ گیا، پیچھے سے ایسی ضرب شدید لگائی کہ آپ کا مرغ روح ملاء اعلیٰ کی سمت پرواز کر گیا۔

اس کے بعد آفتاب شفق پوش صبح شہادت، صبح گریبان چاک آفتاب سعادت، نو باد بوستان بنو ہاشم، تخت نشین اقلیم تسلیم، حضرت شہزادہ قاسم فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بھائی کو مقتول دیکھا، امام حسین

کے روبرو تشریف لے گئے اور اجازت جنگ طلب کی۔ امام ہمام نے فرمایا، تم میرے بھائی امام حسن کی یادگار ہو، میرا دل اجازت نہیں دیتا کہ تمہیں میدان جنگ میں بھیجوں۔ قاسم ابھی اجازت طلب ہی کر رہے تھے کہ ان کی ماں باہر آئیں اور ان کا دامن پکڑ کر خیمہ کے اندر لے گئیں۔ قاسم غم میں ڈوبے ہوئے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے تھے، اس وقت انہیں یاد آیا کہ والد بزرگوار امام حسن نے ایک کاغذ لکھ کر تعویذ کی طرح ان کے بازو میں باندھ کر کہا تھا، کہ تم رنج والم کے وقت اسے کھولنا۔ قاسم نے اس تعویذ کو کھولا، اس میں لکھا ہوا تھا ''جب تم دیکھنا دشت کربلا میں امام حسین ظالموں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے ہیں، تم اپنے سر کو بزرگ چچا کے قدموں میں نثار کر دینا'' قاسم نے یہ تعویذ امام حسین کو دکھایا، امام حسین نے فرمایا، چوں کہ اس کاغذ میں تمہارے لیے وصیت کی گئی ہے، مجھے بھی میرے بھائی نے تمہارے حق میں وصیت کی تھی، ٹھہرو تاکہ میں وصیت پوری کر دوں۔ پس قاسم کا ہاتھ پکڑا، خیمہ میں آئے، اپنے بھائی عون وعباس کو بلایا اور قاسم کی ماں سے کہا، قاسم کو نئے کپڑے پہنادو اور اپنی طرف سے خلعت فاخرہ عنایت کیا اور اپنی صاحبزادی جو قاسم سے نکاح کے لیے نامزد تھی، اس کا نکاح قاسم کے ساتھ کر دیا اور اس کا ہاتھ قاسم کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاسم نے دلہن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور میدان جنگ کا ارادہ کیا۔ دلہن نے کہا، میں کل قیامت کے دن تمہیں کس نشانی سے پہچانوں گی۔ قاسم نے اپنی آستین پھاڑ دی، امام ہمام نے دیکھا کہ قاسم جنگ کے لیے جا رہے ہیں، ان کا گریبان چاک ہے اور دستار کے دونوں سرے سر کی دونوں جانب لٹکا دیے اور کفن کی طرح لباس پہن لیا اور اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ قاسم میدان کی طرف چلے، کسی کو قاسم کے مقابلے میں نکلنے کی ہمت نہ ہوئی، بالآخر قاسم عمرو سعد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ تم اہل بیت پر تلوار چلا رہے ہو، خدا سے نہیں ڈرتے؟ چند افراد باقی رہ گئے ہیں، ان کی دشمنی سے درگزر کرو۔ اس ملعون نے یزید کی بیعت کی بات کہی۔ قاسم نے کہا، اے عمرو! تم نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟ جواب دیا، ہاں! قاسم نے کہا، تم پر افسوس اپنے گھوڑے کو تو سیراب کر دیا ہے، بچے اور عورتیں جو پیاس کی وجہ سے جاں بلب ہو رہے ہیں ان پر پانی بند کر دیا ہے؟ عمرو نجس رونے لگا، پھر کوئی جواب نہ دیا۔ عمرو بن سعد نے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہو کر کہا، یہ قاسم بن حسن ہیں، قاسم واپس خیمے میں آئے، تھوڑی دیر بیٹھے اور اپنی ماں اور دلہن کو تسلی دی، پھر میدان جنگ میں آئے۔ عمرو نجس نے ارزق شامی کو قاسم کے مقابلے میں جانے کے لیے کہا، اس نے کہا، اے امیر! تجھ سے بعید ہے کہ مجھ کو عرب وشام میں لوگ ایک ہزار سوار کے برابر سمجھتے ہیں اور تو مجھے ایک لڑکے کے مقابلے میں بھیجتا ہے اور تو چاہتا ہے کہ میرے نام و ناموس کو درہم برہم کر دے؟ ارزق نے غیرت وعار کی وجہ سے اپنے چار لڑکوں میں سے ایک کو حضرت قاسم کے مقابلے میں بھیجا اور وہ قاسم کے ہاتھوں سے جہنم رسید ہوا۔ دوسرے کو بھیجا وہ بھی جہنم رسید ہوا۔ یکے بعد دیگرے تیسرے اور چوتھے لڑکے بھی قاسم کے ہاتھ قتل ہوئے۔ پس ارزق شامی غضب ناک ہو کر قاسم کے مقابلے میں آیا۔ حضرت امام حسین نے جب ارزق کو اپنے نور عین کے مقابلے میں دیکھا، فرزند کی مدد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی۔ ارزق نے قاسم پر مسلسل نیزے سے بارہ وار کیے اور قاسم نے ہر وار خالی دیا، بالآخر آزردہ ہو کر ارزق نے قاسم کے شکم پر نیزہ مارا وہ گھوڑے سے گر پڑے، قاسم پیادہ ہو گئے۔ محمد انس، حبیب امام ہمام کو شہزادے کے پاس لائے اور سوار کیا، شہزادہ پھر ارزق کے مقابلے میں گئے۔ بہت زیادہ گفتگو کے بعد کہا، اے ارزق! تجھ جیسا سپاہی گھوڑے کی زین کے تسمے کے

لوٹنے کی خبر نہیں رکھتا ہے، وہ ملعون کمر جھکا کر تسمہ کی طرف متوجہ ہوا، شہزادے نے تلوار سے ایسا حملہ کیا، کہ کھیرے کی طرح دو ٹکڑے کر دیا۔ اسی وقت اپنے گھوڑے سے کود کر ارزق کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور حبیب امام ہمام کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر خیمہ گاہ میں آئے اور امام ہمام کی رکاب سعادت کو بوسہ دیا، پھر میدان میں آئے، ان کی نظر ابن زیاد کے اس پرچم پر پڑی، جو ابن سعد کے پاس تھا، قاسم نے چاہا، کہ وہاں پہنچ جائیں اور علم کو جھکا دیں۔ پیادوں نے قاسم کا راستہ روک لیا، پیچھے سے سوار پہنچے اور قاسم پر یکبارگی حملہ کیا اور تیر و شمشیر کے زخموں سے آپ کو نڈھال کر دیا۔ شیث بن اسد ملعون نے سینے پر نیزہ مارا جو پیٹھ سے باہر نکل گیا۔ قاسم نے آواز دی **یا عماہ ادرکنی!** (اے چچا میری خبر لیجیے!) حضرت امام بے اختیار ہو کر دوڑے، شیث جو قاسم کا سر کاٹنے کی نیت سے کھڑا تھا، اس کو ایک ہی ضرب میں جہنم رسید کر دیا۔ قاسم کو جن کی سانس ابھی آ رہی تھی، اٹھا کر خیمہ میں لائے اور سر کو گود میں رکھ کر بوسہ دیا۔ قاسم نے آنکھ کھولی، مسکرائے اور اپنی جان مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر دی۔

اس کے بعد شہسوار ابن شہسوار لافتیٰ، آیہ صحیفہ اولاد مبشر ہل اتیٰ، شہید راہ شاہ لم یزلی، حضرت ابوبکر بن حضرت علی نے امام ہمام سے عرض کیا، میں اجازت حرب چاہتا ہوں تاکہ آپ کے دشمنوں کا بھیجا نکال ڈالوں، امام نے فرمایا، تم لوگ ایک ایک کر کے جا رہے ہو اور مجھے تنہا چھوڑے جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا، بھائی جان ایک مدت سے آپ کی خدمت کی تمنا تھی، آج جان سے بہتر کوئی ہدیہ نہیں، پس ابوبکر میدان میں آئے اور گھوڑا دوڑایا، ایک روایت میں ہے اکیس زخم کھانے کے بعد آخر میں قداد موصلی کے نیزے کی ضرب سے یا عبداللہ عقبہ کے تیر سے شربت شہادت پیا۔

ان کے بعد عمر بہ طلسم عمر باختہ، بر سر اعدائے دین تاختہ، واصل ذات جلی، حضرت عمر بن علی، امام ہمام سے اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے اور ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

حضرت عون بن علی رضی اللہ عنہ

آپ کے بعد ترجمہ شجاعت علی مرتضیٰ، تفسیر جلادت ابن عم مصطفیٰ، معدن ولولہ علی ولی، حضرت عون بن علی، جوان خوب، صورت زیبا، سیرت صفا امام ہمام کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی، اے امام ہمام! مجھے اتنی فرصت نہیں کہ میں مبارز طلب کروں، اس صورت میں تاخیر ہو گی، میں دشمنوں کو قتل کرنے میں جلد بازی کرنا چاہتا ہوں، اجازت دیجیے اور دعا فرمائیے کہ میں ان لوگوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لوں۔

امام حسین نے فرمایا، دشمنوں کا لشکر بہت بڑا ہے۔ عرض کی، ابن رسول اللہ! شیر کو لومڑیوں کی بھیڑ سے کیا خوف؟ میدان کی طرف چہرہ کیا، گھوڑے کو ایڑ لگائی، قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور جنگ کے دریا میں غوطہ کھانے لگے، ابن الاحجار نے دو ہزار سوار اور پیادوں کو ساتھ لے کر آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا، شہزادے نے تلوار سونتی اور اس صف کو درہم برہم کر دیا اور اپنے سامنے سے لشکر کو ہٹا دیا، گھوڑے کی لگام امام ہمام کی طرف پھیر دی، امام نے ان کی تحسین و آفرین کی اور فرمایا، جاؤ! خیمہ میں تھوڑی دیر آرام کر لو کہ تم زخمی ہو گئے ہو، عون نے حضرت امام کو پیغمبر کی قسم دی کہ آپ مجھے جنگ سے نہ روکیں کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت سے قریب ہو[illegible] امام نے فرمایا، وہ اسپ ادہم (سیاہ گھوڑا) جو والد

محترم علی مرتضیٰ نے اپنی زندگی میں تمہیں دیا تھا، اس پر سوار ہو جاؤ، انہوں نے ایسا ہی کیا اور میدان میں آئے، عمر و سعد کے سپاہی آپس میں کہنے لگے، یہ کیسی قیامت ہے کہ پھر یہ سوار آ گیا۔

ع کدام سروز بالائے زیں فرود آمد

صالح بن یسار کی نظر جب حضرت عون پر پڑی، غصہ سے کانپنے لگا، اس کے غصے کا سبب یہ تھا کہ علی مرتضیٰ نے اپنے زمانہ خلافت میں کسی تقصیر شرعی کی بنا پر اس پر حضرت عون کے ہاتھوں سے حد شرعی لگائی تھی، وہ پرانا کینہ اس ملعون کے دل میں تھا، نیام سے تلوار کھینچی اور گالی بکتے ہوئے، حضرت عون پر حملہ کر دیا، اس کی بے ہودہ گوئی پر حضرت عون نے ایک ہی نیزہ کی زد سے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔

صالح بن یسار کا بھائی حملہ آور ہوا اور بے ہودہ گوئی کے لیے زبان کھولنا ہی چاہتا تھا کہ عون نے اس کے منہ میں نیزہ مارا جو اس کی گدی سے پار ہو گیا۔

بالآخر یک ہزار سوار میمنہ سے اور ایک ہزار میسرہ سے حضرت عون کے دائیں اور بائیں آئے اور ان پر نیزے برسانے لگے، حضرت عون نامداران سے جنگ کرنے لگے اور ہر طرف حملہ کر کے سواروں اور پیادوں کے بھیجے نکال دیے، لوگوں نے حضرت عون کو بہت زخمی کر دیا، خالد بن طلحہ کے نیزے سے زمین پر آ گئے اور کہا، اے ابن رسول اللہ! آپ کی محبت میں میں معرکہ دین میں لڑا، اور آپ ہی کی محبت میں میدان آخرت کی طرف جا رہا ہوں۔

اس کے بعد مظہر شہودت مفصلی حضرت جعفر بن علی سامنے آئے، اجازت طلب کی، میدان جنگ میں آئے اور جام شہادت نوش کیا۔

آپ کے بعد مظہر شجاعت علی ولی، حضرت عبداللہ بن علی روتے ہوئے امام ہمام کے سامنے آئے، اجازت طلب کی اور میدان جنگ میں آئے، آپ نے ۷۰ ار یزیدیوں کو قتل کیا، ثویب حزمی کے نیزے سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عباس علم بردار رضی اللہ عنہ

علم بردار لشکر شہدائے علم، بہ تحریر واقعہ شہدت دو بازو قلم، شہید تشنہ آب بآب فرات، شیر نیستان مصافات، ثانی جعفر طیار، بہ شہادت منجلی، سید الشہدا حضرت عباس، بن علی رضی اللہ عنہ۔ آپ تمام بھائیوں میں حضرت امام کے نزدیک محبوب ترین اور آپ کے علم بردار تھے۔ حضرت عباس نے امام حسین کے سامنے علم گاڑ دیا اور کہا، بھائی جان! آپ کے علم بردار پر قیامت ٹوٹ پڑی، عنایت کیجیے، اجازت جنگ مرحمت فرمایئے، کہ مجھے اب بھائیوں کی جدائی کی طاقت نہیں اور آپ کے فرزندوں کی تشنگی کا مشاہدہ میری آنکھیں نہیں کر سکتیں۔ حضرت امام رو پڑے اور کہا، اے بھائی! تم میرے لشکر کی علامت تھے، جب تمہاری یہی خواہش ہے، میں اس شرط پر اجازت دوں گا کہ میدان جنگ میں جاؤ اور اس قوم پر حجت پیش کرو اور اس بنیاد پر جنگ کرو۔

عباس بن علی میدان کارزار میں آئے اور کہا۔

اے قوم! یہ سید و سردار، یہ فرزند ستودہ پیغمبر کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے اتنے بزرگان دین اور اصحاب وتابعین کا خون زمین پر گرایا، اب ہمیں اتنا پانی دے دو، کہ بچے اور عورتیں سیراب ہو جائیں، مجھے چھوڑ دو کہ باقی ماندہ اولاد کو ساتھ لے کر روم کی طرف یا ہندوستان کی طرف چلا جاؤں، جزیرہ عرب اور ولایت حجاز تمہارے لیے چھوڑ دوں اور یہ بھی عہد کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن تمہارے خلاف استغاثہ نہ کروں گا، تمہارے کرتوت کو خدا کے حوالے کرتا ہوں، وہ جو چاہے گا کرے گا۔

یہ پیغام سننے کے بعد شامی فوج میں غلغلہ بلند ہوا، بہت سے لوگ خاموش رہے، ایک جماعت نے گالی بکنا شروع کیا اور بعض شرمندہ ہوئے اور ایک جماعت نے زاروقطار رونا شروع کیا، لیکن شمر ذی الجوشن اور شیث بن ربیع اور حجر الاحجار نے کہا، تم امام حسین سے کہہ دو، اگر ساری دنیا پانی ہو جائے اور ہمارے تصرف میں رہے، اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نہ دیں گے، جب تک کہ تم یزید کی بیعت نہ کر لو۔ حضرت عباس نے یہ جواب امام حسین کی خدمت میں پہنچ دیا۔ امام حسین نے سر جھکایا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اچانک خیمہ سے العطش العطش کی فریاد کا شور اٹھا، عباس بن علی نے کمال غیرت سے بچوں کی پیاس کو دیکھا، ایک مشک لے کر دریائے فرات کی طرف چل پڑے، چار ہزار آدمی نہر فرات پر متعین تھے، پانچ سو پیادوں نے حضرت عباس پر تیر برسانا شروع کیا۔ عباس نے گھوڑا دوڑایا، لوگ خوف سے بھاگے، عباس نے پانی میں گھوڑا ڈال دیا اور مشک بھرنا چاہا کہ پانی پئیں، امام نے خواتین حرم اور بچوں کی پیاس یاد کر کے پانی کو منہ نہ لگایا، کندھے پر مشکیزہ اٹھا کر روانہ ہوئے، پیادوں نے راستہ روک کر جنگ شروع کر دی ،نوفل بن ارزق نے ایسا خنجر چلایا، کہ حضرت عباس کا داہنا ہاتھ کٹ کر گر گیا، بہادری کے ساتھ مشکیزہ بائیں کندھے پر رکھ لیا، اشقیا نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا، مشکیزہ کو دانتوں سے پکڑ لیا اور رکاب کی مدد سے دشمنوں کو اپنے پہلو سے دور کر دیا، اچانک ایک تیر مشک پر لگا اور پانی بہہ گیا، پس عباس دونوں زخموں کی وجہ سے گھوڑے سے اترے اور کہا، اخاہ ادر کنی!(بھائی میری خبر لیجیے!) ان کی آواز امام کے کان میں پہنچی، انہوں نے سمجھ لیا، کہ عباس باپ دادا کے پاس پہنچ گئے ہیں، امام مظلوم نے ایسی آہ سرد کھینچی کہ کربلا کی زمین لرز گئی۔ اس جگہ اوج اقدس محمد انس کھڑے تھے، امام حسین کا رونا دیکھ کر حضرت عباس کے مقام شہادت پر پہنچے، حضرت عباس شہید ہو چکے تھے، خود کو ان کی لاش پر گرا دیا اور زاروقطار رونے لگے، جو یزیدی ظالم وہاں موجود تھے انس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان کے گوشت کے ٹکڑے نیزوں پر بلند کیے۔

انس کی شہادت کے بعد امام حسین، ان کے صاحبزادے علی اکبر، زین العابدین اور علی اصغر جن کا نام عبداللہ تھا باقی رہ گئے۔

جب امام ہمام نے دیکھ کہ یاروں، بھائیوں، اپنوں اور خیر خواہوں میں سے کوئی باقی نہ رہا، تو اپنے جسم پر ہتھیار لگائے، تاکہ میدان جنگ میں جائیں، عقیق منقش بہ نقوش شہادت، راوق مروق برواق جنت، وارث صفدری حیدر صفدر، سلطان انجمین حضرت علی اکبر نے باپ کو دیکھا، کہ خود ہتھیار لگا کر تشریف لا رہے ہیں، تو امام ہمام کے پیروں میں سر رکھ کر کہا، ہمیں ظالموں کے درمیان باقی نہ چھوڑیے، اپنی جنگ تھوڑی دیر موقوف فرمائیں کہ میں اپنی جان آپ پر

قربان کردوں، امام کی حرم محترم شہر بانو اور بہنیں خیمہ سے باہر آئیں، علی اکبر کے ہاتھ اور پاؤں پر گر پڑیں اور جنگ سے روکنے میں حد درجہ اصرار کیا۔ حضرت امام نے بھی انہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی۔ علی اکبر نے منت وزاری کر کے باپ کو قسم دلائی، پس امام نے مجبور ہو کر علی اکبر کے جسم پر اپنے ہاتھ سے ہتھیار لگائے اور ان کے گھوڑے عقاب پر سوار کیا۔ ان کی ماں اور پھوپھیوں نے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی، امام ہمام نے انہیں روکا، تم لوگ اس سے ہاتھ اٹھالو، کیوں کہ وہ اب سفر آخرت کے لیے جارہا ہے۔ پھر شہزادے علی اکبر میدان کے لیے روانہ ہوئے، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، صورت وسیرت کے اعتبار سے کوئی شخص آپ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔ ظالموں کی فوج کے تمام سپاہی حضرت علی اکبر کے مشاہدہ جمال سے حیران وششدر رہ گئے اور کہا، تم کون ہو، ہمیں جنگ کے لیے بلا رہے ہو؟ عمرو نجس ملعون نے کہا، یہ جوان حسین کے بڑے لڑکے ہیں، جو خصائل وشمائل میں حضرت رسالت پناہ کے مشابہ ہیں۔ شہزادے نے ہر چند مبارز طلب کیا، کوئی ان کے مقابلے کے لیے نہ نکلا۔ شہزادے نے یزیدی لشکر پر خود ہی حملہ کردیا، میمنہ اور میسرہ میں کھلبلی مچ گئی۔ علی اکبر نے اتنی دلیری کے ساتھ جنگ کی، کہ یزیدی لشکر عاجز آگیا۔ پھر علی اکبر لوٹ کر امام ہمام کی خدمت میں آئے اور کہا، ابا جان! پیاس کی شدت سے ہلاک ہورہا ہوں، اگر میں ایک چلو پانی پاجاؤں، تو ان ظالموں کا بھیجا نکال دوں۔ امام ہمام نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگوٹھی ان کے منہ میں رکھ دی، جس کی وجہ سے کچھ سکون حاصل ہوا، پھر میدان جنگ کی طرف چلے، عمرو بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا، نکلو، حسین کے بیٹے کا کام تمام کردو، تاکہ میں رقہ اور موصل کی حکومت تمہارے لیے ابن زیاد سے طلب کروں، اس ملعون نے کہا، طارق، رسول خدا کے فرزند کو قتل کرے اور تو عہد پورا نہ کرے؟ ابن سعد نے قسم کھائی اور اپنی انگوٹھی اس کے حوالے کی، طارق باہر نکلا، علی اکبر پر نیزہ چلایا، آپ نے نیزے کو روک لیا اور خود اتنی شدت سے نیزہ مارا کہ اس کی پیٹھ سے باہر نکل پڑا، طارق زمین پر گر گیا، شہزادے نے گھوڑے سے اسے روند ڈالا کہ اس کے تمام اعضا گھوڑے کی سم سے زخمی ہوگئے۔ اس کے بعد طارق کے دو بیٹے سامنے آئے، شہزادے کی ضرب سے ایک ہلاک ہوگیا، دوسرے کا گریبان ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن توڑ دی اور زین سے زمین پر پٹخ دیا۔ ظالموں کے لشکر میں شور اٹھا، قریب تھا، کہ تمام یزیدی بھاگ کھڑے ہوں، عمرو نجس ملعون ڈرا اور مصرعہ بن غالب سے کہا، جا! اس ہاشمی جوان کو قتل کردے۔ مصرعہ بن غالب سامنے آیا، تو شہزادے نے ایک ہی ضرب شمشیر میں سر سے کمر تک اسے دو ٹکڑے کردیا، گھوڑے سے گرا، پھر ظالموں کے لشکر سے مخاطب ہوئے، عمرو نجس کے دو ہزار سپاہی شہزادے پر حملہ آور ہوئے شہزادے نے پوری بہادری کے ساتھ حملہ کیا اور ان دو ہزار سواروں کو قلب لشکر میں بھگا دیا اور باپ کے پاس آکر العطش العطش پکارنے لگے۔ امام ہمام نے فرمایا، جلد ہی آب کوثر سے سیراب ہوگے۔ پھر علی اکبر میدان میں آئے، پورے لشکر نے یک بارگی شہزادے پر حملہ کردیا، بالآخر ابن نمیر کے نیزے سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے، آواز دی ابا جان! میری خبر لیجیے۔ امام ہمام تشریف لے گئے اور شہزادے کو خیمے میں لائے، ماں، بہن، پھوپھی نے آہ وفغاں کی اور کہا، اپنے ماں باپ سے کچھ کہو، شہزادے نے آنکھ کھولی اور اپنا سر باپ کی گود میں دیکھا، ماں کی چیخ سنی، کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اور حوریں ہاتھوں میں شربت کا جام لیے ہوئے میری طرف اشارہ

کر رہی ہیں کہ آؤ۔ یہ کہا اور زندگی کی امانت سونپ دی۔

القصہ : جب حضرت امام حسین نے دیکھا کہ ان کا کوئی دوست وفادار، مددگار نظر نہیں آرہا ہے اور کسی طرف سے کسی غم گسار کی آواز نہیں آرہی ہے، فرمایا، اے حرم نبوت کی پردہ نشینو! اے خیمہ عفت میں پرورش پانے والیو! خاموش رہو تاکہ دشمن طعنہ نہ دیں۔ تم لوگ صبر کرو، مصیبت وبلا میں بے قراری ظاہر کرنا ثواب سے محرومی کا سبب ہے اور صبر کرنے والوں کا ثواب حق تعالیٰ کے پاس بے حساب ہے۔ پھر اپنی بیٹی سکینہ کو نوازا اور بہنوں سے کہا، آج میری سکینہ یتیم ہوجائے گی، خبردار! میرے بعد اس کے سامنے نالہ وفریاد نہ کرنا اور اس کے ساتھ بے توجہی نہ کرنا، کیوں کہ یتیموں کا دل نازک ہوتا ہے اور میرے واقعہ شہادت کے بعد بال نہ کھولنا، چہرے پر طمانچے نہ مارنا، سینہ کوبی نہ کرنا اور کپڑے چاک نہ کرنا کیوں کہ یہ عہد جاہلیت کی رسم ہے، لیکن رونے سے تمہیں منع نہیں کروں گا کہ تم غریب و بے کس ہو، محروم بے چارہ اور مظلوم اور بے ٹھکانہ ہوگئی ہو۔ اس وقت زینب، کلثوم، شہر بانو، سکینہ بے تاب ہو کر اس طرح رونے لگیں کہ آسمان کے فرشتے ان کی آہ ونالہ سے فریاد وفغاں کرنے لگے۔ امام ہمام نے انہیں تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں جانا چاہتے تھے کہ اچانک خیمے سے شور عظیم برپا ہوا، امام نے سبب دریافت کیا، بتایا گیا، کہ لالہ داغدار مظلوم، غنچہ گلزار معصوم، شہید شہادت مقدر، معصوم معصوماں حضرت شاہ علی اصغر رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے جاں بہ لب ہورہے ہیں، ان کی ماں کی چھاتی میں دودھ خشک ہوگیا، فرمایا، اسے میرے پاس لاؤ، حضرت علی اصغر کو امام کے پاس پہنچادیا گیا، امام حسین ان کو زین کے آگے بٹھا کر ظالموں کے سامنے گئے اور کہا، اے قوم! تمہارے خیال میں میں گناہ گار ہوں، اس بچے نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے، تم اسے ایک چلو پانی دے دو، ان ملعونوں نے جواب دیا، ابن زیاد کے حکم کے بغیر اسے پانی دینا محال ہے۔ ایک بزدل نے امام کی طرف تیر چلایا، وہ تیر حضرت علی اصغر کے حلق کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ حضرت امام نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا۔ علی اصغر کے حلق سے خون کا فوارہ چھوٹا، امام ہمام خون کو اپنے کپڑے میں روکتے رہے، تاکہ کوئی قطرہ خون زمین پر نہ گرے، پھر خیمے میں آئے، علی اصغر کی ماں شہر بانو سے فرمایا، اس طفل شہید کو لو کہ یہ آب کوثر سے سیراب ہوگیا ہے۔ اہل حرم اور امام نے گریہ وزاری کی۔

راوی کا بیان ہے کی علی اصغر سمیت بہتر حامیان امام نے شربت شہادت نوش کیا اور حضرت امام حسین کے ساتھ امام زین العابدین کے علاوہ کوئی مرد باقی نہ بچا۔ اہل بیت نے جب امام کو تنہا دیکھا جگر سے سوزناک آہیں کھینچیں، بچوں کی یتیمی اور بے کسی پر ان کے آنسو تھمتے نہ تھے۔ امام زین العابدین جو مدت سے بیمار تھے، خیمہ سے باہر آئے، نیزہ اٹھایا، کمزوری کی وجہ سے پاؤں گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے اور بیماری کے سبب آپ کا جسم کانپ رہا تھا پھر بھی انہوں نے میدان جنگ کا رخ کیا۔ امام ہمام ان کے پیچھے گئے اور کہا، اللہ اللہ! اے فرزند! واپس ہوجاؤ کہ میری نسل تمہیں سے باقی رہے گی، تمہیں ائمہ اہل بیت کے باپ بنو گے، تمہاری نسل قیامت تک باقی رہے گی، میں تمہیں اپنا وصی بنا کر خانوادہ رسالت کی خواتین کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں، جد و پدر کی جو امانت میرے پاس ہے، تمہیں سونپ رہا ہوں۔

پھر شہر بانو سے کہا، ہتھیار لاؤ! پھر مصری خز کی قبا پہنی اور رسول خدا کی دستار سر پر باندھی اور سید الشہدا حضرت امیر حمزہ کی ڈھال حمائل کی، شاہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار ذوالفقار کمر میں باندھی، اپنے گھوڑے ذوالجناح

پرسوار ہوکر میدان کارزار کی طرف چلے، پردہ نشیں خواتین حرم کو الوادع کہا، ان سب کو خدا کے حوالے کر کے میدان میں پہنچے، زمین میں نیزہ گاڑ دیا اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

تم لوگ جانتے ہو کہ میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے باپ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور میری ماں خیر النساء، میرے بھائی حسن مجتبیٰ، میرے چچا جعفر طیار اور میرے باپ کے چچا حضرت حمزہ سید الشہدا ہیں۔ تم لوگوں نے میرے تمام فرزندوں، عزیزوں اور یگانوں کو قتل کر دیا اور اب میری ہلاکت کے لیے کمر بستہ ہو، مجھے قتل کرنا کسی مذہب وملت میں جائز نہیں ہے۔ اے لوگو! اس خدا سے ڈرو جو رات لے جاتا ہے اور دن لاتا ہے اور مخلوق کو جلاتا اور مارتا ہے، روزی دیتا ہے اور جان لیتا ہے، اگر تم لوگ خدا پر یقین (ایمان) رکھتے ہو اور میرے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو تو مجھ پر جفا نہ کرو اور ستم جائز نہ رکھو، اس بات سے ڈرو کہ کل قیامت کے دن میدان محشر میں میرے نانا، والد اور والدہ تم پر میرے خون کا دعویٰ کریں گے، اگر تم مجھے حکومت کا مخالف سمجھتے ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں حبش یا ترکستان چلا جاؤں اور میرے اہل بچوں کو جو پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں، پانی دو، اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو میں نے اپنے آپ کو قضائے الٰہی کے حوالے کر دیا ہے۔

اس تقریر کو سن کر اکثر لوگ رونے لگے اور اکثر نے آہ وفغاں کی، پھر بختری بن ربیعہ، شیث بن ربیع اور شمر ذی الجوشن نے دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل رہا ہے اور قریب ہے کہ سپاہی اپنے امیروں کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے، یہ تینوں، امام ہمام کے سامنے آئے اور کہا:

اے ابوتراب کے بیٹے! اپنی داستان دراز نہ کرو اور یہ غرور سر سے نکال ڈالو، آؤ تا کہ میں تمہیں ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور یزید کی بیعت لوں اور تو اس ہلاکت سے چھٹکارا پائے، ورنہ تمہیں تشنگی سے ہلاک کر دوں گا۔

امام نے سر جھکا لیا۔ عمرو سعد نے جب یزیدی فوج میں گریہ وزاری کا ماحول دیکھا، تو ڈرا، قلب لشکر سے نکل کر پیادوں کو للکارا، تم اتنا موقع نہ دو کہ ابوتراب کا بیٹا کچھ اور کہہ سکے، اس پر تیر برساؤ، پانچ ہزار بزدلوں نے یک بارگی تیروں کی بارش کی، قضائے الٰہی سے ایک بھی تیر آپ کو یا آپ کے گھوڑے کو نہ لگا، سارے ملعون شرمندہ ہو کر لوٹ گئے ۔امام پلٹ کر خیمے میں آئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام ہمام تنہا رہ گئے، میدان میں گرد وغبار اس طرح چھایا کہ کوئی کسی کو پہچان نہ سکا۔ پس ایک مہیب شکل، عجیب شکل وصورت میں کہ اس کا سر اور ہاتھ شیر کی طرح تھا اور اس کا پیر اونٹ کے پیروں کے مشابہ، گھوڑے پر سوار امام ہمام کی بارگاہ میں آیا اور کہا:

السلام علیکم یا ابن رسول اللہ!

امام نے جواب دیا اور فرمایا، تم کون ہو؟

اس نے عرض کیا، میں جنوں کا سردار ہوں، نبی آخر الزماں کا غلام اور شاہ مرداں علی کا خادم ہوں، مجھ کو زعفر زاہد کہتے ہیں، میرا لشکر اسی بیابان میں ہے۔ آپ کے والد جب بیر العلم پر آئے اور جنوں (دیووں) کو ذوالفقار کی قوت سے مسلمان بنایا، تو میرے باپ کو ان لوگوں کا سردار بنا دیا۔ والد کے انتقال کے بعد ان جنوں کی سرداری مجھے ملی، سب

میرے تابع فرمان ہیں، اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں اتروں اور ظالموں کا سر کچل کر رکھ دوں۔

امام نے فرمایا، اللہ تمہیں جزائے خیر دے، میں تم کو ان لوگوں کے قتل کا حکم نہ دوں گا، اس لیے کہ تم لوگوں کا جسم لطیف ہے، یہ لوگ تمہیں نہ دیکھیں گے، پس ایسی لڑائی ظلم ہے۔

سردار اجنہ نے کہا، میں اپنے جسم کو انسانوں کی شکل میں ظاہر کروں گا، اگر ہماری پوری قوم قتل ہوگئی، تو آپ کی حمایت میں شہید ہوگی۔

امام نے فرمایا، جنگ بدر میں فرشتوں کی مدد میرے نانا جان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی، اب میں دنیا کی زندگی سے ادب چکا ہوں، تم اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ جاؤ۔

اس نے سلام کیا اور رخصت ہوا۔

امام حسین نے پھر میدان کی طرف چہرہ کیا اور میدان میں پہنچے، تمیم بن قحطبہ مقابلہ میں آیا، امام کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر سرد افسطی جو شام کے بہادروں میں کافی شہرت رکھتا تھا، تلوار کھینچ کر سامنے آیا، وہ بھی امام ہمام کی تلوار سے لکڑی کی طرح دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد امام حسین نے ساحل دریا کا ارادہ کیا، شمر ذی الجوشن نے فوج کو للکارا، کہ تم لوگ امام کو فرات کے پانی تک نہ پہنچنے دو۔ ظالم بیچ میں حائل ہو گئے۔ امام نے فوج کو چیرتے ہوئے فرات میں گھوڑا ڈال دیا، چاہا کہ پانی پی لیں، کسی نے چلا کر کہا، کہ امام ادھر پانی پی رہے ہیں اور لوگ خیموں کی طرف جا رہے ہیں۔ امام نے غیرت کی وجہ سے پانی پھینک دیا اور خیمہ میں تشریف لائے، لیکن دریا سے خیمہ تک پہنچتے پہنچتے چار سو سواروں کو قتل کر ڈالا، پھر خیمہ میں پردہ نشیں خواتین کو پہلے ہی کی طرح وصیت کی۔

حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہ

محبوبہ شہید تیغ رضا، مستورہ سرادقات عظمت کبریا، بماتم شہدائے دشت کربلا، سر بزانوی کونین حضرت شہر بانو حرم حضرت امام حسین جو عراق و ایران کے بادشاہ یزدجرد کی شہزادی تھیں، امام ہمام کی زوجیت میں داخل ہونے کا سبب تاریخ وفیات الاعیان تصنیف علامہ ابن خلکان محدث شافعی میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید نے امیر المومنین کے حکم سے فارس کو فتح کیا اور یزدجرد شاہ ایران کو قتل کیا۔ بادشاہ کی تین بیٹیوں کو اموال غنیمت کے ساتھ مدینہ منورہ میں فاروق اعظم کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ لڑکیاں مدینہ پہنچیں، خلیفہ وقت نے ان کو اسلام کی دعوت دی، تینوں شہزادیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر انہیں اجازت دے دی گئی، کہ وہ اپنے ملک چلی جائیں اور وہیں رہیں۔ انہوں نے کہا، ہم جس ملک میں بادشاہ بن کر رہے ہیں، وہاں چرواہوں کی حیثیت سے رہنا ممکن نہیں ہے۔ پس حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا، یہ نوشیرواں کے پوتے یزدجرد کی بیٹیاں ہیں، یہ خاندان کئی ہزار سال تک عراق پر حکمراں تھا، اگر شرفائے عرب ان شہزادیوں سے نکاح کر لیں، کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ریاست امر شریف ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم رئیسوں کی عزت کی

ہے، جب کہ یہ شہزادیاں شرف اسلام سے بھی مشرف ہو چکی ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، بالفعل عرب میں آپ سے زیادہ شریف کوئی نہیں ہے، اگر اس معاملہ کی ابتدا آپ سے ہو جائے، سب کے لیے حجت بن جائے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا، ان میں سب سے چھوٹی شہزادی کو میں نے حسین کے لیے قبول کیا اور وہ لڑکی جو درمیانی عمر کی ہے محمد بن ابی بکر کو دے دو اور سب سے بڑی شہزادی کی شادی اپنے بیٹے عبداللہ سے کر دیجیے۔ اس فیصلے کو سب نے منظور کیا۔ پس حضرت شہربانو جو سب سے چھوٹی تھیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ اس کے بعد عراق سے جو دوسری لڑکیاں آئی تھیں اور دوسرے مقامات سے جو لڑکیاں آئیں، اصحاب رسول کے بیٹوں نے ان سے عقد کیے اور زوجیت میں قبول کیا۔ الغرض جس دن سے یزدجرد کی شہزادیاں صحابہ کرام کے صاحبزادوں سے منسوب ہوئیں، عرب میں عجمی النسل خواتین سے نکاح کرنے کا عار ختم ہو گیا۔ اس لیے اب عربستان میں عراق وایران کے لوگوں کے ساتھ رشتہ ازدوج کو ننگ و عار نہیں سمجھتے اور کوئی فرق نہیں جانتے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے شہربانو کو بانوئے کونین، جدہ اولاد امام حسین بنا دیا وراس قدر برکات وفضائل ان کے حال پر مبذول ہوئے کہ امام زین العابدین سے لے کر امام مہدی تک تمام امام جو درحقیقت خلیفہ الٰہی اور واقف اسرار لامتناہی ہوئے۔ سب شہربانو کی نسل سے ہیں، حضرت امام حسین کی آپ کے ساتھ اس قدر عنایت تھی، کہ شہربانو کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح نہ فرمایا۔

روضۃ الشہداء میں لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت امام نے اہل بیت سے رخصت کے بعد میدان کا ارادہ کیا، حضرت شہربانو امام کے سامنے آئیں اور کہا، اے میرے سردار! اے میرے سرتاج! میں اس ملک میں اجنبی ہوں اور کوئی غم خوار نہیں رکھتی ہوں، آپ کی بہنیں اور بیٹیاں اولادرسول ہیں، کسی کی مجال کہ ان کے طریقہ حرمت کی حفاظت نہ کرے، لیکن میں بادشاہ یزدجرد کی لڑکی ہوں اور آپ کے سوا کسی کو اپنا نگہبان نہیں پاتی ہوں، ہوسکتا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد دشمن میرا قصد کریں اور آپ کی حرم محترم کی حرمت کا پاس ولحاظ نہ رکھیں۔ حضرت نے فرمایا، غم نہ کر کہ کسی کو تجھ پر غلبہ حاصل نہ ہو گا، تم ہمیشہ مکرم ومحترم رہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ امام نے فرمایا، جس وقت دشمن مجھے گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے گرا دیں گے، گھوڑا تمہارے پاس آئے گا، تم اس پر سوار ہو جانا اور لگام اس کے حوالہ کر دینا کہ وہ تمہیں دشمنوں سے نکال کر جس مقام پر خدا کی مرضی ہوگی پہنچا دے گا۔

لیکن صحیح تر روایت یہ ہے کہ شہربانو اہل بیت کے ہمراہ شام گئیں۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

امام حسین اہل بیت کے ایک ایک فرد کو رخصت کر کے میدان کارزار میں آئے، عمرو سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا، اس وقت امام حسین پیاسے ہیں، ان پر یکبارگی حملہ کر دو، فوجیوں میں حرکت ہوئی اور امام کو نرغے میں لے لیا۔ سرور شہیداں، شیر غراں کی طرح شمشیر براں کے ساتھ ان کے بیچ میں آ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام حسین دوسری

بار دریائے فرات پر پہنچے اور چلو میں پانی لیا، چاہا کہ پانی پی لیں، خواتین اہل بیت اور بچوں کی پیاس کا خیال آیا، پانی
پھینک دیا۔ ایک روایت میں ہے، پانی بھرا چلو آپ کے دہن مبارک تک پہنچا ہی تھا، کہ حصین بن نمیر نے آپ کے دہن
مبارک پر تیر مارا، امام پانی نہ پی سکے، پھر لوگوں نے آپ پر حملہ کردیا اور امام ہمام اور ان کے گھوڑے کو بہت زیادہ زخمی
کردیا۔ جب عمرو نجس نے آپ کو زخموں سے نڈھال دیکھا، مقابلہ میں آنے کا ارادہ کیا، امام ہمام نے فرمایا، تم مجھے قتل
کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ عمرو شرمندہ ہوا اور گھوڑے کی لگام موڑلی اور پیدل فوج سے کہا، امام کو گھیر لو، انہوں نے ایسا
ہی کیا۔ حسین نے حملہ کیا، سب کے سب تباہ ہو گئے اور ادھر ادھر بکھر گئے۔ شمر ذی الجوشن ملعون شرمندہ ہوا اور سنگ دل
لوگوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھا، بعض یزیدی سپاہیوں نے ارادہ کیا، کہ حسینی خیمہ گاہ میں جا کر لوٹ مار کریں، امام حسین
نے باآواز بلند کہا، اے آل ابوسفیان! اگرچہ تمہارے پاس دین نہیں، کیا ننگ وعار سے بھی نہیں ڈرتے، کہ میرے حرم کا
قصد کرتے ہو؟ شمر نے کہا، اے حسین تمہارا مقصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر تیرا مقصد مجھے قتل کرنا ہے، تو میں یہاں
موجود ہوں، میری تمنا یہ ہے کہ جب تک میری جان باقی ہے، کوئی میرے حرم کا قصد نہ کرے۔ شمر نے کہا، میں تمہاری
یہ درخواست منظور کرتا ہوں، شمر نے خیمہ کی طرف جانے والی جماعت کو واپس بلا لیا۔ ہیبت کی وجہ سے کسی بھی دشمن کو تنہا
تنہا امام کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی، اس لیے سب نے مل کر یکبارگی حملہ کردیا۔ امام ہمام گھوڑے سے اتر
پڑے اور اسے اپنے پیچھے کھڑا کردیا کہ یہ گھوڑا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بننے کا شرف رکھتا ہے، جب تک میں
زندہ ہوں، زخموں سے اس کی حفاظت کروں گا۔ یزیدیوں نے امام کو پیادہ دیکھا، تو ان کی طرف بڑھے، ایک بزدل نے
امام کی پیشانی پر تیر مارا، جس کی وجہ سے امام کی پیشانی سے فوارے کی طرح خون بہنے لگا، جو خون اوپر سے گر رہا تھا،
اسے ہاتھ میں لے کر داڑھی پر ملتے اور فرماتے، میں اسی ہیئت میں اپنے جد امجد اور پدر و مادر کے سامنے جاؤں گا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ امام کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزوں کے بہتر زخم آئے تھے۔ امام قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور بارگاہ
خداوندی میں سربسجود ہو گئے، ایک ایک دو دو یزیدی امام کو قتل کرنے کی نیت سے آگے آتے، جب آپ پر نظر پڑتی،
شرمندہ ہو کر لوٹ جاتے اور کہتے یہ کیا ضروری ہے کہ امام کا خون کل قیامت کے دن ہماری ہی گردن پر ہو، جب شمر
ملعون نے دیکھا، کہ یزیدی سپاہی امام حسین کو قتل کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں، آواز دی، کہا، یہ توقف و تامل کیسا
ہے؟ زرعہ بن شریک آگے بڑھا اور دست مبارک پر تلوار ماری، سنان بن انس نے امام کی پشت پر نیزہ مارا، جس کی وجہ
سے امام گر گئے، خولی بن یزید اصبحی گھوڑے سے اترا، ارادہ کیا، کہ امام کا سر قلم کرے، اس کا ہاتھ کانپنے لگا، اس کام سے
باز رہا۔ پھر اس کا بھائی سہیل بن یزید اس کام کے لیے آگے بڑھا، لیکن صحیح ترین روایت یہ ہے کہ جب امام زمین کربلا
پر گرے، زمین لرزنے لگی، آسمانوں سے شور اٹھا، دس آدمی گھوڑے سے اترے کہ تلواریں کھینچ لیں اور آگے بڑھیں، ہر
ایک کا مقصد یہ تھا، کہ امام کا سر قلم کردے، اور خلعت وانعام حاصل کرے، جو شخص آگے بڑھتا تھا، امام ہمام آنکھ کھول کر
اسے دیکھتے تھے، وہ شرم کی وجہ سے پیچھے ہٹ جاتا، اس طرح صرف دو آدمی سنان بن انس اور شمر ذی الجوشن رہ گئے،
سنان آگے بڑھنا چاہا، شمر ملعون تیزی سے آگے بڑھا اور حضرت امام حسین کے سینہ مبارک پر بیٹھ گیا۔ امام نے آنکھ کھولی
، پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا، شمر ذی الجوشن ہوں۔ امام نے فرمایا، زرہ کو اپنے چہرے سے ہٹاؤ، اس نے جب اپنا چہرہ

کھولا، تو امام ہمام نے اس کے دانتوں کو سور کے دانتوں کی طرح پایا، تو فرمایا، ایک علامت ظاہر ہوئی، پھر فرمایا، اپنا سینہ کھولو، جب کپڑا اٹھایا، تو اس کے سینے پر برص کا داغ دیکھا، فرمایا، یہ دوسری نشانی ہے۔ پھر فرمایا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے گزشتہ رات خواب میں سچ فرمایا تھا:

حسین! تم کل ظہر کے وقت میرے پاس آؤ گے، تمہیں قتل کرنے والا اس شکل کا ہوگا۔

جو نشان مجھے دکھائے گئے تھے، اے شمر! سب تیرے اندر موجود ہیں، تو اپنا کام کر، پھر فرمایا، شمر! تجھے معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟ اس نے کہا، روز جمعہ، عاشورا ور خطبہ ونماز جمعہ ادا کرنے کا وقت ہے۔ امام نے فرمایا، اس وقت امت مسلمہ کے خطیب منبروں پر میرے نانا جان کا خطبہ پڑھ رہے ہوں گے اور میرے نانا اور والد گرامی کی تعریف وتوصیف کر رہے ہوں گے، تو میرے سینے پر سوار ہو کر قتل کا ارادہ رکھتا ہے، اے شمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا روئے اقدس رکھ کر میرے حلق کا بوسہ دیا ہے اور تو اس مقام پر بیٹھا ہوا ہے، بوسہ گاہ رسول پر تلوار رکھ کر گلا کاٹ رہا ہے۔ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی روح اپنے داہنے جانب اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی روح اپنے بائیں جانب دیکھ رہا ہوں۔ اے شمر لعین! تھوڑی دیر کے لیے میرے سینے سے اتر جا، کہ نماز کا وقت ہے تاکہ میں قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز میں مشغول ہو جاؤں، چوں کہ مجھے والد سے میراث میں یہ بات ملی ہے کہ نماز کی حالت میں زخم کھاؤ، جس وقت میں نماز میں مصروف ہو جاؤں، تم جو چاہو کرو۔

شمر سینے سے اتر گیا، امام اتنی قوت سے اٹھے، کہ خود قبلہ رو ہو گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب سجدے میں گئے، شمر لعین اتنی دیر صبر نہ کر سکا، کہ امام نماز پوری کر لیں، سجدے کی حالت ہی میں امام ہمام کا سر مبارک پشت کی طرف سے کاٹ لیا۔ امام نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اس دن جمعہ، دس محرم الحرام ۶۱ھ تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۴)

امام ہمام کی شہادت کے بعد شمر ملعون نے امام حسین کے ساز وسامان کو لوٹنے کا ارادہ کیا اور چاہا، کہ امام زین العابدین کو قتل کر دے۔ ایک قول کے مطابق وحید بن مسلم وبقول دیگر عمرو سعد نے اس حرکت سے روکا اور لوٹنے والوں کو خیمہ گاہ سے نکال دیا اور کہا، لوٹے ہوئے مال واپس دے دیے جائیں۔ ظالموں نے یہ بات نہ مانی۔ پھر عمرو سعد نجس نے امام حسین کا سر مبارک خولی بن یزید اصبحی کو دیا کہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤ۔ دو دن کربلا میں ٹھہر کر اپنے مقتولوں کی لاشیں جمع کر کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔ امام ہمام اور دیگر شہدا کے جسموں کو اسی طرح خاک وخون میں چھوڑ دیا۔

روانگی کوفہ

تیسرے دن دو ردائے حرمت مظلومان حرم، دو بادبان کشتی مظلومان محترم، دو گوشوار ولایت کبریٰ، دو ماتم دار شہادت عظمیٰ، دو بقعۂ آسائش یتیماں مظلوم ومغموم، حضرت زینب وحضرت کلثوم حضرت امام حسین کی بہنوں کو تمام اہل بیت اور امام زین العابدین کے ساتھ لباس پہن کر اور چہرے ڈھک کر اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کا رخ کیا۔ جب ان کا

گزر مقام جنگ سے ہوا، شہیدوں کی لاشیں دیکھیں جو خاک و خون میں لتھڑی ہوئی اور سر کٹے ہوئے تھے۔ حضرت زینب نے امام حسین کے جسم اقدس کو پہچان لیا فریاد کرنے لگیں۔ اے اللہ کے رسول اوہ حسین شہید کر دیے گئے، جن کے چہرے کا آپ بوسہ لیتے تھے۔ حضرت زینب کی فریاد سے دوست و دشمن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عمرو بن سعد نے شہداء کے سروں کو اظہار شجاعت کے لیے یزیدی لشکر کے قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ جب کہ امام حسین کے سر مبارک کو پہلے خولی لے گیا۔ ایک رات اپنے گھر میں تنور میں رکھ دیا، اس کی بیوی قبیلہ انصار سے تعلق رکھتی تھی، رات کے وقت دیکھا، کہ فاطمہ زہرا، حضرت مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام، فرعون کی بیوی آسیہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس تنور کے پاس تشریف لائیں، سر امام حسین کو باہر نکالا، بوسہ دیا اور تعزیت کی رسم ادا کی، نالہ زاری اور آہ وفغاں کے ساتھ آسمان پر چلی گئیں۔ اس انصاریہ نے اس حال کا مشاہدہ کیا، اپنے شوہر سے متنفر ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ پھر اس کا نام ونشان معلوم نہ ہو سکا۔ جب صبح ہوئی، خولی ملعون سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا، اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جسے وہ امام حسین کے لب مبارک، دانتوں اور سر مبارک پر مارتا رہا اور کہا، یہ سر لے جاؤ اور تمام شہداء کے سروں سے آگے آگے رکھ کر شہر میں گشت کراؤ۔

عمرو نجس کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور شہداء کے جسموں کو کربلا میں بے گور و کفن چھوڑ دیا۔ اہل عارضہ (غاذریہ) خبر پا کر کربلا آئے، شہدا کی لاشوں پر نماز جنازہ پڑھی اور میدان کارزار ہی میں دفن کر دیا۔ انہوں نے گریہ وزاری کی آواز سنی، جب کہ وہاں رونے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ جنات تھے، جو شہدائے کربلا پر نوحہ کر رہے تھے۔ قصیدہ ومرثیہ خوانی کر رہے تھے۔

عمرو سعد نے جب ایک فرسخ راستہ طے کیا، امام ہمام کے سر اقدس کو پایہ، پھر دوسرے شہدا کے سروں کے ساتھ آپ کے سر کو نیزہ پر بلند کیا اور تمام اہل بیت کو کجاووں میں بٹھا کر آگے بڑھتا رہا، جب یزیدی شہر کوفہ میں پہنچے، جس کی نظر شہداء کے سروں پر اور اہل بیت کے محملوں پڑتی بے اختیار رونے لگتا۔ لوگوں نے امام حسین کے سر مبارک سے اس آیت کریمہ کی تلاوت سنی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا

جب شہدائے کربلا کے سروں کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا، اس نے ایک سر اپنی ران پر رکھا، سر سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا، جو اس کی ران کو سوراخ کرتا ہوا زمین میں غائب ہو گیا۔ وہ سوراخ اس کی ران میں باقی رہا، بہت علاج ومعالجہ کیا، اچھا نہ ہوا، اس زخم سے ایسی بدبو اٹھتی جو مخلوق کے مشام جان کو پراگندہ کر دیتی۔ ابن زیاد جب مارا گیا، اسی زخم کی وجہ سے ابراہیم نے اس کی لاش کو پہچانا۔

ابن زیاد کے پاس

جب اہل بیت کو ابن زیاد کی مجلس میں لے گئے، حضرت زینب نے سلام نہ کیا اور بیٹھ گئیں، ابن زیاد ملعون نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا، علی کی بیٹی اور حسین کی بہن ہیں۔ ابن زیاد نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا، خدا کا شکر

ہے، اس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا اور تمہارے دعویٰ کو جھوٹا کر دکھایا۔ زینب نے فرمایا، خدا کی حمد اور شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے پیغمبر کی مدولت عزت عطا فرمائی اور ہمارے حق میں آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ الغرض ابن زیاد اور حضرت زینب کے درمیان سوال و جواب ہوتا رہا جس کی بنا پر ابن زیاد غصہ ہوا اور حضرت زینب کے قتل کا ارادہ کیا، مگر حریب مخزومی کی کوشش سے باز رہا۔

ابن زیاد نے امام زین العابدین کی طرف چہرہ کرتے ہوئے پوچھا، یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا، علی بن حسین ہیں۔ کہا، علی بن حسین کو قتل کر دیا گیا۔ امام زین العابدین نے فرمایا، وہ علی اکبر تھے، جو شہید ہو گئے، کسی نے تم سے اس کا مواخذہ نہ کیا، ابن زیاد اس بات سے غصہ ہوا اور کہا، اسے چھت پر لے جا کر گردن مار دو۔ زینب نے بے چین ہو کر کہا، تم مجھے پہلے قتل کرو، اس کے بعد اس کو قتل کرنا، امام زین العابدین نے پھوپھی کو خاموش کرتے ہوئے فرمایا، اے ابن مرجانہ! تم مجھے قتل کر رہے ہو، تم نہیں جانتے کہ قتل و قتال میری عادت ہے اور میں شہادت کو کرامت الٰہی سمجھتا ہوں، اس بات کو سن کر بن زیاد نے تھوڑی دیر سر جھکایا، پھر کہا، مسجد عقلان میں سروں اور قیدیوں کو رکھ دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اہل بیت سے محبت رکھنے والا کوئی کوفی امیر ظالم کے خوف سے اہل بیت کی خدمت میں نہ آیا۔

دمشق کی روانگی

شمر ذی الجوشن زہیر بن قیس، مجھن بن ثعلبہ کے ساتھ اہل بیت اور شہدائے کربلا کے سروں کو شہر دمشق (شام) کی طرف روانہ کیا۔ یہ لوگ منزلیں طے کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے، ہر مقام پر سردار شہدا امام حسین کے سر سے نئی نئی کرامتوں کا ظہور ہوتا۔

یحییٰ شہید

چنانچہ جب یہ قافلہ حران (کمان) میں ایک یہودی یحییٰ حرانی کے عبادت خانے کے پاس پہنچے، یحییٰ حرانی اس قافلہ کے استقبال کے لیے باہر آیا اور اس نے شہدا کے سروں کا نظارہ کیا، جب اس کی نظر امام ہمام کے سر مبارک پر پڑی تو اس نے دیکھا، کہ آپ کے لبہائے مبارک ہل رہے ہیں۔ قریب گیا اور کان لگایا، تو اس نے یہ کلمہ سنا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ.

حیران ہوا، پوچھا، یہ کس کا سر ہے؟ لوگوں نے کہا، امام حسین بن علی کا سر ہے۔ پوچھا، ان کی ماں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہودی نے کہا، اگر دین خدا (اسلام) برحق نہ ہوتا، تو یہ دلیل ان سے ظاہر نہ ہوتی، پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مصری پشمینے کی دستار سر سے اتاری اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے خواتین اہل بیت کو دے دی، اپنا ریشمی لباس ایک ہزار درہم کے ساتھ امام زین العابدین کے پاس بھیجا، کہ اس رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں، شہدا کے سروں کو اٹھانے والوں نے کہا، تم امیر شام کے دشمنوں کی مدد کر رہے ہو، دور ہو جاؤ۔ یحییٰ نے انتہائی ذوق اسلام اور محبت اہل بیت کی بنا پر تلوار سونت لی اور چند آدمیوں کو مار کر خود شہید ہو گیا۔ آج بھی اس کی قبر حران

کے دروازے پر یحییٰ شہید کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مشہد لفظہ

اس طرح کی بہت سی کرامتیں سر امام سے ظاہر ہوئیں۔ شام تک ہر منزل پر کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا، چنانچہ ایک جگہ سر مبارک کو ایک پتھر پر رکھا گیا، خون کا ایک قطرہ پتھر پر ٹپکا، جس کا اثر یہ ہوا، کہ ہر سال ایام عاشورا میں اس پتھر سے خون کا فوارہ چھوٹتا ہے۔ لوگ ان ایام میں وہاں تعزیت کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت کے زمانہ میں اس پتھر کو اکھاڑ کر نامعلوم مقام پر رکھوا دیا، لیکن عقیدت مندوں نے اس پتھر کے مقام پر ایک عالیشان گنبد تعمیر کیا اور رسم تعزیت کو برقرار رکھا۔ لوگ اسے "مشہد لفظہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

عزیز کوتوال

عزیز کوتوال کا قصہ ہے، کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، انہوں نے سر مبارک کی زیارت کی اور اس سے فرمایا، اہل بیت اور امام زین العابدین کے پاس نذور و فتوح لے جانا، شہر بانو کی کنیز شیریں سے نکاح کرنا، حسین بن علی سے سلام کرنا اور امام ہمام کے سر سے سلام کا جواب سننا، اسی کے بعد عزیز کا اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہو جانا اور عزیز کا بشارت پانا، کہ وہ قیامت کے دن اہل بیت کے غلاموں کے زمرے میں اٹھایا جائے گا اور اس کا ایک منزل پر آدم، یحییٰ، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام اور حضرت سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ، حیدر کرار، حمزہ، حسن، جعفر طیار رضی اللہ عنہم کے ساتھ دیکھنا، کہ سب نے اپنے گیسو کھول رکھے ہیں، یہ سب حضرات موکلان سر سید الشہداء کے پاس آئے اور آپ کے سر کو صندوق سے باہر نکالا، ہونٹ اور پیشانی کو بوسہ دیا اور رسم تعزیت ادا کی۔

جب یہ لوگ دمشق کے قریب ایک منزل پر اترے، رات کے ڈر سے سر امام کو ایک دہقان کے حوالے کیا، اس نے رات میں سر مبارک کو مکان میں رکھا، اس نے دیکھا، کہ وہاں حضرت حواء، سارہ مادر اسحاق، ہاجرہ مادر اسماعیل، راحیل مادر یوسف، صفورا دختر شعیب، کلثوم خواہر موسیٰ، آسیہ زن فرعون، مریم، خدیجہ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ اور حضرت خاتون جنت آئیں اور سر مبارک کے سامنے رسم تعزیت اور شفقت ادا کی۔

کتاب "روضۃ الشہداء" میں مصر، شام کے تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں۔

دربار یزید

القصہ: جب اہل بیت کا لوٹا ہوا قافلہ دمشق کے قریب پہنچا، حاکم شہر کے حکم سے پورے شہر کو اظہار مسرت وطرب کے لیے سجایا گیا، صبح کے وقت یہ قافلہ شامی تماشائیوں کی بھیڑ میں یزید پلید کے محل میں پہنچا۔ یزید نے اپنے محل کو آراستہ کر کے رشک بہشت بنا دیا تھا۔ شمر ملعون شہداء کے سروں کے ساتھ یزید کے پاس پہنچا اور اہل بیت کو ایک مکان

میں ٹھہرا دیا گیا۔ شمر نے سروں کو یزید کے تخت کے سامنے رکھ دیا۔ یزید ایک ایک سر کو دیکھتا اور اس سر والے کا حال دریافت کرتا، یہاں تک کہ تمام سرداران دین کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔

اس کے بعد شمر کا وکیل مالک، امام ہمام کے سر اقدس کو فخر و ناز کے ساتھ اپنی شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے یزید کے سامنے لے گیا اور کہا:

میں نے بادشاہ بزرگ و برتر کے انعام و اکرام کی تمنا میں لوگوں کو قتل کیا۔

یزید اس بات سے غصہ ہوا اور کہا:

اگر تم جانتے کہ امام ہمام اس صفت سے متصف ہیں، تم انہیں کیوں قتل کرتے، خدا کی قسم کوئی چیز مجھ سے تمہیں حاصل نہ ہوگی، بلکہ میں تم کو اس کے پاس پہنچا دوں گا۔

یزید نے حکم دیا، لوگوں نے مالک کی گردن اڑا دی۔

امام زین العابدین کی درخواست پر یزید نے امام حسین کے قاتل کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ سب نے شمر کو امام حسین کا قاتل قرار دیا۔ شمر نے کہا، حسین کا قاتل تو دراصل یزید ہے، جس نے خزانوں کا دروازہ کھول کر مخلوق کو انعام و اکرام اور خلعت فاخرہ کا وعدہ کیا تھا۔ یزید شرمندہ ہوا، شمر کے قتل سے باز رہا۔ امام زین العابدین سے کہا:

تم کوئی دوسری حاجت طلب کرو۔

حضرت امام زین العابدین نے والد گرامی اور تمام شہدا کے سروں کے ساتھ اہل بیت کو لے کر مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی وفات

یزید نے امام زین العابدین کی بات منظور کر لی تھی، کہ اچانک ایک رات امام حسین کی چار سالہ بیٹی سکینہ جسے اپنے والد کے ساتھ حد درجہ محبت تھی، خواب میں اپنے آپ کو والد بزرگوار کی آغوش میں دیکھا، انتہائی خوشی کے عالم میں بیدار ہوئی، جب باپ کو نہ پایا، تو رونے لگی، جس کی وجہ سے تمام اہل بیت گریہ و زاری کرنے لگے۔ یزید نے سنا، لوگوں نے اس سے بچی کے خواب و راس کے رونے کا ماجرا بیان کیا۔ یزید نے امام حسین کے سر کو ایک طشت میں رکھ کر بھیج دیا کہ اس بچی کو تسلی کے لیے سر کی زیارت کرا دیں۔ جب سکینہ نے سر مبارک کو دیکھا، امام کے چہرے پر چہرہ اور ہونٹ پر ہونٹ رکھ کر گہری آہ کھینچی اور جاں بحق تسلیم ہوگئی۔ اس حادثہ سے اہل بیت پر شہادت حسین کا غم تازہ ہو گیا۔

روانگی مدینہ

یزید نے سفر کے ساز و سامان مہیا کیے اور نعمان بن بشیر کو پچاس سواروں کے ساتھ اہل بیت کے اخراجات کے لیے معقول رقم دے کر قافلے کی نگہبانی و پاسبانی کی حد درجہ تاکید کر کے رخصت کیا۔

۲۰ رصفر ۶۱ ھ کو امام زین العابدین کربلا پہنچے، تعزیت اور غربت کے آداب والد بزرگوار کے مرقد پر بجا لائے۔

سر مبارک کو آپ کی قبر میں دفن کر دیا۔ پھر تمام شہداء کے سروں کو ان کی قبروں میں دفن کر دیا۔ وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے، جب مدینہ کے قریب پہنچے، نعمان بن بشیر نے جو مراسم آداب اور احترام اہل بیت کے ساتھ اس سفر میں بجالائے تھے، اس کے صلہ میں حضرت ام کلثوم نے حضرت زینب سے کہا، میرے پاس کچھ زیورات ہیں، آپ انہیں نعمان کے پاس بھیج دیں۔ حضرت زینب نے زیورات نعمان کے پاس بھیجے اور معذرت خواہ ہوئیں، کہ میرے پاس ان زیورات کے علاوہ کچھ اور نہیں، جو آپ کو دوں۔ نعمان نے کہا، ان عنایات سے پتہ چلتا ہے، کہ میری خدمت گزاری سے آپ حضرات خوش اور راضی ہیں۔ اگر اہل بیت مجھ سے خوش ہیں، تو پیغمبر علیہ السلام مجھ سے کیوں نہ خوش ہوں گے؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں، تو خدا بھی خوش ہوگا۔ میرے لیے اللہ، رسول اور اہل بیت کی رضا ہی کافی ہے۔ ان لوگوں نے کہا، ہم اہل بیت جو کچھ کسی کو عطا کرتے ہیں، واپس نہیں لیتے۔ نعمان نے عرض کی، اے مستورات پردہ عفت! اے خواتین سرادقات عظمت! تمہاری خواہش ہے کہ مجھے بھی اہل بیت کا مال لوٹنے والوں کی جماعت میں شامل کرو؟ پھر حضرت زینب اور کلثوم نے ان کے حق میں دعا کی اور اقبال انعام کا وعدہ کیا۔ نعمان نے اہل بیت کو مدینہ پہنچایا اور شام کی طرف لوٹ گئے۔

اہل بیت جب مدینہ کے قریب پہنچے، مدینہ کے مرد اور عورتیں سر پر خاک ڈالے، گریباں چاک کیے، دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ استقبال کے لیے آئے اور اہل بیت کے ساتھ روتے ہوئے، روضہ رسول پر حاضر ہوئے، غم و الم کا اظہار کیا۔ حضرت ام سلمہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تسلی دی، غم حسین میں رونا اور رلانا اجر عظیم اور خلد بریں میں داخل ہونے کا سبب سمجھنا چاہیے۔

امام کے قاتلوں سے ابو مسلم مروزی، محمد بن حنفیہ، ابراہیم اور مختار نے جو انتقام لیا، کتب تاریخ میں پڑھنا چاہیے۔ واقعہ کربلا کے بعد تھوڑے ہی دنوں (زمانے) میں سپاہ امیر، رئیس اور ان کے بادشاہ یزید پلید سب کے سب ہلاک ہو گئے اور جہنم میں داخل ہو گئے۔

موج :۔ احوال حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

در یتیم بحر امامت، شیر بیشہ کرامت، دستگیر امت معین، امیر المومنین حضرت امام زین العابدین خلف و خلیفہ حضرت امام حسین، امام چہارم از ائمہ اثناء عشرہ :

آپ کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد، شہریار اولاد نوشیرواں، لخلخہ عطریات مدائح حضور، امام الساجدین کہ اس کے تجود عبودیت کی پیروی میں شب قدر کے ساجدین اپنی مقدرت کے مطابق مقید ہوئے، محامد کا گلدستہ اس معصوم مرحوم پر نثار ہو کہ گناہوں کے قیدی ان کی غم خواری قید معصومی کی وجہ سے رحمت جاوید کی مخلصی سے تائید یافتہ ہوئے، آپ معرکہ کربلا میں اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے ماں باپ کے ساتھ حاضر تھے۔ انہوں نے خواہش کی، کہ اپنی جان شیریں والد پر قربان کریں۔ حضرت امام حسین نے فرمایا، میری نسل تمہاری وجہ سے قیامت تک باقی رہے گی۔ اس بنا پر جنگ کی اجازت نہ دی۔ پس آپ واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کے ساتھ شام تشریف لے گئے اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے،

مسند امامت کو زینت بخشی۔ ایک دن سجدہ کی حالت میں تھے، کہ گھر میں آگ لگ گئی، تو لوگوں نے کہا، آپ سجدہ سے سر اٹھایئے کہ گھر میں آگ لگ گئی ہے۔ کوئی جواب نہ دیا اور عبادت میں مشغول رہے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا، تو لوگوں نے پوچھا، آپ نے گھر میں آگ لگنے پر سجدے سے سر کیوں نہیں اٹھایا؟ آپ نے فرمایا، مجھے دوسری آگ نے گھیر رکھا تھا، جس نے دنیا کی اس آگ سے غافل رکھا۔

آپ کے زمانہ امامت میں مسیلمہ کذاب نے امامت کا دعویٰ کیا، حضرت امام نے اس سے کہا، ہم اور تم حجر اسود سے سوال کریں، وہ جو جواب دے گا، قبول کرلیں گے، دونوں حجر اسود کے پاس پہنچے، پوچھا، امام زمانہ کون ہے؟ حجر اسود سے آواز آئی، علی بن حسین بن علی۔

۱۸ر محرم الحرام ۹۴ھ یا ۹۵ھ کی رات ملاء اعلیٰ کی طرف روح پرواز کرگئی۔ آپ کا مزار جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں عم بزرگوار حضرت حسن بن علی کے پہلو میں ہے۔ (۵)

موج :۔ احوال حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

بیت المقدس عشق واتحاد، بیت العتیق تو دو وداد، صابر وشاکر، امیر المومنین حضرت امام محمد باقر خلف وخلیفہ امام زین العابدین:

آپ ائمہ اثنا عشر میں پانچویں امام ہیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں جد بزرگوار امام حسین کی شہادت سے تین سال قبل روز جمعہ ۳ر صفر ۵۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت حسن ہیں۔ روائح طرہ طرار مشکین صلوۃ زیب فرق، عطر عطرت بلند فطرت کہ آپ کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہے۔ سر مو فرق نہیں۔ سلام الٰہی کی شعاعیں اس آفتاب آسمان امامت پر پڑتی رہیں، کہ آپ کے حسنات وصالحات کا ابر کرم ازل سے ابد تک برستا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر سلام بھیجا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، شاید تم اس وقت تک زندہ رہو، کہ میری اولاد میں سے ایک سے ملاقات کرو، جن کو محمد بن علی بن حسین کہیں گے، میری جانب سے ان کو سلام پیش کرنا۔ امام باقر سے صحیحین میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کی عمر ۵۷ر برس ہوئی۔ ۱۱۴ھ میں ملاء اعلیٰ کی طرف رحلت فرما گئے۔ امام زین العابدین کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ (۶)

موج :۔ احوال حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

گوہر کان نبوت، اختر آسمان صفوت، بیماران مہجور المشاہدہ کے لیے حکیم حاذق، امیر المومنین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

آپ امام باقر کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ بارہ اماموں میں چھٹے امام ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں بروز دوشنبہ ۱۷ر ربیع الاول کو ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ۶۸ر سال ہوئی۔ بکثرت درود وسلام حضور پرنور شہنشاہ کونین پر ہو، جن کی قلمرو کے فقیر کمالات میں سلاطین

دنیا کے برابر و ہم سر ہیں۔ بے حد وحساب تحیات اس امام الصادقین کی محفل خلد منزل پر ہوں، کہ صادق العشق صدیقوں کے عشق کی تصدیق آپ کی تصدیق ہی سے ہوتی ہے۔ آپ ایک خرقہ طریقت اپنی والدہ کے جد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہیں، وہ سلسلہ (نانا) قاسم بن محمد بن ابی بکر کے واسطے سے، دوسرا سلسلہ قاسم بن محمد سلمان فارسی سے اور وہ ابو بکر صدیق سے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نکات الحق میں بیان کرتے ہیں، عمرو بن ابی المقدام نے کہا، جس وقت میں انہیں دیکھتا تھا، تو یقین کامل ہو جاتا تھا کہ آپ پیغمبروں کی اولاد ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ بروز پیر، آپ کی وفات ۱۵ رجب ۱۴۰ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار بقیع میں آپ کے اجداد کے پہلو میں ہے۔ رضی اللہ عنہ (۷)

موج :۔ احوال حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

بشرع حقیقت وحدت، بفرع طریقت کثرت ملک ہدایت کے ناظم، امیر المومنین حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ:

حضرت امام جعفر صادق کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ بارہ اماموں میں سے ساتویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت ۷ صفر ۱۲۸ھ بروز اتوار مکہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ ام ولد تھیں۔ جن کا نام حمیدہ بربریہ تھا۔ امام محمد باقر نے انہیں خرید کر امام جعفر صادق کو دے دیا تھا۔ آپ کی عمر شریف ۵۴ سال ہوئی۔ حمائل گلہائے درود، ہم آغوش ریاض امامت، موسیٰ طور سیادت کہ آیہ کریمہ "الکاظمین الغیظ" آپ کے کمالات کی تفسیر ہے اور ابر رحمت رحمان کے قطرے اس سرمایہ فیض رحمۃ للعالمین کے سر پر نثار ہوں کہ فیاضی آپ کے فوارہ فیض رساں کی بدولت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نکات الحق میں لکھتے ہیں، آپ مشائخ ائمہ اہل بیت میں ہیں۔ سیف سنت جمال طریقت، معبر اہل معرفت مزین اوقات صفوت، مدتوں تک آپ کا معمول تھا، نماز صبح کے بعد زوال تک سجدے میں رہتے۔ آپ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ مہدی بن محمد جعفر منصور نے آپ کو بغداد لا کر قید کر دیا۔ خلیفہ مہدی نے خواب میں امیر المومنین حضرت علی کو دیکھا، آپ نے ایک آیت پڑھی اور کہا، اس شخص سے بعید ہے کہ وہ بادشاہت میں فساد پیدا کرے۔ مہدی نے اسی وقت موسیٰ کاظم کو قید خانے سے بلایا اور اپنے خواب کی حقیقت بیان کی اور گزارش کی، کہ مجھے آپ مطمئن کر دیں کہ مجھ پر یا میری اولاد پر خروج نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ مہدی نے تین ہزار دینار بطور نذر پیش کیے اور مدینہ کی طرف رخصت کیا۔ آپ کی عمر شریف ۵۴ سال تھی۔ ۱۸۳ھ ۶ یا ۷ رجب بروز جمعہ ہارون رشید کے قید خانے میں ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ بغداد میں آپ کو دفن کیا گیا۔ مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک اور قید خانے کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ (۸)

موج :۔ احوال حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ

بے نیازی کہ ملائکہ بے نیاز مطلق بہ مطلق آیہ مفاتش مطلق، شہباز مہر و ماہ جس کی دو آنکھیں ہوائے مراقبہ میں

امیرالمومنین حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ:

ہواء ہویت روز و شب محقق، قضاء قدر پر راضی برضا، امیر المومنین حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ: موسیٰ کاظم کے خلف و خلیفہ ہیں۔ ائمہ اثنا عشرہ میں سے آٹھویں امام ہیں۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ بروز جمعرات اپنے جدامجد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ماں ام ولد "مکتم" امام موسیٰ کاظم کی والدہ حمیدہ کی کنیز تھیں۔ لعل کان شہادت، کفیٰ باللہ شھیدا، زینت تاج نسلی امامت علی، تخت نشین بہ نجف رضا، طرز و حور رضا، جویائے معبود از کریمہ رضا بقضاء اللہ بر حالش دلیل قاطع، آئینہ الماس تراش نیلم گوں فلک سایہ بان روضہ رضوان بہشت سیرت۔ معنی آیۃ وادخلی جنتی بر ضمیر مومناں از احوالش ساطع۔

ایک دن حمیدہ نے جناب پیغمبر علیہ السلام سے خواب میں حکم پایا، کہ اپنی کنیز موسیٰ کے حوالہ کر جس سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا، جو روئے زمین کا سب سے عمدہ انسان ہوگا۔

آپ کی والدہ ام الرضا سے منقول ہے کہ جب موسیٰ رضا میرے شکم میں تھے، تو ایام حمل میں کبھی بھی حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوا۔ خواب میں، اپنے شکم سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سنتی تھی اور جس وقت آپ پیدا ہوئے اپنے ہاتھ زمین پر رکھا اور آسمان کی طرف چہرہ کیا اور ہاتھوں کو جنبش دی۔ جس طرح کوئی بات کرتا ہے اور مناجات کرتا ہے۔ آپ کے مقامات و حالات نکات الحق میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ۴۹ سال کی عمر میں ۲۱ یا ۲۹ رمضان المبارک ۲۰۸ھ بروز جمعہ طوس کے ایک قریہ ... میں وفات پائی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو خلیفہ مامون عباسی نے زہر دے دیا تھا۔ امام تقی بطریق طی الارض مدینہ سے طوس پہنچے۔ آپ نے والد کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور بطور وصیت چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ کا مزار مبارک خراسان کے اندر مشرق و مغرب کے لوگوں کا قبلہ ہے۔ (۹)

موج :- احوال حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

فروغ دولت امامت، طوغ شفاعت عاصیان عرصہ قیامت، حاجت روائے ہر لجی، امیر المومنین حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ:

آپ کو جعفر ثانی کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ آپ حضرت امام علی موسیٰ رضا کے خلف و خلیفہ ہیں اور ائمہ اثنا عشرہ میں نویں امام ہیں۔ ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ درود لامحدود نوریان و عرشیان اس متقی پر بھیجتے ہیں۔ ملت بیضا کے متقیوں کے تقویٰ کو آپ کی پرہیزگاری سے تقویت حاصل ہے۔ لباس ایمان و شفق شام رحمت سے آراستہ درود اس خلاصہ خانوادہ خیر الانام پر بھیجتے ہیں۔ امت کے دلوں کے چمکنے والے قالب آپ کی بزم حضور کی شمع سے نور معرفت طلب کرتے ہیں۔ آپ کے مناقب میں یہی ایک کلمہ کافی ہے کہ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے وقت مدینہ سے طوس کا سفر بطریق طی الارض (یعنی مدینہ سے طوس تک ایک قدم میں پہنچ گئے، زمین ان کے لیے سمیٹ دی گئی) کیا۔ اور بیعت و وصیت خلافت نبوی سے جو سینہ بسینہ ائمہ ہدیٰ سے منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی، اسے حاصل کیا۔ ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ بروز منگل وفات پائی اور بغداد میں مدفون ہوئے۔ (۱۰)

موج:۔ احوال حضرت امام نقی رضی اللہ عنہ

دوائے دردمندان عشق وبلا، نوائے مستمندان بحر ماولا، خلیفہ وخلف امام تقی، امیر المومنین حضرت امام نقی رضی اللہ عنہ:

پدر عالی قدر امام تقی کے خلف وخلیفہ اور دسویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۱۳ رجب المرجب بقول دیگر ۹ ذی الحجہ عرفہ کے دن ۲۰۴ھ یا ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا نام سمانہ تھا۔ ام الفضل بنت خلیفہ مامون رشید عباسی آپ کی بیوی تھیں۔ نقیبان افلاک کے صلوۃ بابرکات کا اعلان اس امام نقی نقاد ودمان نبی پر ہے کہ امت محمدی کے نقباء ونجباء نقب نقاب کے مشاہدے سے حجاب کو چاک کر دیا ہے۔ ملائکہ کے گروہ پر شکوہ کا پیغام اکرام سلام حضرت علی کی ان اولاد پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کے اوتاد واخیار اور بال مجاہدہ کی قوت سے جبریل امین کی طرح عرش اعظم پر اڑ کر گئے ہیں۔ ۴۹ سال کی عمر میں بمقام سامرہ نواح بغداد۔ شیخ عبدالحق دہلوی کے بقول ۲۲۱ھ کے آخر میں بروز پیر وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ۲۵۴ھ میں انتقال کیا۔ سامرہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۱)

موج :۔ احوال حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

مالک واسطہ امامت، مالک گردہ قائل کل شی ہالک، سلطان مملکت رہبری وسروری، امیر المومنین حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت امام نقی کے خلف وخلیفہ اور ائمہ اثنا عشر میں گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا نام سوسن تھا۔ ورشہ سلام مالا کلام پیغمبری امام عسکری پر اس حمیدۃ المناقب کے ہمائے ہمت محمود پر ہمیشہ۔ آپ کے حسن صفات ہمایوں کا وسیلہ جو حامیان دین کے لیے حرز جان ہے، وہ اور اولوالاجنحہ (پروالے) فرشتوں کے ہم پرواز ہیں۔ اس فرزند محبوب خدا پر لامحدود درود کا ہدیہ نچھاور ہے، محبان محبت مستقیم آپ کے کمال کے واسطے سے ساکنان سدرۃ المنتہیٰ کے ہم راز ہیں۔ آپ کی عمر شرف ۲۹ یا ۲۸ سال تھی۔ ۶ یا ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ بروز جمعہ سر من رای (سامرہ) میں وفات ہوئی۔ آپ کا مزار آپ کے والد کے مزار کے پاس ہے۔ (۱۲)

موج :۔ احوال حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ

ماہ شب چہاردہم امامت، نوبادہ بوستان نہایت رسالت، مرشد امت وہادی، امیر المومنین حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت امام حسن عسکری کے خلف وخلیفہ ہیں۔ ائمہ اثنا عشر کے بارہویں امام۔ آپ کی ولادت بمقام سر من رای (سامرہ) ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی ماں ام ولد تھیں، جن کا نام صیقل تھا اور ایک قول کے

مطابق سوسن اور ایک روایت کی رو سے نرگس تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے، دو زانو بیٹھ کر شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، چھینک آئی اور الحمد للہ رب العالمین پڑھا۔

خاتم سلیمانی، امامت وخلافت دو جہانی، زیور بد فرزند ید اللہ کہ روائح مشکین ختم صحیفہ خاتمہ امامت، انسانوں فرشتوں کے دل پتھر کے نقش کی طرح اور آسمانی ستاروں کی شعاعیں اس سے متعلق ہیں۔ آسمان امامت کے اس آفتاب پر درود ہو، اس کے علو وعظمت کی برکتیں چہاردہم امامت میں چاند سورج کی طرح اظہر ہے۔ ۲۶۵ھ یا ۲۶۶ھ میں وفات پائی۔ علمائے امامیہ (شیعہ) ان کی وفات کی تاریخ کو پوشیدگی کی تاریخ سمجھتے ہیں اور ایمان رکھتے کہ یہی امام مہدی آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور مخلوق کو اسلام کی دعوت دیں گے اور اہل سنت وجماعت ان کو وفات یافتہ جانتے ہیں اور آخری زمانہ میں دوسرے امام مہدی کی پیدائش کے قائل ہیں، جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، ن کا نام محمد ہوگا اور ان کے والدین کا نام حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین (حضرت عبداللہ وآمنہ) کے نام پر ہوگا۔

ملا عبدالعلی بن ملا نظام الدین نے فتح الرحمن میں لکھا ہے، امام مہدی خلیفۃ اللہ ہیں، جو اس زمانے میں پیدا ہوں گے، جب زمین ظلم وجفا سے بھر جائے گی اور ان کا خروج اہم فیصلہ قدرت ہے اور یہ خلیفہ آل رسول اللہ حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے، جن کا نام رسول خدا کے نام پر ہوگا۔

لوگ مسجد حرام میں رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہ خلیفہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہوں گے۔ اخلاق وایثار میں رسول اللہ کے مشابہ ہوں گے۔ اہل کوفہ آپ کے مطیع ہوں گے اور ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مال دیں گے۔ آپ نہایت بہادر ہوں گے اور یہ تمام کرامتیں ان سے خداوند تعالیٰ ایک دن میں ظاہر فرمائے گا۔ خروج سے پہلے دنیا میں اختلافات رونما ہوں گے۔

شیعہ قائل ہیں کہ امام مہدی پیدائش کے دن ہی سے معصوم دنیا ہوں گے۔ یہ بات ملا عبدالعلی کے قول کے خلاف ہے۔

امام مہدی پانچ سال یا ست سال یا نو سال حکومت کریں گے۔ طریقہ محمدی کے مطابق خلافت کا نفاذ کریں گے۔ مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔ اس قسم کے بہت سے فضائل فتح الرحمن میں لکھے ہوئے دیکھے گئے، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ گلدستہ فرمان درود، قربان فرق آں امام ہم نام گلدستہ بندر یاحین نبوت کہ جن کی برکتوں کے دخول کی امید میں چشم دہران کے خروج کی منتظر ہے اور لاکھوں انفاس مسیحائی اس مہدی ہادی زماں پر جو دین ختم المرسلین کے غالب کرنے والے اور پشت پناہ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرات تابعین کرام رضی اللہ عنہم

الو، تجلیات الٰہی، اطوار حقائق لاانتہاہی، اثمار اشجار کمال، ازہار گلزار صفات جمال، امواج گوہر ریز بحر معانی، افواج جہاد خطرات نفسانی، اغصان طوبی اخلاص، اعیان دار الخلافۃ خاص، پلنگان بیشہ سنت وشرع، نہنگان بحر زہد

وورع، معانی صور عالم معانی، الواح مرقوم نکات خداوانی، ملائک افلاک عقول عشرہ، کواکب طالع نقوش مبشرہ، اصداف دررغرر حقیقت، مناديق جواہر زواہر طریقت، عنادل ہزارداستان باغ ادب، منازل رہروان بادیہ طلب، قمریان سروستان ریاض وحدت، طوطیان شکرستان حلاوت جنت، جماعہ کثیر السنافع، متصرفان مدارج مرتفع، صالحین ملت متقی، تابعین صحابہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، (تیری بیوی) حنفیہ سے تمہارا ایک بیٹا پیدا ہوگا، کہ جس کا نام اور کنیت تمام امت کے برخلاف ہوگی۔

یافعی لکھتے ہیں:

آپ علم وورع اور قوت بازو بہت زیادہ رکھتے تھے۔ ابواسحق رازی نے وفور علم کی وجہ سے آپ کو طبقہ فقہا میں شمار کیا ہے۔

جنگ صفین میں حضرت علی مرتضی نے اپنا جھنڈا محمد بن حنفیہ ہی کو دیا تھا۔ آپ نے مسلمانوں سے جنگ کا خیال کرتے ہوئے علم اٹھانے میں تامل کیا، علی مرتضی نے فرمایا:

تم کس شبہ میں مبتلا ہو، اس جنگ میں جس میں تمہارے والد سپہ سالار ہیں۔ یہ سننے کے بعد علم ہاتھ میں لے لیا۔

۸۱ھ میں وفات پائی۔ (۱۳)

حضرت ابوادریس خولانی رضی اللہ عنہ

آپ اہل شام کے فقیہ اور قاضی تھے، ایک روایت کے مطابق ابودردا کے تابعین میں تھے اور ایک روایت کے مطابق معاذ بن جبل کے شاگردوں میں تھے۔ ۸۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۴)

حضرت سوید بن افلح جعفی رضی اللہ عنہ

آپ عام فیل کے سال پیدا ہوئے۔ بہت بڑے فقیہ امام عابد تھے۔ ۸۱ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ یافعی)

حضرت ابوعبدہ بن عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سداد بن ہادی رضی اللہ عنہ

آپ خالد بن ولید کے خالہ زاد بھائی تھے۔ لوگ آپ کو فقیہ سمجھتے تھے۔ زیادہ تر حدیثوں میں معاذ بن جبل کے

تابعی تھے۔۸۱ھ میں وفات پائی۔ (یافعی)

حضرت محلب بن سفرہ رضی اللہ عنہ

آپ خراسان کے امیر اور علم وورع کے مالک تھے۔ بہت سی جنگیں کیں اور فتح یاب ہوئے۔ یافعی کی تاریخ میں لکھا ہوا کہ ابواسحاق سبیعی نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ایسا بہادر اور مکروہات سے دور رہنے والا اور مرغوبات الہیہ سے قریب رہنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا گیا۔ آپ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان اتحاد تھا۔۸۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعمران رضی اللہ عنہ

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوعمارہ ابراہیم بن یزید بن اسود نخعی رضی اللہ عنہ۔ فقیہ، عربی، کوفی، جماعت تابعین سے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی سماعت کی، آپ علما ومشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انتقال کے وقت سخت گریہ وزاری فرمائی۔ کہا "میں اپنے پروردگار سے اپنے دل میں بہت بڑا خطرہ رکھتا ہوں" کسی نے پوچھا، جنت یا جہنم کے خطرے سے ڈر رہے ہیں؟ کہا، خدا کی قسم! دوست کی محبت میں قیامت تک کوئی چیز گلوگیر نہیں ہوگی۔ ۷۶ھ یا ۷۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شریح بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن خطاب نے کوفہ کا عہدہ قضا آپ کے حوالے کیا تھا۔ آپ تابعی ہیں۔ صاحب دیانت تھے۔ عبداللہ بن زبیر کے ہنگامے ۷۸ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ (۱۵)

حضرت ابوالبحر ضحاک احنف بن قیس رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے، لیکن زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ کر سکے۔ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بنی تمیم میں دعوت حق کے لیے تشریف لے گئے، تو احنف وہاں موجود تھے، قوم نے دعوت حق قبول نہ کی۔ احنف نے کہا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو مکارم اخلاق کی دعوت دے رہے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں، تم لوگ اس دعوت کو قبول کیوں نہیں کرتے ہو؟ سب لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ احنف بھی مسلمان ہو گئے، لیکن پیغمبر علیہ السلام سے ملاقات نہ کی۔ اسی وجہ سے آپ کو اجلہ تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ چالاکی، علم وحلم میں اپنی قوم کے سردار تھے۔ حضرت عمر، علی، عثمان رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری اور دوسرے بصری محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر کے درمیان مناقشہ ہوا، آپ کسی گروہ کے ساتھ شامل نہ ہوئے اور جب صفین میں حضرت علی وحضرت معاویہ کے درمیان جنگ ہوئی، تو آپ حضرت علی کے ساتھ شریک جنگ ہوئے اور امیر معاویہ کے لشکر سے نبرد آزما ہوئے۔ اس جنگ کے بعد جب

حضرت امیر معاویہ بادشاہ قرار پائے، ایک دن حضرت احنف ان کے پاس گئے، حضرت امیر معاویہ نے انہیں دیکھ کر کہا، اے احنف! جس وقت جنگ صفین کی یاد آتی ہے، غم کا اثر دل سے نہیں جاتا۔ یہ تعریض احنف کے حق میں تھی، احنف نے جواب دیا، واللہ! اے معاویہ! وہ دل جن کے ذریعہ ہم نے تم سے دشمنی کی، ہمارے سینوں میں ہیں، وہ تلواریں جن سے تمہارے ساتھ ہم نے جنگ کی ہماری نیاموں میں ہیں، اگر آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں، تو میں یہاں موجود ہوں۔ پھر اٹھے اور وہاں سے چلے آئے۔ حضرت معاویہ کی بہن نے پردے کے پیچھے سے یہ بات سنی، اپنے بھائی سے پوچھا، یہ کون تھا؟ حضرت معاویہ نے کہا، یہ وہ شخص تھا، کہ اگر غصہ میں آجائے تو ایک لاکھ بنو تمیم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور جنگ کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

آپ کی حضرت امیر معاویہ کے ساتھ بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔ ۶۷ھ یا ۷۱ھ میں وفات پائی۔ (۱۶)

حضرت ابوعبدالرحمٰن طاؤس بن کیسان خولانی ہمدانی یمانی رضی اللہ عنہ

آپ عجمی فارسی تھے۔ اور بزرگ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سنیں۔ مجاہد اور عمرو بن دینار آپ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ آپ بلند مرتبہ فقیہ تھے۔ آپ کا نام ذکوان ہے۔ طاؤس اس لیے کہتے ہیں، کہ آپ علمائے طاؤس میں سے تھے۔ ۶/ذی الحجہ ۱۰۶ھ/۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ امام حسین کے فرزندوں نے آپ کے جنازے کو کندھا دیا تھا اور جنازے میں اتنی بھیڑ تھی، کہ عبدالملک بن مروان بادشاہ ہجوم چھٹنے کے بعد رات میں جنازہ قبرستان لے گیا۔

آپ کے بیٹے عبداللہ علوم و دیانت میں باپ کے ہم سر تھے۔ امراء و سلاطین آپ کی دیانت و امانت کی قدر کرتے تھے۔ (۱۷)

حضرت ابوالاسود ظالم بن عمرو بن سفیان رضی اللہ عنہ

آپ تابعین کے سردار اور ان کے اعیان میں تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب کی صحبت کا فیض پایا تھا۔ جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھے، آخری لوگوں میں اکمل ترین مرد اور بہت درست رائے رکھنے والے انسان، عقل و شعور میں منفرد۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے یہ کلام "الکلمة ثلاثة اسم وفعل وحرف" وضع کیا اور ان کو دے کر اس کی تکمیل کا اشارہ کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا، آپ نے یہ علم نحو کہاں سے پایا؟ انہوں نے کہا، حضرت علی سے۔ انہوں نے حضرت علی کی علمی روایت پائی تھی، لیکن کسی سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ ان کے فضائل تاریخ ابن خلکان میں بہت زیادہ ہیں۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعمرو عامر بن شرحبیل بن عدی مشہور بہ شعبی رضی اللہ عنہ

یمن کے بزرگوں میں بہت بڑے بزرگ تھے۔ اگرچہ شعبی قبیلہ حمید سے تھے، لیکن انہیں ہمدانی شمار کرتے ہیں۔

آپ کوفہ کے رہنے والے جلیل القدر تابعی اور کثیر العلم تھے۔ ابن عمر نے کہا، ایک دن شعبی پیغمبر علیہ السلام کے مغازی بیان کر رہے تھے، میں لوگوں کے درمیان پہنچا، میں نے ان کو اپنے آپ سے بڑا عالم پایا، وہ کہہ رہے تھے، میں نے پانچ سو صحابہ سے یہ علم حاصل کیا ہے۔ ان کے زمانے میں ثقات کے نزدیک چار بڑے عالم تھے۔ شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، مکحول شام میں، سعید بن مسیب مدینہ میں۔ ۱۰۳ھ یا ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ یا ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ (۱۸)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ یسار رضی اللہ عنہ

ایک روایت میں ہے داؤد بن بلال بن اجحہ بن صلاح انصاری، آپ کوفہ کے اکابر تابعین میں تھے، حدیث نبوی کا سماع علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان اور ابو ایوب انصاری سے کیا تھا۔ لوگوں کا بیان ہے، عمر بن خطاب سے بھی حدیثیں سنی تھیں، لیکن یہ بات ثابت نہیں ہے۔ ابو لیلیٰ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی کے علم کو اپنے پاس رکھا۔ نیز شعبی، مجاہد، عبد الملک بن عمرو خلقی سے سماع حدیث کیا تھا۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ۶ رسال باقی تھے جب حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ پیدا ہوئے۔ ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ (۱۹) ابن اشعث کی جنگ میں مقام رجیل میں شہید ہوئے، یا بصرہ کے سمندر میں ڈوب گئے اور بعض لوگ کہتے ہیں، کہ غائب ہو گئے۔ (۲۰)

حضرت ابو عثمان رابع بن ابی عبد الرحمٰن فروخ رضی اللہ عنہ

آپ آل منکدر تیمی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ربیعۃ الرائی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اہل مدینہ کے فقیہ تھے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت کو پایا، انس بن مالک سے علم حاصل کیا۔ بکیر بن عبد اللہ سمعانی کہتے ہیں، کہ انس بن مالک ہمارے پاس آئے اور ربیعۃ الرائی سے حدیثیں بیان کیں۔ وہ جتنی حدیثیں بیان کرتے جاتے وہ ان سے اور زیادہ حدیثوں کی خواہش کرتے۔ ربیعۃ الرائی کی وفات ۱۳۰ھ یا ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ (۲۱)

حضرت ابو عمر مسلم (سالم) بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ والد عبد اللہ بن عمر اور دوسرے حضرات سے حدیثیں نقل کرتے ہیں، امام زہری اور نافع نے آپ سے حدیثوں کی روایت کی ہے۔ آپ اون کا لباس پہنتے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے۔ ایک دن سلطان (ہشام) بن عبد الملک نے خانہ کعبہ میں ان سے کہا، آپ مجھ سے کچھ طلب کریں، جواب دیا، میں خانہ خدا میں خدا کے سوا کسی سے نہیں مانگوں گا۔ ذی الحجہ ۱۰۸ھ یا ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔ (۲۲)

حضرت ابو محمد سعید بن جبیر بن ہشام اسدی رضی اللہ عنہ

آپ بزرگ تابعین میں تھے۔ رنگ سیاہ تھا۔ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر سے علم حاصل کیا۔ ایک دن

عبداللہ بن عباس نے ان سے کہا، حدیث بیان کرو، جواب دیا، میں آپ کے روبرو کس طرح حدیث بیان کروں؟ ابن عباس نے کہا، تم پر یہ بڑی نعمت الٰہی ہے، کہ تم حدیث بیان کرو اور میں موجود رہوں، اگر صحیح حدیث بیان کرو گے، تو بہتر ہے، کہ تم نے پہنچا دیا، اگر تم غلطی کرو گے، تو میں تنبیہ کروں گا۔ ابن عباس کی بینائی رخصت ہوگئی، تو آپ ہی فتویٰ لکھتے تھے، انہوں نے قرأت اور تفسیر کا علم ابن عباس سے حاصل کیا۔ آپ ایک مجلس میں یا ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرتے تھے اور ہر رات الگ الگ قرأت میں قرآن پڑھتے تھے۔ عبدالملک بن مروان کے پوتے عبدالرحمٰن نے خروج کیا اور مارا گیا، سعید بن جبیر اس کے ساتھ تھے، حجاج بن یوسف کی قید میں آئے، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن قشیری دونوں کو ایک ہی دن شہید کیا گیا۔ آپ کے جسم سے بہت زیادہ خون بہا، حجاج نے طبیبوں کو بلا کر پوچھا، کہ اس کے جسم سے دوسروں کی بہ نسبت خون زیادہ کیوں نکلا؟ طبیبوں نے کہا، کہ خون روح کے تابع ہے اور جان اس کے اختیار میں تھی اور دوسرے انتہائی خوف کی وجہ سے جان فراموش کر بیٹھے، خون پہلے ہی سے سوکھ گیا، کہاں سے نکلے گا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ جب لوگوں نے سعید بن جبیر کی گردن مارنی چاہی، تو آپ نے دعا کی، خدایا! اس کے بعد (آئندہ) حجاج کو بندگان خدا کے قتل کرنے کی قوت نہ دے۔ اس کے بعد چالیس دن نہیں گزرے کہ حجاج مر گیا اور کسی کو ہلاک کرنے کا اسے موقع نہ ملا۔ آپ کے کمالات بہت بلند ہیں۔ شعبان المعظم ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں سعید کی شہادت ہوئی اور اسی سال رمضان المبارک میں حجاج بن یوسف ثقفی مرا۔ (۲۳)

حضرت ابو محمد عطا بن ابی رباح اسلم بروایتے سالم رضی اللہ عنہ

مکہ میں آپ کو عظیم فقہا اور تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور دوسرے صحابہ سے سماع حدیث کیا۔ آپ سے امام زہری، عمرو بن دینار اور قتادہ بن مالک بن دینار، امام اعمش، اوزاعی اور دوسرے حضرات روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ستر مرتبہ حج کیے۔ ۸۰ رسال کی عمر میں ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ (۲۴)

حضرت ابو اسحاق عمر بن عبداللہ بن علی ہمدانی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ اعیان تابعین میں سے تھے۔ علی، ابن عباس، ابن عمر اور ان کے علاوہ صحابہ سے علم حاصل کیا۔ سفیان ثوری اور ان کے علاوہ حضرات آپ سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالقاسم محمد بن علی بن ابی طالب المعروف بہ ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ

حنفیہ ان کی ماں تھیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے علی مرتضیٰ سے فرمایا، میرے بعد تمہارے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ پس ایسا ہی ہوا، محمد بن حنفیہ بہت علم و ورع کے مالک تھے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے آپ کو فقہا میں شمار کیا ہے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے پاس قوت و طاقت بھی بہت تھی۔ عبداللہ بن زبیر آپ کی طاقت پر رشک کرتے تھے، اس کے باوجود کہ آپ خود بہت قوی تھے۔ ۷۳ھ مدینہ میں فوت ہوئے۔ (۲۵)

حضرت ابوبکر محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ کے اندر فقہا و محدثین اور کبار تابعین میں تھے۔ آپ نے دو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ائمہ کبار مثلاً امام مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری آپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے، زہری کیا ہیں؟ میں نے تو عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی ہے اور عبداللہ بن عباس کو دیکھا ہے۔ ۱۷ رمضان المبارک ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ یا ۱۱۳ھ میں ۷۲ یا ۷۳ سال کی عمر میں منگل کے دن وفات پائی۔ (۲۶)

حضرت ابوعبداللہ موسیٰ بن سفر لخمی رضی اللہ عنہ

صاحب فتح اندلس، آپ تابعین میں تھے۔ حضرت تمیم داری سے روایت کرتے تھے۔ بہادر، نیک اور دیندار تھے۔ کسی جنگ میں شکست نہ کھائی۔ حضرت معاویہ بن سفیان کے لشکر میں شامل تھے، لیکن جب انہوں نے حضرت علی پر حملہ کیا، تو آپ جنگ صفین میں شریک نہ ہوئے۔
ایک دن بارش کے لیے صحرا میں خطبہ دے رہے تھے، ابن مروان کا نام جو ملک کا بادشاہ تھا، زبان پر نہ لائے، کہا، یہ وہ وقت ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کا نام زبان پر نہ لاؤں گا۔
تاریخ ابن خلکان میں آپ کے کثیر مناقب اور بے شمار حکایتیں مندرج ہیں۔ ۹۷ھ یا ۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت نافع بن عبداللہ مولا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

آپ کبار تابعین میں تھے۔ حدیثیں اپنے آقا ابن عمر اور ابوسعید خدری سے سنیں۔ زہیر، ایوب سختیانی، مالک بن انس آپ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ۱۲۰ھ یا ۱۲۲ھ میں وفات پائی۔ (۲۷)

حضرت ابوالمنذر ہشام بن عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

مشہور تابعی، مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری، انس بن مالک، سہل بن سعد کی زیارت کی تھی۔ یحییٰ بن سعید انصاری، سفیان ثوری، مالک بن انس، ایوب سختیانی، ابن جریج، عبداللہ بن عمرو بن لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے آپ سے علم حاصل کیا۔ ۱۴۰ھ یا ۱۴۶ھ یا ۱۴۵ھ میں بغداد کے اندر وفات پائی۔ (۲۸)

حضرت یحییٰ بن یعمر عداونی دمشقی رضی اللہ عنہ

آپ تابعی تھے۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنیں۔ آپ قرائے بصرہ میں تھے۔

عبداللہ بن اسحاق نے آپ سے فن قرأت سیکھا۔ ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ (۲۹)

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ

آپ مشہور فقیہ تابعین میں ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ اکثر صحابہ آپ سے فتوی پوچھتے۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (۳۰)

حضرت ابومسلم خولانی یمنی رضی اللہ عنہ

آپ سادات تابعین میں ہیں۔ صاحب مناقب، عمدہ سیرت اور کرامات جلیلہ کے مالک تھے۔ مشہور ہے کہ اسود عنسی یمنی نے آپ کو بلا کر کہا، تم گواہی دو، کہ میں رسول خدا ہوں (معاذ اللہ) ابومسلم نے اس بات سے انکار کیا، اس نے کہا، تم ایمان رکھتے ہو، کہ محمد نبی مرسل ہیں؟ جواب دیا، ہاں! میں ایمان رکھتا ہوں، اسود نے لکڑیوں کا انبار لگا کر اس میں آگ لگادی اور ابومسلم کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا، مگر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ آپ کی وفات اسی سال ہوئی۔ (۳۱)

حضرت اوسط بن عمرو بجلی رضی اللہ عنہ

کنیت ابواسماعیل ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر سے حدیث کی روایت کی۔ ۷۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت مسروق بن اجدع ہمدانی رضی اللہ عنہ

آپ مشاہیر تابعین میں ہیں۔ بڑے فقیہ، وعابد تھے۔ نماز اس کثرت سے پڑھتے کہ آپ کے پیر سوج گئے تھے۔ فقہ وفتوٰی میں قاضی شریح سے بڑے عالم تھے۔ آپ کی رحلت شہر کوفہ میں ۶۳ھ میں ہوئی۔ (۳۲)

حضرت حدث بن سوید تیمی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ کبار تابعین میں تھے۔ ۷۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ

حکم الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہوگئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ سلمان فارسی کی صحبت اختیار کی اور کوفہ میں رہنے لگے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بصرہ چلے گئے اور کہا، جس شہر میں رسول خدا کے فرزند کو شہید کیا گیا، اس میں رہنا نہیں چاہیے۔ ۷۳ھ میں وفات پائی۔ (۳۳)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

آپ جماعت تابعین میں بڑے فقیہ تھے۔آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔(۳۴)

حضرت ناعم رضی اللہ عنہ مولا ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ مصر کے فقیہ تھے۔۸۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت سوید بن غفلۃ النخعی الکوفی رضی اللہ عنہ

حیات وسال وفات موافق (۳۵)

حضرت شریح یونس بن جبیر باہلی رضی اللہ عنہ

۹۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی رضی اللہ عنہ

۹۳ھ میں وفات پائی۔(۳۶)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

فقہ، حدیث، زہد وعبادت، ورع کے جامع تھے۔چالیس حج کیے۔مکحول کہتے ہیں، میں نے تحصیل علم کے لیے پوری دنیا کا سفر کیا، لیکن ابن مسیب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔آپ خیر التابعین ہیں۔۹۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(۳۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ منورہ کے فقہا میں تھے۔سال مذکور یعنی ۹۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت قیس بن حازم احمسی بجلی رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن بن عوف کے علاوہ تمام عشرہ مبشرہ سے روایت کرتے ہیں۔تابعین میں کوئی ایسا خوش نصیب نہیں، جو عشرہ مبشرہ میں ۹ رحضرات سے روایت کرتا ہو۔

آپ کی وفات سال مذکور میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ

جماعت تابعین میں اعلام دین میں سے ہیں۔ ۹۵ھ میں وفات ہوئی۔ (۳۸)

حضرت حصین بن المنذر رضی اللہ عنہ

۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

آپ یمن کے شہر صنعاء کی طرف منسوب ہیں۔ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت مجاہد بن جبیر رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالحجاج ہے۔ تابعین کے طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مکہ کے فقیہ ہیں۔ وفات سال مذکور (۱۰۰ھ) میں ہوئی۔ (۳۹)

حضرت شہر بن حوشب اشعری شامی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات بصرہ میں سال مذکور (۱۰۰ھ) میں ہوئی۔

حضرت عیسیٰ بن طلحہ مدنی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں ہوئی۔

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابومحمد، مشہور تابعی حضرت سلیمان بن یسار کے بھائی تھے۔ آپ مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہیں۔

۴۸ رسال کی عمر میں ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ (۴۰)

حضرت محمد بن اسحاق مدنی رضی اللہ عنہ

تابعی ہیں۔ علم حدیث، قرآن، فقہ، قصص انبیا اور مغازی وسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ سال مذکور ۱۰۳ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۴۱)

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن قریشی زہری مدنی رضی اللہ عنہ

آپ نے سال مذکور یعنی ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمران بن یتیم عطا بصری الحضرم رضی اللہ عنہ

۱۲۰ سال سے زیادہ عمر پا کر ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن حبیب کوفی رضی اللہ عنہ

۹۰ سال کی عمر پا کر سال مذکور (۱۰۳ھ) میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن زید ازدی بصری رضی اللہ عنہ

سال مذکور (۱۰۳ھ) میں وفات پائی۔

حضرت عطا بن یزید لیثی رضی اللہ عنہ

۱۰۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت طلحہ بن مصرف الیابی ہمدانی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ بڑے عالموں میں تھے۔ ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت مکحول ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ

فقیہ شام تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر فقہ و فتویٰ میں کوئی عالم نہ تھا۔ آپ فتویٰ دیتے تو پہلے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے۔ ملک شام میں ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ (۴۲)

حضرت عطا بن رباح مکی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اجلہ فقہائے مدینہ میں سے تھے۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ (۴۳)

حضرت وہب بن منبہ صنعانی رضی اللہ عنہ

سال مذکور ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ (۴۴)

حضرت حکیم بن عیینہ رضی اللہ عنہ

کوفہ کے فقیہ تھے۔۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ

۱۱۶ھ میں وفات پائی۔(۴۵)

حضرت ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی ازدی رضی اللہ عنہ

ملک شام میں سال مذکور(۱۱۶ھ) میں وفات پائی۔(۴۶)

حضرت ابواسماعیل حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ

اپنے دور کے مجتہدین کے پیشوا اور عمدہ اساتذہ میں تھے۔آپ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کے استاذ تھے۔۱۱۷ھ میں وفات پائی۔(۴۷)

حضرت ابوعمر بزم بن جنان ازدی رضی اللہ عنہ

سال مذکور یعنی ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوایوب سلیمان بن موسیٰ الاشداق رضی اللہ عنہ

۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات سال مذکور یعنی ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

حضرت ثابت بن اسلم بنانی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔آپ بصرہ کے جلیل القدر تابعین میں تھے۔چالیس سال تک مالک بن انس کی خدمت میں رہے اور ان سے حدیثوں کی روایت کی۔۱۱۳ھ میں وفات پائی۔(۴۸)

حضرت ابومغیرہ سماک بن حرث دیلی بکری کوفی رضی اللہ عنہ

سال مذکور یعنی ۱۱۳ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوزہرہ ہے، تابعین کے دوسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مدینہ کے بڑے فقیہ تھے۔ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت صفوان بن سلیم زہری رضی اللہ عنہ

آپ اکابر تابعین میں سے ہیں اور عبادت دوست صلحا میں ہیں، چالیس سال تک زمین سے پہلو نہ لگایا۔ سال مذکور (۱۲۴ھ) میں وفات پائی۔ (۴۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے فاضل تھے۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۵۰)

حضرت سلمان بن ابی سلیمان نیستانی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات سال مذکور ۱۳۲ھ میں ہوئی۔

حضرت یحییٰ بن کثیر یمانی رضی اللہ عنہ

سال مذکور ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۵۱)

حضرت عبداللہ بن ابی نجیح رضی اللہ عنہ

مفتی مکہ تھے۔ ۱۳۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوایوب تحیاتی (سختیانی) رضی اللہ عنہ

آپ ثقہ اور صاحب ورع تھے، وفات سال مذکور ۱۳۳ھ میں ہوئی۔

حضرت سلمہ بن دینار مدنی رضی اللہ عنہ

۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ (۵۲)

حضرت عطا بن عبداللہ خراسانی شامی رضی اللہ عنہ

اپنے زمانے کے مشہور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالملک بن عمرو قریشی کوفی رضی اللہ عنہ

عامر شعبی کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے۔ مشہور تابعی ہیں۔ آپ کی وفات سال مذکور ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳۰ر سال عمر پائی۔

حضرت اسماعیل بن ابی خالد احمسی کوفی رضی اللہ عنہ

سال مذکور ۱۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ (۵۳)

حضرت زید بن اسلم مدنی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو اسامہ، عمر بن خطاب کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اکابر تابعین میں ہیں، آپ کی وفات سال مذکور (۱۳۶ھ) میں ہوئی۔ (۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۱۳۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت ابو ہرمل محمد بن زبیدی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات سال مذکور (۱۳۷ھ) میں ہوئی۔

حضرت ابو عمرو نحوی نسفی بصری رضی اللہ عنہ

کتاب الاکمال کے مصنف اور جامع ہیں۔ آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ

ایک قول کے مطابق آپ کی کتاب سب سے پہلی کتاب ہے، جو اسلام میں لکھی گئی۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ (۵۵)

حضرت معمر بن راشد بصری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عروہ ہے۔ آپ ابن عیینہ اور سفیان ثوری کے استاذ ہیں۔ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ (۵۶)

حضرت ابونصر سعید بن ابی عروبہ رضی اللہ عنہ

بصریوں میں آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے کتاب تصنیف کی۔(۵۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہ

آپ اپنے زمانے کے امام، مجتہد اور صاحب ورع بزرگ تھے۔۱۵۳ھ میں وفات پائی۔(۵۸)

حضرت قاضی شریک نخعی رضی اللہ عنہ

آپ کوفہ کے قاضی تھے۔۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالمنذر نعمان بن عبدالسلام تمیمی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے اور امام اعظم وسفیان ثوری کے شاگرد تھے۔۱۸۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ربیع برادر ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ

ربعی بن حراش نے کہا، کہ ہم چار بھائی تھے، ربیع بہت زیادہ نماز ادا کرتے تھے اور روزہ رکھتے، سخت گرمی کے دنوں میں روزہ کی حالت میں وفات پائی۔ میں۔نے ان کے چہرے کو ڈھک دیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، کسی کو کفن خریدنے کے لیے بازار بھیجا، اچانک انہوں نے چہرہ کھولا اور کہا، السلام علیکم اے حاضرین! لوگوں نے کہا، وعلیکم السلام اور کہا، آپ مرنے کے بعد گفتگو کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں! میں نے تمہارے بعد پروردگار عالم سے ملاقات کی، تو وہ مہربان تھا اور میرا استقبال کیا روح اور ریحان کے ساتھ اور مجھے نرم ریشم پہنایا، اس وقت حضرت ابوالقاسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے، جو میری نماز جنازہ کے منتظر ہیں، تو تم لوگ جلدی کرو، مجھ پر دیر نہ کرو۔ جب یہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ کو پہنچی، فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کہ میری امت کا جو شخص مرنے کے بعد گفتگو کرے گا، وہ بہترین تابعی ہوگا۔

انہیں کی بابت نقل کیا جاتا ہے، کہ انہوں نے قسم کھائی تھی، کہ وہ ہرگز نہ ہنسیں گے، جب تک یہ نہ جان لیں، کہ ان کا انجام کیا ہوگا، بہشت یا دوزخ؟ چنانچہ آپ اپنی موت کے بعد ہنسے۔ آپ کے جنازے کو غسل دینے والے نے بیان کیا، کہ جب میں انہیں غسل دے رہا تھا، وہ مسکرا رہے تھے۔

عامر بن علاء قیس "شواہد" میں لکھتے ہیں، کہ آپ اپنی چھوٹی چادر میں کچھ رکھتے اور تمام مسکینوں کو ان کی طلب کے بغیر دیتے، جب گھر میں آتے، نماز ادا کرتے، وہ چیز اتنی ہی رہتی جتنی بانٹنے کے لیے لے جاتے، کم نہ ہوتی۔

ایک جماعت نے آپ کو مہمان بنایا، رخصت کے وقت آپ کی مشک کو دودھ سے بھر دیا۔ تھوڑا راستہ طے کرنے

کے بعد خیال آیا، کہ دودھ پینے کے لیے ہے، ضرورت کے وقت کس چیز سے وضو کروں گا، واپس ہوئے اور اس قوم سے کہا، تم لوگ دودھ لے لو اور مشک میں پانی بھر دو، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ کو پانی کی ضرورت ہوتی، مشک سے پانی گرتا اور جب دودھ چاہتے اس سے دودھ گرتا۔

آپ جس وقت نماز ادا کرتے، شیطان سانپ کی صورت میں آپ کے پیراہن میں داخل ہو جاتا اور آستین سے سر نکالتا، لیکن آپ پر اس کا اثر نہ ہوتا۔ لوگوں نے آپ سے کہا، اس سانپ کو کیوں نہیں مار دیتے، انہوں نے کہا، مجھے شرم آتی ہے، خدائے تعالیٰ سے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور سے ڈروں، خدا کی قسم! میں اس وقت آگاہ نہیں ہوتا، جب وہ میرے پیراہن میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت راوان کندی تابعی رضی اللہ عنہ

آپ کوفی تھے۔ ایک دن آپ نے کہا، اے خدائے بزرگ و برتر! میں بھوکا ہوں، چکی کے پاٹ کی طرح نو دن سے گری پڑی روٹی کے چکر میں گھوم رہا ہوں۔

حضرت زرارہ بن اوفی تابعی رضی اللہ عنہ

آپ بصری تھے۔ ایک دن آپ مسجد میں امامت کر رہے تھے، جب اس آیت کریمہ "فاذا نقر فی الناقور" پر پہنچے، تو گر پڑے اور وصال فرما گئے۔

حضرت میمون شبیب رضی اللہ عنہ

آپ سے مروی ہے، کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں میں نے جامع مسجد میں جانے کا ارادہ کیا، میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ ظالم کی اقتدا میں کیوں نماز ادا کروں؟ اس بارے میں متردد تھا، آخر جامع مسجد جانے کا فیصلہ کر لیا۔ گھر کی طرف سے آواز آئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ.

ایک دن خط تحریر کیا، چاہا، کہ کلمہ لکھیں، تاکہ خط کی زینت بڑھ جائے، خیال آیا، کہ میں لکھتا ہوں، تو خط کے اندر کچھ قباحت پیدا ہو جائے گی، اسی فکر میں تھا، کہ گھر کے ایک گوشے سے آواز آئی:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

حضرت صلقہ بن ہاشم رضی اللہ عنہ

شواہد میں لکھا ہے، کہ آپ کعبہ کے ثقات میں ہیں۔ ان کے ساتھ میں کابل آیا، جب رات کے وقت ایک دیہات میں اترے، میرے دل میں خیال آیا، کہ میں آج کی رات ان کے احوال کا مشاہدہ کروں گا اور اسے دیکھوں گا

جو لوگ ان کی عبادت کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ عشا کی نماز کے بعد وہ سو گئے، جب لوگ اپنی اپنی آرام گاہ میں پہنچ گئے، آپ اٹھے، قریب ہی جنگل تھا، اس میں داخل ہو گئے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا، اس طرح کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں۔ پھر انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اچانک ایک شیر آ پہنچا، میں ڈر کر ایک درخت پر چڑھ گیا اور آپ بلا خوف و خطر نماز پڑھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا، اے شیر! تو چلا جا، تیری روزی دوسری جگہ مقرر ہے۔ شیر نے خوفناک آواز نکالی اور چلا گیا۔ آپ پوری رات نماز میں مصروف رہے۔ صبح کے وقت آپ کا اونٹ بوجھ کے ساتھ غائب ہو گیا، آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی، اونٹ سامان سمیت واپس آ گیا۔

حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ

شواہد میں لکھا ہے، کہ سخت گرمی کے موسم میں وفات پائی۔ جب انہیں قبر میں دفن کیا گیا، تو ایک ابر کا ٹکڑا آپ کی قبر کے برابر بے کم و کاست ظاہر ہوا، اتنا ہی برسا کہ پانی قبر سے متجاوز نہ ہوا اور اسی دن آپ کی قبر پر گھاس اگ گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔ آپ کی خلافت کا زمانہ دو سال پانچ مہینہ ۱۵ دن تھا۔

شواہد میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں گشت کر رہے تھے، صبح کے وقت ایک گھر کے پاس پہنچے، ایک عورت کی آواز آئی، جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی، کہ اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو، لڑکی نے کہا، یہ کام نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ امیر المومنین عمر نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کر دیا ہے، جس کا اعلان آپ کے منادی نے کر دیا ہے۔ عورت نے کہا، یہاں عمر موجود نہیں ہیں اور نہ ان کا منادی ہی ہے، جو دیکھے گا۔ لڑکی نے کہا، خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گی، کہ میں سامنے عمر کے فرمان پر عمل کروں اور غائبانہ اس کی مخالفت کروں، جب صبح ہوئی، حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم سے کہا، فلاں مکان پر جاؤ، وہاں ایک لڑکی ہے، اگر کسی دوسرے شخص کے عقد میں نہ ہو، تو تم اس سے شادی کر لو، شاید اس کے بطن سے اللہ تعالیٰ مبارک فرزند پیدا کرے، عاصم وہاں گئے اور اس لڑکی سے نکاح کر لیا۔ اس لڑکی سے ام عاصم پیدا ہوئیں، جب عبدالعزیز بن مروان نے ام عاصم سے نکاح کیا، تو ان سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

سفیان ثوری کا قول ہے، پانچ خلیفہ ہوئے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم

رباح بن عبیدہ نے لکھا ہے، کہ جب عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے، میں نے دیکھا، کہ ایک بڈھے نے آپ کے ہاتھ پر تکیہ لگا رکھا ہے۔ جب آپ اپنے گھر گئے، میں بھی ساتھ گیا، اور اس بوڑھے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا، تم نے اس بوڑھے کو دیکھا ہے؟ میں نے جانا کہ وہ پیر خضر علیہ السلام تھے۔ میرے پاس اس بات کی بشارت لے کر آئے تھے کہ مجھے جلد ہی خلافت ملے گی اور میں اپنے عہد خلافت ہی میں وفات پاؤں گا۔

جب آپ سریر آرائے خلافت ہوئے، چرواہوں نے کہا، یہ مرد صالح جو مسند خلافت پر بیٹھا ہے، کون ہے؟ لوگوں نے پوچھا، اس مرد صالح کی تم کو کس نے خبر دی؟ چرواہوں نے کہا، بھیڑیے اور شیر ہماری بکریوں سے دور ہو گئے اور انہیں ضرر اور آسیب نہیں پہنچاتے۔ ایک شخص نے کہا، عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں میں نے دیکھا، کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں چل پھر رہا تھا، اور بکریوں کو تکلیف نہیں دے رہا تھا۔

ایک عامل نے آپ کو لکھا، ہمارا شہر ویران ہو گیا ہے، اگر آپ تھوڑی رقم مہیا فرمادیں، تو شہر کی مرمت کروں، جواب میں تحریر فرمایا، شہر کے گرد انصاف کی دیوار کھینچ دو اور اس کے راستوں کو ظلم سے پاک کر دو کہ تیرے شہر کی تعمیر انہیں دو باتوں میں ہے۔ جب آپ اپنی موت کے احوال و آثار سے آگاہ ہوئے، فرمایا، مجھے اٹھا کر بٹھا دو، لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا۔ فرمایا، اے خدا! میں ایسا شخص ہوں کہ تو نے مجھ کو حکم دیا اور میں نے کوتاہی کی ور منع فرمایا، میں نافرمان ہوا، لیکن میں لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہوں پھر سر اوپر اٹھایا اور غور سے دیکھنے لگے، لوگوں نے پوچھا، آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا، ایک جماعت آئی ہے، جو جن ہیں نہ انسان پھر اس دنیا سے انتقال کیا۔

جب آپ کو قبر میں دفن کر دیا گیا، آسمان سے ایک کاغذ نیچے گرا، جس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا من اللہ امان لعمر بن عبدالعزیز من النار.

یہ اللہ کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لیے جہنم سے امان کا پروانہ ہے۔

صاحب فتوحات مکیہ نے اقطاب کے تذکرے میں بیان کیا ہے، کہ ان میں بعض اس قبیل سے ہیں کہ ان لوگوں نے معنوی کے ساتھ خلافت صوری بھی انعام میں پائی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسی قبیل سے ہیں۔

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ

شواہد میں لکھتے ہیں، آپ کوفہ کے کبار تابعین میں تھے۔ آپ کی اپنے شاگردوں سے یہ شرط تھی، کہ خود ان کی خدمت کریں گے، ایک دن بکریاں لے کر صحرا کی طرف گئے، ایک شاگرد پیچھے پیچھے چلا، دیکھا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں، بادل کے ایک ٹکڑے نے آپ پر سایہ کیا ہے، جب بیدار ہوئے تو شاگرد نے کہا، اے عمرو! آپ کے لیے بشارت ہو۔ عمرو نے اس شاگرد سے عہد لیا، کہ یہ بات وہ کسی سے بیان نہیں کرے گا۔

عمرو کا ارشاد ہے، میں نے حق تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کیں، اس نے دو چیزیں عنایت فرمائیں، ایک دنیا کا آنا جانا، میرے نزدیک برابر ہے، دوم اس نے مجھے نمازوں کی ادائیگی کی قوت بخشی ہے۔ اور آخری تمنا یہ رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ

آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک تاریک رات میں اپنے شاگرد کے ساتھ جا رہے تھے، ان میں سے کسی کے کوڑے میں روشنی پیدا ہوئی، جس سے راستہ صاف نظر آنے لگا۔ ان کا یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے، وہ کہتے

ہیں، کہ ایک شخص نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا، میں نے دعا کی، اے خدا!! اس جھوٹے کو جلد فنا کر دے، وہ آدمی اسی وقت گرا اور مر گیا۔ محمد بن مکندر (منکدر) شواہد میں ان کے اقوال کے ذیل میں لکھتے ہیں، میں غازیوں کی ایک جماعت کے ساتھ راستہ طے کر رہا تھا، ان میں سے ایک نے کہا، میں تازہ پنیر کی خواہش رکھتا ہوں، میں نے کہا، تم خدا سے طلب کرو کہ وہ قادر مطلق ہے، تمام لوگوں نے مل کر دعا کی اور تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ انہوں نے ایک سربستہ جھولی پائی، جو تازہ اور تر پنیر سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص نے کہا، تھوڑا شہد بھی چاہیے، کہ اس پنیر کے ساتھ استعمال کیا جائے، میں نے کہا، جس نے پنیر عطا کیا ہے، وہ شہد بھی عطا کرے گا، لوگوں نے دعا کی، تھوڑی دور چلے تھے، کہ شہد سے بھرا ہوا پیالا پایا، پنیر کو شہد کے ساتھ ملا کر کھایا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

آپ کے اقوال میں ہے، میں قسطنطنیہ کے قاریوں کے ساتھ جا رہا تھا، میری کشتی ٹوٹ گئی اور دریا کی موج نے ایک کنارے پر پھینک دیا۔ ہم پانچ یا چھ آدمی دریا کے بیچ میں تھے۔ خداوند تعالیٰ ہر صبح ہم میں سے ہر ایک شخص کے لیے ایک بودا، اس چٹان سے اگاتا جسے ہم اکھاڑتے اور اسے چوستے، کھانے پینے کے بجائے اسے استعمال کرتے تھے اور یہ سلسلہ کشتی آنے تک جاری رہا، پھر میں کشتی پر سوار ہو کر ساحل پر آیا۔

حضرت ابوایوب سجستانی (سختیانی) رضی اللہ عنہ

شواہد میں لکھا ہوا ہے، آپ بصرہ کے عابدوں میں تھے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں، اہل بصرہ کے جوانوں کے سردار حضرت ابوایوب سجستانی (سختیانی) تھے۔ حضرت عبدالواحد بن زید نے کہا، میں ابوایوب کے ساتھ کوہ حرا پر تھا، مجھے سخت پیاس لگی، انہوں نے میرے چہرے سے سمجھ لیا، کہ پیاس سے مرنے کی نوبت آ گئی ہے، انہوں نے مجھ سے کہا، میں جو کچھ کروں گا، تم اسے پوشیدہ رکھنا اور قسم دی۔ میں نے قسم کھالی، اس کے بعد اپنا پیر کوہ حرا پر مارا، پانی جوش مار کر بہنے لگا، میں نے آسودہ ہو کر پیا۔ آپ جب تک زندہ رہے، میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا۔

حضرت ابومعاویہ اسود رضی اللہ عنہ

ایک ثقہ شخص کا بیان ہے، میں طرطوس میں ابومعاویہ اسود کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مکفوف البصر یعنی نابینا تھے۔ میں نے دیکھا، کہ مصحف ان کے گھر میں آویزاں ہے، میں نے کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے، جب آپ آنکھوں سے نہیں دیکھتے، یہ مصحف کس لیے ہے؟ انہوں نے کہا، میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، جب تک میں زندہ رہوں کسی سے بیان نہ کرنا، جس وقت میں چاہتا ہوں، کہ قرآن کی تلاوت کروں، میری آنکھیں دیکھنے لگتی ہیں، جس وقت مصحف کھولتے، ان کی آنکھیں کھل جاتیں اور جب مصحف بند کرتے، ان کی بینائی جاتی رہتی۔

حضرت ابو بکر محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ

سیرین، انس بن مالک کے غلام تھے، تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے، کہ چالیس ہزار یا بیس ہزار درہم کے عوض ان کو مکاتب بنایا، یعنی عرب کی رسم ہے کہ غلام اپنے آقاؤں کو مقررہ رقم ادا کرتے ہیں اور آزاد ہو جاتے ہیں۔ سیرین نے بھی بدل مکاتبت ادا کر دیا۔ عین التمر اور ایک روایت کے مطابق آپ کا وطن جزر ہے، کسب معاش کے لیے تانبے کی دیگ بناتے تھے، خالد بن ولید نے ان کو چالیس آدمیوں کے ساتھ غلام بنایا اور لوگوں کے درمیان تقسیم کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق کی صفیہ نامی ایک کنیز تھیں، جنہیں سیرین کے عقد میں دے دیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ازواج مطہرات نے صفیہ کے جسم پر خوشبو ملی اور دعا کی۔ سیرین سے نکاح کے وقت اٹھارہ بدری صحابہ مجلس میں حاضر تھے، حضرت ابی بن کعب نے دعا پڑھی اور دوسرے صحابہ آمین کہتے تھے، صفیہ کے بطن سے محمد بن سیرین پیدا ہوئے۔ محمد بن سیرین، ابو ہریرہ، عبداللہ بن زبیر، عمران بن حصین، انس بن مالک سے حدیث کی روایت کرتے تھے۔ قتادہ بن دعامہ، خالد بن حداد، ابوایوب سختیانی اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ اعلام آپ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ آپ بصرہ میں مشہور فقیہ اور عابد وزاہد، متقی تھے۔ آپ مدائن تشریف لے گئے، کانوں سے سنائی نہ دیتا تھا، جب حسن بصری کا انتقال ہوا، نماز جنازہ میں حاضر نہ ہوئے، کیوں کہ آپ کو علم نہ ہو سکا۔ خواب کی تعبیر میں عقل رسا رکھتے تھے۔ حدیقۃ الاقالیم میں تحریر ہے، ابن سیرین معبرین خواب کے امام تھے۔ خواب کی تعبیر کے تعلق سے آپ کی عجیب وغریب حکایتیں مشہور ہیں۔ ایسی تعبیروں کا اظہار از روئے کشف اور وفور عقل وشعور کی بنا پر تھا۔ چنانچہ اس فن میں آپ کی بلند مرتبہ تصنیف مشہور ہے، جو شخص خوابوں کی تعبیر میں آپ کی کتاب کے احکام کی پیروی کرتا، ہرگز تعبیر میں غلطی نہیں کرتا۔

ایک آدمی نے کہا، گزشتہ رات میں نے خواب میں چالیس چھوارے پائے، آپ نے تعبیر بیان کی، تم کو لوگ چالیس ڈنڈے ماریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، دوسرے سال خواب میں دیکھا، میں نے چالیس چھوارے دارالامارت میں پائے، ابن سیرین نے کہا، تمہیں چالیس ہزار درہم ملیں گے، اس شخص نے کہا، اے خواجہ! آپ نے ایک ہی خواب کی مختلف تعبیریں بیان فرمائیں؟ جواب دیا، گزشتہ سال تم نے جب یہ خواب دیکھا تھا، کھجوروں کا موسم نہیں تھا، درخت پر صرف شاخیں تھیں، چنانچہ وہی ڈنڈے تمہیں پہنچے اور اس بار جب خواب دیکھا، تو کھجوریں درختوں پر موجود تھیں، اس کی تعبیر یہ کہ تمہیں نقد روپے ملیں گے۔

ایک صحابی نے ابن سیرین سے کہا، میں نے خواب میں دیکھا، مسجد نبوی کے کنگورے پر ایک سفید کبوتر بیٹھا ہوا ہے، باز (پرندہ) آیا اور کبوتر اٹھا لے گیا۔ ابن سیرین نے خواب کی یہ تعبیر بتائی، کہ حجاج بن یوسف، عبداللہ بن جعفر طیار کی بیٹی سے نکاح کرے گا۔ صالح نے کہا، آپ کس دلیل سے یہ تعبیر بیان کر رہے ہیں، کہا، کبوتر تعبیر میں عورت ہے، سفیدی اس کے جسم کا رنگ اور کنگورہ اس عورت کی بزرگی کی علامت ہے، آج کوئی عورت مدینہ منورہ میں عبداللہ بن جعفر کی صاحبزادی سے زیادہ حسین اور افضل نہیں ہے، میں نے باز کے بارے میں غور کیا، تو اس کی تعبیر سلطان ظالم نکلی

اور حجاج بن یوسف سے بڑھ کر کوئی ظالم حکمراں نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو سال باقی تھے کہ آپ کی ولادت ہوئی، اس عرب خاتون کے بطن سے ان کے تین فرزند پیدا ہوئے اور عبداللہ کے علاوہ کوئی زندہ نہ بچا۔ ۹رشوال بروز جمعہ ۱۱۰ھ میں بمقام بصرہ حضرت حسن بصری کی وفات کے بعد آپ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ آپ کے ذمہ تیس ہزار درہم قرض تھے، آپ کے لڑکے عبداللہ نے یہ قرض ادا کیا۔ جب عبداللہ کا انتقال ہوا، تو انہوں نے تین لاکھ درہم چھوڑا۔ (۵۹)

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

آپ مرو کے رہنے والے تھے، دریائے فرات کے کنارے شہر ہیت میں فوت ہوئے۔ سفیان ثوری نے کہا، میں جتنی کوشش کرتا ہوں، کہ سال میں تین دن ابن مبارک سے آگے رہوں کامیاب نہیں ہوتا ہوں۔ فضیل بن عیاض نے کہا، میں خانہ کعبہ کے مالک کی قسم کھاتا ہوں، کہ میری آنکھ نے عبداللہ بن مبارک جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ کی یہ کرامت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص نابینا ہو گیا تھا، خدمت میں گیا اور کہا، آپ دعا کیجیے، کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو بینا کر دے، اٹھے اور دعا کی، اسی دن اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو بینا کر دیا۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں، میں نے اس آدمی کو نابینا ہونے کے بعد بینا دیکھ۔

آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے، کہ اپنے مرض الموت کے زمانے میں اپنے غلام سے کہ، مجھے شک نہیں کہ آج کی رات میں سفر آخرت اختیار کروں گا، میری یہ کتابیں دریا میں ڈال دینا، غلام آپ کی کتابیں دریا کے کنارے لے گیا، مگر گوارا نہ ہوا کہ کتابیں دریا میں ڈالے، واپس ہو گیا۔ آپ نے غلام سے پوچھا، تو نے کتابیں دریا میں ڈال دیں؟ غلام نے کہا، میں نے دریا میں ڈال دیا۔ آپ نے پوچھا، کیا نشانی دیکھی؟ غلام نے کہا، میں نے کوئی علامت نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا، تم نے کتابیں دریا میں نہیں ڈالی ہیں۔ غلام بیان کرتا ہے، اس کے بعد میں گیا اور ان کتابوں کو دریا میں ڈال دیا۔ میں نے دیکھا، کہ دریا سے ایک نور آسمان کی طرف گیا، جسے دیکھ کر میں ڈر گیا اور واپس لوٹ آیا۔ ابن مبارک نے پوچھا، تم نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا، آپ نے جو حکم دیا تھا، اسے بجالایا، پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا، ایک روشنی دیکھی، جو دریا سے آسمان کی طرف گئی۔ فرمایا، ہاں، جو میں نے تم سے کہا تھا کر دیا۔ فرمایا، آج رات میں دنیا سے چلا جاؤں گا، مجھے غسل دے کر وہ کپڑے جس کو میں نے احرام بنایا تھا اس کا کفن بنانا اور لوگوں کے جمع ہونے سے پہلے ہی مجھے دفن کر دینا۔ غلام کا بیان ہے، کہ میں نے اپنے آقا کی وصیت کو پورا کر دیا۔ جب آپ کا جنازہ گھر سے باہر لایا، میں نے دیکھا، دریا سے ایک کشتی ظاہر ہوئی اور ایک جماعت باہر آئی، جب وہ لوگ میرے پاس پہنچے انہوں نے کہا، الحمدللہ کہ ہم نے آپ کی نماز جنازہ پالی، ہم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔ جب ہم تدفین سے فارغ ہوئے، تو ہم نے اس جماعت سے پوچھا تم لوگوں نے کیسے جان لیا، کہ ابن مبارک فوت ہو گئے ہیں؟ اس جماعت کے بڑے سردار نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا، لوگوں نے کہا، یہاں ایک شخص کا انتقال ہو گیا، جو شخص اس کی نماز میں

شریک ہوگا، خداوند تعالیٰ اس کو جنت عطا کرے گا۔ میں نے کشتی کرائے پر لی اور تیزی کے ساتھ چلاتا کہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو جاؤں۔(۶۰)

حضرت سالم بنانی رضی اللہ عنہ

شواہد میں مرقوم ہے، آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، چالیس سال تک حضرت انس بن مالک کی خدمت میں رہے، دن میں روزے رکھتے، اور ہر شب وروز ایک ختم قرآن پڑھتے۔ صبح کے وقت آپ کے مزار پر حاضر ہونے والوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے، جب میں سالم بنانی کی قبر پر پہنچتا ہوں، تو قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنتا ہوں۔ ایک دن سالم نے حمید الطویل سے پوچھا، کہ کیا تمہیں معلوم ہے، انبیا کے علاوہ کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ حمید نے کہا، مجھے معلوم نہیں۔ سالم نے کہا، اے خدا! اگر کسی کو تو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، تو سالم کو اجازت دے۔

جب سالم بنانی کو قبر میں دفن کیا گیا اور اینٹیں قبر پر لگادی گئیں، ایک اینٹ گر گئی، تو لوگوں نے اس سوراخ سے دیکھا، کہ سالم نماز ادا کر رہے ہیں۔ حاضرین نے اس بات کا باہم تذکرہ کرنے کے بعد خاموشی اختیار کی اور ان کی بیٹی سے پوچھا، کہ سالم کون سا عمل کرتے تھے۔ صاحبزادی نے پوچھا، تم لوگوں نے کیا دیکھا؟ لوگوں نے قبر میں جو کچھ دیکھا تھا، بیان کیا۔ صاحبزادی نے کہا، پچاس سال تک مسلسل وہ ہر رات قیام کرتے تھے اور صبح کے وقت دعا کرتے خدایا! تو مجھے قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ آپ کی دعا قبول ہوگئی۔

حضرت زید بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں آپ نے خروج کیا، خود کو خلافت کا حق دار ظاہر کیا۔ اشراف کی ایک جماعت آپ کے گرد جمع ہوئی۔ امیر عراق عمرو ثقفی نے آپ سے جنگ کی۔ امام زید کا لشکر بھاگ گیا۔ زید نے بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کی۔ بہت زیادہ زخمی ہو گئے اور ایک دیہات میں چھپ گئے۔ ایک تیر آپ کی پیشانی میں پیوست تھا۔ جب اسے نکالا گیا، روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حجام نے آپ کی لاش مبارک تنہا دفن کردی۔ امیر نے جب خبر پائی، قبر سے لاش نکال کر برہنہ سولی پر لٹکا دیا۔ اس کے باوجود کسی نے آپ کے ستر کو نہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے ستر کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا۔

حضرت ابو یوسف یعقوب بن اسحاق رضی اللہ عنہ

آپ ابن سکیت سے مشہور ہیں۔ کتاب اصلاح المنطق کے مصنف ہیں۔ خلیفہ متوکل علی اللہ عباسی کے فرزندوں کے اتالیق تھے۔ آپ کا قول ہے، کہ جس نے لوگوں کو پہچانا، ان کی مدارات کی اور جس نے نہیں پہچانا جنگ کی۔ خلیفہ متوکل نے ایک دن ان سے پوچھا، کہ تمہارے نزدیک میرے لڑکے زیادہ محبوب ہیں یا علی بن ابی طالب کے بیٹے حسنین رضی اللہ عنہما؟ جواب دیا، تمہارے بیٹوں کو علی مرتضیٰ کے صاحبزادوں سے کیا نسبت ہے۔ پھر حسنین کریمین کے

مناقب بیان کیے۔ متوکل نے ابن سکیت کے شکم کو پامال کیا، آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے، دوسرے دن ۲۴۴ھ میں شہادت پائی۔

حضرت حبیب سالم راعی رضی اللہ عنہ

آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فیض صحبت پایا تھا۔ بکریوں کے مالک تھے۔ فرات کے ساحل پر رہتے، آپ کا طریقہ گوشہ تنہائی تھا۔ شواہد میں ایک شیخ سے روایت ہے، کہ میں جب آپ کے پاس سے گزرا تو دیکھا، کہ نماز ادا کر رہے تھے اور بھیڑیا آپ کی بکریوں کو چرا رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا، اس بزرگ کی زیارت کروں گا، کہ اس کے اندر بزرگی کی علامت ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، میں نے انہیں سلام کیا، فرمایا، اے بیٹے! کسی کام کے لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، آپ کی زیارت کے لیے۔ فرمایا، "جزاک اللہ" میں نے عرض کیا، اے شیخ! میں بھیڑیے اور بکریوں کے درمیان دوستی دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا، یہ اس لیے ہے کہ راعی خدا کے حضور موافق ہے۔ یہ کہا اور اپنے لکڑی کے پیالے کو پتھر کے نیچے رکھا، اس پتھر سے دو چشمے جاری ہوئے، ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا۔ میں نے کہا، اے شیخ! آپ نے یہ بلند درجہ کیسے حاصل کیا؟ فرمایا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اور کہا، اے لڑکے! موسیٰ کی قوم باوجودیکہ ان کی مخالف تھی، سنگ خارا نے ان کو پانی دیا، موسیٰ علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے پر فائز نہیں تھے، جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو، تو پتھر مجھے شہد دیتا ہے یا دودھ، کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، موسیٰ علیہ السلام سے افضل تھے۔ میں نے عرض کیا، آپ مجھے نصیحت فرمائیے! فرمایا، دل کو لالچ کا محل نہ بنا، معدے کو خالی رکھ، کیوں کہ ہلاکت انہیں دونوں چیزوں میں ہے اور نجات ان دونوں چیزوں کی حفاظت میں ہے۔

حضرت عبداللہ مطر رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوریحانہ ہے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک دن کشتی میں بیٹھے کچھ سی رہے تھے، سوئی دریا میں گر گئی، کہا، اے خدا! میں قسم دیتا ہوں کہ میری سوئی مجھے واپس دے دے۔ ان کی سوئی دریا سے باہر آئی، ہاتھ بڑھایا اور لے لیا۔ دریا میں تلاطم پیدا ہوا، کہا، اے دریا! پرسکون ہو جا، تو غلام حبشی کا محکوم ہے۔ دریا میں سکون پیدا ہو گیا۔

حضرت کرز بن وبرہ العابد رضی اللہ عنہ

آپ کوفی ہیں۔ جرجان کے رہنے والے تھے۔ ہامات میں ان کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت مالک بن انس سے حدیثوں کا سماع کیا۔ ان کی کنیز سے پوچھا، کہ وہ کہاں سے خرچ کرتے ہیں؟ جواب دیا، جب میں ان سے کچھ مانگتی تھی، تو کہتے تھے، فلاں دن، دوسرے دن جاتی تھی اور جو چیز میں مانگتی تھی اس دن بھی نہ پاتی، کسی جرجانی کا بیان ہے کہ، میں نے خواب میں دیکھا، کہ جرجان کے قبرستان سے گزر رہا ہوں، تمام مردے سفید کپڑے پہنے ہوئے

بیٹھے تھے۔ مردوں نے کہا، کہ کرز بن وبرہ کی آمد کی بنا پر سفید لباس پہنایا گیا ہے۔

حضرت مورق العجلی رضی اللہ عنہ

آپ تابعی، بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ان سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا نفقہ اپنے سرہانے پاتے تھے۔

حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ

لوگ بیان کرتے ہیں، کہ شیبان بکریاں چراتے تھے، جب جمعہ کا دن آتا، بکریوں کے ریوڑ کے چاروں طرف اپنے عصا سے لکیر کھینچ دیتے اور نماز جمعہ کے لیے چلے جاتے، جب تک آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس نہ آجاتے، بکریاں لکیر سے باہر نہ نکلتیں۔

ایک بار آپ کو غسل جنابت کی ضرورت ہوئی، پانی موجود نہ تھا، جس سے غسل کرتے، بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور برسا، جس میں آپ نے غسل کر لیا، پھر وہ بادل اڑ گیا۔ وہ بیان کرتے ہیں، ان کو ایک گھر میں قید کر دیا گیا، دروازہ بند کر دیا گیا، جب دروازہ کھولا گیا، تو آپ گھر کے اندر موجود نہ تھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، میں اور شیبان دونوں حج کے ارادے سے نکلے، ایک دن راستے میں ہمارے سامنے ایک شیر آیا، میں نے شیبان سے کہا، میں اس کتے کو دیکھ رہا ہوں، جس نے ہمارا راستہ روک لیا ہے، شیبان نے کہا، اے سفیان! تم خوف نہ کرو، پھر اس شیر کو آواز دی، وہ شیر کتے کی طرح دم ہلانے لگا۔ شیبان نے اس کا کان پکڑ کر اٹھایا، میں نے شیبان سے کہا، یہ کیسی شہرت ہے؟ جواب دیا، اے ثوری! اگر میں شہرت کو برا نہ سمجھتا، تو اس شیر کی پیٹھ پر سوار ہو کر مکہ تک جاتا۔

حضرت خواجہ حازم مکی رضی اللہ عنہ

مجاہدہ اور مشاہدہ میں بڑی شان رکھتے تھے۔ آپ بہت زیادہ مشائخ کے پیشوا ہیں۔ لمبی عمر پائی۔ اکابر تابعین میں تھے۔ بہت سے صحابہ مثلاً انس بن مالک، ابوہریرہ وغیرہ کی زیارت کی تھی۔ آپ کی بات سب کے نزدیک مقبول اور تمام مشکلات کی کنجی تھی۔ آپ نے تصوف کے بارے میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے، جسے تذکرۃ الاولیا میں پڑھنا چاہیے۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے پوچھا، میں کس طرح نجات پاؤں گا؟ جواب دیا، جو درہم کسی جگہ حاصل کرے جائز طریقہ پر حاصل کر اور اس جگہ خرچ کر جو حق ہو۔

حضرت خواجہ یوسف اسباط رضی اللہ عنہ

مراۃ الاسرار میں شیخ عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں، آپ بڑے عابد و زاہد تھے۔ زہد میں سب سے افضل تھے۔ تابعین میں سے تھے۔ آپ کو مراقبہ، محاسبہ میں کمال حاصل تھا اور اپنی معرفت اور حالت قلبی کو بہت چھپاتے تھے۔

ریاضت بہت کرتے تھے اور قطعی طور پر تارک الدنیا تھے۔ ستر ہزار درہم میراث میں پایا، لیکن اس سے اپنی ذات پر کچھ خرچ نہیں کیا۔ کھجور کے پتوں کو جمع کر کے بیچتے، اس قیمت کو کھاتے، پیتے، چالیس سال ایک ہی لباس میں گزار دیے۔ فرمایا، نماز با جماعت فرض نہیں، لیکن طلب حلال فرض ہے۔ آپ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ عبداللہ حسین رضی اللہ عنہ

آپ بڑے عابد، زاہد، صوفی، متورع، متوکل تھے۔ رزق حلال کے بارے میں بہت احتیاط کرتے، خواجہ یوسف اسباط کی صحبت میں رہتے۔ کوفہ کے باشندے تھے۔ سفیان ثوری کا مسلک فقہ رکھتے تھے۔ آپ کا قول ہے، چار چیزوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے، آنکھ، زبان، دل، نفس، ان چیزوں کو بے جا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ فتح علی بن علی الموصلی رضی اللہ عنہ

موصل کے بزرگان متقدمین میں سے ہیں۔ بشر حافی کے معاصر تھے۔ ترک و توکل کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ نفحات الانس میں لکھا ہے، بشر حافی سے سات سال پہلے آپ عید الاضحیٰ کے دن گلیوں میں گھوم رہے تھے، دیکھا کہ لوگ قربانی کر رہے ہیں، فرمایا، پروردگار تو جانتا ہے، کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، جسے تیری راہ میں قربان کروں، مگر یہ جان رکھتا ہوں، پس اپنی انگلی کو گردن پہ رکھا اور گر گئے۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا، تو آپ انتقال کر چکے تھے اور آپ کے گلے پر سبز لکیر ظاہر تھی۔ ۲۱۰ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ (۶۱)

حضرت خواجہ ابو ہاشم صوفی رضی اللہ عنہ

آپ سفیان ثوری کے ہم عصر تھے۔ سفیان ثوری کہتے تھے، جب تک میں نے ابو ہاشم کو نہ دیکھا تھا، مجھے معلوم نہیں تھا، کہ صوفی کون ہوتا ہے؟ آپ سے پہلے بزرگان دین صوفی مشرب تھے۔ زہد و ورع اور معاملات میں نیک طریقت، توکل اور طریقہ محبت رکھتے تھے۔ لیکن انہیں صوفی نہیں کہا جاتا تھا، صوفیت کا اظہار ابو ہاشم سے ہوا۔ (آپ پہلے شخص ہیں، جنہیں صوفی کہا گیا) اسی طرح مشائخ کی خانقاہوں کی ابتدا بھی آپ کی خانقاہ سے ہوئی۔ دو فقیر رملہ میں فروکش ہوئے اور آپس میں انتہائی اخلاص کا اظہار کیا۔ حاکم رملہ کو ان کا اخلاص پسند آیا، ایک سے پوچھا، دوسرے کے ساتھ تیری کیا نسبت ہے؟ اس نے کہا، کوئی نسبت نہیں۔ پوچھا، وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ جواب دیا، مجھے معلوم نہیں۔ حاکم مزید خوش ہوا، پوچھا، پھر باہم یہ الفت کس وجہ سے ہے؟ جواب دیا، الفت اس فرقہ کا طریقہ ہے۔ پھر امیر نے ایک خانقاہ بنائی اور فقیروں کی رہائش کے لیے وقف کر دی۔ (۶۲)

حضرت خواجہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ

یک دن آپ نے مسجد میں پہلے بایاں پیر رکھا، ندا آئی، اے ثورا! (بیل) ثوری مت کرو یعنی بیلوں کی طرح نہ

چلو، یہ کلمہ سنتے ہی بے ہوش ہو گئے اور رونے لگے، اسی دن سے اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں، لوگ آپ کو امیرالمومنین کہتے تھے، کیوں کہ آپ حقیقتاً خلیفۂ حق تھے۔ آپ پانچ مجتہدین میں سے ایک تھے، یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری۔ ورع وتقویٰ، آداب، تواضع اور قبولیت، علم ظاہری وعلم باطنی میں آپ کی کوئی نظیر نہ تھی۔ ایک مرتبہ بادشاہ حالت نماز میں ہاتھ ڈاڑھی پر لے گیا، امام ثوری نے منع کیا، بادشاہ غصہ ہوا اور دل میں تہیہ کر لیا، کہ ثوری کو سولی پر چڑھا دے گا، ثوری نے دعا کی بادشاہ اور اعیان سلطنت وارکان دولت بجلی کی کڑک سے ایک ساتھ زمین میں دھنس گئے۔

ایک شخص کا حج فوت ہو گیا، اس نے آہ سرد کھینچی، سفیان ثوری نے کہا، میں نے چار حج کیے ہیں، چاروں حج اس آہ کے عوض میں تمہیں دیتا ہوں، یہ سودا ہو گیا، رات میں انہیں بشارت دی گئی، تم نے ایسا سودا کیا ہے، کہ اگر اسے تمام اہل عرفات پر تقسیم کر دیا جائے، تو سب کے سب دولت مند ہو جائیں۔

آپ کے کمالات حدوحساب سے زیادہ ہیں۔ ۱۷۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (۶۳)

حضرت خواجہ بشر حافی رضی اللہ عنہ

مجاہدہ اور عرفان میں بے نظیر تھے۔ تذکرۃ الاولیا میں شیخ عطار لکھتے ہیں، اپنے ماموں کے مرید تھے، صاحب نفحات الانس کے مطابق شیخ فتح موصلی کے مرید تھے۔ ابتدائی عمر میں شراب نوشی کرتے تھے۔ ایک دن ایک گلی سے گزر رہے تھے، کاغذ کا ایک ٹکڑا دیکھا، جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا، اس پرچہ کو تعظیماً اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا، کہنے والا کہہ رہا تھا، کہ بشر حافی سے کہو، تو نے میرے نام کی حفاظت کی ہے، میں تیرے نام کی حفاظت کروں گا، تو نے میرے نام کو پاک کیا، میں بھی تیرے نام کو پاک کروں گا۔ پھر بشر حافی اپنے مجاہدات کی بنا پر تصرف کے اس بلند مقام پر پہنچ گئے، آپ پیروں میں جوتے نہیں پہنتے، اس لیے کہ بادشاہ اعظم کے فرش پر جوتا پہن کر چلنا گستاخی ہے، چالیس سال تک کسی چوپائے نے آپ کے شہر کے کوچہ وبازار میں پاخانہ نہ کیا کہ کہیں بشر حافی کے پیروں میں نجاست نہ لگ جائے۔

ان کی وفات کے بعد ایک بزرگ نے پوچھا، خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا، اس نے مجھ پر اس وجہ سے عتاب کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرا، تجھے معلوم نہیں کہ میں کریم ہوں۔

ایک قول کے مطابق ۲۲۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ (۶۴)

حضرت داؤد بلخی رضی اللہ عنہ

آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں ہیں۔ مرأۃ الاسرار میں لکھا ہوا ہے کہ خواجہ ابراہیم ادہم کہتے ہیں، میں کوفہ اور مکہ کے درمیان ایک ایسے شخص کا مصاحب ہوا، جو شام کی نماز کے بعد زیر لب گفتگو کرتا، اس کی داہنی جانب سے کھانے کا پیالا اور پانی کا کوزہ آتا، اس میں سے مجھے بھی دیتا، میں نے یہ واقعہ ایک شیخ طریقت سے بھی بیان کیا، تو انہوں نے

کہا، وہ بزرگ برادر طریقت داؤد بلخی ہیں۔ انہوں نے تجھے کیا سکھایا؟ میں نے کہا، اسم اعظم، انہوں نے پوچھا، اسم اعظم کیا ہے؟ میں نے کہا، وہ چیز اس سے بزرگ تر ہے کہ میں اسے زبان پر لاؤں۔ (۶۵)

حضرت ابو شقیق بن سلمہ کوفی رضی اللہ عنہ

حضرات تابعین میں سے ہیں۔ نوحہ سنتے اور روتے۔

حضرت خواجہ منصور عمار رضی اللہ عنہ

لوگوں نے آپ کی اصل مرو، پوشنگ اور بصرہ بیان کی ہے۔ مرأۃ الاسرار میں لکھا ہے، آپ حکمائے مشائخ میں تھے۔ بڑی عمدہ باتیں کرتے، آپ کے وعظ میں بڑا اثر ہوتا، جب وفات پائی، لوگوں نے ان سے خواب میں پوچھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے نوازا اور مجھے ساتویں آسمان میں منبر پر بیٹھایا اور فرمایا، تو وہاں میرے بارے میں جو کچھ بیان کرتا تھا، یہاں بھی وہی بات بیان کر کہ فرشتے تمہاری زبان سے سنیں اور میں بھی سنوں۔ (۶۶)

حضرت خواجہ حارث محاسبی رضی اللہ عنہ

آپ بڑے علما و مشائخ اور قدما صوفیا میں سے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم کے ماہر، تصانیف کثیرہ کے مصنف تھے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے، بغداد میں وفات پائی، توحید، تجرید میں مخصوص تھے۔ آپ کے نزدیک رضا احوال سے ہے، مقامات سے نہیں ہے۔ کشف المحجوب میں آپ کو بارہویں فرقہ صوفیہ میں صاحب مذہب صوفی لکھا ہے۔ آپ حالات و واقعات کے محاسبہ میں بہت مبالغہ کرتے، اس بنیاد پر لوگ آپ کو محاسبی کہتے تھے اور عبداللہ بن خفیف، جنید بغدادی، شیخ رویم، ابن عطاء، عمرو بن عثمان مکی، یہ پانچوں بزرگ جن کی لوگ اقتدا کرتے ہیں اور جن سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ حارث محاسبی کو اپنا مقتدا سمجھتے ہیں۔ ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ (۶۷)

حضرت خواجہ احمد بن عاصم انطاکی رضی اللہ عنہ

مرأۃ الاسرار میں تحریر کیا ہے، آپ کبار اولیا میں تھے اور بڑے عالم۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے، لمبی عمر پائی تھی۔ تبع تابعین کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ابوسلیمان دارانی آپ کو جاسوس القلوب کہتے تھے۔ فراست علم کی بنا پر آپ کے بلند مرتبہ اقوال اور نادر صوفیانہ ارشادات ہیں، آپ حارث محاسبی کے مرید تھے، خواجہ احمد بن حواری کے استاذ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ (۶۸)

حضرت خواجہ ابوالعباس احمد بن مسروق رضی اللہ عنہ

طوس میں پیدا ہوئے، بغداد میں مقیم رہے، حارث محاسبی، سری سقطی، محمد منصور، محمد بن حسین کے شاگرد

تھے۔ آپ ابوعلی رودباری کے استاذ تھے۔ تذکرۃ الاولیا میں مرقوم ہے کہ آپ بالاتفاق خدا کے تمام ولیوں میں سے ایک ولی تھے۔ قطب المدار سے محبت رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا، اس زمانے کا قطب المدار کون ہے؟ انہوں نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ بالیقین ان کے زمانے میں دوسرا کون قطب المدار ہو سکتا تھا؟ آپ کے کمالات بہت بلند ہیں۔ ۲۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ محمد واسع رضی اللہ عنہ

آپ نے بہت سے تابعین کو دیکھا، فیض اٹھایا اور متقدمین مشائخ سے ملاقاتیں کیں، شریعت وطریقت میں بے نظیر زمانہ تھے۔ آپ اتنی ریاضت فرماتے، کہ سوکھی روٹی پانی میں تر کر کے مختصر تناول فرماتے اور کہتے، اے خدا! تو مجھے گرسنہ اور برہنہ رکھ جیسا کہ دوستوں کو رکھتا ہے، مجھے وہ مقام کیوں نہیں عطا کرتا کہ میرا حال دوستوں کے حال کی طرح نہیں ہے۔

ایک دن آپ کے لڑکے نے فخر و نازکی چال چلی، فرمایا، تمہاری ماں بائیس درہم میں خریدی ہوئی کنیز تھی اور تمہارا باپ خلائق میں بدترین آدمی ہے، پھر یہ خرام ناز کیوں ہے؟ آپ کے کمالات بہت بلند ہیں، حسن بصری کے ہم عصر تھے، جب آپ پر بھوک کا شدید غلبہ ہوتا، حسن بصری کے گھر جاتے، وہاں جو کچھ ملتا، تناول فرماتے، جب حسن بصری آتے، آپ کے اس حال کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن احمد عبداللہ اسدی رضی اللہ عنہ

کرامت اولیا میں لکھا ہوا ہے، فاضل، فقیہ اور شیخ وقت تھے۔ ایک دن بادشاہ کے دربار میں قاضی موصل سے ان کا مناظرہ ہوا، انہوں نے کہا، اے قاضی! مباہلہ ہونا چاہیے، مجادلہ اور مباحثہ نہیں ہونا چاہیے، تاکہ حق ظاہر ہو، آپ نے ایسا ہی کیا، جب قاضی گھر پہنچا، جس ہاتھ سے مباہلہ کیا تھا، قاضی کا وہ ہاتھ کالا ہو گیا اور سوج گیا، دوسرے ہی دن مر گیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ مباہلہ کیا ہے اور اہل بیت کو اس بات کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ

ہفت اقلیم میں لکھا ہے، انسانی فضائل و اعمال کی کثرت و وسعت میں اپنے تمام معاصرین میں امتیاز رکھتے تھے۔ آپ کو عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ کی صحبت کا فخر حاصل ہے۔ رضوان اللہ علیہم۔ ۲۷ صحف الٰہی کا مطالعہ کیا۔ (۶۹)

حضرت ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

آپ اپنے زمانے کے مشہور علما میں تھے ہفت اقلیم میں لکھا ہوا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک آپ پہلے شخص

ہیں، جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلی کتاب تصنیف کی۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

احوال حضرات قراء سبعہ رضی اللہ عنہم

موج :۔ ہفت کواکب آسمان قرأت، ہفت آسمان کواکب ہدایت، ہفت دریائے تحقیقات کلام الٰہی، ہفت اقلیم دریائے ناتمناہی، والیان ولایت منجلی و مستولی، حضرت نافع و عبداللہ و عمرو دمشقی و عاصم و حمزہ و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ تمام اہل کمال تابعین اور عالی احوال ہیں۔ کاشف اسرار، سالک اطوار، مقبول ابرار ہیں۔

قاری اول از قراء سبعہ حضرت نافع مدنی بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم مولا رضی اللہ عنہ

آپ جعونہ بن شعوب لیثی کے آزاد کردہ غلام ہیں، جو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف اور ہم سوگند تھے۔ نافع کی اصل خاک اصفہان سے ہے، کنیت ابورویم ہے، ایک قول کے مطابق عبدالحسن ہے، دوسرے قول کے مطابق ابوعبدالرحمٰن اور بعض لوگ ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی، نافع علیہ الرحمہ نے پانچ آدمیوں سے فن قرأت سیکھا، ایک ابوجعفر یزید بن قعقاع القاری، دوسرے ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، تیسرے شیبہ بن نصاح القاضی، چوتھے ابوعبداللہ مسلم بن جندب ہندوی، پانچویں ابوروح یزید بن رومان۔ ان پانچوں حضرات نے ابوہریرہ، ابن عباس، عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ، سے علم حاصل کیا اور ان حضرات نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ نافع کے شاگردوں اور راویوں میں دو شخص قالون اور ورش مشہور ہیں۔ قالون کا نام عیسیٰ بن میناء مدنی زرقی، وہ زہریئن کے آزادہ کردہ غلام ہیں، عربیت کے معلم تھے۔ کنیت ابوموسیٰ اور قالون لقب تھا، لوگ کہتے ہیں، جودت قرأت کی بنا پر حضرت نافع نے آپ کو قالون کے لقب سے پکارا، اس لیے کہ رومی زبان میں قالون کے معنیٰ جید (عمدہ) ہیں۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں تقریباً ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

ورش کا نام عثمان بن سعید مصری ہے، آپ کی کنیت ابوسعید ہے، سفید رنگت کی وجہ سے آپ کا لقب ورش پڑ گیا۔ ورش لغت میں ایسی چیز کو کہتے ہیں، جو دودھ سے بنائی جاتی ہے، آپ کی وفات مصر میں ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

قاری دوم از قرائے سبعہ حضرت ابن کثیر مکی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن کثیر داری ہے۔ آپ عمر بن علقمہ کنانی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور داری عطار (دوافروش) کو کہتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابومعبد ہے۔ تابعی ہیں۔ وفات مکہ معظمہ میں ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے تین لوگوں سے قرأت سیکھی (۱) عبداللہ بن سائب مخزومی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۲) مجاہد بن جبر ابوالحجاج جو قیس بن سائب کے آزاد کردہ غلام تھے (۳) درباس جو ابن عباس کے غلام ہیں۔ عبداللہ بن سائب نے علم قرأت بلاواسطہ ابی بن کعب سے حاصل کیا ہے، مجاہد اور درباس نے عبداللہ بن عباس سے علم قرأت اخذ کیا اور انہوں نے ابی بن کعب اور

زید بن ثابت سے اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ ابن کثیر کے مشہور تلامذہ اور راوی (۱) قنبل جو چار واسطوں سے ابن کثیر تک پہنچتے ہیں، اس کی سند یہ ہے قنبل نے قرأت سیکھی علی ابی الحسن احمد بن محمد بن عون القواش سے، علی ابوالحسن نے ابوالاخریط وہب بن واضح سے، انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ قسط سے، انہوں نے شبل بن عباد اور معروف بن مشکان سے، ان دونوں نے ابن کثیر سے۔

قنبل کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید بن جرجہ مکی مخزومی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعمرو اور لقب قنبل ہے، لوگ کہتے ہیں، مکہ معظمہ میں ایک محلہ ہے، جس کے باشندے قنابلہ سے مشہور ہیں، آپ نے مکہ مکرمہ میں ۲۸۰ھ کے بعد وفات پائی۔

(۲) دوسرے راوی بزی ہیں، جو عکرمہ بن علیمان بن عامر سے، وہ اسماعیل بن عبداللہ قسط سے اور وہ بے واسطہ ابن کثیر سے، بزی کا نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن القسم بن نافع بن ابی بزل موذن مکی، جو بنی مخزوم کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور بزی سے مشہور ہیں، مکہ میں ۲۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

قاری سوم از قرائے سبعہ حضرت ابوعمرو بصری رضی اللہ عنہ

نام ونسب اس طرح ہے، ابوعمرو بن علاء بن عمار بن عبداللہ بن الحصن بن حارث بن جلہم بن خزاعی بن مازق بن مالک بن عمرو بن تمیم۔ لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کا نام زبان یا عریان یا یحییٰ ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں، کہ ابوعمرو کنیت ہی ان کا نام ہے، آپ کی وفات شہر کوفہ میں ۱۵۴ھ میں ہوئی۔ آپ نے علم قرأت اہل حجاز اور اہل بصرہ سے سیکھا، اہل حجاز میں سات شخص مکی ہیں اور تین لوگ مدنی ہیں۔ مکہ والوں کے ناموں کی تفصیل یہ ہے (۱) مجاہد (۲) سعید بن جبیر (۳) عکرمہ بن خالد (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) عبداللہ بن کثیر (۶) محمد بن عبدالرحمن بن محیص (۷) حمید بن قیس الاعرج۔ مدنی اساتذہ کے ناموں کی تفصیل یہ ہے (۱) یزید بن قعقاع القاری (۲) یزید بن رومان (۳) شیبہ بن نصاح۔ آپ نے اہل بصرہ سے بھی علم قرأت پڑھا، ان میں (۱) حسن بن ابوالحسن بصری (۲) یحییٰ بن یعمر اور ان کے علاوہ حضرات سے بھی۔ یہ حجازیوں اور بصریوں کی دونوں جماعتیں اصحاب اخیار اور تابعین ابرار سے روایت کرتی ہیں۔ حضرت ابوعمرو سے روایت کرنے والے (۱) ابوعمرو حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان ازدی دوری "دور" بغداد شریف میں ایک موضع ہے، آپ کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی۔ (۲) ابوشعیب آپ کا نام صالح بن زیاد بن عبداللہ بن اسماعیل سبتی سوسی۔ آپ کی وفات بمقام خراسان ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ یہ دونوں ابومحمد یحییٰ بن مبارک عدوی یزیدی سے مشہور ہیں۔ یہ نسبت یزید بن منصور خالوی مہدی کی طرف ہے جو عباسی خلفاء میں ہیں اور یزیدی نے ابوعمرو بصری سے روایت کی ہے۔

چہارم از قرائے سبعہ حضرت ابن عامر شامی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن عامر یحصبی ہے، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں دمشق کے قاضی تھے۔ آپ کی

کنیت ابوعمران ہے اور تابعین میں سے ہیں۔ تمام قرائے سبعہ میں آپ (ابن عامر) اور ابوعمرو بصری کے علاوہ کوئی دوسرا عربی نہیں، باقی پانچوں موالی عجمی النسل ہیں۔ وفات دمشق کے اندر ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ حضرت ابودرداء سے قرأت کا علم حاصل کیا اور انہوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ نیز مغیرہ بن شہاب مخزومی سے، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے۔ ابن عامر سے روایت کرنے والوں میں ایک ابن ذکوان ہیں، ان کا نام عبداللہ احمد بن بشیر بن ذکوان قریشی دمشقی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعمر ہے، دمشق میں آپ کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ وہ قرأت کی روایت یوب بن تمیم تمیمی اور وہ یحییٰ بن حارث ذماری، وہ ابن عامر سے۔ (۲) ہشام بن عمار بن نصیر بن امان بن میسرہ سمی قاضی دمشق۔ کنیت ابوالولید ہے۔ دمشق میں ۲۴۵ھ میں وفات ہوئی۔ وہ روایت کرتے ہیں، عراک بن خالد مزی سے، وہ یحییٰ بن ذماری سے اور وہ ابن عامر سے۔

قاری پنجم از قرائے سبعہ حضرت عاصم کوفی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عاصم بن ابی نجود ہے، کہا جاتا ہے، ابونجود کا نام بہدلہ تھا۔ لوگوں کا بیان ہے، ابونجود کا نام عبد تھا۔ عاصم کی ماں کا نام بہدلہ تھا۔ آپ نصر بن قعین اسدی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کنیت ابوبکر ہے۔ تابعی ہیں۔ آپ حارث بن حسان وافد (قاصد) بنی بکر سے ملحق ہوئے ہیں۔ وفات کوفہ میں ۱۲۸ھ یا ۱۲۷ھ میں ہوئی۔ آپ نے قرأت کا علم ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمی سے حاصل کیا۔ انہوں نے ابومریم زر بن حبیش سے اور ابوعبدالرحمٰن نے عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، زید بن حارث، عبداللہ بن مسعود سے۔ ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ زر بن حبیش نے قرأت کا علم عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود سے، ان حضرات نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ آپ سے علم قرأت روایت کرنے والوں میں ایک ابوبکر شعبہ بن عیاس بن سالم کوفی اسدی ہیں، جو بنی اسد کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں، آپ کا نام سالم ہے۔ کہتے ہیں، کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، جو بلاواسطہ حضرت عاصم کے شاگرد ہیں۔ آپ کی وفات کوفہ میں ۱۹۴ھ میں ہوئی۔

عاصم کے دوسرے شاگرد حفص بن سلیمان بن مغیرہ سد بزاز کوفی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعمرو ہے اور حفص کے نام سے معروف ہیں۔ حضرت وکیع نے آپ کے بارے میں فرمایا، کہ ثقہ ہیں، ابن معین کہتے ہیں، آپ قرأت میں ابوبکر شعبہ سے افضل ہیں۔ وفات تقریباً ۱۹۰ھ میں واقع ہوئی اور آپ بلاواسطہ عاصم کے شاگرد ہیں۔

قاری ششم از قرائے سبعہ حضرت حمزہ صوفی رضی اللہ عنہ

نام حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل زیات غرضی تمیمی۔ آپ بنی تمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کنیت ابوعمارہ ہے۔ آپ کی وفات خلیفہ ابوجعفر منصور کے زمانے میں بمقام حلوان ۱۵۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک بڑی جماعت سے قرأت کا علم حاصل کیا۔ ان میں ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قاضی، حمران بن اعین، ابواسحاق سبیعی، منصور بن معتمر، مغیرہ بن مقسم، جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت اعمش نے علم قرأت یحییٰ بن

وثاب اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی ایک جماعت سے مثلاً علقمہ، اسود، عبید بن فضیلہ خزاعی، زر بن حبیش، ابوعبدالرحمن سلمی وغیرہم۔ ان حضرات نے ابن مسعود سے فن قرأت سیکھا ہے اور ابن مسعود نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ کے شاگردوں میں ایک شاگرد خلف بن ہشام بزاز ہیں۔ کنیت ابومحمد ہے، آپ افصح لوگوں میں ہیں۔ جہمیوں کے دور میں پوشیدگی کی حالت میں بمقام بغداد شریف ۲۲۹ھ میں وفات ہوئی۔

دوسرے شاگرد خلاد بن خالد ہیں۔ بعض کہتے ہیں، خالد بن خلید ہیں، انہیں ابن عیسیٰ صیرفی کوفی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ، وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ منقول ہے ان دونوں حضرات نے ابوعیسیٰ سلیم بن عیسیٰ حنفی کوفی سے اور انہوں نے حمزہ سے، سلیم کی وفات کوفہ میں ۱۸۸ھ میں یا ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

قاری ہفتم از قرائے سبعہ حضرت کسائی کوفی نحوی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علی بن حمزہ ہے، بنی اسد کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ چوں کہ آپ نے حج میں کمبل کا احرام باندھا تھا، اسی بنیاد پر کسائی مشہور ہوئے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ وفات جورہی کے مواضعات میں سے ایک موضع زنبویہ میں اس وقت ہوئی جب وہ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ خراسان کے سفر میں تھے۔ ۱۸۹ھ میں یہ سانحہ ارتحال پیش آیا۔ آپ نے فن قرأت حمزہ بن حبیب زیات، عیسیٰ بن عمرو ہمدانی، محمد بن ابی یعلیٰ وغیرہ مشائخ کوفہ سے حاصل کیا، لیکن آپ کی قرأت کا اعتماد واختیار حمزہ کی قرأت پر ہے۔

آپ کے شاگردوں میں مشہور شاگرد ابوعمرو حفص بن عمرو دوری نحوی ہیں۔ ابوعمرو دوری کا سن وفات اوپر لکھا جا چکا ہے۔ دوسرے راوی ابوالحارث لیث بن خالد بغدادی ہیں۔

موج :۔ احوال حضرات فقہاء سبعہ رضی اللہ عنہم

ہفت صفات ایمان، ہفت خوان تحقیقات حدیث وقرآن، ہفت حروف عبادت حق، ہفت فقیہ شریعت مطلق، ہفت روز سال وماہ شرع ہفت خوشہ نخل اصول وفرع، متشرعان وموحدان وحید، حضرت خارجہ وقاسم وعروہ وسلیمان وابوبکر وعبداللہ وسعید رضوان اللہ علیہم اجمعین:

(۱) حضرت خارجہ بن زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہیں۔ بلند مرتبہ تابعی تھے۔ آپ کے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکابر اہل علم صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا "افرضکم زید" یعنی زید مسائل میراث تمہارے درمیان زیادہ جانتے ہیں۔ خارجہ نے حضرت عثمان بن عفان کا زمانہ پایا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ خارجہ بن زید نے کہا، کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں نے ستر زینے تعمیر کیے پھر نیچے گرا، اس سال ہجری عمر کے ستر سال پورے ہوئے اور اسی سال ۹۹ھ یا ۱۰۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۲) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

سفینۃ الاولیا میں شہزادہ داراشکوہ نے لکھا ہے، آپ اجلہ تابعین میں سے اور مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں ایک ہیں۔ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تربیت پائی۔ یحییٰ بن معاذ نے کہا، میں نے شہر مدینہ میں کسی کو قاسم بن محمد سے افضل نہیں دیکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے، اگر امر خلافت میرے ہاتھ میں ہوتا، تو میں قاسم کو خلیفہ بناتا، امام مالک کہتے، آپ اس امت کے فقیہ ہیں۔ امام جعفر صادق کے نانا ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں پیروں کا جو شجرہ لکھا جاتا ہے، حضرت امام جعفر صادق کو قاسم بن محمد بن ابی بکر تک پہنچاتے ہیں اور ان کو سلمان فارسی تک اور ان کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک۔ حضرت علی کی طرف محمد بن ابی بکر کی نسبت متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) کی جاتی ہے۔

۱۰۷ھ یا ۱۰۸ھ یا ۱۰۱ھ میں مکہ و مدینہ کے درمیان وفات پائی۔

(۳) حضرت ابوعبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں ہیں۔ آپ کے والد حضرت زبیر بن عوام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ کے لڑکے تھے۔ آپ کی ماں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء تھیں۔ حضرت عروہ، حضرت عبداللہ بن زبیر دونوں ایک ماں سے تھے، حضرت مصعب بن زبیر دوسری ماں سے تھے۔ حضرت عروہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں سنی تھیں۔ ابن شہاب زہری اور ان کے علاوہ محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ بڑے عالم اور صالح مرد مومن تھے۔ آپ کے پیر میں مرض اکلہ (زہریلا پھوڑا) پیدا ہوگیا، اس وقت آپ ملک شام میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس تھے، طبیبوں نے مرض کی خطرناک صورت حال دیکھ کر پاؤں کاٹنے کا فیصلہ کیا، ولید نے قطع رجل کا مشورہ دیا، شیخ نے منظور نہ کیا، جراح آیا، شیخ ولید کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہوئے، اس حال میں جراح نے پاؤں کاٹ دیا، آپ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی اور چہرے پر شکن نہ آنے دی، پاؤں کاٹنے کے بعد جب زخم کو داغنے کی نوبت آئی، تو مہک پھیلی، اس وقت ولید نے جانا کہ آپ کا پیر کاٹ دیا گیا اور اب زخم کو داغا جارہا ہے۔ شیخ نے زخم کے باوجود اس رات اپنی عبادت ترک نہیں کی۔ پاؤں کٹنے کے بعد بیس سال تک زندہ رہے۔

جب آپ کے بھائی عبداللہ بن زبیر کو حجاج نے عبدالملک کے حکم سے قتل کیا اور مال و دولت حاصل کیا، عبدالملک کے پاس بھیجا، حضرت عروہ عبدالملک کے پاس آئے اور اپنے بھائی کی تلوار طلب کی، عبدالملک نے کہا، میں اتنی زیادہ تلواروں میں کس طرح تمیز کروں گا؟ حضرت عروہ نے فرمایا، کہ میں پہچان لوں گا، چنانچہ ایک تلوار کو اٹھایا، عبدالملک نے کہا، کیا تم نے پہچان لیا؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اس نے پوچھا کس طرح پہچانا؟ فرمایا، مسلمانوں کی تلوار کافروں کے ساتھ جنگ کرنے سے کند ہو جاتی ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عروہ کے کنویں سے شیریں تر کسی دوسرے کنویں کا پانی

نہیں تھا۔ ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں اپنی قیام گاہ موضع عقیق متصل مدینہ وفات پائی۔

(۴) حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے ایک ہیں۔ بلند مرتبہ، معتمد عالم، صاحب ورع، عابد و محب ہیں۔ ابن عباس، ابو ہریرہ، ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے امام زہری اور اکابر محدثین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق ۱۰۰ھ یا ۱۰۷ھ میں وفات پائی۔

(۵) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن حسام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قریشی مخزومی رضی اللہ عنہ

مدینہ کے مشہور فقیہ تھے۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئے، ۹۴ھ میں وفات پائی۔ اس سال بہت سے فقہا نے وفات پائی، امتیاز کے لیے آپ کو سید الفقہاء کہتے ہیں۔

(۶) حضرت ابوعبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔ اعلام تابعین میں سے تھے، صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت کو پایا، ان کی زیارت کی، حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ سے حدیثیں سنیں اور آپ سے ابوزیاد، زہری اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے روایت کی۔ امام زہری کہتے ہیں، میں نے علم کے چار دریا دیکھے، ان میں سے ایک ابوعبداللہ ہیں، آپ کی ملاقات سے پہلے میں نے یہ رائے قائم کر لی تھی، جتنا علم تھا، میں نے حاصل کر لیا، وہ میرے لیے کافی ہوگا، جب میں نے ابوعبداللہ سے ملاقات کی اور ان کے پاس علوم و فنون کی اتنی کثرت دیکھی، اب مجھے معلوم ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی علم نہیں۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ابوعبداللہ کی ایک مجلس مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ ۱۰۲ھ یا ۹۹ھ یا ۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد نے ۸۶ھ میں وفات پائی۔ اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ کے قبیلہ کے اکثر لوگ حرم شریف کے مجاور ہوئے ہیں۔

(۷) حضرت سعید بن مسیب بن حزن بن وہب قرشی مدنی رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں، مولوی غلام حسین جن کا تذکرہ لجۂ اولیا میں آئے گا، آپ کے احوال تحریر کرنے کے وقت یہ قطعہ لکھا ہے۔

ہفت فقہائے مدینہ بے شمار　　　داده بیک عصر ز فتوی نشان

خارجہ و قاسم و عروہ دگر باز سلیمان و ابوبکر دان،
بعد سعید است و عبداللہ است فقہ ازیشاں شدہ اندر جہان

سعید بن میتب خیر التابعین ہیں۔آپ حدیث، فقہ، زہد، عبادت، ورع کے جامع تھے۔آپ نے چالیس حج کیے تھے۔ابوسعید خدری اور ابوہریرہ سے حدیثوں کا سماع کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمرو غیرہ سے لوگ مسائل دریافت کرتے تو وہ لوگوں کو سعید بن میتب کے پاس بھیج دیتے۔

مکحول کا بیان ہے، میں نے تمام روئے زمین کی سیر کی، لیکن آپ جیسا عالم نہیں پایا، پچاس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، ان کا قول ہے کہ پچاس سال تک نماز پنجگانہ میں پہلی صف اور تکبیر اولیٰ مجھ سے فوت نہیں ہوئی۔۹۵ھ یا ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرات محدثین کرام رضی اللہ عنہم

متکلمین کلام نبوی، معلمین علوم علوی، قصائد نعت پیغمبر، فوائد آیات برتر، فردیات فردیت رسالت، رباعیات عناصر جلالت، عندلیبان روضہ قال اللہ وقال الرسول، طوطیان شکرستان روایات منقول، روائح مشام روحانیان، لوائح حقیقت نورانیان، رمز فہمان اسرار نبوت، نکتہ سنجان احکام شریعت، محاریب قنطرہ حقیقت، مقادیر منازل طریقت، محققان حقائق فرائض وسنن، مدققان دقائق روایات عن عن، کنج کلمات ہدایت آیات ہادی امم، طرق مستقیم فقہائے عرب وعجم، انفاس نفوس مقدسین، طائفہ علیہ محدثین:

حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ

جماعت محدثین میں امیر المومنین فی الحدیث اور ناصر احادیث نبویہ، ناشر مواریث محمدیہ کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔کتاب صحیح بخاری جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے، امام بخاری کی تالیف ہے، اقرب اسانید صحیحہ وہ ہیں، کہ جن حدیثوں میں امام بخاری اور پیغمبر علیہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔انہیں ثلاثیات کہتے ہیں، صحیح بخاری میں بائیس حدیثیں ثلاثیات سے ہیں، جن میں سولہ غیر مکرر ہیں۔

امام بخاری کا بیان ہے، میں نے اپنی جامع صحیح کو تین لاکھ حدیثوں سے تخریج کیا ہے اور جمہور محدثین کا قول ہے، کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے۔صحیح بخاری کے علاوہ آپ کی بہت سے تصنیفات ہیں۔

یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اکثر محدثین امام بخاری سے مقدم ہیں، راقم الحروف نے آپ کے حالات کو ماسبق محدثین پر مقدم کیا، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے محدثین کے احوال تحریر کرنے کے دوران خواب میں دیکھا، کہ تمام محدثین صف باندھے باادب کھڑے ہیں، اور امام بخاری ان سب کے آگے اس جگہ پر کھڑے ہیں، جہاں نمازیوں کے آگے امام کھڑا ہوتا ہے اور مجھ سے فرمایا، میں غریب انسان ہوں، جب میں نے یہ خواب دیکھا، مجھے یقین ہوگیا، کہ اگرچہ امام بخاری محدثین کے طبقہ اوسط میں ہیں، لیکن قبولیت اور کمالات میں سب سے افضل ہیں۔

آپ کی ولادت بمقام بخارا ۱۹۴ھ میں ہوئی، وفات ۲۵۶ھ باسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کی قبر کی مٹی مشک ہوگئی۔ (۷۰)

حضرت ابوثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمانی کلبی رضی اللہ عنہ

آپ امام شافعی کے شاگرد اور ان کے اقوال قدیم کے ناقل ہیں۔ آپ کا شمار ثقہ مامون محدثین میں ہوتا ہے۔ فقہ واحکام کی حدیثوں کے جامع ہیں، آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ پہلے اہل الرائے کے مذہب میں مشغول رہے، جب عراق میں امام شافعی کے شاگرد ہوئے، تو پہلا مذہب چھوڑ دیا اور شافعی کا مسلک اختیار کرلیا اور امام شافعی سے بہت سے علوم اور فوائد حاصل کیے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں، ابوثور میرے نزدیک صلاح وتقویٰ میں سفیان ثوری ہیں، میں ان کو پچاس سال سے احادیث میں پہچانتا ہوں، ۲۷ رصفر ۲۴۶ھ بمقام بغداد شریف وفات پائی۔

حضرت استاذ ابواسحاق ابراہیم اسفرائنی ملقب بہ رکن الدین رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، متکلم، اصولی اور نیشاپور کے اکثر علما کے استاذ ہیں، نیشاپور کے اکثر علمانے علم کلام اور اصول کی تعلیم آپ سے پائی۔ قاضی ابوطیب، علم اصول فقہ میں آپ ہی کے شاگرد تھے۔ غایت علوم کی بنا پر آپ کے اندر اجتہاد کے شرائط پائے جاتے تھے۔ ابوالقاسم قشیری، حافظ ابوبکر بیہقی، آپ کی مجلس کے حاضر باشوں میں تھے۔ ابوبکر اور دوسرے مصنفین آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ خراسان میں ابوبکر اسماعیلی، عراق میں ابومحمد صالح اور احمد سنجری کو پایا اور ان سے علم حاصل کیا۔ نیشاپور میں لوگوں نے آپ کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا۔ روز عاشورہ ۴۱۴ھ یا ۴۱۸ھ میں وفات پائی۔ (صحیح ۴۱۶ھ ہے)

حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن قاسم بن اسماعیل رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ اور محدث ہیں۔ آپ کی تصنیفات کثیر ہیں۔ کتاب "مجموع" جو عظیم کتاب ہے، مقنع اور لباب، آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ ۲۱ رربیع الآخر بدھ کی رات ۴۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بن بیہقی خسروجردی رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، مشہور محدث، تمام علوم وفنون میں یگانہ روزگار، وحید عصر، فرید دہر تھے۔ حاکم ابوعبداللہ بن ربیع محدث کے نامور شاگردوں میں ہیں۔ علم حدیث میں بڑا انہماک اور غلبہ شوق رکھتے تھے۔ جہاں کہیں کسی محدث کا پتہ چلتا، اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے۔ آپ کی تصنیفات ایک ہزار جز کی ضخامت پر مشتمل تھیں۔ آپ کی مشہور تصانیف سنن کبیر، سنن صغیر، دلائل النبوت، سنن الآثار، شعب الایمان، مناقب شافعی، مناقب احمد بن حنبل، نصوص امام شافعی دس جلدوں میں ہیں۔ ۲ ر جمادی الاولی ۴۵۸ھ بمقام نیشاپور وفات پائی۔

حضرت عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن حر بن سنان نسائی رضی اللہ عنہ

مشہور محدث اور مصر کے امام تھے۔ کتاب سنن جو حدیث کی امہات الکتب میں ہے، آپ کی تصنیف ہے۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۳۰۳ھ میں مصر سے دمشق آئے، وراسی سال وفات پائی۔ (۷۱)

حضرت ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی رضی اللہ عنہ

مشہور محدث کتاب حلیہ کے مصنف ہیں۔ ثقہ، مستند، اکابر محدثین میں سے ہیں۔ آپ کے دادا مہران مسلمان ہوئے تھے۔ ۲۱ محرام الحرام ۴۳۰ھ بروز پیر وفات پائی۔

حضرت ابوبکر بن علی بن ثابت بغدادی رضی اللہ عنہ

محدث، خطیب، صاحب تاریخ بغداد ہیں۔ تاریخ بغداد کے علاوہ دوسری مفید کتابیں تصنیف کیں، اگر دوسری مصنفات کو چھوڑ بھی دیا جائے، تو صرف تاریخ بغداد آپ کی فضیلت کی دلیل ہے۔ ۷ ذی الحجہ ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ (۷۲)

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نسب ام المومنین حضرت میمونہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے۔ اہل مکہ آپ کو پانچویں حبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ آپ زاہد اور پرہیز گار تھے۔ آپ کی مرویات کی صحت پر علما کا اتفاق ہے۔ ۷۰ حج کیے تھے۔ آپ سے شافعی، شعبہ بن حجاج، محمد بن اسحاق، ابن جریج اور زہیر بن بکار وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۱۹۸ھ میں بمقام مکہ وفات پائی۔

حضرت ابومحمد سلیمان بن مہران رضی اللہ عنہ

قبیلہ کاہل کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مشہور امام، ثقہ، عالم اور فاضل ہیں۔ حضرت انس بن مالک کی زیارت کی تھی اور آپ کا کلام سنا تھا، لیکن حضرت انس سے کوئی حدیث نہ سنی۔ جہاں بھی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، جاننا چاہیے، کہ آپ نے حضرت انس کے شاگردوں سے ان کی حدیث سن کر روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج وغیرہ سے آپ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے اکابر تابعین کو پایا تھا۔ ۱۴۹ھ یا ۱۴۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق رضی اللہ عنہ

آپ صالح، عابد، حافظ حدیث، سند حدیث عراقیوں، شامیوں اور مصریوں سے حاصل کی۔ بہت سے احکام پر

مشتمل کتاب سنن لکھ کر امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کی، انہوں نے پسند کیا، شیخ ابو اسحاق شیرازی نے طبقات فقہا میں آپ کو امام محمد کے چالیس شاگردوں میں ذکر کیا ہے۔ آپ کے فضائل ومناقب بہت ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ آپ کا مولد بغداد تھا۔ یکم شوال ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو عمرو صالح بن اسحاق جرمی نحوی رضی اللہ عنہ

آپ دیندار، زاہد، صحیح العقیدہ، پاک صاف مذہب رکھنے والے تھے۔ حدیث کی روایت کرتے تھے۔ نحو میں ایک عمدہ کتاب تصنیف کی جو "الفرخ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو محمد عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ

آپ فقیہ مالکی، مصری ائمہ عصر میں برگزیدہ امام تھے۔ ۲۰ رسال تک امام مالک کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ موطا کبیر اور موطا صغیر آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کو امام مالک نے امام کہہ کر پکارا۔ ۱۴۸ھ میں امام مالک کی خدمت سے وابستہ ہوئے۔ امام مالک جب تک زندہ رہے، صحبت سے جدا نہ ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم کی بہ نسبت ۱۰ رسال زیادہ عرصہ تک امام مالک سے حدیث کا سماع کیا، مالک کہا کرتے تھے، ابن قاسم فقیہ اور ابن وہب عالم (محدث) ہیں۔ فقہ میں آپ کی کتابیں مشہور ہیں۔ آپ مزید براں محدث بھی تھے۔ ۲۰ رشعبان المعظم ۱۹۷ھ بروز یک شنبہ مسجد میں تھے، خوف الٰہی طاری ہوا، بے ہوش ہو گئے اٹھا کر لائے گئے، ہوش میں آئے اور انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ

آپ اہل مدینہ میں تھے۔ علم حدیث امام مالک سے سیکھا۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جو براہ راست امام مالک سے حدیثوں کی روایت کرتے ہیں۔ اصحاب مالک میں سب سے افضل اور سب سے بہتر تھے۔ عبادت وریاضت کے شائق تھے۔ سال وفات معلوم نہیں۔

حضرت عبداللہ ابو محمد بن مسلم بن قتیبہ دینوری مروزی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب کتاب المعارف وادب الکاتب، فاضل، ثقہ، بغداد کے باشندے تھے۔ بغداد میں اسحاق اور آپ کے اہل طبقہ سے حدیثیں سنیں۔ آپ کی مصنفات کے نام لکھے جاتے ہیں۔ ایک زمانہ تک درس دیا۔ غریب القرآن الکریم، غریب الحدیث، علم الاخبار، مشکل القرآن، مشکل الحدیث وغیرہ کے نسخے میں نے دیکھے ہیں۔ آپ ایک زمانہ تک دینور کے قاضی تھے۔ ۱۵ رجب المرجب ۲۷۶ھ میں کلمہ پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت ابوطاہر احمد بن محمد رضی اللہ عنہ

لقب صدر الدین، اپنے زمانہ کے بے نظیر محدث کبیر تھے۔ ۵ ربیع الاول ۵۷۶ھ میں بمقام اسکندریہ رحلت کی۔

حضرت ابو یعقوب اسحاق مروزی رضی اللہ عنہ

عالم علم حدیث، فقیہ، امام المسلمین تھے۔ زہد وتقویٰ، ورع بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ امام شافعی سے علمی مناظرہ کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں، اسحاق ہمارے نزدیک امام المسلمین ہیں اور اہل بغداد کے فقیہ، آپ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ بمقام نیشاپور ۲۳۸ھ یا ۲۳۷ھ شب پنج شنبہ یا یک شنبہ انتقال کیا۔

حضرت ابوعمرو اسحاق مرار شیبانی رضی اللہ عنہ

آپ نحوی، لغوی اور ائمہ اعلام کبار سے ہیں۔ حدیث کا سماع کیا، حدیث کی روایت میں معتمد، مستند اور مشہور تھے۔ احمد بن حنبل، ملا ابوالقاسم اور یعقوب مصنف کتاب اصلاح نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی کتابیں بہت ہیں۔ چنانچہ کتاب النحل، کتاب اللغات، جوجیم سے مشہور ہے، کتاب حروف امۃ، کتاب النوادر کے تین نسخے اور کتاب غایت الحدیث وغیرہ مشہور ہیں۔ امام اسحاق، ابراہیم، ندیم موصلی، ابوالعتاہیہ ان چاروں نے بغداد کے اندر ۲۱۳ھ میں ایک ہی دن وفات پائی۔

حضرت ابوعلی حسن بن محمد صالح زعفرانی رضی اللہ عنہ

فقہ وحدیث میں امام شافعی کے شاگرد، ماہر اور کامل تھے۔ فقہ وحدیث میں عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔ تبحر عالم ہو جانے کے باوجود امام شافعی کی ملازمت ترک نہیں کی۔ آپ کا قول ہے، لوگ علم حدیث کی طرف سے خواب غفلت میں تھے، امام شافعی نے بیدار کیا، جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے اصحاب فقہ کو بیدار کیا۔ آپ ان چار آدمیوں میں ہیں، جو امام شافعی کے اقوال قدیمہ نقل کرتے ہیں اور وہ چار آدمی یہ ہیں، ابوعلی حسن، ابوثور، احمد بن حنبل، کرابیسی۔ اقوال جدیدہ کے ناقل چھ فقیہ ہیں، مزنی، ربیع بن سلیمان جیزی، ربیع بن سلیمان مرادی، حرملہ، یونس بن عبدالاعلیٰ، ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ بویطی۔ امام بخاری اپنی صحیح میں ابوداؤد، شیبانی، ترمذی اور ان کے علاوہ محدثین اپنی سنن میں آپ سے روایت کرتے ہیں، شعبان یا رمضان کی پہلی تاریخ کو ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابواحمد حسن بن عبداللہ مسند عسکری رضی اللہ عنہ

علم ادب اور علم حدیث کے امام تھے۔ آپ کی خبریں نادر اور روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ کتاب الصحیف اور دوسری بہت سی کتابیں آپ کی طرف منسوب ہیں۔ بروز جمعہ ۷ ذی الحجہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعلی محمد حسین بن مسعود فراء بغوی رضی اللہ عنہ

لقب ظہیرالدین، شافعی، فقیہ، محدث، دریائے علوم تفسیر کلام اللہ، آپ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ کے مشکل اقوال کی وضاحت فرمائی، فقہ، حدیث اور دیگر علوم کا درس بے وضو نہیں دیتے تھے۔ فقہ میں کتاب تہذیب اور حدیث میں کتاب شرح السنہ اور تفسیر میں معالم التنزیل، کتاب المصابیح اور کتاب جمع بین الصحیحین آپ کی بعض اہم تصانیف ہیں۔ زہد وقناعت کا یہ عالم تھا، کہ جو کی خشک روٹی تناول فرماتے، شاگردوں نے روغن زیتون کا اضافہ کیا۔ آپ کی ایک بیوی تھی، جب مری تو اس کی میراث نہ لی، شوال ۵۱۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت حسین بن محمد بن احمد غسانی اندلسی رضی اللہ عنہ

جلیل القدر محدث اور امام حدیث وادب تھے۔ ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوسلیمان صمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی نسبی رضی اللہ عنہ

فقیہ، ادیب، محدث اور نادر کتابوں کے مصنف تھے۔ چنانچہ غریب الحدیث اور مقالہ شرح سنن ابوداؤد اور اعلام غریب السنن، شرح البخاری وکتاب الصحاح اور کتاب شان الدعاء، کتاب اصلاح غلط المحدثین اور ان کے علاوہ کتابیں آپ کی قلمی یادگاریں ہیں۔ ربیع الاول ۳۸۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر مسلم بن عباس بن مسلم خیاط اسدی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ محدث اور مشہور عالم دین تھے۔ قرائے سبعہ میں امام عاصم قاری کی قرأت کے راوی ہیں۔ روایت میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ آپ نیک اور اخیار امت میں ہیں۔ ۱۹۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابومحمد سعید بن مبارک رضی اللہ عنہ

آپ ابوالبشر کعب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اور دیبان نحوی بغدادی کے نام سے مشہور ہیں۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ شرح ایضاح، اور تکملہ ۴۰ رجلد میں ہے۔ فصول اکبری، صغری، نحو وصرف میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ پنج شنبہ کی شب ۲۶ رجب المرجب ۴۹۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالملک بن عمرو کوفی قطنی قرشی رضی اللہ عنہ

آپ کبار اہل کوفہ اور مشاہیر تابعین میں سے تھے۔ حضرت علی مرتضی کو دیکھا، جابر بن عبدالملک سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۳۶ھ میں بعمر ایک سو سال وفات پائی۔

حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک رضی اللہ عنہ

آپ شافعی فقیہ ہیں۔ فقہ، تفسیر، حدیث، اصول، تصوف میں علامہ وقت، نادر دہر تھے اور آپ نے شریعت وحقیقت کو اپنی ذات میں جمع کیا۔ شیخ حسن بن علی دقاق کے مرید تھے۔ ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالغافر بن اسماعیل رضی اللہ عنہ

حافظ حدیث، عربی ادب کے امام تھے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن ختم کیا۔ آپ کی نانی فاطمہ بنت ابوعلی دقاق ہیں۔ مفہم شرح صحیح مسلم، تاریخ نیشاپور اور فن غریب الحدیث میں مجمع الغرائب آپ کی تصنیفات ہیں۔ ۵۲۹ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت ابوالوقت عبدالاول بن ولی عبداللہ عیسیٰ رضی اللہ عنہ

آپ حدیث میں عالی اسناد تھے اور مصنف صحیح بخاری کے نزدیک ضعیف، مدینہ منورہ میں ۲۱ رشوال المکرم ۵۵۲ھ بروز سہ شنبہ وفات پائی۔

حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن یوسف رضی اللہ عنہ

آپ عتبہ بن ابی سفیان کی اولاد سے ہیں۔ بڑے صالح اور عبادت گزار تھے۔ شہروں کی سیاحت کی۔ محدثین سے حدیثیں سنیں اور معرفت حاصل کی۔ وطن لوٹ کر گوشہ تنہائی اختیار کرلیا۔ لوگوں کو آپ سے بڑی عقیدت تھی عام آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوذر عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت زرارہ ہمدانی کوفی کے نواسے تھے۔ صالح، عابد، باوقار اور باعزت تھے۔ لوگ آپ سے اکثر حدیثیں روایت کرتے تھے۔ آپ کے لڑکے بھی صاحب عبادت وبرکت، وافر الطاعت اور کثیر السعادت تھے۔ جب انتقال کیا تو ان کے والد بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا، میرا رونا تجھ پر اور تیری جدائی پر نہیں ہے کیوں کہ مجھے اللہ کے سوا کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس بات پر غور کررہا ہوں کہ تم پر کیا حال گزرا اور تم نے نکیرین کو کیا جواب دیا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ تم پر فضل کرے۔ ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالسعادات مبارک بن ابی الکرم المعروف بہ ابن اثیر رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب مجد الدین، علما میں بڑے مشہور اور قدرومنزلت میں بزرگ ترین تھے۔ مشار الیہ اکابر میں ہیں،

لوگوں کے مرکز نگاہ اور اماثل معتمدان دموشقان میں فرد فرید تھے۔ آپ نادر مصنفات اور وسیع رسائل کے مصنف ہیں۔ چنانچہ حدیث میں جامع الاصول لکھی جو صحاح ستہ کی جامع ہے اور فن غریب الحدیث میں پانچ جلدوں پر مشتمل "کتاب النہایہ" لکھی۔ اس کے علاوہ تفسیر کشاف آپ کی تصنیف ہے۔ یکم ذی الحجہ ۶۲۰ھ بروز پنج شنبہ بمقام موصل وفات پائی۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن حکم بصری رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، ابن وہب اور اشہب سے سماع حدیث کیا۔ جب امام شافعی رضی اللہ عنہ مصر آئے، ان کی صحبت میں رہ کر علم فقہ حاصل کیا۔ امام شافعی آپ کو محبت کی وجہ مصر سے بغداد قاضی احمد بن ابی داؤد بن سیادی کی خدمت میں لے گئے، وہاں سے مصر لوٹے۔ امام ابوعبداللہ نسائی اپنی سنن میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام مزنی کہتے تھے، میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ بڑی محبت وشفقت کے ساتھ آپ کی تحسین فرمایا کرتے تھے اور بالائے بام لے جا کر گفتگو کرتے، ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے پھر نیچے آتے، آپ کی سواری آجاتی۔ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر چلے جاتے۔

۲۳۸ھ یا ۲۰۹ھ میں بمقام مصر وفات پائی۔

حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن نصیر ترمذی رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ تھے۔ آپ کے زمانہ میں کوئی فقیہ آپ سے بڑا رئیس، زاہد نہ تھا۔ علما اور زاہدوں کے زمرے میں سر برآوردہ تھے۔ آپ سترہ روز میں صرف تین دانے تناول فرماتے۔ لوگوں نے پوچھا، آپ غذا کے لیے کیا کرتے تھے، بتایا کہ شلجم کے دانے خرید لاتے اور روزانہ ایک دانہ کھاتے، آپ نے ۲۹ رسال تک احادیث نبویہ جمع کیں۔

۱۱ر محرم الحرام ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن محمد معروف بہ ابن حداد رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، مصر کے باشندے تھے۔ کتاب الفروع تصنیف کی جو مذہب شافعی میں مختصر مگر فوائد کثیر پر مشتمل ہے، جس میں انتہائی باریک مسائل بیان کیے ہیں۔

۳۲۳ھ یا ۳۴۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل رضی اللہ عنہ

محدث اور فقیہ شافعی تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے فقہائے حنابلہ کے بارے میں کتاب لکھی، کتاب التقریب کے مصنف قاسم کے والد محترم ہیں۔

۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، مصنف کتاب شہاب، حافظ ابوعبداللہ حمیدی آپ سے حدیثوں کی روایت کرتے ہیں۔ مناقب شافعی، اخبار انبیاء وغیرہ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ نے حج کیا تھا۔ ۱۷ ذی قعدہ ۴۵۴ھ شب پنج شنبہ وفات پائی۔

حضرت محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ

علم حدیث میں آپ اکثر محدثین کے نزدیک حجت ہیں، امام بخاری اپنی تاریخ میں زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ جو شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو، اسے ابن اسحاق کا دامن پکڑنا چاہیے۔ ۱۵۱ھ یا ۱۵۲ھ یا ۱۵۳ھ اور ایک روایت کے مطابق ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعیسیٰ محمد ترمذی رضی اللہ عنہ

مشہور محدث تھے۔ آپ ائمہ دین میں ہیں۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کے شاگرد ہیں۔ جامع ترمذی جو اصول ستہ (صحاح ستہ) میں سے ایک ہے، آپ کی تصنیف ہے۔ ۱۸ رجب ۲۷۹ھ کی شب وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد رضی اللہ عنہ

مشہور محدث، کتاب سنن کے مصنف، حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور تمام علوم کے ماہر تھے۔ ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ بروز دوشنبہ رحلت کی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ طہمانی رضی اللہ عنہ

آپ مشہور محدث، محدثین کے امام تھے۔ ۱۵ سو اجزا مختلف علوم و فنون میں تحریر فرمائے۔ حج کرنے کے بعد علمائے حجاز سے خوب مناظرہ کیا اور غالب آئے۔ ۲ صفر بروز سنیچر ۴۰۴ھ یا ۴۰۵ھ یا ۴۰۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی رضی اللہ عنہ

معروف محدث جو ابن القیسرانی سے مشہور ہیں۔ آپ بڑے محدث تھے۔ حجاز، شام، مصر اور دوسرے شہروں کے محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ ہمدان کو اپنا وطن بنایا۔ اطراف کتب ستہ، صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی،

ابن ماجہ اور اطراف غرائب، دار قطنی، کتاب الانساب وغیرہ اور کتاب صفوت التصوف، کتاب صحۃ الفصوص جو صوفیا کے احوال وآداب میں ہے۔ کتاب الحجہ علی مارک العجمیہ، کتاب معجم البلدان، کتاب متفق المختلف انساب میں آپ کی تصانیف ہیں۔ بیت المقدس گئے۔ وہاں سے حجاز جا کر چند حج کیے۔ ۲۸ ربیع الاول بروز جمعہ یا ۲۰ ربیع الاول بروز پنج شنبہ ۵۰۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

حضرت ابو عبداللہ محمد بن فضل ساعدی فراوی نیشاپوری رضی اللہ عنہ

آپ شافعی فقیہ و محدث، امام الحرمین کے شاگرد، صوفی واعظ تھے۔ بڑھاپے میں مسافروں کی خدمت کرتے، ۱۲ شوال المکرم ۵۳۰ھ بروز پنج شنبہ وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن حسین بصری رضی اللہ عنہ

آپ محدث، کتاب اربعین کے مصنف، دین دار صالح اور عابد تھے۔ فقہ اور حدیث میں آپ کی بہت سی کتابیں ہیں۔ مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں کی فضا پسند آئی، بارگاہ الٰہی میں مناجات کی، اے خدا! میں ایک سال یہاں اقامت کروں، ہاتف غیبی نے کہا، تم ۳۰ سال یہاں قیام کرو۔ چنانچہ ۳۰ سال مکہ میں گزارنے کے بعد محرم الحرام ۳۶۰ھ میں جنت کو سدھارے۔

حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد معروف بہ ابن عربی معافری اندلسی اشبیلی رضی اللہ عنہ

مشہور محدث، خاتم علمائے اندلس، ملک شام میں طرطوسی سے فقہ سیکھی اور بغداد میں اعیان حدیث سے درس حدیث لیا، پھر حجاز گئے، حج ادا کیا، پھر بغداد آئے، ابوبکر ساسی اور ابو حامد غزالی کی صحبت میں رہے۔ وہاں سے مصر اور اسکندریہ گئے۔ بحر زخار کے مولف نے ابن عربی نام اور اندلسی وطن ہونے کی وجہ سے سمجھ لیا تھا کہ شاید یہ احوال محی الدین ابن عربی صاحب فصوص الحکم کے ہوں گے پھر بہت سی چیزوں میں اختلاف پایا بالخصوص تاریخ وفات جس میں دو سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد ابن عربی کے احوال محی الدین صاحب فصوص الحکم کے احوال پر مقدم ہیں۔ ابوبکر ابن عربی نے ربیع الآخر ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت ابو طالب محمد مکی رضی اللہ عنہ

وطن جبل ہے، مکہ میں رہنے کی وجہ سے مکی مشہور ہوئے، واعظ ہیں، قوت القلوب آپ کی تصنیف ہے۔ آپ مرد صالح، عبادت میں کوشش کرنے والے، متکلم جامع تھے۔ علم توحید میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ زاہد مرتاض اور بہت ریاضت کرنے والے تھے۔ قوت لایموت کے لیے ہری گھاس کھایا کرتے تھے، جس کے اثر سے آپ کا جسم

سبز ہو گیا تھا۔ مشائخ حدیث اور مشائخ طریقت کی ایک جماعت سے فیض پایا تھا۔ سن وفات نظر سے نہیں گزرا۔

حضرت ابوالقاسم محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ

مشاہیر علما میں ہیں۔ تفسیر اور حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ تفسیر کشاف آپ کی تصنیف ہے۔ کتاب العائق حدیث میں آپ کی تصنیف ہے۔ ہر علم میں بہت سی تصانیف رکھتے ہیں۔ فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ اس مختصر تذکرے میں نہیں آسکتے۔ ۹ رذی الحجہ کی شب میں ۵۳۸ھ بمقام جرجانیہ وفات پائی۔

حضرت محمد بن ابی قاسم رضی اللہ عنہ

دیندار عالم، حبر، صادق اور ثقہ تھے۔ علم قرآن اور غریب ومشکل احادیث میں آپ نے کتابیں لکھیں۔ نیز وقف وابتدا جن کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے اور مصحف عامہ آپ کی تصانیف ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب نے آپ کی بہت زیادہ تعریف وثنا لکھی ہے۔ آپ کی تصنیف کتاب الاضداد وکتاب الجاہلیات سات سو سے زیادہ اوراق پر مشتمل ہیں۔ ۱۱ر رجب المرجب ۲۷۱ھ کو پیدا ہوئے اور شب عید الاضحیٰ ۳۲۸ھ یا ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت المنعوت بالمہدی ہرغی رضی اللہ عنہ

صاحب دعوت بزرگ تھے۔ آپ کا تعلق جبل سوس اقصائے بلاد مغرب سے تھا۔ علم حاصل کرنے کے لیے، عراق آئے امام غزالی وغیرہ کو پایا۔ مکہ گئے، جہاں ایک زمانے تک قیام کیا۔ علمائے حرم سے علم فقہ، علم اصول، علم حدیث اور علم دین حاصل کیا۔ عظیم الشان زاہد اور ناسک تھے۔ عبادات میں مصروف رہتے۔ دنیاوی ساز وسامان سے آپ کے پاس صرف ایک لوٹا اور ایک عصا تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بڑی سختی سے انجام دیتے تھے۔ بعض احباب کے ساتھ مصر گئے۔ آپ نے خلاف شرع امور کو روکنے میں مبالغہ سے کام لیا، تو لوگ آپ کے مخالف ہو گئے، اپنے آپ کو مجنوں ظاہر کیا اور مصر سے اسکندریہ چلے گئے، پھر وہاں سے دریا کے راستہ سے اپنے وطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ کشتی (جہاز) میں بھی خلاف شرع کام کرنے والوں سے مزاحم ہوئے۔ اپنے شہر "مہدیہ" پہنچے، جہاں لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ اپنے وطن اصلی کی طرف ۵۱۱ھ میں لوٹے۔ عبدالمومن کو اپنا شاگرد بنایا اور ان کو علمی فیض پہنچایا۔ ان کو علم دین اور علم تصوف سکھایا۔ عبدالمومن اور تشرسی فقیہ کو عبادت وریاضت کا ذوق عطا کیا اور علوم کے رموز بیان کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی، یہاں تک کہ وہ ولی ہو گئے۔ تاریخ ابن خلکان میں آپ کی بہت ساری حکایتیں مرقوم ہیں۔ اس مختصر تذکرے میں ان کی گنجائش نہیں۔ آپ کے ایک شاگرد عبداللہ بھی تھے۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن عمرو واقدی رضی اللہ عنہ

بنی ہاشم یا بنی سہم سے نسبت ولا رکھتے ہیں۔ مغازی وغیرہ کے امام ہیں۔ مغازی میں آپ کی تصنیف ہے۔ نیز

"کتاب الردہ" آپ کی تصنیف ہے، جس میں صحابہ کرام کی جنگوں کا تفصیلی تذکرہ ہے، جو جھوٹے نبیوں طلیحہ بن خویلد اسدی، اسود عنسی، مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئیں۔ واقدی نے ابن ابی ذئب، معمر بن راشد، مالک بن انس، سفیان ثوری وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا۔ ان سے ان کے کاتب اور شاگرد محمد بن سعد اور اعیان حدیث کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ بغداد کے مشرقی علاقہ کے قاضی تھے۔ سنیچر کے دن مشرقی بغداد کے عہدہ قضا پر رہتے ہوئے باوضو وفات پائی۔ بشر حافی آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ تپ (لرزہ) کے دفاع کے لیے زیتون کے تین پتے لیتے، ایک پتے پر لکھتے "جہنم غزل" دوسرے پر "جہنم عطشی" اور تیسرے پر "جہنم مفرورہ" تحریر کرتے۔ تینوں کو کپڑے سے لپیٹ کر لرزہ والے شخص کے بائیں بازو پر باندھ دیتے، وہ شفا پا جاتا۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ ۱۱ ذی الحجہ ۲۰۷ھ شب دوشنبہ وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن سعد زہری بصری رضی اللہ عنہ

واقدی کے کاتب، بڑے عالم وفاضل تھے۔ پندرہ جلدوں میں ایک ضخیم کتاب طبقات صحابہ وتابعین وخلفا کے حالات پر لکھی۔ آپ کثیر حدیثوں کے راوی، صدوق، ثقہ تھے۔ ۴ ر جمادی الآخرہ ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابونصر بن احمد بن حماد انصاری رضی اللہ عنہ

آپ حدیث، تاریخ اور اخبار کے بڑے عالم تھے۔ مفید کتابیں تصنیف کیں، اس فن کے علما آپ کا بہت اعتبار کرتے ہیں۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن یحییٰ معروف بصعلو کی شطرنجی رضی اللہ عنہ

مشاہیر علما میں ہیں۔ امام ابوداؤد سجستانی، ابوالعباس ثعلب وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں، ان میں کتاب الوزراء، کتاب الورقۃ آپ کی تصانیف میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔ بعض لوگ شطرنج کی وضع اور اخذ کو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ انتساب غلط ہے، لیکن شطرنج عمدہ کھیلتے تھے۔ ۳۳۶ھ یا ۳۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن عمرو بن عبدالعزیز بن ابراہیم بن عیسیٰ مشہور بہ ابن قوطیہ اندلسی اشبیلی رضی اللہ عنہ

آپ حافظ حدیث، عالم وعابد وزاہد اور باکمال بزرگ تھے۔ کتاب تصانیف الاحوال، کتاب المقصور آپ کی تصانیف ہیں۔ ۲۱ ر ربیع الاول بروز منگل یا ماہ رجب ۳۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالبختری وہب قرشی اسدی مدنی رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عمرو، ہشام بن عروہ بن رمال اور جعفر بن محمد صادق وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ آپ سے رجاء، بن سہل ساعاتی اور ابوالقاسم بن سعید وغیرہ حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ ۲۰۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالقاسم وابوالکرم ہبۃ اللہ بن علی بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ ثابت انصاری خزرجی (جراحی) کے فرزند تھے۔ علم حدیث میں سماعت عالیہ رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے فائدہ حاصل کیا۔ حدیث میں آپ کو "سند الاہل" کہتے ہیں۔ صفر ۵۹۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت المنذر ہشام بن ابونصر رضی اللہ عنہ

محدث اکبر تھے۔ آپ کا حیرت انگیز کارنامہ یہ ہے کہ ۳ دن میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا۔ انساب قریش اور دیگر علوم میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں، مثلاً کتاب خلف عبدالمطلب وغیرہ۔ ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوزکریا یحییٰ بن معین بغدادی رضی اللہ عنہ

لاکھوں (دس لاکھ پچاس ہزار) درہم کے مالک تھے، جنہیں علم حدیث کی طلب میں خرچ کرڈالا۔ یہاں تک کہ پاؤں میں جوتے بھی نہ رہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں، کہ جس حدیث کو حضرت یحییٰ نہیں جانتے، اس حدیث کو لوگ حدیث نہیں سمجھتے۔ حج کے بعد ذی الحجہ ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت یحییٰ بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

آپ سے لے کر اوپر کی چند پشتوں تک سب محدث ہوئے ہیں، جلیل القدر، وافر العقل، واسع الروایت، ثقہ، حافظ، فاضل، کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ۱۲ر ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت یحییٰ بن سعدون رضی اللہ عنہ

آپ محدث اور کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ قاضی بہاء الدین ابوالمحاسن آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ عید الفطر کے دن ۵۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابومحمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ عدوی رندی (زبدی) رضی اللہ عنہ

آپ قاری، نحوی، لغوی، محدث ہیں۔ ثقہ محدثین سے حدیثوں کی روایت کی۔ افضل ترین انسانوں کے ساتھ

زندگی بسر کی۔ کتاب "نوادر لغت" وغیرہ آپ کی تصنیف ہے۔ ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کے تمام صاحبزادے ابو عبداللہ، ابراہیم، ابوالقاسم، اسماعیل، ابو عبدالرحمن، عبداللہ، ابو یعقوب، اسحاق فاضل، محدث اور حدیثوں کی روایت کرنے والے تھے۔

حضرت ابوزکریا یحییٰ شیبانی تبریزی رضی اللہ عنہ

آپ جلیل القدر فاضل، محدث، امام لغت و نحو تھے۔ ابوبکر علی مصنف "تاریخ بغداد" آپ کے شاگرد تھے۔ ۸ر جمادی الاخریٰ ۵۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوجعفر یزید بن قعقاع قاری رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عباس بن ربیعہ کے موالی (آزاد کردہ غلام) تھے۔ اپنے آقا ابن عباس، عبداللہ بن عمر اور مروان بن حکم سے حدیثیں حاصل کیں۔ قرآن حکیم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ نافع بن عبدالرحمٰن بن یزید قاری، سلمان بن مسلم، عیسیٰ بن وردان، عبدالرحمٰن بن یزید آپ سے قرأت کی روایت کرتے ہیں۔ نیز لوگ آپ کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا موالی کہتے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی بچپن میں آپ کے لیے دعا کی تھی۔ اس کا اثر ظاہر ہو کر رہا۔ جب آپ نے انتقال کیا، غسل دینے کے وقت لوگوں نے دیکھا، کہ گلے سے دل تک آپ کی جلد قرآن کے ورق کی طرح سفید ہو گئی تھی۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوروح یزید بن رویان قاری مدنی رضی اللہ عنہ

آل زبیر بن عوام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عبداللہ بن عباس بن ربیعہ سے علم قرأت سیکھا، حدیث ابن عباس اور عروہ بن زبیر سے سنی۔ بڑے بزرگ تھے۔ ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابویوسف یعقوب بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

آپ آل منکدر کے موالی، مدینہ کے رہنے والے تھے۔ عبداللہ بن عمر، عمر بن عبدالعزیز، محمد بن منکدر، عبدالرحمٰن اعرج سے حدیثوں کا سماع کیا تھا۔ بیٹے یوسف اور عبدالغفور اور بھتیجے عبدالعزیز بن عبداللہ آپ سے حدیثوں کی روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید نیشاپوری اسفرائنی رضی اللہ عنہ

آپ محدث، صاحب مسند صحیح ہیں۔ طلب حدیث میں شام، مصر، بصرہ، کوفہ، واسط، حجاز، جزیرہ، یمن، اصفہان اور رے کا سفر کیا۔ دمشق میں یزید بن محمد، اسمٰعیل بن محمد اور دوسری جگہوں کے بہت سے ثقہ اعیان محدثین سے حدیث حاصل کی۔ پانچ حج کیے۔ ۳۱۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت یعقوب یوسف بن یحییٰ مصری بویطی رضی اللہ عنہ

امام شافعی کے شاگرد رشید، بہت بزرگ، صالح، عابد اور زاہد تھے۔ امام شافعی کی وفات کے بعد درس و فتویٰ میں آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ نے عبد اللہ وہب مالکی اور امام شافعی سے حدیث سنی۔ ابو اسماعیل ترمذی، ابراہیم بن اسمٰعیل حربی، قاسم بن مغیرہ جوہری، احمد بن منصور رمادی وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ پوری رات قرآن شریف کی تلاوت کرتے، ہر وقت آپ کے ہونٹ ذکر الٰہی میں جنبش کرتے رہتے۔ امام شافعی کے نزدیک آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ اکثر مسئلہ پوچھنے والوں سے فرماتے، جاؤ، ابو یوسف سے مسئلہ دریافت کرو۔ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے آپ کے پیروں میں پنڈلیوں تک زنجیریں ڈال کر انتقال تک قید میں رکھا۔ جمعہ کے دن جب اذان جمعہ سنی، غسل کیا، صاف کپڑے پہنے اور مسجد جانے کا ارادہ کیا، جب قید خانے کے دروازے پر پہنچے، دربانوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا، میں نے خداوند تعالیٰ کے داعی کو لبیک کہا، دربان نے کہا، واپس لوٹ جاؤ، عفاک اللہ (اللہ تجھے معاف کرے) یوسف نے کہا، اے خدا! تو خوب جانتا ہے، اس بار میں نے تیرے داعی کو لبیک کہا ہے، اور یہ دربان مجھے روک رہے ہیں، اسی طرح ہمیشہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کا اہتمام کرتے رہے۔ ماہ رجب ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں بغداد کے قید خانے میں روح قفس عنصری سے آزاد ہوگئی۔

حضرت ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد رضی اللہ عنہ

حدیث میں امام عصر تھے۔ آپ کی حدیثیں بہت بلند ہیں۔ ابو عمرو سے بڑھ کر ولایت اندلس میں کوئی محدث نہ تھا۔ "کتاب الاستذکار بمذہب علماء الانصار" کتاب موطا کی شرح کے طور پر لکھی، اس کے علاوہ کتاب العقل، کتاب العقلاء اور ایک کتاب قبائل عرب کے بیان میں، کتاب استیعاب اسمائے صحابہ کے بیان میں، ان کتابوں کے علاوہ مزید اور کتابیں ہیں۔ بروز جمعہ ماہ ربیع الآخر ۳۶۸ھ شہر شاطبہ میں وفات پائی۔

حضرت یوسف بن ایوب بن یوسف بن حسین ہمدانی رضی اللہ عنہ

بڑے فقیہ، زاہد، عامل، عالم ربانی، صاحب مقامات و کرامات ولی تھے۔ آپ حدیثوں کے سماع اور حصول علم کے بعد تارک الدنیا ہوگئے اور عبادت و ریاضت میں شب و روز مشغول ہوگئے۔ اس طرح دین و تقویٰ کے کوہ بلند بن گئے۔ پھر بغداد آئے اور جامعہ نظامیہ میں وعظ کہنے لگے۔ بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابن سقی مادی نامی فقیہ نے ایک مسئلہ کی تحقیق کے بارے میں آپ سے مجادلہ کیا، اس نے کہا تم دین کے خلاف باتیں کہتے ہو، اس کا نفس غالب آیا، کچھ دنوں بعد ایک نصرانی بادشاہ روم کا قاصد بن کر بغداد آیا، ابن سقی مادی اس نصرانی ایلچی سے ملا اور دین اسلام چھوڑ کر نصرانی ہوگیا اور اس کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا۔

ربیع الاول ۵۳۵ھ میں ہرات و عشور کے درمیان وفات پائی۔

حضرت ابو موسیٰ یونس بن عبد الاعلیٰ علی مصری شافعی رضی اللہ عنہ

امام شافعی کے شاگردوں اور مصاحبوں میں تھے اور امام شافعی سے بہت زیادہ روایتیں کرتے ہیں۔ علم حدیث واخباری صحت وسقم کی پہچان میں بہت ماہر تھے، بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ علم قرأت ورش سے سیکھا اور حدیث سفیان بن عیینہ سے سنی، مورس بن سہل وغیرہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ ۶ محرم الحرام ۵۷۶ھ یا ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو الحسن نصر بن شمیل مازنی بصری رضی اللہ عنہ

محدث، نحوی اور لغوی ہیں۔ کتاب السلاح اور کتاب الانوار آپ کی تصانیف ہیں۔ وفات ۲۰۲ھ میں بعمر ۸۲ سال ہوئی۔

حضرت علی بن حسن رضی اللہ عنہ

مرو کے مشہور محدث ہیں۔ آپ نے توریت وانجیل پڑھی تھی۔ یہود ونصاریٰ سے مناظرے کرتے تھے۔ ۹۰ سال کی عمر پا کر ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رقی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن مسلم حارثی مالکی تمیمی رضی اللہ عنہ

آپ مستجاب الدعوات امام تھے۔ وفات ۲۲۳ھ یا ۲۲۱ھ میں ہوئی۔

حضرت قاسم بن سلام بغدادی رضی اللہ عنہ

آپ کی ۲۰ سے زائد تصانیف ہیں۔ آپ پہلے محدث ہیں، جنہوں نے غریب الحدیث میں کتاب تصنیف کی۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۲۲۴ھ میں ہوئی۔ ۶۷ سال عمر پائی۔

حضرت نعیم بن حماد مروزی قرطبی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۹۲۹ھ میں ہوئی۔ (۷۳)

حضرت ابوالولید احمد ابن ابی ارجار رضی اللہ عنہ

ہرات سے متصل قصبہ آزادان کے رہنے والے تھے۔ آپ امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت کی ہے۔ نفحات الانس میں مرقوم ہے، کہ آپ بہت زیادہ مال اور میراث رکھتے تھے۔ سارا مال طلب حدیث، حج اور جہاد میں خرچ کر ڈالا۔ سفر کے لیے ہر بار اپنی جائداد بیچتے اور قیمت طلب حدیث کے لیے سفر میں خرچ کرتے۔ آپ کی وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۲ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ

آپ حفاظ حدیث، کبرائے محدثین میں سے ہیں۔ وفات ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ میں ہوئی۔

حضرت عثمان بن محمد بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ

علم حدیث وعلم تفسیر میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ اس باب میں متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں۔ آپ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ تھے۔ آپ کی رحلت ۲۳۹ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوجعفر احمد بن محمد منیع بغوی رضی اللہ عنہ

آپ نے ایک مسند تصنیف فرمائی اور ایک تفسیر بھی لکھی۔ وفات ۲۴۴ھ میں ہوئی۔ (۷۴)

حضرت حسن بن شجاع البلخی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۲۴۴ھ میں ہوئی۔ (۷۵)

حضرت شیخ ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن اسحاق راوندی رضی اللہ عنہ

تاریخ گزیدہ میں مرقوم ہے کہ آپ کی مولفات کی تعداد ۱۲۴ رہے۔ ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعلی حسین کرابیسی رضی اللہ عنہ

آپ شافعی المذہب فقیہ اور محدث تھے۔ ۲۴۴ھ میں رحلت کی۔ (۷۶)

حضرت ابومحمد عبداللہ بن حمید الکشی رضی اللہ عنہ

حافظ الحدیث، صاحب مسند اور مفسر تھے۔ ۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعلی الحسن بن صباح البزاز رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی۔(۷۷)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ

صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ولادت ۱۸۱ھ میں اور وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ علی بن حشرم سعدی مروزی رضی اللہ عنہ

آپ بشر حافی کے چچیرے بھائی ہیں۔وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوسعید عبداللہ الاشجع الکوفی رضی اللہ عنہ

صاحب تصانیف عالم ہیں۔آپ کی وفات ۲۵۷ھ میں ہوئی۔

حضرت ابومسعود دارائی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب مسند وصاحب تفسیر ہیں۔لوگوں کا بیان ہے، کہ ایک لاکھ پانچ سو حدیثیں لکھیں۔۲۵۲ھ میں رحلت کی۔

حضرت ابوجعفر احمد بن شیبان قطعان رضی اللہ عنہ

صاحب مسند ہیں۔۲۵۲ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت ابوبکر محمد بن رنجویہ رضی اللہ عنہ

آپ حفاظ حدیث میں ہیں۔بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

حضرت محمد بن یحییٰ ذہلی رضی اللہ عنہ

۲۵۲ھ میں وفات ہوئی۔(۷۸)

حضرت ابراہیم بن یعقوب جوزجانی رضی اللہ عنہ

صاحب تصانیف ہیں، آپ کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔(۷۹)

حضرت ابو علی حسن بن محمد زعفرانی رضی اللہ عنہ

امام شافعی کے شاگردوں میں ہیں۔ ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ (۸۰)

حضرت امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوری رضی اللہ عنہ

تصحیح المصابیح میں تحریر ہے کہ انہوں نے بلاد وامصار میں حدیث کی سندیں عام کیں۔ آپ کی عالی اسناد حدیثیں وہ ہیں، جن میں آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ۴/ راوی ہیں اور ایسی حدیثیں تقریباً ۸۰ ہیں (ایسی حدیثوں کو رباعیات کہتے ہیں)

یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے ۳۰/ لاکھ مسموع حدیثوں میں سے اپنی صحیح کا انتخاب کیا۔ علمائے اہل سنت کے درمیان امام بخاری اور امام مسلم کی افضلیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ کتاب البخاری فقہ میں اور کتاب المسلم احسن سباقاً للروایات (حدیثوں کی حسن ترتیب میں) صحیح بخاری پر فائق ہے۔

آپ کی رحلت نیشاپور میں بعمر ۵۵/ سال ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ (۸۱)

حضرت یعقوب بن شیبہ سدوسی بصری رضی اللہ عنہ

صاحب مسند ہیں۔ آپ کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی۔ (۸۲)

حضرت محمد بن میمون برقی رضی اللہ عنہ

آپ حافظ حدیث اور اہل جزیرہ کے امام تھے۔ ۲۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت ابوزرعہ عبداللہ بن عبدالکریم رازی رضی اللہ عنہ

حافظ حدیث اور اعلام دین سے تھے۔ ۲۶۴ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی عمر ۶۴/ سال تھی۔ (۸۳)

حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ بصری رضی اللہ عنہ

شافعی محدث اور قاری تھے۔ امام ابن ماجہ کے استاذ ہیں۔ آپ کی رحلت ۲۶۵ھ میں بمقام مصر ہوئی۔

حضرت ابوالحسن بن احمد بشار مروزی رضی اللہ عنہ

حافظ حدیث اور تاریخ مرو کے مصنف تھے۔ وفات ۲۶۸ھ میں ہوئی۔

حضرت اسعد بن عاصم ثقفی اصفہانی رضی اللہ عنہ

محدث اور صاحب مسند تھے۔ وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق صفاہانی رضی اللہ عنہ

آپ صفاہانی الاصل بغدادی ہیں۔ محدث اور حجت انام تھے۔ آپ کی رحلت ۲۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت عباس بن دوری رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔

حضرت احمد بن فرید بن رستم اصفہانی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب مسند ہیں۔ وفات ۲۷۲ھ میں ہوئی۔

حضرت محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی رضی اللہ عنہ

آپ حدیث کے ستون اور صاحب سنن ہیں، آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں اور وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ازدی رضی اللہ عنہ

صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ''سنن'' کے مولف ہیں۔ ابوبکر بن محمد بن واسہ سے مروی ہے، میں نے جمع حدیث کی کیفیت ان سے سنی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھیں اور ان میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں اپنی کتاب ''سنن'' میں درج کیں۔ ولادت ۲۰۲ھ اور وفات بمقام بصرہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوالحارث القیس بن سعد فہمی رضی اللہ عنہ

آپ محدث وفقیہ تھے۔ بمقام مصر ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ امام ابوقلابہ عبدالملک رقاشی سے مروی ہے کہ آپ کو ساٹھ ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ آپ نے ۲۷۶ھ میں دارفانی سے کوچ کیا۔

حضرت یعقوب بن سفیان نسوی رضی اللہ عنہ

آپ کبار مشائخ عظام میں ہیں۔ حافظ حدیث اور صاحب تاریخ تھے۔ وفات ۲۷۸ھ یا ۲۷۷ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک الترمذی الضریر رضی اللہ عنہ

آپ کی کتاب "جامع ترمذی" صحاح ستہ میں ہے۔ تصحیح المصابیح میں لکھا ہوا ہے، کہ "اعلی ماوقع له اسنادا حدیث واحد وقع بینه وبین النبی صلی اللہ علیه وسلم ثلثة رجال" ان کی ایک حدیث باعتبار سند بڑی عالی ہے جس کی روایت میں ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تین واسطہ ہے۔ ولادت ۲۰۷ھ اور وفات ۲۷۷ھ میں ہوئی۔ (۸۴)

حضرت حسن بن فضیل نخلی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ اصلاً کوفی تھے، مگر نیشاپور میں رخت اقامت ڈالا تھا۔ حافظ حدیث مفسر قرآن اور معانی قرآن کے بیان میں آپ کی ذات آیت بدیع تھی۔ آپ کی وفات ۲۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن یوسف بغدادی رضی اللہ عنہ

آپ محدث اور صاحب جرح وتعدیل تھے۔ وفات ۲۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم بن اسحاق مروزی رضی اللہ عنہ

علم حدیث میں آپ اعلام دین سے تھے۔ آپ کی وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوحازم عبدالمجید بصری رضی اللہ عنہ

آپ محدث اور ثقہ ہیں، وفات ۲۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوبکر احمد بن عمرو بزاز رضی اللہ عنہ

آپ صاحب سند کبیر ہیں۔ وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔

حضرت محمد بن نصر مروزی رضی اللہ عنہ

آپ کتاب القسامة کے مصنف ہیں، وفات سمرقند میں ۲۹۴ھ میں ہوئی۔ (۸۵)

حضرت ابوعلی عبداللہ بن محمد بلخی رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی۔

حضرت علی بن سعید عسکری رضی اللہ عنہ

آپ کی وفات ۳۰۰ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی رضی اللہ عنہ

صحاح ستہ میں سے ایک کتاب کے مصنف ہیں۔ تصحیح المصابیح میں لکھا ہے، آپ نے ابتدا میں علم حدیث کے اندر ایک مبسوط کتاب لکھی، جس کا نام سنن کبریٰ رکھا، لوگوں نے اس کتاب کے بارے میں سوال کیا، اس کتاب میں تمام حدیثیں صحیح ہیں؟ جواب دیا، نہیں، لوگوں نے کہا، اب از سر نو ایسی کتاب لکھیے جس میں تمام حدیثیں صحیح ہوں، اس وقت اپنی جامع کو رواج زمانہ کے مطابق تالیف کیا، جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔ آپ کی ولادت ۲۱۵ھ میں وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ (۸۶)

حضرت ابوجعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ عنہ

علم تفسیر، حدیث اور تاریخ میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ (۸۷)

حضرت ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رضی اللہ عنہ

حافظ، علامہ و محدث کامل و عامل تھے۔ بیان کرتے ہیں، کہ اس باب میں آپ کے بعد آپ جیسا کوئی عالم پیدا نہیں ہوا، یہ فن آپ کی ذات پر ختم ہو گیا۔ ولادت بمقام بغداد شریف ۳۰۵ھ یا ۳۰۶ھ میں اور وفات اسی شہر میں ۳۸۵ھ میں ہوئی۔ (۸۸)

حضرت ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رضی اللہ عنہ

اپنے زمانہ میں اہل حدیث و فقہ کے مقتدا اور پیشوا تھے۔ آپ نے بہت زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ چنانچہ لوگوں کا بیان ہے، کہ آپ کی کتابیں ایک ہزار جز پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ولادت ۳۸۴ھ اور وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی۔ (۸۹)

موج :۔ احوال حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

بانی مبانی احکام دیں، وسیلہ مجتہدان ملت مبیں، شیرازہ اوراق شرع، فوارہ فیض و ورع، امام و صوفی، حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ:

آپ کا سلسلہ نسب بادشاہ ایران کسریٰ نوشیرواں تک پہنچتا ہے اور ایک روایت کے مطابق نوشیرواں کے بھائی

بارنگ تک پہنچتا ہے۔ شیخ فریدالدین عطار لکھتے ہیں، جس کی تعریف ساری زبانیں کرتی ہوں، جو سارے طبقوں میں مقبول ہو، وہ آپ کی ذات ہے۔ خلوت، مشاہدات اور مجاہدات بہت زیادہ نہ تھے۔ احوال طریقت اور ترویج شریعت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ نے اکثر بزرگوں کو دیکھا اور مدتوں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں، اگر میں دو سال جعفر صادق کی خدمت میں نہ رہتا، ہلاک ہو جاتا۔

جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، سلام پیش کیا، حضور کا جواب سنا، دل میں خیال آیا، کہ مخلوق سے الگ ہو کر گوشہ نشیں ہو جائیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہیں اس لیے پیدا کیا گیا ہے، کہ میری سنت کو عام کرو، اس لیے گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کر دو۔

آپ کی دیانت وتقویٰ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، ایک دن ایک راستے سے گزر رہے تھے، ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا، یہ آدمی روزانہ پانچ سو رکعت نماز پڑھتا ہے، یہ سننے کے بعد آپ نے اپنے اوپر پانچ سو رکعت نفل پڑھنا لازم کر لیا۔

اسی طرح ایک دن ایک شخص نے کہا، یہ آدمی روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا ہے، اس دن سے روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے لگے۔

آپ کی عبادت وریاضت کا یہ حال تھا، کہ طاؤس نے کہا، میں مسلسل بیس سال تک آپ کی خدمت میں رہا، کبھی نہیں دیکھا کہ آپ برہنہ سر ہوں اور پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوں۔ میں نے پوچھا، حضرت! تنہائی میں اپنے پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے، فرمایا، خلوت میں خدا کے حضور باادب رہنا بہتر ہے۔ آپ کے فضائل شمار سے زیادہ ہیں۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ

سراج مناہج شریعت، شمع محافل امانت وودیعت، نوبادہ بوستان اجتہاد، حضرت ابواسماعیل حماد بن ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ:

آپ امام اعظم نعمان بن ثابت کے صاحب زادے ہیں، خیر وصلاح میں والد بزرگوار کا آئینہ تھے۔ جب امام اعظم نے وفات پائی، آپ کے پاس لوگوں کی امانتیں سونا، چاندی وغیرہ کی جنس سے بہت زیادہ تھیں، ان امانتوں کے مالک موجود نہ تھے، اس جماعت میں بہت سے یتیم بھی تھے، حماد ساری امانتیں قاضی کے پاس لے گئے، تاکہ اسے سونپ دیں، قاضی نے قبول نہ کیا، کہا، آپ جیسا امانت دار کون ہوگا؟ حماد نے قاضی سے ازروئے حیلہ کہا، آپ ان کو وزن کر لیجیے اور اپنے قبضے میں کر لیجیے، تاکہ ابوحنیفہ کی ذمہ داری پوری ہو جائے، اس کے بعد آپ جو چاہیں کہیں، قاضی نے سونا، چاندی اور دوسری اشیا وزن کی، وزن کے بعد حماد وہاں سے غائب ہو گئے۔ یہاں تک کہ قاضی نے یہ امانت کسی اور کے حوالے کر دی۔

حضرت حماد کے بیٹے اسماعیل بصرہ کے قاضی تھے۔ دیانت وامانت میں اپنے باپ سے بڑھ کر تھے۔ جب بصرہ

کے عہدہ قضاء سے معزول ہوئے، تو شہر کے باشندے رنجیدہ ہوئے۔ حضرت حماد نے ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ

معین الاسلام والمسلمین، قطب الملۃ والدین، بہ وفور فیض دراسلامیان جنات النعیم، حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رضی اللہ عنہ:

امام اعظم ابو حنیفہ کے تلمیذ رشید ہیں۔ سفینۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ کی اصل کوفہ سے ہے۔ امام اعظم آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں، جنہیں قاضی القضاۃ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ عہدہ قضا کی ذمہ داریوں کے باوجود ۲۰۰ رکعت نفل پڑھتے تھے۔ رحلت کے وقت فرمایا، میں نے جو فتوے دیے، ان سے رجوع کرتا ہوں، سوائے ان فتووں کے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔

۲۷ رجب المرجب ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ

قبلہ علمائے عالم، کعبہ فضلائے عالم، خدیو اقلیم ہمہ دانی، حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ:

سفینۃ الاولیا میں دارا شکوہ لکھتا ہے، آپ کے والد کا نام حسن ہے، وہ ملک شام سے عراق آئے اور واسط میں سکونت اختیار کی، جہاں امام محمد پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو ونما پائی۔ آپ کے باپ امیر تھے۔ حضرت امام محمد، امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے استاذ کے علوم کو دنیا میں پھیلایا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کو صاحبین اور امامین کہتے ہیں۔

امام محمد تصانیف معتبرہ کے مصنف تھے۔ امام شافعی نے آپ سے شرف تلمذ پایا تھا، استاذ کی رکاب میں چلتے تھے ۔ابن خلکان آپ کے ترجمے میں لکھتے ہیں، جامع صغیر و کبیر آپ کی کتابیں ہیں، امام شافعی کا بیان ہے، کہ میں نے آپ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا۔ دوسرے فقہا کے برخلاف ہر چند لوگ آپ سے مشکل مسئلہ دریافت کرتے، آپ غصہ نہ ہوتے اور سنجیدگی سے جواب دیتے۔

امام شافعی کہتے ہیں، جب اپنے علم کے مرتبہ کے مطابق علمی گفتگو فرماتے، تو میری سمجھ میں نہ آتا، جب میرے مرتبہ علم کے مطابق کلام کرتے تو میں سمجھ لیتا۔

۴ جمادی الاخری ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو یزید عبد اللہ بن عمرو بن عیسیٰ دبوسی رضی اللہ عنہ

آپ حنفی فقیہ، امام ابو حنیفہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں۔ آپ ایسے علما میں ہیں، جن کی مثال دی جاتی ہے۔ ''علم خلاف'' آپ نے ایجاد کیا اور عدم سے وجود میں لائے۔ ''کتاب الاسرار'' ''کتاب القویم'' وغیرہ آپ کی

تصانیف ہیں۔ ۴۴۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو جعفر احمد بن محمد بن عبد الملک ازدی طحاوی رضی اللہ عنہ

حنفی فقیہ، مصر کے کبار فقہائے حنفیہ میں ہوئے ہیں۔ شب پنج شنبہ یکم ذی الحجہ ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ مصر القرار میں دفن ہوئے۔ (۹۰)

موج :- احوال صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی رضی اللہ عنہ

احکام شرع شریف راوقایہ، حضرت برہان الدین مرغینانی مصنف ہدایہ رضی اللہ عنہ:
حنفی فقیہ، آپ کی کتاب "ہدایہ" احکام ومسائل شرعیہ کے اجرا میں آفتاب کی طرح روشن اور مشہور ہے۔ صاحب "گلزار ابرار" شیخ برہان الدین محمود بلخی (جن کا ذکر اس کتاب میں متفرق مقامات پر ہے) کا یہ قول نقل کرتے ہیں:
میں ایک دن اپنے باپ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا، کہ برہان الدین مرغینانی آ پہنچے، میرے باپ نے عجلت کے ساتھ اپنے آپ کو ایک گلی میں چھپالیا اور مجھ کو راستے کے کنارے پر چھوڑ دیا۔ جب شیخ مرغینانی قریب آئے، میں نے انہیں سلام کیا۔ فرمایا، میں یہ بات حکم الٰہی سے کہہ رہا ہوں کہ یہ بچہ دانشمند، عاقل اور عارف باللہ ہوگا اور سلاطین وقت اس کی طرف رجوع کریں گے۔
بالآخر ان کا فرمان سچ ثابت ہوا۔
دوسری کتابوں میں صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ شیخ مرغینانی نے پوری کتاب "ہدایہ" باوضو تصنیف کی تھی اور اس بات سے صرف ایک شاگرد واقف تھا، دوسرے شاگردوں کو معلوم نہیں ہوا۔ شیخ برہان الدین محمود بلخی، سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں تھے۔ (۹۱)

موج :- احوال حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ

شیرازہ صحیفہ شریعت، وثیقہ معاملات طریقت، قبلہ فضلائے انام، کعبہ ملجائے اسلام، مقتدائے گروہ قائل کل شی ہالک، حضرت امام مالک بن انس بن ابی عامر بن عمرو بن حارث بن عثمان رضی اللہ عنہ:
مدینہ کے امام اور امام ابو حنیفہ کوفی کے شاگرد تھے۔ آپ کو علمائے اعلام میں شمار کیا جاتا ہے، آپ امام شافعی کے استاذ تھے۔ امام مالک نے زہری، نافع مولیٰ ابن عمر سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ امام اوزاعی اور یحییٰ بن سعید آپ کی حدیثوں کے راوی ہیں۔ وہ اگرچہ ربیعہ کے شاگرد تھے، مگر خلیفہ کے حکم سے ربیعہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ امام مالک کہتے تھے، میں نے جس سے علم حاصل کیا، وہ ابھی زندہ ہیں، اس لیے مجھ سے کوئی فتویٰ نہ لے۔ مدینہ منورہ میں خلیفہ کی طرف سے اعلان تھا، کہ مالک بن انس اور ابن ابی ذئب (۹۲) کے علاوہ کوئی فتویٰ نہ دے۔ امام مالک حدیث نبوی کی روایت کے وقت وضو کرتے، صاف ستھرے عمدہ لباس زیب تن کرتے، کرسی پر وقار وعظمت کے ساتھ بیٹھتے اور

بالوں میں کنگھی کرتے پھر حدیث بیان کرتے۔ لوگوں نے سبب پوچھا، تو فرمایا، میں پیغمبر علیہ السلام کی احادیث کی عظمت کو محبوب رکھتا ہوں، میں چاہتا ہوں، کہ میرے اس طرز عمل سے لوگوں کے دلوں میں حدیث نبوی کی عظمت متمکن ہو جائے۔ کبھی راستے میں کھڑے ہو کر یا عجلت میں حدیث بیان نہ کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث میں روایت کروں، اسے لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

امام شافعی کہتے ہیں۔ ایک دن محمد بن حسن نے مجھ سے کہا، ہمارے استاذ ابو حنیفہ اور تمہارے استاذ مالک میں سے بڑا عالم کون تھا؟ میں نے کہا، اے محمد! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ان دونوں میں حدیث میں بڑا عالم کون تھا؟ امام محمد نے کہا، تمہارے استاذ۔ میں نے کہا، میں پھر قسم دیتا ہوں، صحابہ متقدمین کے اقوال کا سب سے زیادہ جاننے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا، تمہارے استاذ۔

امام مالک نماز جمعہ اور جماعت پنج گانہ میں حاضر ہوتے۔ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے بھائی جعفر بن سلیمان بن علی کے موافق مسئلہ بیان کیا۔ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا، کپڑے اتروائے، اتنے کوڑے لگائے، کہ آپ کا شانہ (کندھا) اکھڑ گیا۔

۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تین سال اپنی ماں کے پیٹ میں رہے۔ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کو ۱۴۷ھ میں کوڑے لگائے گئے تھے۔

حضرت ابو محمد عبداللہ بن حکم رضی اللہ عنہ

فقیہ مالکی، امام مالک کے اقوال مختلفہ کا اصحاب مالک میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔ گروہ مالکیہ کی سرداری اشہب کے بعد آپ کے حصہ میں آئی۔ ۱۵۰ھ یا ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ (۹۳)

حضرت ابو محمد عبداللہ رضی اللہ عنہ

فقیہ مالکی، قواعد فقہیہ کے بڑے عالم تھے۔ امام ابو حامد غزالی کی بیٹی کی تربیت کے لیے فقہ مالکی میں ایک نادر کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب آپ کے علمی فضائل پر دلالت کرتی ہے۔ کثرت فوائد کی بنا پر مالکی حضرات اس کتاب کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔ آپ مصر میں مدرسہ کے مدرس اور جامع عتیق کے مجاور تھے۔ کافروں سے جہاد کرتے، ماہ جمادی الاخری یا رجب ۶۱۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن خالد رضی اللہ عنہ

فقیہ مالکی، زہد و علم و فقہ کے جامع تھے۔ بیس سال امام مالک کی خدمت میں رہے، امام مالک کی وفات کے بعد امام کے شاگرد آپ سے کسب علم کرتے تھے، کتاب مدونہ مذہب مالکی میں بزرگ ترین کتاب ہے جسے آپ نے تصنیف فرمایا۔ شب جمعہ ۷ صفر ۱۹۱ھ بمقام مصر وفات پائی۔

حضرت ابوعمرو عثمان بن عمرو بن بکر بن یونس معروف با بن حاجب دوئی مصری رضی اللہ عنہ

فقیہ مالکی، ابن حاجب لقب جمال الدین سے مشہور تھے۔آپ کے والد کردی تھے۔امیر عز الدین موثق صلاحی کے یہاں حاجب تھے، اسی بنا پر شیخ جمال الدین کو ابن حاجب سے شہرت ملی۔شیخ ابن حاجب نے بچپن میں قاہرہ کے اندر قرآن پڑھا۔پھر علوم وفنون کی تحصیل کی۔حصول علم کے بعد جامع مسجد (دمشق) میں گئے اور زاویہ مالکیہ میں بیٹھ کر درس دینا شروع کیا۔خلائق آپ کے مدرسہ میں بکثرت داخل ہونے لگی۔فقہ مالکی میں "مختصر" اور علم نحو کے مقدمہ میں "کافیہ" اور دوسرا مقدمہ علم صرف میں "شافیہ" کافیہ اور شافیہ کی شرحیں بھی لکھیں۔اصول فقہ میں ایک مختصر "اصول ابن حاجب" کے نام سے لکھی۔آپ کی کتابیں حسن افادہ کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔روز پنج شنبہ ۲۶ رشوال ۶۴۶ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

برہان شریعت، سلطان طریقت، باغبان ریاض ام، فخر علمائے محترم، وارث علم نبی، حضرت امام شافعی محمد بن ادریس مطلبی رضی اللہ عنہ:

امام مالک کے شاگرد ہیں، شریعت کے برگزیدہ و معظم امام اور صوفیائے طریقت میں افضل تھے۔ابتدا میں آپ تصوف کے منکر تھے۔شیخ سلمان راعی رضی اللہ عنہ کی برکت صحبت سے انکار تصوف جاتا رہا۔تصوف کا ختم باب حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہوا۔تیرہ سال کی عمر سے فتوی دینا شروع کیا، امام احمد بن حنبل باوجودیکہ تین لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے، آپ کی شاگردی اختیار کی اور آپ کے رکاب دار رہے۔امام شافعی محبت اہل بیت کے لیے مشہور ہیں اور اس کمال سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں۔

امام شافعی کی ولادت اسی رات کو ہوئی، جس میں امام اعظم نے وفات پائی۔۱۵۰ھ، جمعہ کے دن یکم رجب ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار مصر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی رضی اللہ عنہ

عظیم القدر فقیہ شافعی تھے۔قاضی ابوطیب طبری سے خوب استفادہ کیا۔۲۱ رجمادالاخری ۴۹۰ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن منصور بن مسلم رضی اللہ عنہ

آپ فقیہ شافعی مصری، عراقی نسبت سے مشہور ہیں۔جامع مصر کے خطیب۔ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی کی کتاب "مذہب شیرازی" کی شرح ۱۰ رجلدوں میں کی، جو مقبول اور مفید ہے۔پنج شنبہ کے دن یکم جمادی

الاولی ۵۹۶ھ میں بمقام مصر وفات پائی۔ صفہ معظمن میں دفن کیے گئے۔ آپ کے صاحبزادے ابومحمد عبدالحکیم آپ کی جگہ جامع مصر کے خطیب ہوئے، جو بڑے عالم وفاضل تھے۔

حضرت ابواسحاق بن نصر بن عسکر رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب ظہیر الدین، فقیہ شافعی، موصلی سلامیہ کے قاضی تھے اور پنج شنبہ ۹ ربیع الثانی ۶۱۰ھ میں سلامیہ کے اندر وصال ہوا۔

حضرت ابوالعباس احمد بن عمرو رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، علمائے شافعیہ میں سے ایک، مسلمانوں کے امام ہیں۔ آپ کو باز اشہب کہا جاتا ہے۔ شیراز کے قاضی تھے۔ مذہب امام شافعی کی تائید ونصرت میں چار سو کتابیں تصنیف کیں۔ تمام فقہائے شافعیہ بلکہ امام مزنی پر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔ فقہ میں کسی کو آپ سے بحث کرنے کی مجال نہ تھی۔ ابوبکر بن داود سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا، جواب کے لیے مجھے تھوڑی مہلت دو، آپ نے کہا، میں نے مہلت دی، قیامت تک آپ کی وجہ سے فقہ شافعی پھیلتی اور شہرت پاتی رہے گی۔ ۲۵ ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ بغداد میں وفات پائی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن ابن القارض طبری رضی اللہ عنہ

آپ فقیہ شافعی ہیں، چند کتابوں کے مصنف تھے، آپ کی کتاب تلخیص کی، ابوعبداللہ حسین اور شیخ ابوعلی شخی نے شرحیں لکھیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے "نہایہ" اور دوسری کتابوں میں آپ کی روایت نقل کی۔ کتاب ادب القاضی، کتاب مواقیت، کتاب مفتاح وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ جو مختصر ہونے کے باوجود کثیر الفوائد ہیں۔ آپ طبرستان میں باوقار، عظیم المرتبت امام تھے۔ بہت موثر بلیغ وعظ کہتے۔ ایک سفر کے دوران وعظ کہہ رہے تھے، ان پر ایسی رقت طاری ہوئی، کہ بے ہوش ہوگئے، اسی حال میں ۳۳۵ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت قاضی ابوحامد بن عامر بن بشیر بن حامد مروزی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، امام العصر، اصول اور فقہ میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، مثلاً کتاب الجامع اور شرح مختصر امام مزنی وغیرہ، جب آپ بصرہ پہنچے وہاں کے علمانے آپ سے علم حاصل کیا، آپ نے علم فقہ ابواسحاق مروزی سے حاصل کیا تھا۔ ۳۶۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد رضی اللہ عنہ

ابن القطان بغدادی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ شافعی ہیں، اصول وفروع اور فقہ میں صاحب تصانیف ہوئے۔ ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو حامد احمد بن ابی طاہر محمد بن احمد اسفرائنی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی ہیں۔ شہر بغداد میں دین و دنیا کی ریاست کے مالک تھے۔ آپ کی مجلس میں تین سو فقیہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق سات سو فقہا حاضر مجلس ہوتے، لوگوں نے آپ کو فقہ میں امام شافعی پر ترجیح دی ہے۔
۱۹ر شوال ۴۰۶ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔

حضرت ابوالمظفر احمد بن محمد بن مظفر خوافی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی امام الحرمین کے شاگرد تھے۔ ۵۰۱ھ میں طوس کے اندر وفات پائی۔ (طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۲۸۵ میں تاریخ وفات ۵۰۰ھ ہے)

حضرت ابوالفتح سلیم بن ایوب بن سلیم داری رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، ادیب، فضل و عبادت میں ممتاز تھے۔ ابو حامد اسفرائنی کے لغت میں شاگرد ہیں۔ تلاوت کلام اللہ کے علاوہ آپ کا وقت درس و تدریس اور قلم تراشی سے خالی نہ ہوتا۔ کتاب الاشارت، غریب الحدیث، کتاب التقریب وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ سیر علم اور افادہ طلبا کی غرض سے ملک شام میں قیام کیا، وہاں سے حج کے لیے براہ دریا سفر کیا، بحر قلزم میں غرق ہو گئے، اس وقت آپ کی عمر ۸۰ر سال سے زیادہ تھی۔ آپ کا جہاز جزیرہ مغرب میں ڈوبا تھا۔

حضرت ابوالفتح شہاب بن احمد رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، بہت بڑے عالم، زاہد تھے۔ فقہ میں امام الحرمین ابو المعالی جوینی کے شاگرد تھے۔ عارف وقت شیخ حسن سنجانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے مناظرے سے منع کیا، اسی دن سے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگے، گوشہ تنہائی اختیار کر لی، صوفیوں کے لیے ایک خانقاہ بنائی، بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ ۴۹۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوطیب بن محمد صعلوکی نیشاپوری رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، ۴۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوطیب طاہر بن عبداللہ یا طاہر بن عمر و طبری رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، حدیث میں ثقہ، صادق، دیندار اور پرہیزگار تھے۔ اصول و فروع فقہ کے زبردست عالم، تحقیق علم

میں سلیم الصدر، حسن خلق کے پیکر اور صحیح المذہب تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ کے پاس ایک پگڑی اور ایک چادر تھی۔ ۲۰ ربیع الاول ۴۰۵ھ بروز سنیچر وفات پائی۔

حضرت ابوبکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، مروزی کے نام سے مشہور ہیں، فقہ، ضبط حدیث، ورع وتقویٰ میں وحید عصر اور فرید دہر تھے۔ مذہب شافعی میں آپ کے جو آثار ہیں، اس میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں، خلق کثیر نے آپ سے علمی نفع حاصل کیا۔ چنانچہ شیخ ابوعلی سنجی، قاضی حسین، ابومحمد جوینی پدر امام الحرمین وغیرہ، ان میں سے ہر ایک بزرگ امام ابوبکر عبداللہ بن احمد کے فیض تعلیم وتربیت سے اپنے معاصرین میں مشارالیہ بن گئے، مفید کتابیں تصنیف کیں اور علم کی بلاد وامصار میں خوب اشاعت کی۔ اس وقت کے ائمہ کبار ان حضرات کے شاگرد ہوئے، آپ نے ابوبکر محمد بن حداد کی کتاب فروع کی شرح لکھی۔ بمقام شہور ۴۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابومحمد عبداللہ بن عبداللہ بن یوسف بن محمد جھونہ جوینی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، آپ امام الحرمین کے والد بزرگوار، تفسیر، فقہ، اصول غریب اور ادب کے امام، بہت سے لوگ آپ کی صحبت علمی کی بدولت علم وفقہ کے امام بن گئے۔ بالخصوص آپ کے صاحبزادے امام الحرمین جن کے علمی جلال کی بدولت کوئی شخص آپ کے سامنے مذاق کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ تفسیر کبیر بر انواع علم تبصرہ وتذکرہ، مختصر المختصر، فرق و جمع، سلسلہ وموقفۃ الانام، الامان والمامون آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ آپ نے بہت زیادہ حدیثیں سنی تھیں۔ ماہ ذی قعدہ ۴۳۸ھ یا ۴۳۴ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت ابوسعید عبداللہ بن ابی اسری تمیمی حدیثی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، لقب شرف الدین، اپنے زمانے کے فقہا وفضلا میں ممتاز تھے۔ کمسنی میں قرآن مجید دس قرأت میں پڑھا۔ پیر کے دن ۲۲ ربیع الاول ۴۹۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن ابوالحسن علی بن ابی العباس احمد معروف بہ ابن رفاعی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، صالح متقی، ولایت مغرب سے آکر بلاد بطائح کے قریہ ام عبیدہ میں قیام پذیر ہوئے۔ درویش اور فقرا کے نیازمند تھے۔ آپ کی روحانی تربیت سے نیازمندوں نے تصوف میں کمال پیدا کیا اور آپ کے ارادت مند بن گئے۔ ایک بہت بڑی جماعت اور طائفہ رفاعیہ وبطائح آپ کی جانب منسوب ہے۔

آپ کے مریدوں کا حال عجیب وغریب ہے۔ زندہ سانپ کھا جاتے ہیں۔ اپنے شہروں کے اندر آگ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ پیروں سے روند کر ٹھنڈی کر دیتے ہیں اور شیر پر سوار ہو کر سانپ کا کوڑا بنا کر ہانکتے ہیں اور اس طرح کی بہت سی کرامتیں رکھتے ہیں۔

شیخ احمد کی اولاد نہ تھی۔ آپ کے برادر زادہ سجادہ نشیں ہوئے، آج تک آپ کے مراسم معروف ومشہور ہیں۔ بروز پنج شنبہ ۲۲ رجمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں بمقام ام عبیدہ وفات پائی۔

حضرت ابوالفتوح اسعد رضی اللہ عنہ

فقہائے شافعیہ میں ہیں۔ زہد وورع، قناعت وتوکل میں مشہور ہیں۔ علم ودیانت وامانت میں موصوف ومحمود، معیشت کا انحصار اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھا۔ شہر سے باہر جاتے، جنگلی درختوں کی پتیاں لاکر بقدر روزینہ بیچتے اور اس قیمت سے ضروریات پوری کرتے۔ باقی اوقات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ بغداد میں حدیث کا درس دیتے۔ شب پنج شنبہ ۲۲ رصفر المظفر ۶۰۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوابراہیم اسماعیل مسلم مزنی رضی اللہ عنہ

آپ امام شافعی کے شاگرد تھے۔ مصر میں مجتہد ومستعد، صاحب حجت، غواص معانی، شافعیوں کے امام ومقتدا تھے۔ مذہب شافعی میں جامع صغیر اور جامع کبیر جیسی کتابوں کے مصنف ہیں۔ امام شافعی کہا کرتے تھے، مزنی میرے مذہب فقہ کا ناصر ہے۔ آپ فقہ میں کمال کے ساتھ ساتھ زہد وورع میں بھی کامل تھے۔ آپ کی کتاب "المختصر" بہت مغلق ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت ہر مسئلہ لکھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ آپ کی ۲۵ ردعائیں مقبول ہوئیں۔ امام شافعی کی میت کو آپ نے غسل دیا۔

۶ ررمضان المبارک ۲۶۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابوحفص حرملہ رضی اللہ عنہ

آپ امام شافعی کے اہم شاگرد ہیں۔ امام شافعی کے بہت سے شاگرد آپ سے قریب رہتے اور علم سیکھتے۔ حدیث یاد کرتے۔ کتاب مبسوط اور مختصر تصنیف کی۔ مسلم بن حجاج اپنی صحیح میں آپ سے بہت سی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ بمقام مصر ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت حسن بن احمد بن زید رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، فقہ میں کتاب الاقضیہ جیسی کتاب تحریر کی۔ بغداد کے کوتوال تھے۔ زہد میں مبالغہ سے کام لیتے۔ ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو علی حسن بن حسین بن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، آپ نے امام مزنی کی کتاب مختصر کی شرح لکھی تھی۔ ابو علی طبری نے اس شرح پر تعلیق لکھی۔ فروع میں آپ کے بہت سے رسائل ہیں۔ آپ بغداد کے مدرس اور عراقیوں کے امام تھے۔ ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت حسن بن قاسم طبری رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، ابو علی حسن بن حسین بن ابی ہریرہ کے شاگرد تھے۔ اپنے استاذ کی وفات کے بعد بغداد میں درس دینے لگے۔ علم ونظر میں کتاب تحریر کی۔ سب سے پہلی کتاب جو علم خلافیات میں لکھی گئی آپ کی تصنیف "المجرد" ہے۔ فقہ میں کتاب الیضاح اور کتاب عدہ دس جلدوں میں تصنیف فرمائی۔ بعض لوگوں نے آپ کی نظری تصانیف کو قبول نہیں کیا۔ ۳۰۵ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔

حضرت ابو علی حسن بن ابراہیم بن علی فارقی رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، آپ واسط کے قاضی تھے۔ کتاب القواعد علی المذہب آپ کی تصنیف ہے۔ آپ بڑے زاہد اور متورع تھے۔ ۲۲ محرم الحرام ۵۲۰ھ بروز چہار شنبہ بمقام واسط انتقال کیا۔

حضرت ابو علی حسین بن علی رضی اللہ عنہ

امام شافعی کے مذہب کے زبردست حامی تھے۔ اصول وفروع میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ فقیہ ہونے کے ساتھ ہی محدث ومتکلم بھی تھے۔ ۲۴۸ھ، ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو علی حسین بن صالح رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، آپ زاہدوں، فاضلوں اور شیوخ میں سے ایک تھے۔ خلیفہ معتضد باللہ عباسی کے زمانہ میں وزیر نے آپ کو بغداد کے عہدہ قضا کی پیش کش کی اور خود آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا، لیکن آپ نے منصب قضا قبول نہیں کیا۔ وزیر نے کہا، میں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا، کہ آپ یہ منصب قبول نہ کریں گے، میں ان کے اعزاز میں ان کے گھر گیا تھا، تاکہ لوگ یہ بات جان لیں، کہ وزیر خود منصب قضا لے کر ان کے گھر گیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۳۲۰ھ بروز سنیچر وفات پائی۔

حضرت ابو علی حسین بن شعیب بن محمد رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، آپ علمائے محققین میں سے تھے۔ ابو بکر کی "فروع" کی شرح لکھی اور کتاب "تلخیص" کی بھی عمدہ

شرح تحریر فرمائی۔اس طرح کی اکثر دقیق کتابوں کی شرحیں لکھیں۔۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابو العباس خضر رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، فقیہ فاضل، مذہب فرائض اور خلاف کے عالم تھے۔۱۴؍جمادی الاخری ۵۶۶ھ بروز جمعہ وفات پائی۔

حضرت ابو محمد ربیع بن سلیمان مصری رضی اللہ عنہ

آپ امام شافعی کے شاگرد رشید تھے۔امام شافعی کی اکثر کتابوں کی روایت کی۔آپ اور چار اور شاگردان شافعی، امام شافعی کی وفات کے وقت حاضر تھے۔امام نے فرمایا، اے ربیع! خدا کی قسم تو نے میری جو خدمت کی، وہ دوسروں سے نہ ہوسکی۔

بروز پیر ۲۰؍شوال ۲۹۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ زبیر بن احمد بن سلیمان بن عاصم بن منذر بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

مشہور شافعی فقیہ، زبیری، مصری، اپنے زمانے کے امام، مصر و بصرہ کے امام اور مدرس تھے۔کتاب کافی آپ کی تصنیف ہے۔

۳۲۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد قورانی مروزی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، مرو کے اندر فقہائے شافعیہ کے امام تھے۔اصول و فروع کے ماہر تھے۔ابوبکر مروزی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔علم فقہ، اصول، اخلاق، جدل و مناظرہ میں کتاب ملل و نحل تصنیف فرمائی۔طبقہ شافعیہ نے آپ سے روایتیں کیں۔روئے زمین کو شاگردوں کی کثرت سے بھر دیا۔اپنے مذہب کے اندر اجتہاد جید کے مالک تھے۔کتاب الامانت جو فقہ شافعیہ میں مفید عام ہے، آپ ہی کی تصنیف ہے، امام الحرمین آپ کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے، لیکن آپ ان کی باتیں نہ سنتے اور فیصلہ نہیں کرتے، جس کی بنا پر امام الحرمین آپ سے دل برداشتہ ہوگئے۔۴۶۱ھ بعمر ۷۰؍سال وفات پائی۔

حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن مامون بن علی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، نیشاپوری، علم فرائض میں "مختصر صغیر" لکھی، جو بہت مفید ہے۔اس کے علاوہ آپ کی تمام مصنفات نفع بخش ہیں۔۴۶۲ھ میں رحلت ہوئی۔

حضرت ابومنصور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب فخر الدین، شافعی فقیہ تھے۔ علم اور دین میں امام وقت تھے۔ ۱۰ رجب ۶۲۰ھ بروز چہار شنبہ دمشق میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد عبداللہ معروف بہ صیرفی رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، بغدادی، بڑے فقیہ تھے۔ ابوبکر فضال کہتے ہیں۔ امام شافعی کے بعد اصول میں سب سے زیادہ دانش ور ابوبکر ہیں۔ اصول فقہ میں آپ نے ایسی کتاب لکھی کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔

حضرت ابوالحسن محمد بن علی بن سہل سرخسی رضی اللہ عنہ

ائمہ شافعیہ کے فقیہ اور ان میں سب سے زیادہ عقل مند تھے۔ ۶ر جمادی الاخری ۶۸۴ھ شب چہار شنبہ وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن حسن ابراہیم استرابادی رضی اللہ عنہ

آپ فقیہ شافعی، فضل و ورع میں اپنے زمانے کے اندر بہت مشہور تھے۔ ادب اور فن قرأت میں ممتاز تھے۔ بقر عید کے دن (۱۰ر ذی الحجہ) ۳۸۶ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت ابوزید محمد احمد بن نصر بن عبداللہ بن محمد مروزی رضی اللہ عنہ

آپ فقیہ شافعی اور علمائے کبار میں تھے۔ زہد میں مشہور اور مذہب شافعیہ کے حافظ تھے۔ ۱۳ر رجب المرجب ۳۷۱ھ بروز جمعرات وفات پائی۔

حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ اودنی رضی اللہ عنہ

شافعی فقیہ، اپنے زمانہ کے امام تھے۔ عرصہ دراز تک نیشاپور میں رہے۔ آپ بڑے زاہد اور فقہائے اسلام میں تھے۔ بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے تھے۔ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، آپ مرو کے مشہور عالم دین، ۴۲۰ھ کے بعد دار فانی سے کوچ کیا۔

حضرت شیخ ابونصر محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

اعیان فقہائے شافعیہ میں ہیں۔فقہ میں امام اور صاحب تقوی ہیں۔کتاب نہایہ سے فتووں کے جومطالب اخذ کیے گئے ،لوگ ان کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہیں۔بہت عبادت گزار تھے۔۲۴رذی قعدہ کی شب ۵۲۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالحسن محمد بن ابی البقاء مبارک رضی اللہ عنہ

فقیہ شافعی، بغدادی، ہمیشہ اپنی مسجد میں رہتے اور فتوی دیتے ، بلاضرورت باہر نہ نکلتے ، آخری عمر میں فتوی دینے سے عاجز ہوگئے اور گوشہ نشیں ہوگئے تھے۔۴۸۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابوالسعادت عبداللہ بن مہر رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب تاج الدین خراسانی ہے۔شافعی فقیہ،صوفی، شارح مقامات حریری ہیں۔۲۹ر یا یکم ربیع الاول ۵۸۴ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

شیخ سنت،مقتدائے ملت ،بعصر خویش بے بدل،حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ :

شیخ فرید عطار کہتے ہیں، کہ آپ کو جس قدر علم حدیث حاصل تھا،کسی اور کو نہ تھا،عبادت وتقوی ، ریاضت وکرامت میں بہت اونچی شان رکھتے تھے۔صاحب فراست اور مستجاب الدعوات تھے۔علما کے تمام گروہوں کے محرم راز تھے۔حضرت ذوالنون مصری، بشر حافی، سری سقطی ،معروف کرخی جیسے مشائخ کی زیارت کی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ معتزلہ کے بہکانے سے آپ کو خلیفہ کے دربار میں قید کر کے لایا گیا اور آپ کو عقابین (لکڑیاں جن میں باندھ کر مجرموں کو سزادیتے ہیں) میں کھینچا گیا اور ایک ہزار کوڑے مارے گئے، کہ آپ قرآن کو اپنی زبان سے مخلوق کہہ دیں، لیکن آپ نے ظلم وستم کے باوجود قرآن کو مخلوق نہ کہا۔کوڑوں کی ضرب سے آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا۔ پاجامہ نیچے سرکنے لگا، تو غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور ازار کو اس کی جگہ پر روک لیا۔آپ برہنہ ہونے سے بچ گئے۔اس کرامت کو دیکھ کر آپ کو رہا کردیا گیا۔

وقت نزع آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا، آپ اس قوم کے حق میں کیا کہتے ہیں، جنہوں نے آپ کے ساتھ براسلوک کیا؟ جواب دیا، لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے مجھے مذہب باطل پر خیال کیا اور یہ سلوک روا رکھا۔

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو پرندے آکر آپ کے جنازے پر نثار ہونے لگے، اس کرامت کو دیکھ کر چالیس ہزار آتش پرستوں نے نعرہ حق بلند کیا اور مسلمان ہوگئے۔۲۰۳ھ (۲۴۱ھ) میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت ابواسحاق بن محمد بن سری بن سہل زجاج رضی اللہ عنہ

مشہور نحوی، ابوعلی فارسی نحوی اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن زجاجی (مصنف کتاب جمل) کے استاذ، آپ اعلم علمائے ادب اور پیشہ کے اعتبار سے شیشہ گر تھے۔ علم وادب کی تعلیم وتعلم کی مصروفیات کی وجہ سے اپنا پیشہ ترک کر دیا اور پورے طور پر علم وادب کی تعلیم وتدریس میں منہمک ہو گئے۔ علمائے علم وادب آپ کی طرف درج ذیل کتابوں کی نسبت کرتے ہیں، (۱) کتاب معانی قرآن (۲) کتاب الامالی (۳) کتاب تفسیر جامع (۴) کتاب الاسعاف (۵) کتاب عروض (۶) کتاب قوافی (۷) کتاب الفرق (۸) کتاب خلق الانسان والفرس (۹) مختصر نحو (۱۰) کتاب ماینصرف ومالاینصرف (۱۱) کتاب شرح ابیات سیبویہ (۱۲) کتاب الانوار وغیرہ۔ ۱۹ر جمادی الاخری ۳۱۶ھ یا ۳۱۱ھ بروز جمعہ بغداد میں رحلت فرمائی۔ بوقت وفات فرمایا، میں تین باتوں کی وجہ سے پروردگار عالم سے عفو کی امید رکھتا ہوں (۱) میں امام شافعی کے شاگردوں میں سے ہوں (۲) عمر دراز ہوں (۳) اس شہر میں مسافر ہوں۔ ۸۰ر سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن یوسف بن ابراہیم بن عبداللہ بن ادریس حمیری رضی اللہ عنہ

ابن قرقول سے مشہور ہیں۔ کتاب مطلع الانوار کے مصنف، علمائے افاضل میں سے تھے۔ علمائے اندلس سے علمی صحبت رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب نماز جمعہ کے بعد وقت موعود قریب آیا، سورہ اخلاص بار بار پڑھتے رہے، پھر تشہد پڑھا، عصر کے وقت نزع کی کیفیت طاری ہوئی۔ سجدے میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔

حضرت ابواسحاق بن احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری رضی اللہ عنہ

مشہور مفسر، یکتائے روزگار تھے۔ تفسیر کبیر جو تمام تفسیروں میں فائق ہے اور کتاب قصص عرائس جو انبیا علیہم السلام کے تذکرے میں ہے، آپ کی تصانیف ہیں۔ ابوالقاسم قشیری نے ایک رات خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور گفتگو کی، لیکن جواب نہ ملا، خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ایک صالح مرد آیا ہے، جب قشیری نے غور سے دیکھا، تو وہ آنے والے شخص حضرت ثعلبی تھے۔

محرم الحرام ۴۲۷ھ یا ۴۳۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ احمد بن ابی داؤد فرخ آبادی رضی اللہ عنہ

قاضی تھے، فتوی دیا کرتے تھے۔ خلیفہ معتصم کے ساتھ آپ کی مدرسی کی حکایت مشہور ہے۔ ذی قعدہ ۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ ان کے لڑکے قاضی محمد نے اپنے لڑکے قاضی احمد کی وفات سے ۲۰ر دن پہلے وفات پائی۔

حضرت ابوبکر قطنی رضی اللہ عنہ

بغداد میں امام تھے۔ حدیث میں امام احمد بن حنبل کے پوتے، امام عبداللہ کے شاگرد تھے۔ ذی الحجہ ۳۶۰ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن اسحاق رضی اللہ عنہ

آپ فاضل وافضل تھے۔ صباح وغیرہ آپ کی چودہ کتابیں ہیں۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعبید احمد بن محمد بن ابوعبید ہروی رضی اللہ عنہ

آپ بہت بڑے عالم، فاضل اور صالح بزرگ تھے۔ کتاب الغریبین آپ کی تصنیف ہے۔ رجب المرجب ۴۰۱ھ میں دار فانی سے رحلت کی۔

حضرت ابوالفتح احمد رضی اللہ عنہ

امام غزالی کے شاگرد ہیں۔ کتاب ایضاح بہ زبان فارسی فن نحو میں تصنیف فرمائی۔ ۵۲۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت ابوطالب احمد نحوی رضی اللہ عنہ

ابوعلی فارسی کی کتاب ایضاح کے شارح، ۲۰ رمضان المبارک ۴۰۶ھ بروز پنج شنبہ بمقام مصر وفات پائی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد کاتب رضی اللہ عنہ

آپ کتاب الجراح کے مصنف ہیں۔ ۲۷۰ھ میں رحلت کی۔

حضرت صاعد بن حسن بن عیسیٰ ربعی بغدادی لغوی رضی اللہ عنہ

آپ کتاب الفصوص کے مصنف ہیں۔ ۴۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابومحمد عبداللہ بن جعفر نحوی رضی اللہ عنہ

عالم فاضل تھے۔ کتاب الحرمی، ارشاد، کتاب حجاز، شرح الفصیح وغیرہ اور قرآن مجید کی تفسیر میں کتاب ثعلب وغیرہ بہت سی مفید کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ ان کے علاوہ چند اور کتابیں لکھنی شروع کی تھیں، مگر پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں۔ ۲۹ ریا ۲۴ رصفر المظفر ۳۴۷ھ بروز دوشنبہ وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن احمد بن محمود کعبی بلخی رضی اللہ عنہ

مشہور عالم، فرقہ معتزلہ اور ان کے متبعین کو کعبیہ کہتے ہیں۔ آپ بڑے متکلم تھے۔ علم کلام میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔ ماہ شعبان ۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن قاسم بن مظفر سہروردی المنعوت بہ مرتضٰی رضی اللہ عنہ

لقب مرتضٰی، قاضی کمال الدین کے باپ ہیں۔ آپ کے والد اور اولاد کا ذکر انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔ آپ علم وفضل اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ وعظ بڑا بلیغ اور موثر کہتے تھے۔ ۵۲۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابومحمد عبداللہ بن علی بن عبداللہ معروف بہ شاطبی اندلسی رضی اللہ عنہ

اقتباس الانوار، التباس الازہار، نصاب صحابت، درایۃ الآثار آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کی کتابوں میں کوئی غلطی صادر نہ ہوئی۔ بروز جمعہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۵۴۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو بن جمل اوزاعی رضی اللہ عنہ

آپ اہل شام کے امام ہیں، ملک شام میں آپ کے مقابلے کا کوئی عالم نہ تھا۔ ۸۰ ہزار مسئلوں کے جوابات دیے، آپ بیروت میں قیام کرتے تھے۔

لوگوں کا بیان ہے، سفیان ثوری کو خبر ملی، امام اوزاعی تشریف لا رہے ہیں، استقبال کے لیے باہر آئے، قریہ سے نکل کر دور تک آئے اور ملاقات کی۔ آپ کے اونٹ کو قافلے کی قطار سے الگ کیا اور اس کا بوجھ اپنی گردن پر رکھا۔ جب لوگوں کی بھیڑ میں پہنچے، آپ فرما رہے تھے، شیخ کو راستہ دو، سفیان ثوری آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک اور ایک جماعت نے بھی آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا۔ ۲۷ رصفر یا ربیع الاول ۱۵۷ھ میں بمقام بیروت داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اہل قریہ کا اعتقاد ہے کہ آپ کی قبر پر آسمان سے نور اترتا ہے۔

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالکریم رضی اللہ عنہ

کتاب خراج کے مصنف ہیں۔ ۲۷۰ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زید نحوی شیبانی رضی اللہ عنہ

ثعلب کے نام سے مشہور ہیں۔ لغت ونحو میں کوفیوں کے امام ہیں۔ ماموں فی الحدیث، مشہور صالح بزرگ، قوی حافظہ اور جودت ذہن کے مالک تھے۔ ایک دن ابوبکر بن مجاہد سے کہا، دوسرے حضرات قرآن وحدیث میں مشغول

رہتے ہیں۔ میری دلیل زید وعمرو نجات کا ذریعہ کیسے بنیں گے اور میرا حال کیا ہوگا، اسی رات ابوبکر کی معرفت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ بشارت ملی کہ تم نجات یافتہ لوگوں میں ہو اور تمام اہل علم تمہاری تعلیم کے محتاج ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول ۲۹۱ھ بروز شنبہ بمقام بغداد شریف وصال فرمایا۔

حضرت رضی الدین رضی اللہ عنہ

افضلِ عصر، اعلم علمائے دہر، دنیا و مافیہا سے بے زار، فقہ میں سولہ جلدوں پر مشتمل کتاب تصنیف کی۔ بروز بدھ ۳ ربیع الاول ۶۳۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالفضل شرف الدین رضی اللہ عنہ

اپنے باپ سے وطن ہی میں علوم، کمالات جاہ ومنصب کے باوجود حاصل کیے، جو حیرت کی بات ہے۔

حضرت ابوالعباس احمد بن ہارون رشید عباسی خلیفہ رضی اللہ عنہ

اپنے والد کے دور حکومت میں کلیتاً دنیا چھوڑ دیا اور زاویہ نشیں ہو گئے۔ عبادت گزار، متقی، پرہیز گار تھے۔ بروز شنبہ پورے ہفتے کا روزینہ کماتے اور پورا ہفتہ عبادت میں مشغول رہتے۔ اسی وجہ سے "کسبی" شہرت پائی۔ تمام عمر اس طریقہ کار پر گزار دی۔ ۱۸۴ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن موسیٰ صمساجی اندلسی رضی اللہ عنہ

ابن غریف کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا شمار کبار صالحین اور زاہدین، شریعت پر عمل کرنے والے اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ روحانیت میں آپ کے درجات مشہور ہیں۔ ان میں تصوف میں کتاب المجالس وغیرہ ان کی تصنیف ہے۔ اہل صلاح وتقویٰ آپ کی بارگاہ سے وابستہ رہتے اور فائدہ حاصل کرتے۔ لوگوں کی دراندازی کی وجہ سے حاکم کی طلب پر مراکش گئے اور وہیں شب جمعہ ۲۲ صفر ۵۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت ابوطاہر اسماعیل ملقب المنصور بن القائم رضی اللہ عنہ

آپ کے والد نے خارجیوں سے جنگ کے لیے بھیجا، آپ اونی کپڑے پہنتے اور گدھے پر سواری کرتے، بروز اتوار ۲۵ محرم الحرام ۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوطاہر اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری اندلسی رضی اللہ عنہ

علم ادب کے امام، فن قرأت میں استاذ تھے۔ کتاب العوان فن قرأت میں لکھی، جو فن تجوید وقرأت میں معتبر اور مفید عمل

ہے۔آپ ہمیشہ علوم وفنون کے مطالعہ اور لوگوں کو علمی فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ بروز اتوار یکم محرم ۴۵۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو بکر بکار رضی اللہ عنہ

آپ صحابی رسول حضرت ثقی بن حارث بن کلدہ کی اولاد سے ہیں۔آپ مصر کے قاضی بنائے گئے۔ وہاں احمد بن طولون سے دوستی ہوگئی۔ ہر سال ہزار دینار کی تھیلی ان کو بھیجتے ،ابو بکر بکار ان تھیلیوں کو اسی طرح سر بمہر اپنے پاس محفوظ رکھتے ،خرچ نہ کرتے ، احمد طولون نے جس وقت آپ کو قید کیا اور اس خیال سے کہ آپ نے دی ہوئی رقم خرچ کر ڈالی ہوگی ،اپنے دیے ہوئے دیناروں کی تھیلیوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے سر بمہر تھیلیاں پیش کیں ہیں ،اس کے باوجود قید میں رہے۔ طلبا کے اصرار اور حاکم کے حکم پر حدیث کا درس دیتے۔ جب تنہائی میں ہوتے ،قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور قرآنی احکام ومعانی کے مطابق گریہ وزاری کرتے۔ بروز جمعرات ۶ رذی الحجہ ۲۷۰ھ میں حالت قید میں ،بمقام مصر وفات پائی۔

حضرت ابوعبداللہ حسن بن عبداللہ سرافی نحوی رضی اللہ عنہ

قاضی کے لقب سے مشہور، بغداد کے رہنے والے تھے۔ بصریوں کے درمیان مقتدا، آپ نے سیبویہ کی کتاب کی بہت عمدہ شرح لکھی۔ کتاب القاب الوصل والقطع ،کتاب ابصار النحوین من البصرین ، کتاب الوقف والابتداء ، کتاب صبغۃ الغرر والبلاغت ، شرح مقصورہ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ بروز دوشنبہ ۲ ررجب المرجب ۳۶۸ھ یا ۳۷۴ھ یا ایک روایت کے مطابق ۳۶۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن عبدالغفار بن سلمان فارسی نحوی رضی اللہ عنہ

آپ علم نحو میں امام وقت تھے۔ اکثر شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے حلب آئے ، کتاب الیضاح اور تکملہ فن نحو میں آپ کی کتابیں ہیں۔ ضخیم کتاب کتاب التذکرہ، کتاب مقصود، کتاب الحج علم قرأت میں کتاب الانتقاد، کتاب صد عوامل، کتاب مسلسل حلیات وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ بروز اتوار ۱۷ ربیع الآخر ۳۷۷ھ میں بمقام بغداد انتقال کیا۔

حضرت حسن بن رشیق معروف بہ قیروانی رضی اللہ عنہ

آپ فضلا وبلغا کے زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب عمدہ درفن فصاحت نقد عیوب اور کتاب انموذج، فراضۃ الذہب اسی جنس سے تعلق رکھنے والی آپ کی کتابیں ہیں۔ بروز جمعہ یکم ذی قعدہ ۴۵۵ھ دنیا سے کوچ کیا۔

حضرت زبیر بن بکر رضی اللہ عنہ

آپ حضرت زبیر بن عوام صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہیں۔ بہت بڑے عالم، مکہ کے قاضی تھے۔

قریش کے نسب نامے کے موضوع پر لکھی ہوئی آپ کی مشہور کتاب ہے۔اس کے علاوہ بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں۔۲۱ رذیقعدہ ۲۵۶ھ یک شنبہ کی شب وفات پائی۔

حضرت سعید بن اویس رضی اللہ عنہ

آپ قیس انصاری کے فرزند، لغوی، بصری ہیں۔ادب کے امام تھے۔لغات، نوادر اور ادب میں کمال رکھتے تھے۔کتاب القیاس، سراس اور کتاب الابل وغیرہ آپ کی بہت سی مفید کتابیں ہیں۔۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالحسن سعید بن سعد مجاشعی نحوی، بلخی معروف بالاخفش رضی اللہ عنہ

نحو کتاب اوسط، تفسیر معانی القرآن، مقاییس نحو، کتاب مسائل صغیر و کبیر اس جنس کی بہت سی کتابوں کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے۔۲۱۵ھ یا ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر ہنکاری رضی اللہ عنہ

مشہور بزرگ ہیں جماعت عدویہ آپ کی طرف منسوب ہے۔آپ کے کمالات علمی دنیا میں شائع ہوئے۔خلق کثیر آپ سے متعلق ہوئی اور عقیدت کے غلو میں حد شرع سے آگے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ آپ کی طرف لوگ رخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔شیخ نے اعیان مشائخ اور مشاہیر علما کی صحبت اختیار کی اور ان سے نعمت حاصل کی۔بالآخر خلق سے قطع تعلق کر کے کوہ ہنکاری میں چلے گئے، جو موصل کے توابع میں ایک گاؤں ہے۔وہاں ایک زاویہ عبادت کی بنیاد رکھی، اس آبادی کے گردونواح کے لوگوں نے اس طرح آپ کی طرف رجوع کیا، کہ کسی اور شیخ کی طرف ایسا رجوع عام نہ ہوا۔شیخ کی ولادت ۴۶۴ھ میں ہوئی۔مشہور ہے کہ اس مکان ولادت کی آج تک لوگ عقیدت کے ساتھ زیارت کرتے ہیں۔۵۵۵ھ یا ۵۵۷ھ میں اپنے شہر کے اندر وفات پائی۔

حضرت ابومحمد علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ

آپ کی ملکیت میں ۵۰۵ زیتون کے درخت تھے۔روزانہ ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔آپ کے دونوں ہاتھوں کی کہنیاں گھٹنے کثرت سجود کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے۔بعض لوگوں نے اس واقعہ کی نسبت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ولادت کے دن آپ کے والد عبداللہ بن عباس نماز ظہر کے لیے، حضرت علی رضی اللہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔حضرت علی ولادت کی خبر پا کر عبداللہ بن عباس کے گھر گئے اور ابن عباس سے پوچھا، تم نے اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ جواب دیا، حضور کے نام پر اس کا نام محمد رکھا ہے، پھر بچے کو طلب کیا اور مہربانی، نوازش فرمائی اور آپ کے حق میں دعا کی۔فرمایا، اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

خلفائے بنی عباس جن میں اکثر ظالم و جابر اور بعض نیک عادل گزرے ہیں۔ وہ سب انہیں علی بن عبداللہ بن عباس کی نسل سے تھے۔ بلکہ علی بن عبداللہ نے کسی موقع پر عبدالملک بن مروان سے کہا تھا، بالآخر یہ سلطنت میرے فرزندوں کے ہاتھ آئے گی۔ علی اپنے باپ، دادا اور جد اعلیٰ کی طرح طویل القامت تھے۔ پیادوں میں ہوتے تو سوار کی طرح بلند دکھائی دیتے۔ علی بن عبداللہ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ

آپ کو داؤد بن بلال بھی کہتے ہیں، آپ اہل رائے سے ہیں، ۳۳ رسال تک کوفہ کے قاضی رہے۔ امام شعبی سے فقہ حاصل کی۔ سفیان ثوری سے حدیث کا درس لیا۔ ۱۴۸ھ میں بمقام کوفہ رحلت فرمائی۔

حضرت ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد رضی اللہ عنہ

صاحب تفسیر کبیر (طبری) تاریخ طبری، اکثر علوم وفنون میں پیشوا تھے۔ بعض علوم وفنون تفسیر، حدیث، فقہ، وغیرہ میں عمدہ تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ہر تصنیف وفور علم اور کثرت فضل پر دلالت کرتی ہے۔ آپ صاحب اجتہاد علما کی جماعت میں کامل تھے۔ کسی امام کے مقلد نہیں تھے۔ بروز شنبہ ۲۴ رشوال ۳۱۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

حضرت ابو بکر محمد بن حسن قاری نقاش موصلی بغدادی رضی اللہ عنہ

''شفاء الصدور'' علم تفسیر میں اور کتاب الاشارہ، کتاب الموضح، قرآن اور اس کے معانی میں آپ کی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری کتابیں بھی آپ کی مصنفات ہیں۔ ۳ رشوال ۲۶۵ھ یا ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو الحسن محمد بن احمد قاری بغدادی رضی اللہ عنہ

مشہور قاری ہیں۔ ایک وزیر کے حق میں بددعا کردی، کہ اس کا ہاتھ کٹ جائے، چند سال بعد ایسا ہی ہوا، یعنی وزیر کا ہاتھ کاٹا گیا۔ بروز دوشنبہ ۳ رصفر ۳۱۲ھ فوت ہوئے۔

حضرت ابو طالب محمود بن علی رضی اللہ عنہ

''تعلیقہ'' آپ کی تصنیف ہے۔ شوال ۵۸۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو الحسن محمد بن احمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ

آپ ابن شمعون کے نام سے مشہور ہیں۔ عمدہ وعظ کہنے، حلاوت، اشارہ اور لطافت عبارت میں اپنے زمانے کے اندر انفرادی شان رکھتے تھے۔ ابو بکر شبلی اور ان کے مثل مشائخ ایک جماعت کو پایا۔ اور ان سے کسب فیض کیا۔ اہل

عراق آپ کے بہت معتقد تھے۔ آپ کے کمالات اندازہ تحریر سے زیادہ ہیں۔ ماہ ذی قعدہ یا ذی الحجہ ۳۸۷ھ میں وفات پائی۔ اپنے مکان واقع بغداد میں مدفون ہوئے۔ چند سال بعد آپ کی لاش قبر سے نکال کر ۴۲۶ھ میں باب حرب کے اندر دفن کی گئی۔ آپ کا کفن ویسا ہی تھا، اس میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہیں ہوا تھا۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قریشی ہاشمی رضی اللہ عنہ

مشہور زاہد، صاحب کرامات بزرگ تھے۔ مصر کے لوگ آپ کی بہت سی کرامت بیان کرتے ہیں، جو لوگ ان کی صحبت سے وابستہ ہوئے، ان میں ایک جماعت کے بلند مراتب کے بارے میں خبر دی اور ساری پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئیں۔ آپ اکابر سادات اور معظم طبقات میں سے تھے۔ اندلس میں بڑے بڑے زاہدوں سے فیوض وبرکات حاصل کیے۔ پھر مصر تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو آپ کی ذات سے بہت نفع پہنچا۔ مصر سے بیت المقدس کی زیارت کے لیے ملک شام کا سفر کیا اور وہیں ماہ جمادی الاولی ۵۹۹ھ بعمر ۵۵ رسال جوار حق سے پیوست ہوئے۔

حضرت ابونصر سائب بن بشیر بروایتے مبشر بن عمرو کلبی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب تفسیر، اور صاحب علم الانساب تھے اور ان دونوں علوم میں امامت کے درجے پر فائز تھے۔ آپ کے لڑکے ہشام آپ سے روایت کرتے ہیں۔ کلبی، عبداللہ بن مبارک کے شاگرد تھے۔ علی بن ابی طالب کے مذہب پر تھے۔ سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کے دادا سائب سردار تھے۔ آپ کے اجداد عبید اور عبدالرحمن جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ شریک تھے۔ مبشر بن عمرو کلبی کی وفات ۱۶۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن زیاد معروف بابن اعرابی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ صاحب لغت، جید عالم شریعت تھے۔ کتاب نوادر وغیرہ آپ کی تصنیف ہے۔ ۱۴؍شعبان ۲۳۱ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابومحمد مکی بن ابی طالب خموش رضی اللہ عنہ

علم قرآن میں تبحر وکمال رکھتے تھے۔ دعاؤں کی مقبولیت کے لیے مشہور تھے۔ عبداللہ مقری کہتے ہیں، ایک آدمی نے آپ کو تکلیف پہنچائی، اس کے بارے میں آپ نے دعا کی الٰہی! تو مجھ کو اس آدمی کے شر سے محفوظ رکھ۔ اس کے بعد وہ شخص کبھی آپ کے پاس نہیں آیا، بروز سنیچر ماہ محرم نماز فجر کے وقت ۴۳۷ھ میں بمقام قرطبہ رحلت فرمائی۔

حضرت ابو محمد یعقوب بن اسحاق رضی اللہ عنہ

آپ کو متری کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، فن قرأت سلام بن سلیمان طویل، میہدی بن میمون اور ابوالاشہب مطاروی سے حاصل کیا تھا۔ شیخ حمزہ سے حروف روایت کرتے ہیں۔ اور اپنے دادا زید بن عبداللہ سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ کتاب الجامع جو اختلاف عامہ پر مشتمل ہے آپ کی تصنیف ہے۔ ماہ ذی الحجہ یا جمادی الاولیٰ ۲۵۵ھ دار فانی سے کوچ کیا۔

لجہ سوم

خواجہ حسن بصری اور ان کے خلفاو تبعین کا اجمالی بیان، اس لجے میں دو نہریں ہیں:

نہر اول

در احوال حسن بصری وغیرہ

موج :۔ احوال حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

خلیفہ خلیفہ الٰہی، رسالہ رسالت پناہی، کان حقیقت، طریق طریقت، ملاذ اولیائے کبیر، معاذ اصفیائے روشن ضمیر، سر حلقہ اصحاب رہبری، امام المتقین خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ، امام حسن بن علی اور کمیل بن زیاد کے صحبت یافتہ ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار اور آپ صاحب مناقب کبیر ہیں۔ ارباب یقین کے پیشوا، اصحاب تمکین کے مقتدا، واصلان حق کی اصل، کاملین ولایت میں مقبول تھے۔ روضۃ الاحباب کی آخری جلد میں لکھا ہوا ہے، کہ آپ کے والد ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، جب حسن بصری کی ولادت ہوئی، آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، حضرت عمر نے فرمایا، اس بچہ کا نام حسن رکھو، اس لیے کہ یہ بچہ خوبرو ہے۔ آپ کی ماں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں۔ ایک دن حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کمال شفقت کی بنا پر اپنا سینہ مبارک حسن کے منہ سے لگا دیا، دودھ کے چند قطرے حسن کے منہ میں ٹپک گئے، اس مقدس دودھ کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ہزاروں برکتیں اور کرامتیں عطا فرمائیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے حق میں دعا فرمائی، اے خدا! حسن کو مخلوق کا مقتدا بنا دے۔ دعا مقبول ہوئی، حسن بصری نے ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی اور ان سے فوائد حاصل کیے، اس طرح خلق کے پیشوا اور مقتدا بن گئے۔

بصرہ میں حضرت علی مرتضٰی کی زیارت کی، آپ کی صحبت میں رہے اور تمام مرادیں حاصل کیں اور روحانی مجاہدات کر کے تکمیل کے مرتبہ پر پہنچے اور خرقہ خلافت سے ممتاز ہوئے۔

تذکرۃ الاولیا میں مرقوم ہے، آپ نے فرمایا، جب تک مجھے انجام کار معلوم نہیں ہوتا، میں نہیں ہنستا اور میں مخلوق سے تعلقات نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے اس قدر ریاضات و مجاہدات کیے کہ آپ کے زمانہ میں کسی مردحق کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا۔

ایک سال بصرہ میں قحط پڑا، مخلوق نے آپ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کی، فرمایا، یہ خشک سالی میری ذات کی نحوست سے ہے، تم لوگ مجھے بصرہ سے نکال دو، خداوند تعالیٰ تمہارے لیے پانی برسائے گا محض اس کلمہ کے بولنے سے بارش ہونے لگی۔

آپ کے روحانی کمالات حد تحریر سے زائد ہیں۔ یکم رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

موج:۔ احوال خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ

استاذ الاستاذ، پیشوائے عباد، مرجع اقطاب و اوتاد، قطب الارشاد، خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ:

آپ زمانہ کے کامل بزرگوں میں ہیں۔ مرشد وقت تھے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت علی کے چار خلفا جو چار پیر کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے دونوں صاحبزادے (۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) امام حسن بصری (۴) کمیل بن زیاد علیہم الرحمۃ والرضوان۔

آپ کے کمالات و کرامات و عادات اس مختصر تذکرے میں بیان نہیں کیے جاسکتے، یہاں تک کہ حضرت حسن بصری آپ کی عزت و توقیر فرماتے۔ آپ ہمیشہ حضرت علی مرتضٰی کی خدمت میں رہتے اور تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد گوشہ تنہائی اختیار کرلیا اور خلق خدا کی ہدایت اور خالق کائنات کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ ۸۲ھ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں سے جام شہادت نوش کیا۔

موج :۔ احوال خواجہ ابو یحیٰ مالک دینار رضی اللہ عنہ

متصرف کمالات بلند، مورد حالات ارجمند، سلطان وادی ہدایت، برہان حقائق ولایت، محبت و عشق میں بے اختیار، خواجہ ابو یحیٰ مالک دینار رضی اللہ عنہ:

خواجہ حسن بصری کے مصاحب تھے۔ اس گروہ کے باعظمت لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی کراتیں بلند اور ریاضتیں وسیع، اگرچہ آپ بندہ آزاد نہ تھے، لیکن دونوں جہان کی بندشوں سے آزاد تھے۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ آپ کے والد کا نام دینار تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں، آپ ایک دن کشتی میں سوار ہوئے، کشتی والے نے اجرت طلب کی، جواب دیا، میرے پاس روپے نہیں ہیں، کشتی والوں نے آپ کو اتنا مارا، کہ بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے، کرایہ کا مطالبہ کیا گیا، جواب دیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے، لوگوں نے پاؤں پکڑ کر آپ کو دریا میں پھینکنا چاہا، اسی وقت دریا کی مچھلیاں اپنے منہ میں دینار لے کر پانی کی سطح پر نمودار ہوئی۔ مالک دینار نے مچھلیوں

کے منہ سے اپنے ہاتھ میں دینار لے کر کشتی کے مالک کو دے دیا۔ جب لوگوں نے یہ کرامت دیکھی تو آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ مالک دینار کشتی سے باہر آئے اور سطح آب پر چلنے لگے۔ اسی بنا پر آپ کو مالک دینار کہتے ہیں۔ آپ کے کمالات حد فہم سے زیادہ ہیں۔ جنہیں تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مختصر تذکرے میں انہیں بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ ۹۷ھ میں یا ایک قول کے مطابق ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہ

جگر سوختہ آتش درد، در کمالات فرد، بہ میدان عشق مرد، ثانی مریم وصفیہ، مقبول رجال رابعہ العدویہ رضی اللہ عنہا:
عدویہ کے معنی بے شوہر کی عورت اور مرد بے زن کو عدوی کہتے ہیں۔ تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہوا ہے، خواجہ حسن بصری اس وقت تک وعظ نہیں کہتے، جب تک رابعہ بصریہ مجلس وعظ میں حاضر نہ ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے حضرت رابعہ بصریہ کا تذکرہ صالح مردوں کے زمرے میں کیا ہے۔ بحر زخار کے مولف کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے۔
آپ کی چار بہنیں تھیں۔ آپ ان میں سب سے چھوٹی ہیں، اس لیے رابعہ کہتے ہیں۔ جس دن آپ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد کے گھر میں چراغ، تیل، چربی، کپڑا کچھ موجود نہ تھا، جسے استعمال کیا جاتا، اسی رات انہوں نے خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور نے فرمایا، تم دل چھوٹا نہ کرو، یہ پیدا ہونے والی تمہاری بچی سیدہ ہے۔ اس کی شفاعت سے میرے ستر ہزار امتی نجات پائیں گے۔ اور تم امیر بصرہ عیسیٰ زاد کے پاس جا کر کہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے، تم ہر رات ایک سو بار مجھ پر درود بھیجتے تھے، گزشتہ جمعہ کی رات درود بھیجنا بھول گئے، جس کے کفارے میں تم کو چار سو دینار میرے حوالہ کرنے ہوں گے۔
امیر نے جب یہ بات سنی، دس ہزار درہم صدقہ کیا۔ چار سو دینار رابعہ کے والد کو عطا کیا، امیر نے کہا، میرے درود پڑھنے کے حال سے اللہ اور رسول کے سوا کوئی آگاہ نہیں تھا، اس مرد کی بات سچی ہے۔
جب رابعہ بصریہ سن رشد کو پہنچیں، بصرہ میں قحط پڑ گیا، آپ کے والدین فوت ہو گئے، اور بہنیں ادھر ادھر بکھر گئیں۔ رابعہ ایک ظالم شخص کے ہاتھ میں پڑ گئیں، اس نے آپ کو چند درہم کے عوض بیچ دیا۔
رابعہ صائم الدہر، قائم اللیل تھیں۔ ایک رات آپ کا آقا نیند سے بیدار ہوا، رابعہ اس وقت سجدے میں تھیں، مناجات کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں، اے خدا! تو نے مجھے ایک انسان کا ماتحت بنا دیا، اسی بنا پر تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں، ورنہ ایک لمحہ تیری بارگاہ سے غیر حاضر نہ رہتی۔ آقا نے رابعہ کی یہ مناجات سنتے ہی کہا، میں نے اللہ کی راہ میں تجھے آزاد کر دیا، تو آزاد ہے، جو چاہے کرے، آزادی کے بعد رابعہ دوسری جگہ منتقل ہو گئیں، ہر رات ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتیں، سفر مکہ کے دوران آپ کا بار بردار گدھا مر گیا، قافلہ والوں نے آپ کا سامان اٹھانے کی خواہش ظاہر کی، رابعہ نے کہا، میں نے تم لوگوں پر بھروسہ نہیں کیا ہے، اسی وقت بارگاہ الٰہی میں دعا کی، الٰہی! تو ضعیفہ کو اپنے گھر بلا رہا ہے اور اس کے بوجھ بردار گدھے کو ہلاک کر دیا۔ اسی وقت گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور آپ کا سامان مکہ تک لے گیا۔

آپ چند دنوں تک صحرا میں رہیں، بارگاہ الٰہی میں عرض کی، خدایا! میں دل گرفتہ کہاں جاؤں؟ میں مٹی کا ڈھیلا ہوں، تیرا مقدس گھر پتھر کا ہے، میں تجھے چاہتی ہوں، گھر لے کر کیا کروں گی؟ حق تعالیٰ نے ان کے دل سے بطریق الہام خطاب کیا، کہ موسیٰ نے میرے دیدار کی خواہش کی، میری ایک تجلی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔

دوسری بار جب آپ مکہ تشریف لے گئیں، کعبہ خود آپ کے استقبال کے لیے آیا، رابعہ نے کہا، جمال کعبہ سے میں کیوں کر مسرور ہو سکتی ہوں؟ مجھے تو رب البیت کی تمنا ہے۔

رابعہ، حضرت حسن بصری کی شاگردہ تھیں، انہوں نے پوچھا، اے رابعہ! تم شادی کرنا چاہتی ہو؟ جواب دیا، کام کے لیے وجود ضروری ہے، یہاں وجود کہاں ہے؟ یہاں وجود کہاں ہے؟ میرا وجود نہیں، میں تو اس کی ذات کی تابع ہوں۔ آپ کے حالات وکمالات بیان سے باہر ہیں۔ وفات کے بعد جب آپ کو دفن کیا گیا، فرشتہ نے پوچھا، تمہارا رب کون ہے؟ جواب دیا، رب کو میرا اسلام پہنچاؤ، اور پیغام دو کہ تمام خلقت تیری ہے، مگر ضعیفہ کو تو نے فراموش نہیں کیا اور ضعیفہ کا جب تیرے سوا کوئی نہیں ہے، وہ تجھے کیسے فراموش کر سکتی ہے۔

۱۳۵ھ میں وفات پائی اور مقبرہ قدس میں سپرد خاک کی گئیں۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ

قدوہ اہل یقیں، مقتدائے خلوت گزیں، محرم رمز عدمی، پیشوائے قوم خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ کامل ریاضت وکمالات کے مالک تھے۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے، حبیب عجمی ابتدا میں مالدار شخص تھے، سودی کاروبار کرتے تھے، حسن بصری کے ہاتھ پر توبہ کیا اور ان کے مرید ہوگئے، جس قدر مال جمع کیا تھا، سب راہ خدا میں لٹا دیا۔ دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنایا، دن میں حسن بصری سے علم حاصل کرتے اور رات میں عبادت وریاضت کرتے، ایک بیوی جو آپ کے کسب معاش سے بے نیاز ہوجانے کی وجہ سے سخت تنگدستی میں زندگی بسر کر رہی تھی، اس نے ایک دن حبیب عجمی سے نفقہ کا تقاضا کیا، آپ نے کہا، میں جس ذات کی عبادت میں مشغول ہوں، وہ تجھے رائگاں نہ کرے گا، رات کے وقت غیبی مرد آٹا، گوشت، شہد، تیل لایا اور حبیب عجمی کے حوالے کیا، انہوں نے کہا، اب تم حبیب سے نان ونفقہ کا مطالبہ نہ کرنا، حبیب کی عبادت گزاری کے عوض معبود حقیقی تجھے اس سے کہیں زیادہ عطا کرے گا۔

حبیب کو عجمی اس لیے کہے ہیں، کہ (لکنت کی وجہ سے) صحت قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنے پر قادر نہ تھے۔

ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے، حسن بصری آئے اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے، انہوں نے الحمد کو الھمد پڑھا، حسن بصرنے فرمایا، تمہارے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی، الگ نماز پڑھنے لگے، حسن بصری نے اس رات خواب میں خدوند تعالیٰ کو دیکھا، عرض کیا، خدایا! تیری رضا کس چیز میں ہے؟ ارشاد باری ہوا، اے حسن! میری رضا حبیب کی اقتدا میں نماز پڑھنے میں تھی اور تو نے اس کے پیچھے نماز ادا نہیں کی، زبان اور دل کی درستگی میں بہت فرق ہے۔ حبیب عجمی مستجاب الدعوات اور کامل مشائخ میں تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت خواجہ داؤد بن نصر الطائی رضی اللہ عنہ

قدوہ اہل طریقت، زبدہ اصحاب حقیقت، مرد جاں فشاں راہ خدائی، ابو سلمان خواجہ داؤد بن نصر الطائی رضی اللہ عنہ:
آپ کبار صوفیہ و مشائخ کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ علوم ظاہری میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور حضرت ابراہیم بن ادہم، فضیل بن عیاض کے معاصر ہیں۔ ان کے پیر طریقت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی نسبت مریدی ابو حلیم حبیب بن سلیم راعی بن حبیب راعی سے ہے، جو سلمان فارسی کے اصحاب میں ہیں۔ یہ بات نفحات الانس سے معلوم ہوتی ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ خواجہ داؤد پر پردہ غفلت طاری تھا، جب جذبہ حب الٰہی سے ان کے اندر نور پیدا ہوا، امام اعظم کے زاویہ میں خلوت گزیں ہوگئے۔ باپ کی میراث سے ۲۰ ردینار انہیں ملے تھے۔ پوری زندگی انہیں دیناروں میں بسر کی۔ جس رات وفات پائی، آسمان سے آواز آئی، اے اہل زمین! داؤد واصل بحق ہوا، خداوند تعالیٰ اس سے راضی ہوا۔
۲۸ ر ربیع الاول ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ عتبہ بن غلام رضی اللہ عنہ

شیفتہ جمال باکمال، گم شدہ وصال، مقدس عالی مقام، خواجہ عتبہ بن غلام رضی اللہ عنہ:
آپ اہل دل بزرگوں میں مقبول تھے۔ آپ کی درویشی کا انداز ہ نرالا تھا۔ خواجہ حسن بصری کے شاگرد ہیں۔ آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں۔ ایک دن دجلہ کی سطح پر چل کر دریا پار کیا، حسن بصری ساحل پر تھے، انہیں تعجب ہوا، پوچھا، تم نے یہ مقام کرامت کس طرح حاصل کیا؟ جواب دیا، ۳۰ ر سال گزر گئے، آپ وہ عمل کرتے ہیں، جو وہ حکم دیتا ہے اور میں وہ عمل کرتا ہوں، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ اس بات میں تسلیم و رضا کی جانب اشارہ تھا۔
لوگوں نے آپ سے پوچھا، ہفتہ میں ایک بار کھانا کیوں تناول فرماتے ہیں؟ فرمایا، روزانہ قضائے حاجت کے لیے جانے سے کراماً کاتبین سے شرم آتی ہے۔ حضرت محمد سماک اور ذوالنون مصری اپنے اصحاب کے ساتھ رابعہ بصریہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، خواجہ عتبہ وہاں تشریف لائے، نیا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، حضرت سماک نے کہا، یہ کیا طریقہ ہے؟ عتبہ نے کہا، میں یہ روش کیوں نہ اختیار کروں، کہ میں تیرے مالک جبار کا غلام ہوں، یہ کہتے ہی زمین پر گر پڑے غور سے دیکھا گیا، تو آپ انتقال فرما چکے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ

غواص بحر اسلام، مستغرق دریائے دین لاکلام، رئیس افراد کامل، پیشوائے قافلہ واصل، فارغ از وسواس و کید، قطب وحدت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ:
آپ حضرت خواجہ حسن بصری کے بزرگ ترین مریدین و خلفا میں ہیں۔ حضرت کمیل بن زیاد سے بھی خرقہ

خلافت پایا۔ آپ کمالات، خوارق عادات، تربیت طالبان ریاضت ومجاہدات اور ترک وتجرید ذوق وشوق میں بے نظیر تھے۔ تاریخ یافعی میں لکھا ہوا ہے، آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔

ایک دن فقیروں کی ایک جماعت بھوک سے بے تاب ہوئی، آپ سے حلوہ تر کی درخواست کی، خواجہ عبدالواحد نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، فوراً آسمان سے دینار برسے، فرمایا، ان میں سے حلوہ خریدنے کی مقدار دینار لے لو، اس سے زیادہ کا ارادہ نہ کرنا۔

حضرت نے اسی جگہ خدمت کے لیے ایک غلام خریدا، وہ کہتے ہیں کہ تاریک رات میں جب میں نے غلام کو تلاش کیا، اسے نہ پایا، جب کہ گھر کے دروازے اسی طرح بند تھے۔ غلام جب صبح کے وقت آیا، درہم سرخ جس پر سورہ اخلاص منقوش تھی، میرے ہاتھ میں دیا اور کہا، کہ تمہارے لیے روزانہ ایک درہم وظیفہ ہے، بشرطیکہ تم مجھے رات میں خدمت کے لیے طلب نہ کرنا۔ کچھ دنوں بعد لوگوں نے مجھ سے کہا، اس غلام کو بیچ دو، یہ رات کے وقت قبرستان جا کر کفن چراتا ہے۔ اس بات سے میرے دل میں اندیشہ پیدا ہوا، رات کے وقت جب غلام باہر جانے لگا، میں چپکے سے اس کے پیچھے پیچھے ہولیا، وہ جس دروازے پر پہنچتا، تو محض اس کے اشارے دروازہ کھل جاتا اور جب باہر نکل جاتا، تو اس کے کہنے سے دروازہ خود بخود بند ہو جاتا، وہ ایک قبرستان میں پہنچا اور میں بھی تھوڑے فاصلہ کے ساتھ اس کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھ، کہ وہ پوری رات نماز میں مصروف رہا، صبح کے وقت دعا کی، خدایا! اجرت عطا کر، ایک دینار جس پر سورہ اخلاص منقوش تھی، نیچے گرا اور غلام نے وہ دینار مجھے دیا، مجھے بڑی حیرت ہوئی، میں نے اپنے دل میں اسے آزاد کرنے کا ارادہ کرلیا۔ فوراً ہی یہ خیال دل سے محو ہو گیا۔ جب وہ قبرستان کے دروازے پر آیا، اس شہر کے لوگ میرے پاس آئے، مجھے پہچان کر اس شہر میں آنے کا سبب پوچھا اور بتایا، کہ تمہارا شہر ہمارے شہر سے دو سال کی مسافت پر ہے، غلام کے قصہ لطیف سے مجھے حیرت ہوئی، غلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور بات کرتے ہوئے میرے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا، کہا۔ تم نے مجھے آزاد کرنے کا ارادہ کیا؟ میں نے کہا،..... اس نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ یہ میری قیمت کا معاوضہ ہے، جب میں نے اس پتھر کو غور سے دیکھا، تو وہ سونا تھا۔ پھر اس نے کہا .. یہ آزادی کا اجر ہے اور رضائے الہی، پھر اس نے مجھے رخصت کیا۔ میں نے اس کی جدائی پر بہت افسوس کیا۔ ۱۷۶ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت ابو علی خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

سرحلقہ تائبان، پیشوائے نائبان، نہنگ لجہ عرفان، شیر صحرائے یزدان، از کونین در اعراض، حضرت ابو علی خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے مرید وخلیفہ ہیں۔ نفحات الانس میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کی اصل کوفہ سے ہے۔ کنیت ابو علی تھی۔ آپ کبار مشائخ اور عیار طریقت وغریق بحر حقیقت، مرجع قوم تھے۔ ریاضت وکرامت اور ورع معرفت میں بے مثل تھے۔ ابتدائے حال میں موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے تھے۔ سر پر اونی ٹوپی رکھتے، گلے میں تسبیح پہنتے،

ڈاکوؤں کے گروہ کی سرداری کرتے اور لوٹا ہوا مال ان کے درمیان تقسیم کرتے اور اس مال سے جو کچھ چاہتے خود لے لیتے ، اسے نئی مسجد کی تعمیر میں خرچ کرتے اور ایک عورت کو دیتے ، جس سے وہ محبت کرتے تھے ۔ اس کی یاد میں روتے اور جس قافلہ میں وہ ہوتی محبوبہ کی محبت میں اس قافلہ کو نہ لوٹتے ۔

ایک دن ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے نکلے ، وہاں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ .

یعنی کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمہارا یہ سویا ہوا دل بیدار ہو جائے ۔ یہ ایسا تیر تھا ، جو خواجہ فضیل کے دل میں اتر گیا ، فوراً توبہ کی ، خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو عالی مقام عارفوں کے گروہ کا سردار بنا دیا ۔ آپ کے کمالات بہت بلند ہیں ۔ اس مختصر تذکرہ میں ان کے بیان کی گنجائش نہیں ۔

محرم ۱۸۷ھ مکہ مکرمہ میں ایک قاری نے سورۃ القارعہ پڑھی ۔ خواجہ فضیل نے نعرہ بلند کیا اور جان جاں آفریں کے حوالہ کی ۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ

تاجدار اقلیم معارف تصوف ، شہسوار میدان تعارف ، معدن آثار طریقت ، مبطل علائق کثرت ، متصرف مقامات ولایت اہم ، فرد الافراد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ:

آپ کے والد کا نام ادہم بن سلیمان بن منصور بلخی تھا ۔ آپ بلخ کے بادشاہوں کی اولاد سے ہیں ۔ جوانی کے زمانے میں توبہ کی اور فضیل بن عیاض سے خرقہ پہنا ۔ مراۃ الاسرار میں ہے ، آپ کی توبہ کے سلسلہ میں چار روایتیں ہیں اور پھر سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں ، کہ خضر علیہ السلام نے آپ کو کاروبار حکومت سے الگ کر کے باطنی احوال کی تربیت کی ۔ آپ قوم کے پیشوا اور زمانے کے صدیقوں میں تھے ۔ ترک و تجرید ، زہد و ورع اور معاملات حقائق اور قسم قسم کے ظاہری اور باطنی کمالات میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے ۔ آپ نے بہت سے مشائخ کبار کی زیارت کی تھی ۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے بھی خرقہ خلافت پایا تھا ۔ امام اعظم کی صحبت بھی میسر آئی تھی ، چنانچہ امام اعظم نے آپ کے بارے میں فرمایا ، سیدنا ابراھیم (ابراہیم ہمارے سردار ہیں) آپ سے شاگردوں نے پوچھا ، ابراہیم نے سیادت کس وجہ سے حاصل کی ؟ فرمایا ، اس وجہ سے کہ ابراہیم ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اور ہم دوسرے کاموں میں بھی مصروف رہتے ہیں اور خواجہ جنید بغدادی کا قول ہے ، اس گروہ کے علما کی کنجی ابراہیم ہیں ۔ ان صفات کمالیہ کے باوجود ابراہیم اپنی ذات پر روتے ، بلخ سے آکر نیشاپور میں نو سال تک قیام کیا ۔ ہر جمعرات کو جنگل سے شہر میں آتے ، خشک لکڑی کا گٹھر لا کر جمعہ کے دن بیچتے ، روٹیاں خریدتے ، آدھی روٹیاں فقرا کو دے دیتے اور آدھی روٹیاں خود کھاتے اور نماز جمعہ ادا کرتے ۔ پھر غار میں چلے جاتے اور پورے ہفتے عبادت میں مشغول رہتے ۔ آپ کے کمالات امکان تحریر و تقریر سے بالاتر ہیں ۔ یکم شوال ۱۶۰ھ میں ایک قول کے مطابق ۱۶۱ھ میں ایک قول کے مطابق ۱۶۶ھ میں وفات پائی ۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ علی شقیق رضی اللہ عنہ

خدیو اقلیم توکل، مقتدائے ارباب توکل، غریق بحر عمیق، اہل طریق، خواجہ شقیق رضی اللہ عنہ:
آپ بلخ کے رہنے والے تھے۔ مرأۃ الاسرار میں مذکور ہے کہ آپ نے طریقت وحقیقت کا علم حضرت ابراہیم ادہم سے حاصل کیا تھا اور حصول توبہ کے بعد مکہ مکرمہ میں پیرومرشد سے ملاقات کی۔ ابراہیم بن ادہم کی نظیر تھے۔ کمالات سخن میں آپ مشائخ کے لیے حجت تھے، کیوں کہ عمدۃ الاسرار اور واقف اسرار تھے۔ توکل آپ کا شعار حیات تھا۔ آپ کے سلوک وتصوف کا کامل مدار توکل پر تھا۔ فرماتے ہیں، میں امام اعظم کے حلقہ درس میں قاضی ابویوسف سے آشنا ہوا۔ انہوں نے پوچھا، تم نے لباس کیوں ترک کردیا؟ میں نے کہا، تم نے جو طلب کیا، اسے پالیا اور میں نے جو چیز طلب کی مجھے نہ ملی۔ ۱۷۴ھ میں بمقام جیلان شہید ہوئے۔ آپ کا مزار وہیں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ احمد بن خضرویہ رضی اللہ عنہ

متصرف مقام رفیع، حقیقت وسیع، عاشق یک رویہ، خواجہ احمد بن خضرویہ رضی اللہ عنہ:
آپ نے خواجہ ابراہیم کی زیارت کی تھی۔ حضرت ابوتراب بخشی، حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہما کی صحبت پائی تھی، آپ نے حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، خدا کی طرف پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟ بایزید نے جواب دیا، راستہ سے گم ہوجانا اور اللہ سے مل جانا۔ ابوحفص نے فرمایا، میں نے اس جماعت میں احمد خضرویہ سے بڑا بزرگ کسی کو نہیں پایا۔ ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابراہیم بن شیبہ رضی اللہ عنہ

سرمایہ محبت وریاضت، گوہر گرانمایہ درجہ کرامت، متوکل عالی مرتبہ، خواجہ ابراہیم بن شیبہ رضی اللہ عنہ:
آپ خواجہ ابراہیم کے اصحاب میں اور بایزید بسطامی کے معاصر تھے۔ کرمان سے آکر ہرات میں قیام کیا۔ آپ کا مزار قزوین میں ہے۔

آپ فرماتے ہیں، حضرت ابراہیم ادہم نے مجھے ترک وتوکل کی ہدایت فرمائی، کیوں کہ ترک وتوکل کے بغیر صدق ویقین حاصل ہونا مشکل ہے۔

کمال ولایت یہ ہے کہ خواجہ بایزید نے آپ کا استقبال کیا اور فرمایا، میں خدا کی بارگاہ میں آپ کو اپنا شفیع بناتا ہوں۔ رحمہ اللہ

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابوعبداللہ بن فضل رضی اللہ عنہ

مقبول طائفہ مقبول، مخصوص قافلہ فحول، صاحب نصب وعزل، خواجہ ابوعبداللہ بن فضل رضی اللہ عنہ:

آپ خراسان کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ حضرت احمد خضرویہ کے مرید تھے۔ ابوعثمان حیری نے آپ کے پاس سوال لکھا، شقاوت کی علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا، تین چیزیں (۱) خداوند تعالیٰ علم عطا کرے اور عمل کی توفیق نہ دے۔ (۲) عمل کی قوت دے، لیکن محنت کی توفیق نہ بخشے (۳) صالحین کی صحبت عطا کرے اور ان کے ادب واحترام سے محروم رکھے۔ ۲۹۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رضی اللہ عنہ

ملک الاولیا، امام الاتقیا والاصفیا، وافر الفضل والکرم، شیخ المشائخ معظم شب شراب بے غشی، خواجہ خواجگان خواجہ حذیفہ مرعشی رضی اللہ عنہ:

آپ نے حضرت ابراہیم ادہم سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ شیوخ نامدار کے پیشوا اور صاحب اسرار اولیاء اللہ کے مقتدا تھے۔ حضرت ابراہیم ادہم نے امام محمد باقر، حضرت خضر، حضرت فضیل بن عیاض اور دیگر مشائخ رضی اللہ عنہم سے جو نعمتیں حاصل کی تھیں، سب حضرت حذیفہ کو عطا کر کے اپنا جانشین بنایا، ہمیشہ ابراہیم ادہم کی خدمت میں رہے اور اپنے زمانے کے تمام مشائخ کی زیارت کی۔

آپ کے کمالات وخوارق بہت ہیں۔ کون سا کمال اس سے بڑھ کر ہوگا، کہ تمام خواجگان چشت کا سلسلہ ارادت آپ سے ملتا ہے۔ ۱۴ رشوال کو وفات ہوئی۔ سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔

(صاحب خزینۃ الاصفیا نے تذکرۃ العاشقین کے حوالے سے سال وفات ۲۷۶ھ تحریر کی ہے۔ خزینۃ الاصفیا ص ۲۳۷)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ

پئے بردہ سراپردہ وصال، سر حلقہ کاملان عالی احوال، امام قافلہ نفی وجود، سلطان زمرہ بدل موجود، پیشوائے دین، قبلہ اہل یقین، مخصوص بہ رہبری قطب گری، خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ:

حضرت حذیفہ مرعشی سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ اولیائے زمانہ اور علمائے وقت کے پیشوا اور مقتدا تھے۔ معرفت و سلوک میں کبار مشائخ کے درمیان مشہور ومعروف ہیں۔ بلند درجات اور عالی مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کی کرامت وریاضت بہت ہیں۔ ایک خانوادہ تصوف کے بانی ہیں۔ آپ کے سلسلے کے مریدوں کو ہبیری کہا جاتا ہے۔ ہمیشہ باوضو رہتے، جنگلی پھل اور پتوں سے افطار کرتے، ہمیشہ مراقبہ ومشاہدہ میں اوقات بسر کرتے۔

۷ رشوال کو وفات پائی۔ (خزینۃ الاصفیا میں سن وفات ۲۸۷ھ تحریر ہے۔ ص ۲۳۹)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ علو دینوری رضی اللہ عنہ

آفتاب آسمان مشیخت، آسمان بدر حقیقت، سلطان الابدال، مقتدائے رجال، از حق یافتہ خلعت سروری،

مقتدائے وقت خواجہ علو دینوری رضی اللہ عنہ:
آپ نے حضرت ہبیرہ بصری سے خرقہ ارادت پہنا، مجاہدہ وریاضت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ اور مشاہدات ومقامات میں مرتبہ وسیع کے مالک تھے۔ تمام مشائخ وقت آپ کے صوری ومعنوی کمالات کے معترف تھے۔ صفائے باطن کی طرف آپ کی اس قدر توجہ تھی، کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ان کے احوال کسی دوسرے ولی میں نہیں دیکھے گئے۔ تمام عمر کبھی دن میں کھانا تناول نہ کیا۔ جب پیدا ہوئے تو رات میں ماں کا دودھ پیتے یعنی ولادت سے لے کر وفات تک پوری عمر روزہ دار رہے۔ اپنے پیروں کے عرس کے دن سماع سنتے اور فرماتے، ہمارے پیروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رودسنا ہے اور ہمارے لیے سماع سننا ان کے عرس کے دن مخصوص ہے، کیوں کہ یہ دن ان کے لیے محبوب حقیقی سے وصل کا دن ہے، پس میرے لیے ان کے اعراس کے دنوں میں خوشی منانا ضروری ہے۔
۱۴ر محرم کو وفات ہوئی۔ سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج:۔ احوال حضرت شیخ ابواسحاق شامی رضی اللہ عنہ

مست جام ناکامی، شیخ ابواسحاق شامی رضی اللہ عنہ:
نفحات الانس میں آپ کا مزار شہر عکہ میں بتایا گیا ہے، آپ بلاد شام میں بہت بڑے بزرگ تھے۔ شیخ علو دینوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ مقام چشت تشریف لے گئے۔ خواجہ احمد ابدال چشتی نے آپ کی صحبت پائی۔ (وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی رضی اللہ عنہ

ملک الاولیا، مقدس الاصفیا، پیشوائے مشائخ عظام، قطب ابدال لاکلام، مستغنی از زیب وزیائش، مقتدائے وقت خواجہ ابواسحاق چشتی رضی اللہ عنہ:
آپ نے خواجہ علو دینوری سے خرقہ خلافت پایا۔ مرأۃ الاسرار میں لکھا ہوا ہے کہ آپ بیعت ارادت کی نیت سے ملک شام سے بغداد پہنچے اور شیخ علو دینوری سے مرید ہوئے۔ خواجہ دینوری نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا، ابواسحاق شامی ہے، شیخ نے فرمایا، آج سے تم کو لوگ ابواسحاق چشتی کہیں گے، کیوں کہ چشت اور اس کے دیار کے لوگ تم سے ہدایت پائیں گے اور جو شخص تمہارے حلقہ ارادت میں داخل ہوگا، اس کو قیامت تک لوگ چشتی کہیں گے۔ شیخ نے آپ کی روحانی تربیت کی اور چشت بھیجا۔ آپ کے کمالات بہت بلند اور سلسلہ ارادت وسیع ہے۔
۱۴ر ربیع الآخر کو وفات پائی۔ سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ (یہ تذکرہ مکرر ہے)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابواحمد چشتی رضی اللہ عنہ

امام ابرار، سلطان اخیار، عمدہ اولیا، قدوہ اتقیا، پاک از زیب وزشتی، قطب ابدال حضرت خواجہ ابواحمد چشتی رضی اللہ عنہ:

اصناف کرامت، انواع عبادت اور درجات ومشاہدات ہدایت سے آراستہ ہیں۔ فناء احدیت میں گم ، اسرار الٰہی میں سے کسی راز کو ظاہر نہ کرتے، خواجہ ابو اسحاق چشتی سے خرقہ ارادت پہنا۔ نفحات الانس میں لکھا ہے، آپ کے والد سلطان فرسناتہ ہیں۔ شرفائے چشت اور امیران ولایت میں سے ہیں۔ ان کی بہن بہت بڑی صالحہ اور عابدہ تھیں۔ خواجہ ابو اسحاق چشتی اس نیک خاتون کے گھر جاتے اور کھانا تناول فرماتے، ایک دن خواجہ نے ان سے کہا، کہ تمہارے بھائی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا، جو بزرگی کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے گا۔ ایام حمل میں اپنی بھاوج کی بطریق احسن نگرانی کرنا تاکہ ان ایام میں حرام اور مشتبہ لقمہ نہ کھائے۔ چنانچہ وہ صالحہ اپنے ہاتھ سے رسیاں بٹ کر اسے فروخت کر کے قیمت اپنی بھاوج کی غذا کے لیے دیتی۔ جب خواجہ احمد چشتی کی ولادت ہوئی، ولادت کے بعد احمد کی پرورش ان کی پھوپھی نے کی، جب بیس سال کے ہوئے، ایک دن اپنے باپ کے ساتھ شکار پر گئے، ایک پہاڑ پر پہنچے، جہاں ایک چٹان پر چالیس مردان حق (رجال الغیب) کو دیکھا، اس جماعت میں خواجہ ابو اسحاق بھی تھے۔ خواجہ ابو اسحاق کو دیکھتے ہی آپ کی حالت متغیر ہوگئی، ہتھیار اتار کر پھینک دیے اور خواجہ ابو اسحاق سے صوفیا کا خرقہ پہن لیا اور ان کے ساتھ ہولیے۔ باپ نے ہر چند واپس لے جانے کی کوشش کی، کامیابی نہ ملی، یہاں تک کہ قافلہ کریم وخاندان قدیم کے سر حلقہ بن گئے، آپ بالاتفاق قطب ابدال ہیں۔

۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ قصبہ چشت میں جو ہرات سے ۳۰ کوس کے فاصلہ پر ہے، مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ

ماوائے اوتاد، ملجائے عباد، قطب المشائخ واستاد، مرجع المراد افراد، منزہ از اوصاف زشتی، پیشوائے قوم خواجہ محمد چشتی رضی اللہ عنہ:

اپنے والد خواجہ ابو محمد چشتی کے مرید وخلیفہ ہیں، انواع کرامات، خوارق عادات میں اور مشاہدات ذاتی کے درجات میں معروف ہیں۔ سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ وہ اکثر اوقات ورطہ حیرت میں ڈوبے رہتے اور سالہا سال تک آپ کا پہلو زمین سے نہ لگتا، اکثر غلبہ شوق میں نماز معکوس ادا کرتے، آپ کے کمالات بلند وبالا ہیں۔ ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے اپنا خرقہ سی رہے تھے، اسی حال میں خلیفہ وقت کا لڑکا وہاں پہنچا، گھوڑے سے نیچے اترا اور آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ خواجہ نے فرمایا، پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، اگر کوئی بڑھیا فاقہ کرتی ہے، وہ ملک کے بادشاہ کا دامن پکڑے گی، شہزادے نے گراں قدر نذرانہ پیش کیا۔ آپ مسکرائے، فرمایا، ہمیں اس کی کیا ضرورت آسمان کی طرف چہرہ کر کے فرمایا، الٰہی تو نے اپنے نیک بندوں کو جو کچھ عطا فرمایا ہے، اسے ظاہر کردے، فوراً ہی مچھلیاں منہ میں نذرانے لے کر سطح آب پر نمودار ہوئیں، یہ دیکھ کر شہزادہ شرمندہ ہوا۔

۴۱۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت استاد مرداں رضی اللہ عنہ

سرزمرہ جواں مرداں، حضرت استاد مرداں رضی اللہ عنہ:
آپ قصبہ سنجان کے رہنے والے تھے۔ خواجہ ابو محمد چشتی کی صحبت پائی تھی۔ شیخ کے استنجا کے لیے ڈھیلے اور وضو کے لیے پانی کا انتظام کرتے۔ شیخ نے ایک دن ان کو وطن لوٹ جانے کا حکم دیا، آپ رونے لگے، مجھ میں آپ سے جدائی کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا، تم وہیں سے مجھے دیکھتے رہو گے۔ استاد مرداں بیان کرتے تھے، اس کے بعد میں ہمیشہ سنجان سے چشت کا مشاہدہ کرتا ہوں۔
۴۱۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت سیابان کا کو رضی اللہ عنہ

داخل فرقہ بار یابان، حضرت سیابان رضی اللہ عنہ:
آپ کا نام کا کو تھا۔ خواجہ ابو محمد کے مرید ہیں۔ نفحات الانس میں لکھا ہے، کہ آپ کامل صوفی تھے۔ آپ کے والد سلطان محمود سبکتگین کی درخواست پر سومناتھ کی جنگ میں شریک ہوئے، کافروں نے لشکر اسلام پر اتنا غلبہ حاصل کر لیا، کہ مسلمانوں کی شکست عنقریب تھی۔ خواجہ نے فرمایا، اے کاکو! سومناتھ پہنچو، کاکو اس وقت چشت میں تھے۔ لوگوں نے دیکھا، اسی وقت وہاں پہنچے، کفار پر حملہ آور ہوئے، لشکر کفار کو منتشر کر رہے ہیں اور بے جگری سے لڑ رہے ہیں، حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی، کافروں نے شکست فاش کھائی، جب کہ اسی وقت لوگوں نے آپ کو چشت میں مشقت اور جدو جہد میں دیکھا، پوچھا یہ مشقت اور کوشش کس لیے ہے؟ (تو جواب میں کہا، سومناتھ میں مشرکین سے لڑ رہا تھا۔)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ عنہ

استاد علوم مشاہدہ، سرگروہ اولیائے مجاہدہ، بری از زیا درشتی، غرق وصال خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ عنہ:
محمد سمعان کے بیٹے ہیں۔ آپ جمال معرفت وکمال حقیقت سے آراستہ تھے۔ غایت حضوری کی وجہ سے دریائے وحدت میں غرق رہتے۔ مجاہدات اور ریاضات عالی میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے خواجہ ابو محمد چشتی سے خرقہ خلافت پایا تھا، مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں، کہ آپ ابو محمد چشتی کے بھانجے اور خلیفہ ہیں۔ چھیاسٹھ سال کی عمر تک شادی نہ کی۔ آپ کی ایک بہن تھی، وہ آپ کی خدمت کرتی، اور لباس کا انتظام کرتی، آپ کی بہن کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی لیکن بھائی کی خدمت گزاری اور خداوند تعالیٰ کی بندگی واطاعت کی بنا پر انہیں شادی کا خیال تک نہ آتا تھا۔ ایک رات خواجہ ابو محمد نے اپنے والد خواجہ ابو احمد کو خواب میں دیکھا کہ آپ کہہ رہے ہیں، تمہاری ولایت میں

ایک شخص سمعان نامی ہے، جس نے علم حاصل کیا ہے، اور ایک زمانہ صلاح وتقوی میں بسر کیا ہے، اپنی بہن کو ان کے نکاح میں دو، خواجہ نے ان کو بلایا اور اپنی بہن کا ان کے ساتھ عقد کر دیا۔ ان کے بطن سے خواجہ ابو یوسف پیدا ہوئے، خواجہ ابو محمد نے زیادہ عمر گزرنے کے بعد شادی کی، بڑھاپے کی وجہ سے ان کے یہاں کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، اپنے بھانجے ابو یوسف کو بیٹا بنایا، اور ان کی خوب تربیت کی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے لیے علوم وسلوک کی رہنمائی کی۔ چنانچہ ابو یوسف شیخ ابو محمد کی وفات کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ پچاس سال کی عمر میں زاویہ نشینی کا شوق پیدا ہوا، بہت بڑے بزرگ خواجہ حاجی مکی کے مزار کے پاس زمین کے اندر چلہ خانہ بنایا اور بارہ سال اس تہ خانہ میں زندگی بسر کی۔ عالم فنا کا سکر اور حیرت آپ پر غالب تھی۔ اکثر اثنائے وضو نظروں سے غائب ہو جاتے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جاتے، آپ کے کمالات بہت بلند ہیں۔ آپ کی مسجد کا ایک شہتیر چھوٹا تھا، جسے اپنے ہاتھ سے دیوار پر رکھ دیا، جو مسجد کی چوڑائی سے بڑھ گیا۔ اپنے پیر کے اشارہ پر سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھی، پورا قرآن حکیم آپ کو یاد ہو گیا اور آپ حافظ قرآن ہو گئے۔ ۴۵۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار چشت میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ احمد رضی اللہ عنہ

سلطان ارباب ملامت، سار تمنائے سلامت، مشابہ ملائکہ بہشتی، خواجہ احمد برادر خواجہ اسماعیل چشتی رضی اللہ عنہ:
نفحات میں لکھا ہوا ہے کہ یہ خواجہ احمد چشتی، خواجہ احمد ابدال چشتی کے علاوہ ہیں، اس لیے کہ وہ آپ سے پہلے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام احمد چشتی نے ان کو نہیں دیکھا تھا اور یہ خواجہ احمد بن مودود کے علاوہ ہیں، کیوں کہ وہ آپ کے بعد ہوئے ہیں، انہوں نے شیخ الاسلام کو نہ دیکھا تھا۔

شیخ الاسلام بیان کرتے ہیں، کہ میں نے طریقہ ملامت میں احمد چشتی کے سوا کسی کو زیادہ قوی تر نہ پایا اور چشتی بزرگ ایسے تھے، جو خلق میں بے باک اور باطن میں سردار جہاں ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے شیخ احمد نجار کو دیکھا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے مشائخ کی صحبت کا فیض بھی حاصل کیا تھا۔ خواجہ ابونصر طالقانی کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ اور ان سے یہ شعر سنا تھا۔

دریغا کت ندانستم ہمی پنداشتم دانم　　　　ازیں پندار گونا گوں دریں دانش پشیمانم

آپ کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا، آپ خواجہ ابو یوسف چشتی کے معاصر اور ہم سلسلہ تھے۔ ابونصر سوہان گر اور دیگر یاران چشت کے ہم زمانہ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ

سلطان قافلہ صوفیان، برہان مشائخ چشتیان، ولی نامدار، موصوف بہ صفت وددو، قطب الارشاد حضرت قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ:

آپ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ عظیم شان اور مقامات عالی کے مالک

تھے۔تمام مشائخ آپ کے کمالات کی بلندی کے معترف تھے۔تربیت میں آپ بے نظیر تھے۔صاحب نفحات الانس لکھتے ہیں، کہ انہوں نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن شریف یاد کر لیا تھا اور علم کی تحصیل کی، آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد نے انتقال کیا، تو اپنے والد کے جانشین ہوئے۔مخلوق کی عقیدت آپ سے قائم ہوئی، ابتدا میں دراندازوں کی وجہ سے شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ سے تکلیف پہنچی، بالآخر شیخ احمد جام نے آپ کو عمدہ نصیحتیں فرمائیں اور نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اس کے بعد خواجہ مودود چشتی نے علم حاصل کیا اور خود کو درجہ کمال پر پہنچایا، مسند ہدایت کو زینت بخشی، اس مرتبہ کمال تک پہنچے کہ وفات کے وقت ایک باہیبت شخص آیا اور آپ کے ہاتھ میں ایک ریشم کا ٹکڑا دیا، جس پر تازہ تحریر تھی، اس تحریر کے مطالعے کے بعد پارہ حریر کو آنکھ اور سر سے لگایا اور مشاہدہ حق میں جان قربان کر دی۔ہر چند لوگوں نے آپ کا جنازہ اٹھانے کی کوشش کی، اٹھا نہ سکے، اس کے بعد رجال الغیب آئے، ان کی نماز جنازہ ادا کی، پھر جنازہ ہوا میں پرواز کرنے لگا اور مخلوق اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔جنازہ اس مقام پر پہنچا جسے خضر علیہ السلام نے پسند کیا تھا، جنازہ زمین پر آیا، یہ کرامت دیکھ کر اس دیار کے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔

۵۱۷ھ بمقام چشت علاقہ آذربائیجان میں اپنے بزرگوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سنجان رضی اللہ عنہ

عاشق ذات سبحان، شیخ سنجان رضی اللہ عنہ:

آپ خواجہ مودود چشتی کے محبوب ترین مرید تھے، آپ کا نام رکن الدین محمود ہے۔اتنے باادب تھے، کہ جب تک چشت میں رہے، وہاں تھوکتے نہ تھے۔پیشاب اور پاخانہ کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔رفع حاجت کے لیے سوار ہو کر چشت سے باہر نکل جاتے، بعد فراغت واپس آتے اور فرماتے، چشت مقدس مقام ہے، اس مقام پر بےادبی کرنا جائز نہیں ہے۔خواجہ مودود سے آپ نے شاہی لقب پایا، اس پر ہمیشہ ناز کرتے تھے۔۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ احمد بن قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ

گنجینہ عشق و وفا، محبوب حضرت مصطفیٰ، غیر تعلق از زیاد زشتی، خواجہ احمد بن مودود چشتی رضی اللہ عنہ:

نفحات الانس میں ملا جامی نے لکھا ہے کہ آپ اپنے عالی مرتبہ والد کے خلف و خلیفہ و جانشین اور بہت بڑے بزرگ تھے۔صوفیا کے ہر طبقے میں مقبول تھے۔خلق خدا کے ساتھ شفقت و مروت سے پیش آتے تھے۔آپ کے کمالات ولایت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے، آپ نے ایک شب خواب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، ارشاد ہوا، اے احمد! اگر تو میرا مشتاق ہے، تو میں بھی تیرا مشتاق ہوں۔صبح کے وقت تین رفیقوں کے ساتھ اس طرح سفر حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے، کہ کوئی شخص آپ کو پہچان نہ سکا، مکہ پہنچ کر ارکان حج ادا کیے، وہاں سے مدینہ مشرفہ پہنچے، چھ مہینہ روضہ انور پر مجاورت کی، جب روضہ انور کے مجاوروں کو آپ کا طویل قیام ناگوار ہوا، انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا، روضہ مبارک سے بلند آواز آئی جسے سب لوگوں نے سنا کہ تم لوگ اس شخص کو تکلیف نہ

پہنچاؤ کیوں کہ یہ میرے عاشقوں میں سے ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی آپ کا بڑا اکرام کرتے۔ ۷۷۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت سید نورالدین مبارک رضی اللہ عنہ

مقبول درگاہ الہ تبارک، حضرت سید نورالدین مبارک بن سید محمد کرمانی رضی اللہ عنہ۔

حضرت گنج شکر سے آپ کو ابوالقاسم کی کنیت عطا ہوئی، بہت نوازشات کے ساتھ خواجہ قطب الدین ابو محمد چشتی سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ اپنے جد اعلیٰ حضرت خواجہ مودود چشتی کے سجادہ نشیں تھے۔ گلزار میں لکھا ہوا ہے کہ قطب الدین کا بچپن تھا، والد نے انتقال کیا، چچیرے بھائی سجادگی کے مستحق نہ ہوئے، بزرگان شہر نے خواجہ غور اور خواجہ زدر کو آپ کے چچا شیخ نظام الدین علی چشتی جو غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں خراسان سے دہلی آکر مقیم ہو گئے تھے، کی خدمت میں بھیجا اور ابو محمد کی سجادگی کی آرزو کا اظہار کیا، انہوں نے سجادگی کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ ملک شمس الدین والی خراسان نے خواجہ مودود چشتی کا عصا اور خرقہ ایک حجرہ میں رکھ کر اسے مقفل کر دیا تھا اور اس منصب کی خواہش رکھنے والوں کو ایک ایک کر کے بھیجا، لیکن تالا نہ کھلا، جب قطب الدین پہنچے، تو ان کے اشارے سے تالا کھل گیا۔ مرآۃ الاسرار میں لکھا ہوا ہے کہ سید نورالدین نعمت اور خلافت حاصل کرنے کے بعد چشت سے دہلی آئے، باقی زندگی سلطان المشائخ کی خدمت میں بسر کی، کسی کے ساتھ سختی نہیں کی، بابرکت بزرگ تھے۔

۷۴۹ھ میں وفات پائی۔ شیخ المشائخ کے حظیرہ میں اپنے والد کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نظر محمد رضی اللہ عنہ

سراج خاندان قدیم، شمع دودمان کریم، گل بوستان آل احمد، اکمل المشاہدین حضرت شاہ نظر محمد رضی اللہ عنہ:

اپنے والد بزرگوار سلطان محمد کے مرید تھے، وہ خواجہ محمد اعظم کے مرید، وہ سید ابو محمد، وہ سید قطب الدین، وہ خواجہ سید ابو علی مودود، وہ خواجہ خواجگی، وہ حضرت قطب الدین مودود، وہ خواجہ محی الدین علی، وہ خواجہ رکن الدین مودود، وہ سید ابو احمد اور وہ حضرت قطب الدین مودود چشتی کے نعمت یافتہ تھے۔ اس سلسلہ مبارکہ سے خرقہ خلافت دست بدست آپ کو حاصل ہوا۔

بہت بلند شان والے، اکمل العصر اور افضل الدہر صاحب کمال و صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ابتدا میں سپہ گری کا پیشہ اختیار کیا، ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اٹھے، خود کو جنابت کی حالت میں پایا، دریا سے غسل کر کے باہر آئے، حضرت خواجہ مودود چشتی کی روح سے ملاقات ہوئی، فرمایا، نظر محمد! اس وادی کو چھوڑ کر نامرادی کا طریقہ اختیار کرو، حضرت خواجہ کا ارشاد تیر خدنگ تھا، جو روح میں پیوست ہو گیا، اسی وقت ایسا جذب ان کی روح پر طاری ہوا، کہ وہ قید سطر سے آزاد ہو کر سیاحت و مسافرت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ کچھ دنوں بعد ان کی ملاقات ایک مجذوب سے ہوئی، انہوں نے تھوڑی سی تر و تازہ لونگ اپنے دہن مبارک سے نکالی اور آپ کو کھانے کے لیے دیا، اسے کھانے کے بعد آپ

کے دل سے جذب وحال کی کیفیت کچھ کم ہوئی، پھر ایک رات بیداری کی حالت میں ایک درخت کے نیچے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، غوث پاک نے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر فرمایا، خدا کی قسم! خواجہ مودود کا فرزند میرا فرزند ہے، میں نے تمہیں سلسلہ قادریہ کی اجازت عطا کی، تم لوگوں کو اس سلسلہ عالیہ کی تلقین کرو، ابھی تمہارا جذب سلوک میں تبدیل ہو جائے گا، اسی دن سے آپ کا جذب سلوک کی طرف مائل ہو گیا، لیکن ابھی لباس اور بے لباسی کا شعور نہیں تھا۔ اس برہنگی کی حالت میں اجمیر پہنچے، حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز کی زیارت سے مشرف ہوئے، انتہائی جذب کے عالم میں قبر سے لپٹ گئے، اس حرکت کو گستاخی سمجھ کر خدام نے آپ کو قبر سے جدا کرنا چاہا، ندا آئی، تم لوگ اس شخص سے دست تعرض روک لو، کیوں کہ یہ خواجہ مودود کی اولاد سے ہے، اسی وقت جذب وحال کی ساری کیفیت ختم ہو گئی، آپ سالک مطلق بن گئے۔ فوراً مزار شریف کی چادر لے کر اپنے جسم کو چھپالیا، روضہ مبارک سے باہر آئے، آپ کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، ایک دن شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمہ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بے ادبی کے ساتھ کہا، کہ آپ مجھ کو حق سبحانہ تعالیٰ کے جمال باکمال کا مشاہدہ کرائیے، تب میں سمجھوں گا، کہ آپ فقیر ہیں، ورنہ فقیر نہ سمجھوں گا، آپ نے بلاوجہ خلق خدا کو اپنا مرید بنایا ہے اور آپ لوگوں کو دنیاوی کام سے تباہ کر رہے ہیں، پہلے آپ نے انکساری کی بنیاد پر انکار فرمایا، لیکن فائدہ نہ ہوا، اس کے اصرار پر دو پکی روٹیاں طلب کر کے اس کو کھانے کے لیے دیں، اس نے ایک روٹی کھائی اور دوسری روٹی سے تھوڑا سا کھایا، ناگاہ ایسی تجلی کا مشاہدہ کیا، کہ وہ مجذوب ہو گیا اور اس کی آنکھیں خون کے دو پیالوں کی طرح باہر آ گئیں، چند سال تک وہ اسی حالت میں رہا، ایک دن اس کے قرابت داروں کی التجا اور التماس پر حضرت نے تھوڑا پانی منگایا اور اس کے چہرے پر چھڑک دیا، اسی وقت ہوش آ گیا اور وہ حالت جذب سلوک میں بدل گئی، لیکن ہمیشہ افسوس کرتا رہا کہ میں جذب کی لذت سے محروم ہو گیا۔ آپ کے کمالات بیان تحریر سے زائد ہیں، ۱۷ ار محرم الحرام سرہند کے قریب بستی ملک حیدر خان میں جان جاں آفریں کے حوالہ کی، ان کا مزار اسی بستی میں ہندوستانی عوام کے لیے مرجع حاجت روائی ہے۔

موج:۔ احوال حضرت خواجہ عثمان رضی اللہ عنہ

محبت وعشق را برہان، خواجہ عثمان رضی اللہ عنہ:

آپ خواجہ مودود چشتی کی اولاد سے ہیں اور طریقہ محبت وارادت حضرت شاہ نظر محمد سے حاصل کیا، آپ کی پھوپھی حضرت نظر محمد سے منسوب تھیں، آپ نے پوری زندگی سپہ سالاری کے پردے میں اپنی روحانی ہستی کو مخلوق کی نظر سے چھپالیا۔ عمر کے آخری حصہ میں سپہ گری ترک کردی اور گوشہ نشیں ہو کر یاد حق میں مصروف ہو گئے۔

موج :۔ احوال حضرت ہدایت النبی مودودی رضی اللہ عنہ

نقادہ خاندان معلیٰ، خلاصہ دودمان اعلی، مرقع حالات مسعودی، حضرت ہدایت النبی مودودی رضی اللہ عنہ:

شاہ نظر محمد کے پوتے، اپنے والد شاہ کلیم اللہ کے مرید ہیں۔ قادری مشرب، بہت بڑے بزرگ تھے۔ ابتدائے

حال میں اپنے آپ کو خلق سے پوشیدہ رکھا، بالآخر جب جذبہ حق شباب پر آیا، اس وادی کو چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ چلے گئے ،جب وہاں سے واپس لوٹے، اسی ترک و تجرید کی حالت میں مشغول عبادت ہوئے، چوں کہ آپ کے بال بچے اودھ میں رہتے تھے، اکثر فرزندوں کو ساتھ لے کر وطن کی طرف روانہ ہوئے، تاکہ ان کی شادی سے فراغت حاصل کریں، جب وطن کے قریب پہنچے، وصال فرمایا۔

آپ گیارہویں شریف حضرت غوث اعظم کی فاتحہ کے دن اپنی وسعت سے کہیں زیادہ خرچ کرتے، حضرت شاہ نظر محمد کے ایک مرید عالم خان افغان کو جذام ہوگیا، آپ اس افغان کو اجمیر شریف حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کے مزار پر لے گئے، وہاں دو چلے مکمل کیے، اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت عطا فرمائی۔

موج :۔ احوال شیخ رکن الدین مودود کاسہ گر نہر والی رضی اللہ عنہ

پیشوائے خوش خرامان خلد بریں، ہمدم غواصان بحر یقیں، محیط اسرار، مقتدائے ابرار، مشرف مراتبات معالی، شیخ رکن الدین مودود کاسہ گر نہر والی رضی اللہ عنہ:

شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے اور بیعت و خلافت شیخ محمد زاہد بن یوسف بن احمد بن محمد بن خواجہ علی بن ابی احمد بن خواجہ مودود چشتی سے حاصل کیا تھا، آپ شیخ عزیز اللہ متوکل کے پیر و مرشد تھے، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے، آپ کی ذات پر اس قدر غلبہ ترک و تجرید تھا، کہ رات میں وضو کے لیے اپنے پاس پانی نہ رکھتے، تہجد کے وقت چشمہ غیب سے وضو کے لیے پانی آتا، میر سید محمد گیسو دراز علیہ الرحمہ ایک دن آپ کی خانقاہ میں گئے اور فرمایا، اس زمانہ میں کوئی بزرگ خواجہ بزرگ جنید اور اور خواجہ بایزید جیسا باکمال نہیں، آپ نے فرمایا، ہاں! وہ لوگ کمر میں تھیلی نہیں رکھتے تھے، حضرت سید محمد گیسو دراز نے غور سے دیکھا، اپنی کمر میں تھیلا بندھا ہوا پایا، اسی وقت تھیلا کمر سے کھول دیا اور پھر کبھی نہیں باندھا۔

۷۰۵ھ میں پیدا ہوئے، ۲۷ یا ۲۵ رسال درویشی کی۔ ۲ ر شوال ۸۱۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل رضی اللہ عنہ

کامل زمانہ بکشف و کرامات، افضل زماں بانواع نقاوت، بفتح جمیع مہمات متکفل، تاج العرفا حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل بن یحییٰ بن لطف اللہ رضی اللہ عنہ:

آپ فرخ شاہ کابلی کی نسل سے تھے اور شیخ احمد سرہندی کے بڑے بھائی تھے۔ شیخ عزیز اللہ متوکل خواجہ رکن الدین کے مرید و خلیفہ تھے، جو نہر والہ میں آسودہ خواب ہیں۔ گلزار ابرار میں مذکور ہے کہ بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ اور چھوٹے بھائی شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ رکن الدین کی خدمت میں نہر والہ آئے۔ انہوں نے نشانی کے طور پر اپنی چادر عنایت فرمائی، اسے لے کر دونوں بھائی خواجہ زین الدین کے پاس پہنچے اور ان کی عنایتوں سے مشرف ہوکر پروان چڑھے، کچھ دنوں بعد انہوں نے شیخ احمد کو رخصت کیا اور کہا، تمہارا حصہ اس فقیر کے پاس نہیں اور شیخ عزیز اللہ کی باطنی تربیت میں مصروف ہوگئے۔ آپ اپنے پیر کے پان کی دیکھ بھال کرتے تھے، ایک رات پان کے پتے

ختم ہوگئے اور قلعہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا، ناہدان کے راستے سے باہر گئے اور پان کے پتے لائے پیر کو ان کی یہ خدمت پسند آئی، فرمایا، جو خزانہ خدا کی جانب سے فقیر کو ملے گا، وہ تیرے حوالہ کیا جائے گا، پس اسی رات آپ کے سلوک کی منزیں طے ہوگئیں۔ پیر سے اجازت لے کر احمد آباد آئے اور شیخ احمد کھٹو کی خدمت میں پہنچے، وہ کچھ دنوں بعد ہی انتقال کر گئے، پھر احمد آباد سے دکن چلے گئے، وہاں سے مالوہ پہنچے، آپ مالدار یا غریب کسی کی نذر و نیاز قبول نہیں کرتے تھے، خالص توکل رکھتے تھے، ان کے انقطاع اسباب کو اس حکایت سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ایک رات حجرہ عبادت سے گھر کے اندر تشریف لے گئے، اہلیہ محترمہ سے فرمایا، دنیا کا جو بھی ساز و سامان گھر میں موجود ہے، لاؤ، اس نے کہا، میرا سینہ خشک ہوگیا ہے، اپنے چھوٹے شیر خوار بچہ کے لیے روٹی دودھ میں بھگو کر رکھی ہے، جسے صبح کے وقت بچے کو کھلاؤں گی، اتنا سنتے ہی بیوی کو گھر سے باہر کر دیا، اس رات آپ کو سترہ بار ندائے غیبی ہوئی ''عزیز اللہ متوکل علی اللہ'' اس دن سے آپ کا لقب عزیز اللہ متوکل دنیا میں شائع ہوگیا۔ (وفات ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ص ۴۲۱)

حضرت حسن سرمست بن عزیز اللہ رضی اللہ عنہ

آپ کامل مجذوب تھے۔ نماز کے وقت ہوش آتا، نماز پڑھتے، بھڑوچ میں مدفون ہیں۔

حضرت شیخ شہر اللہ بن عزیز اللہ رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد کے خلیفہ ہوئے، بہت بڑے بزرگ تھے۔ ایک مرید دعوت دے کر آپ کو گاؤں میں لے گیا، جب واپس ہوئے، تو ایک دیہات میں پہنچے، لوگوں نے انہیں شہید کر ڈالا، ۹۹۷ھ میں اس صاحب کمال بزرگ کی لاش مندہ لا کر ان کے والد کے مقبرہ میں دفن کر دی گئی۔ لوگ مقبرہ کے اندر اکثر آپ کی تلاوت قرآن سنا کرتے، ان کے بعد صاحبزادہ احمد عطاء اللہ جانشین ہوئے، ان کے بعد شیخ نور اللہ نے اس سلسلہ کو روشن کیا۔ پھر یہ نعمت اللہ کو ملی، اس کے بعد بدیع اللہ دولت ظاہری کے باوجود باطنی دولت کی جستجو سے آسودہ نہ ہوئے۔ ان کے بعد شیخ احمد خلیفہ ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رحمت اللہ بن شیخ عزیز اللہ متوکل رضی اللہ عنہ

صاحب نعمت دو جہانی، مورد خاصہ عطایز دانی دودمان قدیم اہل چشت متوسل، حضرت شیخ رحمت اللہ بن شیخ عزیز اللہ متوکل رضی اللہ عنہ:

اپنے والد بزرگوار خواجہ متوکل کے خلیفہ تھے، بہت بڑے بزرگ تھے۔ گلزار ابرار میں مرقوم ہے کہ باپ کی اجازت سے گجرات کے اندر ایک زاویہ عبادت میں رہنے لگے، خلق خدا آپ کی ہمسائیگی کو فخر و ناز سمجھ کر ارد گرد آباد ہونے لگی، وہ بستی شیخ پور کے نام سے مشہور ہے، آپ نے سلطان محمود بادشاہ گجرات کو اس کے بچپن کے زمانے میں

بادشاہت کی بشارت دی تھی، اپنی حکومت کے زمانے میں سلطان محمود آپ کی خدمت میں تواضع اور نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوتا، بتاریخ ۱۹ر جمادی الاخریٰ ۹۶۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ باجن موسوم شیخ بہاء الدین رضی اللہ عنہ

بیدار ساز خفتگان ضمیر، بمس وجود طالبان مشابہ اکسیر، قطب لاریب بدلائل مبین ومتین، مرشد روزگار حضرت شاہ باجن موسوم شیخ بہاء الدین رضی اللہ عنہ:

گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے، آپ حاجی معز الدین بن علاء الدین بن شہاب الدین بن شیخ ملک بن مولانا احمد کے بیٹے ہیں، جو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد میں سے جو بزرگ مدینہ سے ہندوستان آئے، وہ مولانا احمد مدنی ہیں۔ شیخ باجن کا مولد احمد آباد گجرات ہے، چودہ سال کی عمر میں شیخ رحمت اللہ بن عزیز اللہ سے سلسلہ چشتیہ میں مرید ہوئے۔ پھر ۳۱ر سال تک مرشد کی صحبت سے فیض حاصل کرتے رہے۔ ولایت کے کمال تک پہنچے، اجازت وخلافت حاصل کر کے خشکی کی راہ سے حجاز مقدس کے سفر کے لیے روانہ ہوئے، اثنائے سفر جب خراسان پہنچے، تو عالم مثال میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیر سے فرمایا، اپنے مرید سے کہہ دو کہ تمہارا حج مقبول ہوا، یہیں سے واپس لوٹ جائے اور برہان پور خاندیش میں رہنمائی خلق اور رسوم اقامت دین کا نشان قائم کرے۔ خواب کی یہ تعبیر سمجھی کہ آپ کے شیخ رحلت فرما گئے، پھر اس حکم کی تعمیل کی۔

چوں کہ مرشد کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے انہوں نے اپنے بھتیجے شیخ احمد عطاء اللہ بن شہر اللہ کو اپنا جانشین بنایا اور اپنا جبہ خاص ان کے سپرد کیا اور فرمایا، شیخ باجن خراسان سے واپس لوٹیں، تو یہ خرقہ انہیں دے دینا، اکیس سال تک سفر کرتے ہوئے گجرات پہنچے، پیر کا خرقہ امامت حاصل کیا، دوسرے دن مرشد کے مزار پر تشریف لے گئے، خوش لہجہ قوالوں سے کہا، وہ سماع شروع کریں، وجد وحال کی کیفیت طاری ہوئی، خلافت کی مبارک بادی اور غیبی بشارت گوش سماعت میں پہنچی، بہت خوش اور محظوظ ہوئے۔ چند سال شیخ احمد عطاء اللہ کی خدمت میں بسر کیے، اس کے بعد اشارہ باطنی سے صوبہ دکن کی طرف رخ کیا، دولت آباد میں برہان معرفت سلطان برہان الدین غریب کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں سے شہر بندر میں شیخ منجھلہ جو شیخ مسعود بک کے خلیفہ تھے، وہاں چلہ فرمایا، آپ کو اس بارگاہ میں ایسی پذیرائی ہوئی کہ خرقہ مسعودی عنایت ہوا، وہاں سے گجرات لوٹے، آٹھ سال تک خلوت وعبادت کے زاویہ میں بسر کیے، اس کے بعد فرمان نبوی کے مطابق برہان پور تشریف لائے، برہان پور کے نواح میں جاباپور (خانپور) کی مسجد میں قیام کیا، صوبہ دار خاندیش آپ کے حال سے آگاہ ہوا اور معذرت کر کے اعزاز واکرام کے ساتھ شہر میں لے گیا، آپ کے لیے مکان اور عالی شان خانقاہ ومسجد تعمیر کرائی، گلزار ابرار کا مصنف چند بار اس مقام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ شاہ باجن اس مبارک عمارت میں حال دل کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔

۹۱۲ھ میں ایک رات خواب میں شیخ افصح الدین کو جو آگاہ دل سوزی تھے، اپنی رحلت سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ صبح

مقام پر پہنچے، وصیت کے مطابق نعش مبارک کو غسل دیا اور نماز جنازہ کے بعد سپرد خاک کیا، شیخ باجن نے ایک سو دو سال کی عمر پائی اور پوری زندگی معرفت و سلوک میں بسر کی۔ (۱۴؍ ذی قعدہ ۹۱۲ھ میں وفات پائی)
کے وقت باجن کے غسل اور نماز جنازہ سے غفلت نہ برتی جائے، صبح کے وقت شیخ باجن کے فرمان کے مطابق جب اس

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالحکیم رضی اللہ عنہ

شمع منور بہاء الدین، اختر روشن معزالدین، ولی کامل باطبع سلیم، مرشدزادہ شیخ عبدالحکیم بن شیخ بہاء الدین شاہ باجن رضی اللہ عنہ:

آپ نے نعمت و خلافت، بیعت و تحویل، ہر نعمت اور فیض کامل اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ صاحب گلزار ابرار آپ کے احوال میں لکھتے ہیں، کہ شاہ باجن نے وفات کے دن جب مسعودی اس درویش کے حوالہ کیا اور اسے تھوڑے سے شوربے اور قسم قسم کی عنایتوں سے سرفراز کیا، جو فضائل و کمالات شیخ باجن کو بزرگوں سے ملے تھے آج کے دن عبدالحکیم کی تحویل میں آگئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فرید رضی اللہ عنہ

گرامی قدر اندر تصوف و سلوک، بہ کمالات مملوک، یگانہ معاملات تفرید، بزرگ روزگار حضرت شیخ فرید بن عبدالحکیم بن شاہ باجن چشتی برہان پوری رضی اللہ عنہ:

آپ نو بہار فصل فضل الٰہی شیفتہ خدمت اور مسیح القلوب ہیں۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، علوم متداولہ کا اکتساب شیخ عبدالحکیم کی درسگاہ سے کیا اور عیانی و بیانی کمالات دانش تک پہنچے۔

بہت سی مبسوط کتابیں فارسی اور عربی زبان میں تحریر کیں، انتخاب الاصفیا کو اس طرح تصنیف کیا، کہ اس کے معانی کا افادہ بہت عام ہو گیا، فارسی زبان میں صوفیانہ شاعری کرتے تھے، اشعار آپ کے حال کے مطابق ہوتے، کیوں کہ آپ زبان فکر و شعر کو ذکر الٰہی سے مزین کرتے، اس لیے کہ ذاکر ہونا شاعر ہونے سے بہتر ہے، اکثر مجالس سرود کا مشاہدہ کیا گیا کہ جب سماع کے وقت آپ آستین وجد کو لہراتے، اہل بزم کی زبان پر نعرہ شوق ہوتا اور وہ دست حیرت سے سر پیٹتے۔ آپ کی صفائی ظاہری و باطنی سے آباو اجداد کی معرفت کا چراغ بخوبی روشن ہوا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حسام الدین رضی اللہ عنہ

جلیس قدسیاں، انیس نوریاں، تاج کرامات مشابہ نگیں، قطب روزگار حضرت شاہ حسام الدین رضی اللہ عنہ:

آپ کو متقی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، صاحب احسن القصص کا بیان ہے، کہ آپ عالم و زاہد، متقی اور فاتقوا اللہ حق تقاتہ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ رزق حلال کے لیے انتہائی کوشش کرتے، جب تک بھوک سے نڈھال نہ ہو جاتے، کھانا تناول نہ فرماتے۔

ایک دن حاضرین سے فرمایا، آج میرے دل پر کدورت چھائی ہے، اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کھانا پکانے کے لیے ہمسایوں کے گھر سے ان کی اجازت کے بغیر لکڑیاں حاصل کی گئی تھیں، آپ پڑوسی کے پاس گئے، اس سے معذرت کی اور قصور کی معافی چاہی۔

ایک دن ایک شخص مجلس سے اٹھا اور آپ کی جوتیاں پہن کر چلا گیا، جب اسے غلطی کا احساس ہوا، جوتیاں لے کر حاضر ہوا، اس شخص نے قیمت ادا کرنی چاہی، حضرت نے قبول نہیں کیا اور فرمایا، میں نے تمام عمر اپنے ذاتی ساز وسامان کو اپنی ملکیت سے خارج سمجھا، بالفرض اگر کوئی شخص اس میں تصرف کرتا ہے، تو اس کے لیے جائز ہوگا۔ آپ بہت بڑے بزرگ تھے، شیخ علی متقی شیخ باجن سے بیعت کے باوجود آخری عمر میں شیخ حسام الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور سفر کر کے ان کی خدمت میں پہنچے اور خود کو متقی کے لقب سے ملقب کیا۔

شیخ بایزید بن شیخ حسام الدین ورع وتقویٰ میں اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشہور زمانہ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علی متقی رضی اللہ عنہ

شیخ المشائخ اندر سلوک، ماحی بدعت وشکوک، واقف اسرار خفی وجلی، قبلہ متورعان، قطب وقت حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان ظفر آبادی جون پوری رضی اللہ عنہ:

آپ کی اصل اور مولد برہان پور ہے، اکابر دین اور اولیاء رب العالمین کے لیے حجت تھے۔ بڑی شان اور قوت مخصوص والے تھے، مشاہدہ حق سے لذت اندوز ہوتے، چشتی مشرب رکھتے تھے، سلسلہ قادریہ اور سلسلہ شاذلیہ سے بھی نعمت حاصل کی تھی۔ صاحب مآثر الکرام مولانا آزاد بلگرامی آپ کے وصیت نامے کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

میرے والد نے بچپن ہی میں مجھ کو شیخ باجن سے بیعت ارادی کرا دی، جب سن شعور کو پہنچا، والد کی موافقت میں شیخ باجن کو اپنا پیر تسلیم کیا اور بزرگوں کے قول کے مطابق انہوں نے فرمایا ہے، اگر کوئی بچہ کسی پیر کا مرید بنایا جائے، بالغ ہونے کے بعد اسے اختیار ہے، چاہے تو اس شیخ سے سلسلہ ارادت برقرار رکھے، ورنہ کسی دوسرے شیخ کی مریدی میں داخل ہو جائے۔

جب میرے والد کا وصال ہو گیا، شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن علیہ الرحمہ سے میں نے مشائخ چشت کا خرقہ پہنا، اس کے بعد مجھے ایک ایسے بزرگ کی تلاش ہوئی، جو مجھے علم باطن کی تعلیم دیں اور معرفت وسلوک کی رہنمائی کریں، میں نے ملتان کا سفر کیا اور ایک مدت تک شیخ حسام الدین متقی کی خدمت کی، وہاں سے حرمین شریفین چلا گیا اور وہاں شیخ ابوالحسن بھکری کی صحبت اختیار کی، ان سے سلسلہ قادریہ اور شاذلیہ کی تعلیم پائی اور ان دونوں سلاسل عالیہ کا خرقہ شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہنا۔

۹۵۳ھ میں حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں مستقل قیام کیا، آپ کی ریاضت وتقویٰ کی کثرت اور

علوم ظاہری وباطنی کی اشاعت کا شہرہ ملاءاعلیٰ تک پہنچا، عوام وخواص آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے، شیخ بن حجر کی مفتی حرم صاحب صواعق محرقہ جو ابتدائے حال میں شیخ متقی کے استاذ رہ چکے تھے، آخر عمر میں تلمیذ رشید سے تلمذ حاصل کیا اور رسم ارادت وعقیدت ادا کی اور آپ سے خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی زاد المتقین میں لکھتے ہیں، جب آپ سیر کا ارادہ فرماتے، دو تھیلے اپنے ساتھ لیتے، ایک میں غلہ، طعام، روغن، نمک، رکھتے اور دوسرے میں لکڑی اور برتن، تا کہ کھانے پینے کی ضروریات پوری ہوں، انہیں ہمراہ لے کر جنگل کی طرف تشریف لے جاتے، کبھی تین دن کا سامان خورد ونوش اور کبھی سات دن کے اسباب معیشت ساتھ لے جاتے، جنگل میں رہتے، کھاتے اور عبادت کرتے اور اکثر کتابیں مثلاً عین العلم جس کے بارے میں اپنے سلسلہ کے فقیروں کو وصیت کی ہے، کہ اس کتاب کو سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھیں، اس کا مطالعہ فرماتے۔

بادشاہ گجرات سلطان بہادر حضرت کی تمنائے زیارت کے ساتھ بہت سی نذرلے کر حاضر ہوا، آپ نے قبول کیا اور یہ ساری نذر وفتوح بادشاہ کے کفیل ملاقات قاضی عبداللہ سندھی کو عطا کر دیے، کہ یہ چیزیں میرے کام کی نہیں ہیں۔

شیخ علی متقی ابتدائے حال میں کسب معاش کے لیے کتابیں لکھا کرتے تھے، یا بیوہ عورتوں سے وقت ضرورت قرض لیتے اور جب فتوح آتیں، قرض ادا فرمادیتے، شیخ عبدالحق نے آپ کے علمی کمالات اور خوارق عادات کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اس مختصر تذکرہ میں تمام واقعات کو لکھنے کی گنجائش نہیں ہے، اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

اتباع شریعت، حصول طریقت اور اظہار کرامات کی بنا پر آپ کو اجلہ اولیا میں شمار کیا جاتا ہے، ایک دن صحرا کے ہرن پیاس سے بے تاب ہوئے، کنویں کے پاس جمع ہو گئے اور پانی پینے کا ارادہ کیا، مگر پانی تک رسائی نہ ہوئی، حضرت شیخ متقی وہاں پہنچے، آپ کے تصرف وکرامت سے کنویں کا پانی اوپر آگیا، ہرنوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور آپ کے خدام بھی آسودہ ہوئے۔

سکرات موت کے وقت آپ پر بہت سخت ہوئے، اپنے خلیفہ شیخ عبدالوہاب سے فرمایا، تم عالم نزع میں سکرات کی شدت دیکھ کر مجھ سے متنفر نہ ہونا، یہ قطبیت کا مقام ہے، وقت موت قطب پر شدت طاری ہوتی ہے، موت کے بعد میرے اور تمہارے درمیان جو نسبت زندگی میں ہے، مفقود ہو جائے گی، تم مایوس نہ ہونا اور میری صورت کے تصور سے دستبردار نہ ہو جانا، اس سے تصور شیخ کا فائدہ ظاہر ہوگا، نوے سال کی عمر پا کر ۲ر جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔ مکہ مکرمہ میں دفن کیے گئے، شیخ مکہ آپ کی تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

استاذ مقدمات عشق اسرار، دائم بمشاہدہ محبوب سرشار وبیدار، ماہر حقیقت معنوی از رای صواب، مرشد کامل روزگار حضرت شیخ عبدالوہاب رضی اللہ عنہ:

آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ ولی اللہ، آپ دیار مندو کے اعیان واکابر میں تھے، حوادث روزگار نے مندو سے نکلنے پر مجبور کیا، تو برہان پور میں سکونت اختیار فرمائی، یہاں بھی معزز اور مکرم ہوئے، یہاں تھوڑی مدت کے اندر ہی

وصال فرما گئے اور انہیں دنوں مادر مہربان نے بھی رحلت فرمائی، اس وقت شیخ عبدالوہاب بچے تھے، لیکن دور یتیمی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی، فقر و سلوک کی منزل مقصود حاصل کرنے کے لیے دنیا کی سیر و سیاحت کا آغاز کیا، جب مکہ مکرمہ پہنچے، حضرت شیخ علی متقی سے جو آپ کے والد کے دوست تھے، ملاقات کی، کیوں کہ آپ خط نستعلیق کے ماہر تھے، شیخ نے کہا، کہ آپ میرے لیے کتابیں لکھا کریں، پہلی ملاقات میں شیخ سے متاثر نہ ہوئے، جب شیخ علی متقی کے فضائل اور مقدس خصائل کا چند روز مشاہدہ کیا، پوری عقیدت کے ساتھ ان کے دست حق پرست پر بیعت کرلی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے، اس زمانہ میں مکہ مکرمہ کے اندر قحط پڑا، کتابت سے کسب معاش کرتے تھے، شیخ نے ارشاد فرمایا، فقر کو غنا سے افضل سمجھو، بارہ سال تک مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے، وصال شیخ کے ایک سال بعد مکہ تشریف لائے، پچاس سال کی عمر میں نکاح کیا، اس وقت علم وحال اور اتباع و استقامت اور مریدوں کی تربیت و تسلیک اور افادہ و اعانت، طلبا، فقرا اور غربا کی مدد اور مخلوق خدا کی خیر خواہی، برکت، عظمت، صیانت، نورانیت، جمعیت خاطر اور تمام انواع کمال اور ابواب خیر میں اپنے مرشد شیخ علی متقی کے جانشین، حقیقی وارث، سچے خلیفہ اور صاحب سر ہوئے۔ اہل عرب اور یمن سامنے اور غائبانہ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت شیخ ابوالعباس مرعشی کے نقش قدم پر فصوص الحکم وغیرہ کتب تصوف کا درس دیتے تھے، ایک دن فرمایا، انسان کامل نامی کتاب شیخ عبدالکریم جیلی کی تصنیف ہے، جو زمانہ آخر میں یمن کے اولیائے کاملین میں شمار کیے جاتے تھے، عدن میں قیام پذیر تھے اور وہ بہت بڑے ولی تھے، یہ کتاب فصوص الحکم کے ہم پلہ ہے۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر بھی لکھی، صرف بسم اللہ کی تفسیر میں نوے جلدیں تحریر کیں، ہر حرف پر دو تین جلدیں ہیں اور ان میں عجیب و غریب علوم و معارف بیان کیے، ان کی تصنیف و تالیف کا انداز یہ تھا کہ یمن کے کوہ و بیابان میں گھومتے رہتے، جہاں کہیں شیخ کے مرید آپ کو بیٹھا ہوا دیکھتے کھانا، پینا اور قہوہ حاضر کرتے، اس وقت جو کچھ شیخ کی زبان سے نکلتا، ضبط تحریر میں لاتے۔ ایک رات خواب میں نظر آئے اور اپنا نام بیان کیا، میں نے ان کی کتاب انسان کامل کے مطالعہ کی درخواست کی، کتاب میرے حوالہ کیا اور فرمایا، اگر تو پرہیز کرے گا، نفع پائے گا، ورنہ نقصان اٹھائے گا۔

۳ر جمادی الاخری ۹۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین رضی اللہ عنہ

کاشف احوال کونین، شیخ حسین رضی اللہ عنہ:

آپ شیخ عبدالوہاب کے اصحاب میں سے ہیں، اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں، اس راہ سلوک میں آپ کی رفتار کا انداز مخصوص تھا، آزادی، بے تکلفی اور ہمت فرمائی میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ خرید و فروخت کے وقت کسی چیز کی شرط نہ لگاتے، ایک دام بیان کرتے، کمی بیشی کی گفتگو نہ کرتے، بیچنے والا جو قیمت مانگتا، ادا کردیتے۔

شیخ عبدالوہاب سے روایت ہے کہ شیخ حسین میرے رشتہ دار تھے، ایک بار ایک دریا پر گزر ہوا، جہاں ایک شیر

رہتا تھا، جس کی بنا پر دریا سے گزرنا مشکل ہو رہا تھا، جماعت کثیر آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عبور دریا کا عذر پیش کیا، شیخ حسین نے اپنے ایک ہاتھ پر رومال لپیٹا اور دوسرے ہاتھ میں چھری لی، اس جنگل میں داخل ہوئے اور شیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر آئے اور مخلوق کو اس شیر کے خوف سے مطمئن کر دیا پھر لوگوں نے آرام سے دریا پار کیا۔

ایک شخص ایک بلند مقام پر نماز پڑھا رہا تھا اور نیت میں تکرار کر رہا تھا، لیکن صحت نیت حاصل نہیں ہو رہی تھی، شیخ حسین نے دیکھا کہ وہ شخص خوف عظیم میں مبتلا ہے، اس کے سینے پر ہاتھ مارا، اس کا خوف اس کی وجہ سے فوراً دور ہو گیا۔

موج :۔ احوال حضرت میاں محمد طاہر رضی اللہ عنہ

بعلوم تصوف ماہر، میاں محمد طاہر رضی اللہ عنہ:

آپ کا وطن شہر پٹن گجرات ہے، قوم بوہرہ سے تعلق رکھتے تھے، اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ اپنے شہر میں علم حاصل کر کے مکہ تشریف لے گئے، اس دیار کے علماء محدثین سے ملاقات کی اور علم حدیث میں کمال پیدا کیا، شیخ علی متقی کی شاگردی اختیار کی اور ان کے مرید ہو گئے۔ پھر برکت وسعادت کے ساتھ وطن واپس لوٹے اور بعض بدعتیں جو ان کی قوم میں پھیلی ہوئی تھیں، ان کو دور کیا اور سنت و بدعت کے درمیان فرق ظاہر کیا۔ علم حدیث میں مفید کتابیں ترتیب دیں، ان تصانیف میں ایک کتاب مجمع البحار ہے جو صحاح ستہ کی شرح کی ضامن ہے۔ آپ کا دوسرا رسالہ اسماء الرجال کی تصحیح میں ہے، جس میں رجال حدیث کے احوال مختصراً بیان کیے ہیں۔ ان کتابوں کے خطبہ میں شیخ علی متقی کی خوب تعریف کی ہے۔

چوں کہ آپ بدعات و منکرات کو مٹانے کی بہت کوشش کرتے تھے، بالآخر قوم بوہرہ کے ہاتھوں ۹۸۰ھ میں شہید ہوئے۔ سید شمس الدین چشتی نے مشرق میں راجگیر کے جنگل میں خداوند تعالیٰ کی اطاعت و ریاضت میں پوری زندگی بسر کی، جو شیخ محمد طاہر پٹنی کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت عبداللہ و حضرت رحمت اللہ رضی اللہ عنہما

دو گوہر درخشان درجہ صمدیت، دو شیشہ عینک مشاہدہ احدیت، دو عبداللہ مستحق رحمۃ اللہ، بزرگ روزگار حضرت عبداللہ و حضرت رحمت اللہ رضی اللہ عنہما:

ان دونوں بزرگوں کو سید مدنی کہتے ہیں، احسن القصص میں لکھا ہوا ہے کہ یہ دونوں بزرگ مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے اور علم حدیث کا افادہ کیا۔ خواجہ عبدالشہید فرزند خواجہ عبداللہ احرار فرمایا کرتے، یہ دونوں شیخ مجھ کو شیخین بزرگوار حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یاد دلاتے، یہ دونوں علم تقویٰ کی نشانی تھے اور شیخ علی متقی کے خلفا میں سے تھے۔ ۹۷۷ھ میں پھر گجرات آئے جو وطن اصلی کے حکم میں تھا اور وہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، اس کے بعد دار البقاء کی طرف رحلت کی۔ شیخ حقی دہلوی لکھتے ہیں، کہ ان دونوں بزرگوں کے والد صالح، عالم باعمل اور مرد کامل تھے، شیخ علی متقی سے خلافت پائی تھی۔ وہ مکہ گئے اور مجاور حرم ہو گئے اور وہیں انتقال کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن احمد بن حجر المکی رضی اللہ عنہ

زائر خانہ خدا، حافظ احوال مصطفیٰ، بفراست وطبع زکی، شیخ شہاب الدین احمد بن احمد بن حجر مکی رضی اللہ عنہ:
شیخ عبدالحق محدث دہلوی "زاد المتقین" میں لکھتے ہیں، آپ اپنے زمانے میں شیخ اعظم، عالم وفقیہ، مفتی اور مکہ کے شیخ الاسلام تھے، فقہ، حدیث اور دوسرے اسلامی علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ اگرچہ شیخ بن حجر عسقلانی سے بزرگ تھے، علم حدیث میں ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، لیکن علم فقہ میں ابن حجر عسقلانی کے ہم پلہ بلکہ ان پر فوقیت رکھتے تھے۔ آپ شیخ زکریا مصری کے شاگرد ہیں، جو ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ تھے، "مختصر منہاج" ان کی تصنیف ہے، جس کی شرح چند جلدوں پر مشتمل ہے امام ترمذی کی شمائل النبی اور کتاب مشکوۃ المصابیح کی شرح لکھی۔ قصیدہ بردہ شریف کی بھی شرح لکھی۔ عین العلم کی شرح لکھنی شروع کی تھی، لیکن وہ مکمل نہ ہو سکی۔ ایک رسالہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں لکھا، ور حقیقت یہ رسالہ امام اعظم کی روحانیت کا تصرف ہے۔ شیخ علی متقی جب مکہ تشریف لائے، تو آپ کی شاگردی اختیار کی اور بالآخر آپ شیخ علی متقی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔

آپ کا دستور تھا، عصر اور مغرب کے درمیان کعبہ میں مجلس وعظ منعقد کرتے، لوگ جمع ہو کر شیخ سے وعدہ، وعید، عبادت اور مسائل شرعیہ شیخ کی زبان سے سنتے۔

۹۷۵ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علی بن جاراللہ قرشی رضی اللہ عنہ

سلم مسلم علوم، مطول مختصر معلوم، مشابہ ملائک عرشی، حضرت علی بن جاراللہ قرشی رضی اللہ عنہ:
آپ مکہ مکرمہ کے باشندہ، حضرت خالد بن ولید کی نسل سے تعلق رکھتے تھے، اب ان کے قبیلے کو بنی طرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، آپ کے آباؤاجداد میں تھے۔ ایک بزرگ کا نام طرہ تھا، جن کی طرف قبیلے کی نسبت کی گئی "زاد المتقین" میں لکھا ہوا ہے کہ آپ مکہ کے فقیہ، محدث، متقی اور خطیب تھے۔ فصاحت وبلاغت، رزانت فکر، سلیم الطبعی اور تحریر وتقریر کی لطافت ووسعت، اخلاق کریمانہ میں کمال رکھتے تھے۔ درویشوں کی محبت، اعتقاد مشائخ، قلت طعام اور ریاضت نفس کی خوبیوں سے وافر حصہ پایا تھا، وہاں کے لوگ امور دینیہ اور مقاصد یقینیہ میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حرم میں بیٹھ کر لوگوں کو نفع پہنچاتے۔ شیخ علی متقی سے خرقہ خلافت پہنا تھا۔ شیخ عبدالوہاب سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ میں (وجیہ الدین اشرف) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے فضل وکمال سے متاثر ہوا۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا عبداللہ سندھی رضی اللہ عنہ

رہ رو وادی رندی، حضرت مولانا عبداللہ سندھی رضی اللہ عنہ:
آپ شیخ علی متقی کے اصحاب میں سے تھے اور شیخ ابن حجر مکی کے شاگرد ہیں۔ شیخ بن حجر مکی نے علم عربیت میں آپ

سے استفادہ کیا تھا، آپ بہت بڑے بزرگ تھے، کسی سے کوئی خواہش اور سروکار نہ رکھتے۔ ۹۹۶ھ میں وفات پائی۔

موج:۔ احوال حضرت فقیہ محمد نابتہ رضی اللہ عنہ

غایت کمالات بالملا یک رابطہ، حضرت فقیہ محمد نابتہ رضی اللہ عنہ:
نابتہ سورت اور اس کے اطراف میں آباد ایک قبیلہ ہے، یہ پوری قوم شافعی مذہب ہے، اس کے اکثر افراد صلاح وعلم کی صفت سے آراستہ ہیں، انہیں میں سے یہ فقیہ محمد نابتہ ہیں، جو بہت بڑے بزرگ ہیں، زندگی کا ایک بڑا حصہ حرمین شریفین میں بسر کیا، جہاں شیخ علی متقی اور دیگر مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں:
موسم حج میں مخلوق اس مقدس شہر مکہ میں بازار لگاتے ہیں اور کتابیں بیچتے ہیں، اس حال میں کسی کے نزدیک شہر مکہ کی حرمت و تعظیم باقی نہیں رہتی، جب میں نے ان حالات کو دیکھا، اس جماعت کی غفلت پر مجھے رونا آیا، اچانک فقیہ محمد تشریف لائے، مجھ سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے حقیقت حال بیان کی، آخر ٹوٹا ہوا برتن ٹپکتا ہے، تجھے کسی کے بارے میں مداخلت کا حق کیا ہے اور ان باتوں سے تمہیں کیا سروکار؟ یہ گھر خدا کا گھر ہے اور لوگ اس کی مخلوق ہیں، وہ خوب جانتا ہے، اپنی مخلوق کو ہوشیاری میں رکھے یا غفلت میں۔
فقیہ محمد کی عادت تھی، چھ مہینے مدینہ منورہ میں رہتے اور چھ مہینے مکہ مکرمہ میں گزارتے، بالآخر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ خدا بخش رضی اللہ عنہ

ممدوح عارفان موصوف، کاشفان مبرا از ماومنی، کامل وقت حضرت شیخ خدا بخش دکھنی رضی اللہ عنہ:
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں، جس وقت شیخ عبدالوہاب نے اس فقیر کو مدینہ رخصت کیا اور فرمایا، وہاں ایک ہندوستانی فقیر ہے، جس کا نام خدا بخش ہے، وہ ہمارا دوست ہے، پچاس برس بلکہ اس سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، کہ وہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اقامت گزیں ہیں، اگرچہ علمی اور عملی کمالات جو ضروری ہیں، نہیں رکھتے، لیکن وہ اس گروہ کے ایک فرد، اس راستہ کے سالک ہیں، اس راہ تصوف وسلوک کے جو ضروری آداب وطرق ہیں، انہیں کما حقہ حاصل ہیں اور اس راہ کے منازل طے کر چکے ہیں، مردان حق کی خدمت یہاں تک پہنچتی ہے، ان کا مشغلہ یہ تھا کہ فقرا کی ایک جماعت جو میرے ساتھ تھی، وہ سب کی بھرپور خدمت کرتی، وہ زمانے کی کش مکش اور کسب معاش کی الجھنوں سے فارغ ہیں، جنگل سے لکڑیاں لاتے ہیں اور بیچتے ہیں، مدینہ منورہ میں آج کوئی شخص بظاہر ان سے زیادہ حقیر وذلیل اور گمنام نہیں ہے، اگر کسی سے پوچھو گے، تم کو اس کا پتہ بتادے گا، کہ مدینہ منورہ سے باہر جانب مغرب دروازہ مصر کی سمت میں ایک ویران سرائے ہے، چند ہندوستانی فقرا اس میں رہتے ہیں اور وہ حضرت سرائے کے باہر رہتے ہیں، ان کی عمر تقریباً سو سال ہو چکی ہے، ان کا ایک لڑکا ہے، وہ بھی بوڑھا ہو چکا ہے اور اس کے بال بچے ہیں، میری جانب سے یہ رقم لے جاؤ اور انہیں دے کر عرض کرو کہ میں نے ایک مکان کی بنیاد رکھی ہے، دعا کیجیے کہ وہ

مکمل ہو جائے، تمہاری جانب سے جس قدر مبالغہ، تسلیم، تکلیف اور تملق ظاہر ہوگا، وہ تمہاری طرف متوجہ اور تم سے آشنا نہ ہوں گے۔

جب میں مدینہ منورہ پہنچا، مرشد کے حسب الحکم اس بزرگ کی تلاش میں رہا، میں نے ان کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پایا، میں نے نام پوچھا، انہوں نے فرمایا، میرا نام خدا بخش ہے، میں نے عرض کیا، شیخ عبدالوہاب نے آپ کو سلام بھیجا ہے، فرط شوق میں اچھل پڑے اور فرمایا، مرحبا! مرحبا! آیئے اور میرے سر و چشم میں رہیے۔ میں نے خیریت دریافت کی اور شیخ کا پیغام ودعا عرض کیا، فرمایا، وہ مکان مکمل ہو گیا، یہ فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتا، وہ مجھ پر اس قدر مہربانی فرماتے کہ مخلوق کو اس سے حیرت ہوتی کہ وہ کبھی کسی سے اس اخلاق ومحبت کے ساتھ پیش نہیں آتے، الغرض! آپ بہت بڑے بزرگ تھے۔

موج:۔ احوال حضرت شیخ الہداد رضی اللہ عنہ

عالم علوم معنوی، ناظم علامات علوی، فائز المراد، حضرت شیخ الہداد رضی اللہ عنہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ چشتی مشرب ہیں، مارہرہ میں رہتے تھے، ہمیشہ سری تلاوت میں معروف رہتے، زندگی توکل، تسلیم ورضامندی حق میں بسر کرتے، ترجمہ قرآن کے مذکر تھے۔ بیان کرتے ہیں، کہ جوانی کے زمانے میں ایک خوبصورت عورت سے عشق کرتے تھے، چند سال نظر بازی میں بسر کیے۔

موج:۔ احوال حضرت شیخ ادھو حصاری رضی اللہ عنہ

سزاوار تحسین، بفتح مہمات نقش نگیں، مدام بہ بیداری، حضرت شیخ ادھو حصاری رضی اللہ عنہ:

گلزار ابرار میں محمد غوثی شطاری لکھتے ہیں، آپ پیران سہرورد کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور چشتی مشرب ہونے کا دعوی کرتے ہیں، بادشاہ ذکر وشغل، صاحب توکل وتسلیم، صاحب ہمت وایثار تھے۔ کہتے ہیں، دعا تسخیر کی قوت سے آپ نے ایک جن کی گردن میں فرماں برداری کا طوق ڈال دیا اور اسے خدمت کے لیے کمربستہ کر دیا، جب کسی کام کا ارادہ فرماتے، دو تین آدمیوں کا کام تنہا تھوڑی مدت میں انجام دیتے۔

۹۵۰ھ میں وفات فرمائی۔ ان کا مزار حصار میں ہے۔

موج:۔ احوال حضرت شیخ الہداد رضی اللہ عنہ

حامی دین، در شریعت حصن حصین، در حصول دولت دین دائم بفریاد، حضرت شیخ الہداد رضی اللہ عنہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ ہیں، ٹانڈہ میں رہتے تھے، علمی کتابوں کو اپنے جمال معنوی کی صفات کا پردہ بنا لیا تھا، ہمیشہ درس وتدریس میں رہتے۔ ابتدائی زمانہ میں جذب کی کیفیت طاری رہتی، اب سلوک کی منزل میں داخل ہوئے ہیں، شریعت کی روش سے آراستہ اور قاعدہ طریقت سے پیراستہ ہیں، لوگ آپ کی

نصیحتوں سے دلچسپی لیتے ہیں۔ لوگوں پر آپ کی بہت زیادہ مہربانیاں ہیں۔

موج:۔ احوال شیخ چندن دسوری رضی اللہ عنہ

مقبل بہ سوال سائل، در عبادت وریاضت مائل، متعبد بوضع خوش طوری، بزرگ زمانہ حضرت شیخ چندن دسوری رضی اللہ عنہ:

آپ شیخ بدھ بن چھجو کے صاحبزادے شیخ صدرالدین خاموش چشتی کے مرید تھے۔ صاحب گلزار لکھتے ہیں، صوفیانہ جذبہ وسلوک رکھتے تھے، آسمانی خزانوں کے دروازے آپ کے دست ہمت پر کھلے ہوئے تھے، ہمیشہ نقد وجنس بقدر نیاز مندی وخواہش مانگنے والوں کو بے دریغ عطا فرماتے، ہرفن کی کتابیں بے نوا علما وطلبا کے لیے فراہم کرتے، آپ کسی سائل کو محروم لوٹانا ناجائز سمجھتے تھے، سلطان بہادر شاہ گجراتی آپ کا بہت معتقد تھا۔

موج:۔ احوال شیخ موسیٰ رضی اللہ عنہ

مستغنی احتیاج بکونین، حضرت شیخ موسیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ اجین کے رہنے والے تھے۔ شیخ چندن چشتی دسوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ بہت کم کھانے کی وجہ سے آپ کے پہلو کی رگیں اور ہڈیاں نظر آتی تھیں، جس سال شہنشاہ زمانہ اکبر بادشاہ دارالسلطنت آگرہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہوا، دیپال پور سے فوجی لشکر کی واپسی ہوئی، اکبر بادشاہ کے دل میں خداشناس بزرگوں کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ شیخ ضیاء الدین غوثی، قاضی صدرالدین لاہوری، قاضی جلال الدین، شیخ عبداللہ، صدر الصدور کی زیارت سے دل کو منور کیا، بادشاہ نے آپ کو متوکل و مستحق سمجھ کر آپ کے لیے بیش قیمت انعام واکرام پیش کیا، لیکن انہوں نے قبول کرتے ہوئے بھی لینے سے انکار کر دیا۔

زندگی کے آخری سال ۹۸۶ھ تک اپنی زندگی مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں گزار دی۔

ہست بامحبوب زانسان نسبت موسیٰ من ۔۔۔ رب ارنی گر بگوید لن ترانی بشنور

موج :۔ احوال حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ عنہ

سلطان محققین، صاحب اسرار، برہان موحدین عالی مقدار، عالم علوم لدنی، قطب افراد حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ عنہ:

آپ نے خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے خرقہ ارادت پہنا، خواجہ شریف ریاضات ومجاہدات، ترک وتجرید میں ثابت قدم تھے۔ کلمات حقائق اور خوارق عادات میں صوفیائے کرام کے اندر خاص مقام رکھتے تھے، تمام اہل حق صوفیا نکات واشارات ومعانی توحید میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ مشائخ وقت میں آپ عدیم النظیر تھے۔ سیر الاولیا میں مرقوم ہے کہ آپ نے چالیس سال کا عرصہ مخلوق خدا سے الگ رہ کر بسر کیا اور ویرانے کو اپنا مسکن بنایا، غذا کے

لیے جنگلی درختوں کے پتے اور پھل استعمال کرتے اور لوگوں کے ہجوم سے اس قدر متنفر تھے کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ کا خادم کہتا، تم حضرت کے روبرو ہرگز دنیا کا ذکر نہ چھیڑنا، ورنہ زیارت کی سعادت سے محروم ہو جاؤ گے، آپ کے کمالات بہت بلند ہیں۔ کون بزرگ ان کمالات میں آپ سے بڑھ کر ہوگا کہ آپ خواجہ عثمان ہارونی جیسا خلیفہ رکھتے ہیں۔ تین رجب کو اس دنیا سے رحلت فرمائی، آپ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔ (۶۱۲ھ م)

موج :۔ احوال حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ

امام اصحاب ولایت، سلطان قافلہ اہل ولایت، دائم بمقام مشاہدہ باطنی، قطب ارشاد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ:

آپ نے حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت پایا، حلقۂ صوفیا کے سردار ہیں، تمام علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے، ریاضات، مجاہدات، مکاشفات میں بے مثال تھے، حقیقت توحید کے بیان میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، آپ کا وطن ملک خراسان کے علاقہ نیشاپور کے نواح میں ہاروَن نامی ایک قریہ تھا، لیکن آپ نے زندگی کے اکثر ایام سیر و سیاحت میں گزارے، تجرید و تفرید میں ممتاز تھے۔ تمام مشائخ وقت کے ساتھ مصاحبت کا شرف حاصل کیا تھا، خواجہ معین الحق والدین چشتی حسن سنجری صحرائے ہدایت کے بلند پرواز شہباز آپ ہی کے مرید و خلیفہ تھے، اس سے بڑھ کر آپ کے روحانی کمالات کے لیے کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔ خواجہ عثمان ہارونی کے روحانی کمالات حد تحریر سے باہر ہیں، آپ جب مکہ پہنچے، معتکف ہو گئے اور بارگاہ الٰہی میں دو دعائیں کیں، ایک دعا یہ تھی کہ میری قبر مکہ مکرمہ میں بنے اور اس کے آثار کو نہ مٹائیں کہ لوگ مزار پر فاتحہ پڑھتے رہیں، کیوں کہ مکہ مکرمہ میں یہ رسم ہے کہ کسی کی قبر کے نشان کو باقی نہیں رکھتے، دوسری دعا یہ تھی کہ فرزند روحانی معین الدین نے مدتوں توکل و تجرید کے ساتھ اس بندے کی خدمت کی ہے، اس کو ایسی ولایت عطا فرمائی جائے کہ اس طرح کی ولایت کسی دوسرے ولی کو عطا نہ ہوئی ہو۔ غیبی ندا آئی، تمہاری قبر مکہ میں ہوگی اور اس کا نشان نہ مٹایا جائے گا اور میں نے معین الدین کو ولایت ہند عطا کی، ایسی ولایت اب تک کسی ولی کو میں نے عطا نہیں کی تھی، معین الدین پہلے مدینہ جائے گا اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہندوستان جا کر ولایت ہند پہ تصرف کرے گا۔

خواجہ عثمان ہارونی نے ۶ رشوال ۶۰۷ھ میں وفات پائی، آپ کا مزار مکہ مکرمہ میں شہرہ آفاق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت قدوۃ الدین قدوہ رضی اللہ عنہ

عمدہ ابرار، سرگروہ اخیار، شاہ بے تخت ولوا، فخر اولیا حضرت قدوۃ الدین معروف بہ قاضی قدوہ رضی اللہ عنہ:

آپ گروہ صوفیا میں کرامات بلند، حالات ارجمند، تصرفات دل پسند کے مالک تھے۔ مرآۃ الاسرار میں شیخ عبدالرحمن چشتی لکھتے ہیں کہ آپ خواجہ عثمان ہارونی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ بنی اسرائیل سے تھے، سلسلہ نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملتا ہے۔ فتح ہندوستان کے ابتدائی سالوں میں پیر و مرشد کے حکم پر روم سے ہندوستان تشریف

لائے اور دیر ہند میں سکونت گزیں ہو گئے۔ حضرت خواجہ معین الدین کی اجازت سے شہر اودھ میں اقامت گزیں ہوئے، قدوۃ العارفین نے فرمایا کہ حضرت قاضی قدوہ درحقیقت سید ہیں، بادشاہ روم جو بنی اسرائیل سے تھا، اپنی لڑکی قاضی قدوہ کے والد کے عقد میں دیا، اسی شہزادی کے بطن سے قاضی قدوہ پیدا ہوئے۔ نسب سلطانی کے فخر کی وجہ سے لوگ آپ کو بنی اسرائیل سے شمار کرنے لگے۔ رسالہ احوال میں لکھا ہوا ہے، قاضی قدوۃ الدین بہت پابند شرع تھے۔ شاہی فوج کے سپاہیوں سے سخت محاسبہ کرتے، بادشاہ کے سپاہیوں نے متفق ہو کر آپ کی اطاعت سے انحراف کیا اور حد شرع سے متجاوز ہو گئے، بادشاہ نے اس بارے میں تامل کیا، قاضی قدوہ منحرف ہو کر پانچ سو سواروں اور بال بچوں سمیت روم سے نکلے، شام وعراق، بصرہ، بسطام کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے، سلطان شہاب الدین نے آپ کی تشریف آوری پر خیر مقدم کیا اور ہر طرح دل جوئی کی اور انعام واکرام سے نوازا۔

آپ کی کراماتیں حد تحریر سے باہر ہیں۔

۱۲۰۰ھ میں نواب سعادت یار خاں کے عہد حکومت میں برہان الملک اودھ کا ناظم تھا، حضرت قاضی قدوہ اپنے ایک فرزند کو جو امیر برہان الملک کی فوج میں نوکر تھے، خواب میں بشارت دی کہ شہر کا دریا (گھاگھرا) شورش اور طغیانی پر ہے، سیلاب میری ہڈیوں کو بہالے جانا چاہتا ہے، میرے جسد خاکی کو قبر سے نکال کر فلاں مقام پر دفن کردو، خواب میں اس حکم کے باوجود انہوں نے اس غیر شرعی فعل سے احتراز کیا، دوسری رات پھر قاضی قدوہ نے خواب میں فرمایا، ہم نے ناظم الملک کو بھی بشارت دے دی ہے، آج میری لاش کو ضرور قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کردینا، صبح کے وقت نواب سعادت خان حیرت واستعجاب کے عالم میں پڑا ہوا تھا، کہ قاضی قدوہ کے صاحبزادے اس کے پاس پہنچے اور حقیقت حال بیان کی، امیر نے کہا، ہم نے بھی اس سلسلہ میں قاضی قدوہ کا حکم پایا ہے، میں تم کو اس کام کا حکم دیتا ہوں، وہ صاحبزادے گئے، قبر کھودی، دیکھا، کہ کفن میں جسم لپٹا ہوا ہے اور لاش اور کفن میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا ہے۔ لاش مبارک کو قبر سے نکال کر تابوت میں رکھا اور شہر اودھ کے کنارے دوسرے مقام پر دفن کردیا۔ بھونے ہوئے چنے اور مصری آپ کی فاتحہ میں پیش کرتے ہیں۔

قاضی قدوہ کے ایک لڑکے تھے، جن کا نام قاضی اعز الدین تھا۔ آپ شہر اودھ سے منتقل ہو کر قصبہ سترکھ میں مقیم ہو گئے، آپ کی نسل نے اتنی ترقی کی کہ آج باون گاؤں میں قاضی قدوہ کی اولاد آباد ہیں، (اور قدوائی کہلاتے ہیں) یہ قوم بہت بہادر اور ولایت آثار واقع ہوئی ہے، اس خاندان کے بعض بزرگوں کے اور درویشوں کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔

قاضی قدوہ کا سال وفات ۶۰۵ھ نظر سے گزرا ہے۔

موج:۔ احوال حضرت سید معین الدین رضی اللہ عنہ

آپ کا مزار شریف بیانہ میں ہے۔ آپ خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ تھے اور صاحب برکت وکرامت بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال شیخ محمد ترک نارنولی رضی اللہ عنہ

شیخ عالی قدر، مسند ارشاد راصدر، متصرف ولایت متجلی و مستولی، مقتدائے اولیا شیخ محمد ترک نارنولی رضی اللہ عنہ:
آپ ہندوستان کے مشہور اولیا میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید ہیں۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہوا ہے کہ آپ اصلاً ترکستان کے باشندے تھے، وہاں سے ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ نارنول میں سکونت اختیار کی۔ نارنول کے اکثر لوگ آپ کو ترکمان اور ترک سلطان بھی کہتے تھے۔ آپ کا شعار تجرید و توکل تھا۔ مشائخ صوفیا کی رسم پر کسی کو مرید نہ کرتے، مخلوق خدا سے میل جول نہ رکھتے، تنہائی اور عزلت میں زندگی گزارتے۔ اس زمانہ میں ضلع نارنول کے کفار نے بہت زور پکڑا، وہ ہمیشہ مسلمانوں کے قتل عام کی فکر میں رہتے، انہوں نے عید کے دن موقع پایا، کافروں نے یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کردیا، بہت سے مسلمان شہید کر ڈالے گئے، حضرت نے بھی شربت شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی شہادت کا سال نظر سے نہیں گزرا۔ آپ خواجہ معین الدین چشتی کے ہم عصر تھے۔

شیخ بدر الدین دلموی

شیخ بدر الدین دلموی جن کے کمالات روحانی کا شہرہ ہے، اب بھی ان کے مزار سے ہر لحہ کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے، ہر جمعرات کو مخلوق آپ کی خاک آستانہ کو آنکھوں کا سرمہ بناتی ہے، لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ وہاں کے صاحب ولایت تھے۔ آپ بھی خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ عنہ

افتخار اولیائے عظیم، اعتبار اصفیائے مستقیم، فردوس برین تسکین، صادق الحال اعلی علیین، آسائش اہل کمال، قطب دائرہ ولایت کبری، نقطہ پرکار حقائق عظمی، تاج بخش ولایت دنیا و دیں، قطب اکبر ولی الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ:
آپ اعاظم امام صوفیا اہل صفا اور اکابر سلطان اتقیا و اصفیا میں ایک ہیں، محرم اسرار نامتناہی، نائب مناب خلیفہ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے ہندوستان کے چاروں اطراف میں اپنے نور ولایت سے کفر کی تاریکی کو مٹا دیا اور وہاں کے باشندوں کو بت پرستی کی لعنت سے ہٹا کر حق پرستی کی طرف متوجہ کیا۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر ۵ سو سال تک کسی ولی امت کو اختیار نہیں دیا گیا، کہ ولایت ہندوستان میں تصرف کرے، مگر خواجہ غریب نواز جب کہ پورا ہندوستان اول آفرینش سے لے کر اس وقت تک ناہموار شرک کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، حضرت غریب نواز نے پورے ہندوستان کو نور وحدانیت سے منور کردیا، یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے، جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے

ہمہ غافل از حکم دین و شریعت   ہمہ بے خبر از خدا و پیمبر

نہ ہرگز کسے دید سنجار قبلہ ، نہ ہرگز شنیدہ کسے اللہ اکبر

☆☆☆☆☆

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا ، در دار کفر مسجد و محراب و منبر است

آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں ، اکنوں خروش نغمہ اللہ اکبر است

آپ کے کمالات ولایت کی تفصیل بیان سے باہر ہے، جو شخص آپ کے جمال وکمال کا مشاہدہ کرتا ہے، بے تکلف خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرلیتا ہے۔ مونس الارواح میں لکھا ہوا ہے، آپ کا مولد شریف سجستان ہے، خراسان میں نشو ونما پائی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام خواجہ غیاث الدین حسن تھا، جو نسباً حسینی سید تھے۔ جب وہ خدا کے جوار رحمت میں پہنچے، خواجہ بزرگ کی عمر پندرہ سال تھی۔ ایک باغ اور ایک پن چکی باپ کے ترکہ سے پائی، جس کی آمدنی سے سامان معیشت حاصل کرتے، اتفاقاً ایک دن ایک صاحب احوال مجذوب اس باغ میں تشریف لائے، حضرت خواجہ اس وقت باغ کے درختوں میں پانی ڈال رہے تھے، مجذوب کے آنے کی خبر پاکر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری تعظیم وتکریم سے پیش آئے اور صاف ستھری اونچی جگہ پر بٹھایا اور خود باادب بیٹھے، مجذوب نے اپنی بغل سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا، اپنے منہ میں چبا کر اسے تبرک بنایا اور خواجہ بزرگ کے منہ میں چبائی ہوئی کھلی رکھ دی۔ خواجہ نے جب وہ تبرک اپنے گلے سے نیچے اتارا، ایسا نور معرفت مجذوب درویش کی باطنی قوت سے پیدا ہوا کہ فوراً ہی آپ کے دل سے املاک وجائیداد کی محبت جاتی رہی۔ ساری املاک کو مسکینوں اور فقیروں میں تقسیم کردیا۔ وطن چھوڑ کر سیر وسیاحت کی زندگی اختیار کرلی۔ سمرقند وبخارا گئے، جہاں قرآن حکیم حفظ کیا اور اسلامی علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے نیشاپور کے نواح قصبہ ہارون پہنچے، وہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں ملازمت اختیار کرلی اور ان کے مرید ہوگئے۔ بیس سال چھ مہینے ریاضات ومجاہدات میں بسر کیے۔ مرشد کے سارے کام کرتے اور سفر وحضر میں مرشد کے لباس اور بستر کی حفاظت کرتے، بالآخر خرقہ خلافت پایا اور اپنے وطن سنجار آئے، دومہینہ پندرہ دن وہاں رہے، وہاں سے قصبہ جیل پہنچے اور شیخ السموات والارض حضرت عبدالقادر جیلی (جیلانی) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پانچ مہینہ سات دن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے، چنانچہ آپ نے جس حجرہ میں قیام کیا تھا، وہ اب تک موجود ہے، وہاں سے ہمدان وتبریز گئے اور ان مقامات پر شیوخ وقت کی زیارت کی۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کا بیان ہے، کہ خواجہ بزرگ کا معمول تھا کہ سات دن کے بعد روٹی کے ایک ٹکڑے سے جس کا وزن پانچ مثقال کے وزن سے زیادہ نہ ہوتا، افطار کرتے۔ سلطان المشائخ کی ایک روایت ہے کہ خواجہ بزرگ ایک دوتائی فقر سل کر پہنا کرتے تھے، اگر وہ خرقہ کہیں سے پھٹ جاتا، کسی بھی قسم کا پاک کپڑا مل جاتا، تو اس میں پیوند لگالیتے، بالآخر یہ دوتائی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا کو ملی۔

خواجہ بزرگ کو اپنے پیر سے خرقہ خلافت ۵۲ سال کی عمر میں حاصل ہوا۔

سفر میں آپ کا دستور تھا، کہ جہاں جاتے، قبرستان میں قیام کرتے اور روزانہ دو ختم قرآن مجید تلاوت فرماتے، جب آپ کی شہرت ہوجاتی، تو وہاں سے دوسری جگہ چلے جاتے۔

خواجہ عثمان ہارونی فرمایا کرتے تھے، کہ خواجہ معین الدین اللہ کا محبوب ہے، مجھے اس کی مریدی پر ناز ہے۔

پھر آپ سفر کرتے ہوئے ہرات آئے، اکثر شب و روز حضرت شیخ عبداللہ انصاری کے روضہ میں گزارتے، آپ کے ساتھ کوئی خادم نہ ہوتا، ہمیشہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ جب ہرات میں آپ کی ولایت کی شہرت پھیلی، وہاں سے سبزہ وار آئے، وہاں کا حاکم یادگار مرزا بد خلقی، ظلم اور بد عقیدگی میں مشہور تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اس کے باغ میں تشریف لے گئے، جس وقت یادگار کی نظر حضرت کے جمال باکمال پر پڑی، خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے کیا دیکھا کہ انتہائی خوف و دہشت کی وجہ سے کانپنے لگا اور بے ہوش ہو گیا، ہوش میں آنے کے بعد اپنے ظلم اور بد عقیدگی سے توبہ کی اور خواجہ کا مرید ہو گیا۔ اپنی تمام املاک کو راہ خدا میں فقرا و مساکین کو دے دیا اور ولی بن گیا۔

اسی طرح حکیم ضیاء الدین کو بھنے ہوئے کلنگ (کونج) کا ایک ٹکڑا کھلایا، وہ بے خود ہو گیا، ہوش میں آنے کے بعد اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ حضرت خواجہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا اور معرفت شناسی کے مرتبہ پر پہنچا۔

سبزہ وار سے غزنی آئے، وہاں سے لاہور پہنچے، پھر دہلی میں رونق افروز ہوئے، یہ حقیقت پوشیدہ نہ رہے، دوسری کتابوں میں بھی دیکھا گیا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی، کہ اے خداوند تعالیٰ! میں تجھ سے دو چیزیں طلب کرتا ہوں، ایک یہ کہ معین الدین کو ولایت ہندوستان عطا ہو کہ اس سے بڑھ کر کسی اور ولی کو ہندوستان میں یہ نعمت تفویض نہ ہوئی ہو، دوسری خواہش یہ ہے کہ اس فقیر کی قبر مکہ میں واقع ہو اور لوگ اس کی قبر کو باقی رکھیں، خواجہ ہارونی کی یہ دونوں دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں۔ مونس الارواح میں لکھا ہے:

جب خواجہ بزرگ اپنے پیر سے رخصت ہوئے، مدینہ منورہ تشریف لے گئے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ سے یہ آواز سنی "اے معین الدین! تو دین کا معین و مددگار ہے، ہم نے ولایت ہندوستان تمہیں بخشی، جاؤ اجمیر میں قیام کرو، اس سرزمین میں کفر و شرک کی کثرت ہے، تمہارے جانے سے وہاں اسلام ظاہر ہوگا" اچانک اس امر کے ظاہر ہونے پر خواجہ بزرگ حیران ہوئے کہ اجمیر کہاں ہے؟ اسی وقت قدرت الٰہی اور امر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خواجہ پر خواب کی کیفیت طاری ہو گئی، تمام ہفت اقلیم کو ہندوستان اور اجمیر کے ساتھ خواب میں دیکھا، سمجھ لیا، یہ میرے قیام کی جگہ ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنتی انار آپ کو عطا فرمایا اور رخصت کیا، جب خواب سے بیدار ہوئے، سفر ہند کا ارادہ کیا، جب منزل مقصود پر پہنچے، اس وقت اجمیر کا راجہ رائے پتھورا تھا، وہ اسلام سے واقف نہ تھا، اس کی ماں نے دو سال پہلے اسے بتایا تھا کہ ایک بزرگ انسان آئے گا، جو تمہارے ملک و مال اور ریاست کی تباہی و بربادی کا سبب ہوگا، اس نے اس شخص کے حلیہ کو خواب میں دیکھنے کے بعد کاغذ پر تحریر کر لیا تھا، بتایا کہ وہ بزرگ اس شکل و صورت کے ہوں گے، جس کی وجہ سے راجہ ہمیشہ غمگین رہتا، جب حضرت خواجہ ہندوستان کے ایک شہر سمانہ پہنچے، رائے پتھورا کے آدمیوں نے حضرت خواجہ سے عرض کیا، کہ آپ سمانہ ہی میں رہیں، اجمیر نہ جائیں، اس مسئلہ میں حضرت خواجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی طرف رجوع کیا، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا، یہ لوگ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، ان کی بات کو ہرگز تسلیم نہ کرنا، حضرت خواجہ نے اس جماعت کو واپس کر دیا اور حقیقت حال اپنے دوستوں سے بیان کی اور اجمیر کے لیے روانہ ہوئے۔ طی الارض کے طریقے پر دو دن میں

اجمیر پہنچے، وہاں ایک درخت کے سائے میں قیام کرنا چاہا، ایک آدمی نے آواز دی، اے فقیرو! اس جگہ رائے پتھورا کے اونٹ باندھے جاتے ہیں، حضرت خواجہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انا ساگر تالاب کے پاس ایک پہاڑ کے دامن میں تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا۔

حضرت خواجہ کے دوستوں نے ایک گائے ذبح کی اور کباب بنایا اور بعض ہمراہی پیپل کے درخت کے پاس جو حوض انا ساگر کے کنارے پر تھا، وضو کرنے کے لیے گئے، تالاب کے کنارے ہزاروں بت خانے تھے، چند من تیل اور پھول روزانہ ان بت خانوں میں خرچ ہوتے تھے، ان بت خانوں کے بہت سے برہمن خدام تھے، حضرت کے ہمراہیوں نے وضو کرنا چاہا، کافروں نے وضو سے روک دیا، کہ اگر تمہارا ہاتھ انا ساگر میں داخل ہوگا، تو سارا پانی نجس ہو جائے گا، جب اس معاملہ کی خبر حضرت خواجہ بزرگ کو ہوئی، اپنے تصرف ولایت سے تالاب کا سارا پانی لوٹے میں سمیٹ لیا اور حوض خشک ہو گیا، اس کے اردگرد پانی کے جتنے چشمے تھے، خشک ہو گئے، یہاں تک کہ عورتوں کے پستانوں کے دودھ بھی خشک ہو گئے۔

اجمیر میں ایک دیو تھا، رائے پتھورا جس کے وجود کو اپنی بقائے سلطنت کا سبب سمجھتا تھا، اس کے اخراجات کے لیے چند پرگنوں کی آمدنی خاص کر دی تھی، حضرت خواجہ کی جلالت ولایت ملاحظہ کرنے کے بعد وہ دیو حضرت خواجہ کی بارگاہ میں آ کر مسلمان ہو گیا، حضرت نے اس کا نام شادی دیو رکھا۔ جب حضرت خواجہ کی آمد، اجمیر کے چشموں کے پانی کے خشک ہونے، مخلوق کی تشنگی اور اونٹوں کے قصے لوگوں نے رائے پتھورا کے سامنے بیان کیے، اس کی ماں نے کہا، یہ وہی بزرگ ہیں، جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، بارہ برس ہو گئے، جن کے آنے کی خبر میں نے تمہیں دی تھی، ہرگز تم اس سے مواخذہ اور مقابلہ کی کوشش نہ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ تواضع و تکریم سے پیش آنا۔

رائے پتھورا نے اپنے آدمی جادوگر جوگی جے پال کے پاس بھیجے اور حقیقت حال بیان کی، جے پال نے راجہ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ تمام واقعات جادو کے کرشمے ہیں، میں اس کی تدبیر کروں گا، رائے پتھورا نے کہا، میں اس فقیر کے پاس جا رہا ہوں، تم بھی تیار ہو کر اس کے پاس پہنچو، اثنائے راہ اس کے دل میں بہت سے فاسد خیالات پیدا ہونے لگے، جب کوئی برا خیال دل میں آتا اندھا ہو جاتا، اور جب فاسد خیال سے باز آتا دکھائی دینے لگتا، کئی بار ایسا ہی ہوا آخر کار اس نے اپنے قلب کو باطل خیالات سے صاف کیا اور دولت سعادت سے مشرف ہوا اور جے پال جوگی بھی سات سو شاگردوں کے ساتھ جو ساحری میں مہارت رکھتے تھے، پندرہ سو چکر لے کر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے، مقام مقصود تک پہنچا، جے پال جتنا سحر اور جادو جانتا تھا، اس نے حضرت خواجہ پر حملے کیے، مگر حضرت پر اس کے جادو کا کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ جادو کا ردعمل جے پال کے شاگردوں پر ہوا، مجبوراً عجز و نیاز کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا، لوگوں نے پیاس کی وجہ سے مخلوق کی ہلاکت کا حال بیان کیا، حضرت خواجہ نے جے پال سے فرمایا، میرا لوٹا لا دو اس نے لوٹا اٹھانے کی بہت کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا، پھر حضرت نے شادی جن، سے لوٹا لانے کے لیے کہا، وہ لوٹا لایا، تھوڑا سا پانی اردگرد بہا دیا، تمام چشمے اور تالاب پانی سے لبریز ہو گئے۔ جے پال جوگی نے حضرت کے روحانی تصرف و کمالات کا مشاہدہ کیا اور التماس کیا، حضرت نے فرمایا، تم پہلے اپنا کرشمہ دکھاؤ، اس نے ہرن کی کھال (مرگ چھالا) فضا

میں پھینکی اور اس پر بیٹھ کر آسمان کی طرف اڑا اور فضا میں غائب ہو گیا، حضرت خواجہ نے اپنی جوتیوں کو اشارہ کیا، جوتیاں فضا میں اڑیں اور جے پال کو مار مار کر نیچے اتار دیا، پھر جے پال نے کہا، میں آپ کے بلند روحانی مقامات کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں، حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا، جے پال نے بھی اپنے آپ کو آمادہ کر لیا تھا، آپ کے ساتھ ہو گیا، وہ ساتوں آسمانوں تک حضرت خواجہ کی توجہ سے گیا، یہاں تک کہ عرش اعظم تک پہنچا، اس نے حضرت خواجہ کے لیے فرشتوں کی تعظیم وتکریم ملاحظہ کی، عرض کیا، میں ہمیشہ ان مقامات کی سیر کرنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر تمہاری خواہش کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا، مجھے منظور ہے، لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میں قیام قیامت تک زندگی پا جاؤں، حضرت خواجہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی، مناجات قبول ہوئی، جے پال نے جب مراقبہ سے سر اٹھایا، صدق دل سے مشرف بہ اسلام ہو گیا اور ابھی تک وہ زندہ ہے، پہاڑوں میں گھومتا رہتا ہے، جے پال کے ایمان لانے کے بعد تمام کافر بے دست وپا ہو کر گوشہ نشیں ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد شادی دیو اور جے پال جوگی نے حضرت کی بارگاہ میں التماس کیا اور شہر اجمیر میں لے آئے، حضرت نے شادی دیو کے مکان کو پسند کیا اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت نے راجہ پتھورا کے سامنے دعوت اسلام پیش کی، اس نے قبول نہیں کیا، آخر کار اسلامی فوج کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہو کر جہنم رسید ہوا، حضرت کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اجمیر کے خواص وعوام پر ظاہر ہوئے۔ حضرت نے کسی سائل کو ماحضر سے محروم نہیں رکھا، آپ کا مطبخ بہت وسیع تھا۔

رائے پتھورا پر آپ کے غضب ناک ہونے کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں، ایک وجہ یہ ہوئی کہ رائے پتھورا کا کوئی ملازم آپ کی بارگاہ میں مرید ہونے کی غرض سے آیا، حضرت نے اسے بیعت کر لیا، پتھورا اس بات سے آزردہ خاطر ہوا اور اس نے اپنے شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ رائے پتھورا مسلمانوں پر بہت ظلم کرتا تھا، حضرت نے ایک مسلمان کی سفارش کی، اس نے قبول نہ کی، بلکہ اپنے شہر سے نکل جانے کا فرمان جاری کیا۔

اس وقت حضرت خواجہ نے فرمایا "پتھورا را گرفتیم وحوالہ کردیم" یعنی ہم نے پتھورا کو گرفتار کر کے لشکر اسلام کے حوالے کر دیا۔ کچھ دنوں بعد معزالدین سام (شہاب الدین غوری) کا لشکر ہندوستان آیا اور پتھورا کو زندہ گرفتار کیا۔ اسی دن سے اسلامی پرچم ہندوستان میں بلند ہوئے اور کفار ذلیل وخوار ہوئے اور اس دن سے آج تک کوئی کافر دہلی کا بادشاہ نہ ہوا۔ قیامت تک دہلی کے بادشاہ کا عزل ونصب حضرت خواجہ کی مشیت پر موقوف رہے گا۔

حضرت خواجہ کے بہت سے اقوال میں نے مونس الارواح میں لکھے ہوئے پائے، لیکن ان اوراق میں چند اقوال پر اکتفا کرتا ہوں:

(۱) عاشق کا دل محبت کی آگ میں جل جاتا ہے، جو چیز اس میں پڑتی ہے، وہ جل کر خاک ہو جاتی ہے، اس لیے کہ کوئی آگ عشق کی آگ سے بڑھ کر نہیں۔

(۲) بہتی ہوئی نہروں اور پانی میں شورش اور آواز سنی جاتی ہے، لیکن جب یہ نہریں دریا میں پہنچ جاتی ہیں، خاموش ہو جاتی ہیں، اسی طرح جب طالب واصل بحق ہوتا ہے، کم بولتا ہے اور اس کا دنیاوی جوش وخروش ختم

ہو جاتا ہے۔
(۳) میرے مرشد نے فرمایا، کہ جس شخص کے اندر یہ تین عادتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اسے درست رکھے گا،
(الف) دریا کے مانند سخاوت (ب) سورج کے مانند شفقت (ج) زمین کی طرح تواضع۔
(۴) نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔

حضرت سلطان الاولیا کی کرامتیں احاطہ وہم وگمان سے باہر ہیں۔ آپ کی اس کرامت سے بڑھ کر کون سی کرامت ہو سکتی ہے، کہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر ان کے زمانے تک کوئی نبی اور ولی ہندوستان میں نہیں آیا، مگر خداوند تعالیٰ نے ہندوستان کو آپ کی بدولت اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ آپ اس حدیث "الشیخ فی قومه کالنبی فی امته" کے مصداق ہیں۔ (یہ مصنف کی ذاتی رائے ہے)

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے، ہندوستان کا جو باشندہ بحر زخار کے تلاطم میں مجھے پکارے گا، فوراً ہی میری روح اس کی طرف متوجہ ہوگی، کہ وہ مجھ سے کسی چیز کی خواہش رکھتا ہے، اس کی انجام دہی کے لیے میں کوشش کروں گا۔ بحر زخار کا مولف بھی ہندوستانی ہے، اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس کتاب (بحر زخار) میں حضرت خواجہ کے مبارک احوال لکھنے کے دوران حضرت کی بارگاہ سے امید رکھتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کی برکت ولایت معینہ سے تمام صوری اور معنوی آفات میں مدد فرمائے گا اور اس عاجز کو منزل مقصود پر فائز کرے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ کے مرشد خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا، جو شخص معین الدین یا اس کے روحانی فرزندوں کا مرید ہوگا، اسے چھوڑ کر معین الدین جنت میں قدم نہ رکھے گا اور حضرت خواجہ کا یہ بھی ارشاد ہے، کہ خانہ کعبہ میں ہاتف غیبی نے مجھے ندا دی، معین الدین! میں نے تم کو بخش دیا، میں نے عرض کیا، اگر تو نے مجھے بخش دیا، تو جو لوگ قیامت تک میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہوں گے، ان کو بھی بخش دیا جائے، یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی۔

اکثر تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ مدت العمر محصور اور مجرد رہے، اس لیے آپ کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ سید وجیہ الدین نے اپنی دختر نیک اختر بی بی عصمت کو آپ کے حبالہ عقد میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حکم سے دیا تھا۔ خود حضرت خواجہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ملا، معین الدین تو نے میری ایک سنت ادا نہیں کی، وہ سنت نکاح ہے، میں نے سرکار کے اس حکم کی تعمیل کی۔

آپ کی ایک زوجہ محترمہ ہندوستانی تھیں، جن کا نام بی بی رضیہ صاحبہ تھا، ان بیویوں سے حضرت خواجہ کی اولاد ہوئی اور آپ کی نسل اب تک باقی ہے۔

آپ کی عمر شریف ایک قول کے مطابق چھیانوے سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو سات سال ہوئی۔ نکاح کرنے کے بعد سات سال اور ایک روایت کے مطابق سترہ سال زندہ رہے۔ آپ کی مدت حیات ایک سو سات سال ہے۔ وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر لوگوں نے جلی خط میں یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" شیخ عبدالحق دہلوی نے اس واقعہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ دوشنبہ کے دن ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ میں اور ایک قول کے مطابق اسی سال ماہ ذی الحجہ میں وفات پائی، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

موج :۔ احوال حضرات فرزندان خواجہ بزرگ معین الحق والدین رضی اللہ عنہم

اثمار شجرہ علیہ چشت، گلہائے رنگارنگ حزین روضہ بہشت، رہبردان صراط مستقیم وحبل المتین، فرزندان حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین رضی اللہ عنہم:

یہ حضرات بحروحدت کے آبدار موتی، نافہائے تاتار، جامع جمیع مقامات خداشناسی وماحی سائر مقدمات خود تراشی، آسمان ہدایت کے نجوم سعادت اور کشور عنایت کے بادشاہ تھے۔ گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے تینوں صاحبزادے مرشد کامل تھے۔

سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین محمد چشتی اجمیری علیہ الرحمہ علوم ظاہری اور باطنی میں فائق اور صاحب تصرف ولی تھے۔ والد بزرگوار سے بیعت ارشاد حاصل تھی۔ ۵ رشعبان ۶۶۱ھ میں وفات پائی۔

آپ کے منجھلے بھائی خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر ایک قول کے مطابق آپ کا لقب ابوسعید بھی ہے۔ آپ روحانی کمالات وحالات کے مالک تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے سجادہ نشین ہوئے۔ ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ حسام الدین صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے تھے، لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئے، ابدالوں اور رجال الغیب کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ سجادگی حضرت خواجہ کے پوتوں اور نواسوں کو ملی۔

شیخ رفیع الدین، شیخ بایزید، شیخ نورالدین محمد خواجہ بزرگ کے پوتوں میں ہیں، جنہوں نے اسلاف کی روش پر حقوق سجادگی ایک مدت تک انجام دیے اور دار فانی سے کوچ کیا۔

شیخ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے۔ آپ محبت الٰہی سے داغدار سینہ اور دیدہ اشکبار مودت رکھتے تھے۔ مزار قصبہ سانبھر میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے، ایک خواجہ معین الدین خرد جو خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے، جن کا ذکر آگے آرہا ہے، دوسرے صاحبزادے شیخ حسام الدین تھے، یہ دونوں بزرگ بھی صاحب اولاد ہوئے ہیں۔

پہلے صاحبزادے شیخ قطب الدین محمد ۱۲ ہزار سواروں کے سردار تھے اور دوسرے صاحبزادے شیخ بایزید ہیں، جو مدت دراز تک اپنے دادا خواجہ بزرگ کے آستانے پر درس دیتے رہے۔ شیخ احمد آپ کے شاگرد ہیں۔ شیخ بایزید اجمیر سے بغداد تشریف لے گئے، وہاں سے "مندو" آئے، بادشاہ کے حکم پر مندو سے اجمیر تشریف لائے۔ آپ کے کرامات وخوارق ظاہر ہیں۔

حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد میں خواجہ بایزید ثانی بن خواجہ شہاب الدین اجمیری جو اپنے والد بزرگوار کے مرید وخلیفہ تھے، احسن القصص میں لکھا ہے کہ آپ خاندان قدیم کی روایت کے پاسدار اور بزرگ خاندان کے منتخب فرد تھے۔ اپنے آباواجداد کے طریقے کو انجام دینے کی وجہ سے تحسین خلائق کے مورد بنے۔ احکام کو نافذ کرنے اور مریدوں کی تربیت میں مقبول اعمال ارباب حقائق ہوئے۔

آپ کی ذات حضرت خواجہ کی مسند ارشاد کی زینت ہے، طالبان خاندان چشتیہ کی ہدایت کا سجادہ آپ کے اعمال

ستودہ صفات کی بدولت رونق افزا ہے۔

موج :۔ احوال خواجہ بایزید خرد رضی اللہ عنہ

در چمن چشت ورد، خواجہ بایزید خرد رضی اللہ عنہ:

''احسن القصص'' میں مذکور ہے کہ خواجہ خواجگان کے فرزند معنی پیوند اپنے والد خواجہ طاہر بن بایزید ثانی اجمیری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ علامہ دہر تھے۔ تمام علمائے عصر کے سرنیاز آپ کے آستانے پر خم ہوتے۔ زمانہ کے تمام دانشوروں کے لیے آپ کی ذات دستاویز تھی۔ آپ کے کلمات برہان صدق ہوا کرتے، علم ظاہر میں استاذ الملک احمد مجد متجر ان کے استاد تھے۔

کشور باطن میں اولیائے کاملین کی جماعت کے پیشوا تھے۔ آپ کا لقب خرد جد بزرگ خواجہ بایزید ثانی کی مناسبت سے ہے اور آپ کا مرتبہ درگاہ عالی کی سجادہ نشینی کی بنا پر بلند ہے۔

موج :۔ احوال خواجہ معین الدین خرد اجمیری رضی اللہ عنہ

بسا صاحب ورد، خواجہ معین الدین خرد اجمیری رضی اللہ عنہ:

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں۔ آپ خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی برگزیدہ اولاد میں ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار خواجہ بایزید خرد بن خواجہ طاہر اجمیری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ریاضت شاقہ کے ذریعہ روحانیت کا ایسا کمال حاصل کر لیا تھا، کہ کسی واسطے کے بغیر حضرت خواجہ بزرگ کی روحانیت سے باطنی فوائد حاصل کرتے تھے۔ آپ کا لقب خواجہ خرد خواجہ بزرگ کی نسبت سے ہے۔ آپ کے بلند مرتبہ پر غور کرنا چاہیے اور آپ کے درجہ ولایت کو دل نشیں کرنا چاہے۔ آپ صاحب کشف وکرامات عالیہ تھے۔

موج :۔ احوال شیخ طاہر بیابانی رضی اللہ عنہ

آشنائے بحر وصال، صاحب وجد وحال، درویش صاحب معانی، شیخ طاہر بیابانی رضی اللہ عنہ:

آپ کی جائے پیدائش مندو سے سات کوس کے فاصلے پر (دھار) ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ شہر وردن سے اس شہر میں آئے، کچھ دنوں یہاں قیام کیا۔

بیان کرتے ہیں، بچپن ہی میں آپ پر کیفیت جذب طاری ہوئی، اس کیفیت کے باوجود فرائض ونوافل پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ سترہ سال کی عمر میں اجمیر شریف گئے، جہاں حضرت خواجہ حسین فرزند خواجہ بزرگ سے بیعت کی، ان کی بارگاہ میں ایک چلہ پورا کرنے کے بعد مقام دسور میں قیام کی اجازت حاصل کی، دسور کے کنارے ایک بہت بڑا درخت تھا، اس کی شاخیں کاٹ کر ایک جھونپڑا بنایا، درخت سے جدا ہونے کے باوجود پتے ہرے بھرے رہے، وہ درخت آپ کی عجیب وغریب کرامت کا مظہر ہے۔ آپ نے گیارہ چلے اس جھونپڑے میں

پورے کیے۔ روشنی کا علم بلند کیا۔ ۱۷ سال تک وہاں درویشوں کی طرح ریاضت ومجاہدہ کی زندگی بسر کی۔ ۳۴ سال کی عمر پا کر ۹ محرم ۹۸۵ھ میں جہان فانی سے رخت سفر باندھا۔

موج:۔ احوال حضرت خواجہ ابوالخیر رضی اللہ عنہ

بمقام انتہائی درویشی صاحب سیر، حضرت خواجہ ابوالخیر رضی اللہ عنہ:

اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ معین الدین خرد بن خواجہ بایزید اجمیری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ صاحب احسن القصص لکھتے ہیں، آپ نے اپنے بزرگوں کی سجادہ نشینی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے اور اپنے عالی خاندان کی پیشوائی کے طریقے میں والد کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ آپ کے کمالات روحانی پیشانی سے ظاہر تھے۔ اکثر وبیشتر اخص الخواص بزرگوں کے ہادی اور پیشوا بنے۔ آپ کی ذات بہت بابرکت تھی، بہت ہی ریاضت ومجاہدہ کیا تھا، اسرار الٰہی کے جاننے والے اور سر نامتناہی سے باخبر تھے۔

موج :۔ احوال خواجہ حسام الدین رضی اللہ عنہ

فائز بمقام تمکین، خواجہ حسام الدین رضی اللہ عنہ:

اپنے والد بزرگوار خواجہ علیم الدین بن خواجہ ابوالخیر اجمیری کے خلیفہ وجانشین تھے۔ آپ نے اس قدر ریاضت ومجاہدہ کیا کہ زاہدان وقت کے سربراہ بن گئے، آپ کی ریاضتوں کے احوال ایک دفتر میں حکایات واعمال کی صورت میں موجود تھے۔ گویا آپ کی عبادتیں بزرگوں کے احوال واشغال کی روش پر تھیں۔

موج :۔ احوال خواجہ سید احمد رضی اللہ عنہ

خاصہ درگاہ سرمد، خواجہ سید احمد رضی اللہ عنہ:

خواجہ حسام الدین بن علیم الدین کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ریاضتیں سلف صالحین کی نظیر تھیں۔ آپ کے مجاہدات وعبادات گزشتہ واصلان حق کی یاد تازہ کرتے تھے۔ عبادت وریاضت کی مشقت کی کثرت سے آپ کی کھال کی شکن اوراد وعبادت کی شارح بن گئی تھی۔ آپ کے انفاس دقائق کا سررشتہ فتاوی، مسائل فیروزی مجاہدات کی اساس کا شیرازہ تھا۔

موج:۔ احوال حضرت سید نجم الدین رضی اللہ عنہ

مشائخ ہدایت آئین، حضرت سید نجم الدین رضی اللہ عنہ:

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے ہم پلہ تھے، خواجہ بزرگ کی نظر توجہات باطن کے پروردہ تھے۔ حسب وشرافت میں خانوادہ معین الدین چشتی کے نقیب تھے۔ جس زمانہ میں نادر شاہی لشکر کی آمد کی افواہ دہلی میں پھیلی، حضرت دہلی میں

موجود تھے، محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمر الدین خاں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور نادر شاہی لشکر کے دفع کے لیے حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، ابھی وقت نہیں گزرا ہے، اگر دینی و دنیاوی اعمال میں خلاف شرع باتوں کو چھوڑ کر امور سلطنت دین کی روش پر انجام دیے جائیں، تو فائدہ ہوگا، لیکن جب غفلت کی روئی نصیحتوں کو سننے سے کان کو باز رکھے گی، تو سمجھ لو وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عبدالباسط رضی اللہ عنہ

نگین خاتم کمالات، متصرف مقامات وحالات، شاہد حقیقی مدام رابط، حضرت شاہ عبدالباسط رضی اللہ عنہ:
شیخ بندگی نظام الدین امیٹھی کی اولاد سے ہیں۔ آپ محقق ومدقق، متورع، مفسر، سرمایہ لیاقت علوم اور اخلاق حمیدہ وصفات پسندیدہ کے حامل تھے، آپ شاہ نجم الدین کے مرید ہیں، ابتدائی عمر میں علم فارسی وعلم عربی میں خاص مہارت ورغبت رکھتے تھے، کسی استاذ کی وساطت کے بغیر علوم وفنون میں سبقت کی گیند لے گئے، جسے دیکھ کر اساتذہ وقت کو بڑی حیرت ہوتی تھی۔ آپ کی تصنیفات بہت مشہور ہیں، ان میں سے ایک کتاب احسن القصص ہے، بزرگوں کے حالات اور شعرا کی شرح اور شاہد منشات میں یہ کتاب ہر دیار میں مشہور ہے۔

پھر آپ نے کچھ دنوں سیر وسیاحت اختیار کی، اجمیر شریف پہنچے، مرشد برحق کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے عبادت ومجاہدات کے طریقے معلوم کیے، اپنے وطن میں ایک باغ کے اندر مشغول عبادت رہے، مخلوق کی کثرت کی بنا پر سنسان میدان وصحراؤں میں ہفتہ دو ہفتہ گزارتے، آپ کا مقام تصوف میں بہت اونچا ہوگیا تھا، میں نے معتبر لوگوں سے سنا کہ اکثر راتوں میں عبادت کے دوران آپ کے اعضا جدا ہو جاتے اور یہ آپ کی ایک کرامت ہے۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے، لوگوں نے سکنجبین ایک پیالے میں رکھ کر پیش کیا تو آپ نے اس وقت مولانا روم کا یہ شعر پڑھا۔

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود روغن بادام خشکی می نمود

یہ بات ان کے کشف کی دلیل ہے، ایک دن قدوۃ العارفین نے فرمایا، سفر حج کے دوران مسجد یمن میں تھا، ایک شخص نے مولانا روم کا شعر غلط پڑھا، جس کی بنا پر معنیٰ ومفہوم فوت ہوگیا، فقیر کو یہ شعر یاد تھا، اس کی اصلاح وتصحیح کردی، مفہوم درست ہوگیا۔

علوم ظاہری وباطنی میں آپ کے کمالات کا شہرہ پوری دنیا میں ہے، بالخصوص صنائع وبدائع، تاریخ گوئی، شعر گوئی ، نے اساتذہ فن کے دلوں کو گرویدہ کرلیا تھا۔

۱۰۹۹ھ میں پیدا ہوئے، اڑسٹھ سال عمر پائی، ۱۱۶۸ھ میں وفات پائی اور امیٹھی میں دفن ہوئے، مولوی عبداللہ سندیلوی حضرت مولانا عبدالباسط کے مرید ہیں۔ اکثر بزرگوں کی ارواح سے نسبت رکھتے تھے، بڑے پائے کے بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت سید ہبۃ اللہ رضی اللہ عنہ

برگزیدہ بزرگاں، مقبول عاشقاں فرزند رسالت پناہ، حضرت سید ہبۃ اللہ رضی اللہ عنہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ کے آبائے کرام رضوی سادات سے تھے، جو مشہد مقدس سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے، والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ حسن اتفاق سے خواجہ بزرگ کی اولاد میں سے خواجہ حسن کے پاس پہنچے، جن کا لقب معین الدین ثانی تھا، خواجہ حسن نے اولاد کی طرح آپ کی پرورش و پرداشت کی، انہیں سے خرقہ خلافت پایا، آپ نے اتنی طویل عمر پائی کہ بڑھاپے میں دانت جھڑ جانے کے بعد دوبارہ دانت نکلے، شیر خاں سوری کے زمانے میں اجمیر شریف سے گوالیار آئے، وہاں ایک جھونپڑے میں قیام کیا، وہاں سے مالوہ گئے، مالوہ سے تین فرسنگ کے فاصلے پر بجانب جنوب قصبہ جونی مہر میں رحل اقامت ڈالا، یہ قصبہ مندو کی سمت ہے، وہاں بہت سے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مرشد نو واسطوں سے خواجہ فرید الدین بن خواجہ خواجگان معین الدین چشتی سے خرقہ خلافت اور فرزندی کا شرف رکھتے ہیں۔ سلسلہ نسبت ارادت اس طرح ہے، خواجہ حسن خلف وخلیفہ خواجہ معین الدین ثانی، وہ خواجہ بایزید ثانی، وہ خواجہ طاہر، وہ خواجہ بایزید کبریٰ، وہ خواجہ شہاب الدین، وہ خواجہ فخر الدین محمد، وہ شیخ فرید الدین کے مرید وخلیفہ ہیں۔

سید ہبۃ اللہ نے ۱۰۰۴ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حکیم ضیاء الدین حامد بلخی رضی اللہ عنہ

حلاوت گیر تصوف، گزارندہ تلخی، حکیم ضیاء الدین بلخی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت خواجہ خواجگان کے مرید وخلیفہ ہیں۔ حکیم ضیاء الدین ابتدا میں فراست وحکمت، اور مہارت علوم میں مشہور تھے۔ تصوف کی اصطلاحات اور مسائل صوفیانہ سے سخت نفرت کرتے، ایک دن صحرا میں سخت بھوک لگی، حضرت خواجہ بزرگ اس صحرا میں کلنگ کا کباب بنا رہے تھے، تو حکیم ضیاء الدین وہاں پہنچے، بھونے ہوئے کلنگ کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا، جسے کھاتے ہی نور باطن پیدا ہوا، تصوف اور صوفیا کے تعلق سے جو بدظنی تھی، دور ہوگئی، تمام شاگردوں کے ساتھ تصوف کے قائل ہوگئے، مجاہدہ وریاضت کا شیوہ اختیار کیا، ولایت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

موج :۔ احوال شیخ حمید الدین دہلوی رضی اللہ عنہ

صاحب یافت اسرار معنوی، شیخ حمید الدین دہلوی رضی اللہ عنہ:

خواجہ بزرگ کے مرید وخلیفہ ہیں، ایک دن آپ چھ آدمیوں کے ساتھ ایک بت خانے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ خواجہ بزرگ کا اس کوچہ سے گزر ہوا، ان لوگوں کو دیکھا اور تصرف ولایت سے متاثر کیا، سب لوگ مشرف بہ اسلام ہوگئے، خواجہ خواجگان نے آپ کا نام حمید الدین رکھا دوسرے ساتھیوں نے بھی خواہش ظاہر کی کہ ہم سب ایک ہی وضع سے غلاموں کی صف میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ہم ساتوں کا ایک ہی نام ہو، خواجہ بزرگ نے ساتوں کا نام حمید الدین رکھا، شیخ مجد الدین خواجہ بزرگ کے کماندار تھے، ہمیشہ مرشد کی خدمت میں حاضر رہتے، جمال بے پایاں کے مشاہدے میں غرق رہتے، شیخ خواجہ بزرگ کے مرید شیخ نظام ناگوری کے آستانے پر مشغول عبادت رہے، ان کا قول ہے "فخر نا

بفخر الدین و نظامنا بنظام الدین "، شیخ فخر الدین احمد اجمیری اپنے پیر کی خدمت میں ایک مدت عبادت الٰہی میں بسر کیا۔

موج :۔ احوال شیخ حمید الدین صوفی السوالی رضی اللہ عنہ

سلطان التارکین شیخ حمید الدین السوالی رضی اللہ عنہ:

سلطان قافلہ تفرید، خدیو گروہ تجرید، متکلم بلسان حالی، سلطان التارکین کے لقب آپ خواجہ معین الحق والدین چشتی علیہ الرحمہ کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ پیرومرشد نے سلطان التارکین کے لقب سے نوازا۔ آپ کے والد ہندوستان آئے، جو حضرت سعید بن زید داخل عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، سعید بن زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی اور آپ کی بہن کے شوہر تھے۔

سلطان التارکین نوجوانی کی عمر میں اتنے حسین وجمیل تھے، کہ عورتیں آپ کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوجاتیں، آپ نے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر گناہوں سے توبہ کی اور لمبی عمر پائی، تفرید وتجرید میں بڑے ثابت قدم اور بلند ہمت واقع ہوئے تھے۔ حق عز اسمہ نے آپ کو دنیا وعقبی کے خیال سے فارغ کردیا تھا، آپ کے مصنفات اور مکتوبات یادگار ہیں، سلسلہ چشتیہ میں آپ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے تصوف میں کتاب تصنیف فرمائی، چنانچہ رسالہ عشقیہ آپ کے علمی فضائل پر حجت وبرہان اور سالکین طریقت کے لیے راہنما ہے۔ پیرومرشد کے حکم سے نواح اجمیر میں قریہ سوالی میں سکونت گزیں ہوئے، چند قطع زمین پر کاشت کاری کرتے، جس پر گزر بسر ہوتی، آپ کسی کے نذرانے کو قبول نہ کرتے، پھٹے پرانے لباس کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا زیب تن نہ فرماتے، آپ کی حرم محترم خدیجہ رابعہ وقت تھیں، فقر وتوکل کے ساتھ عشق الٰہی میں زندگی بسر کرتیں، ایک دن شیخ حمید الدین نے ان کے فقر وتوکل کا امتحان لینے کے لیے شاہی نذرانے ان کو پیش کیے، رابعہ وقت نے انہیں لوٹا دیا کہ اس عطیہ سلطانی سے میری شان فقر میں فتور پیدا ہوجائے گا۔

خواجہ حمید الدین ناگوری اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے درمیان فقر وغنی کے موضوع پر خط وکتابت کا سلسلہ بہت دنوں تک قائم رہا، وہ خطوط یادگار ہیں۔ آپ کے کمالات ہندوستان میں سورج کی طرح روشن ہیں۔

بروز سنیچر ۱۱ر رمضان المبارک ۶۴۱ھ میں وصال ہوا، بعض لوگوں نے ۹ رربیع الاول ۶۷۳ھ تاریخ وصال تحریر کی ہے۔ مزار ناگور شریف (راجستھان) میں ہے۔

شیخ عزیز اللہ بن شیخ حمید الدین رضی اللہ عنہ

بڑے صاحب کمال بزرگ ہیں، جن کا انتقال والد بزرگوار کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا، عنفوان شباب میں ایک درویش کی خانقاہ میں قوالوں نے یہ شعر پڑھا۔

فائدہ در گفتن بسیار چیست　　　جاں بدہ وجاں بدہ و جاں بدہ

شعر سن کر آپ نے ایک دل دوز نعرہ بلند کیا اور کہا، ہم نے جان دے دی، اسی وقت گرے اور جاں بحق تسلیم

ہو گئے۔ اس لیے حضرت شیخ حمید الدین نے خرقہ خلافت اپنے پوتے فرید الدین بن عبدالعزیز کو عطا فرمایا۔ شیخ فرید بڑے بلند پایہ شیخ تھے۔ ضیا نخشبی آپ کے مرید ہیں۔

موج :۔ احوال مخدوم شیخ کبیر رضی اللہ عنہ

تارک تعلقات کونین، ناظر جمال مطلق العین، بعشق و آزادی بے نظیر، صاحب ارشاد مخدوم شیخ کبیر رضی اللہ عنہ:

صوفی عزیز الدین سوالی کی نسل سے ہیں، سلسلہ چشتیہ کا خرقہ خلافت دست بدست اپنے آباو اجداد سے حاصل کیا، بہت بڑے بزرگ، بلند مقامات اور شوق عشق کے حامل تھے، آپ نے کفار کے ظلم سے تنگ آ کر وطن چھوڑا اور گجرات میں آباد ہو گئے۔ لوگوں کی روحانی تربیت وہدایت میں بے مثل تھے۔ لیکن ایک مسجد کے گمنام گوشے میں بیٹھ کر بچوں کو تعلیم دیتے، اپنے حال اور مذہب عشق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتے، آپ کے روحانی تصرفات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، کہ ملک محمد بختیار نے آپ کے حکم پر جاہ ومنصب ترک کر دیا، جس کی بنا پر آپ کے باطنی کمالات کا شہرہ دنیا میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت ملک محمد بختیار رضی اللہ عنہ

عاشق بے ساخت، آل عمدہ ابرار واخیار، حضرت ملک محمد بختیار رضی اللہ عنہ:

آپ بادشاہ گجرات ملک سلطان محمود بیگرہ کے چہیتے امیر تھے۔ شیخ مخدوم کبیر کی بارگاہ میں پہنچے، شیخ نے آپ پر نگاہ تصرف ڈالی، فوراً ہی آپ نے سلطانی منصب چھوڑ دیا اور پورے طور پر ترک وتجرید کا شیوہ اختیار کر لیا۔ شیخ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے اور اپنے شیخ کی خانقاہ میں خدمت چاکری انجام دینے لگے۔ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے، مگر آپ اس کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوتے۔ جب آپ مقام مشاہدات وتصرفات پر فائز ہوئے، شہر اور اس کے اطراف کے لوگوں نے یکبارگی آپ کی طرف رجوع کیا۔ ملک بختیار کو لوگوں کی بھیڑ ناگوار گزری، گوشہ تنہائی اختیار کر لیا، جہاں مریدین صادق کی اصلاح وتربیت فرماتے۔ آپ کا عارفانہ مرتبہ اس قدر بلند ہوا کہ شاہ عالم کے ایک مرید نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ ایک دن بازار میں شاہ عالم سے ان کی ملاقات ہوئی، دونوں جانب سے خرقہ کی درخواست پیش کی گئی، ملک بختیار نے کہا، عطا تو بادشاہوں کی طرف سے ہوتی ہے، شاہ عالم نے کہا، ملک بھی تو بادشاہوں میں سے ہی ہے، شاہ عالم نے اپنا پیراہن ملک بختیار کو پیش کیا اور ملک بختیار نے اپنی ٹوپی شاہ عالم کو عنایت فرمائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ رحمت اللہ شاہ حسین ناگوری رضی اللہ عنہ

مقتدائے ائمہ کرامت در اسلام، پیشوائے صوفیان ذوی الاحترام، در تصوف بوضع خوش طوری، حضرت شاہ رحمت اللہ شاہ حسین ناگوری رضی اللہ عنہ:

آپ شیخ کبیر کے بھتیجے اور مرید ہیں، اجمیر شریف میں خواجہ بزرگ کے روضہ کی عمارت اور گنبد تعمیر کیا اور اپنے جد بزرگوار شیخ حمید الدین ناگوری کا پختہ مزار بنایا۔ تفسیر نور النبی آپ کی تصنیف ہے۔ پیغمبر علیہ السلام سے بہت محبت کرتے تھے۔ جو کچھ مال و اسباب میراث میں پایا، سب کا سب محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور اسکا ثواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو نذر کر دیا۔ باشاہ نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، آپ نے قبول نہ کیا۔ ایک حاجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک بادشاہ کی خدمت میں لایا، بادشاہ نے شاہ حسین کو اس بات کی خبر دی، آپ اسی وقت دار الامارت کی طرف تشریف لے گئے، جس وقت شاہ حسین کی نظر موئے مبارک پر پڑی، فوراً ہی موئے مبارک اڑ کر شاہ حسین کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ

محبوب محبوب، مرغوب مرغوب، فی زمانہ نادر، حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ:
آپ شیخ کبیر اور حسین ناگوری کی اولاد سے ہیں، (مندو کے) سلطان غیاث الدین خلجی نے شیخ سے ملاقات کی خواہش کی، شیخ اس کے محل میں تشریف نہ لے گئے۔ جب حاجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک لے کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا، حاضرین دربار نے بادشاہ سے کہا، اگر موئے مبارک کی خبر شیخ کو ہو جائے، تو وہ ضرور آپ کے پاس آئیں گے، لوگوں نے موئے مبارک کے بارے میں شیخ کو اطلاع دی، اپنے کپڑے اور نورانی دستار کے ساتھ سلطانی محل تک پہنچے، بادشاہ نے استقبال کیا، لیکن آپ نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی، جب موئے مبارک کے قریب پہنچے، وہ اڑ کر آپ کے ہاتھ میں آ گیا۔ یہ حال ولایت دیکھ کر بادشاہ کی نظر میں حضرت کی وقعت بڑھ گئی۔ شیخ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا، اور آپ سے مرحوم والد کی مغفرت کی دعا کرائی اور بہت زیادہ نذر و فتوح پیش کی۔ حضرت نے اولاً قبول نہ فرمایا، پھر ان کو اپنے والد کی یہ ہدایت یاد آئی تمہیں بہت زیادہ مال ملے گا، جسے تم بزرگان دین کے مزارات پر خرچ کر دینا، چنانچہ آپ نے شاہی نذر و فتوح کو قبول کر لیا اور اسے شیخ حمید الدین ناگوری اور شیخ کبیر کے مزارات پر بھیج دیا۔

موج :۔ احوال شیخ احمد مجد نارنولی رضی اللہ عنہ

سرو گلستان عبودیت، شجر ثمر بار بوستان قطبیت، متصرف ولایت مستولی، قطب برحق شیخ احمد مجد نارنولی رضی اللہ عنہ:
آپ شیخ حسین چشتی ناگوری کے مرید ہیں، آپ کے عالی مرتبت والد شیخ مجد الدین قاضی شمس الدین کے پوتے تھے، جن کا نسب حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے، جو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ شیخ عالی مقام صوفی اور صاحب احترام شیخ اکبر تھے۔ آپ کی شان ولایت بہت بلند اور کرامات کثیر ہیں، آپ کی مقبولیت کی کوئی حد نہیں۔
لوگ کہتے ہیں، ۲۷ رسال تک خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کے روضہ پر مشغول عبادت رہے۔

جب آپ روضہ مقدس کے سامنے جاتے، خود بخود دروازہ کھل جاتا، تو اندر داخل ہو جاتے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، غوث الاولیا اپنی تصنیف (اوراد) میں لکھتے ہیں، جس زمانہ میں کوہستان چنار میں اپنے نفس بوقلموں کے ساتھ جہاد (ریاضت) میں مصروف تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، کہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ بہار اور بنگال کے اکابر مشائخ کی جماعت کو ساتھ لیے ہوئے دریائے گنگا کے کنارے کھڑے ہیں اور اس فقیر کو بلا رہے ہیں، جب میں خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا، تم ہمارے ساتھ ناگور چلو، میں نے بہانہ کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ شیخ منیری نے فرمایا، شیخ احمد مجد کی وفات ہوگئی ہے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے کے لیے تشریف لائے ہیں اور وہاں مشائخ کے پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ پس ہم ایک نعرہ (ہو) میں دہلی پہنچ گئے، دہلی کے مشائخ ہمارے چشم براہ تھے، سب اکٹھا ہوئے، پھر سب نے نعرہ (ہو) بلند کیا اور وہ سب نارنول پہنچ گئے۔ تالاب کے کنارے ایک تابوت نظر آیا، جس کے پاس ہی سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے، مشرق ومغرب کے اولیاء اللہ آپ کے اردگرد باادب کھڑے ہیں، حضور علیہ السلام نے اس فقیر کو پہلی صف میں طلب فرمایا اور شیخ فرید الدین عطار کو حکم دیا گیا، کہ اپنے فرزند سے کہو کہ وہ نماز جنازہ پڑھائے۔ بے ادبی کے خوف سے میرا جسم کانپنے لگا، معذرت پیش کی، کہ یہ بندہ نیت اور دعا اچھی طرح نہیں جانتا، لیکن معذرت قبول نہ کی گئی۔ حکم رسالت مآب کی میں نے تعمیل کی۔ تدفین کے بعد اجازت پاکر چنار پہنچا۔

حضرت شیخ احمد مجد کی قبولیت ولایت میں کوئی شک نہیں ہے، گلزار ابرار میں مرقوم ہے، شیخ احمد کے سات بھائی تھے، سب کے سب صاحب علم اور پرہیزگار تھے، لیکن علم وعمل اور عمر میں آپ سب پر فائق تھے۔ ۱۲؍ ربیع الاول اور دسویں محرم کو سوگواروں کی ہیئت میں رہتے اور سر پر ہاتھ رکھ کر روتے، یتیموں محتاجوں کو کھانا کھلاتے، اگر کوئی شخص کسی سید سے لڑائی جھگڑا کرتا، اس کے پاس جاکر منت وخوشامد کرتے اور فرماتے کہ سیدوں کے ساتھ سعادت مندی اور مروت سے پیش آنا چاہیے، اگر وہاں شرعاً خصومت کا حق بھی ہو تب بھی مروت سے پیش آنا چاہیے۔

۹۲۲ھ جب کہ آپ کی عمر شریف نوے سال ہوئی، معین الاولیا نے اشارہ فرمایا، اس شہر میں بہت بڑا حادثہ رونما ہونے والا ہے، چنانچہ آپ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اجمیر سے نارنول پہنچے، تین سال بعد (الہ دین) مجذوب نے ایک روز راستے میں آپ سے کہا، اے احمد! جلدی کرو کہ جلد ہی ملاء اعلیٰ کی طرف جانے کا پروانہ آرہا ہے، فوراً ہی ناگور پہنچے، دوسرے سال ۵؍ صفر ۹۲۷ھ میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کیا اور حضرت شیخ حمید الدین ناگوری کی درگاہ میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال شیخ عبداللہ رازی رضی اللہ عنہ

مورد عنایات خدا سازی، شیخ عبداللہ رازی رضی اللہ عنہ:

آپ آتش پرست مجوسی تھے، حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے کرامت خلیلی (آگ کا گلزار ہونا) دیکھنے کے بعد آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ اسلام لانے کا قصہ دوسری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے،

حاصل کلام آپ نے تصوف کی منزل کو خواجہ بزرگ سے حاصل کیا اور راہ سلوک کی مشکلیں ان کے ذریعہ آسان کیں۔ شیخ صفی الدین ابراہیم عبداللہ رازی کے بیٹے ہیں اور یہ وہی بچہ ہے جسے خواجہ عثمان ہارونی اپنے کندھے پر بٹھا کر آگ میں داخل ہوئے تھے اور آگ سے ان دونوں کو کچھ ضرر نہ پہنچا تھا۔ آپ کے والد کا اسلام لانا اسی کرامت ابراہیمی کی بنا پر ہوا، پس صفی الدین نے حضرت خواجہ خواجگان کی خدمت اختیار کی۔ جب وفات پائی، پیرو مرشد خواجہ خواجگان کے روضہ مقدس کی دیوار کے سائے میں دفن ہوئے۔

حضرت کبیر الدین اولیا رضی اللہ عنہ

آپ حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا مزار شریف دہلی میں شیخ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب ہے۔ آپ کے حالات کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرے، مگر ان کے ایک فرزند نے بیان کیا، کہ یہ بزرگ خواجہ بزرگ کے زمانہ میں تھے اور حضرت خواجہ بزرگ کے حکم پر اسلام کی اشاعت کے لیے متھرا گئے، وہاں اسلام کو آشکارا کیا اور اپنے فرزند قطب الدین کو متھرا میں مستقل قیام کے لیے لے گئے۔ مسواک جسے ہندوستانی لوگ داتون کہتے ہیں، برگد کی ایک ٹہنی سے مسواک کیا اور اسے زمین میں گاڑ دیا، وہ ایک بڑا برگد بن گیا، وہیں اپنے بیٹے کو آباد کر دیا، وہ قصبہ اسی بنا پر دیوتانہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصبہ اکبرآباد (آگرہ) اور شاہجہاں آباد (دہلی) کے مابین آباد ہے۔ کبیر الدین اولیا ذیشان اور مقدس کبار اولیاء میں سے تھے۔ جیسا کہ نظام الدین کے قول سے ظاہر ہے، لوگ کہتے تھے کہ جو شخص کبیر الدین کے روضہ کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ پہلے وہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کرے۔

حضرت کبیر الاولیا کی اولاد میں تقویٰ اور پرہیزگاری بہت زیادہ ہے، جیسا کہ آپ نے وصال کے وقت ایک وصیت نامہ تحریر کرایا، جس میں لکھا ہوا ہے کہ شریعت میں عورتوں کے لیے اگرچہ رنگین اور معصفر لباس پہننا جائز ہے، لیکن میں انہیں منع کرتا ہوں، کہ وہ سرخ لباس نہ پہنیں کیوں کہ سرخ لباس شیطان کی زینت ہے۔

آج بھی ان کی اولاد میں سے جو بھی زعفرانی رنگ کا لباس پہنتا ہے، وہ ہلاکت میں پڑتا ہے، چنانچہ اس خاندان کی ایک عورت نے سرخ لباس پہنا، اس کے حسن و جمال کی شہرت بادشاہ کے کانوں تک پہنچی، اس عورت کو حاصل کرنے کے لیے دیوتانہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیخ کبیر کی اولاد میں محمد علی نامی شخص جو صاحب باطن ولی تھے، بلندی پر گئے ایک رقعہ پر بادشاہ کا نام لکھ کر تیر میں لپیٹ دیا اور اس تیر کو بادشاہ کی طرف پھینک دیا، خط میں لکھا ہوا تھا، یہ پہلا تیر ہے، جس کا نشانہ چتر شاہی ہے، اس کے بعد تمہیں تیر کا نشانہ بناؤں گا، جب اس تیر نے چتر کو گرا دیا، بادشاہ اس رقعہ سے مطلع ہوا، قصبہ والوں کو امان دی اور واپس لوٹ گیا۔

مخدوم شاہ حسین غوری رضی اللہ عنہ

آپ کا مزار شریف قصبہ نوح میں اور آپ کی اولاد بکثرت اس قصبے میں آباد ہے، مخدوم شاہ حسین غوری "ترند"

سے سات اولیا کے ساتھ جن میں سے ہر ایک مخدومی میں مشہور تھا، نکلے۔ مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے، ہندوستان میں قیام کیا اور یہ سب کے سب قصبہ نوح میں آباد ہو گئے۔ آپ کی بزرگی اور کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کا مزار مقدس اس نواح کے لوگوں کا مرکز عقیدت ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نہر والہ رضی اللہ عنہ

درولایت صوری ومعنوی نامور، بہ منتہایان ہمسر، بگرد ماہ مقصود ہالہ، حضرت شیخ محمد نہر والہ رضی اللہ عنہ:

اس دیار شریف میں شیخ حاجی کے نام سے آپ مشہور ہیں۔ سرزمین روم میں بادشاہ تھے اور آپ کے نام کا سکہ اور خطبہ چلتا تھا۔ جب جذب الہی کی کیفیت طاری ہوئی، وادی سلطنت کو چھوڑ کر فقر کا طریقہ اختیار کیا۔ پھرتے پھراتے قطب یزدانی میر سید احمد کبیر رفائی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے رشتہ ارادت قائم کیا۔ خانقاہ رفاعیہ میں مطبخ کے انچارج ہوئے اور مرشد برحق سے سلوک وتصوف کی کامل تعلیمات حاصل کیں۔ ریاضات شاقہ سے گزرنے کے بعد درجہ فضل وکمال حاصل کیا۔

ایک دن مطبخ کی کف گیر گم ہوگئی اور کھانا تقسیم کرنے کا وقت آگیا، آپ نے "**یانار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم**" پڑھ کر اپنے ہاتھ کو چمچہ کی طرح بنا کر گرم کھانے میں ڈالا اور نکال کر شیخ احمد کے پاس لے گئے۔ شیخ کبیر نے یہ حال دیکھ کر فرمایا، اب وہ وقت آگیا ہے کہ لوگ تمہارے فیض ابراہیمی سے کامیاب وکامران ہوں گے، پھر آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز کیا۔ دو چھوہارے عطا کیے اور فرمایا، ہر منزل میں ان دونوں دانوں کو زمین میں گاڑ دینا، جہاں ایک ہی رات میں اگ جائیں، وہیں رحل اقامت ڈال دینا، کیوں کہ اسی مقام پر تمہارا مزار ہوگا۔ سفر میں ہر منزل پر ایسا ہی کرتے، بالآخر نہر والہ کے نواح میں ایک رات تخم خورما اگ گیا، وہیں قیام فرمایا۔ نہر والہ کے راجہ نے آپ کو اس مقام سے نکالنے اور ہلاک کرنے کے لیے فوج بھیجی، جب فوج آپ کی طرف بڑھی، سوار اور پیادہ سپاہیوں کے لشکر زمین میں دھنس گئے اور زمین نے اتنی مضبوطی سے گرفت میں لے لیا، کہ باہر نہ نکل سکے۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں عاجزی کی، حضرت نے انہیں رخصت کر دیا۔ ان لوگوں نے راجہ کے پاس کیفیت بیان کی۔ راجہ خود خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے سامنے دعوت اسلام پیش کی، اس نے قبول نہ کی۔ پاس ہی ایک پتھر کا بت تھا، حضرت نے اسے حکم دیا، جاؤ، لوٹے میں تالاب کا سارا پانی بھر کر لاؤ، بت نے حکم کی تعمیل کی۔ جب جانور پیاس سے پریشان ہوئے، فرمایا، تھوڑا سا پانی لوٹے میں رہنے دو، باقی حوض میں ڈال دو۔ بت نے ایسا ہی کیا۔ راجہ یہ کرامت دیکھ کر پورے قبیلے کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ یہ قصہ ہندوؤں کی تاریخ میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کو بیان نہیں کرتے۔ جب آپ نے وفات پائی، اسی مقام پر دفن کیے گئے۔

موج:۔ احوال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ

شہنشاہ وادی عرفان، امام مناظران جمال رحمان، بسمل خنجر رضا وتسلیم محو بہ مشاہدہ ذات حضرت علیم، گزشتہ ہستی را

خواجہ قطب الدین بختیار بن کمال الدین احمد موسیٰ اوشی رضی اللہ عنہ:

بے اختیار، محبوب حق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار بن کمال الدین احمد موسیٰ اوشی رضی اللہ عنہ۔ آپ کے القاب اوش صوبہ ماوراء النہر کا ایک قصبہ ہے، ایک روایت کے مطابق قصبہ اوش فرغانہ میں واقع ہے۔ آپ کے القاب کاکی اور بختیار تھے۔ آپ خواجہ معین الحق والدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور جانشین ہیں۔ قطب عالم اور پیشوائے بنی آدم تھے۔ ترک و تجرید کی دنیا میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ مجاہدہ و ریاضت میں بے نظیر زماں تھے۔ حقائق توحید کے نکات بیان کرنے میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ استغراق، فنائے احدیت میں مشائخ کبار کے درمیان ممتاز تھے۔ مراۃ الاسرار میں شیخ عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں، بچپن ہی میں والد بزرگوار شیخ کمال الدین کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ نیک پارسا خاتون تھیں، یتیم بچے کی پرورش کی۔ جب پانچ سال کی عمر ہوئی، والدہ نے آپ کو ابو حفص معلم کے مکتب میں بھیجا، جو انسانی کمالات سے آراستہ تھے، اثنائے راہ خضر علیہ السلام ساتھ ہو لیے، انہوں نے ابو حفص معلم سے کہا، آپ اس بچے کو خوب اچھی طرح تعلیم دیں کیوں کہ یہ اولیا نامدار سے ہوگا۔ ابو حفص نے پوچھا، آپ ان کو پہچانتے ہیں؟ کہا، نہیں، ابو حفص نے کہا، وہ خضر علیہ السلام تھے۔ خواجہ بختیار نے استاد سے بہت زیادہ علم و ادب سیکھا۔ آپ کا معمول تھا، کہ رات کے وقت دو سو پچاس رکعت نماز نفل پڑھتے۔ شہر بغداد کی مسجد ابو لیث سمرقندی میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کی موجودگی میں حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی برکت تلقین سے تھوڑی ہی مدت میں مراحل سیر و سلوک طے کر لیے اور بیعت و ارشاد کے مقام تک پہنچ گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں مرید ہوئے، بیس سال کی عمر میں صاحب بیعت و ارشاد ہو گئے اور دنیا کو فیض پہنچایا۔ دہلی میں شادی کی۔ ایک صاحبزادے محمد بچپن ہی میں وفات فرما گئے۔ دوسرے صاحبزادے خواجہ احمد، صاحب جذبات عظیمہ و ارادات غریبہ تھے۔ انہیں خواجہ تماجی بھی کہا جاتا تھا۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا کے زمانے تک زندہ رہے۔ جب وفات پائی، باپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ایک دن سلطان المشائخ آپ کے مزار پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت میرے آنے کی خبر رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے ہیں۔ قبر سے آواز آئی ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آنم بہ جاں گر تو آئی بہ تن

اس سلطان دین، محبوب رب العالمین کے روحانی کمالات اور خوارق عادات اس قدر ہیں، جس کی تفصیل بیان سے باہر ہے۔ تمام ہندوستانی مسلمانوں کے صفحہ دل پر آپ کی مدح و ثنا ثبت ہے۔

آپ ایک دن شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، قوال قوالی میں شیخ جامی کا یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے۔

کشتگان خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

وجد و حال کی کیفیت میں اس قدر تڑپے کہ آپ کے جسم مبارک کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ لوگ آپ کو اٹھا کر خانقاہ میں لائے، تین شبانہ روز مجلس منعقد رہی، استغراق و حال کی کیفیت میں افاقہ نہ ہوا، مجلس میں قوال اور دوسرے

مشائخ حاضر تھے، جب تھوڑا افاقہ ہوا، تو قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی نے التماس کیا، کہ جانشینی اور خرقہ خلافت کا حکم کس کے لیے ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا، خواجہ بزرگ کے تبرکات شیخ فرید الدین اجودھنی کو دے دیے جائیں اور انہیں خانقاہ چشت کا جانشیں بنائیں۔ یہ کہنے کے بعد مستغرق حال ہو گئے۔ اور اسی حال میں دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ روز دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک دہلی بلکہ تمام ہندوستان کے لوگوں کا قبلہ حاجات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ بدر الدین غزنوی رضی اللہ عنہ

صاحب احوال بلند، مورد مقالات ارجمند، واعظ حکایات معنوی، پیشوائے قافلہ اہل سماع حضرت شیخ بدر الدین غزنوی رضی اللہ عنہ:

آپ اوصاف پسندیدہ کے حامل، عشق وسماع کے گروہ میں ممتاز تھے۔ مشائخ وقت کا آپ کی قبولیت کمال پر اصرار تھا۔ قطب الاسلام حضرت خواجہ بختیار کاکی اوشی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ جس دن سے بیعت ہوئے، مرشد کی وفات تک ان سے جدا نہ ہوئے۔ آپ پہلے غزنی سے لاہور تشریف لائے، وہاں سے دہلی پہنچے اور خواجہ قطب الاسلام سے مرید ہو گئے۔ آپ مجلس تذکیر ووعظ منعقد کرتے، اکثر بزرگان دین بلکہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر بھی آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے۔ اکثر گفتگو عشق ومحبت کے موضوع پر ہوتی۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، ایک دن مجلس میں حضرت خضر علیہ السلام کی نشاندہی اپنے والد سے کی، خضر علیہ السلام غائب ہو گئے، شیخ بدر الدین بہت کمزور تھے، وجد وسماع کے وقت بارہ سال کے بچہ کی طرح مشقت اور طاقت کا اظہار فرماتے، لوگوں نے پوچھا، اس کا سبب کیا ہے؟ جواب دیا، عشق مجھ کو رقص میں لاتا ہے۔ آپ کا مزار مرشد کے مزار کے پائنتی دہلی میں واقع ہے۔

شیخ امام الدین ابدال نے شیخ بدر الدین سے خرقہ خلافت پایا اور وہ حضرت خواجہ قطب الاسلام کی خدمت سے بھی فیض یاب ہوئے، آپ بلند مرتبہ بابرکت بزرگ تھے۔ ہمیشہ گوشہ عبادت میں زندگی بسر کرتے۔ بڑی لمبی عمر پائی۔ سلطان المشائخ کا زمانہ بھی پایا تھا۔ ۷۰۸ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

شیخ شہاب الدین عاشق، شیخ امام الدین کے خلیفہ تھے۔ شیخ بدر الدین کی بھی زیارت کی تھی۔ بظاہر کامل شیفتگی رکھتے تھے حقیقی اور مجازی عشق ومحبت میں بلند مقام پر فائز تھے، آپ کا مزار دہلی میں ہے۔ خواجہ قطب عماد الدین دہلوی بھی شیخ امام الدین کے مرید ہیں اور خرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عاشق سے پایا تھا۔ آپ خانوادہ چشت کے بزرگ تھے۔ شیخ تاج الدین امام جو بزرگان چشت میں مشہور زمانہ تھے اور شیخ تاج الدین جو خواجہ فرید الدین کی نسل سے تھے، جو اپنے زمانے میں بہت مشہور ہوئے آپ کے مریدوں میں ہیں۔ مزار دہلی میں ہے۔

شیخ علاء الدین شیخ نور الدین اپنے دادا شیخ تاج الدین بن عبد الصمد بن شیخ منور کے مرید ہیں۔ ان کو فیل مست کہتے تھے۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے، عیسیٰ خان نے کہا، آغاز سلوک میں اس ارادے سے کہ مجھے شیخ قطب الاسلام سے

خرقہ خلافت عطا ہوا، ان کے روضہ پر معتکف ہوگیا۔ مراقبہ میں مجھے شیخ علاء الدین کے سوا کسی کی شکل نظر نہ آتی۔ شیخ قطب الدین نے میرے باطن میں ندا دی، شیخ علاء الدین ہی قطب الاسلام ہیں۔ مجبوراً شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے تبسم فرمایا اور ایک ٹوپی میرے سر پر رکھ دی، پھر فرمایا، میاں! یہ شیخ قطب الاسلام ہی کی ٹوپی ہے، خوش ہو جاؤ، ۱۵ ربیع الثانی ۹۴۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ شرف الدین کرمانی نواح دہلی میں قصبہ سرسی کے رہنے والے تھے۔ آپ بھی اسی زمانہ میں تھے۔ دل پسند حال کے مالک تھے۔ جنید نامی ایک قوال سے سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے کہا، کہ جس دن محفل سماع منعقد ہوئی، انہوں نے ایک شعر سنا، سرد آہ کھینچی اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔

نہر دوم

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر اور ان کے منتسبان خلافت و مریدین کے بیان میں، اس نہر کی تین شاخیں ہیں:

شعبہ اول

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر وغیرہ کے احوال:

موج :۔ احوال حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ

ملک عرش یقین، رضوان بہشت وصل رب العالمین، سلطان عالم ہدایت، خورشید انوار ولایت، گنجینہ اسرار جوق، فوق مقامات مافوق، صاحب راز رب معبود، قطب اکبر حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ:

آپ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ اعظم اور دیار ہند کے مشہور و معظم مشائخ میں ہیں۔ واصلان حق کے سر حلقہ اور عارفان مستغرق کے سرگروہ، آپ کی شان عظیم اور احوال نہایت بلند، نفس قاطع اور دست گیر رکھتے تھے، روحانی کمال یہ تھا، کہ تھوڑی سی توجہ سے عالم سفلی کے ساکنوں کو سلوک کے مقام علوی تک پہنچا دیتے۔ آپ کی ذات میں صوری اور معنوی کمالات اس حد تک جمع ہو گئے تھے، جن کا تنہا ایک ذات میں جمع ہونا آسان نہیں ہے۔ کشف و کرامت، وجد و حال، سخاوت و شجاعت میں بے نظیر تھے۔ صفائے باطن سے اس قدر مانوس تھے، کہ زندگی کی ابتدا سے لے کر انتہا تک ایک ہی انداز سے مصروف عبادت رہے اور دنیا و آخرت کی کسی مراد کی وجہ سے معمولات عبادت میں فرق نہ آیا۔ اس قدر عبادت و ریاضت کے باوجود انکساری اور اخلاق کریمانہ رکھتے تھے، جنہیں بیان کرنا مشکل ہے۔ تمام مخلوق آپ کے حسن سیرت پر فریفتہ تھی، سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ کابل کے بادشاہ فرخ شاہ عادل کی نسل سے ہیں، جب غزنویوں نے کابل کی حکومت پر قبضہ کر لیا، پھر چنگیز خاں کی فوج اس ملک پر قابض ہوئی، آپ کے دادا قاضی شعیب اپنے متعلقین کے ساتھ لاہور آئے، پھر وہاں سے قصور پہنچے، قصور کے قاضی کے مشورہ سے سلطان وقت نے قاضی

شعیب کو ملتان کے قریب کوتھوال کا قاضی مقرر کیا۔ حضرت شیخ فرید کے والد بزرگوار حاجی جمال الدین سلیمان بھی اس قصبہ کے قاضی رہے، اسی منصب پر رہتے ہوئے وفات پائی۔ مزار کوتھوالہ میں ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر کی والدہ بہت بڑی عابدہ اور صالحہ خاتون تھی، جن کا تذکرہ "لجنساء" کے باب میں کیا جائے گا۔

حضرت بابا فرید تین بھائی تھے، سب سے بڑے شیخ اعز الدین محمود اور منجھلے خود بابا فرید اور چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل تھے، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

صاحب کمال بزرگ کے کمالات اس قدر ہیں، جو اس مختصر تذکرے میں نہیں سما سکتے۔ آپ کی شان میں ایک شخص نے یہ شعر کہا۔

پیر ما پیر است مولانا فرید ہچو او در خلق مولانا فرید

ان روحانی کمالات کے ساتھ آپ سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین احمد بدایونی شہنشاہ تاج داران کشور عرفان جیسا مرید رکھتے تھے۔ ایک دن شیخ بہاء الدین زکر ملتانی نے فرمایا، بابا فرید! تم نے اپنے کام کو کہاں تک پہنچایا ہے؟ جواب دیا، اگر میں اپنے مقام ولایت کو بیان کروں، جس کرسی پر شیخ تشریف فرما ہیں، ہوا میں اڑنے لگے، یہ کہتے ہی کرسی زمین سے اوپر اٹھ گئی۔ شیخ بہاء الدین نے کرسی کو زمین پر بیٹھا دیا اور فرمایا، بابا فرید! تم نے کام تو بہت بلندی تک پہنچا دیا ہے۔

شیخ اجل شیرازی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ سیف الدین باخرزی سے سفر میں ملاقات کی اور حضرت قطب الاسلام کے حکم سے "اوچہ" کی مسجد میں چالیس رات ایک کنویں میں الٹے معتکف ہو کر نماز معکوس ادا فرمائی۔

شیخ محمد غوث نے اپنے واردات مکاشفات میں تحریر فرمایا، ایک رات مجھے ندا آئی، کہ یہ وقت حضور معموری ہے، جب میں نے سر اٹھایا، ایک سمندر دیکھا، کہ تمام مخلوق اس سمندر کی طرف متوجہ ہے، سمندر کے بیچ میں ایک مکلل اور مرصع تخت بہت اونچائی پر نصب کیا گیا ہے۔ اس تخت کے سامنے ایک صورت جمال اور ایک صورت جلال جلوہ فرما ہے اور ایک باوقار انسان اس تخت پر بیٹھ کر اس مقام کی حفاظت کر رہا ہے اور تمام مخلوق جو اس سمندر میں جمع ہے، اس میں سے کوئی شخص اس تخت تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، مگر چند عزیز جنہیں میں پہچانتا ہوں، انہوں نے آدھا راستہ طے کر لیا تھا۔ میں آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ گیا۔ اس مرد محافظ نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور اپنا پیراہن عطا کیا، جلال و جمال کا طبق میرے سر پر انڈیل دیا۔ میں نے پوچھا، آقا کا اسم گرامی کیا ہے؟ فرمایا، فرید گنج شکر، میں نے عرض کیا، یہاں کیا ہو رہا ہے؟ ارشاد فرمایا، یہ دریائے ہستی ہے اور یہ رب العالمین کا تخت ہے۔ یہ جلال و جمال کی دو شاخیں ہیں، جو نبی اور ولی یہاں پہنچتا ہے، فیض نعمت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا، آپ تنہا اس مقام کے محافظ ہیں؟ فرمایا، چار آدمی ہیں، ایک میں، دوسرے شیخ بایزید بسطامی، تیسرے خواجہ جنید بغدادی، چوتھے ذوالنون مصری۔ ہم چاروں آدمیوں کی باری مقرر ہے، ہر ایک اپنی باری میں یہاں پہنچتا ہے، جس بزرگ کی نوبت میں جو ولی یہاں آتا ہے، وہ صاحب نوبت بزرگ اس ولی کو فیض پہنچاتا ہے۔

میں اس مقام کے جلال وجمال سے متحیر ہوا، عرض کیا، آپ چاروں بزرگوں کی پیدائش امت محمدیہ کے دور متاخرین میں ہوئی، ہستی قدیم کے لیے یہ بات کیسے راست آئے گی؟ ہماری حقیقت ظہور بدن سے پہلے اس مرتبے کے ساتھ متعلق ہوئی، اس تن عنصری کے ظہور کے بعد کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مرشد کی وفات کے بعد ۳۵ رسال تک مسند خلافت وہدایت پر جلوہ افروز رہے۔ آپ نے نوے سال عمر پائی۔ بروز سنیچر ۵ رمحرم الحرام ۶۶۶ھ یا ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔ قصبہ پٹن مشہور اجودھن صوبہ پنجاب (پاکستان) میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرات فرزندان حضرت شیخ فرید گنج شکر رضی اللہ عنہم

حواس خمسہ جسم ولایت، پنج انگشت پنجہ ہدایت، مخمس توصیف تفرید، پنج آیہ تعریف تجرید، پنج گنج معنی گنج در گنج، ہر پنج فرزند حضرت شیخ فرید شکر گنج رضی اللہ عنہم:

پنج بنائے اسلام، پنج ارکان کعبہ احترام، پنج حرف اسم معبود، نماز پنجگانہ ترک وجود، پنج کلمہ دین، پنج سورہ صحیفہ، شیخ فریدالدین کے پانچوں بیٹے تھے۔

سیر الاولیا میں لکھا ہوا ہے کہ شیخ فریدالدین کے پانچ بیٹے تھے۔ سب سے بڑے صاحبزادے کا نام شیخ نصیر الدین تھا۔ اوصاف سنیہ واخلاق مرضیہ کے مالک تھے۔ زندگی عبادت وریاضت میں بسر کرتے، رزق حلال کے لیے زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ پوری عمر رضائے مولا میں گزار دی۔

دوسرے صاحبزادے کا نام شیخ شہاب الدین تھا۔ بہت علم وفضل سے آراستہ تھے۔ اکثر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک بار سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محمد بدایوانی سے مرشد برحق شیخ فریدالدین گنج شکر کی خدمت میں کچھ تقصیر ہوگئی، تو آپ ہی نے سلطان المشائخ سے ارادت واخلاص کی بنا پر عفو ودرگزر کی درخواست والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کی۔

تیسرے صاحبزادے کا نام شیخ بدرالدین سلیمان تھا۔ جو علم وتقوی میں مشہور تھے۔ آپ مشائخ کبار کی صفات سے متصف تھے۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد مسند خلافت سجادگی کو زینت بخشی۔ آپ کو شیخ گنج شکر نے اپنی زندگی ہی میں خلفائے چشت کا مرید بنادیا تھا۔ یہ واقعہ بیعت اس طرح پیش آیا، کہ خواجہ قطب الدین چشتی ابھی بچے تھے، کہ آپ کے والد وفات پاگئے، لوگوں نے باپ کی جگہ انہیں سجادہ نشیں کرنا چاہا، مریدان چشت اور آپ کے رشتہ داروں نے کہا، کہ خواجہ قطب الدین کے چچا اور وارث سجادہ شیخ علی دہلی میں موجود ہیں، ان کو اس امر کی اطلاع دی جائے، وہ کیا کہتے ہیں؟ اس کام کے لیے خاندان چشت کے دو خلفا ایک خواجہ زور دوسرے خواجہ غور کو لوگوں نے دہلی بھیجا، جب یہ دونوں بزرگ اجودھن پہنچے، خواجہ گنج شکر نے ان کا استقبال کیا، پورے اعزاز واحترام کے ساتھ اپنے گھر لائے اور ان کی کماحقہ ضیافت اور دل جوئی فرمائی اور اپنے دو صاحبزادوں شیخ شہاب الدین اور شیخ بدرالدین سلیمان کو ان کا مرید بنادیا۔ جب یہ دونوں بزرگ دہلی پہنچے، خواجہ علی چشتی نے چاہا، کہ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ چشت جائیں

سلطان غیاث الدین بلبن خواجہ علی چشتی کے مرید تھے، اس نے اصرار والحاح کیا، کہ آپ چشت تشریف نہ لے جائیں، خواجہ علی نے چشت کے بزرگوں کے نام ایک خط تحریر کیا، میں نے جو نعمتیں بزرگان چشت، والد بزرگوار اور اپنے چچاؤوں سے پائی تھیں، وہ سب کی سب اپنے بھتیجے قطب الدین کو عطا کر دیں، سجادہ چشت کی جانشینی انہیں بخشی۔

اس کے بعد خواجہ زور اور خواجہ غور خط لے کر چشت کی طرف روانہ ہوئے اور خواجہ قطب الدین کو بزرگان چشت کے اتفاق سے صاحب سجادہ بنایا۔ خواجہ علی چشتی دہلی میں ہی رہے، ان کی قبر دہلی میں ہے۔

جب خواجہ بدرالدین سلیمان نے وفات پائی، ان کو والد بزرگوار کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

چوتھے صاحبزادے شیخ نظام الدین ہیں، جو حضرت گنج شکر کے بہت زیادہ مصاحب مقبول اور بے تکلف تھے۔ بابا فرید آپ کو بہت عزیز رکھتے، آپ بے تکلفی میں باتیں کہتے، آں جناب اسے سنتے اور مسکراتے، رزق حلال کے لیے نوکری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کافروں نے اجودھن پر حملہ کیا، شیخ نظام الدین نے اس معرکہ میں شہادت پائی۔ لوگوں نے ان کی لاش کو صحیح وسالم پایا۔

پانچویں صاحبزادے شیخ یعقوب ہیں، جو صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے اور فضل وکمال کے اعتبار سے تمام بھائیوں میں بزرگ تھے۔ آپ کی کرامتیں روشن ہیں۔ وہ اہل ملامت کی روش پر زندگی بسر کرتے، ظاہری اعمال کو زہد وتقوی کے خلاف ظاہر فرماتے اور باطن میں عارفانہ زندگی گزارتے، بڑے فیاض اور مہربان واقع ہوئے تھے۔ اکثر وبیشتر سفر میں رہتے، بالآخر دوران سفر قصبہ امروہہ میں مردان غیب انہیں لے گئے اور آپ غائب ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت گنج شکر کے ان فرزندوں سے بہت سی اولاد پیدا ہوئیں اور یہ لوگ ہر شہر، ہر ملک میں پھیل گئے اور انہیں مقامات پر صلاح وتقوی اور بزرگی کے ساتھ موجود ہیں۔

چنانچہ خواجہ معزالدین جو دیوگیر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور قاضی خواجہ جنہوں نے دہلی میں وفات پائی، جن کا نام خواجہ عزیز صوفی تھا، حضرت گنج شکر کی صاحبزادی بی بی مستورہ کے بیٹے تھے، بہت بڑے بزرگ تھے۔ کتاب **تحفة الابرار في كرامات الاخيار** نظام الدین اولیا کے مناقب میں آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے فرزند قطب الدین حسن نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے خلافت پائی تھی۔ شیخ اسحاق کے سیوم (تیجہ) کے بعد حضرت نظام الدین اولیا کی طلب پر دہلی پہنچے، انہوں نے ہر طرح پرورش وپرداخت کی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے، خواجہ محمد وخواجہ موسیٰ جن کو شیخ الاسلام کے مرید خواجہ احمد نیشاپوری نے نظام الدین اولیا کی خواہش پر کمالات انسانی تک پہنچایا۔ آپ نظام الدین اولیا کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق لکھتے ہیں، کہ خواجہ محمد موسیقی میں پوری لیاقت رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ ان کے سماع سے وجد میں آجاتے، آپ شیخ المشائخ کے پیش امام بھی تھے۔

شیخ علاء الدین فیل مست بن نورالدین شیخ فرید الدین کی نسل سے تھے۔ اپنے دادا شیخ تاج الدین بن شیخ عبدالصمد بن شیخ منور اجودھنی کے مرید تھے، لوگ انہیں فرید ثانی اور اپنے زمانے کا گنج شکر کہتے تھے۔ خواجہ قطب الاسلام کے ساتھ بڑی ارادت وعقیدت رکھتے تھے۔ ایک بار کسی آدمی نے زہر پی لیا، قطب الاسلام کے مزار کی مٹی پانی

میں گھول کر اسے پلادی۔ اس زہر سے صحت پائی۔
۱۵ ربیع الثانی ۶۴۷ھ میں وفات پائی۔ مزار پاک دہلی میں ہے۔
شیخ بہاء الدین سیکری : شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے ہیں۔ تارک دنیا وما فیہا، بہت بڑے بزرگ تصرف وکمالات کے مالک تھے۔
شیخ فرید الدین گنج اسرار جون پوری : بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کی قبر جون پور میں ہے۔
شیخ نور الدین احمد مندوال : شیخ فرید الدین کی اولاد سے ہیں۔ ہمیشہ حالت سکر میں رہتے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علاء الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان رضی اللہ عنہ

آفتاب ولایت ملک آسمان، حضرت شیخ علاء الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان رضی اللہ عنہ
آپ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے پوتے ہیں۔ عبادت وریاضت میں بہت ممتاز تھے۔ فقر وفنا، زہد وورع، مجاہد ومشاہدہ میں یکتائے زمانہ اور حضرت گنج شکر کی بارگاہ سے قسم قسم کی عنایتوں سے سرفراز ہوئے تھے۔ ان کی تمام بزرگیاں اسی بنا پر ہیں، لہذا پورے ذوق کے ساتھ سجادگی کے راستے پر قائم رہے اور ظاہری ومعنوی خلافت کے حقوق کو کسی طرح ترک نہیں کیا۔ لوگ ان کو اولیائے کبار میں شمار کرتے ہیں۔ جامع مسجد جانے کے علاوہ کبھی گھر سے قدم باہر نہ نکالتے۔ مراۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ شمس سراج واقعہ نویس سلطان فیروز شاہ تغلق نے عنایت اللہ خان کے بارے میں لکھا، کہ سلطان فیروز شاہ تغلق، شیخ علاء الدین نبیرہ حضرت گنج شکر سے عقیدت رکھتا ہے۔
سلطان فیروز شاہ تغلق کمال علو احکام وانتظام اور عدالت وسلطنت کی مشغولیت کے باوجود زندگی کے آخری ایام میں سر کے بال منڈوالیے۔ گوشہ نشیں ہوگیا اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ جب وہ ۷۹۶ھ میں حضرت سید سالار مسعود غازی کی زیارت سے مشرف ہوا، رات میں سالار مسعود غازی بحالت خواب سلطان فیروز شاہ تغلق پر ظاہر ہوئے، دست مبارک ڈاڑھی پر پھیرا، یہ اشارہ اس لیے تھا، کہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے، آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔ بادشاہ جب بیدار ہوا، تو حضرت سالار مسعود کی قبر کی پائنتی بیٹھ کر سر کے بال منڈوائے اور صوفیوں کے گروہ میں شامل ہوگیا۔ اس دن انتہائی محبت وارادت میں فیروز شاہ تغلق کے اکثر خوانین مملکت وسلطنت نے سر منڈوالیے۔ اس کے بعد فیروز شاہ تغلق دہلی چلا آیا، اپنے نواسے کو ولی عہد سلطنت بنایا اور سلطنت کے تمام امور اسی کو تفویض کر دیے۔ پھر بہرائچ آیا، گوشہ نشینی اختیار کی اور باقی زندگی حق تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی۔
ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ سلطان نے سالار مسعود غازی کے مزار کی زیارت کی اور مجاوروں پر بے انتہا عنایت فرمائی اور لکھنوتی کے راستہ سے احمد آباد وگجرات کی طرف روانہ ہوا۔
شیخ علاء الدین بن بدر الدین سلیمان نے ۹۴۰ھ میں، وفات پائی۔ دو فرزند چھوڑے معز الدین جو گجرات کے صوبہ دار ہوئے۔ شیخ علیم الدین، شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاج ۱ص ۳۲۶ کے مطابق وفات ۷۲۰ھ ہے، یہی قرین قیاس ہے۔ م)

موج :۔ احوال شیخ محمد بن خواجہ تاج الدین رضی اللہ عنہ

سرگروہ متورعین، شیخ محمد بن خواجہ تاج الدین رضی اللہ عنہ:
آپ علم ظاہر میں کامل تھے۔ اس کے باوجود اپنی زندگی جد بزرگوار شیخ گنج شکر کی روش پر تصوف وتقوی میں بسر کی۔ ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نعمت اللہ رضی اللہ عنہ

ہم چشم حق بیں، ہم دم عارفیں، مورد عشق الہ، حضرت شاہ نعمت اللہ رضی اللہ عنہ:
گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ آپ شیخ گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ شیخ پور میں رہتے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ دو مرتبہ حج کیا تھا۔ آپ شیخ الاولیا کے خلیفہ شیخ محمد کے مرید تھے اور اپنے پیر کو بھی دیکھا تھا۔ تلقینات کاملہ کے ساتھ واصلان حق کے گروہ میں شامل تھے اور ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ آپ فرید ثانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد غوث شکوہ آبادی رضی اللہ عنہ

مورد حالات وہبی، ماہر معاملات کسبی، سرمایہ جوادی، حضرت شیخ محمد غوث شکوہ آبادی رضی اللہ عنہ:
آپ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی اولاد امجاد سے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں ظاہری علوم کی تحصیل میں اتنی محنت کی، کہ نو سال کے اندر تمام علوم، فقہ، اصول، تفسیر، احادیث میں مہارت پیدا کر لی۔ انہوں نے نسبت بیعت وخلافت اپنے بزرگوار باپ دادا سے پائی تھی۔ تصور میں مرتبہ بلند اور مقام ارجمند پر فائز تھے اور کشف وکرامات میں بے نظیر زمانہ تھے۔ شاہ فضل ساکن اٹاوہ سے منقول ہے، میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت کے کمالات روحانی کا مشاہدہ کیا تھا۔ توکل محض کے باوصف اتنا بڑا سفرہ عام اور دستر خوان ضیافت طعام کا اہتمام تھا، کہ خانقاہ میں آنے جانے والوں کو ہرگز بھوکا نہ رکھتے۔

آپ کی کرامات اتنی زیادہ ہیں، جن کا بیان کرنا ممکن نہیں۔

ایک دن کچھ مسافر خدمت میں حاضر ہوئے، جو کچھ حاضر تھا، پیش کیا گیا، ان مسافروں نے کھانے سے انکار کیا، وجہ یہ تھی، کہ ان کا ایک ساتھی قضائے حاجت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا، اس لیے وہ کھانے میں تامل کر رہے تھے، حضرت کھانا کھلانے کے لیے پیہم اصرار کر رہے تھے، ان لوگوں نے مجبوراً عذر بیان کیا، فرمایا، اس شخص کو بھیڑیے کھا گئے، تم لوگ کھانے میں بے کار تاخیر کر رہے ہو جب لوگوں نے اس آدمی کی تلاش وجستجو کی واقعتاً صحرا کے اندر اسے بھیڑیوں کی درندگی کے سبب مردہ پایا۔

آپ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے، زبان پر فالج کا ایسا اثر ہوا، کہ زبان کا حرکت دینا اور بولنا منقطع ہو گیا، اسی حال میں انتقال فرمایا۔ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا، کہ آخری وقت میں زبان بند ہو گئی، کلمہ بھی نہ پڑھ سکے

، جب آپ کے جسم کو غسل دینے کے لیے تخت پر رکھا گیا، تو جس وقت جسم مبارک پر پانی ڈالا گیا، آپ کی زبان مبارک پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔
آپ کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی، آپ نے شادی کی تھی، اولاد بھی موجود ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سلیم چشتی رضی اللہ عنہ

برج فضائل و کمالات، درج اسرار عشق و حالات، مختشم از غایت مشاہدات انوار ذات، از رفعت مراتب ولایت مغتنم بکائنات، از اشرف اولیا سرشتی، فرد کامل حضرت شیخ سلیم چشتی رضی اللہ عنہ:
وارث علوم انبیا، سرگروہ اصفیا، سلطان مجاہدین اکبر، امام مشاہدین برتر، ذخیرہ علوم و فضائل کمال، گنجینہ حالات حقیقت حال، پیشوائے صاحبان بیت الحرام، مقتدائے زواران عظام، محیط دائرہ محبت، مرکز اسرار حقیقت، تذکرۃ الاصفیا میں لکھا ہوا ہے کہ آپ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے اور خواجہ ابراہیم کے مرید ہیں، جو چھ واسطوں سے حضرت فضیل بن عیاض کے فرزند و جانشین تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ، سلسلہ نقشبندیہ اور اپنے جد اعلیٰ شیخ فرید گنج شکر سے بھی خلافت یافتہ تھے۔ آپ کا وطن دہلی ہے، بری اور بحری راستوں سے ہندوستان سے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ حج و زیارت کے بعد روم، شام، بغداد، نجف اشرف اور دیگر بلاد مغرب کی سیر و سیاحت کی۔ پورے سال سفر کرتے رہے، واپسی کے وقت مکہ معظمہ پہنچے، پھر سیر و سیاحت کی طرف متوجہ ہوئے، اس طرح بائیس حج کیے۔ پہلے سفر میں چار حج اور دوسرے سفر میں آٹھ، چار سال مکہ مکرمہ میں اور چار سال مدینہ منورہ میں گزارے۔ بلاد حرمین میں شیخ الہند کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی عمر شریف جب پچانوے سال کی ہوئی، تو جادہ شریعت نبوی پر گامزن رہتے ہوئے صوفیا کے طریقے پر ریاضت شاقہ کی۔ مشائخ عہد میں شاید ہی کسی کو یہ رتبہ حاصل ہوا ہو۔ نماز پنجگانہ کے لیے تازہ غسل کرنا آپ کا معمول تھا اور جماعت نہ چھوٹتی، جب شیخ امان پانی پتی قدس سرہ شیخ کی صحبت میں پہنچے، پوچھا، مقصد تک پہنچنے کا طریقہ آپ کے نزدیک استدلال ہے یا کشف؟ جواب دیا، کہ ہمارے طریقے میں دل دل پر ہے یعنی کشف! بہت سے اہل کمال مشائخ نے آپ کی خدمت و صحبت میں رہ کر روحانی تربیت پائی اور آپ کے جانشین ہوئے، ان لوگوں میں سے جنہوں نے تکمیل کے بعد بیعت و ارشاد کی اجازت پائی، ان کے احوال مشہور ہیں۔ ایک کمال الوری ایسے پیر تھے، جو آتش محبت میں سوختہ، اسیر عشق الٰہی اور صاحب اخلاق ہوئے ہیں۔ دوسرے شیخ پیارے بنگالی جو دردمند عشق اور شیفتہ محبت تھے، آپ کی شہرت ملک بنگال میں بہت ہے، ان کے علاوہ شیخ فیض اللہ قرین سنبھلی، شیخ رکن الدین اجودھنی، حاجی حسین اور حاتم سنبھلی بہترین خلفا میں ہیں۔

خانقاہ فتح پور سیکری کے صاحب حل و عقد شیخ بدر الدین تھے۔ صاحب منتخب التواریخ عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں، ۹۷۸ھ میں باربار شیخ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ فقیر نے شیخ کی جن کرامتوں کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا، ان میں ایک یہ تھی:

فتح پور کے اس پہاڑ میں جہاں سردی کا موسم نہایت سخت ہوتا ہے، سوائے ایک باریک کرتے اور ململ کی چادر کے وہ دوسرا کوئی کپڑا نہیں پہنتے تھے، ہر روز دو مرتبہ غسل کرتے تھے۔ چلہ میں وصال کے روزے رکھتے تھے اور صرف آدھے تربوز بلکہ اس سے بھی کم پر گزر بسر کرتے تھے۔

اخبار الاخیار میں آیا ہے کہ شیخ اہل حرمین کے طریقے پر اول وقت میں نماز ادا فرماتے اور بعض خلاف شرع طریقہ عبادت کو جو عوام میں مشہور تھے، انہیں چھوڑ کر طالبان حق کو ریاضت و مجاہدہ کی تلقین فرماتے۔ بظاہر آپ کی محفل مالداروں اور حاکموں کی مجلس کی طرح پر تکلف ہوتی، کسی کو بند اور حبس کا حکم دیتے، کسی کو زجر و توبیخ فرماتے، سلطان وقت جلال الدین اکبر بادشاہ کو شیخ سلیم کے ساتھ رابطہ اتحاد و اعتقاد پوری قوت اور اخلاص کے ساتھ قائم تھا۔ بات یہ ہوئی کہ اکبر کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس نے شیخ کی طرف توجہ کی، حق تعالیٰ نے اسے چند لڑکے عطا فرمائے اور ان بچوں کی تربیت شیخ کے گھر ہی میں ہوئی۔

شیخ کی ولادت ۸۹۷ھ میں ہوئی۔ وفات ۲۹ رمضان ۹۷۹ھ میں ہوئی۔ شیخ ہندی آپ کی تاریخ وصال ہے۔ زندگی ہی میں ایک روضہ کی بنیاد ڈالی تھی، جس میں مدفون ہوئے۔ وفات کے بعد روضہ مبارک اور شاندار مسجد تعمیر کی گئی، جس کے مانند روئے زمین میں کوئی عمارت شاید ہی ہو۔ مسجد کی تاریخ تاسیس ''ثانی مسجد الحرام'' تاریخ اتمام ''خانقاہ اکبر'' ہے۔

صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں، جب شیخ سلیم آخری مرتبہ مکہ مکرمہ کے سفر سے واپس لوٹے، فتح پور سیکری میں قیام کیا، آپ نے ایک دن فرمایا، اب میں دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کروں گا (۱) ترک طعام (۲) سکوت علی الدوام (دائمی خاموشی) لوگوں نے عرض کیا، سکوت دوام کی صورت میں لوگ آپ کے فیض سے محروم ہو جائیں گے، لہٰذا ترک طعام پر اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ اس دن سے لے کر وفات تک آپ نے کھانے کی طرف قطعاً رغبت نہ کی۔ اکثر طے کا روزہ رکھا کرتے، ایک ہفتہ یا دو ہفتہ بعد ایسی چیزوں سے افطار فرماتے، جس میں شہد، گوشت، اناج کی قسم سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

شیخ سلیم چشتی کی اولاد اور خلفا عرب میں بہت زیادہ ہیں، جن کے نام محفوظ نہیں ہیں۔

شیخ فتح اللہ سنبھلی، شیخ کمال الوری، حضرت کے چچیرے بھائی شیخ طٰہٰ گجراتی، شیخ پیارے ٹانڈوی، شیخ محمد شروانی، در یمن شیخ محمد ساری، شیخ سید وجیو دہلوی، شیخ کبیر بن شیخ عبدالغفور سارنگ پوری، شیخ محمد غوری، شیخ حسین بن شیخ ابراہیم چشتی بدایونی، شیخ ولی بن شیخ یوسف چشتی ساکن قصبہ مئو، شیخ حماد بن شیخ معروف چشتی گوالیاری، شیخ یعقوب کشمیری، شیخ رکن الدین بن شیخ عجائب جو قاضی ابو مسلم کی نسل سے ہیں، شیخ بھکاری بلوری، شیخ سد ھاری بن شیخ اسرائیل، سید حسین، شیخ عبدالواحد دہلوی، شیخ جلال حافظ امام، شیخ ابراہیم صوفی سرہندی۔

شیخ سلیم چشتی نے شادی کی تھی، آپ کی اولاد احفاد بہت تھے۔ صدوق علم الیقین حضرت شیخ بدرالدین، حضرت سلیم چشتی کے خلف و خلیفہ، شیخ کی وصیت اور نصیحتوں کے سبب باپ کی زندگی ہی میں سجادہ مشیخت پر بیٹھے اور سجادگی کے حقوق کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

۱۰رذی الحجہ ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی شیخ احمد جانشین ہوئے۔

موج :۔ احوال شیخ عبداللہ پیارے سرہندی رضی اللہ عنہ

درویش باصدق وصفا، ول ریش محبت خدا، بشل درمقدمات عشق ورندی، ولی کامل شیخ عبداللہ پیارے سرہندی رضی اللہ عنہ: شیخ سلیم چشتی کے مرید ہیں۔ آپ ممتاز

''پیارے'' افغانوں کا ایک گروہ جس کی طرف آپ کی نسبت ہے۔ ومرتاض شخص تھے۔ بہت زیادہ سیر وسیاحت کی اور اپنے زمانے کے مشائخ سے فیض اٹھایا۔ اپنے روحانی کام کو اس مرتبہ تک پہنچادیا تھا، کہ شیخ کی خانقاہ جدید کے جوار میں ایک حجرہ کے اندر جواب ''عبادت خانہ شاہی'' کے نام سے مشہور ہے، ہمیشہ معتکف رہتے، جب سلیم چشتی پہلی بار خشکی کے راستے سے حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں سے حج کے بعد واپس آئے تو شیخ پیارے نے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت طلب کی، شیخ نے ایک نوشتہ عطا کیا، جس کے اندر مشائخ وقت اور اہل اللہ بزرگوں کے اسمائے گرامی تحریر تھے، جن سے ہندوستان اور عرب وعجم میں ملاقات کی تھی۔

شیخ پیارے جب فتح پور سیکری سے نکلے، تو اکثر شہروں کی سیر کرتے ہوئے، مشائخ عظام کے طبقات سے واقفیت حاصل کی۔ سید محمد جون پوری جسنے مہدویت کا دعوی کیا تھا، اس کے اصحاب کی معیت میں گجرات اور دکن کا سفر کیا اور طریقہ مہدویت پر گامزن رہے۔ بیانہ میں کچھ وقت سلیم شاہ بطریقی کی نگرانی میں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے گمنامی کے گوشہ میں بے تعینی اور بے تکلفی کے اوقات گزارے، جب آپ سلیم شاہ سے بے تعلق ہوگئے اور شیخ علائی کے ساتھ بیانہ میں رہنے لگے، سلیم شاہ نے مخدوم الملک کے ابھارنے پر آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں اور سخت زدوکوب کیا، پھر آپ نے سفر اختیار کیا اور اطراف واکناف میں سیاحت کرتے رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں مہدویت سے تائب ہوئے اور سرہند کے اندر گوشہ نشیں ہوگئے پھر تمام مشائخ کی روش پر راہ سلوک طے کرنے لگے۔ جس وقت بادشاہ نے محل کے قریب ایک حجرہ تعمیر کیا اور جسے عبادت خانہ کے نام سے موسوم کیا تو میاں عبداللہ کے ذریعہ شیخ پیارے کو سرہند سے بلاکر اپنی صحبت میں رکھا اور مہدویت کے بارے میں چند سوالات کیے، آپ نے طریقہ مہدویت سے انکار کیا اور فرمایا، میں نے پہلے اس گروہ کو اچھا سمجھا اور اس گروہ کے حامیوں کے ساتھ سفر کرتا رہا، جب حقیقت حق الیقین ظاہر ہوگئی، میں نے ان لوگوں کے عقائد سے انکار کیا، بادشاہ نے پورے اعزاز واکرام کے ساتھ واپس لوٹادیا۔

۹۹۳ھ میں جس وقت آپ اٹک کی طرف جارہے تھے، اثنائے سفر سرہند پہنچے، بادشاہ نے آپ کو دوبارہ طلب کیا اور مدد معاش کے لیے زمین دینی چاہی، آپ نے قناعت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور بادشاہ کی پیش کش کو قبول نہ کیا۔ بادشاہ نے خواہی نہ خواہی فرمان تحریر کرایا اور آپ کے سپرد کیا۔ حکم شاہی کے مطابق ہاتھ میں فرمان لے لیا، لیکن شیوہ توکل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اس فرمان کے مطابق کبھی مدد معاش کے لیے کوشش نہ کی۔

۱۰۲۸ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ طٰہٰ رضی اللہ عنہ

آپ شیخ سلیم چشتی کے مرید تھے۔ ابتدائی عمر میں سپہ گری کا پیشہ کرتے تھے۔ پھر سپہ گری چھوڑ دی اور ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہوئے۔ ایک سال بعد خرقہ خلافت پایا اور احمد آباد گجرات کی ولایت پر مامور ہوئے۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہوا ہے کہ مظفر گجراتی جو ریاست گجرات کی خواہش رکھتا تھا، ایک دن فال نیک حاصل کرنے کے لیے شیخ کی خدمت میں ایک تلوار لے کر حاضر ہوا اور درخواست کی، کہ حضرت یہ تلوار اپنے ہاتھ سے مجھے عنایت فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا، بارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ یہ صوبہ اکبر بادشاہ کے لیے مقرر ہو گیا ہے، مظفر یہ سن کر لوٹ گیا اور کہا، اگر میری خواہش پوری نہ ہوئی، میں اسی تلوار سے شیخ کے حضور بے ادبی سے پیش آؤں گا، ایک ہی ہفتہ گزرا تھا، کہ اکبر کی فوج وہاں پہنچ گئی اور اس ملک پر قبضہ کر لیا، آپ پر حضرت گنج شکر کی روحانیت کی نسبت غالب تھی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیارہ رضی اللہ عنہ

مخالف نفس امارہ، حضرت شیخ پیارہ رضی اللہ عنہ:

شیخ سلیم چشتی کے مریدوں میں سے ہیں۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے، کہ آپ اپنے مرشد کے خرقہ سے ممتاز ہوئے، یہ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جہانگیر بادشاہ کو ایک سخت مرض لاحق ہوا، اطبا اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور زندگی کی امید باقی نہ رہی، بادشاہ نے حضرت سے رجوع کیا اور عاجزی وانکساری کی، حضرت نے اس مرض کو اپنی ذات پر لے لیا اور بادشاہ کو اس مرض سے نجات دلادی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالواحد اکبرآبادی رضی اللہ عنہ

مریدان راہادی، حضرت شیخ عبدالواحد اکبرآبادی رضی اللہ عنہ:

شیخ سلیم چشتی کے خلفا میں سے ہیں۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھتے ہیں، کہ آپ ابتدائے حال میں گھوڑوں کے تاجر تھے۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ارشاد فرمایا، جس تجارت میں نفع ونقصان کا خطرہ رہتا ہے، ایسی تجارت سے کیا فائدہ؟ ایسی تجارت کرو، جس میں نفع ونقصان کا احتمال نہ ہو، یہ سن کر متاثر ہوئے اور دست حق پرست پر بیعت کی اور پوری زندگی عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔

''کان من المخلصین'' آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ کمال الوری رضی اللہ عنہ

محیط دائرہ برتری، حضرت شیخ کمال الوری رضی اللہ عنہ:

شیخ سلیم چشتی کے مرید تھے۔ صاحب خلاصۃ التواریخ نے لکھا ہے، کہ آپ آتش عشق کے سوختہ، زنجیر محبت کے

اسیر اور صاحب اخلاق بزرگ تھے۔ شیخ رکن الدین اجودھنی اور شیخ حسین حاجی آپ کے خلفا میں سے ہیں۔ مالک مرتبہ مکملی، شیخ فتح اللہ سنبھلی آپ کے خلیفہ اعظم ہیں، جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں سنبھل آئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ خلاصۃ التواریخ میں شیخ فتح اللہ کے بے شمار حالات وکمالات مذکور ہیں، اس مختصر رسالہ میں بیان کی گنجائش نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ بہت بڑے بزرگ ہیں، سلاطین وقت نے آپ کی بارگاہ میں سرنیاز خم کیا اور آپ کی دعا سے انہوں نے مہمات میں فتح پائی۔

۲۸ یا ۲۶ رجمادی الاخری ۹۷۸ھ میں وفات پائی۔ مزار پاک سنبھل میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ فتح اللہ سنبھلی کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں۔ اسی سے ان کی بزرگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ فتح اللہ نے فرمایا، جو شخص ابوسعید کے مزار کے جوار میں دفن ہوگا، اس پر آتش دوزخ حرام ہوگی۔

شیخ فتح اللہ کے دوسرے صاحبزادے شیخ حسن تھے، جو صاحب کمال وحال بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین صوفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفی نہاد صوفی مشرب شیخ سلیم چشتی کے مرید تھے، اسی بنا پر خود کو چشتی لکھا کرتے تھے۔

۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ اربعین رحمۃ اللہ علیہ

درویش آئین، حضرت شیخ اربعین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ فتح اللہ کے مرید ہیں۔ مرشد کے نزدیک بہت ممتاز تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

مظہر اسم کریم، شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ سلیم چشتی کے خلیفہ ہیں، بہت بڑے بزرگ تھے۔ ۱۰ ربیع الاول کو وفات پائی۔ آپ کی قبر کنڑہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ

رئیس ارباب تجرد، انیس ارباب تفرد، ناظر جمال بینائی دل، صوفی مصفا حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بابا گنج شکر کے حقیقی بھائی اور خلیفہ تھے۔ عجیب وغریب روحانی احوال اور قوی استقامت رکھتے تھے۔

مراۃ الاسرار میں سلطان المشائخ کے اقوال سے یہ بات نقل کی ہے کہ شیخ متوکل ۷۰ رسال دہلی میں رہے، لیکن شاہی وظیفہ اور جاگیر قبول نہیں کیا۔ اپنے متعلقین اور فرزندوں کے ساتھ توکل کی زندگی بڑی بے فکری سے گزارتے رہے۔ میں نے اس شہر دہلی میں ان کی مثال نہ دیکھی، وہ یہ نہ جانتے کہ آج کون سا دن ہے، یہ مہینہ کون سا مہینہ ہے اور درہم کون سا درہم ہے۔

عید کا دن تھا، شیخ نے اپنے گھر کی تمام چیزیں خرچ کردی تھیں، نماز عید کے لیے تشریف لے گئے، واپسی پر چند دوست آئے، جن کی کھانے سے تواضع کرنی تھی، گھر کے اندر گئے، بہت تلاش وجستجو کی، کچھ نہ پایا، گھر کی چھت پر گئے اور یاد حق میں مشغول ہو گئے، اسی وقت دیکھا، ایک شخص چھت پر آرہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

بادل گفتم تو خضر راہی | دل گفت اگر مرا نماید بینم

اس آدمی نے نقد اور کھانے کی چیزیں سامنے رکھ دیں اور چلا گیا، وہ آنے والے شخص خضر علیہ السلام تھے۔ آپ کے روحانی کمالات بڑے عجیب وغریب ہیں، کہاں تک لکھے جائیں۔

۹ رمضان المبارک ۷۰۹ھ بمقام دہلی وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

کاشف اسرار ربانی، مبتلا بدرد ومحنت پنہانی، ہمگی محبت واشتیاق، خادم الاولیا حضرت شیخ بدرالدین اسحاق بن علی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت گنج شکر کے داماد، خادم اور خلیفہ تھے۔ تمام صوری اور معنوی فضائل سے آراستہ تھے۔ زہد وورع اور عشق وصفا میں مشائخ وقت کے درمیان مشہور تھے۔ وجد وسماع اور درد میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں، چند علمی دقائق کو حل کرنے کے لیے جو علمائے دہلی سے حل نہ ہو سکے، بخارا کا سفر شروع کیا، دوران سفر قصبہ اجودھن میں بابا فرید گنج شکر سے ملاقات ہوئی، بابا فرید کی بارگاہ میں ان کے تمام علمی اشکالات حل ہو گئے۔ بدرالدین اسحاق نے اس کو علم لدنی سے تعبیر کیا اور آپ کے دست حق پرست پر مرید ہو گئے اور اپنی شائستہ خدمتوں کی بدولت بہت مقبول ہوئے۔ حال یہ تھا، کہ حضرت گنج شکر اپنی خدمت آپ کے علاوہ کسی اور کو نہ سونپتے اور انہیں نماز پنجگانہ کا امام بنا دیا اور اپنی صاحبزادی سے نکاح کر کے شرف دامادی بخشا، ان کو ریاضات ومجاہدات میں مشغول کر کے فقر کامل کا ذوق عطا کیا، رؤسا مثلاً شرف الدین حاکم دیپال پور وغیرہ جو بابا صاحب کی بارگاہ میں بیعت کی تمنا لے کر حاضر ہوتے تھے، فرماتے، بدرالدین اسحاق تم ان کو اپنا مرید بنالو۔ آپ خانقاہ گنج شکر میں ہمیشہ سلطان المشائخ کے صلاح کار رہے۔ سلطان المشائخ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت بابا فرید کی وفات کے بعد جب تک بدرالدین اسحاق زندہ رہے، سلطان المشائخ نے کسی شخص کو بیعت نہ کیا، بیعت کی خواہش کرنے والوں کو حضرت بدرالدین اسحاق کی خدمت میں بھیج کر مرید کرا دیتے، ان کی وفات کے بعد جو شخص آپ سے مرید ہونا چاہتا، اسے حلقہ ارادت میں داخل کر لیتے۔

جب شیخ فریدالدین نے وصال فرمایا، شیخ بدرالدین گوشہ نشیں ہو گئے اور ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق رہنے لگے، آپ کے مناقب بہت بلند ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ گنج شکر کے فرزند صحرا میں گئے، صاحبزادوں نے کہا، میرے والد کے فرزندوں میں وہ قوت کرامت نہیں ہے، جو سید احمد کبیر رفاعی کے مریدوں میں ہے، وہ شیر پر سوار ہوتے ہیں اور سانپ کا کوڑا لے کر راستہ طے کرتے ہیں۔ شیخ بدرالدین کو اپنے پیر کی عظمت پر حرف آنے کی وجہ سے غیرت آئی، اسی وقت ایک شیر جنگل سے باہر آیا، صاحب زادگان خوف سے درختوں پر چڑھ گئے۔ شیخ بدرالدین شیر کے پاس گئے اور اس سے کھیلنے لگے، پیر کے صاحبزادوں کو بلانے لگے، وہ نہ آئے، پس شیخ نے شیر کو رخصت کر دیا۔ وفات کے دن نماز فجر، نماز چاشت، نماز اشراق ادا کی اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔

آپ کے صاحبزادگان خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ بہت بڑے بزرگ، صاحب نعمت اور خلافت فقر کے مستحق تھے۔ ان بزرگوں کے تفصیلی حالات سیر الاولیا میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں صاحبزادے والد بزرگوار کے وصال کے بعد سلطان المشائخ کی طلب پر دہلی تشریف لائے۔ سلطان المشائخ نے بڑے ناز و نعم سے ان صاحبزادوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی۔ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد خواجہ محمد و خواجہ موسیٰ آپ کے مزار پر انوار کے خادم و مجاور ہوئے اور انتہائی عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ کبیر کلہ رواں رحمۃ اللہ علیہ

رہبر رہروان پیروان، پہلوان شریعت رسول اللہ، باریافتہ درگاہ الہ، حضرت شیخ کبیر کلہ روان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہیں، نسلاً بعد نسل اپنے آبا و اجداد سے خرقہ بیعت و خلافت حاصل کیا۔ آپ کے پیر طریقت، شیخ خواجہ ابو محمد چشتی ہیں، جو حضرت گنج شکر کے پوتوں میں ہیں۔ شیخ کبیر کو نعمت و خلافت پیر میر سید علی ہرمزی رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے حکم سے حاصل ہوئی تھی۔ آپ کو "کلہ رواں" اس لیے کہتے ہیں، کہ آپ کے باپ شیخ محمد .... جو سخاوت میں باکمال تھے، بہت پرہیز گار اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ آنے جانے والوں کو کھانا کھلاتے، اسی بنیاد پر کلہ رواں کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ٹوپی آپ کے سر سے زمین پر گر گئی، آپ کے کہنے سے ٹوپی اڑ کر سر پر آ گئی۔

شیخ محمد، ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں پٹن سے سنبھل آ کر مقیم ہو گئے، وہاں قاضی بڈھا کا مزار ہے، جو انتہائی عالی کرامت بزرگ تھے۔ جمعرات کے دن لڑکے آپ کے مزار پر اکٹھا ہوتے، قاضی قبر سے ہاتھ نکال کر بچوں کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور ان کو شیرنی دیتے۔ شیخ محمد نے یہ ماجرا سنا، قاضی کے مزار پر گئے اور کہا آپ کا یہ انداز شریعت کے خلاف ہے۔ قاضی نے جواب دیا، اب میرا ہاتھ قبر سے باہر نہیں نکلے گا، لیکن تمہاری شہرت سنبھل میں نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ شیخ محمد ولایت و کرامت کے باوجود مشہور نہیں ہوئے۔ شیخ کے بعض روحانی تصرفات کے ظاہر ہونے کے بعد سنبھل کے حاکم نے اپنی بیٹی کا نکاح شیخ کے ساتھ کر دیا، اسی کے بطن سے شیخ کبیر کی ولادت ہوئی۔ جب

مرتبۂ تکمیل تک پہنچے، آپ کی یہ کرامت تھی کہ مردوں کو زندہ کر دیتے، اس طرح کی کہ بہت سی کرامتیں آپ سے صادر ہوئیں۔ شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے معاصر تھے، جن کا ذکر لجۂ چشتیاں میں آیا ہے۔
آپ نے ۹۶۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

کاشف اسرار صمد، حضرت شیخ محمد بن شیخ کبیر بن شیخ محمد علیہم الرحمہ:
انتہائی کمالات اور بلند حالات کی بنا پر "مرشد جہاں" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے نواسے عبدالرسول بھی بہت بڑے بزرگ تھے۔ جب مردان غیب شیخ محمد کی مجلس میں حاضر ہوتے، آپ انہیں ظاہری آنکھوں سے دیکھتے۔ ۱۰۰۰ھ میں شیخ محمد نے وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ

درکمالات معمور، حضرت شیخ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ:
آپ شیخ محمد کی اولاد سے ہیں۔
شیخ تاج الدین اپنے والد شیخ محمد کے مرید ہیں، جو عبدالشکور کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ان کو اپنی محفل کا محرم راز بنایا، اکثر کراماتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔
شیخ نجم الدین مرشد جہاں کے اقربا اور مریدوں میں تھے، بہت بڑے بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عظمت اللہ علیہ الرحمہ

صاحب خوارق پسندیدہ، صاحب کرامت سنجیدہ، درفقر درویشی شاہ، حضرت شاہ عظمت اللہ علیہ الرحمہ:
آپ شیخ کبیر کلہ رواں کی اولاد سے ہیں، اپنے آبا و اجداد سے خرقۂ خلافت پایا۔ اہل کمال وصاحب حال بزرگ تھے۔ وجد و سماع کو محبوب رکھتے تھے۔ ایک بار خادم سے کہا، حجرہ سے تسبیح لاؤ، جب خادم حجرے کے اندر گیا، شیخ کو وہاں تسبیح پڑھتے دیکھا۔ متعجب ہو کر باہر آ گیا، حقیقت حال کو بیان کیا، شیخ نے فرمایا، میاں اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔
۱۶ محرام الحرام ۱۰۲۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وصال پیر کبیر ہے۔
آپ کے جنازے کے ساتھ قوال قوالی گاتے ہوئے چل رہے تھے، لوگوں نے آپ کے جسد خاکی میں وجد حال کے آثار واطوار محسوس کیے۔ آپ کے صاحبزادے ابو محمد آپ کے جانشین ہوئے، جو بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نور محمد شاہجہاں پوری علیہ الرحمہ

مانوس علم نوری، حضرت شیخ نور محمد شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ:

آپ شیخ عظمت اللہ کے مرید ہیں۔ مجاہدہ و مشاہدہ میں بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ اپنے وطن سنبھل آئے، مرشد کی وفات کی خبر سنی، تو مرشد کی قبر پر پہنچ کر، مجاورت اختیار کی، اجازت ملی، کہ عبدالرحمن ردولوی سے جا کر فوائد حاصل کرو، آپ نے ایسا ہی کیا، وہاں سے سنبھل گئے، وجد وورع میں بہت میلان رکھتے تھے۔ وفات کے وقت پیرومرشد کے دستور کے مطابق وصیت کی، کہ میری قبر پوری مٹی سے بنائیں، لوگوں نے لحد کے اوپر لکڑی رکھی، پھر مٹی دی، اسی وقت تختے ٹوٹ گئے، پوری مٹی لاش تک پہنچ گئی، آپ کا فرمان درست ہوا۔

۱۱۷۱ھ میں وفات پائی اور اپنے پیر کے مقبرے میں دفن ہوئے، فنائی الشیخ آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ

صاحب یافت حقیقت الہ، حضرت شیخ عبداللطیف مرید شیخ عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مجاہد، تارک، مالداروں سے دور رہنے والے تھے۔ پوری عمر کسی مالدار کی دعوت قبول نہ کی، اپنے پیر کی مجاورت اختیار کی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ غلام محمد بے خبر رحمۃ اللہ علیہ

درویش برتر، حضرت شیخ غلام محمد بے خبر رحمۃ اللہ علیہ:

خدا کی ذات سے باخبر تھے، لیکن اپنی ذات سے بے خبر تھے، شاہ عبداللطیف کے مرید ہیں، پیر کی قبر کے نزدیک مدفون ہوئے، بندہ حضوری شاہ نعمت اللہ شاہ جہاں پوری، شیخ نور محمد کے مرید ہیں۔ اپنے مرشد کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔ راتیں نعرہ جاں سوز اور صدائے دل دوز میں بسر کرتے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد عارف علیہ الرحمہ

ذخیرہ معارف، حضرت شیخ محمد عارف علیہ الرحمہ:

آپ شیخ محمد عظمت اللہ کے مرید ہیں۔ شیخ کا مزار اقدس لاہور میں ہے۔ خط ثلث میں قرآن کو بہت صحیح لکھتے، تفرید و تجرید میں کامل تھے۔ صاحب حال و احوال تھے، بہت سے لوگوں کو فیض پہنچایا، مخلصین کو علمی سوالات کرنے سے روکتے (پیچیدہ علمی سوالات سے پرہیز کرتے) انکساری کی جانب مائل کرتے، فرماتے، تصوف کوہ ثبات ہے، منہ کے انداز سے کھانا کھاؤ۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رحیم اللہ علیہ الرحمہ

مظہر انوار الہ، حضرت شیخ رحیم اللہ علیہ الرحمہ:

شیخ عظمت اللہ کے مرید ہیں۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے کہ آپ بچپن میں بہت خوب صورت تھے۔ شاہ مسکین

مجذوب کے منظور نظر تھے۔ مسکین مجذوب سے بے حد محبت کرتے تھے۔

جب شاہ مسکین مجذوب کا انتقال ہوگیا۔ آپ ویرانوں میں گھومنے لگے، اس کے بعد شاہ مجیب سے کسب فوائد کیا وہاں سے سنبھل آکر عیدگاہ سے متصل ایک حجرہ بنایا ...... اپنا چہرہ سیاہ کر لیتے اور ادھر ادھر گھومتے، عشق کا حال آپ کے احوال سے ظاہر تھا۔ جب وفات پائی، سنبھل میں دفن کیے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات یہ ہے "آہ! در مجوس مرد عاشق رند"

موج :۔ احوال حضرت شیخ لادن رحمۃ اللہ علیہ

کمالات را معدن، حضرت شیخ لادن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ دہلی وطن تھا، شیخ علاء الدین چشتی جو آپ کے بزرگوں میں تھے، ان کی سرائے میں سکونت گزیں تھے.......... آپ صاحب اخلاق وکرامت تھے۔ اپنی ذات کو بہت کم آرام پہنچاتے، حضرت شیخ قطب الاسلام کی روحانیت سے کاملاً واقف تھے۔ انتہائی کمالات کی بنا پر آپ کو فرید ثانی کہا جاتا تھا، غایت بزرگی کی وجہ سے آپ کو......... کہا جاتا تھا۔ آپ آخری عمر میں سنبھل میں اقامت گزیں ہوئے اور اپنے نام سے ایک سرائے تعمیر کرائی، جو اب تک موجود ہے، وفات کے بعد آپ کی لاش دہلی لائی گئی۔ ۸۴۰ھ یا ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فیض اللہ علیہ الرحمہ

معروف بہ فی سبیل اللہ، حضرت شیخ فیض اللہ علیہ الرحمہ:

آپ شیخ لادن کی نسل سے ہیں۔ اپنے اسلاف کی روش پر گامزن ہوئے، بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ توکل واستقامت میں کامل تھے۔ چوروں نے ان کے گھر پر حملہ کیا، آپ زخمی ہوگئے۔ غلام فرید .... ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ غلام فرید زخم کی حالت میں آئے، اسی حال میں والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ اخلاق ایثار اور عبادت میں اپنے اسلاف کے سچے جانشین تھے۔ ان کے بعد آپ کے صاحبزادے نے مسند خلافت کو زینت بخشی۔ آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی۔ سند حدیث حاصل کرنے کے بعد ہندوستان واپس آئے، ہمیشہ دروازہ بند رکھتے اور یہ کرامت غلبہ استغراق کی بنا پر تھی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جمال ہانسوی علیہ الرحمہ

دلیل عارفان عالی مقام، جلیل واصلان حرب التزام، جامع فضائل صوری ومعنوی، مقتدائے قوم حضرت شیخ جمال ہانسوی علیہ الرحمہ:

آپ حضرت شیخ فرید گنج شکر کے مرید وخلیفہ ہیں۔ علم وتقویٰ کے کمالات سے آراستہ تھے اور مشائخ کبار کے درمیان اپنے کمالات کی بنا پر ممتاز تھے۔ صاحب لطائف اشرفی کے بقول آپ کا سلسلہ نسب امام اعظم

ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ سیر الاولیا میں مذکور ہے، حضرت گنج شکر آپ کے محبت میں بارہ سال تک ہانسی میں مقیم رہے اور آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ جمال ہمارا جمال ہے اور کبھی کہتے، اے جمال! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سر کے گرد طواف کروں۔ آپ کے قرب و منزلت پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت گنج شکر جس کو خلافت نامہ عطا فرماتے، اسے وصیت کرتے کہ یہ خلافت نامہ جمال کو دکھا دینا، یہ بات سلطان المشائخ کے تذکرے میں واضح ہوگئی، جس وقت حضرت شیخ جمال ہانسوی نے ایک بزرگ (صابر کلیری) کے خلافت نامہ کو چاک کیا، وہ خلافت نامہ کے پھٹے ہوئے دونوں ٹکڑوں کو لے کر گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت بابا فرید نے فرمایا، میں جمال کے پھاڑے ہوئے خلافت نامہ کو جوڑ نہیں سکتا ہوں، ان بزرگ (صابر کلیری) نے فرمایا، میں نے اس کے سلسلہ کو پارہ پارہ کر دیا، ان کے بعد اس خانوادہ میں کوئی صاحب کمال بزرگ پیدا نہ ہوں گے۔

شیخ ابو بکر طوسی حیدری قلندری رحمۃ اللہ علیہ کہ آپ کا ذکر لجہ متفرقات میں تلاش کرنا چاہیے، حضرت شیخ جمال ان سے بہت محبت رکھتے تھے، جس وقت دہلی آتے، آپ کے گھر قیام فرماتے اور ان کو باز سفید کہتے، حسام الدین اندتھی جو شیخ جمال ہانسوی کے دوستوں میں تھے، ایک دن کہا، تمہارا سفید باز مکہ شریف کے لیے پرواز کرنا چاہتا ہے، فرمایا، اسی وقت جاؤ اور یہ شعر پڑھو۔

بر پائے ترا سرم نثار اولی تر	یک سر چہ بود بل ہزار اولی تر
در غار وطن ساز چو بوبکر ز آنکہ	بوبکر شدی وطن بغار اولی تر

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے اپنے پیر و مرشد بابا فرید الدین گنج شکر کی زندگی ہی میں ہانسی کے اندر وفات پائی۔ آپ کی روحانی نعمتیں فرزندوں کو حاصل نہ ہوئیں، آپ کے بڑے صاحبزادے عالم تھے، والد کی زندگی ہی میں پاگل ہوگئے اور کہا کرتے "العلم حجاب الاکبر" اس سے معلوم ہوا کہ آپ معنوی دیوانے (مجذوب) تھے۔ سلطان المشائخ نے آپ سے حجاب اکبر کا معنی پوچھا، تو فرمایا، علم حق کے علاوہ جو علم ہے، وہی حجاب اکبر ہے۔

شیخ جمال کے دوسرے صاحبزادے شیخ برہان الدین ہیں، والد کی وفات کے بعد ملا قطب الدین منور کے مشورے پر شیخ جمال نے بابا فرید گنج شکر سے جو عصا اور خرقہ پایا تھا، لے کر اجودھن پہنچے اور یہ تبرکات شیخ فرید گنج شکر کی خدمت میں پیش کر دیے۔ حضرت گنج شکر نے یہ تبرکات ان کے والد کی طرز پر انہیں عنایت فرما دیے اور مریدی کے شرف سے مشرف فرمایا اور اجازت دی، جس خلافت کے تمہارے والد مجاز تھے، میں نے وہ خلافت تمہیں بھی عطا کی، لیکن تم کچھ دنوں تک شیخ نظام الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں رہو، آپ ہانسی سے اپنے والد کی انتہائی عابد و پارسا کنیز کے ساتھ صلاح و تقوی کی بنا پر حضرت گنج شکر نے مادر مومنہ کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی پہنچے، اجازت و خلافت کے باوجود کسی کو اپنا مرید نہ بناتے اور فرماتے، مجھے یہ حق نہیں کہ سلطان المشائخ کی زندگی میں کسی کی دست گیری کروں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عارف سیستانی رحمۃ اللہ علیہ

از دنیا منتقل بدین، منفعل از غفلت بدیدہ کرامت بیں، محرم شدہ بہ رازہائے نہانی، افراد حضرت وقت شیخ عارف سیستانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی گمنامی کی عجیب وغریب کیفیت تھی، ترک دنیا کے بعد کسی بھی چیز کی طرف توجہ نہ کی، یہ بزرگ بھی حضرت گنج شکر کے خلفا میں ہیں۔ صاحب مرأۃ الاسرار سلطان المشائخ کے ملفوظات سے یہ بات نقل کرتے ہیں، کہ آپ ابتدا میں حاکم ملتان سے تعلق رکھتے تھے، جو حضرت گنج شکر کا معتقد تھا، حاکم ملتان نے ایک بار سوٹنکے دے کر آپ کو حضرت گنج شکر کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے آدھی رقم اپنے پاس رکھ لی اور آدھی گنج شکر کی خدمت میں پیش کر دی، حضرت گنج شکر نے فرمایا، اے عارف! تم نے برادرانہ تقسیم کی ہے۔ عارف شرم وحیا میں ڈوب گئے، اسی وقت اپنے پاس رکھی ہوئی آدھی رقم اور دوسری چیز اپنے پاس سے شامل کر کے گنج شکر کی خدمت میں پیش کی اور حاکم کی ملازمت ترک کر کے بابا کے دست حق پرست پر مرید ہو گئے۔ فقر و نامرادی کا شیوہ اختیار کیا۔ چند دنوں کے فیض صحبت کے بعد بابا فرید نے آپ کو خلافت عطا کی اور بیعت کی اجازت مرحمت کی اور سیستان کی طرف جانے کی اجازت عنایت فرمائی، کچھ دنوں بعد آپ گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے، خلافت نامہ سامنے رکھا اور عرض کیا، یہ کام بڑا نازک ہے، مجھ لاچار کے بس کی بات نہیں کہ اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ بیعت وارشاد کی اہم ذمہ داریاں مشائخ کبار انجام دیں گے پھر سفر کعبہ کی اجازت طلب کی اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ بہت خیر و برکت والے بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ وحید، حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کے مرید وخلیفہ اور سجادہ نشیں، شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ نے حضرت گنج شکر کے سایہ تربیت وتلقین میں پرورش پائی۔ آپ نے شیخ حمید الدین کے ملفوظات ''سرور الصدور'' میں جمع کیے۔ مقبرہ شہر دہلی میں شیخ قطب الاسلام اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مقبروں کے درمیان واقع ہے۔ شیخ ضیاء نخشبی آپ کے مرید ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ داؤد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ

راہ سلوک را سالک، مملکت کمال را مالک، عاشق ذات ودود، مقتدائے وقت حضرت شیخ داؤد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ راحت کی حالت اور ہمت بلند کے مالک تھے۔ سلطان سید اشرف جہانگیر لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں، مولانا داؤد علم صوری ومعنوی کے زیور سے آراستہ تھے۔ ابتدا سے انتہا تک خلوت اور تنہائی میں زندگی بسر کی۔ چوں کہ آپ کا مسکن قصبہ ردولی کے مضافات میں ''پالسی مئو'' نامی بستی میں تھا، اس لیے حضرت شیخ گنج

شکر جب اودھ تشریف لاتے، تو دو تین بار آپ کے وطن "پالسی مئو" بھی تشریف لاتے اور پالسی مئو کی مسجد میں حضرت مولانا کی خاطر ایک چلہ گزارا، اس مسجد کی ایک دیوار محراب کے ساتھ ابھی تک پالسی مئو میں موجود ہے۔

مولانا داؤد کے ایک بھائی شیخ تقی الدین تھے اور آپ بھی حضرت گنج شکر کے مرید تھے۔ بہت بزرگ اور عالی ہمت شخص تھے۔ ایک بار رجال غیب میں سے کوئی فرد وفات پا گیا، ان لوگوں نے چاہا کہ آپ کو رجال الغیب کی جماعت میں شامل کرلیں، آپ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا، اہلیہ اس بات کے لیے رضامند نہیں ہوئیں، آپ نے رجال الغیب کو جواب دیا، کہ مجھے آپ لوگوں کی صحبت منظور نہیں ہے۔ رجال الغیب نے کہا، سبحان اللہ! عجیب انسان ہیں، اتنے بڑے منصب کو قبول نہیں کیا۔

شیخ تقی الدین کا مزار قصبہ انہونہ توابع اودھ میں ایک تالاب کے کنارے واقع ہے۔ مرآۃ الاسرار میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات کے حوالے سے لکھا ہوا ہے کہ مولانا داؤد گنج شکر کے مرید اور بہت معظم تھے۔ میں اور وہ دونوں بارہا اجودھن سے ایک ساتھ وطن آئے ہیں، آپ جب صحرا میں مشغول عبادت ہوتے، ہرن آکر آپ کی آنکھوں کا دیدار کرتے، آپ کے کمالات بہت عالی تھے۔ شیخ نصیر الدین دہلوی کے ملفوظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

موج :۔ احوال حضرت پیر سید محمد بن سید محمد کرمانی علیہ الرحمہ

فخر سادات، دفتر کمالات، از اولاد رسول مقبول، جگر بند مرتضیٰ و بتول، کشاف رازہائے پنہانی، حضرت میر سید محمد بن سید محمود کرمانی علیہ الرحمہ:

زمانے کے سالکان طریقت سے کامل صدق وارادت رکھتے تھے، آپ سادات کرمان کے سرحلقہ تھے، تجارت کی غرض سے لاہور کی راہ سے دہلی آتے، واپسی میں اجودھن ہوتے ہوئے اپنے چچا سید احمد کرمانی کی ملاقات کے لیے ملتان تشریف لے جاتے، انہوں نے اپنی صاحبزادی سید محمود کے عقد میں دی تھی، اس آمد و رفت میں سید محمد کو حضرت گنج شکر سے عقیدت پیدا ہوئی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ پیرومرشد کی محبت وارادت کا غلبہ ہوا تو دنیا کے اسباب معیشت کو کنارے کیا اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اجودھن آئے اور پیرومرشد کے سایہ کرم میں اقامت گزیں ہوگئے، آپ حضرت گنج شکر کے مقرب ترین دوست تھے۔ ۱۸ رسال تک مرشد کی خدمت میں رہے اور بارہ سال سلطان المشائخ کی ارادت سے وابستہ رہے، یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ سلطان المشائخ اور پیر سید محمد کے درمیان محبت و یگانگت حد سے زیادہ تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنج شکر نے ان دونوں بزرگوں کو ایک مقام پر رہنے کا حکم دیا تھا، تا کہ ان دونوں کے درمیان بھائی چارگی میں اضافہ ہوتا رہے، پیر سید محمد کی محبت و مودت کا رشتہ باقی رہا، جب مرشد کی وفات ہوگئی، اپنے فرزندوں کے ساتھ سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی آئے اور باقی زندگی وہیں بسر کی۔

ایک موقع پر سلطان المشائخ اور پیر سید محمد کے درمیان مزاج میں تغیر واقع ہوا، سید محمد کبیدگی کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہوئے، سلطان المشائخ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، ارشاد ہوا، کہ سید محمد میرے فرزندوں میں سے ہے، صبح کے وقت سلطان المشائخ سید محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، سید محمد نے فرمایا، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے بھیجے سے آئے ہیں۔

سید محمد، سلطان المشائخ کی وفات کے چودہ سال پہلے اس جہان فانی سے دار جاودانی کی طرف رخصت ہوئے۔ شب جمعہ ۷۱۵ھ میں سلطان المشائخ کے حظیرہ کے اندر یاران اعلی کے چبوترے پر دفن کیے گئے۔

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ دہلی میں جو اکابر بزرگ تھے، ان میں سے اکثر حضرات گنج شکر کے خلیفہ اور آپ کے سلسلہ بیعت کی پیروی کرنے والے تھے۔ ایک جماعت یہ تھی، شیخ نور الدین دہلوی جامع الحکایات جن کی تصنیف ہے۔ آپ مشائخ روزگار اور اولیا نامدار میں تھے۔ سید تاج الدین بن سید جلال الدین بدایونی مجاہد، مرید، متقی، سید مغیث الدین متقی، سید منتخب دستار یہ دونوں عبادت گزار، متبرک، متقی، متورع، متزرع، ان اوصاف کے باوجود کسی کا نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے۔ سید علاء الدین، سید قطب الدین دونوں بھائی بھی ترک وتجرید تصوف و توحید میں یگانہ روزگار تھے۔

بیان کرتے ہیں، سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ نے سلطان الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب میں علاء الدین کی شکل میں دیکھا۔ حمید الدین زہد وورع میں مخلص تھے، کتاب ہدایہ پر ایک مشکل کشا شرح لکھی اور مولانا عماد الدین بن حسام واعظ مولانا جمال الدین سیاطی، قاری و مولانا کبیر الدین عراقی، مورخ تاریخ جہانگیری، مولانا بدر الدین طیب دمشقی، مولانا حمید الدین بیانی یہ سب بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مسعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

گنجینہ حقائق معانی، حضرت شیخ مسعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ:

کچھوچھہ شریف آستانہ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے تین کوس کے فاصلے پر قصبہ بھیاؤں میں مدفون ہیں۔ آپ بابرکت اور صاحب تصرف ولی تھے۔ اب بھی آپ کے مزار سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا، جو شخص بھیاؤں کی جانب سے میری زیارت کے لیے آئے گا اور شیخ مسعود کی زیارت نہ کرے، میں اس سے بیزار ہوں، ایک دن آپ کی زیارت کے لیے مقرر ہے کہ اس دن اطراف وجوانب کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اپنے زمانے میں، بہت بڑے صاحب کمال تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ آپ گنج شکر کے خلیفہ ہیں۔

شعبہ دوم

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین احمد بدایونی اور ان کے خلفاء و تبعین کے احوال کے بیان میں۔

اس میں تین رود ہیں:

رود اول

سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے حالات میں:

موج :۔ احوال حضرت شیخ نظام الحق والدین رضی اللہ عنہ

محبوب معبود عالم، محمود اولاد آدم، امام مشاہدین انوار ذات، سلطان مجاہدین مصفا صفات، وارث انبیاء و مرسلین، سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الحق والدین رضی اللہ عنہ:
آپ شیخ اکبر اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ آپ کی شگفتہ حالی کا یہ عالم تھا، کہ آپ کے قول ترانہ تواجد نے قوالہ چرخ کو مقام غدی سے اس طرح چرخ بے خودی میں ڈال دیا، کہ وہ سفرات وحدت سے آگاہ ہوگیا۔ آپ ایسے شیفتہ کمال تھے، کہ آپ کے دائرہ جسم کا ہر بال راز پردہ کے لیے ساز گار ہے۔ اس نے اس طرح سر اٹھایا تھا، کہ آپ کی توصیف کو قلم بند کرنے میں قلم کا خشک ریشہ دریا کے مانند تر زبان ہے۔ قانون اس وادی پناہ میں قیامت کے دن لشکر چشتیاں کی مغفرت کا پرچم ہے اور یوم بعث و نشر میں جنتیوں کی جماعت کے سردار ہیں۔

اپنے ملفوظات میں سلطان المشائخ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ کے والد سید احمد بن علی ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ سید علی اور نانا خواجہ سید عرب ہیں۔ یہ دونوں بزرگ بخارا سے لاہور آئے، وہاں سے بدایوں آکر سکونت گزیں ہوئے۔ خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر بی بی زلیخا کا نکاح جو عارفہ کاملہ تھیں، (جن کے حالات لجہ نسا میں بیان ہوں گے) خواجہ احمد کے ساتھ کردیا۔ اس متبرک جوڑے سے حق تعالیٰ نے سلطان المشائخ کو وجود بخشا۔ صاحب نفحات الانس لکھتے ہیں، کہ سلطان المشائخ کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید سے ملتا ہے۔

خواجہ احمد نے اپنی دیانت اور تفقہ کی بنیاد پر بادشاہ دہلی سے شہر بدایوں کی قضا کا منصب حاصل کیا، جب آپ کا وصال ہوا، بدایوں میں مدفون ہوئے۔

والد بزرگوار کی وفات کے بعد سلطان المشائخ دہلی آئے اور مرحلہ تحصیل علم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ سلطان المشائخ حضرت شیخ فریدالدین کے ملفوظ راحۃ القلوب میں لکھتے ہیں، چہارشنبہ کے دن ۱۰ رجب ۶۵۵ھ کو سید العابدین شیخ فرید گنج شکر کی بیعت سے میں مشرف ہوا، اس وقت جو کلاہ چار ترکی سر پر پہنے ہوئے تھے، میرے سر پر رکھی، خرقہ خاص اور نعلین چوبی (کھڑاؤں) عطا فرمائی، پھر ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جب دوسری بار تم اجودھن آؤ گے تو ہندوستان کی سجادہ نشینی تمہیں عطا کروں گا۔

ابھی تم راستہ ہی میں تھے، کہ مجھے ندا دی گئی، کہ آگاہ ہو جاؤ، نظام الدین بدایونی آرہا ہے، یہ ولایت خانوادہ چشت اسے عطا کردو۔

مرآۃ الاسرار میں لکھا ہوا ہے کہ شیخ فرید گنج شکر کا یہ دستور تھا، جس خلیفہ کو جس مقام ولایت کی سند خلافت عطا کرتے، اسے حکم دیتے، کہ ہانسی جاکر یہ سند شیخ جمال الدین ہانسوی کو دکھا دینا اور شیخ جمال کی اجازت سے اس مقام ولایت کا سفر کرنا، جب شیخ علی صابر کو دہلی کا خلافت نامہ بابا فرید گنج شکر نے عطا فرمایا، تو حضرت علی صابر بابا فرید کے حکم کے مطابق اجودھن سے شیخ جمال کے پاس ہانسی اس وقت آئے، جب کہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور ابھی چراغ

نہیں جلاتھا، آپ نے اپنا خلافت نامہ شیخ جمال الدین کی خدمت میں پیش کیا، شیخ جمال چراغ آنے کا انتظار کرنے لگے، شیخ علی صابر نے اپنی انگلی پر پھونک ماری، انگلی چراغ کی بتی کی طرح روشن ہوگئی، شیخ جمال نے فرمایا، دہلی کی خلافت ایسے جلد باز اور خشم ناک شخص کے لائق نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے خلافت نامہ کو پھاڑ دیا، شیخ علی صابر نے خلافت نامے کے پرزے اٹھائے اور اجودھن جاکر شیخ فرید کی خدمت میں پیش کردیے، حضرت شیخ کبیر بابا فرید نے فرمایا، جمال الدین نے جس چیز کو پھاڑ دیا، اسے جوڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ آپ کلیر چلے جایئے، کلیر کے واقعات حضرت صابر کلیری کے حالات میں تحریر کیے جائیں گے۔ پھر دہلی کی خلافت دستاویز شیخ نظام الدین اولیا کے لیے تحریر کر کے فرمایا، کہ یہ خلافت نامہ شیخ جمال کو دکھادینا، اگر وہ اجازت دیں، تو دہلی چلے جانا۔ جب سلطان المشائخ ہانسی کے قریب پہنچے، دل میں خیال آیا، بادشاہوں کی خدمت میں نذرانے کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، جنگل سے تھوڑی سی سوکھی لکڑیاں جمع کیں اور خشک تالاب سے چند ڈھیلے چنے اور انہیں اپنے رخساروں پر رگڑ کر صاف کیا جنہیں ایک کپڑے میں باندھ کر شیخ جمال کی خدمت میں پیش کیے۔ معانقہ کے بعد یہ چیزیں سامنے رکھیں اور التماس کیا، میں نے حضرت کے استنجا کے لیے یہ ڈھیلے اپنے رخساروں پر رگڑ کر صاف کیے ہیں اور جنگل سے یہ لکڑیاں آپ کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لیے لایا ہوں۔ یہ باتیں سننے کے بعد شیخ جمال پر گریہ طاری ہوگیا، خادمہ سے کہا، ان ڈھیلوں کو اپنی مخدومہ کے پاس لے جاؤ، اور ان سے کہو کہ یہ ڈھیلے محبوب الٰہی کے رخساروں سے مس ہوئے ہیں، ان ڈھیلوں پر ''قل'' پڑھ کر لوگ میری قبر میں رکھیں گے اور ان لکڑیوں سے میری لاش کو غسل دینے کے لیے پانی گرم کریں گے پھر خلافت نامہ پر دستخط ثبت کیا۔

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس — کہ گوہر سپارد بگوہر شناس

اس کے بعد سلطان المشائخ دہلی آئے، ارشاد و ہدایت کی مسند آراستہ کی اور دنیا و خلائق کے ساتھ اعانت و امداد اور خلق کے ساتھ تواضع اور تفقد کا معاملہ جاری فرمایا۔ آپ کے بلند مراتب کے احوال اس سے بڑھ کر کیا ہوں گے۔

شیخ ابوبکر طوسی حیدری قلندر جن کا ذکر اس کتاب کے لیے متفرقات میں آئے گا، ایک محتاج نے آپ سے کچھ نقد رقم کا مطالبہ کسی کار خیر کے لیے کیا، آپ نے فرمایا، میرا یہ رقعہ شیخ نظام الدین کے پاس لے جاؤ، وہ کسی مالدار سے تمہیں مطلوبہ رقم دلادیں گے۔ جب وہ محتاج رقعہ لے کر سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا، آپ اپنے حجرے کا دروازہ بند کیے ہوئے تھے۔ خادم نے ابوبکر طوسی کا رقعہ خدمت میں پیش کیا، فرمایا، حامل رقعہ سے کہہ دو کہ وہ صبح کے وقت آئے گا، جب وہ محتاج صبح کے وقت حاضر ہوا، آپ نے حجرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر دینار کی تھیلی اسے عطا کردی محتاج نے شیخ المشائخ کے ہاتھ کو حنابستہ اور زیور سے آراستہ دیکھا، اس نے سمجھا کہ یہ کسی عورت کا ہاتھ ہے۔

شکریہ ادا کرنے کے لیے جب شیخ ابوبکر طوسی کے پاس آیا، اس نے شیخ المشائخ کے ہاتھ کی زیب و زینت کا حال بیان کیا۔ ابوبکر نے سرد آہ کھینچی اور کہا، ہندوستان کے اندر ایک مدت سے محبوب الٰہی کے نازل ہونے کی خبر مشہور تھی، مجھ جیسا فقیر بھی امیدوار تھا لیکن یہ خلعت شیخ نظام الدین کو عطا ہوا اور انہیں بارگاہ الٰہی سے سلطان المشائخ کا خطاب عطا ہوا۔

آپ کے خوارق عادات بے اندازہ اور بے شمار ہیں۔ جو تصوف کی تمام کتابوں میں مرقوم ہیں، یہاں ان کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔
چالیس دن حیرت واستغراق میں رہے۔ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ بروز چہارشنبہ طلوع آفتاب کے بعد آپ کا وصال ہوا، مزار مقدس دہلی میں قبلہ حاجات ہے۔ مشائخ کا طریقہ ہے کہ پیرو مرشد کا عصا اور دیگر تبرکات فرزند صالح کو دیتے ہیں یا قبر میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ سلطان المشائخ شادی شدہ نہ تھے۔ اس لیے کوئی فرزند نہ تھا، چنانچہ پیرو مرشد کے تمام تبرکات کو قبر میں ساتھ لے گئے۔

موج :۔ احوال سید کمال الدین احمد و سید حسین و سید خاموش رضی اللہ عنہم

نقش مثلث محبت ودود، مرکز مثلث اسرار معبود، موالد ثلاثہ عالم کمال، شوق الثلٰثہ ولولہ اشواق وصال، فرزندان رسول، عطا پاش خطاپوش، سید کمال الدین احمد و سید حسین و سید خاموش رضی اللہ عنہم:
یہ تینوں حضرات پیر سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں اور سلطان المشائخ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں، پیر سید حسین تمام فضائل ومحامد کے جامع تھے۔ علم وطہارت، نظافت، ظرافت، عقل وفراست، حسن ونزاکت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ کے بہت لاڈلے مرید تھے۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک سلطان المشائخ کی نظر عنایت کے سائے میں پرورش پائی۔ سلطان المشائخ نے آپ کو منہ بولا بیٹا بنایا اور فرزندی کے شرف سے مالا مال کیا۔ یہ عظیم مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔
ملک کریم آپ کی تعریف میں لکھتے ہیں، دنیا میں آپ کی صفات ذات کے لیے یہ بات کافی نہیں؟ کہ شیخ المشائخ نے آپ کو فرزند کہا ....۲۱ رشعبان ۷۵۲ھ میں وفات پائی۔ سلطان المشائخ کی وفات کے ۲۷ رسال بعد تک زندہ رہے۔
میر سید کمال الدین احمد سلطان سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مریدوں میں تھے۔ سلطان محمد تغلق کی جانب سے منصب امارت پر فائز تھے۔ امارت کے باوجود اہل صفا صوفیا کے مشرب پر پوری طرح کاربند تھے۔ سخاوت وایثار میں بے مثال تھے۔ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔
میر سید خاموش علم وفضل، ایثار وبذل، طبع، اطعام طعام، خواص وعوام میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ شیخ المشائخ کے مرید خاص اور منظور نظر تھے۔ پیرو مرشد کے بعد سات سال تک زندہ رہے۔ ۷۳۲ھ میں وفات پائی۔
سید نور الدین مبارک ان بزرگوں کے چوتھے بھائی تھے، جن کے احوال شیخ قطب الدین بن خواجہ مودود چشتی کے خلفا کے ضمن میں اس کتاب کے اندر بیان کیے گئے ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ

واقف علوم سبحانی، محرم اسرار پنہانی، کوہ حلم وحیا، مقتدائے وقت حضرت خواجہ یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب سیر الاولیا نے سلطان المشائخ کے دس منتخب خلفا کی جماعت کا آپ کو سردار بتایا ہے، یہ دس خلفا حضور صلی اللہ علیہ کے اصحاب عشرہ مبشرہ کی طرح ہیں۔ آپ عشق ومحبت، وجد وسماع میں اپنے دوستوں کے درمیان اعلیٰ وممتاز تھے۔ ظاہری علم میں آپ کا پایہ اتنا اونچا تھا، کہ تمام علما دہلی آپ کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ بلند ہمتی کی انتہا یہ تھی کہ تمام خواہشوں سے کنارہ کش ہو کر مردانہ وار طریقت وتصوف کی دنیا میں داخل ہوئے۔ ابتدا حال سے لے کر انتہا تک سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے، پیر ومرشد کی پیروی میں شادی نہیں کی۔ اہل وعیال سے دور رہے اور مردانہ وار زندگی بسر کرتے رہے۔

سلطان المشائخ کے عرس میں قوال شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھ رہا تھے۔

غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گویم دوائے دل دردمند از کہ جویم

شیخ پر اس شعر سے وجد وحال کی ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ چند دنوں بعد اسی حال میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ پیر ومرشد کے روضہ کے جوار میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ

معدن عشق وصفا، کان صدق ووفا، بسا ئر وصف مصور، قطب ولایت حضرت شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین بن شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ:

مشائخ کبار کے درمیان تمام فضائل ومحامد میں مشہور تھے۔ علم وعقل، عشق وسماع میں بے نظیر تھے۔ سلطان المشائخ کے دس نامور خلفا کی فہرست میں آپ تیسرے نمبر پر ہیں۔ ابتدائے سلوک سے انتہا تک سلطان المشائخ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ سلطان المشائخ نے آپ اور شیخ نصیر الدین محمود کو ایک ہی دن خلافت عطا کی اور فرمایا، تم دونوں بھائی عہد حال کے لیے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاؤ اور ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرو۔

بیان کیا جاتا ہے، شہر ہانسی میں ایک ہی مقبرہ کے اندر چار قطب مدفون ہیں۔ (۱) شیخ جمال الدین (۲) شیخ احمد (۳) شیخ برہان الدین (۴) شیخ قطب الدین منور۔ شیخ نے عمر عزیز آباواجداد کے گوشے میں خداوند تعالیٰ کی محبت وعبادت میں مصروف رہ کر آخر عمر تک حسن وخوبی کے ساتھ گزار دی۔ سلطان محمد بن تغلق کی ملازمت قبول نہ کی، توکل وقناعت کی زندگی اختیار کی۔ سماع میں حد درجہ غلو رکھتے۔ جب پیر کا نام سنتے رونے لگتے۔ میں نے ان کے حالات بلند وکمالات ارجمند کتابوں میں لکھے ہوئے دیکھے ہیں، جن کو اس مختصر میں بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ عمر کے آخری ایام میں اپنے فرزند شیخ نور الدین کو اپنا جانشیں بنایا، آپ کے ایک مرید جمال الدین تھے، جنہیں عمدہ نصیحتیں فرمائیں اور عالم ظاہر سے پردہ فرما گئے۔

موج :۔ احوال حضرت سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ

مسرور بہ تنہائی، محظوظ بعالم یکتائی، بری از قیل وقال اغیار، حضرت سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نیکان روزگار، مست شراب بے خمار، مرید صاحب راز ملا قطب الدین منور، جن کا مزار نارنول کے پہاڑ میں ہے، آپ بہت بڑے صاحب کمال اور عالی احوال تھے، اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ تھے، صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں، اپنے کام کو مجاہدہ کی بدولت اس مقام تک پہنچادیا تھا، کہ دام ودد (درندے) آپ کے مطیع فرمان ہوگئے تھے۔ جب آپ نے پیرومرشد کی زیارت کے لیے ہانسی جانے کا ارادہ کیا، جنگل سے ایک شیر پکڑا، اس پر سوار ہوکر چل دیے، ایک دن حالت سکر میں شیر پر سوار ہاتھ میں سانپ کا کوڑا لیے ہوئے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے، پیرومرشد اس وقت ایک دیوار پر بیٹھے تھے، شیر سوار مرید کو ملاحظہ فرما کر کہا، اے سید! حیوانات اور موذیات جاندار ہیں، مردان حق مٹی اور جمادات کو بھی چلادیتے ہیں، فوراً وہ دیوار جس پر ملا قطب الدین بیٹھے تھے چلنے لگی۔

سید تاج الدین کا مزار نارنول میں ہے، آپ کے ایک فرزند تھے، جن کو شیخ ابدال کہتے ہی، وہ تارک الدنیا تھے۔ اقتصار کی بنا پر دنیا سے الگ رہ کر مشغول بحق رہتے۔ آپ کے دروازے پر ایک پتھر تھا، اس پر لکڑی کا ایک پیالہ رکھا تھا، آنے جانے والے لوگ کچھ چیزیں اس میں ڈال دیتے تھے، وہی آپ کی خوراک ہوتی، اس پیالے میں خوراک سے زیادہ چیزیں جمع نہ ہوتیں، شیخ احمد مجد کے والد قاضی مجدان کی اولاد سے ہیں، ان کا تذکرہ اسی لجہ میں اپنے مقام پر آئے گا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

متوکل مقیم، مقام توحید، مجاہد میدان تجرید، مجسم شکل روحانی، فردوقت حضرت شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ آپ زہد وورع اور عشق وسماع میں ممتاز تھے۔ علم ظاہر وباطن میں پورا کمال رکھتے تھے۔ علم ظاہر کا حال یہ تھا، کہ علم فقہ میں ہدایہ کی دونوں جلدیں، بزدوی اور تصوف میں کتاب قوت القلوب اور احیاء العلوم زبانی یاد تھیں۔ ترک وتجرید میں بے نظیر وقت تھے۔ آپ کا طریقہ سلف کا طریقہ اور آپ کا معاملہ صحابہ کا معاملہ تھا۔ سلطان المشائخ کے دس مشہور خلفا میں چوتھے خلیفہ ہیں، قدم تفرید سے بہت سفر کیا، ایک بار خانہ کعبہ کی زیارت کر کے دہلی پہنچے اور شیخ المشائخ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا، محبوب الٰہی نے ارشاد فرمایا، بندگان حق کعبہ کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں، اسی ضمن میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں، ان کی زیارت طفیلی ہوتی ہے، مناسب یہ ہے کہ زیارت رسول کی نیت علاحدہ ہو، شیخ حسام الدین نے شیخ المشائخ کے اشارے کو اپنی ذات پر محمول کیا، فوراً ہی مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے واپس لوٹے، آپ کی اولوالعزمی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، آپ بہت بڑے صاحب بزرگ ہیں، اس مختصر میں تفصیلی حالات کی گنجائش نہیں۔ آپ گجرات کے اندر ولایت وکرامت میں مشہور ہیں۔

۸ رذی قعدہ ۷۳۶ھ میں رحمت حق سے جاملے۔ آپ کا مزار سرزمین گجرات میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

عالم علوم لایزالی، ممتاز بکمالات عالی، فخر ترک وآزادی، مرد کامل حضرت شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ تمام انسانی فضائل سے موصوف تھے۔ سلطان المشائخ کے دسوں خلفا کے درمیان علم وحکمت، سخاوت وشجاعت، عشق وسماع، تجرید وتفرید میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور رسم مشیخت وپیشوائی میں دوسرے اسباب دنیاوی مثلاً زن وفرزند کی طرف ہرگز مائل نہیں تھے۔ مجرد زندگی بسر کی۔

ابتدا میں کثرت علم کے غرور کی وجہ سے حضرت سلطان المشائخ سے نفرت کرتے، لیکن پہلی ہی ملاقات میں ایسے معتقد ہوئے کہ خرقہ خلافت کی درخواست پیش کی۔ حضرت نے عطائے خرقہ کو دوسری ملاقات پر موقوف کیا۔ آپ نے عرض کی، دوسری ملاقات تک زندہ نہ رہوں گا، حضرت نے خرقہ عطا فرمایا۔ آپ نے تمام مقاصد حیات کو ترک کیا اور غیاث پور میں گوشہ نشیں ہوگئے۔ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد اجمیر شریف گئے، بہت سیر وسیاحت کی، جا بجا ریاضت ومجاہدہ کیا، بالآخر حرمین شریفین پہنچے، وہاں سے بغداد آئے اور علم حدیث میں بغداد کے علما پر غالب رہے۔ پھر ہندوستان کے ارادے سے جہاز پر بیٹھے، جہاز میں بہت زیادہ سامان لدا ہوا تھا، جس کی وجہ سے جہاز سمندر میں ڈوب گیا۔ دوسرے مسافروں کے ساتھ آپ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ کلام معبود، عارف رموزات محمود، غالب بر نفس بضرب سیلی، مقتدائے قوم حضرت شیخ علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہ:

تمام انسانی فضائل سے آراستہ تھے۔ سلطان المشائخ کے دسوں خلفا میں آپ ہی سب سے زیادہ سلوک وتصوف میں کلام کرتے۔ غوامض واسرار طریقت حل کرنے میں کوئی آپ کا نظیر نہ تھا۔ خطہ اودھ کے شیخ الاسلام مولانا فریدالدین شافعی کی مجلس میں آپ "کشاف" کے قاری تھے۔ جب سلطان المشائخ کے مرید ہوئے، تمام علمی وفنی قیل وقال سے الگ ہوگئے، راہ سلوک ومعرفت اختیار کی، اجازت وخلافت حاصل کی، لیکن کسی کو مرید نہ بناتے اور فرماتے بھائی میں اس کام کے لائق نہیں ہوں، آپ کے کمالات بہت ہیں، جنہیں سیر الاولیا میں دیکھنا چاہیے۔

چند روز بیماری کی زحمت اٹھا کر ملاء اعلیٰ کی طرف سفر کیا۔ پیر بے نظیر سلطان المشائخ کے حظیرے میں دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ

مبتلائے محبت فراق، واصل مطلوب از مشقت وفاق، مقرب قرب حضرت قریب، قطب ولایت حضرت شاہ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ:

ذوق وسماع، عشق ومحبت، ولایت وحقیقت کے جملہ فضائل میں حضرت سلطان المشائخ کے تمام اصحاب میں ممتاز تھے۔ سیر الاولیا میں منقول ہے کہ آپ سلطان المشائخ کے اکثر مریدوں سے بیعت وارادت میں اولیت رکھتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے جب حضرت فریدالدین گنج شکر سے نعمت خلافت پائی اور دہلی تشریف لائے۔ شیخ برہان الدین غریب اور شیخ حسام الدین ملتانی دونوں دوست تھے، شیخ برہان الدین غریب مرشد کی خدمت میں عجیب وغریب

اعتقاد رکھتے تھے، پوری زندگی غیاث پور کی طرف پشت (پیٹھ) نہ کی، یہ بات یاران اعلیٰ سے ظہور میں نہ آئی۔
خوش طبعان وقت امیر خسرو، امیر حسن اور دوسرے عزیز لطافت طبع کے باعث آپ کی محبت میں اسیر تھے، اکثر اوقات آپ کی خدمت میں رہتے۔ دلدادگان محبت کے لیے عمدہ مرہم اور درد عشق کے دردمندوں کے لیے شفا بخش دوا تھے۔ شیخ برہان سماع ورقص میں بہت مبالغہ کرتے، محفل سماع کے اندر اپنے دوستوں کے ساتھ وجد ورقص کا انداز ہی جدا گانہ ہوتا۔ میر سید محمد کرمانی آپ کی تعریف میں لکھتے ہیں

حبیب اللہ فی الدنیا غریب
غریب است ایں محبت بدنیا

شیخ برہان الدین غریب دیوگیر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں بہت مشہور ہوئے اور وہیں رحمت حق سے جا ملے۔ آپ کا مزار دیوگیر دولت آباد میں قبلہ حاجات خلائق ہے۔ وہ دیار آپ کے تصرف ولایت میں ہے۔ شہر برہان پور آپ ہی کے نام پر آباد ہوا ہے۔

آپ کے بڑے بھائی قاضی منتخب جو گنج شکر کے مریدوں میں تھے اور اس علاقہ کے لوگ آپ کو زرزری زربخش کے نام سے یاد کرتے ہیں، وہ بھی شیخ برہان الدین غریب کے مزار مقدس کے جوار میں آسودہ خواب ہیں۔

سلطان المشائخ کی وفات کے بعد چند سال زندہ رہے اور ایک جہان کو فیض وہدایت بخشا، اکثر لوگ آپ کی حسن تربیت سے بلند مرتبہ تک پہنچے، ان لوگوں میں سے ایک بزرگ شیخ زین الدین تھے، جو آپ کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور انہیں کے ذریعہ مولانا برہان الدین غریب کا سلسلہ دکن میں پھیلا۔

شیخ زین الدین کے ایک مرید میر حسین تھے، انہوں نے اپنے شیخ کے ملفوظات کو تحریر کیا، اس مجموعے میں بڑی عمدہ باتیں مذکور ہیں۔

شیخ رکن حماد مصنف کتاب شمائل الاتقیا بھی شیخ برہان الدین غریب کے مرید ہیں۔ ۱۲ر صفر ۷۳۲ھ میں شیخ برہان الدین غریب نے وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مانوس عالم ملکوت، خصوص حقائق لاہوت، واقف اسرار سبحانی، حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:
بعض ارباب سیر آپ کو یوسف کلوکھری وچندیری لکھتے ہیں، انہوں نے سلطان المشائخ کے حکم سے قصبہ چندیری میں سکونت اختیار کی، آپ سلطان المشائخ کے خلفاء عشرہ میں سے پہلے مرید ہیں، زہد وعبادت، درد عشق ومحبت میں بے نظیر تھے، آپ کے مناقب وفضائل حد تحریر سے زیادہ ہیں، مولانا برہان الدین غریب آپ ہی کے ذریعہ سلطان المشائخ سے ملے۔

ایک بار آپ سرائے دھارے سے جو دہلی سے سات کوس کی دوری پر ہے، سلطان المشائخ کی ملازمت کے ارادے سے روانہ ہوئے، چند ہی قدم چلے تھے، دل میں خیال آیا، کہ پیر ومرشد کی خدمت میں سر کے بل چلنا چاہیے، چنانچہ کلابازی کرتے ہوئے چلنے کا ارادہ کیا، تیسری ہی کلابازی میں خود کو پیر کے آستانے پر پایا۔

ایک بار چندیری سے مرشد کی زیارت وملازمت کے لیے دہلی جانے کے لیے باہر آئے، دل میں خیال پیدا ہوا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں قدم رکھتے ہی مرشد کی خدمت میں پہنچ جاؤں، چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کو قوت پرواز عطا کی، اڑ کر اسی وقت مرشد کے جمال زیبا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کے آستانے پر بیمار پڑے، حضرت تشریف لائے اور صحت کی دعا فرمائی، آپ صحت یاب ہو گئے، آپ کے کمالات بہت بلند ہیں، ان کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے، جب وفات ہوئی چندیری میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ شہاب الدین امام رحمۃ اللہ علیہ

بری از علائق، مقتدائے خلائق، عارف عالی مقام، مقتدائے قوم حضرت شیخ شہاب الدین امام رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سلطان المشائخ کے مرید وخلیفہ اور جماعت پنجگانہ کے امام تھے۔ دل پسند حال، عمدہ اخلاق اور ہمت بلند رکھتے تھے۔ آپ اہل تصوف کے تمام اوصاف سے آراستہ تھے۔ ذوق وسماع سے حظ وافر پایا تھا۔ صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں، جب آپ سلطان المشائخ کی بیعت سے مشرف ہوئے، تو حکم ہوا، کہ خواجہ نوح کو تعلیم دو، یہ خواجہ نوح اور آپ کے بڑے بھائی خواجہ ہارون دونوں عزیز حضرت سلطان المشائخ کے بھانجے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ ان دونوں بھانجوں کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے، الغرض شیخ شہاب الدین امام سلطان المشائخ کے لیے وضو کا پانی مہیا کرتے رہے، رفتہ رفتہ مرتبہ کمال کو پہنچے، آپ فن قرأت سے بخوبی واقف تھے، لہذا امامت کے خواہش مند تھے، لیکن امامت میسر نہ آئی، کیوں کہ سلطان المشائخ کی امامت نماز کے لیے حضرت فرید گنج شکر کے نواسے محمد بن شیخ فخر الدین اسحاق مقرر تھے۔ یہ عجیب اتفاق تھا، کہ جب محمد کہیں چلے جاتے، ان کے چھوٹے بھائی خواجہ موسیٰ امامت کرتے، چنانچہ سیر الاولیا میں شیخ محمد وشیخ موسیٰ کی بزرگی کے احوال تفصیل کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں، یہ دونوں بھائی بہت بڑے بزرگ تھے، یہ دونوں حضرت گنج شکر کی زیارت کے لیے اجودھن گئے، سلطان المشائخ کے خادم خواجہ اقبال بہت بڑے مصاحب ومصلح اور کوشش کرنے والے خلیفہ تھے۔ انہوں نے شیخ کو سلطان المشائخ کی امامت کے درجے پر پہنچا دیا۔ حضرت محبوب الٰہی آپ کی قرأت سے بہت خوش ہوئے اور امامت کا مصلیٰ تفویض فرمایا، جب آپ کی وفات ہوئی، دہلی میں دفن کیے گئے۔

آپ کے فرزند رکن الدین جانشین ہوئے، اور مسند ہدایت کو زینت بخشی، آپ کے کمالات عالیہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خواجہ مسعود بک شہباز نے آپ کے دام ارادت میں پرورش پائی اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اخی سراج اور شیخ نصیر الدین محمود کے حالات جو خلفاء عشرہ میں باقی رہ گئے ہیں، وہ اپنے متابعین کے سرغنا ہیں، اس لیے ان کا تذکرہ علاحدہ کیا جائے گا۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ مسعود بکؒ رحمۃ اللہ علیہ

جام نوش مے ناب محبت، سرباز وادی درد مودت، سرخیل عشق بازاں بے شک، بے باک جہاں حضرت شیخ مسعود بک رحمۃ اللہ علیہ:

تصوف وسلوک میں آپ کی شان عالی اور حال انتہائی بلند ہے، اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق لکھتے ہیں، کہ آپ کا اصلی نام شیر خاں ہے۔ بادشاہ دہلی فیروز شاہ تغلق کے رشتہ دار تھے۔ ناز ونعمت میں زندگی بسر کی، جب مواہب الہیہ ان کی جانب متوجہ ہوئیں، درویشوں کی خدمت وملازمت اختیار کی۔ شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین امام کے مرید ہوگئے۔ پیرومرشد کے فیض تربیت سے کچھ دنوں میں تکمیل وارشاد کے مرتبہ پر فائز ہوگئے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت ساری کتابیں ہیں، سکر کی حالت میں رہتے، مشائخ چشتیہ میں کسی شیخ نے حقائق کے بیان میں اتنی واضح گفتگو نہیں کی، عین القضات کی کتاب "تمہید" کے مطابق آپ نے بھی کتاب التمہید تحریر فرمائی، جس میں بہت زیادہ صوفیانہ حقائق ودقائق بیان فرمائے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے حکم سے دیوان اشعار تصنیف کیا، آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں، بالآخر جذب وکیف کی حالت طاری ہوئی، تو حقیقت الہیہ کے اسرار ورموز علانیہ بیان کرنے شروع کیے۔ فیروز شاہ تغلق کے آخری دور حکومت میں علمائے ظاہر نے آپ کو فیروز آباد کے قلعہ کے نیچے دریا جمنا کے کنارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں ڈال دیا، مریدوں اور معتقدوں نے دریا میں جال ڈالے کہ جسم کے تمام ٹکڑوں کو جمع کر کے دفن کر دیں، لیکن انہیں جسم کا کوئی ٹکڑا ہاتھ نہ آیا، ان حضرات نے تشویش وتردد کے بعد دیکھا، کہ کلوکھری میں دریائے جمنا کے کنارے حضرت سلطان المشائخ کے حجرہ خاص کے نیچے جسم کے تمام ٹکڑے جمع ہوکر ان کی اصلی ہیئت میں مجسم ہوگئے ہیں، چنانچہ جسد خاکی کو ان کے پیر کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے چالیس مریدین علیہم الرحمہ

اربعین وصل یار، چہل کاف کمال اسرار، چہل مرتبہ حفاظت مودت، چہل عدد میم محبت، چہل تن انتظام سلسلہ نظام، چہل مقام اسرار وحدت انجام، چہل اسمائے صفات حقیقت، چہل حدیث گفتگوئے معرفت، چہل صباح خلقت جوہر آدمیت، چہل داو ولایت امن وامنیت، چہل ستون بہشت بریں، چہل یاران سلطان المشائخ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب سیر الاولیا تحریر فرماتے ہیں، ان کے فضائل ومناقب وکرامات سلطان المشائخ کے بعض یاران طریقت کے مثل ہیں، یہ حضرات سلطان المشائخ کی ارادت سے مشرف ہوئے تھے، لیکن خلافت کی دولت سے بہرہ مند نہ ہوئے تھے، لیکن سلطان المشائخ کی شفقت وقرب سے مشرف تھے۔ ان تمام بزرگوں کے حالات جدا جدا تفصیل کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں، اس مختصر میں ان تمام حضرات کے مفصل تذکرے کی گنجائش نہیں۔ سیر الاولیا سے ان بزرگوں کے منتخب حالات اجمالاً بطور تبرک تحریر کیے جاتے ہیں۔ دو تین اشخاص کے تذکرے کو بعد میں الگ لکھا جائے گا۔ واللہ ولی التوفیق

اول : خواجہ ابوبکر ماندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید ہیں، جو علم اور زہد وتقوی سے آراستہ تھے، صورت وسیرت میں بزرگان سلف کا نمونہ تھے اور قرب ومصاحبت میں محبوب الٰہی کے مخصوص تھے۔ حضرت کو بھی شیخ فرید الدین گنج شکر سے خلافت حاصل نہیں ہوئی تھی، کہ آپ نے عرض کیا تھا، میں آپ کی خدمت میں ہدیہ ارادت پیش کرتا ہوں۔ جب سلطان المشائخ نعمت خلافت سے بہرہ ور ہوکر دہلی پہنچے، میر سید محمد کرمانی جو سیر الاولیا کے مصنف کے دادا تھے، وہ گنج شکر کے مرید تھے، انہوں نے خواجہ ابوبکر کو ان کا عہد یاد دلایا اور کہا، کہ اپنا وعدہ پورا کرو، انہوں نے جواباً فرمایا، کہ میں دلیل چاہتا ہوں، اتفاقاً سلطان المشائخ، قطب الاسلام بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے واپس لوٹ رہے تھے، جب شہر دہلی کے بڑے دروازے میں داخل ہوئے، خواجہ ابوبکر نے ایک نور دیکھا، جس کی شعاعیں آسمان کی طرف جاری ہیں، یہ کیفیت دیکھتے ہی اپنا سر سلطان المشائخ کے قدموں میں رکھ دیا اور بیعت کی درخواست کی، سلطان المشائخ مسکرائے، فرمایا، تم برہان کے منتظر تھے؟ آپ نے عرض کیا، میں نے برہان کا مشاہدہ کرلیا، انشاءاللہ انہیں اپنے دست حق پرست پر بیعت کرلیا اور اپنی مقدس ٹوپی آپ کے سر پر رکھ دی۔

خواجہ ابوبکر ماندوی بہت صاحب برکت ولی تھے۔ آپ کا مزار حظیرہ سلطان المشائخ میں یاران اعلیٰ کے چبوترے کے درمیان واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

دوم : قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں خواجہ قاضی محی الدین کاشانی بھی ہیں، جو وفور علم، حلم، زہد وتقوی میں یاران اعلیٰ کے درمیان مشہور تھے۔ یہ بزرگ خانوادہ علم وکرامت حضرت قاضی قطب الدین کاشانی کی اولاد سے ہیں۔ آپ شہر دہلی کے معلم واستاذ تھے۔ متعدد فضائل دولت کے علاوہ سلطان المشائخ کی ارادت وعقیدت کا فضل بھی ہے، جو تمام سعادتوں سے بہتر ہے۔ آپ محبوب الٰہی کے مرید خاص تھے اور مرشد کی نگاہ میں بہت عزیز تھے۔ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو محبوب الٰہی کھڑے ہوکر استقبال کرتے اور یہ اعزاز یاران اعلیٰ میں سے کم ہی لوگوں کو حاصل تھا۔ آپ کے آجانے سے مجلس دراز ہوجاتی، مشکلات علمی کا حل اہل طریقت کی حکایتیں، رموز عشق، سوالات وجوابات اور بہت زیادہ لطائف بیان ہوتے۔

آپ نے ابتدائے ارادت میں ہی دنیاوی علائق سے علاحدگی اختیار کرلی تھی، مثال وادراک جو دانش مندوں کا سرمایہ ہے، آپ نے سلطان المشائخ سے درخواست کی، کہ مجھے خلافت وجانشینی عطا فرمائیں، بعض لوگوں نے قاضی صاحب کے احوال سلطان علاء الدین خلجی سے بیان کیے، سلطان نے کہا، اودھ کا منصب قضا جو قاضی محی الدین کاشانی کا موروثی منصب ہے، انعامات اور قریات کی معافی کے ساتھ انہیں تفویض کردیں، قاضی نے جب یہ بات سنی، سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات پیش کیے۔ سلطان نے

میری خواہش اور درخواست کے بغیر یہ منصب پیش کیا ہے، سلطان المشائخ یہ سنتے ہی رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا، یقیناً تمہارے دل میں عہدہ قضا کی خواہش پیدا ہوئی ہوگی، الغرض قاضی کی سیاہ بختی کے دن آ گئے۔ سلطان المشائخ ناراض رہنے لگے، بالآخر ایک سال بعد ان سے راضی ہوئے اور عفو تقصیر کے بعد بیعت کی تجدید فرمائی۔

آپ سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں جوار رحمت سے جاملے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سوم : مولانا وجیہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں مولانا وجیہ الدین پائلی بھی ہیں، زہد و تقویٰ، شدت مجاہدہ، ترک و تجرید میں اپنے زمانہ میں ممتاز تھے۔ خضر علیہ السلام سے مولانا کی مصاحبت تھی، خضر علیہ السلام کے اشارے پر سلطان المشائخ کی خدمت سے وابستہ ہوئے۔ ایک دن مولانا کی ملاقات مرد غیب سے ہوئی، مولانا کے دل میں انکار پیدا ہوا، اس شخص نے کہا، اگر کوئی مشکل ہو تو مجھ سے پوچھو، مولانا کے دل میں بہت سے علمی شبہات اور پیچیدگیاں تھیں، ہر ایک کا شافی جواب عنایت فرمایا، یہاں تک کہ قضا و قدر کے پیچیدہ مسائل بھی حل فرما دیے۔ اس کے بعد مرد غیب نے پوچھا، تم کس کے مرید ہو؟ مولانا نے عرض کیا، میں سلطان المشائخ کا مرید ہوں، پھر انہوں نے فرمایا، شیخ نظام الدین ہمارے قطب ہیں۔

ایک بار مولانا وجیہ الدین حضرت گنج شکر کی زیارت کے لیے اجودھن گئے، روضہ پاک سے آواز آئی، خوش آمدی ابوحنیفہ پائلی، یہ بزرگ اپنے پاس کبھی کوئی کتاب نہ رکھتے تھے، سبق پڑھنے کے وقت علما کے گرد زانوے ادب تہ کر کے بیٹھ جاتے اور بہرہ مند ہوتے۔

ایک دن سلطان المشائخ کی مجلس میں آپ کی جوتیاں گم ہو گئیں، حضرت نے از راہ مہربانی انہیں اپنی مبارک جوتیاں عنایت فرمائیں۔ مولانا نے اس عطیہ کو سعادت دارین سمجھا، ان مقدس جوتیوں کو سر پر رکھ کر دستار میں لپیٹ دیا اور ننگے پاؤں روانہ ہوئے، جب لوگوں نے اس واقعہ کی خبر سلطان المشائخ کو دی، ارشاد ہوا، وجیہ الدین سے کہہ دو، وہ خواجہ قطب الاسلام بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جائے، جب مولانا حضرت خواجہ بختیار کاکی کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں ان کی گم شدہ جوتیاں مل گئیں۔

آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں، بالآخر اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ قاضی کمال الدین صدر جہاں کے حظیرہ میں حوض کے کنارے مدفون ہوئے۔

چہارم : مولانا فخر الدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں مولانا فخر الدین مروزی بھی ہیں۔ آپ کمال ورع و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ قرآن حکیم کے حافظ تھے، سلطان المشائخ کے اولین مریدوں اور اصحاب میں تھے۔ عمر کے آخری ایام میں محبوب

الٰہی کے ساتھ غیاث پور میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ تقویٰ وطہارت میں بہت بلند تھے۔ ترک وتجرید آپ کا شیوہ تھا۔ قرآن حکیم کی کتابت کرتے اور مخلوقات کے میل جول سے دور رہ کر زندگی بسر کرتے، انتہائی عظمت وکرامت والے تھے۔ رجال الغیب سے آپ کی ملاقات تھی۔

آپ نے ایک بار سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا، ایک بار مجھ پر پیاس کا غلبہ تھا، میرے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا، کہ جس سے پانی مانگوں، غیب سے پانی سے بھرا ہوا کوزہ نمودار ہوا، میں نے اس کوزے کو توڑ دیا، پانی بہہ گیا، میں نے کہا، میں کرامت کی وجہ سے حاصل شدہ پانی ہرگز نہیں پیوں گا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا، تمہیں وہ پانی پی لینا چاہیے تھا، محبوب الٰہی فرماتے ہیں، ایک بار مجھے سر میں کنگھا کرنے کی ضرورت تھی، میرے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا، جو کنگھی لائے، اسی وقت دیوار پھٹی اور ایک کنگھا برآمد ہوا، میں نے اسے لے لیا اور کنگھا کیا۔

سلطان المشائخ نے اپنے قلم سے ایک رقعہ مولانا فخر الدین مروزی کو لکھا تھا، جس میں یہ بات تحریر تھی، اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان کا اہم مطلوب اور عازم مقصود رب العلمین کی محبت ہے، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) محبت ذات (۲) محبت صفات۔ محبت ذات مواہب الٰہیہ سے ہے، بندہ کسب وعمل سے اسے حاصل نہیں کر سکتا کیوں کہ جو چیز کسب سے تعلق رکھتی ہے، وہ اکتساب محبت کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ دوسری چیز ذکر ہے جو قلب کے تخلیہ کے ساتھ ہو اور اس کام کے لیے فراغت شرط ہے اور فراغت کے لیے چار چیزیں مانع ہیں، جو چیز مانع شرط ہے، وہ مانع شروط بھی ہے، خلق، دنیا، نفس، شیطان، دفع خلق کا طریقہ گوشہ نشینی ہے اور دفع دنیا کا طریقہ قناعت ہے اور نفس وشیطان کے دفع کا طریقہ ہر گھڑی حق سے التجا کرنا ہے۔

آپ کے روحانی کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان المشائخ نے اس مختصر گفتگو میں معرفت کے خزانے ان پر نچھاور کیے۔

جب مولانا فخر الدین مروزی نے انتقال کیا، سلطان المشائخ کے حظیرے میں یاران اعلیٰ کے چبوترے میں مدفون ہوئے۔

پنجم : مولانا فصیح الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مرید تھے، مولانا فصیح الدین جو انتہائی علم وتقویٰ سے آراستہ تھے، آپ اکثر یاران اعلیٰ میں بحیثیت ارادت مسند اولیت رکھتے ہیں، سلطان المشائخ کی مجلس میں اکثر وبیشتر علمی سوالات اور رموز وحقائق دریافت کرتے، محبوب الٰہی کے شافی جواب سے مستفیض ہوتے، آپ کی عقیدت وارادت کا سبب یہ ہوا کہ تحصیل علم کے ابتدائی دور میں قاضی محی الدین کاشانی اور مولانا فصیح الدین ایک ہی جگہ پر تھے، حسن اتفاق کہ فضل ربانی، جذبہ رحمانی نے مولانا فصیح الدین کو روحانیت کی جانب مائل کیا۔ ارادہ کیا، کہ راہ حق میں قدم رکھیں اور علم پر عمل پیرا ہوں، سلطان غیاث الدین بلبن کے صاحبزادے ملک باربک کے بچوں کی اتالیقی اپنے بال بچوں کی کفالت کی غرض سے کر رہے تھے، جذب الٰہی کا ذوق بڑھا اور اتالیقی کی ملازمت ترک کر دی اور بچوں کے نان ونفقہ کے لیے کرم الٰہی کے

امیدوار ہوگئے۔ ایک دن قاضی محی الدین کاشانی آپ کے گھر آئے، کہا، میں نے مشائخ کی کتاب سلوک کا مطالعہ کیا ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص جو کسی بزرگ سے وابستہ ہے اس کے جھنڈے کے نیچے رہے گا۔ پس مجھے بھی کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑنا چاہیے، اور آخرت میں کسی بزرگ کی شفاعت وحمایت میں رہنا چاہیے، ان دنوں شہر میں چند صاحب ارشاد وکرامت بزرگ تھے، یہ دونوں حضرات بیعت وارادت میں متردد ہوئے، کہ کس کے ہاتھ پر بیعت ہوں، چنانچہ یہ دونوں ایک سید کے پاس پہنچے، جو تجربہ کار شخص تھے اور بہت سے مشائخ کبار کی زیارت کی تھی، ان سے عرض کیا، کہ ہم کس شیخ کے مرید ہو جائیں؟ سید صاحب نے کہا، آج شہر دہلی میں حضرت گنج شکر کے خلیفہ شیخ نظام الدین ہیں، مشائخ کبار میں سب سے بہتر ہیں، جو وفور علم وتقوی اور عقل وعشق، درد وذوق سے آراستہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرید ہونے کی درخواست کی، محبوب الٰہی نے محی الدین کاشانی کو مرید کرلیا اور مولانا شیخ فصیح الدین کے بارے میں فرمایا، کہ میں حضرت گنج شکر سے پوچھ کر تمہیں حلقہ ارادت میں داخل کروں گا۔ مولانا فصیح الدین حیران ہوئے کہ بابا فرید اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں، حضرت بابا فرید سے کس طرح پوچھیں گے؟ سلطان المشائخ نے فرمایا، جو مشکل مجھے پیش آتی ہے، اسے حضرت گنج شکر سے پوچھ کر ہی عمل کرتا ہوں، الغرض دوسرے دن مولانا فصیح الدین سعادت بیعت سے مشرف ہوئے اور ظاہری وباطنی کمالات میں ممتاز ہوئے، سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ششم : مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں سے ہیں، آپ واصلان حق میں تھے، باطنی اشغال میں ہمہ تن مصروف رہتے، آپ کی مشغولیت بحق اس حد کو پہنچی ہوئی تھی، کہ سلطان المشائخ کی مجلس میں بھی اس قدر مشغول رہتے کہ انہیں اپنی ذات کی خبر نہ ہوتی۔ سلطان المشائخ کی زبان سے آپ کے بارے میں یہ ارشاد ہوا، مولانا جمال الدین کے لیے ایک ایسا وقت ہوتا ہے، کہ انہیں حق کے سوا کسی کی یاد باقی نہیں رہتی۔ یاران اعلیٰ میں سلطان المشائخ کا یہ کلمہ آپ کے بارے میں بیان ہوا، شیخ جمال الدین کے کمال باطنی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ جمال الدین بھی محبوب الٰہی کی ہی زندگی میں رحمت حق سے جاملے۔

ہفتم : مولانا جلال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں سے ہیں، ترک وتجرید میں مشہور تھے، ابتدا سے انتہا تک دنیا کو یک لخت چھوڑ دیا تھا، سلطان المشائخ کے اودھی یاران طریقت میں اولیت رکھتے تھے، تمام احباب کے نزدیک معظم ومکرم تھے، محبوب الٰہی کے اودھی یاران اعلیٰ نے طے کیا، کہ سلطان المشائخ سے تعلیم وتعلم اور علمی بحث ومباحثہ کی اجازت حاصل کرنی چاہیے، اگرچہ ان یاران اعلیٰ میں ہر ایک متبحر عالم تھا، لیکن انہوں نے سلطان المشائخ کے حکم سے علمی مباحثوں کو چھوڑ کر یاد حق کو اپنا شیوہ بنالیا تھا، لیکن ایک عمر علمی بحث وتکرار میں بسر ہوئی تھی، اسی بنا پر یہ داعیہ ان کے اندر

پیدا ہوا، چنانچہ ان حضرات نے مولانا جلال الدین کو آمادہ کیا، کہ وہ سلطان المشائخ سے علمی مباحثہ کی اجازت طلب کریں۔ جب تمام اصحاب مجلس محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے، مولانا جلال الدین نے عرضداشت پیش کرتے ہوئے کہا، اگر مخدوم معظم کا حکم ہو تو آپ کے احباب کبھی کبھی تفنن طبع کے طور پر علمی مباحثہ کر لیں؟ سلطان المشائخ نے سمجھ لیا، کہ یہ سوال تمام احباب کی جانب سے ہے، فرمایا، میں کیا کروں، میرا مقصد ان لوگوں سے کچھ اور ہی ہے؟ یہ لوگ پیاز کی طرح چھلکوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔

کچھ دنوں بعد فرشتہ صفت مولانا جلال الدین کو مرض لاحق ہوا، آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

ہشتم : خواجہ کریم سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مریدوں میں سے ہیں۔ مکارم اخلاق میں دنیا کے اندر اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کی طرح روحانیت سے آراستہ تھا، آپ فضائل اور علوم و معارف میں ممتاز تھے، طبیعت میں انتہائی لطافت، عقل میں کامل اور بے انتہا فہم و فراست کے مالک تھے، آپ کے والد خواجہ کمال الدین سمرقندی ملک خراسان کے وزیر تھے، کسی تقریب سے ہندوستان آئے اور بادشاہ ہندوستان کی مہربانیوں سے مخصوص ہوئے، سلطان ہند نے ملتان سے ہانسی تک مزید برآں دیپال پور واجودھن وغیرہ کی امارت آپ کے حوالہ کی، وہ حضرت گنج شکر کے مرید تھے، حضرت گنج شکر کے نواسے خواجہ محمد بن شیخ بدرالدین اسحاق کی دختر نیک اختر سلطان المشائخ کے حکم سے خواجہ کریم الدین کے حبالہ عقد میں آئیں، اس خاندان عالی کی نسبت قرابت کی بنا پر سلطان المشائخ خواجہ کریم الدین کے حق میں بہت توجہ فرماتے، لطافت طبع اور نظم دل پذیر، بلند ہمتی کے سبب اکثر و بیشتر علماء و دانشور آپ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ بالخصوص شیخ ضیاء الدین برنی، امیر خسرو اور امیر حسن کو آپ سے بڑی محبت تھی، سلطان المشائخ کے وصال کے بعد سلطان محمد تغلق کی درخواست پر سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور قسم قسم کے سلطانی انعامات سے نوازے گئے، یہاں تک کہ شیخ الاسلام کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور ملک ست گاؤں کی وزارت پر فائز ہوئے، اس دیار میں پہنچے اور یہاں کے مسلمانوں کے اہم امور و مقدمات کا اپنے کامل علم و عقل کی روشنی میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔

خواجہ کریم نہایت حسین و جمیل ہونے کے باوصف صلاح و تقوی کے زیور سے مزین تھے اور سلطان المشائخ کے خلعت خاص سے مشرف ہوئے، بالآخر ستگاؤں میں واصل بحق ہوئے، آپ کے مزار مقدس کی خاک آج بھی اس دیار کے لوگوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔

آپ کے دو فرزند تھے، ایک خواجہ احمد، دوسرے خواجہ نظام الدین، یہ دونوں بزرگ زادے اپنے بزرگوں کے راستے پر قائم تھے اور تمام انسانی کمالات اور جمال ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

نہم : قاضی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے پاک اعتقاد مرید ہیں، آپ کو قاضی شرف الدین فیروز بھی کہتے تھے، آپ دفور علم، زہد اور ترک

دنیا کی صفت سے آراستہ تھے، حافظ کلام ربانی، عاشق درگاہ سبحانی تھے، اگر کوئی شخص آپ کو دیکھتا، گمان کرتا کہ فرشتہ روئے زمین پر اتر پڑا ہے۔ گھر کے ضروری اسباب مثلاً غلہ، لکڑی وغیرہ اپنے ہاتھ ہی سے گھر میں لاتے، انہوں نے سلف صالحین کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

خوشم بدولت خواری و ملک تنہائی
کہ التفات کسے را بروز گار م نیست

اس فرشتہ صفت بزرگ کا لباس جامہ اور چادر تھا۔ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، جس مجلس میں مولانا حسام الدین ملتانی اور محبوب الٰہی کے یاران مقرب حاضر ہوتے، اس مجلس میں اکثر وبیشتر آپ ہی گفتگو فرماتے، بالآخر قاضی شرف الدین دیوگیر (دولت آباد) تشریف لے گئے اور وہیں دار البقا کی طرف کوچ کیا۔

دہم : مولانا بہاء الدین ادہمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید تھے۔ آپ کو دار الامانی کہتے ہیں، بہت بڑے عالم اور متقی تھے، اگرچہ علمانہ وقار کے ساتھ رہتے، لیکن صوفیا کے اوصاف سے متصف تھے، زہد کا یہ حال تھا، کہ روزانہ غسل فرماتے، آپ نے وطن قدیم ملتان کو چھوڑ کر سلطان المشائخ کی محبت میں دہلی کے اندر سکونت اختیار کی، یہاں تک کہ جہان فانی سے جہان باقی کی طرف رحلت کی۔

یازدہم : شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید تھے، کوسیمو کے باشندے تھے، آپ کو امیر داد بھی کہتے ہیں، حقیقتاً آپ سلطان علاء الدین خلجی کے امیر داد تھے۔ سلطان المشائخ سے رشتہ ارادت قائم ہونے کے بعد تمام دنیاوی علائق سے علاحدگی اختیار کرلی، تمام چیزوں سے الگ ہونے کے بعد قلب مصفی اور دل کش شکل وصورت کے مالک بن گئے۔ آپ اپنے مرشد کے جمال جہاں آرا کے مشتاق ہوگئے، حضرت سلطان المشائخ آپ کی طرف اس قدر التفات فرماتے کہ چند رقعے اپنے دست خاص سے لکھ کر آپ کو مرحمت فرماتے اور یاران اودھ مثلاً شیخ شمس الدین یحییٰ، شیخ نصیر الدین محمود، شیخ علاء الدین نیلی اور دوسرے اعزا جب سلطان المشائخ کی خدمت سے وطن کے لیے رخصت ہوتے، حکم ہوتا کہ جب کوسیمو پہنچو، شیخ مبارک کی زیارت کرو، اسی بات سے آپ کے روحانی کمال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، بہت بلند ہمت بزرگ تھے، جو شخص آپ کے گھر کھانا بھیجتا تو آپ عمدہ بیش بہا برتنوں میں قسم قسم کے کھانے بھیجتے اور تاکید فرماتے کہ اس خوان کو برتنوں کے ساتھ واپس نہ لائیں، نماز بڑے سکون وطمانیت کے ساتھ ادا فرماتے۔ عمر کے آخری ایام میں سخت بیمار پڑے اور عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ سلطان المشائخ کے روضہ اقدس کے پائنتی مدفون ہوئے۔

دوازدہم : خواجہ موید الدین رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید تھے، کڑہ کے رہنے والے تھے، آراستہ وفا وصفا، پیراستہ زہد وتقوی تھے،

ابتداء ملک زادہ معظم کے منتظم سلطنت تھے۔ جس زمانے میں سلطان علاء الدین سلطان جلال الدین خلجی کی جانب سے سرکار کنزہ کا حاکم تھا، خواجہ موید الدین نے اس کی خدمت میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے۔ جب سلطان المشائخ کی سعادت مریدی سے بہرہ مند ہوئے، تو تمام دنیاوی مقاصد کو ترک کر دیا اور محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضری کو اپنا شیوہ بنالیا۔ جس زمانے میں سلطان علاء الدین سلطنت دہلی کے تخت پر بیٹھا، خواجہ موید الدین کو یاد کیا، جب بادشاہ نے سنا کہ آپ نے دنیا چھوڑ دی ہے تو کسی شخص کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا اور یہ پیغام دیا، کہ مہربانی فرما کر خواجہ موید الدین کو ہمارے پاس بھیج دیں، تاکہ وہ امور سلطنت انجام دیں۔ محبوب الٰہی نے جواباً ارشاد فرمایا، اس نے تو دوسرا کام اختیار کرلیا ہے اور وہ اس کام میں مصروف ہے، جو صاحب شاہی پیغام لے کر آئے تھے، انہوں نے کہا، آپ تمام مریدوں کو اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا، اپنے جیسا کیا خود سے بہتر بنانا چاہتا ہوں، جب بادشاہ نے اس جواب کو سنا، خواجہ موید الدین سے دست بردار ہوگیا، حق تعالیٰ نے ان کو بزرگی کے بڑے مرتبے تک پہنچادیا، آپ کا مزار سلطان المشائخ کے مزار کے پائنتی خدام اور یاران طریقت کے مزاروں کے درمیان واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سیزدہم : خواجہ تاج الدین داوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید تھے۔ مجسم زہد وتقویٰ تھے۔ ابتدا میں دنیاداروں سے تعلق رکھتے تھے، تائید الٰہی کی بدولت اس منزل کو ترک کر دیا اور سلطان المشائخ کی محبت کی بدولت تمام دنیاوی رشتوں کو توڑ ڈالا، فقر و مجاہدہ کو اپنا شیوہ بنالیا۔ سلطان المشائخ کا اسم مبارک سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ سماع کی محفل میں رغبت کے ساتھ شریک ہوتے اور وجد و حال میں عاشقانہ رقص کرتے، آپ کے ذوق وجد و حال سے حاضرین محفل کے دلوں کو سکون میسر آتا۔ محفل سماع میں قوالوں کو بیش بہا خلعت عطا فرماتے، بلند ہمتی اور ترک و تجرید سے منسوب تھے۔ دیوگیر سے دہلی لوٹنے کے درمیان کیتھول علاقہ مالوہ میں چند روز بیمار رہے، نزع کے وقت تبسم فرمایا اور جان مشاہدہ حق میں دے دی۔ خواجہ حکیم سنائی اس مقام کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں ۔

عاشق را یکی فسردہ بدید   کہ ہمی مرد خوش ہمہ خندید
گفت خوبان چو مردہ برگرند   عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

الغرض آپ کی نعش مبارک کو کیتھول سے دہلی لایا گیا، سلطان المشائخ کے یاران اعلیٰ کے چبوترے پر دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

چہاردہم : خواجہ ضیاء الملۃ والدین برنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مریدوں میں سے تھے۔ آپ عوام وخواص کے درمیان کافی مقبول تھے، طبیعت میں بے انتہا ظرافت اور مزاج میں بے حد لطافت تھی۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے، لوگوں کے کان آپ کے سخن لطافت روح افزا کی طرف لگے رہتے۔ تمام فضائل ومحامد سے آراستہ اور ہر علم وفن سے کاملاً بہرہ ور تھے۔ سلطان

المشائخ کی بارگاہ میں آپ کو بڑا تقرب حاصل تھا۔ مجلس میں اکثر و بیشتر بڑے باریک سوالات پیش کرتے اور سلطان المشائخ سے عمدہ جوابات سنتے۔ حضرت امیر خسرو اور خواجہ امیر حسن سنجری سے بڑی گہری دوستی تھی، زندگی کے ابتدائی دور ہی میں اپنے والد کے ساتھ سلطان المشائخ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور صرف حضرت محبوب الٰہی کی محبت اور اخلاص میں غیاث پور کے اندر قیام کیا اور تمام عمر وہیں بسر کر دی۔ سلطان المشائخ کی مہربانیاں آپ کے حق میں روز بروز بڑھتی گئیں، اپنی فطری لطافت طبع اور بے نظیر تاریخ دانی کی بنا پر سلطان محمد شاہ تغلق کے دربار میں بلند منصب پر فائز ہوئے۔ سلطان تغلق کو بڑی (عظیم) فتوحات حاصل ہوئیں، آپ نے اس سے حظ وافر اور نصیب کامل حاصل کیا۔ جب ستر سال کی عمر ہوئی، سلطان فیروز شاہ تغلق کی دولت جاوید میں شاہی منصب سے کنارہ کش ہو گئے، گوشہ تنہائی اختیار کیا اور بے نظیر کتابوں کی تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ اس دور کی مشہور کتابیں ثنائے محمدی، صلوٰۃ کبیر، عنایت نامہ الٰہی، مآثر سادات، تاریخ فیروز شاہی اور اس کے علاوہ کتابیں بھی تکمیل کو پہنچائیں۔

ان عالمانہ کمالات و اوصاف کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اطہار سے بے انتہا محبت فرماتے تھے، زندگی کے آخری ایام میں کچھ دنوں بیمار رہے اور مردانگی و عاشقانہ وارفتگی کے ساتھ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کیا، دنیا سے روانگی کے وقت روپیہ پیسہ کچھ نہ تھا، بلکہ جسم کے کپڑے بھی فقیروں کو دے دیے۔

بہر کیف سلطان المشائخ کی صحبت بادشاہ کی صحبت پر غالب آئی اور انہوں نے فقرا کی طرح جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ سلطان المشائخ کے حظیرہ کے جوار میں اپنے والد بزرگوار کی پائنتی دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

پانزدہم : خواجہ موید الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید تھے۔ مطلقاً کاروبار زندگی سے کنارہ کش ہو کر پیر کی محبت میں مصروف ہو گئے، جس دن سے سلطان المشائخ کے غلاموں کی صف میں داخل ہوئے، عبادت و ریاضت کے علاوہ اور کسی دوسرے کام میں مصروف اور متوجہ نہ ہوئے، مگر سادات کرام بالخصوص میر سید حسین کرمانی جو سلطان المشائخ کے محبوب تھے، جنہیں محبوب الٰہی بیٹا کہہ کر بلاتے تھے، ان سے بے حد محبت کرتے، محفل سماع میں جگر سوز گریہ کرتے، اس بنیاد پر یاران اعلیٰ کے درمیان مشار الیہ (ممتاز) بن گئے۔ عبادت کا یہ حال تھا، کہ فرائض تو فرائض سنن و مستحبات بھی فوت نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ اس عالم فانی سے انتقال فرمایا، سلطان المشائخ کے حظیرہ میں یاران اعلیٰ کے چبوترے میں مدفون ہوئے۔

شانزدہم : خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید ہیں، امیر خسرو کے بھانجے ہیں، سلطان المشائخ کی محبت کے حوالے سے مشہور ہیں، نماز ادا کرنے کے وقت جب تک سلطان المشائخ کے رخ زیبا نہ دیکھتے تکبیر تحریمہ نہ باندھتے۔ الغرض جب یہ عاشق صادق مرض محبت میں گرفتار ہوا، اور بیماری نے غلبہ پایا، سلطان المشائخ بنفس نفیس عیادت کے لیے آپ کے گھر

کی طرف چلے، راستہ ہی میں آپ کی وفات کی خبر ملی، فرمایا، الحمد للہ! دوست دوست سے مل گیا، آپ کے روحانی کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کی زبان معجز بیان سے یہ کلمہ آپ کے حق میں صادر ہوا۔

ہفتدہم : مولانا نظام الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید ہیں۔ علم وعمل، زہد وعشق میں یاران اعلیٰ کے درمیان مشہور تھے۔ اہل تصوف کے تمام برگزیدہ اوصاف سے آراستہ اور حسن استدلال کے مالک تھے۔ سماع کے گرویدہ تھے، چنانچہ آپ کے جماعت خانہ میں قوال ملازم تھے، روزانہ ایک بار ضرور سماع سنتے، سلطان المشائخ کی وفات کے بعد ملک سرودشت کی سیر کی، واپس دہلی آکر سکونت گزیں ہو گئے، لمبی عمر پائی تھی، بالآخر شہر دہلی میں وفات پائی۔ اپنے مکان کے جوار میں حصار سیری کے اندر مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ہشتدہم : خواجہ سالار رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید ہیں۔ موضع "نہین" کے رہنے والے ہیں، سلطان المشائخ کی محبت میں بے خود تھے، محبوب الٰہی نے ان کو جو حکم دیے، ان کی تعمیل میں فرق نہ آنے دیا، اس دنیائے غدار میں مخلوق کی صحبت سے جو فتنہ ہے گوشہ نشینی اختیار کی اور پورے طور پر گوشہ نشیں ہو گئے، غیب سے جو کچھ عطا ہوتا اسی پر قناعت کرتے اور کسی مخلوق کی جانب ہرگز متوجہ نہ ہوتے، آپ سماع سے خاص ذوق رکھتے اور جگر سوز گریہ وزاری فرماتے، اکثر وبیشتر خلیفہ سلطان المشائخ شیخ حسام الدین ملتانی کی صحبت میں رہتے، بالآخر جب اس دنیا سے کوچ کیا، سلطان المشائخ کے حظیرے میں مدفون ہوئے۔

نوزدہم : مولانا فخر الدین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

زیور زہد وتقوی سے آراستہ تھے، سلطان المشائخ کے اولین مریدوں میں سے ہیں۔

بستم : مولانا محمود نوہیہ رحمۃ اللہ علیہ

محبت وارادت کے سوز وساز میں ڈھلے ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ کی محبت میں شہر کی رہائش ترک کردی اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی، نورانی شخصیت کے مالک تھے، اکثر وبیشتر زبان پر عشق ومحبت کے کلمات جاری رہتے۔

بست ویکم : مولانا علاء الدین اندھنی رحمۃ اللہ علیہ

بے حد بزرگ، بہت بڑے عالم اور حافظ قرآن حکیم تھے۔ سلطان المشائخ کے اکثر اقربا نے آپ سے حفظ قرآن حکیم کی تعلیم پائی۔

بست ودوم : مولانا شہاب الدین کشتواری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ہیں، ہمیشہ مشغول بحق رہتے، یاران اعلیٰ کے درمیان معتبر ومعتمد تھے، ظاہری وباطنی فضائل میں اتنے اونچے درجہ پر فائز تھے کہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس سرہ نے آپ سے لوگوں کو مرید کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ

بست وسوم : مولانا محبّ الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

علوم وفنون اور بے شمار باطنی فضائل سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ طبقہ خواجگان چشت کے شجرہ کو فصیح وبلیغ عربی زبان میں نظم کیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

بست وچہارم : مولانا بدر الدین تولہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ہیں، آپ کو فوق بھی کہتے ہیں، علم کا خزانہ، فضیلت کا جہان، زہد وتقویٰ میں نہایت کامل تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

بست وپنجم :۔ مولانا رکن الدین حشمی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں، سماع کے شیدائی اور کامل ذوق وشوق رکھتے تھے۔ بہت خوش نویس تھے۔ سلطان المشائخ کے لیے بہت سی معتبر کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کیں۔

بست وششم : خواجہ عبدالرحمٰن سارنگ پوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں۔ درد وذوق کا پیکر تھے۔ ذوق سماع اور گریہ جگر سوز سے حاضرین مجلس کو متاثر کرتے۔

بست وہفتم : خواجہ احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ترک وتجرید میں درجہ انتہا پر فائز تھے۔ آخری دم تک اپنے مسکن کے لیے ضرورت کے باوجود اینٹ پر اینٹ نہ رکھی۔ ابدالوں کا شیوہ اختیار کیا۔ مجلس سماع میں انہیں کسی پہلو قرار نہ آتا اور وہ آسودہ نہ ہوئے۔ مجلس سے مستانہ وار باہر نکل جاتے۔

بست وہشتم : خواجہ لطیف الدین کہنہ سالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ہیں، مرشد کے چہیتے تھے، سلطان المشائخ سے [illegible]

یاران اودھ پر اولیت رکھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی آپ کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے۔

بست ونہم : مولانا نجم الدین محجوب عرف شکر خان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں، نور باطن سے دونوں جہان کا مشاہدہ کرتے، محبت وعشق کے اندر یاران اعلیٰ میں ممتاز تھے۔

سی ام : خواجہ شمس الدین دھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ہیں، آپ کو "چھینی" بھی کہتے ہیں، نورانی پیر تھے۔ ابتداءً دنیاوی مشاغل میں مصروف تھے، بعد میں دنیا چھوڑ دی اور سلطان المشائخ کی مجلس میں اپنا مقام بنالیا، حضرت کے ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی۔

سی ویکم : مولانا یوسف بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں، انتہائی صاحب صفا پیر اور دل کش تقریر کا ملکہ رکھتے تھے۔ یاران اعلیٰ آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

سی ودوم : مولانا سراج الدین حافظ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں۔ لطافت طبع کے ساتھ بے شمار فضائل سے موصوف تھے۔

سی وسوم : مولانا قاضی شہ بابلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہیں، جو علم وافر، فضل کامل اور بے حد جذبہ عشق سے مالا مال تھے۔ محفل سماع میں خوب رقص کرتے اور زار وقطار روتے۔

سی وچہارم : مولانا قیام الدین یک دانہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی کے مرید ہیں، سلف صالحین کی روش پر گامزن تھے۔ آپ کے بارے میں سلطان المشائخ نے بصراحت ارشاد فرمایا، کہ وہ نیک مرد ہیں، کیوں کہ وہ بڑے مجاہدہ اور قاری کشاف ہیں۔

سی وپنجم : مولانا برہان الدین ساوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں۔ وفور علم اور کمال زہد وتقوی سے آراستہ تھے، سلطان المشائخ کی نگاہ ولایت میں

یاران اعلیٰ کی صف میں شامل ہو گئے۔ سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی کی۔

سی و ششم : مولانا جمال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی کے مرید دانش مند کامل ۔ وہ شیفتہ سماع اور مشغول بحق رہتے ۔ سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ صالح جوان ہے۔ ایک دن ایک عالم خراسان کی طرف سے آیا جسے ملا بحاث کہا جاتا تھا، اس نے محبوب الٰہی کے اصحاب سے بحث شروع کی، مولانا جمال الدین نے علمی دلائل سے اس کو مغلوب کر دیا۔ خواجہ اقبال نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا، کہ مولانا جمال الدین نے اس دانش مند کو زیر کر دیا، حضرت نے فرمایا، لالہ تم نے یہ بات کیسے جانی ؟ اقبال خادم نے عرض کیا، کہ مولانا جمال الدین ملا بحاث پر غالب آئے، مولانا وجیہ الدین پائلی اور دوسرے عزیزوں نے فیصلہ کیا۔ سلطان المشائخ نے حکم دیا، مولانا جمال الدین اور دوسرے اصحاب کو بلاؤ، جب یہ حضرات حاضر ہوئے، سلطان المشائخ نے فرمایا، تیری فتح و غلبہ پر اللہ کی رحمت ہو تم نے تو اپنا علم نہ بیچا، پھر قوالوں کو بلانے کا حکم ہوا، محبوب الٰہی قوالی سننے میں مشغول ہوئے اور مولانا جمال الدین کی طرف نظر کر کے فرمایا، کہ تمہیں سماع میں مکمل لطف آئے گا، تم سماع سنو پھر ان کو اپنا لباس خاص مرحمت فرمایا۔ زہے سعادت دولت۔

سی و ہفتم : شیخ نظام الدین مولیٰ رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں۔ آپ کے حالات سیر الاولیا میں مذکور نہیں ہیں، لیکن صاحب کتاب مناقب الاصفیا لکھتے ہیں، کہ شیخ نظام الدین مولی جو یاران سلطان المشائخ میں ہیں، بہار کے اندر بہت مشہور ہوئے، آپ کی خدمت میں طالبان ورخریداران کثرت کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی محبت میں جنگل چھوڑ کر شہر بہار شریف میں سکونت اختیار کی، شیخ نظام الدین نے مجد الملک حاکم شہر کو بلایا اور اپنی جانب سے ایک بڑی رقم دے کر فرمایا کہ تم شیخ شرف الدین منیری کی رہائش کے لیے ایک پختہ عمارت تیار کرو، اس نے عمارت تعمیر کر دی۔ آپ کے کمالات اور کرامات بہت زیادہ ہیں۔

سی و ہشتم : قاضی عبدالکریم قدوائی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی کے مرید ہیں۔ آپ کے بارے میں سلطان المشائخ نے فرمایا، ”تن چوں فیل و علم مثل جبرئیل“ جسم ہاتھی کی طرح صحت مند اور علم جبرئیل کے مانند وسیع۔ آپ کے کمالات مشہور عالم ہیں، کیوں کہ آپ سلطان المشائخ کے یاران اعلیٰ میں تھے۔ حضرت سے رشتہ ارادت اور تربیت خاص حاصل کرنے کے بعد اجازت لے کر اس دیار موضع کریم پور اعمال پرگنہ ابراہیم آباد میں متوطن ہوئے اور گوشہ گمنامی میں رہ کر اپنے جمال ولایت کو پوشیدہ رکھتے تھے، موضع کریم پور کے قدیم باشندے آپ کو ایذائیں دینے لگے، پیران چشت کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کچھ دنوں تک صبر کرتے

رہے، جب لوگوں نے مزید شدت اختیار کی، ناچاران کے حق میں بددعا فرمائی، کچھ ہی دنوں میں ظالموں کی یہ جماعت نیست ونابود ہوگئی اوران کے آثار ختم ہوگئے، تو آپ کریم پور سے منتقل ہو کر موضع سرسند متعلقہ پرگنہ دیوی چلے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی اوراسی مقام پر رحمت حق سے جاملے۔

قاضی عبدالکریم کے خوارق عادات اور روحانی کمالات بہت ہیں، آپ کا مزار مقدس موضع سرسند کے اندر حاجت روائے خلق ہے۔ آپ کی آل واولاد بہت زیادہ ہیں۔ مخدوم شیخ محمد آب کش دریا آبادی قدس سرہ آپ کے فرزندوں میں ہیں۔ ان کے حالات اپنے مقام پر لکھے جائیں گے۔

سی ونہم : قاضی قوام الدین قدوائی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ کے مرید ہیں۔ حال بزرگ اور ہمت بلند کے مالک تھے۔ انسانی اوصاف وکمالات سے مزین تھے۔ پرگنہ سدھور کے متعلقات موضع رسولی میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔

چہلم : خواجہ ابوبکر مصلی بردار رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ عجیب وغریب حالات رکھتے تھے۔ جب محفل سماع میں تشریف لاتے، گھر کے در ودیوار جھومنے لگتے اور اہل مجلس فلک شگاف نعرے لگاتے، کبھی استغنا اور توکل کے دائرے سے قدم نہیں نکالا، اسی حال میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

الغرض : سلطان المشائخ کے دس برگزیدہ خلفا ہوئے، جن کا ذکر سیر الاولیا میں آیا ہے، لیکن آپ کے مریدان کامل اور یاران اعلیٰ کی کوئی انتہا نہیں، جو ان کی تعداد جس قدر بھی بیان کرے یا لکھے ان کی تعداد اس کے ذکر وتحریر سے زیادہ تصور کرنی چاہیے۔ حق تعالیٰ نے ایک مرتبہ فیض لامتناہی کی کلید سلطان المشائخ کو عطا فرمائی، یہاں تک کہ تمام عالم شرق تا غرب آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوا اور لوگ بلند درجات پر فائز ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت امیر خسرو بن سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

سوختہ عشق، ساختہ سایہ فضائل، گنجینہ حق شناسی بدلائل، مقبول در موجودات دنیا ودین، سلطان الشعرا حضرت امیر خسرو بن سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ:

تمام صوری ومعنوی کمالات میں بے نظیر، سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد ومحبوب ترین مریدوں میں سے ہیں۔ مرشد کی جلوت وخلوت کے کامل رازدار تھے۔ دسوں خلفا اور یاران اعلیٰ میں کسی کو یہ تقرب حاصل نہیں تھا، حد یہ ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ برہان الدین غریب اپنی گذارشات آپ کی معرفت مرشد کی خدمت میں پیش کرتے، کیوں کہ محبوب الٰہی خلوت میں امیر خسرو کی جانب متوجہ ہوتے۔ صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں، امیر خسرو متقدمین اور متاخرین سب میں گوئے سبقت لے گئے، آپ کا باطن مصفی تھا۔ آپ کی سیرت سے اہل تصوف کا طریقہ ظاہر تھا۔

اگرچہ آپ بادشاہ وقت سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ ان لوگوں میں تھے، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

ع — کم بخدمت سلطان ہند وصوفی باش

جس دن آپ کی ولادت ہوئی، والد بزرگوار ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو ایک صاحب نعمت مجذوب پڑوسی کی خدمت میں لے گئے، انہوں نے کہا، تم ایسے بچے کو لائے ہو، جو شاعری میں خاقانی سے دو قدم آگے رہے گا۔ سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ امیر خسرو کی عمر آٹھ سال کی ہوئی، تو آپ کے والد اپنے تینوں فرزندوں (۱) اعز الدین علی شاہ (۲) حسام الدین احمد (۳) ابوالحسن خسرو کو لے کر سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔ فرزندوں کو بھی شرف بیعت سے مشرف کر دیا، پھر آپ کے والد سیف الدین لاچینی ترکوں سے جنگ کے لیے تشریف لے گئے اور شربت شہادت نوش کیا۔ امیر خسرو نے اس موقع پر کہا۔

سیف از سرم گزشت دل من دونیم ماند — دریائے خوں رواں شد ودر یتیم ماند

باپ کی وفات کے بعد اعز الدین شاہ نے بادشاہ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا، وہ سلطان المشائخ کے عزیز ترین مرید تھے، ان کے فضائل بہت ہیں۔ فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ سلطان المشائخ کے دو پاک اعتقاد مرید ہیں، ایک نصیر الدین چراغ دہلی، دوسرے اعز الدین علی شاہ، جو خلعت خاص اور خرقہ مرشد سے سرفراز ہوئے۔

امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں ایسا رسوخ حاصل کیا اور ترقی پائی کہ ساری دنیا آپ کی محتاج ہو گئی، ہر فن میں بے مثل تھے، چنانچہ آپ کی تصانیف بالخصوص اعجاز خسروی میں آپ کے کمالات فکر وفن ظاہر ہیں۔ علم موسیقی میں بھی بے نظیر زمانہ تھے۔ اس فن میں آپ نے چند قاعدے وضع کیے، قول، ترانہ، طرز، پردہ، قوالی، آج تک تمام موسیقار آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ سلطان المشائخ کو اتنی رغبت تھی، کہ آپ کو "ترک اللہ" کے لقب سے یاد کرتے اور کہتے "از وجود خود برنجم از ترک اللہ نرنجم" یعنی میں اپنی ذات سے رنجیدہ ہوتا ہوں، لیکن ترک اللہ سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔

سلطان المشائخ تمام معاملات میں آپ سے رائے مشورہ کرتے، خسرو جس وقت بھی چاہتے، سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، آپ کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی، امیر خسرو نے سلطان المشائخ سے عرض کیا، آپ کی بقا سے میری بقا ہے، میرے حق میں دعا فرمایئے، محبوب الٰہی نے فرمایا، اگر دو آدمیوں کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں تمہاری لاش کو اپنی قبر میں دفن کرنے کی وصیت کرتا، تم جب اس دنیا سے رخصت ہو گے، میری قبر کے قریب دفن کیے جاؤ گے، بالآخر ایسا ہی ہوا، سلطان المشائخ کبھی کبھی ازراہ عنایت امیر خسرو کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے۔

گرد بہر ترک ترکم ارہ بر تارک نہند — ترک تارک گیرم وانگیرم ترک ترک

شیخ نے وعدہ کیا تھا، کہ تم کو بہشت میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پیرومرشد کی نوازشیں خسرو کے حق میں بہت زیادہ تھیں، لیکن محبوب الٰہی نے ایک دن فرمایا، اے خسرو! ایک رات جو نعمت مجھے مطلوب تھی، تمہارے لیے میں نے خداوند تعالیٰ سے طلب کی، دعا قبول ہوئی، اس کے اثر سے تمہارے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو گی، ایک دن امیر خسرو نے پیرومرشد کی مدح میں ایک شعر پڑھا، سلطان المشائخ نے خوش ہو کر فرمایا، تم کچھ طلب کرو! خسرو نے عرض کیا،

شیرینی کلام چاہتا ہوں، پاس ہی ایک طشت میں شکر رکھی ہوئی تھی، سلطان المشائخ نے اسے آپ کے سر پر چھڑک دیا اور تھوڑی شکر دست مبارک سے کھلا دی، اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی شاعری سلف وخلف سب پر سبقت لے گئی اور کلام مقبول عام ہو گیا۔

ایک دن سلطان المشائخ نے فرمایا، آج کی شب دعا گو کے سامنے لوگوں نے کہا، کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں ہوسکتا، خسرو کا نام محاسبہ بس ہونا چاہیے چنانچہ خسرو غیب سے اس لقب کے ساتھ فائز ہوا، اس کے بعد سلطان المشائخ نے آپ کو کلاہ اور خلعت خاص سے مشرف فرمایا اور یہ شعر آپ کے حق میں فرمایا۔

خسرو کہ بنظم ونثر مثلث کم خاست — ملکیت ملک سخن آں خسرو راست

ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست — زیرا کہ خدای ناصر خسرو ماست

آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان المشائخ نے خود آپ کی مدح فرمائی۔

امیر خسرو سلطان محمد تغلق کے ساتھ لکھنوتی میں تھے، کہ دہلی میں سلطان المشائخ نے وفات فرمائی، خسرو نے وفات مرشد کی خبر سنی، تو دہلی واپس آئے، سیاہ چادر اوڑھی، پیرہن کو چاک کیا اور زمین پر لوٹتے ہوئے، سلطان المشائخ کے مزار پر حاضر ہوئے اور عرض کی، میں کون سا کتا ہوں گا، کہ سلطان المشائخ کے لیے رووں؟ لیکن میں اس لیے روتا ہوں کہ آپ کے بعد میرے لیے زندگی کا لطف باقی نہیں، ایک قول کے مطابق پیر کی وفات کے چھ مہینہ بعد یا تین مہینہ بعد بروز چہار شنبہ ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔ سلطان المشائخ کے روضہ مبارک کے کی پائنتی دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت امیر حسن علاء سجزی رحمۃ اللہ علیہ

معدن صدق و وفا، مجمع فضائل وصفا، بری از صغائر و کبائر، مقبول حق حضرت امیر حسن علا سجزی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاعر، سلطان المشائخ کے مرید اور صحبت یافتہ ہیں۔ ذوق سماع اور کامل جانشینی رکھتے تھے، صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ ایک دن سلطان المشائخ حضرت قطب لاسلام کے روضہ انور کی زیارت سے فارغ ہو کر حوض شمسی کے کنارے پہنچے، وہاں خواجہ حسن شاعر اپنے دوستوں کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف تھے، جب سلطان المشائخ کو دیکھا، چوں کہ بدایوں میں آپ کے ساتھ تعلقات رہ چکے تھے، سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ رباعی پڑھی۔

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر صحبتہا اثر بودی کجا ست

زہد ما فسق از دل ما کم نکرد — فسق ما بل بہتر از زہد شما ست

سلطان المشائخ نے ان ابیات کو سنا اور فرمایا "صحبت را اثرہا است" صحبت کا ضرور اثر ہوتا ہے، اس بات نے ان کے دل میں ایسا اثر کیا، کہ فوراً اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا اور تمام برائیوں سے توبہ کرلی اور مرید ہو گئے، آپ کے ہم مشرب دوست جو شراب وکباب کے عادی تھے، سب نے توبہ کرلی اور مرید ہو گئے، مرید ہونے کے بعد حسن نے یہ شعر پڑھا۔

ای حسن توبہ آں زماں کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند

خداوند تعالیٰ نے سلطان المشائخ کی عنایت کے طفیل تمام امور میں ان کو قبولیت تمام عطا فرمائی تھی، بالخصوص ان کی جگر سوز غزلیات کے اشعار کا چقماق عاشقوں کے دلوں میں محبت کی آگ روشن کر دیتا ہے اور ان کے روح افزا لطائف اہل عشق اور اصحاب سخن ذوق کا سرمایہ ہے۔

حسن گلی ز گلستان سعدی آوردہ — کہ اہل معنی گلچین آں گلستانند

فن شاعری میں آپ بے نظیر زمانہ تھے۔ حسن سجزی سلاطین وقت کے نزدیک بہت عزیز تھے، انہوں نے سلطان المشائخ کے ملفوظات جمع کیے اور اس کا نام ''فوائد الفواد'' رکھا، امیر خسرو اس کارنامے پر رشک کرتے تھے، آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں، دولت آباد میں آپ کا مزار ہے، وہاں انہیں حسن شیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس لیے کہ رات کے وقت جب آپ کی قبر کے پاس کوئی نہ ہوتا، اگر لاعلمی میں کوئی آدمی قبر پر حاضری کا ارادہ کرتا تو شیر کی آواز سنتا اور ڈر جاتا، مزار مقدس شہر دولت آباد میں شیخ برہان الدین غریب کے مزار کے پاس ہے۔

خواجہ شیخ علی شاہ بن شیخ محمود حامد رحمۃ اللہ علیہ

آپ محبوب الٰہی کے مرید ہیں، حلقہ درس کی طرح آپ کی بارگاہ کے ملازم تھے۔ منطوقیہ نظامیہ اور اپنے تمام مسموعات کو ایک رسالہ میں جمع کر لیا تھا، جس کا نام درر نظامی رکھا اور اس کتاب میں عشق و تصوف کے اکثر نکات تحریر فرمائے۔

شیخ کمال الدین یعقوب نہروالی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مقامات عالیہ، جامع کمالات و معاملات اصلیہ ولدنیہ کے القاب آپ کو تفویض ہوئے۔ حصار نہروالہ کے باہر آپ کی آرام گاہ ہے، گلزار ابرار میں ہے کہ شیخ کمال الدین زاہد پرہیز گاروں کی جماعت کے سردار تھے۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین نے آپ سے سند حدیث حاصل کی، آپ دنیا سے مکمل بے نیاز تھے، سلطان غیاث الدین نے خواہش ظاہر کی، کہ آپ اس کی نماز پنجگانہ کے امام بن جائیں، فرمایا دنیا کی تمام چیزوں میں صرف نماز میرے حصے میں آئی، اس میں بھی خلل پیدا کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے، بادشاہ نے آپ کا عذر قبول کر لیا۔

شیخ شمس اتاولہ رحمۃ اللہ علیہ

ہندی زبان میں اتاولہ جلد باز کو کہتے ہیں، خدمت گزاری میں اپنے نام کے مانند شعاع آفتاب اور کارگزاری میں اپنے لقب کے مثل ماہ رفتار، بہت بڑے بزرگ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نظام الدین اولیا اپنا سر پیغمبر علیہ السلام کے زانو پر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اسی دن سے نظامی مسلک تصوف اختیار کر لیا۔

سلطان المشائخ فرمایا کرتے، جو شخص دنیا میں دین کو جلد حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے شمس کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اسی بنیاد پر آپ کو اتاولہ کہتے ہیں۔

شیخ حیدر رحمۃ اللہ علیہ

ہمیشہ دنیاداروں کے ساتھ میل جول رکھتے، اس طرح اپنے روحانی جمال پر پردہ ڈالے رہے، سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ ان کی قبر سرائے لادو میں ہے۔

خواجہ تقی الدین نوح رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ ہارون کے بھائی ہیں، درویشوں کی سیرت، عالموں کی طبیعت، عابدوں کی روش پر گامزن تھے۔ عبادت و ریاضت کی طرف اس قدر مائل تھے، کہ پانی پینے کی بھی فرصت نہ پاتے، سلطان المشائخ نے پوچھا، اس انہماک عبادت سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ فرمایا، حضور کی درازی حیات چاہتا ہوں، مرشد برحق اس جواب پر خوش ہو گئے، آپ مرشد سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

شیخ بابویہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

احمد آباد سے دو منزل کی مسافت پر کھمبات میں آپ کا مزار ہے۔ یہ شہر بندرگاہ ہے۔ سید شیدا آپ کے مرید ہیں۔ پیر و مرشد آپ کے بغیر کھانے کی طرف مائل نہ ہوتے۔ ایک دن خادم نے بے وقوفی اور بھوک کی وجہ سے کہا، ایک جولاہا بھی ان حالات کے باوجود نگرانی کے فرائض انجام نہیں دے سکتا، پیر نے کہا، کھانا لایا جائے، جب ہانڈی سے سر پوش ہٹایا گیا، دیگچی سے کیڑے نکلنے لگے، فرمایا، ابھی اسے ڈھک دو، یہاں تک کہ سید شیدا آ جائیں، جب سید شیدا آئے، انہوں نے پاکیزہ کھانا دیگچی سے نکالا۔

خواجہ عزیز الدین بن خواجہ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ

شریعت و طریقت میں بے مثال تھے، ایک عمر تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی، اکثر نمازوں میں سلطان المشائخ کی امامت کرتے، ہر شب جمعہ ایک ختم قرآن حکیم پڑھتے۔

مولانا مغیث الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا کے بزرگ ترین خلیفہ ہیں۔ ۷۲۰ھ میں مرشد کے حکم سے مالوہ آئے، اجین میں نہر کے کنارے ایک عبادت خانہ بنایا، جب وفات ہوئی وہیں دفن کر دیے گئے، ہر جمعرات کو مزار مقدس پر زائرین کا ہجوم ہوتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین نہروالہ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تشریف خرق عادات، با خلعت کمال عبادات، قمر کرامات راہالہ، حضرت شیخ حسین نہروالہ رحمۃ اللہ علیہ:
صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔۶۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ستر سال کی عمر میں خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا، ۱۱۳ رسال تک ریاضت ومجاہدہ میں بسر کی، ابتدائے حال میں بہلول مجذوب سے وابستہ ہوئے ،ایک دن مجذوب نے ان کے جسم پر کوڑا مارا، یہ بھی مجذوب ہو گئے، بارہ سال ایک درخت کے نیچے گزارے، درخت کے پتوں کو کھاتے، پھر پیغمبر علیہ السلام کے اشارے پر سلطان المشائخ کی خدمت کے لیے روانہ ہوئے، حضرت محبوب الٰہی نے باطنی کشف سے آپ کے آنے کا حال معلوم کر لیا، کسی کو استقبال کے لیے بھیجا، جب حاضر ہوئے، اپنی خاص ٹوپی عنایت فرمائی، انہوں نے عرض کیا، باطن میں میں نے پیغمبر علیہ السلام سے ارادت کا رشتہ جوڑا ہے، سلطان المشائخ نے فرمایا، اس میں کیا مضائقہ ہے؟ یہ ٹوپی محبت کے لیے ہے، بیعت کے لیے نہیں، یہ سنتے ہی، آپ خوش ہو گئے اور سلطان المشائخ کی کلاہ خاص زیب سر کر لی، حکم ہوا، پہلے تم ظاہری علم حاصل کرو، تھوڑی ہی مدت میں بہت زیادہ علم حاصل کیا، کتاب ہدایہ پر ایک مشکل کشا حاشیہ تحریر کیا، اس کے بعد سلطان المشائخ سے خلعت خلافت حاصل کیا اور اہل گجرات کی تربیت پر مقرر ہوئے۔ اپنی بہن بی بی آرام کو ساتھ لیا، گجرات پہنچے، پھر نہروالہ آئے، وہاں کا حاکم خلق خدا کو تکلیف پہنچانے کے لیے آمادہ تھا، حضرت نے منع فرمایا، اس نے بات نہ سنی، اس نے رات میں خواب دیکھا، کہ بہت سے سانپ اور بچھو اس کی طرف آرہے ہیں، صبح کے وقت توبہ کی اور معتقد ہو گیا اور لوگوں پر ظلم وستم کرنے سے باز آیا، اس طرح کی کراماتیں آپ سے ظاہر ہوئیں، آپ کی بہن بی بی آرام جن کے حالات لجہ نساء میں آئیں گے، یہ دونوں پوری زندگی مجرد رہے۔۷۹۸ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت سید احمد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ

پیشوائے روندگان مسلک تجرید، مقتدائے رہروان منہج تفرید، بندہ مسعود، حضرت سید احمد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ:
اپنے چچا سید حسین نہروالہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ کے چچا اور مرشد نے اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا۔ گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ سند اجازت اور خرقہ خلافت اپنے پیر سے پایا۔ استقامت اور سیر صحرا کے علاوہ کہیں نہ جانے کی وصیت پائی۔ مرشد کے اس حکم کی مدت العمر پیروی کی۔ شیخ عزیز اللہ متوکل نے شیخ فریدالدین گنج شکر کی مجلس عرس منعقد کی، تمام شہر والے عرس میں شریک ہوئے لیکن آپ نے شرکت نہیں کی، شیخ عزیز اللہ کے پیر رکن الدین کا ساگر نے کہا، عرس کی مجلس صحرا میں منعقد کی جائے، سید احمد کو آنے میں تامل نہ ہوگا، لوگوں نے ایسا ہی کیا، آپ عرس میں شریک ہوئے۔ گلزار ابرار میں مے فروشی کی حکایت مرقوم ہے، آپ نے ایک دن خوشی کی حالت میں قوالوں سے کہا، وہ غزل جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات کا سبب بنی وہی غزل پڑھو، جب قوال غزل کے اس شعر پر پہنچے۔

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جان دیگر است

یہ شعر سنتے ہی آپ کی حالت غیر ہوگئی، اچانک اذان کی آواز کان میں پہنچی، ہوش آ گیا، مسجد میں تشریف لے گئے، آخری رکعت کے آخری سجدے میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ وفات ۸۰۰ھ میں ہوئی، اپنے مرشد برحق اور چچا کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین نفسی رحمۃ اللہ علیہ

بیدو دوست وحشی، حضرت شیخ حسین نفسی رحمۃ اللہ علیہ:
ظاہری و باطنی کمالات میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ شیخ احمد جہانگیر بادشاہ کی مجلس کے اندر امیر حسن دہلوی کے اس شعر پر وجد میں آئے اور اسی حال میں وفات پائی ۔

ہر قوم راست راہی دینی و قبلہ گاہی — من قبلہ راست کردم آں سمت کج کلاہی

شیخ حسین نے ۹۸۸ھ میں وفات پائی، "شیخ اولیا مقتدائے روزگار" آپ کا، وہ تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

مقبول خدا شناساں، محمود حقیقت اساساں، رہرو وادی یقین، حضرت سید معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
آپ کے نام کے ساتھ ایرجی کی نسبت ہے، دہلی آکر سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، محبوب الٰہی نے دریافت فرمایا، سید تم کس کے مرید ہو؟ عرض کیا، اپنے نانا خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید ہوں، سلطان المشائخ متحیر ہوئے، پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، حضور نے ان کے ہاتھ میں ایک ٹوپی دی، اور اس کو سید کے لیے نامزد فرمایا، سید نے بھی رات میں یہی خواب دیکھا، صبح کے وقت جب دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی، نبی علیہ السلام کا حکم بجالائے، سلطان المشائخ نے حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق ٹوپی سید کو عنایت فرمائی، اسی بنا پر سید کو سلطان المشائخ کا خلیفہ کہا جاتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید احسن رحمۃ اللہ علیہ

فائز بمرتبہ کمال طریقت، متقی محافظ شریعت، روندہ راہ دین، حضرت سید احسن رحمۃ اللہ علیہ:
سید معین الدین کے پوتے ہیں، گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ کالپی میں امیر خاں کے حکم پر شاہ بدیع الدین مدار سے ملاقات کی، شاہ مدار کی صحبت میں حالات دگرگوں ہونے لگے، شاہ مدار نے انہیں نرمی کے ساتھ واپس کر دیا، قاضی شہاب الدین قدوائی پر کالہ آتش نے پوچھا، وہ کون آدمی تھا، جو یوں چلا گیا؟ ارشاد فرمایا، وہ سر سے پیر تک شریعت میں غرق تھا، وہ کبھی مرتبہ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں مجھ سے فرمایا کہ سید احسن میرے فرزند حقیقی ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی عطاء اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

فارغ از خوبی وزشتی، حضرت قاضی عطاء اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ:
گلزار ابرار میں مرقوم ہے کہ آپ کی جائے پیدائش دہلی ہے، ان کے پیر کا علم نہیں، اپنے زمانے میں سعادت مندوں اور دانش مندوں کے مرجع عقیدت تھے۔ جب سفر حجاز سے ہندوستان وارد ہوئے، آپ کی اہلیہ نے ایک بیٹی چھوڑ کر وفات پائی، آپ نے اس دختر کی پرورش اور تربیت کی، جب سن شعور کو پہنچی، آپ نے خواب میں پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا، ارشاد نبوی ہوا، اے عطاء اللہ! اپنی لڑکی کو شیخ بہاء الدین صدیقی کے عقد میں دے دو، جو شہر مندو کے اندر ایک زاویہ میں گوشہ نشیں ہیں۔ آپ مندو گئے، شیخ بہاء الدین صدیقی کو تلاش کیا اور فرمان نبوی کی تعمیل کی، پھر مندو کے اطراف میں ایک زاویہ عبادت میں معتکف ہو گئے اور وہیں انتقال کیا۔ خلجی بادشاہوں نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ موسیٰ سہاگ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب عاشق نما، عاشق معشوقیت انتما، از اعظم اولیائے صاحب فضائل، برہان کاشفان اسرار بے دلائل، متصرف مقامات سماواتی، قطب عالم حضرت شاہ موسیٰ سہاگ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید ہیں۔ آپ صاحب کمال، عالی احوال تھے۔ اس دور کے فقرا ناک میں نتھون ڈال کر زنانہ لباس پہنتے، اپنے آپ کو موسیٰ سہاگ گجراتی کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہتے ہیں، حضرت بہت وجیہ تھے، آپ کے مرشد نظام الدین اولیاء ان کی طرف خاص توجہ فرماتے، اسی لیے آپ خود کو آراستہ و پیراستہ رکھتے، ہم بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں، یہ بات کسی کتاب میں پڑھی نہ گئی، مگر آپ بلند کمالات کے حامل تھے، حافظ غلام رسول گجراتی کہتے ہیں، حضرت موسیٰ سہاگ کا مرقد گجرات میں ہے، وہاں آپ کی کرامت مشہور ہے، جس سال بارش کم ہوتی ہے، لوگ آپ کے مزار کی طرف رجوع کرتے ہیں، ضرور بارش ہوتی ہے، ایک بار ایک شخص احمد آباد کا ناظم ہو کر آیا، حضرت اس کی آمد سے تین دن پہلے ہی وفات پا چکے تھے، ناظم نے آپ کے کمالات سن رکھے تھے، جذبہ شوق میں ارادہ کیا، کہ آپ کی قبر کھولے، اور چہرہ مبارک کی زیارت کرے، ابھی وہ روضہ پاک کے دروازے پر نہیں پہنچا تھا، کہ حضرت موسیٰ سہاگ کی قبر کے علاوہ چار اور قبریں نمودار ہو گئیں، جس کی وجہ سے حضرت کے مزار مبارک کی شناخت ناممکن ہو گئی، ناظم متحیر ہوا، اور اپنے ارادے سے باز آیا، آج بھی پانچوں قبریں موجود ہیں، آپ کا سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔

موج :۔ احوال حضرت گنگو شاہ رحمۃ اللہ علیہ

قدوہ اصحاب خاکساری، زبدہ ارباب انکساری، ہمگین مصروف فی سبیل اللہ، سر زمرہ تارکان حضرت گنگو شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ صبر وقناعت کے پہاڑ، خرق عادات وکرامت کے بحر زخار حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں ہیں۔ ان اوراق کو تحریر کرنے والے (وجیہ الدین اشرف) نے ۱۲۰۳ھ مرزا علی اکبر ہمدانی کی حکومت میں قصبہ مورایان توابع بیسواڑہ میں آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ عاشق بے ریا، عارف باصفا، ترک وتجرید میں کمال کا یہ حال تھا، کہ ایک کپڑے جبے کے سوا کوئی دوسرا سرپوش نہیں رکھتے تھے۔ میں نے ملاقات سے تین چار روز پہلے دیکھا، کہ میرے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، میں نے انہیں کسی جگہ نہ پایا، میں حیران تھا، کہ اتفاقاً مجھ نیاز مند کے ڈیرا کے قریب ایک دوکان پر تشریف لائے، اس عاجز نے خبر پاکر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور آپ کو اپنے مکان پر لایا، میں نے بہت کوشش کی، کہ آپ صدر نشیں ہوں، لیکن کنارے بیٹھے، میں نے ایک روپیہ نذر کیا، جسے اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے عنایت فرمایا اور کہا، فقیر کی طرف سے اسے قبول کرلو اور اس روپے کو آگ میں گرم کرکے کپڑے میں لپیٹ کر داہنے بازو پر باندھ لو، آخر یہ روپیہ تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ میں نے لوگوں سے یہ بات سنی، کہ آپ کسی کی نذر وفتوح کو قبول نہ کرتے اور جو شخص نذرانہ پیش کرنے میں اصرار کرتا، اس کی خاطر لے لیتے اور حاضرین میں سے کسی کو دے دیتے، مکاشفہ سے لوگوں کے پوشیدہ حال کی خبر دیتے، اگر کوئی مزید حالات معلوم کرنا چاہتا، اس سے کچھ طلب کرتے اور اس کو تصرف میں لاتے۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ

درویش ریاضت کیش، قافلہ عشاق راسم الجیش، محمود ارباب یقین، حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالحق اخبار الاخیار میں رقم طراز ہیں، کہ آپ شیخ حسام الدین مانک پوری کے دادا ہیں، عابد، عالم، صابر اور متقی تھے۔ شیخ محمد کے مرید اور حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ ہیں۔ شیخ محمد جمال اپنے روحانی حالات لوگوں سے پوشیدہ رکھتے، مالداروں کا لباس زیب تن فرماتے، عشا کے بعد جب دوسرے لوگ بیدار رہتے تو آپ سو جاتے، جب سب لوگ سو جاتے تو آپ بیدار ہو جاتے اور پوری رات نماز پڑھتے، اکتالیس بار سورہ یٰس پڑھتے، آپ کا ذریعہ معاش قرآن مجید کی کتابت تھا، لیکن کبھی بھی کتابت قرآن کے لیے بے وضو قلم نہ اٹھاتے، آپ کے صاحبزادے مولانا بدر حسام الدین، ننک پور ہیں، فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے اور توکل وقناعت سے درجہ کمال پر پہنچے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

درویش دردمند، مشائخ ارجمند، برگزیدہ رب الودود، حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ابو سعید بن عمر انصاری کے صاحبزادے ہیں، آپ کا لقب سلطان محمود تھا، جامع برکات وکرامات تھے، لکھنؤ کے قدیم مشائخ میں سے ہیں، لمبی عمر پائی، قاضی فخر الدین بجنوری کے معاصر تھے، آپ کا لکھنؤ آنا قاضی شاہ الدین بن قاضی فخر الدین کی بنا پر تھا، لکھنؤ کے انصاری شیوخ آپ کی اولاد ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(بحوالہ تذکرۃ الاصفیا)

موج :۔ احوال حضرت شاہ نور حمامی رحمۃ اللہ علیہ

پسند شعلہ آتش شوق مطلوب، دل بند حلقہ سلسلہ زلف محبوب، معین الملۃ والدین حامی، قطب وقت حضرت شاہ نور حمامی رحمۃ اللہ علیہ:

اس صاحب کمال بزرگ کے حالات اس کے سوا جو مرقوم ہوئے ہیں، راقم السطور نے رقم نہیں کیے، اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے ۔

مرا در زلف تو موئے پسند است　　　فضولی می کنم بوئے پسند است

سید میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پوتے امیر حیدر کہتے ہیں، کہ آپ کبار اولیا اور صاحب اشتہار اصفیا میں تھے۔ کمالات وحالات کے اندر مشرب چشت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اپنے حال کو پوشیدہ رکھتے، کرامت کا اظہار نہ فرماتے، تذکرۃ العارفین میں شاہ محمد لکھتے ہیں، کہ آپ کا لقب حامی اسی بنا پر ہے، چند روز قبض مکاشفات میں مبتلا رہے اور سرمست ہوگئے، امیر اپنے ساتھ حمام میں لے گیا، آپ کا قبض بسط میں تبدیل ہوگیا، اس کے بعد آپ نے مسافروں کے لیے ایک حمام تعمیر کیا اور اسے ہمیشہ گرم رکھتے، بعض لوگوں نے دوسو یا تین سو یا چار سو سال عمر بتائی ہے۔ ۲۴ ر جمادی الاخری ۱۰۴۳ھ میں وفات پائی۔ شہر اورنگ آباد کے جنوب نواحی علاقے میں آپ کا مزار مقدس ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ''نور محض'' ہے۔ سید نور الدین اس وقت آپ کے سجادہ نشیں ہیں، جو عالم وفاضل، خوش اخلاق، خصائل شریفہ میں منفرد ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ روشن علی دوست پوری رحمۃ اللہ علیہ

بمقام او ادحنا رسیدہ، جام معرفت چشیدہ، از بندگان حضوری، حضرت شاہ روشن علی دوست پوری رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ یحیٰی کہتے ہیں، آپ کو اد واحنا و اجسادنا کا مقام حاصل ہے۔ دوست پور الدی مئو میں سکونت گزیں تھے، کہتے ہیں، رسی کے بغیر کنویں میں داخل ہوتے اور باہر آجاتے۔ میں قاضی سے کتاب کا سبق لے رہا تھا، حاکم کو یہ بات گراں گزری، اس نے کہا، میں نے اس کو معزول کیا، میں نے کہا، حاکم کا نوکر ہوں اور قاضی سے کتاب پڑھتا ہوں، کتاب ختم ہونے تک بحال رہے، اس نے کہا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جس دن کتاب ختم ہوئی، اس کی معزولی کی خبر پہنچی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی فخر الدین بن رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

ماہر علوم شریعت وطریقت، کاشف اسرار معرفت وحقیقت، مقتدائے ارباب تفاوت دیقین، مخدوم وقت حضرت قاضی فخر لدین بن رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں، سلطان المشائخ کے پاک اعتقاد مرید ہیں، محبوب

الٰہی نے آپ کو بجنوری کے لقب سے یاد فرمایا، سرکھ سے نکل قصبہ بجنور میں آباد ہو گئے، آپ کے روزینہ کے لیے سلطان المشائخ نے کتونی نام گاؤں کا فرمان ایک ٹھیکرے پر لکھ کر اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمایا، جب تک کہ آپ کے فرزندوں نے اس گاؤں کی سند سلطان وقت سے حاصل کر لی، وہ گاؤں ان کے تصرف میں رہا، بادشاہ سے سند حاصل کرنے کے بعد حکام نے نہیں چھوڑا، آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ وفات کے وقت ان کے لڑکے قاضی بدیع الدین رونے لگے، قاضی نے آنکھ کھولی تو پوچھا، کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا، کہ اب میں فلاں کتاب کس سے پڑھوں گا؟ کہا، میری قبر پر آتے رہو، میں تمہیں پڑھاتا رہوں گا، مدتوں تک حضرت جسم عنصری کے ساتھ اپنے روضے میں فرزند کو سبق پڑھاتے رہے، ایک دن آپ کی اہلیہ آئیں، لڑکے سے کہا، یہ راز افشانہ ہونا چاہیے، اس کے بعد سبق دینا بند کر دیا، جو بقرعید، جمعہ کے دن واقع ہوتی ہے، مخلوق انتہائی عقیدت کے ساتھ زیارت کے لیے روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں۔

چوں کہ آپ کو سلطان المشائخ کی صحبت کم میسر آئی تھی، اسی بنا پر زیادہ تر روحانی تربیت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے پائی، اگر چہ صاحب سیر الاولیا نے آپ کا تذکرہ سلطان المشائخ کے خلفا میں نہیں کیا ہے، لیکن شیخ سعد اللہ کیسہ دار کے ملفوظات کے حوالے سے مراۃ الاسرار میں مرقوم ہے، کہ آپ سلطان المشائخ کے مرید اور خلیفہ ہیں، اپنے زمانے میں فخر زماں وزمانیاں ہوئے ہیں۔ ۷۵۹ھ میں وفات پائی۔ قبر انور بجنور میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی قطب الدین ہدایہ داں رحمۃ اللہ علیہ

متصرف اقلیم کمالات بلند، مظہر خوارق عادات عالی و دل پسند، ولی برحق و صاحب کمال بے گماں، یگانہ روزگار حضرت قاضی قطب الدین ہدایہ داں رحمۃ اللہ:

آپ قاضی فخر الدین بجنوری کے خلف وخلیفہ ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم میں شہنشاہیت کا مقام رکھتے ہیں۔ صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے استاذ سے مناظرہ کیا، استاذ نے بددعا کی، عین جوانی کے عالم میں لاولد دنیا سے رخصت ہوئے، چوں کہ مسافرت کو اپنا شیوہ بنایا تھا، لوگ آپ کے دسترخوان پر ضرور گوشت رکھتے، ایک سفر میں ایک گاؤں کے اندر پہنچے، جہاں گوشت میسر نہ آیا، آپ کے خادموں نے ایک ضعیفہ سے اس کا موہنا نامی مرغ قیمتاً طلب کیا، بڑھیا نے قبول نہ کیا، قاضی صاحب کے خادم نے جبراً اس مرغ کو ذبح کیا اور قاضی صاحب کو کھلا دیا، تھوڑی دیر بعد وہ ضعیفہ حاضر ہوئی، اس نے مرغ طلب کیا، قاضی صاحب اس مرغ کی سرگزشت سے مطلع ہوئے، غضب میں آگئے اور ضعیفہ سے فرمایا، اپنے مرغ کو پکارو، ضعیفہ نے پکارا، موہنا، آجاؤ، اسی وقت قاضی کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوا، مذبوح مرغ پروبال کے ساتھ آپ کے شکم میں بانگ دینے لگا، قاضی صاحب نے اسی حالت میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ

کاشف اسرار قدم، بہ والد بزرگوار خود قدم بہ قدم، مجموع کمالات، بدر مبیں، قطب الوقت حضرت قاضی بدیع

الدین رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی فخر الدین بجنوری کے خلف وخلیفہ ہیں۔ قاضی بدیع الدین تصوف میں بہت عالی شان، نہایت مرتاض اور ممتاز تھے، پیر و مرشد کی تربیت کی بدولت تمام ظاہری اور معنوی علوم وفضائل سے آراستہ اور حال ولایت سے پیراستہ تھے۔ تذکرۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں، جس وقت آپ کے والد بزرگوار کی وفات کا وقت قریب آیا، چوں کہ آپ اس زمانے میں اپنے والد سے ایک کتاب پڑھ رہے تھے، اس خیال سے کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں، میں اس کتاب کو کس سے پڑھ کر مکمل کروں گا؟ سراسیمہ حیران اور پریشان تھے، آپ کے والد نے عین سکرات کی حالت جب کہ دم واپسیں اور جمال محبوب کا مشاہدہ ہونے والا تھا، فرزند کے اس خیال سے آگاہ ہوئے، آنکھ کھولی، فرمایا، روزانہ میری قبر پر آتے رہنا، میں تمہیں تعلیم دیتا رہوں گا، بعد وفات ایسا ہی ہوا، کہ مدتوں تک صوری اور معنوی فوائد جو والد کی زندگی ہی کی طرح موت کے بعد بھی حاصل کرتے رہے، چنانچہ یہ واقعہ قاضی فخر الدین کے حالات میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔

قاضی بدیع کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کتنے بلند مقام پر فائز تھے اور اس والد بزرگوار کی روح کے ساتھ کتنی مناسبت رکھتے تھے، پھر قاضی بدیع الدین بجنور سے منتقل ہو کر لکھنؤ میں آباد ہو گئے، جب وفات پائی، بجنور میں اپنے والد بزرگوار کی قبر کی پائینتی دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ قاضی مبارک رحمۃ اللہ علیہ

منبع کملات، مجموع حالات، برگزیدہ اللہ تبارک، حضرت شاہ قاضی مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قاضی فخر الدین بجنوری کے خلف وخلیفہ ہیں۔ تصوف میں رتبہ بلند اور درجہ ارجمند کے مالک تھے۔ شیخ حسین گجراتی، شیخ رضی، شیخ کبیر، قاضی مبارک کے فرزندوں میں تھے۔ آپ کی اولاد میں بہت سے بزرگ اور صاحب مقامات افراد پیدا ہوئے ہیں، جن سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں، شیخ قوام الدین حاجی الحرمین کو قاضی مبارک نے دہلی سے انتہائی نیازمندی کے ساتھ لکھنؤ لا کر مقیم کر دیا۔ قاضی مبارک کا مزار قصبہ بجنور میں پدر بزرگوار کے مرقد مبارک کے پائینتی ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ صفیان؟ (سفیان) لکھنوی بن قاضی بدیع الدین بن قاضی فخر الدین بجنوری رحمہم اللہ

ہدہد مصباح مقصود، پروانہ شمع بزم معبود، ولی وخرقش بکرامت، ہدیہ شہادت محتوی، رئیس الاخیار حضرت شاہ صفیان لکھنوی بن قاضی بدیع الدین بن قاضی فخر الدین بجنوری رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی بدیع الدین کے دو خلف وخلیفہ تھے۔ ایک شیخ شہاب الدین جو بہت بڑے بزرگ، تصوف میں عالی شان

،صاحب کرامت وخوارق عادات تھے۔ آپ کا مزار شہر لکھنؤ کے مشرقی کنارے پر ہے۔

دوسرے شاہ صفیان، سلطان، اقلیم فتح مہمات اور خرق عادات کی قلمرو کے فرماں روا، عاجزوں کی دستگیری کرنے والے، بےکسوں پر باران کرم فرمانے والے، حاجت پانے کے لیے آپ کا وجود اکسیر تھا۔ مطلع امور مقصود وقد بیر اگرچہ تذکرۃ الاصفیا میں آپ جیسے صاحب کمالات بزرگ کے حالات کا تذکرہ اسی قدر کیا گیا ہے، جب کہ آپ بہت بڑے صاحب کمال تھے، لیکن عشق اور مشک پوشیدہ نہیں رہتے، جو باتیں ثقہ لوگوں سے سنی گئیں، یہ ہیں:

امتداد زمانہ کی وجہ سے آپ کے روضے کا گنبد ٹوٹ گیا تھا، جب یاقوت خاں نے وہاں باغ لگایا، آپ کی قبر باغ کے بیچ میں آ گئی، یاقوت خاں کی زندگی تک کبھی کوئی کرامت مزار سے ظاہر نہ ہوئی، جب عیسائیوں نے اس باغ میں سکونت اختیار کی، ان لوگوں نے خلاف دین اعمال اور بدعات کا ارتکاب کیا۔ اس قوم کے ایک شخص نے مزار شریف کے پاس حد سے زیادہ تجاوز کیا، اس کی جان مال اور ساز وسامان سب غارت ہوئے، اس کے بعد روزانہ کرامتوں کا ظہور اور جلال کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ جس کی وجہ سے بدعقیدگی کے باوجود عیسائیوں کا عقیدہ آپ کے ساتھ راسخ ہوا اور انہوں نے مزار شریف کے ادب واحترام میں کوشش کی اور عالی شان مقبرہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، رات میں بحالت خواب بشارت دی، تمہارے روضہ تعمیر کرنے سے مجھے کوئی سروکار نہیں، صرف تم لوگ یہاں ادب کے ساتھ رہو، لوگوں نے چاندنی راتوں میں انہیں بیدار آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کمبل اوڑھے ہوئے کھڑے ہیں، لوگوں نے سوال کیا اور جواب بھی پایا، اب آپ کو پیر صوفی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک دن راقم السطور کو ایک چیز کی ضرورت پیش آئی، آپ کے مزار پر التماس کیا، رات کے وقت آپ نے مجھے وہ چیز عنایت کی اور فرمایا، یہ لو اور جلدی نہ کرو، اس قسم کے بہت سے کمالات وخوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں، اگر ان سب کو لکھوں ایک کتاب ہو جائے گی۔ آپ کی تاریخ وصال نظر سے نہیں گزری۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الابرار عالی مقام، رئیس الاخیار صاحب مشاہدہ مدام، نظام سلسلہ نظام، قطب وقت لا کلام، پراز اسرار کاملین المکین، قطب برحق حضرت قاضی سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قاضی فخر الدین بجنوری کے فرزند وجانشین اور شیخ زین الدین کے مرید ہیں۔ شیخ قطب الدین کمی سے بھی نعمت وخلافت حاصل تھی، ایک خرقہ خلافت مخدوم جہانیاں سید جلال حسین بخاری سے حاصل کیا، چنانچہ اس بارے میں قاضی فخر الدین نے ایک خط مخدوم جہانیاں کو لکھا، اس خط کا جواب مخدوم جہانیاں نے تحریر فرمایا، الغرض! حق سبحانہ تعالیٰ نے قاضی سماء الدین کو انتہائی کمال اور عالی احوال بنایا، آپ کی حیثیت قاضی فخر الدین کے فرزندوں میں وہی ہے، جو تسبیح کے امام کو تسبیح کے دانوں پر حاصل ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو تصوف وسلوک میں بلند مرتبہ یگانہ سردار بنایا تھا۔ آپ کے مجاہدے وریاضات کی انتہا نہ تھی، مدتوں تک نہ سوئے، ہمیشہ باوضو رہتے اور جب وضو فرماتے، دوگانہ شکر ادا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کو اسہال کا عارضہ لاحق ہوا، مسلسل دست آتے، اس حال میں بھی ہر بار وضو فرماتے اور

دوگانہ شکر ادا فرماتے، آپ کے فرزندوں نے عرض کیا، کہ حضرت آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں، ہر بار وضو کرنا اور دوگانہ ادا کرنا مرض اور ناتوانی کے اضافے کا سبب ہے، فرمایا، ساٹھ سال کی مدت میں کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ میں نے وضو اور دوگانہ شکر ادا کرنے میں کوتاہی کی ہو۔

اٹھائیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ کے والد قاضی فخر الدین نے اپنی زندگی ہی میں آپ کے سفر حرمین کے بارے میں اشارہ کیا تھا، وفات کے بعد بھی والد بزرگوار نے تاکید فرمائی کہ تم نے سفر کعبہ کے اشارے کو قبول نہیں کیا، پھر اس کے بعد آپ کعبہ پہنچے، یہاں تک کہ آپ نے اس کیفیت کمال کو حاصل کر لیا۔ جب آپ شہر لکھنؤ آئے، شیخ محمود انصاری اور دوسرے اکابر نے لکھنؤ میں اقامت کی تجویز پیش کی، قاضی نے عاجزی اور انکساری کے طور پر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی، قاضی سماء الدین ۱۴ ربیع الاول حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی کی مجلس عرس میں شریک ہوئے، محفل میں قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

سر اگر خاک شود بر دیاری باری ... جان گر از دست رود بر سرکار باری

استخوان شہ طیفور بہ سگ باز دہید ... کہ نہ من لائق فتراک سواری باری

یہ شعار سنتے ہی قاضی پر وجد وسماع کی کیفیت طاری ہوئی، یہاں تک کہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۷۷۶ھ میں مجلس سماع کے اندر اپنی زبان سے یہ رباعی پڑھی ۔

آیم بہ سر کوئی تو پویاں پویاں ... رخسارہ بہ آب دیدہ شویاں شویاں

بیچارہ رہ وصل تو جویاں جویاں ... جان می دہم ونام تو گویاں گویاں

اس حالت وجد میں مذکورہ بالا تاریخ کو ملاء اعلیٰ کی طرف روح پرواز کر گئی۔ آپ کا مزار لکھنؤ میں جنوب کی جانب واقع ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سعد اللہ کندوری فراز رحمۃ اللہ علیہ

دفتر سلسلہ سلطان نظام الدین، فخر اولاد قاضی فخر الدین، مزین بساط کمالات بلند مبین، نشاط مراتب ارجمند، درحلت ولایت بہ ملائکہ ومساز، شیخ الاسلام حضرت شیخ سعد اللہ کندوری فراز رحمۃ اللہ علیہ:

زائر حرمین قاضی سماء الدین کے خلف وخلیفہ ہیں، جون پور میں سلسلہ سہروردیہ کی اجازت وخلافت سید السادات سید اجمل بن سید امجد بن سید علی حسینی ملقب بہ صدر جہاں سے پائی، جو اپنے وقت کے صاحب حال بزرگ اور صفائے باطن میں کامل تھے۔ ملک العلما شیخ شہاب الدین نے آپ کے حالات میں رسالہ مناقب السادات تحریر فرمایا، اپنی تصنیف میں ملک الاولیا کے حالات کا ایک حصہ شامل کیا۔

شیخ سعد اللہ کندوری فراز مقبول ابرار، ظاہر وباطن میں شوکت وعظمت والے بزرگ تھے۔ آپ کی بزرگی حد وحساب سے باہر ہے۔ اغنیائے شاکر میں تھے۔ میر سید سلطان مخدوم اشرف نے چند خطوط آپ کے پاس تحریر کیے، شیخ قیام الدین حاجی الحرمین لکھنوی کی زبان کرامت بیان سے بحکم باطن آپ کو شیخ لاسلام کا لقب عطا ہوا۔ آپ کو کندوری

فراز اس بنیاد پر کہتے ہیں، کہ قسم قسم کے عمدہ کھانے فقراء مساکین اور مسافروں کے لیے بہت زیادہ تیار کراتے اور ان میں تقسیم فرماتے۔ شیخ الاسلام رضائے الٰہی میں بڑے ثابت قدم واقع ہوئے تھے، ایک زمانہ میں قوم بیس کے ایک راجہ ساتن نے لکھنؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی، اس خبر کے عام ہوتے ہی، تمام شرفائے شہر اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے شہر سے نکل گئے، یہاں تک کہ مخدوم اعظم ثانی نے بھی اپنے اہل و عیال کو شہر کی نواحی بستیوں میں بھیج دیا، لیکن شیخ الاسلام نے راجہ کے حملے کی قطعاً پروانہ کی اور اپنی شوکت ولایت اور تصرف روحانی سے راجہ کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آپ کی دعا کا یہ اثر رہا کہ سلطان شرقی نے راجہ کو قتل کر دیا، فتنہ ختم گیا، راجہ کی لاش کو قلعہ کاکوری کے دروازے میں چن دیا گیا، حضرت شیخ الاسلام سے بہت سے خرق عادات اور کرامتوں کا ظہور ہوا، ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں مزار کے لیے ایک گنبد تعمیر کرایا، ایک دن اپنے پان کا پس خوردہ ہاتھ میں لیا، گنبد کی دیوار پر مارا اور فرمایا، میں نے اپنا فضلہ پان دیوار پر جمادیا، قیامت تک کوئی فضلہ پان اتنی استواری حاصل نہ کرے گا، آج یہ فضلہ جس طرح دیوار سے چپک گیا ہے، لوگوں نے اسی وقت اس فضلہ پان کو دیوار سے ہٹانے کی لاکھ کوشش کی، دیوار سے جدا نہ کر سکے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ دیوار سے منجمد بخارات برآمد ہوئے ہیں، جس پر انسانی قوت کارگر نہیں ہوتی۔

۲۳ ربیع الثانی ۸۰۹ھ میں وفات ہوئی، لوگوں نے ان کے والد بزرگوار کی قبر کے پائینتی دفن کیا۔ ”رحمۃ اللہ علیہ“ آپ کی تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ

زوار بیت اللہ، جانشین ولی اللہ، درویش عمدہ و متین، حضرت مخدوم شیخ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ سعد اللہ کندوری فراز کے خلف و خلیفہ ہیں۔ شریعت و طریقت میں حظ وافر، قوت قوی اور عظیم تصرف کے مالک تھے، حرمین شریفین کی زیارت سے بار بار مشرف ہوئے۔ اکثر مشائخ وقت سے ملاقات کی اور ان سے نعمتیں حاصل کیں۔ آپ کی ذات والا صفات سے خلائق کو صوری اور معنوی برکات و منافع حاصل ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ سعد الدین نے اس کے بارے میں چند مدحیہ اشعار تحریر فرمائے ۔

حلقہ در گوش تو از دہر سری نیست کہ نیست — بستہ در خدمت تو ہر کمرے نیست کہ نیست

ایمن ایں شہر دریں وقت ہم از برکت تست — ورنہ در شہر دگر بر خطرے نیست کہ نیست

حضرت نے خود بھی بطرز مثنوی اپنے حالات پر اشعار تحریر فرمائے، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں ۔

ما مست الستیم کہ ہوشیار و شانیم — ما ثابت پرستیم و در اسلام بمانیم

ما چند شکاریم ولے شہرہ نداریم — ما منظر ھقیم و گلستان خدائیم

ما طائر قدسیم کہ از عرش پریدیم — اکنوں کہ ہمائیم زناسوت نشانیم

ما ئیم کہ میدان سمٰوات دویدیم — ما شیر خدائیم کہ در کون و مکانیم

آپ نے سات حج ادا کیے تھے۔ آخری بار جب مکہ مکرمہ سے وطن کے لیے واپس ہوئے، احمد آباد گجرات میں سفر کی تھکن دور کرنے کے ارادے سے چندروز قیام کیا، شہر کے اصاغر و اکابر حاضر خدمت ہوئے، ایک دن مجلس میں یہ گفتگو چھڑی، ان اولیائے کرام کے جسم قبروں میں مٹی ہو جاتے ہیں یا شہدائے کرام کے جسموں کی طرح صحیح وسالم رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، عن قریب اس شہر میں فقیروں کا ایک خادم وفات پائے گا، چھ مہینے بعد تم لوگ اس کے جسم کو دیکھو گے بلکہ اس کی ڈاڑھی میں کنگھا کرو گے، اگر اس کی ڈاڑھی کا ایک بال بھی جدا ہو جائے تو تم سمجھنا کہ اس کا جسم تحلیل ہو گیا ہے۔ لوگوں کا بیان ہے، اس گفتگو کے دو تین روز بعد ہی حضرت نے وفات پائی، لوگوں نے آپ کو زمین کے سپرد کردیا، آپ کے فرزند عبدالقادر نے وفات کی خبر پائی، تو گجرات کے لیے روانہ ہوئے، انہیں معلوم ہوا، کہ لوگوں نے لاش کو سپرد خاک نہیں کیا ہے، بلکہ امانتاً دفن کردیا ہے، آپ کی لاش مبارک قبر کھود کر نکالنے میں تامل کیا، شہر والوں نے آپ کی سرگزشت بیان کی، لاش زمین کے حوالے کرنے کا مقصود یہ ہے کہ لاش زمین کو سونپ دی جائے، تو مٹی جسم کو نہیں کھاتی، کھودنے پر صحیح وسالم لاش برآمد ہوتی ہے، اسے جہاں چاہیں لے جاسکتے ہیں، جب لوگوں نے آپ کے انفاس قدسیہ کی خبر پائی، تو قبر کھولی گئی، جسم کے اندر کسی قسم کا تغیر محسوس نہ کیا، شہر کے اکابر نے بالوں میں کنگھا کرنے کی درخواست کی، صاحبزادے نے اجازت دی، آپ کی ریش مبارک کا ایک بال بھی جدا نہ ہوا، آپ کا تابوت لکھنؤ لایا گیا، خانقاہ کے صحن میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ۷/ جمادی الاولی ۸۹۱ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ

نقاوہ دودمان، حضرت قاضی فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ:

مولوی سعدالدین بن شیخ سعداللہ کندوری فراز کے خلف وخلیفہ ہیں۔ جامع علم ظاہری ومعنوی تھے۔ ریاضت ومجاہدہ کی کثرت کے باوجود ایک زمانہ تک درس وتدریس کی مشغولیت سے دست بردار نہیں ہوئے۔ اکثر وبیشتر شعر بھی کہتے۔ یہ اشعار آپ کی صحت حال کے گواہ ہیں ؎

چوں داری مونس خود قل ھواللہ — خطی در کش نگیرد ماسوی اللہ

چوں دست موافق است سعدی — سہل است جفای ہر دو عالم

کامل بود آں مرد کہ دروی باشد — تفویض رضا و صبرو توکل تسلیم

۹/ جمادی الاولی ۸۸۱ھ میں روح ملاء اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔ آپ کے صاحبزادے شیخ الاسلام سران کا تذکرہ شیخ فخرالدین کے خلفا پھر شیخ ابوالفتح جون پوری کے خلفا کے ذیل میں آئے گا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیارہ رحمۃ اللہ علیہ

عارف بے اشتباہ، کامل عالم پناہ، مخالف نفس امارہ، حضرت بندگی شیخ پیارہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ حامد بن شیخ امین الدین بن کندوری فراز کے خلف وخلیفہ ہیں۔ شیخ حامد نے اپنے والد اور چچا شیخ

فخرالدین ثانی سے درویشی کی نعمت حاصل کی، بہت قوی الحال اور بلند ہمت درویش تھے۔ ترک وایثار، ریاضت ومجاہدہ میں اپنے والد بزرگوار کے بعد سجادہ مشیخت کو زیب وزینت عطا کی۔ ایک گنبد اپنے والد کے مزار پر اور دوسرا گنبد اپنے مزار کے لیے علاحدہ تعمیر کیا۔ وفات کے وقت مرشدان کامل کی تمام امانتیں اپنے فرزند بندگی پیارہ کو عطا کر دیں، اس کے بعد پردہ فرمایا۔

شیخ پیارہ مرد مرتاض اور ممتاز ہوئے۔ طبیعت ریاضت ومجاہدہ کی طرف مائل تھی، سلسلہ قادریہ کی اجازت شیخ ابراہیم دہلوی قادری شطاری سے حاصل کی۔ تصرفات ارجمند وخوارق دل پسند کے مالک تھے۔

جس وقت بادشاہ ہمایوں نے بنگال کے اندر شیر شاہ سوری سے شکست کھائی، وہ بھاگ کر لکھنؤ شیخ پیارہ کی خانقاہ میں آیا، شیخ نے ضیافت کے سارے حقوق بدرجہ اتم ادا کیے۔ بادشاہ نے چند گھوڑوں اور کچھ بار بردار جانوروں کی درخواست کی، شیخ پیارہ نے یہ تمام چیزیں بھی مہیا کر دیں، حاسدوں نے یہ بات شیر خاں سوری کو بتائی، کہ شیخ پیارہ لکھنوی اور شیخ احمد قنوجی نے بادشاہ کی مدد بار بردار اور سواری کے جانوروں سے کی ہے۔ اس نے دونوں بزرگوں کو طلب کیا، پہلے شیخ احمد شیر خاں کے پاس پہنچے، بادشاہ نے آپ کی ناک پر ضرب لگائی، چوں کہ آپ آل رسول تھے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پہنچ کر استغاثہ پیش کیا، روضہ اقدس سے ندا آئی، میں نے شیر خاں کو جلا دیا، ایسا ہی ہوا، جب بندگی شیخ پیارہ شیر خاں کے پاس پہنچے، اس نے آپ کی تعظیم کی، شاہی مشیر بادشاہ کی تعظیم کی وجہ سے متعجب ہوئے، شیر شاہ نے آپ کے مصارف کے لیے بیسواڑہ کے چند دیہات مقرر کر دیے، پھر شیر شاہ نے کہا، میں نے صوبہ اودھ سے آپ کو باہر نکالنے کا ارادہ کر لیا تھا، اب بادشاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیسواڑہ کے اندر اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ، دربار سے شیخ کی واپسی کے بعد لوگوں نے بادشاہ سے پوچھا، اس درویش پر انعام واکرام کی وجہ کیا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا، جب شیخ آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کی دونوں جانب دو سیاہ شیر ہیں، ان کی آنکھیں میری طرف لگی ہوئی تھیں، اسی بنا پر میں نے شیخ پر دست درازی کی جرأت نہ کی۔ شیخ نے ۱۴ر جمادی الثانیہ ۹۶۱ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

قدم بقدم بزرگاں، کامل دوراں، دوست یک رنگ وصمیم، مرد وقت حضرت بندگی شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بہت بڑے صاحب کمال وکرامات تھے۔ مقام درویشی کے حصول کی بنا پر شیخ چندیری کے ساتھ آپ کی بے انتہا دوستی تھی۔ چنانچہ آپ کے خطوط جو شیخ ابراہیم کے نام ہیں، ان میں انتہائی عقیدت وارادت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، ان خطوط میں سے ایک خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہ می برد بجنابش زمن بشوق تمام	ہزار بندگی وصد ہزار نوع سلام
ہر اشتیاق ازینجا کہ عرض می دارد	بسوئے مصر ز کنعاں کہ کہ می برد پیغام

سلام وافر وتحیات متکاثر از خادم احقر وذرہ اصغر نظام مخلص نیک خواہ مستفیض مطالعہ نمایند وہر عزیزانی کہ بنعمت صحبت شما مخصوص اند بسمع شریف ایشان برسایند ودعائے دور ماندہ ہر بار پریشانی ظاہر وخراب باطن در قلم می آرد ازاں مخدومی باز می نماید باید کہ ایں ضعیف را از گوشہ خاطر مبارک فراموش نکنند۔

خادم احقر، ذرہ اصغر، نظام مخلص نیک خواہ مستفیض کی جانب سے سلام وافر وتحیات متکاثر جناب والا کی بارگاہ میں پیش ہیں اور ان تمام عزیزوں کی خدمت میں جو آپ کی صحبت سے مستفیض ہیں، سلام ونیاز پیش کرویں، اس درماندہ عاجز کی دعائیں جب بھی اس عاجز کو کوئی پریشانی لاحق ہوئی اور باطن میں خلش پیدا ہوئی تو اسے تحریر کیا، مخدوم نے اس پریشانی کو دور فرمادیا۔ امید ہے کہ اس ضعیف وناتواں کو اپنے دل کے گوشے میں یاد رکھیں گے۔

تا جان بہ تنم بود غمت می خوردم اکنوں غم من خور کہ مرا خورد غمت

شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل بہت بڑے صاحب کمال، علوم نقلیہ وعقلیہ کے جامع اپنے والد بزرگوار سے آداب طریقت کی تربیت پائی اور حضرت شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تربیت روحانی حاصل کی، چنانچہ شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کے مزار پر چالیس روز کا چلہ کیا، صفائے باطن حاصل کی، بزرگوں کی تمام امانتیں اور خرقہ خلافت اپنے فرزند شیخ شرف الدین کے حوالے کیا۔ ۱۲؍ربیع الاول ۹۹۴ھ میں پردہ کیا۔

شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

بڑے بزرگ اور انتہائی بلند ہمت تھے، مسند خلافت پر حقوق، تواضع واخلاق اور درویشوں کی خدمت پوری زندگی انجام دیتے رہے، اپنی تمام امانت اور خلافت اپنے فرزند شیخ پیارہ کو سونپ دی۔ ۱۷؍رمضان ۱۰۱۶ھ کو دنیائے ظاہری سے پردہ کیا۔

شیخ پیارہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پیارہ نے تیس سال سجدہ طاعت پر فقر وقناعت کے ساتھ زندگی بسر کی، اپنے وقت کے ولی اور مقبول ابرار تھے۔ تہذیب اخلاق میں صفائے باطن سے تربیت پائی۔ بہت سے عارفین وقت اور محققین کی صحبت سے روحانی استفادہ کیا۔ ۸؍رجب ۱۰۷۳ھ کو ساری امانتیں اپنے فرزند شیخ شہاب الدین کے حوالہ کیں پھر پردہ فرمایا۔

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

معصوم صفت ولی تھے۔ دنیاوی امور ورسوم سے مطلقاً سروکار نہ تھا۔ ہمیشہ عبادت، مراقبہ اور استغراق کی جانب

مائل رہے۔ جب وقت آخر آیا، تمام امانتیں اپنے فرزند غلام محمد کے سپرد کیں۔ ۷ ربیع الاول ۱۱۴۷ھ میں اس دنیا سے رحلت کی۔

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

کامل اور شاغل انسان تھے۔ روحانیت کی زیادہ تر تربیت شاہ عبدالخلیل کے خلیفہ شاہ حسن سے حاصل کی اور سلسلہ قادریہ کی اجازت وخلافت سید میر قلندر قادری فرزند حضرت غوث الثقلین سے حاصل کی، جب آپ کا وقت آخر آیا، تمام نعمتیں اور سلاسل کی خلافتیں اپنے فرزند شیخ رحمت اللہ کے حوالے کیں، جو تذکرۃ الاصفیا کے مصنف ہیں، ان کی علمیت اور دیانت تصنیف (تذکرۃ الاصفیا) سے ظاہر ہے۔ آپ بابرکت انسان تھے۔ صالح فقیر اور کامل دیانت دار۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی فخر الدین بجنوری کے باقی فرزندوں کے احوال مثلاً شیخ فرید الدین وشیخ نظام الدین، قاضی سماء الدین، شیخ بہار، شیخ محمد صالح، پسران شیخ محمد شریف، شیخ مبارک، شیخ جہان بن شیخ احمد، شیخ بہاء الدین بن شیخ فخر الدین ثانی، شیخ قاسم بن شیخ امین الدین، شیخ فضل اللہ بن قاسم، شیخ فتح اللہ بن شیخ صلاح، شیخ بڈی بن قاسم، شیخ عبدالقادر بن زائرالحرمین الشریفین، شیخ امین الدین، شیخ سلیمان بن شیخ عبدالقادر، شیخ حسین عرف جونسی بن شیخ عبدالقادر، شیخ نظام الدین بن شیخ حامد، شیخ عبدالکریم بن شیخ عبدالرزاق، شیخ حسین بن شیخ سطان، شیخ مخدوم، شیخ الہداد بن شیخ حامد، شیخ حبیب بن شیخ علاء الدین، شیخ خواجہ بن شیخ آدم، شیخ یعقوب بن شیخ الاسلام، شیخ ابراہیم، شیخ فتح محمد، شیخ حبیب علی بن شیخ الاسلام بندگی شیخ پیارہ، یہ تمام بزرگ اور بزرگ زادے مقامات ولایت پر فائز تھے اور معاصرین میں غایت کمال کی بنا پر اشرف، صاحب تلقین وارشاد، سرمایہ محبت ومودت، خزانہ تواجد واشواق کرامت میں آفاقی شہرت کے حامل تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیارے مندوی رحمۃ اللہ علیہ

خزینہ اسرار معنوی، حضرت شیخ پیارے مندوی رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں کہ آپ کبیر الدین محمود چشتی کے صاحب زادے اور شیخ شاہ فخر الدین بن حامد کے مرید ہیں۔ آپ کی جائے ولادت لکھنؤ ہے۔ گنجینہ انس رہی، خزینہ صلاح وتقوی اور معاملات وہبی کے مالک تھے۔ سات مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا، ساتویں بار اپنے والد بزرگوار کو ساتھ لے گئے، مکہ سے گجرات کے راستے سے واپس ہوئے، نہر والہ جو آج پٹن کے نام سے مشہور ہے، پیر کامل سے وطن جانے کی اجازت پائی، مندو کی فضا پسند آئی، شادی کی اور وہیں سکونت اختیار کی، پچاس سال تک علوم ظاہری وباطنی سے لوگوں کو فیض پہنچایا، ایک سوبیس سال عمر پائی۔ رمضان ۹۶۳ھ میں جوار رحمت الٰہی سے جا ملے۔ ایک صاحبزادے شیخ عثمان نے والد بزرگوار سے اکتساب علم کیا تھا، آپ کے جانشین ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شمس الملک رحمۃ اللہ علیہ

افاضل روزگار کے صدر تھے۔اپنے زمانہ میں علم وفضل میں ممتاز رہے۔شیخ نظام الدین نے طالب علمی کے زمانہ میں آپ سے تعلیم حاصل کی تھی اور مقامات حریری کو یاد کیا تھا۔شہر کے اکثر و بیشتر علما آپ کے شاگرد تھے۔شیخ نظام الدین فرماتے ہیں، جب میں سبق ناغہ کرتا اور دوسرے دن ان کی درسگاہ میں حاضر ہوتا تو فرماتے ؎

آخر کم از آں کہ گاہ گاہے　　آئی و بما کنی نگاہی

''تاج زمرد'' نے جو شعرائے وقت میں مشہور تھا، آپ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے ؎

صدر اکنوں بکام دل دوستان شدی　　مستوفی ممالک ہندوستان شدی

موج :۔ احوال حضرت ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ

از اعاظم طائفہ ابدال، از دولت دین مالا مال، تارک ماسوی اللہ، حامل طریق رسول اللہ، سرمایہ اسرار صمد، ابدال وقت حضرت ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو محمد بخشی کہتے ہیں، حضرت خواجہ سری سقطی کی اولاد سے ہیں روم کے بادشاہ تھے۔جذبہ حق بیدار ہوا تو سلطنت چھوڑی، سارا مال واسباب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین کی تعریف وتوصیف، ورپیشوائی کی شہرت سن کر دہلی آئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، تلقین پائی اور سخت مجاہدے کرنے لگے۔جب فتح باب ہوئی، مرشد سے خرقہ خلافت واجازت حاصل کیا۔مرشد کا حکم ہوا، لکھنؤ کے نواح میں قیام کرو، آپ لکھنؤ سے بارہ کوس کے فاصلے پر قریہ سکلائی میں مقیم ہوئے اور ایک دنیا کو اپنے فیض سے مالا مال کیا۔دنیا و مافیہا سے متنفر تھے۔مالداروں کی طرف قطعاً التفات نہ کرتے، کرامتیں پوشیدہ رکھتے، بلکہ اپنی ذات کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے، جب آخری وقت آیا، فرمایا، میرا جنازہ کسی سے نہیں اٹھ سکتا، لیکن قاضی عبدالکریم قدوائی سے اٹھے گا، جب وفات ہوئی، قاضی عبدالکریم نے کشف کے ذریعہ معلوم کیا، آپ کے جنازے پر پہنچے اور دفن کیا، اس قریہ میں آپ کے اولاد و، حفاد فلاح وصلاح کے ساتھ آباد ہیں۔تاریخ وفات ۲۵ رمضان المبارک ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ ہمت رحمۃ اللہ علیہ

خدیو اقلیم مکرمت، حضرت شاہ ہمت رحمۃ اللہ علیہ:

چشتی مشرب بڑے عظیم الشان بزرگ تھے۔مجاہدہ وریاضت میں چالیس سال تک زمین سے پشت لگا کر کبھی نہ سوئے، انتہائی فضل وکمال کی بنا پر آپ کو فرید ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔روزانہ غسل کرنا آپ کا معمول تھا، آپ کا چہرہ آفتاب کی طرح روشن تھا، بکثرت مرید تھے، دہلی کے لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے، جب بزرگوں کی زیارت کے لیے جاتے، گنبد کے دروازے ہی پر ٹھہر جاتے اور فرماتے، میں اس لائق نہیں کہ بزرگوں کے مرقد پر حاضری دوں۔۱۱۵۶ھ میں وفات پائی۔(تذکرۃ العارفین)

موج :۔ احوال حضرت محمود خاں رحمۃ اللہ علیہ

برگزیدہ درگاہ سبحان، حضرت محمود خان رحمۃ اللہ علیہ:

رود دوئم

حضرت نصیر الدین چراغ دہلی، ان کے منتسبین و متبعین، خلفا اور دوسرے بعض مشائخ کے مختصر حالات:

موج :۔ احوال حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

فرد فردیت حضرت فریدالدین، منشور محبوبیت سلطان نظام الدین، عطر اولیائے خاندن چشت، در صلوۃ دودمان اہل بہشت، الذی یصلح فی توصیفہ انہ لکنوز المعرفۃ مفتاح، وحلب نور الاسلام بضیاء صفوتہ للمشکوۃ فیھا مصباح، نجم سعد برج مسعود، قطب الارشاد حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین احمد بدایونی کے خلیفہ اعظم وسجادہ نشیں اور ہندوستان کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ ترک وتجرید، عشق وانکسار، بذل وایثار، وفور علم، ستر احوال اور کثرت عبادات میں اول سے آخر تک ایک ہی روش پر قائم رہے۔ تسلیم ورضا میں بے نظیر روزگار تھے، آپ سے کم کراماتیں ظاہر ہوئیں، ان کا ایک روحانی تصرف یہ ہے کہ اپنے پیر کے عرس میں چاہا کہ بہت زیادہ چراغ روشن کریں، سلطان وقت نے تکبر کی وجہ سے سخت پابندی لگادی کہ کوئی دوکان دار آپ کو تیل نہ دے، حضرت نے پانی میں بتیاں ڈال دیں اور فتیلہ روشن کردیا، پانی تیل کی طرح چراغ کو روشن کیے ہوئے تھا۔ اگرچہ سلطان المشائخ کے تمام یاران اعلی بلند مقامات کے مالک تھے، لیکن یہ دو بزرگ دوسرے ہی خصوصیت کے حامل تھے، ایک شیخ نصیر الدین محمود اور دوسرے شیخ اخی سراج ان دونوں بزرگوں سے لوگوں نے بہت زیادہ روحانی فیوض حاصل کیے۔ اونچے مقامات پر پہنچے اور بیعت وارشاد کی مسند آراستہ کی، جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے، کہ پورے ہندوستان میں انہیں دو بزرگوں سے سلسلہ نظامیہ چشتیہ جاری ہے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک واسطہ سے حضرت اخی سراج کے خلیفہ ہیں، فرماتے ہیں:

ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفا مشیخت وارشاد کے مرتبہ پر فائز تھے، لیکن شیخ نصیر الدین محمود کو حق ولایت وکرامت حاصل تھا، آپ کے خلفا میں کوئی اس مقام تک نہ پہنچ سکا اور اس قدر آثار ولایت اور انوار ہدایت آپ سے مسلسل ظاہر ہوئے، جو کسی سے ظاہر نہ ہوئے، بلکہ پورے ہندوستان کے اندر کوئی ولی آپ کی ہم سری نہیں کرسکتا، ان اشعار میں اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

غلام بخت بلندش ایاز مقصود است | کسیکہ ہمت او چوں نصیر محمود است
شب حصول وصول خدا بمعراجش | سکینہ منزل اول مقام محمود است

اگرچہ اکثر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو چراغ دہلی کا لقب سلطان المشائخ نے عطا فرمایا تھا۔
ایک دن صاحب کمال مسافر درویشوں کی ایک جماعت سلطان المشائخ کی مجلس میں حاضر تھی، حضرت چراغ دہلی تشریف لائے اور مجلس سے دور کھڑے ہو گئے، حضرت نے فرمایا، نصیر الدین میرے پاس بیٹھو، آپ نے عرض کی، میری پیٹھ اللہ والوں کی طرف ہوگی، جو بے ادبی ہے، حضرت نے فرمایا، محمود تمہاری پیٹھ اور چہرہ دونوں برابر ہیں، آج کے دن سے تم جو چیزیں اپنی آنکھ سے دیکھو گے، وہ پیٹھ سے بھی دیکھو گے، صاحب سیر الاولیا کہتے ہیں جب مخدوم جہانیاں حضرت سید جلال بخاری بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت امام عبداللہ یافعی سے ملاقات کی، انہوں نے فرمایا، اس سے پہلے دہلی کے اندر بہت سے بزرگ تھے، لیکن اس وقت دہلی کے چراغ کو شیخ نصیر الدین محمود روشن کر رہے ہیں، اسی وقت سے آپ چراغ دہلی کے لقب سے مشہور ہوئے۔
حقیقتاً ذات گنجینہ کمالات، آنجناب فانوس شمع نور و شمع نور فانوس، حضور ماحی بدعت و شکوک، مرجع سلاطین وملوک، بہار گلستان شریعت، رونق بوستان طریقت، حقیقت طریقت، نیر مسعود برج اسرار، اختر محمود قافلہ ابرار، معین سلسلہ خواجہ معین لدین، قطب دائر کمالات خواجہ قطب الدین، محمود خانوادہ مودود، موجود فرمائی مقدمات مفقود، بجراحت قلب عاشقاں مرہم، افتخار خاندان سلطان ابراہیم بن ادہم، محمود بحمد نصیر الدین و وارث محبوبیت سلطان نظام الدین ہوئے ہیں۔

صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا سید عبداللطیف خراسان سے لاہور آ کر سکونت گزیں ہو گئے، وہاں سے اودھ آئے اور وہیں رخت اقامت ڈال دیا۔ اکیس سال کی عمر میں شیخ نصیر الدین تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کیا اور اودھ کے فقرا کی صحبت میں شامل ہو گئے اور ریاضات ومجاہدہ کرنے لگے، اپنی غذا کے لیے "سنبھالو" کی پتیاں استعمال کرنے لگے، ۴۳ سال کی عمر میں دہلی پہنچے، اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلطان المشائخ کے دس نامور خلفا میں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عشرہ مبشرہ کے مثل ہیں، ممتاز ہوئے اور سردار قافلہ کی حیثیت حاصل کی، ایک زمانہ تک پیر کی خدمت کرتے رہے اور ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے، کبھی کبھی والدہ محترمہ کی زیارت اور خبر گیری کے لیے اودھ آتے اور مشغول بحق ہو جاتے، دس دس دن تک کچھ نہ کھاتے، ایک دن امیر خسرو کے ذریعے مرشد برحق کی خدمت میں عرض گزار ہوئے، کہ میں شہر دہلی میں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے مشغول بحق ہونے سے معذور ہوں، اودھ میں میرا ایک گھر ہے، اگر حکم ہو، ویرانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاؤں۔ سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا، نصیر الدین! تمہیں مخلوق کے درمیان رہنا چاہیے، لوگوں کے جفا وقفا کو برداشت کرنا ہوگا اور اس کا جواب بذل وعطا سے دینا ہوگا۔
سلطان المشائخ کا یہ ارشاد اپنی جانشینی کی طرف اشارہ تھا۔ پھر سلطان المشائخ کے بعد آپ نے بساط ہدایت

وتلقین کو بیعت مرشد کے تمام صوری ومعنوی حقوق کے ساتھ ۳۲ رسال تک زینت بخشی اور دنیا کو اپنے فیوض روحانی سے بہرہ مند کیا۔

سلطان محمد تغلق بادشاہ ہمیشہ سفر میں حضرت کو اپنے لشکر کے ساتھ رکھتا، جب کہ یہ بات آپ پر گراں گزرتی، لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ سلطان کے جامہ بردار تھے، محض غلط اور بہتان ہے، چنانچہ ٹھٹھ کے سفر کے لیے جب بادشاہ نے آپ سے استدعا کی، مجبوراً جانے کا ارادہ کیا اور فرمایا، اس مرتبہ لشکر کے ساتھ میرا جانا بادشاہ کے حق میں مبارک نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ٹھٹھ کے قریب سلطان محمد تغلق نے اپنی زندگی کے دن پورے کیے، بادشاہ کی موت کے بعد شیخ نصیرالدین محمود نے اس کے بھتیجے (فیروز شاہ تغلق) کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔

تراب نامی قلندر ایک دن آپ کے حجرے میں آیا، اس وقت حضرت شیخ استغراق کے عالم میں تھے، قلندر نے آپ کے جسم پر چھری سے چند گہرے زخم لگائے، لیکن محویت واستغراق کی وجہ سے آپ اس کے حملوں سے بے خبر رہے، جب نالی کے راستے خون باہر نکلنے لگا، خدام دوڑے اور قلندر کو پکڑ کر باندھ دیا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، حضرت شیخ لوگوں کے شور وغوغا اور بھیڑ کی وجہ سے ہوش میں آئے اور حالات سے باخبر ہوئے۔ ۲۰ اشرفیاں قلندر کو دیں اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا، اگر چھری سے مجھ پر حملہ آور ہونے میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو مجھے معاف کرو، پھر یہاں کبھی نہ آنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہیں ایذا پہنچائے۔

حضرت شیخ کو شریعت کا بڑا پاس ولحاظ تھا۔ ایک دن درویشوں اور اپنے مرشد کے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ قوال ساز وسرود کے ساتھ حاضر ہوئے اور ترانہ شوق گانے میں مصروف ہوگئے، حضرت اٹھے، دوستوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، فرمایا، یہ خلاف سنت ہے، لوگوں نے کہا، آپ اپنے پیروں کے طریقے کو ترک فرمار ہے ہیں؟ فرمایا، یہ حجت نہیں، دلیل تو کتاب وسنت سے ہونی چاہیے، لوگوں نے یہ واقعہ سلطان المشائخ سے عرض کیا، فرمایا، جو کچھ نصیر الدین محمود کہتا ہے، سچ ہے، تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ عمر کے آخر میں شیخ نصیرالدین نے سماع سنا اور اظہار ذوق فرمایا، چنانچہ اس رباعی پر آپ کو بہت وجد آتا ۔

ما طبل مغانہ دوش بے باک زدیم	عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے مغبچہ میخوارہ	صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

۱۸ ررمضان المبارک ۷۵۷ھ میں فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں جوار رحمت حق سے جاملے۔ مزار مبارک دہلی میں حاجت روائے خلائق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ صدرالدین حکیم رحمۃ اللہ علیہ

حکیم مطلق قلب عشاق، تسکین بخش دل ہائے مشتاق، مقبول حضرت کریم، مسعود ازل حضرت شیخ صدرالدین حکیم رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے کامل واکمل خلفا میں ہیں، آپ جامع کمالات اور متصرف مقامات تھے۔ مریدوں

کی تربیت میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ صاحب اخبارالاخیار تحریر فرماتے ہیں، آپ کی پیدائش حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی دعاؤں کی برکت سے ہوئی، ولادت کے بعد آپ کے والد جو دولت مند سوداگر تھے، فرزند کو شیخ نظام الدین اولیا کے پاس لائے، حضرت نے انہیں گود میں لے لیا، جب تک آپ حضرت کی آغوش میں رہے، چہرہ مبارک سے اپنی نگاہیں نہ ہٹائیں، جب بڑے ہوئے، حضرت نے شیخ نصیرالدین محمود کی خدمت میں تربیت کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت چراغ دہلی کی تلقین کا یہ اثر ہوا کہ آپ کی قندیل قلب سے آفاق روشن ہو گئے، آپ نے دینی تربیت سے اکثر شہبازوں کو تکمیل کے مرتبہ تک پہنچا دیا، مخدوم شیخ احمد چشتی جو قصبہ برن میں آسودہ خواب ہیں، آپ کے خلیفہ اکمل ہیں اور شیخ فتح اللہ اودھی جن کا ذکر آگے آرہا ہے، آپ کے مرید ہیں۔

شیخ صدرالدین فن طبابت خوب جانتے تھے، ایک مرتبہ پریاں آپ کو لے گئیں اور اپنے ایک مریض کا علاج کرایا، اس نے شفا پائی، پریوں نے شیخ کے سامنے بہت زیادہ خزانہ پیش کیا، حضرت نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ آپ کا سال وفات کہیں مرقوم نہیں۔

موج :- احوال حضرت شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ کرامت عالی، صاحب کرامت متعالی، مجموع رمز عشق اللہ، حضرت مخدوم شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو شیخ فتح اللہ اودھی کہتے ہیں، دہلی کے باشندے تھے۔ شیخ صدرالدین حکیم کے مرید و خلیفہ تھے۔ اخبارالاخیار میں مرقوم ہے، درویشی اور مشیخت میں بے نظیر شان و شوکت کے مالک تھے۔ مرشد کے حکم پر درس دینا چھوڑ دیا اور بہت زیادہ ریاضت و مجاہدہ کیا اور مکاشفات انوار پر فائز ہوئے۔ پیر کامل سے نعمت و خلافت پانے کے بعد ولایت اودھ پر مامور ہوئے، اجازت لے کر اودھ پہنچے اور اس علاقے کو اپنے نور ولایت سے روشن کر دیا۔ شیخ قاسم اودھی اور دہلوی آپ کے مرید ہیں۔ آداب السالکین آپ کی تصنیف ہے۔ جس کے اندر کنگھی، تسبیح، عصا، جانماز، قینچی، سوئی، لوٹا، پیالا، نمک دان، طشت، نعلین، جو پیر و مرشد مریدوں کو عطا کرتے ہیں، ان میں سے ایک چیز کسی نہ کسی روحانی معنی پر دلالت کرتی ہے، جس کی تفصیلات اس رسالہ میں تحریر کی ہے۔ آپ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج :- احوال حضرت شیخ محمد عیسی تاج رحمۃ اللہ علیہ

گم شدہ بمشاہدہ محبوب، محو تجلیات مرغوب، سرائے ہدایت را روشن چراغ، پیشوائے قوم عشاق، حضرت شیخ محمد عیسی تاج رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں، جون پور کے شیخ اعظم شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے علوئے مرتبہ پر معاصر اہل اللہ متفق ہیں۔ انتہائی مجاہدات کے سبب استغراق دوام کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حال یہ تھا، کہ آپ کے گھر میں جو درخت اگ آئے تھے، ان سے بھی باخبر نہ تھے، کثرت مراقبہ (گردن جھکا کر تفکر) کی وجہ سے آپ کی گردن کا مہرہ استخواں باہر نکل آیا تھا اور آپ کی ٹھڈی سینہ بے کینہ تک پہنچ گئی تھی۔ آپ کے

مزار مبارک کی خاک چشم جون پور کا سرمہ ہے۔ سال وفات نظر سے نہیں گزرا (تجلی نور کے مصنف مولوی نورالدین نے ۸۷۰ھ/۱۴۶۵ء سن وفات تحریر کیا ہے) آپ سلطان ابراہیم شرقی کے ہم عصر تھے، آپ کے بھائی احمد عیسی تاج بھی شیخ فتح اللہ اودھی کے خلیفہ تھے۔ کامل بزرگ تھے۔ شیخ بدھن ساکن رجولی آپ کے خلیفہ اکمل تھے۔ آپ کے خوارق بہت بلند ہیں۔ انہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹے شیخ صدرالدین سے کہا، تم میری تجہیز و تکفین کے بعد میری قبر کی داہنی جانب لیٹ جانا، انہوں نے ایسا ہی کیا، جس وقت آپ نے نعمت و خلافت اپنے بیٹے کو عطا کی، اسی وقت عرش سے فرش تک ساری چیزیں آپ پر ظاہر ہوگئیں، شیخ بدھ حقانی جون پوری شیخ عیسی تاج کے خلیفہ بزرگ ہیں، جو صاحب کرامت تھے۔ علم ظاہر میں شیخ سالار براکری کے استاذ تھے اور شیخ محمد ماہ جون پوری کے فرزند شیخ تاج بہت بابرکت بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید معزالدین رحمۃ اللہ علیہ

صندوق علم یقین، حضرت میر سید معزالدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید مٹھہ کے نام سے مشہور ہیں، قصبہ امیٹھی کے رہنے والے تھے، شیخ محمد عیسی تاج کے خلیفہ کامل تھے، آپ کے کرامات و کمالات واضح تھے۔ عالی درجہ سادات رضوی تھے۔ مرآۃ الاسرار میں مرقوم ہے، میر سید الہداد مجذوب جن کا ذکر اس کتاب کے لجہ مجاذیب میں آئے گا، آپ انہی کے پوتے تھے۔ لکھنو، بجنور، امیٹھی کے سادات سید معزالدین کی نسل سے ہیں اور سید معزالدین میر سید حوض خاص دہلوی کے نسب کی صحت میں کوئی شک نہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ ہمی رحمۃ اللہ علیہ

مدام در چشم نمی، حضرت شاہ ہمی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا اسم گرامی شیخ بدھ حقانی جون پوری ہے۔ شیخ عیسی تاج کے مرید تھے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ نے ابتدا میں علم ظاہری کی تعلیم حاصل کی، اتنی قابلیت پیدا کرلی، کہ متون کی مشکلات کو حل کرنے اور علمی دقائق کو بیان کرنے میں یکتائے زمانہ ہوگئے، "آخر پیر و مرشد کی تربیت سے روحانیت میں ایسا کمال حاصل کیا، کہ حقائق و معارف کو خلوت و جلوت میں بلند آواز سے اذان کے مثل بیان کرتے، ان کا معاملہ" قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" کے مطابق تھا۔ دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ

سوختۂ آتش مودت، دوختۂ ناوک محبت، برہان اولیا اعظم القدر، سلطان عارفان ولایت برتر، محو مشاہد اللہ مبارک، شمس العارفین حضرت بندگی شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ عیسی تاج کے خلیفہ اعظم تھے۔ مناقب العارفین کے مصنف نے آپ کے نام کے ساتھ وابستہ کی اضافت تحریر کی ہے اور اس کی وجہ بھی لکھی ہے، نیز مرشد کی عنایت سے سوندھا کے لفظ سے یاد کیے گئے۔ الغرض آپ کی

ذات فضائل وکمالات کا خزانہ تھی، بے نظیر زمانہ اور یگانہ آفاق تھے۔ ایک زمانے تک محصور رہے، آپ نے توکل پر جس سختی کے ساتھ عمل کیا، دوسرے معاصرین میں نظر نہیں آتا۔ ہمیشہ استغراق کے عالم میں رہتے اور دونوں جہان سے بے خبر رہتے، آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، میر اسماعیل قندھاری جو اپنے زمانے کے ولی کامل تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان سے فرمایا، مدینہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا شیخ مبارک بنارسی کے پاس لے جاؤ، کیوں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں، کہ حق تعالیٰ نے اپنی تمام موجودات کو ان کے سامنے پیش کیا، لیکن انہوں نے ان کی طرف گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھا، میر اسماعیل قندھاری نے وہ کپڑا عنایت فرمایا، جسے شیخ مبارک نے عزت و احترام کے ساتھ اپنے سر پر رکھا، جس کی برکت سے بہت سے برکات دنیا میں شائع ہوئے، آپ کی ذات لوگوں کا مرکز عقیدت بن گئی۔

مناقب العارفین کے مصنف شیخ مصطفیٰ جون پوری تحریر فرماتے ہیں، کہ آپ اپنے زمانہ میں معاصر اولیا میں ممتاز تھے، ابتدا میں درس وتدریس کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کی علمی وجاہت کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے روکتی رہی، لیکن سعادت ازلی کی بنا پر فن تصوف کی کتابوں میں طریقہ سلوک کا مطالعہ کیا اور ریاضت ومجاہدہ کرنے لگے، ایک دن دل میں خیال آیا، کہ اس علاقے کے شیخ حضرت عیسی تاج ہیں، اگر وہ از راہ تصرف میرے دل کو اپنی طرف مائل کر لیں، میں ان کا مرید ہو جاؤں گا، کچھ دنوں بعد خواب میں دیکھا، کہ بنارس کے بزرگان دین، حضور سید عالم صلوات اللہ علیہ کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں، آپ بھی ساتھ ہو گئے اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ملازمت حاصل کی، اچانک ان کے کان میں آواز آئی، خواجہ بایزید بسطامی آ رہے ہیں، اس کے بعد شیخ عیسی تاج نمودار ہوئے، لوگوں نے کہا، کہ اس زمانے کے بایزید یہی بزرگ ہیں، شیخ مبارک آپ کے قدموں میں گر پڑے، آپ نے فرمایا، وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھ کر آؤ، آپ نے ایسا ہی کیا، پھر آئے، توبہ کرائی، تلقین فرمائی اور اپنے سر کی ٹوپی عنایت فرمائی، جب بیدار ہوئے، اپنی کیفیت عجیب وغریب پائی، جو ٹوپی پیر سے خواب میں ملی تھی، بیداری کی حالت میں اپنے پاس موجود دیکھی، پھر غلبہ شوق میں مرشد کی زیارت کے لیے جون پور گئے، اور خواب کا سارا واقعہ حضرت سے بیان کیا، پھر عالم بیداری میں مرشد کے ہاتھ پر توبہ کی، بیعت سے سرفراز ہوئے اور تلقین پائی، شیخ نے دوسری ٹوپی عنایت فرمائی اور ایک ہفتہ بعد نعمت وخلافت کے ساتھ بنارس آئے، درس وتدریس کا مشغلہ ترک کر کے عبادت وریاضت میں ہمہ تن معروف ہو گئے اور طالبان معرفت کے رہنما بن گئے، لیکن ہر مرید کو علم ظاہری کی تاکید فرماتے، پوری زندگی توکل کے ساتھ بسر کی، پکے ہوئے کھانے کے علاوہ کسی کی نذور وفتوح قبول نہ کرتے، بہت زیادہ مصائب گرسنگی برداشت کی اور کبھی حجرہ اقامت سے باہر نہ آئے، مسلسل خلوت نشیں رہے، آپ کے مریدوں کا بھی یہی طریقہ تھا، جب وفات ہوئی، لوگوں نے شہر بنارس میں حجرہ اقامت ہی میں آپ کو دفن کیا، آج آپ کا مزار اس دیار کے لوگوں کا قبلہ حاجات ہے۔

حضرت کے بہت زیادہ خلفا تھے، ان میں سے ایک شیخ فرید ہیں، جن کا ذکر آگے آ رہا ہے، شیخ سعد اللہ، شیخ بدھ حقانی جون پوری جو شیخ عیسی تاج کے مرید وخلیفہ تھے، بہت صاحب کرامت اور بابرکت بزرگ گزرے ہیں، میں نے

شیخ بدھ کی ریاضتیں بہت زیادہ لکھی ہوئی پڑھیں، آپ علم ظاہری میں شیخ سالار بدھ کروی کے استاد ہیں، شیخ بدھ شیخ مبارک کے سگے بھائی ہیں، جو بہت بڑے بزرگ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ

خدیو اقلیم کمالات، سلطان ولایت کشف وکرامات، جریدہ جریدگی وتفرید، شیخ الاسلام حضرت بندگی شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ اور جانشین بھی ہیں۔ تصوف وتصرف میں بڑی شان کے مالک تھے۔ شیخ مبارک نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا جانشین بنادیا تھا۔ مناقب العارفین میں لکھتے ہیں، مرشد کی برکت عنایت سے سفر سلوک کو درجہ تکمیل تک پہنچایا، اپنے زمانے کے شیخ طریقت بن گئے، اپنے مرشدوں کی تمام نعمتوں کے وارث بن گئے۔ اب تک آپ کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ مناقب العارفین میں تحریر ہے، آپ اپنے زمانہ والوں کے مرجع عقیدت اور اپنے عصرو زماں کی پناہ گاہ تھے۔ مسند ہدایت وارشاد کو از سرنو رونق بخشی اور تمام طالبان حق پر روحانیت کا پرتو ڈالا، ان میں سے ہر ایک اپنے مقصد حقیقی پر فائز ہوا۔ آپ صاحب ولایت کاملہ اور قطب ہدایت شاملہ تھے۔ ولیوں کا عزل ونصب آپ سے متعلق تھا۔ چند بار حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بارہا بطریق طی الارض ان مقامات پر پہنچے۔ ابتدا میں سخت مجاہدے کیے، ایک زمانے تک محصور (غیر شادی شدہ) رہے۔ آخر مرشد کے حکم پر نکاح کیا۔ آپ اپنی خلوت درس میں حقائق کے نکات بیان فرماتے اور طالبان حق کے سامنے اسرار ورموز معرفت رکھتے، لیکن عام مجلس میں حقائق معرفت بیان نہ فرماتے۔ سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے دادا بندگی خلیل ولایت مغرب سے "من جرہ" پہنچے اور وہیں اقامت اختیار کی، اس دور کے رؤسا آپ کے معتقد ہوئے اور کماحقہ خدمت کی، بندگی شیخ قطب بن شیخ خلیل حضرت شیخ فرید کے والد جب پیدا ہوئے، شیخ خلیل اپنے بچے کو شیخ نور کی خدمت میں لے گئے، جن کا مزار احاطہ خانقاہ میں ہے جو اولیائے کاملین میں تھے، انہوں نے بچے کو دیکھتے ہی، اس کے حق میں مہربانیاں فرمائیں اور اس کے بلند مراتب کی خبر دی۔ جب شیخ قطب سن رشد کو پہنچے، اپنے گھر میں ان کا نکاح کردیا، اس بنا پر شیخ قطب ہمیشہ وہیں رہے، آپ کے وصال کے بعد آپ کے دونوں بیٹے بندگی شیخ فرید اور شیخ داؤد بن شیخ قطب دونوں بھائی بنارس آئے اور تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ انہوں نے حضرت بندگی شاہ موسیٰ فردوسی بناری کے علمی کمالات کا شہرہ سنا، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے دونوں کو دیکھتے ہی، ان کے حق میں نوازشیں فرمائیں اور روٹی کی ٹکیہ عنایت فرمائی، حکم دیا، کہ آپ دونوں کو صوری اور معنوی علم میرے بھائی خواجہ مبارک سے حاصل ہوگا۔ اپنے خادم کو ساتھ کردیا، یہاں تک کہ اس نے ان حضرات کو آستانہ ولایت تک پہنچادیا۔ پس خواجہ مبارک نے شیخ فرید کو مرید کرلیا اور ریاضت ومجاہدہ میں مصروف کردیا۔

شیخ سعد اللہ جو شیخ موسیٰ کے چہیتے مرید تھے، سلوک ومعرفت کے درجہ کمال پر فائز تھے اور مرشد برحق کی نعمت وخلافت کے مستحق ہوئے، لوگوں کا اعتقاد تھا، کہ شاہ موسیٰ کے بعد آپ ان کے وارث کمالات اور جانشین ہوں گے، شاہ

موسی نے تین مرتبہ شاہ سعد اللہ کو یاد کیا، وہ اپنے گھر میں تھے، حاضر نہ ہو سکے، وہاں شیخ فرید موجود تھے، پیرو مرشد نے اپنی تمام نعمتیں، خلافت اور اپنی جانشینی انہیں عطا کر دی، صبح کے وقت جب شاہ سعد اللہ حاضر ہوئے، تو انہیں رنج ہوا، شاہ موسی نے فرمایا، تمہارے لیے بھی میں نے حق سبحانہ تعالی سے مقام بلند کی درخواست کی اور اس نے تمہیں وہ مرتبہ عنایت فرمایا مگر سعد اللہ تا سعد اللہ اور فرید تا قیامت، مرشد کا قول حرف باحرف صادق آیا، شیخ سعد اللہ کے بعد کوئی فرزند یا خلیفہ باقی نہ رہا، آپ کا مزار میر سید صدر جہاں مسجد کے پاس موجود ہے۔

حضرت بندگی شیخ فرید کے کمالات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ جون پور کے صاحب ولایت تھے۔ آپ کے فرزند و جانشین اور خلیفہ راستین محبت اللہ شیخ حبیب اللہ بہت بڑے صاحب حال اور بلند احوال تھے۔ دوسرے خلیفہ شیخ الاسلام بندگی شیخ حسن، تیسرے خلیفہ سید بدھ چشتی مہوبی جو بہت بڑے عالم اور شریعت کے سخت پابند تھے، اکثر افغانی آپ کے مرید تھے، چوتھے خلیفہ خواجہ مبارک بنارسی محدث جنہوں نے مشارق الانور کی حدیثوں کو نئی ترتیب سے تحریر فرمایا اور علاحدہ کتاب بنادی اور اس کا نام مدارج الاخیار رکھا۔ آپ کے پانچویں خلیفہ شیخ لادہ ہیں، جو بہت بڑے صاحب کمال بزرگ تھے، جو خیر و شر آپ کی زبان سے صادر ہوتا، فی الحال واقع ہو جاتا، آپ کی اولاد صلاح و تقوی کے ساتھ جون پور اور اس کے اطراف میں موجود ہے۔

بندگی شیخ فرید کے تین فرزند تھے، (۱) ان میں سب سے بڑے شیخ محی الدین جو متبحر عالم تھے، (۲) واقف حقیقت اللہ شیخ حبیب اللہ جو اپنے عالی مرتبہ والد کے مقبول نظر فرزند تھے اور ان سے خرقہ خلافت پایا تھا، صاحب کرامت ولی تھے۔ ایک دن خادم پر غصہ ہوئے، کوڑا اٹھایا، لوگوں نے سفارش کی، خادم سے درگزر کیا اور وہ کوڑا دیوار پر مارا، جو دیوار کے اندر گھس گیا، آپ کی قوت باطنی کا یہ عالم تھا۔ (۳) فرزند شیخ ابو اللیث جن پر سکر کا غلبہ رہتا، جیسا زبان سے فرماتے ویسا ہو جاتا، محفل سماع میں بے خود ہو جاتے، آپ کے تمام اعضا سے الگ الگ تسبیح حق لوگ سنتے، آپ نے سماع ہی کی حالت میں وفات پائی۔ بنارس میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

کرامت شعر و محافظ، حضرت بندگی شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ حبیب اللہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے ماہر، بہت بڑے صاحب ارشاد بزرگ ہوئے ہیں، فضائے معرفت کے کثر شہبازوں نے آپ کی برکت تربیت سے منزل تکمیل حاصل کی، حضرت شیخ حافظ کے کمالات بلند اور کرامات ارجمند احاطہ تحریر میں لانے سے زائد ہیں۔ خداوند تعالی نے ہر قسم کے دنیاوی اسباب آپ کو عطا فرمائے تھے۔

ایک دن ایک طالب علم حاضر ہوا، جب اس نے آپ کے شاہانہ فرش اور شاہانہ تصرفات دیکھے، وہ بہت متحیر ہوا، پھر اس نے دنیا کی تذلیل پر آپ سے گفتگو شروع کی، حضرت نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالی کے حکم سے یہ ساری چیزیں اپنے لیے پانچ گز زمین اختیار کیے ہوئے ہیں، فقیر انشاء اللہ اس زمین کا شرمندہ احسان نہ ہوگا۔ یہ عجیب اتفاق

ہے کہ حضرت بندگی شیخ حافظ دریا میں غرق ہو گئے، اس حادثے سے بندگی شیخ داؤد کو بہت زیادہ غم ہوا، حضرت شیخ فرید نے فرمایا، غم نہ کرو، قریب ہے کہ ہم اور تم دونوں اس فرزند سے ملنے والے ہیں، ایک افغان بنارس کا حاکم تھا، جو حضرت سے دشمنی رکھتا تھا، ایک دن شیخ فرید بندگی شیخ داؤد کے ساتھ دریائے گنگا میں کشتی کے اندر سوار ہوئے، حاکم نے ملاحوں کو اشارہ کیا، کہ ان لوگوں کو دریا میں غرق کر دے، چنانچہ انہوں نے کشتی کا ایک تختہ کھینچ لیا اور ان حضرات کو دریا میں ڈبو دیا۔

شیخ حافظ کا قول کس طرح سچ ثابت ہوا کہ میں اپنی قبر کے لیے زمین کا شرمندہ احسان نہ بنوں گا، یہ واقعہ ۱۴ رشوال ۹۰۵ھ (مطابق ۱۴۹۹ء یا ۱۵۰۰ء) میں پیش آیا۔

موج :- احوال حضرت شیخ سلیمان بن عفان جامی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وقت، مجموع کمال، معدن عشق واتصال، جرعہ نوش بادہ ناکامی، حضرت شیخ سلیمان بن عفان جامی رحمۃ اللہ علیہ:
جائے پیدائش شہر دہلی ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ نسب سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ سے ملتا ہے۔ آپ نے حضرت شیخ محمد عیسیٰ تاج چشتی جون پوری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ صاحب خلع ولبس اور مالک بروز تکوین تھے، نقل روح کا شغل اور ذکر قربان کی صلاحیت رکھتے تھے۔

پچاس سال مسجد اقصیٰ اور بیت الحرام کے اندر اعتکاف میں بسر کیے اور ماہر قاریوں سے علم تجوید وقرأت حاصل کیا۔ خواب میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور سرچشمہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی علم قرأت حاصل کیا تھا۔ تمام مشائخ وقت مثلاً شیخ عبدالقدوس حنفی اور شیخ جلال چشتی نے آپ کی تعلیم سے اپنے فن قرأت کی اصلاح کی، علوم متداولہ کے اکتساب میں ایک خاص انداز اختیار کیا تھا۔

آپ نے تمام مشہور پیران طریقت کے خانوادوں سے خلافت واجازت حاصل کی تھی اور حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ان تمام مشائخ کی روش پر اتنی ریاضت ومجاہدہ کیا، کہ آپ کی پیشانی کردار سے جلوہ ولایت ظاہر ہوتا تھا۔

سلسلہ کبرویہ کے ایک شیخ فرماتے ہیں، ۹۳۶ھ میں بدخشاں کے تاج دار مرزا سلیمان شاہ بن مرزا خان کی خدمت میں پہنچا اور وہاں سے شیخ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں ایسی انجمنیں راز پردازی مشاہدہ میں آئیں کہ کان سے لے کر دل تک بلکہ پورا جسم خاکی جواہر معارف سے مالا مال ہو گیا۔

حضرت سلیمان کو مندوالی اس لیے کہتے ہیں کہ سلطان امیر تیمور نے ۸۰۱ھ میں دہلی کو بہت تاخت وتاراج کیا، شہر کے تمام باشندے دہلی چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے۔ حضرت بھی دیار مالوہ کی طرف روانہ ہوئے اور مندو میں قیام فرمایا۔

عوام میں مشہور ہے کہ آپ کی عمر شریف چار سو سال تھی۔ حضرت نے اپنے سیر وسفر کے جو احوال نقل فرمائے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ایک سو پچاس سال سے زیادہ نہ تھی۔ ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا

مزار پاک مرقد قطب الاولیا کے جوار میں حوض شمسی کے قریب ہے۔
آپ کے دو فرزند تھے، شیخ داؤد اور شیخ محمود، دونوں خصائل محمودہ سے متصف تھے۔ پوتے شیخ کمال جو ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

وارستہ از ما و منی، حضرت شیخ احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:
دوآبہ کے درمیان مالوتہ نامی قصبے میں گوشہ نشیں تھے۔ آپ شیخ سلیمان مندوالی کے خلیفہ خاص ہیں۔ آپ خدیو خدمہ اور خداوند سلوک تھے۔ مشہور سلاسل مشائخ کی راہ درویش پر سختی کے ساتھ گامزن تھے۔ اپنے پیر خضر علیہ السلام کی طرح زندہ تصور کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے رازداروں سے کہتے، اگر چہ ہمارے شیخ کے جسم عنصری کو لوگوں نے زمین میں دفن کر دیا ہے، لیکن آپ کا خلاصہ وجود مثالی پیکر میں ظاہری زندگی کی طرح راہ حق پر طالبوں کی راہنمائی فرما رہا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نصیر الدین ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ

فارغ از خوبی وزبونی، حضرت شیخ نصیر الدین ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ کیمیا گری میں مشہور تھے۔ حضرت شیخ سلیمان مندوالی کے خلیفہ ہیں، فن کیمیا گری میں پیش رو کیمیا گروں سے کہیں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ اکثر کیمیا کے گوناگوں نسخے اپنی روش پر تحریر فرمائے۔ جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ فن کیمیا میں آپ کا شاگرد ہونے پر فخر کرتا ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں، ایک دن بیابان میں میں نے ایک بوڑھے بیمار کو پایا، اسے اٹھا کر گھر لایا، اپنی بساط کے مطابق میں نے اس کا علاج کیا، خداوند تعالیٰ نے اسے شفا بخشی، میں نے یہ فن کیمیا اسی شخص سے حاصل کیا، ایک جماعت کا خیال ہے، وہ مریض حضرت خضر علیہ السلام تھے۔
بیان کیا جاتا ہے، کہ علم کیمیا آسمانی علم ہے، توریت میں یہ علم مذکور تھا، موسیٰ علیہ السلام بھی علم کیمیا جانتے تھے۔ قارون نے آپ سے کیمیا گری کا فن سیکھا تھا اور اس علم کی بدولت چند مکانات خزانوں سے بھر لیے تھے۔

ع کیمیائے است قناعت کہ نظیر بر زر از دست

موج :۔ احوال حضرت شیخ امین الدین مبین دانشور رحمۃ اللہ علیہ

درویش کامل و رہبر، حضرت شیخ امین الدین مبین دانشور رحمۃ اللہ علیہ:
متقی اور پرہیزگار تھے۔ سماع سے روکتے اور بدعت شکنی کے لیے اپنے ساتھ ایک ہزار شاگردوں کو رکھتے، آپ نے سماع و سرود کی حرمت پر، بہت سی روایتیں جمع کی تھیں اور انہیں زبانی یاد کر لیا تھا۔ جب سلطان سکندر لودی کی خدمت میں پہنچے، سلطان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا، کہ دہلی سے سرود و سماع کی رسم کا خاتمہ کر دیا جائے، بادشاہ نے فرمایا، آپ ایک بار شیخ سلیمان مندوالی کی خدمت میں تشریف لے جائیں اور اپنی جمع کی ہوئی روایتیں ان کے سامنے پیش کر دیں

اورانہیں سماع سے تائب کردیں، پھر اس شہر سے رسم سماع کو قطعاً ختم کردیا جائے گا۔آپ جب حضرت شیخ سلیمان منڈوالی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مجلس سماع گرم تھی، درویشوں کے نعرہ وجدوحال کی تاثیر سے بے خود ہوکر گر پڑے اور ہاتھ جھاڑنے لگے، جب ہوش آیا، شیخ سلیمان کے ہاتھوں پر توبہ کی، مرید ہوگئے، ان کے باطن کی تیرگی چھٹ گئی اور تزکیہ باطن ہوگیا۔

ایک دن خیال پیدا ہوا کہ کتب خانہ نذر آتش کردیں، مرشد برحق نے اس ارادے سے باز رکھتے ہوئے فرمایا ''الحق فی الکتاب والاسلام فی الدفاتر ''حق کتاب میں اور اسلام دفاتر میں ہے۔اگر یہ کتب نہ ہوتیں تو ولایت کا ظہور ہوتا اور نہ ہی نبوت جلوہ گر ہوتی۔ نعوذباللہ من ان نکون من الجاھلین۔

موج :۔ احوال حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

فروغ خاندان حضرت گیسودراز، محرم اسرار وراز، مقتدائے اہل یقین، حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ منڈو کے باشندے تھے، سید شرف الدین بن سید غیاث الدین کے فرزند ہیں، حضرت سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔جسمانی مادیت سے پاک اور روح پرور تھے۔آپ کا ہر سانس فیروز مند تھا۔لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار نے گھربار چھوڑ دیا اور گل برگہ دکن سے سلطان غیاث الدین خلجی کے زمانے میں صوبہ مالوہ تشریف لائے، سکونت کے لیے قصبہ منڈو کو پسند کیا، جب سید شرف الدین نے عالم علوی کی طرف کوچ کیا، اس وقت سید نظام الدین بچے تھے، جب سن رشد کو پہنچے تو شیخ برہان چشتی کے مرید ہوگئے۔ بیلداری کے پیشے سے رزق حلال حاصل کرتے۔ایک دن کسی دیوار کی بنیاد سے اشرفیوں سے بھری ہوئی ہانڈی برآمد ہوئی، اسے مٹی سے ڈھک دیا اور گھر کے مالک کو آواز دی، کہا، ایک بڑی رقم زمین کے نیچے ہے، اسے اٹھا لے جایئے، تاکہ بیلداری کا کام جاری رکھ سکوں، اس نے جواب دیا، برآمدہ دفینہ تم لے لو کیوں کہ یہ رقم بیلدار کی قسمت اور اس کی محنت بازو سے حاصل ہوئی ہے، اسی طرح کچھ دیر دونوں میں گفتگو ہوتی رہی، بالآخر سید نظام الدین نے اس تنگی سے رہائی پائی، اس ڈر سے کہ کہیں یہ حریرہ جب پیالے میں رکھا جائے تو لالچ پیدا ہو اور دل اس کی جانب مائل ہو اور ہاتھ اس کی طرف بڑھے، اس پیشہ بیلداری سے توبہ کرلی، پھر لکڑی اور آٹا فروخت کرکے روزی حاصل کرنے لگے، اسی دوران ایک رہنما بزرگ ان کی دکان پر پہنچے، چند من آٹا جو آپ کی دوکان میں تھا، انہیں دیا اور کہا لے جاؤ، روٹی پکا کر استعمال کرو، انہوں نے آپ کو ذکر قربان کی تلقین کی اور فرمایا، بے وقوفوں کا طریقہ چھوڑ دو اور عارف عاشقوں کے دسترخوان سے لذت حاصل کرو، بیان کرتے ہیں، کہ انہوں نے کثرت مجاہدہ کی بدولت اپنی ذات کو ایسے مقام تک پہنچادیا کہ شغل باطن کے وقت آپ کے اعضائے جسمانی ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے اور جب شغل سے فارغ ہوتے تو باہم پیوست ہوجاتے، سلطان بہادر گجراتی آپ کی خدمت سے مشرف ہوا، بہت بڑی رقم نذر پیش کی، ہمایوں بادشاہ بھی آپ کا معتقد تھا، اور مکمل نیازمندی کا اظہار کرتا۔

بیان کرتے ہیں کہ چار بزرگوار شیخ نصیر الدین بن شیخ جلال بن شیخ برہان چشتی، شیخ جمال، شیخ چاند، شیخ شرف

الدین آپ کے پیرومرشد کے نواسے اور پوتے، آپ کے داماد ہیں، ان میں سے ہر ایک مملکت عرفان کا بادشاہ اور صاحب ذوق ووجد تھا۔

۱۹رذی الحجہ ۹۵۰ھ میں وفات پائی، اپنے بزرگوں کے روضے میں جو سکرتال میں واقع ہے مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالمومن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

دریوزہ گر باب بہشتی، حضرت شیخ عبدالمومن بن شیخ محمد بن شیخ خلیل چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ نے خرقہ تصوف اپنے والد بزرگوار سے پایا تھا، بارہ سال کی عمر میں عشق الٰہی کا ولولہ، آرزوئے عشق وخدمت درویشاں آپ کو گھر سے نکال کر اجمیر کی طرف لے گئی، وہاں سے مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا، مکہ معظمہ پہنچ کر حج کی سعادت حاصل کی، بارہ سال تک اسلامی ملکوں اور شہروں کی سیر وسیاحت کرتے رہے، پھر واپس اجمیر آئے، چھ مہینے تک بطرز اعتکاف ولی الہند خواجہ اجمیری کے آستانے پر بسر کیے اور اپنی آرزوؤں میں کامیاب ہوئے، آگرہ میں رہائش کی بشارت پائی، سلطان سکندر لودی کے زمانے میں شہر آگرہ کے اندر قیام کیا۔ نوے سال کی عمر تک دارالسلام آگرہ کے اندر درویشی اور خدا پرستی میں مصروف رہے۔ ۲رشوال المکرم ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

درکمالات قادر، حضرت قاضی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ:

گلزار ابرار میں تحریر ہے، آپ علی مجاور شاہ میاں جی چشتی مجذوب کے فرزند ہیں، جن کا تذکرہ لجہ مجاذیب میں آئے گا۔ آپ علوم ظاہری سے واقف تھے۔ فن قرأت خوب جانتے تھے۔ قرآن حکیم کی بکثرت تلاوت کرتے۔ آپ کے پاس چند قطعہ زراعتی زمین تھی، جس کی پیداوار مسافروں کی ضیافت میں خرچ کرتے۔ اپنی موت سے چودہ دن پہلے آگاہ ہوگئے، رحلت کا سامان کیا، فرمایا، میری زندگی کے فقط اتنے دن باقی رہ گئے ہیں، ۲۰رشعبان ۹۸۴ھ کو دنیا سے انتقال کیا۔ آپ کے پانچ بیٹے اور ایک لڑکی یادگار رہے، آپ کے فرزند (۱) قطب الدین (۲) عزیز اللہ (۳) موسیٰ (۴) احسن (۵) مشرف جہاں۔ پانچوں صاحب زادے علم ظاہری اور معنوی میں باپ کے مثل، حسن اخلاق، مہمان نوازی، طریقہ درویشی میں والد بزرگوار کی روش پر گامزن تھے اور سجادہ نشینی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالوہاب افغان رحمۃ اللہ علیہ

رہ رو تعجب عنوان، شیخ عبدالوہاب افغان رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ شیخ فضل اللہ بن شیخ حسین ملتانی چشتی کے مرید ہیں، آپ کی جائے ولادت اور ابدی آرام گاہ شہر مندو ہے، ابتدا میں پیشہ سپہ گری سے وابستہ رہے، اچانک عشق الٰہی کا جذبہ بیدار ہوا، سپہ گری کی

وادی چھوڑ کر نامرادی کا شیوہ اختیار کرلیا، ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا، کہ میں مردانگی کی قوت نہیں رکھتا اور ظاہراً عورت بھی نہیں ہوں، یہی بہتر ہے کہ اپنی ذات کو مرد اور عورت دونوں کے لباس میں تقسیم کردوں، اسی بنا پر اپنے آدھے جسم کو عورتوں کی طرح زیور وزینت سے آراستہ رکھتے اور جسم کا دوسرا حصہ مردانہ لباس میں ملبوس رکھتے۔ ایک زمانہ تک اسی کیفیت میں رہے، بالآخر جب جوش جذبہ کی حالت ختم ہوئی، گدڑی زیب تن کی اور سیر سلوک میں قدم آگے بڑھایا، تکمیل درویشی کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے، لوگوں کے نذرانہ وفتوح قبول نہ کرتے، ہمیشہ خشک لکڑیاں جنگل سے کاٹ کر لاتے، بازار میں فروخت کرتے، قیمت کے تین حصے کرتے، ایک حصہ اہل وعیال کو دیتے اور ایک حصہ اپنی خوراک کے لیے رکھتے اور تیسرا حصہ مسکینوں اور یتیموں کو عطا فرماتے۔

۹۹۰ھ میں ملاء اعلیٰ کی طرف کوچ کرگئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالرحمٰن صوفی رحمۃ اللہ علیہ

مرتاض مرتاضاں، ممتاز ممتازاں، بعہد الست اولیٰ، حضرت شیخ عبدالرحمٰن صوفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سرہند کے باشندے تھے، صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ وہ قوم قریش سے ہیں اور سید لطف اللہ مشہور بہ شاہ اللہ بلگرامی سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا طریقہ سوز وگداز خلوت گزینی اور ایثار ونیاز تھا۔ صاحب قناعت کامل بزرگ تھے۔ آپ کا آئینۂ ضمیر مرکز کشف تھا۔ اپنے وطن اصلی سرہند سے آگرہ پہنچے، شیخ ضیاء الدین بن شیخ محمد غوث گوالیاری کی خانقاہ کے اندر ایک گوشۂ عبادت اختیار کرلیا، کچھ دنوں بعد ایک عورت پر فریفتہ ہوگئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس عورت کا دل بھی محبت الٰہی میں وارفتہ تھا، دونوں مجاہدہ ومراقبہ میں مشغول ہوگئے۔ شیخ اس عورت کے ساتھ پوری رات مراقبے میں گزارتے۔

شیخ لذیذ کھانوں، عمدہ لباس کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے۔ ۹۹۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عثمان بن لادن قریشی رحمۃ اللہ علیہ

مہمان دوست، صاحب نعمت بے پوست، مدام بصواب اندیشی، حضرت شیخ عثمان بن لادن قریشی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ غوثی شطاری گلزار ابرار میں لکھتے ہیں، آپ شیخ فضل اللہ چشتی کے مرید تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد سپاہی تھے۔ انہوں نے ۳۰ رسال کی عمر میں دنیاوی ساز وسامان سے علاحدگی اختیار کی، توکل اختیار کرکے گوشہ نشیں ہوگئے، کسی سے کچھ نہ مانگتے اور نہ وظیفہ لیتے۔ کسی درویش کو مہمان بنائے بغیر کھانا نہ کھاتے۔ روزانہ عبادت کرتے اور نامرادی ظاہر کرتے۔ راتیں سوز وگداز میں بسر کرتے۔ جمعہ کی رات بکثرت پھول خریدتے اور درود پڑھتے ہوئے ہر طرف لوگوں کو تقسیم کرتے اور عبادت خانہ میں واپس آتے، پھر خدا کی یاد میں مشغول ہوجاتے۔ گوشہ نشینی کے بعد شاہ منصور بندر برہان پوری وشاہ تاجو دپیر باجر مندوی وغیرہ کی صحبت میں رہتے۔ ہندی طرز موسیقی سے خوب واقف تھے۔ رات کے وقت اپنے حجرے کے اندر خلوت میں دل آویز دردناک نغمہ پڑھتے، جب آپ مرید ہوئے تو گانا

چھوڑ دیا، لیکن مجلس سماع میں شرکت سے گریز نہ کرتے، کم و بیش ۸۰ سال کی عمر پائی۔ ۱۰۰۸ھ میں انتقال فرمایا، مندو میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت عمر خوستگیری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تاثیر تلقین بحکم کن فیکون، بیاد دوست مدام محزون، غیر از ذات حق بری، حضرت شاہ عمر خوستگیری رحمۃ اللہ علیہ:
''خوست گیری'' منگل کوٹ کے مقامات میں سے ''ٹانڈہ'' کے حدود میں واقع ہے۔ گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ آپ سلسلہ چشتیہ میں مرید تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں ماہر تھے۔ مدرسہ اور خانقاہ دونوں کے مرد کامل تھے۔ اس علاقے کے لوگ آپ کے علمی اور عملی فتووں پر کاربند تھے۔ آپ کے بلند جذبہ روحانی کی طرف اکثر شہر والوں کے دل کھنچے رہتے، لوگ آپ کے کمالات واطوار، آثار حالات اور فضائل و مکارم بیان کرتے ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فضل اللہ بن شیخ حسین چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مالک کشور معانی، حضرت شیخ فضل بن حسین چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:
صاحب گلزار ابرار علامہ غوثی شطاری تحریر فرماتے ہیں، کہ آپ نے بقدر ضرورت علم و فن کی تحصیل کی، پھر عشق الٰہی میں مشغول ہو گئے، بالآخر تکمیل کے مرتبہ تک پہنچے اور روحانیت میں بے نظیر زمانہ بن گئے۔ ۹۴۵ھ میں جب آپ کے والد نے انتقال کیا، تو آپ ایک سال بعد ۹۴۶ھ میں مکہ مکرمہ چلے گئے، حج اکبر ادا کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۹۵۰ھ میں حرمین شریفین سے واپس ہوئے اور اپنے وطن آئے، تقریباً بیس سال مسند مشیخت و ہدایت کو زینت بخشی۔ ۹۷۰ھ میں دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ صدر جہان بن ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ

مقامات معرفت را ماہر، تجلیات حقیقت را ناظر، مداوائے درد ہجران، حضرت شیخ صدر جہان رحمۃ اللہ علیہ:
مانک پور شرقی دیار ہند کے مضافات میں قریہ موال آپ کا مولد ہے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ کی محفل میں لوگ بکثرت حاضر ہوتے، اس کے باوجود آپ کی خلوت معنوی کے لیے رکاوٹ نہ بنتے۔ سیر حی کے باوصف شب و روز خلوت میں رہتے اور جو کچھ کھانا موجود ہوتا، مہمانوں کے ساتھ تناول کرتے، جب کسی بھوکے کا حال سنتے، ما حضر لے کر اس کے پاس پہنچ جاتے اور اس کی ضرورت پوری کرتے۔ الغرض آپ کا شیوہ ایثار تھا۔ پوری عمر کسی کے سامنے التجا کی اور نہ اپنی ضرورت پیش کی۔ حج کے ارادے سے سورت کی بندرگاہ پر پہنچے، وہاں کوئی جہاز موجود نہ تھا، جس سے حجاز کا سفر کرتے، انہیں معلوم ہوا، کہ اس سال حکم الٰہی نہیں کہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہو، مجبوراً واپس لوٹے۔ دیار مالوہ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں قصبہ ''دھار'' میں قیام کیا، وہاں کے بزرگان دین مثلاً شیخ کمال مالوہ اور مولانا

کمال برادر مغیث جن کا مزار دریا کے کنارے ہے، ان کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور شیخ معروف غریب اللہ سے ملاقات کی۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیان خوب دوستی ہوگئی، کچھ دنوں بعد شیخ معروف کے دل میں حج بیت اللہ کی خواہش پیدا ہوئی، اپنے فرزند شیخ تاج الدین عطاء اللہ جوان دنوں بچے تھے، ان کی پرورش و پرداخت حضرت کے سپرد کی اور اپنے خانقاہ کا جانشین بنا کر مکہ چلے گئے اور وہاں سے ایک خط صدر جہاں کے پاس شوق واشتیاق اور اس مضمون کی وصیت کا تحریر فرمایا۔

جو شخص مرید ہونے کی خواہش رکھتا ہو، آپ اسے داخل سسلہ کرلیں اور اس کی ہدایت وتلقین فرمائیں۔

اس مضمون سے صاف ظاہر تھا، کہ شیخ معروف انتقال فرما چکے ہیں، جب ان کے بیٹے شیخ تاج الدین تمیز ودانش کی عمر کو پہنچے، ان کو ان کے باپ کا جانشین اور خلیفہ بنایا اور ''دھار'' سے شیخ الاولیا کی بارگاہ میں برہان پور، پہنچے، وہاں ایک چلہ کیا پھر مندو آئے، کچھ دنوں بعد وہیں انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسن تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

ہم چشم چشم بکا، ہمدرد داروئے بے دوا، صدر نشین بساط سروری، حضرت شیخ حسن تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ:

تھانیسر اعمال سلطان پور میں ہے۔ صاحب گلزار ابرا لکھتے ہیں، آپ سن رسیدہ زندہ دل پیر تھے۔ ہمیشہ نمناک آنکھوں کے ساتھ زانو پر سر رکھ کر بیٹھتے، ان کی مجلس میں ایک دل آشنا دل ربا رہتا، جو شخص اسے ایک بار دیکھ لیتا، دوبارہ اسے دیکھے بغیر سکون نہ پاتا۔ آپ کے پانچ فرزند دین ودانش سے آراستہ تھے، تمام عقیدت مند ان کا ادب واحترام کرتے۔

آپ کا طریقہ تھا، کہ درویشوں کی خدمت میں تنہا تشریف لے جاتے، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا، مجھے خوف ہوتا ہے، کہ درویشوں سے ملاقات کے وقت ان کا ذہن ودل اندیشہ باطل میں مبتلا نہ ہوجائے، یہاں تک کہ فرزندوں اور مریدوں کی ہمراہی کی وجہ سے میرے اندر تمیز و پندار کی ایسی حالت بیدار ہوجائے، جو درویشوں کے مزاج کے خلاف ہو، لہذا میں تنہا درویشوں کی خدمت میں جانا پسند کرتا ہوں۔ دوسری صدی ہجری میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ولی رحمۃ اللہ علیہ

مسعود ازل، مقبول لم یزل، درویش عالی، حضرت شیخ ولی بن ملک شاہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ:

خانوادہ چشتیہ میں شیخ سید ولی بدایونی کے مرید ہیں۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ کا وطن قصبہ ''چرتھاولی'' توابع دہلی سہارن پور کے پہلو میں ہے۔ بچپن میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف تھے، سید ولی نے ایک دن انہیں دیکھا، کھیل کود سے الگ ہٹ کر ایک گوشہ میں کھڑے ہوگئے، سید ولی نے پوچھا، کھیل کود سے علاحدہ کیوں ہوگئے؟ جواب دیا، اس نورانی صورت بزرگ کے فروغ دیدار نے مجھے کھیل سے روک دیا، انہوں نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ جواباً عرض کیا، میرا نام ولی ہے۔ بزرگ نے فرمایا، ہم دونوں کا نام ولی ہے۔ آپ نے عرض کیا،

ہیں دونوں کا نام ولی ہے، لیکن ہم دونوں میں بہت فرق ہے، میرا نام باپ کا رکھا ہوا نام ہے، جو سچ نہیں اور وہ نام فرستادہ حق کا رکھا ہوا ہے، سید خوش ہوگئے۔ آپ کے حق میں دعا کی، حلقہ ارادت میں داخل کرلیا۔ نعلین خاصہ عنایت فرمائی اور فرمایا، یہ جوتیاں تمہارے پاؤں کے مطابق ہیں، بالآ کر راہ سلوک و معرفت پر گامزن ہونے کی توفیق پائی۔ کمالات حقیقی ومجازی حاصل کیے، دانشمند محقق بن گئے۔ دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

مورد حال قول لیس فی جنتی، منشأ مقال العلماء امتی، بھوای عشق مثال برق درخش، سر حلقہ مجاہداں حضرت شیخ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ:

مصنف گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ کے آبائے کرام میں شیخ فضل اللہ بن شیخ حسین ملتانی نے مندو میں سکونت اختیار کی، جو خانوادہ چشت سے سلسلہ بیعت وارادت رکھتے تھے۔ تنہائی کو عزیز رکھنے والے، مشتاق عزلت نشینی اور محب خلوت تھے۔ دریائے مراقبہ میں غرق رہتے اور رسوم مخالفت سے نفرت کرتے، آپ کے آثار سوز وگداز محمودہ کا مجموعہ عشق حقیقی کے راز ونیاز سے معمور تھا، علم ضروری سے واقف تھے، ابتدا میں بندبانی کے پیشے اور حریر فروشی کی دوکان کے ذریعہ رزق حلال حاصل کرتے رہے، "الکاسب حبیب اللہ" پر عمل پیرا اور یکتا پوش رہے۔ روزانہ کے منافع کا تین حصہ کرتے، ایک حصہ اہل وعیال پر خرچ کرتے، دوسرا حصہ محتاجوں اور فقیروں پر خرچ کرتے اور ایک حصہ اپنے کھانے اور مہمانوں کی ضیافت کے لیے مختص کرتے، اسی درویشانہ طرز پر پندرہ سال سے چالیس سال کی عمر تک بسر کی، ہمیشہ ترک وتجرید کی توفیق کی آرزو میں رہے۔ جب چالیس سال کی عمر ہوئی، اچانک اپنا سارا سرمایہ خدا کی راہ میں محتاجوں کو بخش دیا۔

۹۸۱ھ میں ساگر تالاب کے کنارے ایک ٹیلے پر پرانی مسجد تھی اس کی مرمت کی، اور چھت کے اوپر ایک حجرہ بنایا اور باقی زندگی گوشہ عزلت میں گزاردی، جب آپ کے روحانی کمالات کی شہرت پھیلی، خلق خدا آپ کی ملازمت کی تمنا میں حاضر بارگاہ ہونے لگی۔ انتہائی اخلاق ومحبت کے ساتھ اتنے مختصر عرصہ میں کہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھی جاسکے، خواہ بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر ہر آنے والے سے ملاقات کرتے، خشک وتر جو چیز موجود ہوتی، عطا فرما کر رخصت کرتے امراء اور رؤسا کے ساتھ بھی ایسا ہی حسن سلوک پیش کرتے، بلکہ امیروں کی ملاقات ان کی انتہائی تمنا کے ذریعہ میسر آتی۔

آپ کی آزاد طبیعت، بیعت گزینی، خانقاہ نشینی اور خدام جمع کرنے مجلس عرس آراستہ کرنے اور سرود وسماع کی محفل جمانے کی طرف مائل نہ تھی۔ ان تمام حالات وکمالات کے باوجود ہمیشہ اپنے نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے۔

مجردان طریقت جماعت دگرانند بدیں صفت کہ تو داری بداں صفت بتر انذ

آپ کے تین صاحب زادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادگان (۱) شیخ عبدالرحیم (۲) شیخ عبداللطیف (۳) محمد لطیف میں سے ہر ایک بزرگ اور بزرگ زادہ تھا۔ آپ کی ایک صاحب زادی صاحب گلزار ابرار کے لڑکے

عبدالاول سے منسوب تھیں۔
حضرت نے ۱۰۲۲ھ میں قید حیات سے رہائی پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ گدائی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب یافت یافت بیکراں، مرجع خاص وعام جہاں، سرحلقہ ارباب جاں فدائی، حضرت شیخ گدائی رحمۃ اللہ علیہ
آپ پانی پت کے باشندے ہیں۔
صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آغاز جوانی ہی میں خدا طلبی کی شورش آپ کو وطن سے باہر لائی اور مرشد برحق کی جستجو میں جہاں پیمائی شروع کی، جب اجمیر شریف پہنچے، چھوٹے بڑے ہر خاص وعام سے سنا، آج رہنمائی اور ہدایت کا طریقہ سید حسن جانشین خواجہ عرباطنی سلطان ولایت سے حاصل کرنا چاہیے۔

بدیدن میلش افتاد از شنیدن بلی باشد شنیدن چشم دیدن

ہزار تمناؤں کے ساتھ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، پہلی ہی ملاقات میں بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے، ایک عرصہ مرشد کی خدمت میں بسر کیا، پرگنہ مندسور کے اعمال میں آئے اور خلوت گزیں ہوگئے۔ صاحب گلزار ابرار نے ۱۰۱۴ھ کے اخیر میں آپ سے ملاقات کی، وہ کہتے ہیں، میں نے حضرت کے احوال کا معائنہ کیا، تو انہیں مجذوب پایا، فرصت کے اوقات میں نے دیہاتی لوگوں سے آپ کے حالات کی تحقیق کی، تو انہوں نے بلند کمالات وخوارق بیان کیے۔ ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ ہمارے آم کے باغوں میں ایک درخت بے ثمر تھا، ہمارے سردار نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا، جب میں نے اپنے ارادے کو بیان کیا، حضرت نے ایک شخص کو بھیج کر فرمایا، اس درخت کو کاٹنا ابھی موقوف کرو، اگر اس سال پھل نہیں لائے گا، کاٹ دینا، جلد ہی پھلوں کا موسم آیا، وہ درخت بہت زیادہ پھلا، اس قدر پھلا، کہ دوسرے درختوں میں اتنے پھل نہ آئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رکن الدین مودود کان شکر گر نہر والہ رحمۃ اللہ علیہ

انیس تارکاں، رئیس عاشقاں، عاشق ذات فقر، حضرت شیخ رکن الدین مودود کان شکر بن خواجہ علیم الدین بن خواجہ علاء الدین یوسف بن بدر الدین سلیمان بن حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:
آپ کو بیعت وخلافت کا شرف حضرت شیخ محمد زاہد بن یوسف بن احمد بن محمد بن خواجہ علی بن ابو احمد بن خواجہ مودود چشتی سے حاصل تھا۔ آپ کا شیوہ تجرید وتفرید اس مقام پر تھا، کہ راتوں میں وضو کا پانی نہ رکھتے، فرمایا کرتے کہ تہجد کے وقت چشمہ غیب سے میرے پاس پانی آئے گا۔
ایک دن میر سید محمد گیسو دراز نے کمر پر تھیلی باندھی اور خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا، اس زمانہ میں کسی کو خواجہ بایزید اور خواجہ جنید کے کمالات حاصل نہیں ہوئے، اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ لوگ کمر میں تھیلی نہیں باندھتے اور ہم تھیلی رکھتے ہیں (یعنی وہ سوالی نہیں تھے اور ہم سوالی ہیں) میر سید محمد نے تھیلا کمر سے کھول دیا۔ ۷۰۵ھ

میں آپ کی ولادت ہوئی، ۱۰۶ سال کی عمر پائی۔ ۸۱۵ھ میں عالم قدس کی طرف کوچ کر گئے اور نہروالہ میں سپرد خاک کیے گئے۔ شیخ عزیز اللہ ترک کامل دفقر مناسب، حالات قوی اور اخلاق وسیع وغایت کے مالک تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

رونده راه متین، حضرت شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ.

آپ کو کماں مالوہ کہتے ہیں۔ شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد وامجاد میں تھے اور بیعت وارادت بھی اپنے آباواجداد کے سلسلہ سے رکھتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام بایزید بن نصیر الدین بن نصر اللہ، ان کے جدامجد حضرت فرید الدین گنج شکر کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ آپ نے خرقہ خلافت حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیہ سے پایا تھا۔ مالوہ والوں کی رہنمائی پر مقرر ہوئے، شیخ کمال صاحب معرفت ومشیخت، کشف وکرامت اور بادشاہ فضیت وفراست تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

مخالف نفس زبوں، شنونده قال ہمایوں، برگزیدہ رب الودود، عاشق صادق حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ:

سید ملک کے صاحبزادے آپ کا مولد قلعہ سورت ہے۔ جو صوبہ گجرات کا ایک تاریخی قلعہ ہے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ شیخ عبداللطیف بجاور کے مرید ہیں۔ چند واسطوں سے شیخ برہان الدین غریب برہان پوری چشتی سے متصل ہوتے ہیں، جن کے نام سے شہر برہان پور آباد ہوا۔

ابتدا میں مرشد کی تلاش کے لیے دنیا کی سیر پر نکلے، کچھ دنوں سید احمد بخاری کے پاس قیام کیا اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے عالم باطن کے مشاہدہ کے بعد انکار کیا، پھر دولت آباد دکن آئے اور اپنے مرشد سے بیعت ہوئے، سیر وسیاحت کو معمول بنایا، مالوہ کے راستے سے نارنول آئے اور قطب الاقطاب نظام نارنولی اور شیخ جمال دہرسوی کی زیارت کی، حاصل کلام تمام مقامات کے زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں کے آستانوں پر جبیں سائی کی اور روحانی فیوض حاصل کیے۔ ۹۰۶ھ میں نالچہ کے اطراف جو قلعہ مندو سے دو کوس کے فاصلہ پر ہے ایک چبوترہ اور مسجد تعمیر کیا، وہاں ٹھنڈے پانی سے گھڑے بھر کر رکھتے اور آنے جانے والوں کو سیراب کرتے۔ قلندرانہ بے تمناز ندگی بسر کرتے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ ایک دن ایک آدمی تیتر پکا کر فقیر کے پاس لایا، پہلے ہی لقمہ کی لذت سے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ تیتر کا شوربہ کھانا چاہیے، پھر میں نے سوچا کہ تیتر کو ذبح کون کرے گا؟ دل میں خیال آیا، کہ فلاں شخص تیتر ذبح کرے گا، پھر میں نے سوچا، یہ نفس کی شورش ہے، اپنے ارادے پر شرمندہ ہوا، ندا آئی، جاندار کو ہلاک کرنا اور دین برباد کرنا فقیروں کے مناسب حال نہیں۔ میں نے وہ کھانا فوراً دوسرے آدمی کو دے دیا اور جانور کو ذبح کرنے کا خیال دل سے نکال دیا، روکھی روٹی سے اپنی بھوک دور کی۔

۱۰۹۰ھ میں وفات پائی اور اپنے حجرہ عبادت میں دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی حبیب اللہ (گھوسوی) رحمۃ اللہ علیہ

عالم علم حقیقت ومجاز، مشاہد بے نظیر دائم درراز ونیاز، واقف احوال حقیقت اللہ، کامل العصر حضرت قاضی حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے آبائے بزرگوار سے سلسلہ چشتیہ کی نعمت وخلافت رکھتے ہیں، چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی سے مل جاتا ہے، آپ کی شادی سادات مخدوم پور توابع محمد آباد گوہنہ میں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد اپنی زبان سے سید ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، الغرض خداوند تعالیٰ نے حضرت قاضی حبیب اللہ کو تصوف وسلوک میں بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ دیار گھوسی میں آپ کی کرامتیں اور خوارق عادات مشہور ہیں، جن کی بنا پر اس دیار کے لوگ آپ کو ولی اللہ شمار کرتے ہیں۔

صاحب ارباع اربع بیان کرتے ہیں، کہ آپ کے جد اعلیٰ شیخ محمد حسین علوم ظاہر وباطن کے جامع ہیں، فقیہ، متقی اصفہان کے رہنے والے تھے، جب وارد ہندوستان ہوئے، خواجہ بزرگ سے بیعت کی اور ریاضات شاقہ کی بنا پر درجہ کمال پر پہنچے، پھر اپنے پیر بے نظیر کے حکم سے قصبہ گھوسی مضافات جون پور میں جو کفر وشرک کی کان تھا، عصائے اقامت گاڑ دیا، آپ کی برکت قدوم سے یہ قصبہ دار الاسلام بن گیا۔

شیخ حبیب اللہ کے نانا قاضی تھے اور ان کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس بنا پر لوگوں نے آپ کو نانا کی وفات کے بعد قصبہ گھوسی کا قاضی بنادیا۔ اسی دن سے قاضی حبیب اللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

[[قاضی حبیب اللّٰہ بن شیخ احمد بن شیخ ضیاء الدین بن شیخ یحییٰ بن شیخ شرف الدین بن شیخ نصیر الدین بن مفتی حسین عثمانی اصفہانی گھوسوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا نسبی تعلق حضرت عثمان غنی رضی اللّٰہ عنہ تک پہنچتا ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ جد اعلیٰ اصفہان سے وارد ہندوستان ہوئے تھے ۔ مفتی حسین، صاحب علم واتقا بزرگ تھے، یہ علمی میراث ان کے خانوادے میں صدیوں باقی رہی ۔ قاضی حبیب اللّٰہ ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں گھوسی کے قاضی بنائے گئے ۔ قاضی صاحب فقیہ، اصولی اور ادیب تھے، ان علوم میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی ۔ حضرت میر عاشقاں سرائے میری رحمۃ اللّٰہ علیہ م ۹۵۰ سے بیعت وارادت رکھتے تھے۔

آپ کے صاحب زادے شیخ عطاء اللّٰہ برگزیدہ صفات مرشد اور صاحب علم وتقوی بزرگ تھے ۔ ملامحمود بھیروی جونپوری اور دیگر اساتذہ سے تکمیل علم کے بعد شاہ عبدالقدوس جونپوری سے مرید ہوئے اور ان کی صحبت میں رہ کر منازل طریقت طے کیے اور خلافت واجازت حاصل کی۔شیخ حسام الدین مانکپوری علیہ الرحمہ سے بھی خلافت پائی تھی ۔ انتصح عن ذکر اہل الصلاح میں ہے:

"وخلفائے ایشاں بسیار اند یکے دیوان عبدالرشید جونپوری ودیگر قدوۃ العلماء وعمدۃ العرفاء شیخ عطاء اللّٰہ والد مولوی غلام نقشبند سجادہ نشیں شیخ حسام الدین مانک پور اند"۔(انتصاح ص۱۶)

شاہ عبدالقدوس جونپوری ۱۰۵۲ کے خلفامیں سے ایک دیوان عبدالرشد جونپوری اور دوسرے قدوۃ

العلماعمدۃ العرفاشیخ عطاء اللہ جو مولوی علام نقشبند کے والد ہیں ، وہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے سجادہ نشیں بھی تھے۔شیخ عطاء اللہ علم و معرفت ،فقہ واصول اور ادب میں اپنے والد بزرگوار ہی کی طرح مشہور زمانہ ہوئے ،روحانی کشش نے شیخ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۵ھ کی خدمت میں لکھنؤ پہنچادیا اور وہیں کے ہو کر رہ گیے ۔ ۵ ربیع الثانی ۱۰۶۳ھ کو انتقال ہوا۔

شیخ عطاء اللہ کے فرزند ارجمند شیخ غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۵۱ھ میں گھوسی کے اندر پیدا ہوئے ، ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر پائی پھر اپنے والد کے متبحر تلمیذ رشید مولا نامیر محمد شفیع دہلوی م ۱۱۰۹ھ سے علم ظاہر و باطن کی تکمیل کی۔مترجم]]

موج :۔ احوال حضرت قاضی قطب مجرد رحمۃ اللہ علیہ

ہمائے آشیانہ بیت اللہ،عنقائے قاف حقیقت اللہ،عاشق ذات احد،حضرت قاضی مجرد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قاضی موسیٰ چشتی کے مرید ہیں اور قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے پوتے ہیں۔گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ وہ صاحب طی زمین وزماں تھے،قدیم وطن مہوبہ ہے،ایک دن آپ کے مرشد نے دیکھا کہ آپ ازار بند باندھ رہے ہیں،فرمایا،اسے مضبوط باندھنا چاہیے(یعنی شادی نہیں کرنی چاہیے) آپ نے عرض کیا،اگر حکم ہے تو دونوں جہان کے لیے ازار بند باندھ لوں؟ مرشد نے فرمایا،ایسا نہ کرو،صرف اسی دنیا میں ازار بند مضبوط باندھنا،کیوں کہ ہم دونوں کا اس عالم ظاہر میں مجرد کے لقب سے مشہور رہنا،مناسب ہے،کیوں کہ ردائے تجرید اسی کے کندھے پر ناز کرتی ہے،اور ولایت احمدی کا نگینہ اسی کی انگلی میں زیب دیتا ہے۔

بیان کرتے ہیں،روزانہ نماز پنجگانہ حرم کعبہ معظمہ میں ادا فرماتے،جب لوگ آپ کی جماعت میں داخل ہونے کے لیے پہنچتے تو فرماتے،مجھے معذور رکھو،کیوں کہ میں ایسی مسجد میں نماز پڑھنے پر مامور ہوں،جس میں بہت زیادہ خلق خدا ایک شخص کی اقتدا میں نماز پڑھتی ہے۔

لوگوں کا بیان ہے،ایک بڑھیا مہوبہ سے حج کے لیے مکہ گئی تھی،حج کے بعد اسے ہندوستانی قافلہ نہ ملا،حیران وپریشان ہوئی،اس کی غم ناکی پر ایک صاحب دل بزرگ کو رحم آیا،فرمایا،کہ قاضی مہوبہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرنے مکہ آتے ہیں،آؤ میں تمہیں بتادوں،بڑھیا نے جب قاضی کو دیکھا،ان کے دامن سے لپٹ گئی،ہر چند انہوں نے عذر کیے کوئی فائدہ نہ ہوا،قاضی نے کہا،کہ تم اپنی آنکھ بند کرلو،اس نے اپنی آنکھ بند کرلی،تھوڑی دیر بعد کہا،آنکھ کھولو،جب آنکھ کھولی تو خود کو مہوبہ میں پایا۔بڑھیا یہ راز پوشیدہ نہ رکھ سکی اس کو عام کردیا۔

آپ کے کمالات قید قلم میں لانے سے زائد ہیں۔دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ غریب اللہ وشاہ رحمت اللہ علیہما الرحمہ

سادات عالی درجات،گوشہ گزین از ذلت وآفات،از اہل حضرت رسول اللہ،حضرت شاہ غریب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قصبہ موہان کے سادات میں ہیں۔ ابتدائی عمر میں کسی کی نوکری کرتے تھے، پھر نوکری چھوڑ کر خانوادہ چشتیہ میں مرید ہو گئے اور مجاہدہ وریاضت کا طریقہ اختیار کیا، موضع ''ادمہ'' عملہ دیوہ علاقہ صوبہ اودھ جو دریا کے کنارے اور جنگل کے حاشیہ پر ایک گوشہ جو درویشوں کی اقامت کے لائق ہے، وہیں رخت اقامت ڈالا، شاہ غریب اللہ اگرچہ شادی شدہ تھے، اہل وعیال کو موہان میں رکھا، بالآخر مدت حیات پوری کی اور اسی موضع میں مدفون ہوئے۔

شاہ رحمت اللہ برادر خرد شاہ غریب اللہ:۔ اپنے بڑے بھائی کے مرید ہوئے اور حصور و مجرد زندگی بسر کی، بہت ہی بلند مرتبہ اور بزرگ شخص تھے۔ اس ذرہ بے مقدار نویسندہ بحر زخار (وجیہ الدین اشرف) نے آپ کی زیارت کی تھی، آپ نے خاکسار پر بڑی شفقت اور عنایت فرمائی، روزانہ تین سو رکعات نفل نماز ادا فرماتے تھے، رات دن تنہائی میں بیٹھے رہتے، پسندیدہ اخلاق کے مالک تھے، اپنے حجرہ عبادت سے بہت کم باہر نکلتے، مخلوق کے ساتھ میل جول بہت کم رکھتے پھر بھی ان کے اخلاق کریمانہ بیشتر تھے، انتہائی توکل پسند تھے، آپ کے احوال کی خبر گیری اکثر مرید کیا کرتے، ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی اور موضع ادمہ میں اپنے مرشد کی قبر کے برابر سپرد خاک کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالواحد تارک رحمۃ اللہ علیہ

مراد ذات نفس راحارک، حضرت شیخ عبدالواحد تارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ محمد ہے۔ آپ ان چار واسطوں سے مفتی عبدالکریم، شیخ ابراہیم، شیخ نعمت اللہ، شیخ سالار، شیخ وجیہ الدین یوسف چندیری تک پہنچتے ہیں۔ بچپن میں شیخ خواجہ حسین چشتی کے مرید ہوئے، جب شعور کی منزل میں داخل ہوئے، شیخ محمد شاگرد میر عبدالاول سے تحصیل علم کی، بالآخر غوث الاولیا کے بلند مرتبہ خلفا شیخ عبداللہ صوفی شطاری آگرہ و شیخ مبارک دانش مند گوالیاری سے طریقت شطاریہ کی تلقین حاصل کی اور خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ گلزار ابرار کے مصنف ۱۰۱۴ھ میں دسور کے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ اپنی خلوت میں جہاں راز واسرار بیان فرماتے تھے، ارشاد فرمایا، تیس سال کی عمر میں دو تین سال تک جذبہ حق میں محو رہا، اب جب کہ میں ستر سال کا ہو چکا ہوں، اس خود رفتگی، جذب الٰہی اور جنون محبت کا وہی اثر باقی ہے۔

درحقیقت گزشتہ جذب وکیف کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہوئے تھے، آپ نے ۲۷ سال تک پانی نہیں پیا۔ جس وقت پانی پینے کی خواہش ہوتی، از خود معدے میں پانی پہنچ جاتا۔ ۱۰۱۷ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم وفاق، حضرت مخدوم اسحاق رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، خانوادہ چشت سے وابستہ ارادت تھے، سلطان علاء الدین مندوی آپ کا مرید تھا، جب حضرت نے وفات پائی، تدفین کے وقت بادشاہ موجود نہ تھا، رات کے وقت حوض پر حاضر ہوا اور پیر کے چہرہ زیبا کی

زیارت کے لیے قبر کھودی، شمع سامنے کیا، شمع سے رکھ جھڑ کر کفن پر گری، کفن سے ہاتھ باہر آیا اور راکھ کو دور پھینک دیا۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا احمد بن محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

اعظم مداحان رسول مہتری، حضرت مولانا احمد بن محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ:
مولانا خواجگی نحوی کے بھائی اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے۔ علم ظاہر میں بہت کمال رکھتے تھے۔ سلطان بہلول لودی کے زمانے میں وطن سے دہلی تشریف لائے، امیر تیمور کے زمانے میں کالپی میں رخت اقامت ڈالا، باقی زندگی عبادت وریاضت میں گزاردی۔ فارسی زبان میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک قصیدہ لکھا ہے، جو قصیدہ بردہ کی ہمسری کرتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حسن داؤ دقطب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام، ولی لاکلام، صاحب خزائن سرخفی، افضل زمانہ حضرت شاہ حسن داؤ دقطب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ جلہ وقت اور علمائے کبار میں سے ہیں۔ آپ سلطان عاشقاں، برہان عارفاں، عاشق جاں باز، غواص دریائے راز، کشتہ ناوک محبت خدا، دوختہ سنان صبر وابتلا رہے ہیں۔ صاحب مناقب العارفین لکھتے ہیں، آپ اپنے چچا شیخ فرید کے مرید اور خلیفہ ہیں، علم ظاہری میں استاذ زمن اور علم باطن میں منفرد تھے۔ آپ نے علم صرف میں رسالہ "مرغوب الطالبین" تصنیف فرمایا اور علم نحو میں بھی ایک رسالہ تحریر کیا تھا۔ اکثر وبیشتر روزہ رکھتے اور جو کی خشک روٹی سے افطار کرتے۔ آپ نے بنارس میں مزارات شہدا میں ایک حجرہ تعمیر کیا، سات سال وہاں رہے اور بڑی روحانی نعمت ورفعت حاصل کی اور مرتبہ ابدال پر پہنچے، دائمی مشاہدہ کی دولت حاصل ہوئی، ہمیشہ مستغرق رہتے، جب نماز کا وقت ہوتا، تکبیر کہہ کر آپ کو حالت صحو میں لایا جاتا تاکہ نماز ادا فرمائیں، آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں۔ آخری عمر میں بیت اللہ کے حج کا ارادہ کیا، جب کشتی پر سوار ہوئے، قذاقوں نے حملہ کیا اور تمام کشتی والوں کو قتل کر ڈالا، حضرت کے سینے پر بھی نیزہ مارا اور دریا میں ڈال دیا، آپ کے شاگردوں میں سے شاہ اسماعیل قذاقوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور ملک روم میں فروخت کیے گئے، جب آپ روم سے آزاد ہو کر اپنے گھر پہنچے، استاذ کی تمام کیفیتوں کو بیان کیا، آپ کی شہادت کا واقعہ ۲۸ ربیع الاول ۹۷۰ھ میں واقع ہوا۔

حضرت کے ایک صاحب زادے شاہ مسعود تھے، جو والد کے ساتھ سفر مکہ پر روانہ ہونے کے وقت سن تمیز کو نہیں پہنچے تھے، اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد شاہ فرید فرزند بندگی شیخ بدھ حقانی سے کلاہ طریقت حاصل کی اور انہیں سے مرید ہوئے اور تربیت وخلافت شیخ عبد العزیز دہلوی سے حاصل کی۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

امام عارفاں، ہمام عاشقاں، متخلق باخلاق الٰہی، متصف بصفات نامتناہی، صاحب تکوین وتمکین، سید العلما

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے القاب، اعلم علمائے جہان، افضل مشائخ زمان، معاذ طالبان وملاذ مریدان تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ حضرت شاہ حسن داؤد قطب بنارسی کے مرید وخلیفہ ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، از ابتدا تا انتہا ریاضت ومجاہدہ کا انداز یکساں تھا، مناقب العارفین کے مصنف (شیخ لیسین جھونسوی) لکھتے ہیں، ابتدا میں جھونسی توابع الہ آباد کے اندر تین چلے کیے، نانا جان نے آپ کو حضرت شیخ فرید کی خدمت میں پہنچا دیا، حضرت نے آپ کو شیخ حسن داؤد کے حوالے کر دیا، اس صاحب کمال بزرگ کے فیض سے آپ صاحب ارشاد وتلقین بن گئے اور دنیا میں آپ کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا، جون پور کے مناظرہ کی وجہ سے شیخ فرید نے آپ کو اسد العلما کے لقب سے ملقب کیا، جب شاہ حسن مکہ مکرمہ کے ارادے سے نکلے، دریائے گنگا کے کنارے آپ کو لباس خاص پہنایا، تمام بزرگوں کی نعمتیں اور اپنی خلافت سے سرفراز کیا اور جھونسی میں اقامت کا حکم دیا، حضرت شیخ بہلول شطاری کی خدمت میں بھی پہنچے اور ان سے طریقہ شطاریہ کی تعلیم پائی، چنانچہ آپ نے طریقہ شطاریہ کے اشغال واعمال میں ایک رسالہ ''محبوب السالکین'' تحریر فرمایا۔

آپ کا معمول تھا، ہر جمعرات کو اپنے مکان کی صفائی کرتے اور بہت زیادہ کھانا تیار کراتے، عطریات مہیا کرتے، اکثر ارواح کے استقبال کے لیے تشریف لے جاتے اور گھر کے صحن میں ان سے سلام کرتے، جب تک زندہ رہے، اس معمول پر قائم رہے، بزرگوں کی مقدس روحوں کے ساتھ اس درجہ محبت اور تعلق بہت بڑا کام ہے۔ آپ کے ظاہری مصارف بہت زیادہ تھے، جب محفل سماع میں حالت وجد طاری ہوتی، نعرے مارتے اور حاضرین سے بغل گیر ہوتے، آپ کی حالت بھی متغیر ہو جاتی، آخری عمر میں کیفیت استغراق آپ کے احوال پر بہت غالب تھی، آپ کے کمالات بہت بلند تھے، شیخ حسن کے بعض مریدین جو ابھی مجاہدہ کے عادی نہ ہوئے تھے اور تحصیل علم کر رہے تھے، تحصیل علم کی مصروفیات کے سبب میں نے اس قسم کے مقدمات کی تحقیق مرشد سے نہیں کی ہے، مگر اس جملہ کا مفہوم میرے ذہن میں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ فقرا کو نفس واحد اس بنا پر کہتے ہیں کہ ان کا مطلوب ذات الٰہی کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا، جب مطلوب ذات واحد ہو، تو ان کی ہر سانس سے اللہ کا ذکر ہوتا ہے، نفس واحد سے مراد یہی ذکر ہے۔

نصف شب جمعہ ۲۰ ربیع الاول ۹۸۰ھ میں ملاء اعلیٰ کی طرف روح پرواز کر گئی، جھونسی میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ

واقف مقام قرب بے نشاں، محو مشاہدہ حضرت رحماں، خزینہ عبادت وطاعات، مساوی الاحوال در حیات وممات، قدوہ کاملاں، حضرت مولانا خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت نصیر الدین کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ علوم ظاہری وباطنی کے مالک، شریعت وطریقت کے عامل تھے۔ بہت بڑے بزرگ اور اکابر عصر میں سے تھے۔ مناقب العارفین میں شیخ لیسین جھونسی لکھتے ہیں، آپ مشرب سلوک رکھتے تھے، مدح وقدح سے سروکار نہ رکھتے تھے، کیوں کہ ہمیشہ آپ محویت اور مشاہدہ میں مستغرق رہتے، جس کی

بنا پر لوگوں سے گفتگو کی فرصت نہ ملتی، آپ انکساری، مدارات اخلاق حسنہ اور طبع سلیم جیسی خصلت کے مالک تھے، علم ظاہر میں درجہ کمال پر فائز تھے، اگرچہ شیخ حبیب اللہ شیخ فرید کے مرید ہیں، لیکن تمام تلقینات، طریقہ مجاہدات اور نعمت ومشاہدات کی یافت والد بزرگوار سے ہوئی تھی، کبھی جھونسی میں اور اکثر وبیشتر شیخ پورہ میں رہتے، غلبۂ ذکر وفکر میں اپنے پیر کے درجہ پر فائز تھے، آپ کے حجرے کی دیواروں کا بیشتر حصہ اسم جلالت سے منقوش تھا

ہارا کہ نقش او بتو افتاد در ضمیر   من بعد نقش غیر بیفتاد دل پذیر

آپ کے حالات عالی اور کمالات لاابالی بہت ہیں، مختصر تحریر میں سب کی گنجائش نہیں، اکثر طالبان حق آپ کی تربیت کی برکت سے مرتبہ تکمیل تک پہنچے۔

جب آپ کا وقت واپسیں آیا، آپ کی جدائی کے غم سے معتقدین، مریدین اور اولاد واحفاد گریہ وزاری کرنے لگے، یہ حال دیکھ کر آپ نے فرمایا، جب میں تاج الدین کو تمہارے درمیان چھوڑ رہا ہوں پھر تمہیں کس بات کا اندیشہ ہے؟

جمعہ کے وقت ۱۰۰۴ھ میں شیخ پورہ کے اندر انتقال کیا اور جھونسی میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے، آپ کے چھ لڑکے تھے، ان میں سے حضرت بندگی شیخ ناصر حضرت کے خلف وخلیفہ اسرار ومعارف کا خزانہ تھے، ایک شخص ولایت بالاوست میں بحالت خواب، آپ کی بیعت سے مشرف ہوا، حضرت کی جستجو میں الہ آباد پہنچا، ان کے پاس دنیاوی مال واسباب بہت زیادہ تھے، ان سے متنفر ہوکر جون پور پہنچا، حضرت دیوان عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، آپ نے جواب دیا، یہ معاملہ تمہارے ساتھ پھر پیش آئے گا، اس آدمی نے ایک رات پھر خواب میں دیکھا، ایک ترازو سامان سے بھری ہوئی ہے، تمام مشائخ اسے اٹھا رہے ہیں، کسی کی طاقت سے وہ میزان اپنی جگہ سے نہیں اٹھی، لیکن اس بوجھ کو شیخ ناصر نے اٹھالیا، اس نے یہ خواب دیوان عبدالرشید سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا، اس میزان میں دنیا اور دین کا بوجھ تھا، دین کے بوجھ کو ہر شخص اٹھا سکتا تھا، دنیا کا بوجھ شیخ ناصر کے علاوہ کسی اور سے نہیں اٹھ سکتا تھا، پھر آپ کی خدمت میں پہنچا اور مرید ہوگیا۔ شیخ ناصر نے خرقہ خلافت وبیعت اور بہت زیادہ نعمت شاہ تاج الدین جھونسی سے حاصل کی تھی، والد بزرگوار کی وفات کے بعد شاہ تاج الدین کی خدمت میں آئے اور روحانی فوائد حاصل کیے۔ شاہ تاج الدین کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔

اپنے پدر بزرگوار اور مرشد برحق کی مسند خلافت کو زینت عطا کی اور جہان فانی سے کوچ کرگئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ ابرار، کعبہ اخیار، قطب فلک شریعت وطریقت، خورشید آسمان حقیقت ومعرفت، مقبول کاملان آسمان وزمین، سراج الکاملین حضرت شاہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا وطن جھونسی توابع الہ آباد ہے، اگرچہ آپ کی پہلی بیعت سلسلہ سہروردیہ میں سید ابوالفتح سے ہوئی تھی، جو چند واسطوں سے شیخ صدرالدین آفتاب ہند تک پہنچتا ہے، لیکن اپنے چچیرے بھائی خواجہ کلاں سے روحانی نعمت اور

خلافت پائی، شریعت پر بڑی سختی سے کاربند تھے، سلسلہ چشتیہ میں مرید ہونے کے باوجود سرود وسماع کی طرف قطعاً میل نہ رکھتے تھے۔ شریعت کے حدود سے کبھی قدم باہر نہ نکالتے، آپ فقرائے عصر کے مقتدا اور علماء دہر کے امام، عمدہ اخیار، قبلہ ابرار، یکتائے جہاں، ہادی زماں، صاحب سر وحال، مرشد ارباب کمال اور کمال ریاضت کی بنا پر مقام صمدیت پر فائز تھے، صاحب مناقب العارفین شیخ یٰسین جھونسی لکھتے ہیں آپ ابوالوقت تھے، اپنے سارے حواس کو محکوم اور تابع کرلیا تھا، لطافت میں آپ روح سے بھی زیادہ لطیف ہوگئے تھے، اکثر علم ظاہری اپنے چچا بندگی شیخ نصیر الدین سے حاصل کیا، سخاوت پر کمال رکھتے تھے، حتی الامکان محتاجوں، مسافروں اور فقیروں کی خبر گیری آپ کا شعار تھا، پوری عمر شادی نہ کی۔

مردان غیب سے انہیں بہت نعمتیں حاصل ہوئی تھیں، پوری زندگی روزہ رہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام وفات میں افطار میں صوم نفل سے زیادہ ثواب دیکھا تو وہ روزہ نہ رکھتے تھے۔

نباتات کی تاثیر سے بہت واقف تھے، اسی بنا پر لوگ کہتے تھے کہ آپ فن کیمیا سے آگاہ تھے، اکثر و بیشتر لوگوں کے شدید امراض کا علاج جڑی بوٹیوں سے کیا کرتے تھے اور وہ لوگ شفا پاتے، یہ تمام باتیں آپ کی کرامتیں تھیں، جنہیں وہ ان جڑی بوٹیوں میں چھپاتے تھے، مشاہدہ غالب تھا۔

فرض اور سنت نمازوں کے اندر رکوع اور سجود میں بہت عجلت کرتے اور ایسے ہی تلاوت قرآن حرف بحرف سطر بسطر کرتے، ایک ہی ساعت میں چند پارے پڑھ لیتے، لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی، تو فرمایا، ان اوقات میں میرے سامنے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ان کے فوائد وقواعد مجھے یاد نہیں رہتے، خدا جانتا ہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں اور کیا کررہا ہوں۔

طی الارض کی قوت رکھتے تھے، آپ کے ساتھ لوگوں کا راستہ چلنا دشوار رہتا، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں سیر وسیاحت کرتے، کمزوروں اور ناتوانوں کو فیض پہنچاتے، جو شخص آپ کے پاس پہنچتا اور اپنی حقیقت حال بیان کرتا، اس کی ضرورت اپنی دعا اور دوا سے پوری فرمادیتے۔ آپ کی قوت مکاشفہ بہت تیز تھی۔

ہر علم وفن میں آپ نے کتابیں لکھیں، علم تصوف میں بھی چند رسالے تصنیف کیے، لیکن بوقت وفات حکم دیا، فلاں مقام پر کچھ کتابیں ہیں، انہیں دیکھے بغیر دفن کردو، کیوں کہ وہ کتابیں کسی کی سمجھ میں نہ آئیں گی، کیوں کہ وہ کتابیں علم تصوف میں لکھی گئی ہیں۔ ۱۵/ذی الحجہ ۱۰۳۰ھ کو فجر کے وقت تیمم کیا اور جاں بحق تسلیم ہوئے، ایک قول کے مطابق ''تاج جان دادور نماز فجر'' آپ کی تاریخ وفات ہے، جس کے اعداد ۱۰۶۷ ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ کا مزار جھونسی میں زیارت گاہ خلائق ہے، آپ کا دستور تھا، کہ لوگوں کو بہت کم مرید کرتے، لیکن وہ خاص مرید جو اس صاحب کمال کی دولت روحانی سے فضل وکمال کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے، ان میں سے ایک آپ کے خلیفہ مرتاض شاہ ناصر ہیں، جن کا تذکرہ ان کے والد حضرت خواجہ کلاں کے بعد لکھا ہوا ہے، دوسرے خلیفہ حضرت سید عبدالکریم جو سادات بارہ سے تعلق رکھتے ہیں، بہت بڑے عابد، تبحر عالم، متقی اور صاحب ورع بزرگ تھے۔ اکثر سپاہیوں کا لباس پہنتے اور نوکری کو ذریعہ معاش بنایا۔ تقویٰ کی حالت آپ پر غالب تھی، ہمیشہ اکل حلال اور صدق مقال کو حد درجہ ملحوظ رکھتے، حتی المقدور لقمہ مشتبہ تناول نہ فرماتے، بالآخر آپ نے ملازمت ترک کردی اور وطن کی محبت دل

سے نکال کر پیر کی خدمت اختیار کی اور جھونسی میں اپنے مرشد کی بارگاہ میں وفات پائی۔ تیسرے خلیفہ شیخ مصطفیٰ کاکوروی فاضل، صالح، جنہوں نے مجاہدات شاقہ کی بدولت مشاہدات کا مرتبہ حاصل کیا، پھر مرشد کے خرقہ خاص سے مشرف ہوئے، مرشد کی خدمت سے اپنے وطن آئے اور وہیں انتقال کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ کرامت تعارف، گوہر گراں مایہ درج حقائق معارف، ولی کمالات مبین، حضرت طیب بنارسی بن معین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فرید بنارسی کے بھائی، شیخ داؤد کے فرزند ہیں، آپ حضرت خواجہ کلاں کے مرید وخلیفہ ہیں، شان تصوف کی بلندی میں یکتائے روزگار اور کمالات بلند میں غوث زمانہ، جامع معانی وحقائق، منبع اسرار ودقائق، شیر بیشہ مجاہدہ، نہنگ دریائے مشاہدہ، بلند پرواز فضائے لاہوت۔ آپ خنقت وملک وملکوت کے مونس تھے۔ مناقب العارفین میں منقول ہے، شریعت وسنت کے بے انتہا پابند اور مقامات زہد وورع کے نہایت متصرف، طاعات وعبادات گوناگوں سے معمور تھے۔ مدتوں تک سیر وسیاحت کرتے رہے، دارالسلطنت دہلی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت اور سلسلہ قادریہ کی اجازت حاصل کی، پھر مرشد برحق کے حکم سے قلعہ بنارس کے قریب ویرانے میں ایک حجرہ تعمیر کیا اور وہیں رحل اقامت ڈال دی، اس کے بعد اکثر عقیدت مندوں نے پروانوں کی طرح اس حجرہ کے گرد مکانات تعمیر کیے اب وہاں ایک بارونق محلہ آباد ہوگیا ہے۔ شیخ عبدالحق اور شیخ تاج الدین جھونسوی سے بے انتہا محبت وعقیدت رکھتے تھے، ابتدائے حال میں آپ سرود وسماع سنتے اور وجد وحال میں آکر رقص کرتے، آخر میں سرود وسماع سے کنارہ کش ہو گئے اور تمام آلات سرود سے پرہیز کرنے لگے حتی کہ نقارہ اور بانسری کی آوازوں سے بھی متنفر ہو گئے۔ بدعت کے کسی طریقے کو باقی نہ رکھا، اہل بدعت ومنکرات آپ کے حکم امر ونہی کو جان ودل سے تسلیم کرتے، آخری عمر میں دائمی مشاہدہ کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے کمالات بہت بلند اور روحانی حالات بے زوال تھے۔ ۸ر شوال ۱۰۴۲ھ میں عشا کے لیے وضو کیا، اچانک تحریمہ کے لیے ہاتھ کو اٹھایا، بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور جان جان آفریں کے حوالے کی، آپ کا مزار محلہ منڈواڈیہہ بنارس میں خاندانی بزرگوں کے قبرستان میں ہے۔

”جلوہ گاہ اوشدہ عرش بلند“ ع

یہ مصرع آپ کی تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ یٰسین جھونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حقائق آگاہ، مشیخت آئین، حضرت شاہ یٰسین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ طیب بنارسی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ حسن اخلاق، عبادت وریاضت، تواضع وتسلیم میں اپنے آباؤ اجداد کی ولایت کے سچے وارث تھے۔ آپ نے اولیاء اللہ کے حالات میں مناقب العارفین نامی کتاب

تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب صوفیا کی اصلاح کے لیے اور مقامات ولایت کے بیان میں لکھی۔

یہ باتیں صراحتاً آپ کے صاحب باطن ہونے کی دلیل ہیں۔ سرمایہ سلوک سالم میاں شیخ عالم جو شیخ تاج الدین کے مرید ہیں، شیخ طیب کے مخلص طالبوں میں ہیں، وہ زاہد، متقی، متعبد، متورع، صاحب وقت و حال، فواد فضل و اجلال تھے۔ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ۱۰۴۰ھ میں اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کی قبر منڈواڈیہہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالمومن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

والی اقلیم بے نظیری، حضرت شیخ عبدالمومن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ طیب بنارسی کے جلیل القدر مریدوں میں ہیں، ابتدا میں شاہی نوکر تھے، زندگی کے آخری دور میں ملازمت ترک کر دی اور ناداری کا شیوہ اختیار کیا اور شیخ طیب کی خدمت سے وابستہ ہو گئے۔ عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے، خوارق عادات وکرامات کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے مرنے سے پہلے ہی اپنی موت کی خبر دے دی تھی۔ ۲۸ یا ۲۹ رذی قعدہ ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار منڈواڈیہہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد فاضل محمد رحمۃ اللہ علیہ

یگانہ امت احمد حضرت شیخ محمد فاضل محمد رحمۃ اللہ علیہ:

زمانہ کے افاضل، عالم یگانہ اور انتہائی مشغول بحق، متقی بزرگ تھے۔ آپ کا وطن اصلی نواح دہلی میں قریہ پہلی بھیت تھا، جب آپ کے معشوق کا انتقال ہو گیا، آپ کی حالت بدل گئی، حالت جنون میں سر پر خاک ڈالتے اور سرمست آزاد لوگوں کی طرح گھومتے، جب شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں پہنچے، آپ کے دل سے جنون کی وحشت دور ہوئی، اپنے چچا کے مرید تھے، کچھ دنوں بعد آپ کے پیر ومرشد آئے اور آپ کے اہل وعیال کی کیفیت بیان کی، شاہ طیب نے رخصت کیا، اپنے وطن پہنچ کر مسند ارشاد کو زینت بخشی اور ایک عالم کو فیض روحانی سے مالا مال کیا، چند سال بعد چوروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ آپ کا مزار "سنبٹ" میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حسن وحسین رحمۃ اللہ علیہما

نیر فلک کمال قطبین، حضرت حسن وحسین رحمۃ اللہ علیہما:

حسن وحسین دو بھائی تھے، ان میں ایک صلاح وتقوی کے زیور سے آراستہ، دوسرے بھائی جو فقر وصلاح کے زیور سے مرصع تھے۔ ایک دنیاوی تعلقات سے آزاد اور دوسرے دولت مشاہدہ سے دل شاد تھے، بڑے بھائی کا نام حسن تھا، بڑے بھائی حسن حضرت طیب بنارسی کے وصال کے سات سال بعد تک زندہ رہے، اپنے اوقات پیروں کے طریقے پر بسر کرتے، شہر کے لوگوں کے مرجع اور ماویٰ تھے۔ ۱۰۴۹ھ میں اس دنیا سے کوچ کیا، آپ کی قبر نواب آباد میں ہے۔ دوسرے بھائی شیخ حسین جو یکتائے زمانہ تھے، ثابت قدم، قناعت پسند، مستقیم الحال بزرگ تھے، آپ نے اکثر

سلاسل صوفیا کی کیفیات کو معلوم کیا، ایک مدت آزادروی میں بسر کی اور عشق وعاشقی کی راہ میں قدم رکھا، جب جذبہ حق کی کیفیت پیدا ہوئی، آزادروی ترک کرکے پابند شریعت بن گئے، حضرت شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں پہنچے، حضرت کی توجہ سے جذب کی کیفیت دور ہوئی، سلوک کا طریقہ اختیار کیا، انہیں بلند کمالات اور وسیع حالات حاصل ہوئے۔ یہ دونوں بھائی حسن وحسین مولانا رہتکی کے مرید تھے، جو اجلہ اولیا میں تھے، کشف وکرامات میں بڑی شہرت تھی، ان کی ایک کرامت یہ تھی، کہ اگر کوئی ہندو آپ سے ایک سبق پڑھ لیتا، وہ ضرور مشرف بہ اسلام ہو جاتا، چنانچہ حسن وحسین اسی طریقہ پر مسلمان ہوئے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ زین الدین وشیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہما

دوشیخ ،فروختہ چراغ دہلی، دوکوکب سعد منزل معنوی، سعدین منزل محمود، نسرین سپہر مقصود، نورعینین حضرت مولانا نصیرالدین، قطبین فلک قطبیت حضرت شیخ زین الدین وشیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہما:

یہ دونوں بزرگ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے بھانجے اور ان کے مرید اور خلفائے کبار میں ہیں، فرزند نسبتی منظور نظر اور وصی تھے، یہ دونوں حضرات عظیم القدر صوفی اور آسمان ولایت پر بدر کامل کے مشابہ تمام صوری ومعنوی کمالات سے آراستہ تھے۔ جلیل الشان اولیائے کرام کے روحانی حالات سے پیراستہ تھے۔ معدن مجاہدات اکبر، مخزن مشاہدات برتر کا خزانہ، واقف اسرار نامتناہی، عالم اطوار حقیقت الٰہی، ساقی شراب مے خانہ محبت، سرمایہ ایثار وشفقت، قدم بہ قدم مخدوم، مظہر معاملات غیر معلوم، باعث اجرائے فیوض سلسلہ حضرت نظام الدین، بندگی شیخ نصیرالدین دہلوی کے چراغ معرفت کو روشن کرنے والے تھے۔ اقتباس الانوار میں منقول ہے، شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی دو بہنیں تھیں، ان میں ایک مسمات بڑی بوا جنہیں شیخ نصیرالدین مادر مہربان کے لقب سے یاد کرتے، فضائل وکمالات میں اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں، آپ کے حالات اس کتاب کے لجہ نساء میں آئیں گے، شیخ زین الدین آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئے، اس وقت شیخ نصیرالدین کی اولاد سے قصبہ "جورا" سے متصل امیٹھی میں صلاح وتقوی کے ساتھ موجود ہیں، دوسری بہن مسمات بی بی لہری جو روحانی کمالات کے لحاظ سے مشہور عالم ہیں، شیخ کمال الدین انہیں کے بیٹے ہیں اور ان کی نسل کے لوگ ابھی بھی گجرات میں آباد ہیں۔ یہ حضرات نسلاً بعد نسل روحانیت میں کامل ومکمل ہیں اور آباواجداد کے سلاسل طریقت کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

شیخ نصیرالدین نے ان دونوں بھانجوں کو فرزندی میں قبول کیا، روحانی تلقین اور ارشاد وعنایت کے ذریعہ مقامات ولایت پر فائز کیا اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ زندگی ہی میں ان دونوں کو سجادہ نشیں بنایا، وفات کے وقت وصیت کی ،کہ جب مجھے دفن کرنا میرے پیروں کے تبرکات یعنی خرقہ کو میرے سینے پر رکھنا، لکڑی کے پیالے کو اینٹ کی جگہ میرے سر کے نیچے، تسبیح کو میری انگلیوں میں لپیٹ دینا اور نعلین وعصا میرے پر ابر رکھ دینا، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

شیخ زین الدین کے خلفا مثلاً شیخ داؤد مصنف نے اپنی کتاب کی ابتدا میں مرشد برحق کے حالات تحریر کیے ہیں۔

شیخ سماء الدین بجنوری جو صحرائے حقیقت کے بلند پرواز شہباز تھے، ان کا ذکر بھی آگے آرہا ہے، یہ حضرات بڑے

صاحب کمال تھے "مخزن اعراس" میں لکھا ہوا ہے، شیخ کمال الدین جو علامہ کے لقب سے مشہور تھے، ان کی اولاد بہت صاحب کمال ہوئی، چنانچہ ان کی نعمت ان کے صاحب زادے شیخ سراج الدین کو ملی، ان سے شیخ علیم الدین کو، ان سے شیخ محمد معروف بہ شیخ راجن کو، ان سے شیخ جمال الدین کو اور ان سے یہ خاص نعمت، حضرت احمد حضرت شیخ حسن محمد بن میاں جی احمد، عالم، عارف، عاشق، عابد، شیخ جمال چشتی بغدادی کو جو اپنے چچا کے مرید تھے، حاصل ہوئی، جو فجر کی نماز کے بعد دوپہر تک مسلسل تلاوت کلام پاک اور تدریس علم میں مصروف رہتے، پھر خانقاہ کے درویشوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز ادا فرماتے اور لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے، مغرب اور عشا کی نماز کے بعد حجرے کا دروازہ بند کر لیتے اور پوری رات عبادت کرتے، یکم ربیع الثانی کو وفات پائی، وصیت کے مطابق آپ کو حجرہ عبادت میں دفن کر دیا گیا، ان سے نعمت خلافت شیخ محمد، ان سے ان کے پوتے قطب الاقطاب شیخ یحییٰ مدنی نے پائی۔

یہ بزرگ گجرات سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام کیا، سات سال تک مخلوق کو ہدایت دیتے رہے، انہیں مرتبہ کمال پر پہنچایا اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے پر حاضر رہتے، جب وفات پائی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ مقدس سے ارشاد فرمایا، کہ میرا محبوب وفات پا گیا، اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقبرہ میں دفن کر دو ۔آپ کی عمر ۹۱ رسال ہوئی، ۲۶ رصفر المظفر ۱۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقبرے کے پرنالے کے نیچے، شیخ آدم بنوری کے برابر دفن کیے گئے۔آپ سے آپ کے بڑے صاحب زادے شیخ محمد نے نعمت پائی، جن کا وصال ۱۷رشعبان کو ہوا اور آپ کے چھوٹے صاحب زادے شیخ یعقوب بھی جن کا وصال ۴رجمادی الثانی کو ہوا، اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

شیخ یحییٰ مدنی کے نواسے شیخ رکن الدین جن کا انتقال ۱۴رربیع الاول ۱۱۱۱ھ کو ہوا اور شیخ جمال الدین بن شیخ رکن الدین کا وصال ۱۶رربیع الثانی ۱۰۷۰ھ میں ہوا۔

شیخ یحییٰ مدنی کے داماد شیخ محمد چشتی جنہوں نے ۱۹رمحرم الحرام کو دار فانی سے رحلت کی، شیخ بدرالدین اسوی جو شیخ محمد کے خلیفہ اکبر ہیں، علاءالدین ساکن برناوہ شیخ بدرالدین اسوی کے خلیفہ اعظم تھے۔ (تذکرۃ العارفین)

شیخ خیر الدین شیخ یحییٰ مدنی کے بھتیجے ہیں، جنہوں نے ۱۶رصفر کو ملاء اعلیٰ کی طرف رحلت کی۔شیخ محمد عبداللہ بن زین الدین جو شیخ یحییٰ مدنی کے مرید وخلیفہ تھے، جنہوں نے یکم صفر بروز یک شنبہ ۱۱۴۴ھ میں انتقال کیا۔حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے والد شیخ محمود جن کا انتقال ۷رربیع الثانی کو ہوا، جو محبت الٰہی سے خالی اور غافل نہ تھے، بلکہ شاغل وعامل اور کاسب تھے، اپنے خاندان کے طریقہ روحانیت کو بوجہ احسن قائم رکھا، ان تمام بزرگوں میں سے ہر ایک بزرگ درویشی کے صفات وحالات سے معمور تھے، شیخ زین الدین اور شیخ کمال الدین کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی نے ۱۸ررمضان ۷۵۷ھ میں انتقال کیا، جس سے ان بزرگوں کے سال وفات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور ان بزرگوں کے مزارات دہلی کے اندر روضہ چراغ دہلوی کے جوار میں زیارت گاہ خلائق اور وجہ برکت ہیں۔راقم بجز زخار ان بزرگوں کے حالات کو حاصل نہ کر سکا، جس کی بنا پر ان کے حالات قلم بند کرنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا، رات کے وقت میرے کان میں آواز آئی، کہ حضرت بندگی نصیر الدین چراغ دہلی تم سے ناراض ہیں، جب میں

خواب سے بیدار ہوا، میرے دل میں خیال آیا، کہ میں نے شیخ چراغ دہلی کے فرزندوں کے حالات لکھنے کا ارادہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے یہ آواز سنی، میں یہ کلمہ سن کر حیران و پریشان ہوا کہ ان کے حالات کہاں سے حاصل کروں اور لکھوں، میں نے دوسری رات خواب میں دیکھا، کہ شیخ چراغ دہلی کے تمام فرزند گلدستہ کی طرح میرے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں، میں نے سمجھا، یہ امر اس بات کا اشارہ کہ جو متفرق احوال تمہیں ملے ہیں، سب کو ایک جگہ لکھ دو" الامر فوق الادب" پر نظر رکھتے ہوئے مخزن اعراس سے ان کے حالات نکال کر تحریر کیے۔

موج :۔ احوال حضرت ملا دانیال وملا سیف اللہ علیہما الرحمہ

دو چراغ منور از چراغ دہلی، دو گل عذار گلزار علوی، عالم علوم طریقت وشریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ملا دانیال وملا سیف اللہ علیہما الرحمہ:

شیخ زین الدین کی نسل سے ہیں، جو بہت بڑے عالم وفاضل تھے، ملا دانیال نے بندگی شیخ نظام الدین کے پوتے شاہ نجی سے بیعت کی اور عبادت وتصوف میں بلند مرتبہ حاصل کیا۔ شیخ ملا سیف اللہ نے ابتدا میں ملا عبدالسلام دیوہ اور شیخ جہاں اولیا کروی سے علم ظاہری کی تکمیل کی اور مالداروں کی صحبت اختیار کی، شیخ حمید ابدال جن کا ذکر لجہ مجاذیب میں آئے گا، کی کرامتیں دیکھنے کے بعد آپ کی طبیعت کا رجحان سلوک وتصوف کی طرف ہوا، اکثر فرمایا کرتے، اگر مجھے حمید ابدل کی صحبت میسر نہ آتی، میرا ایمان سلامت نہ رہتا، لیکن آپ کی درویشی، اکتساب تصوف اور بیعت پر کسی کو اقرار نہیں، چوں کہ آپ کے جدامجد حضرت عمر کی عنایت ان کے شامل حال ہے، جس کی بنا پر آپ کے حالات تحریر کیے گئے۔

بندگی شیخ نظام امیٹھی کی نفس رانی کے سبب گوکل وبھوکل نامی شیاطین جو راس کے باشندوں پر قابض تھے، ان شیاطین سے ملا سیف اللہ کو بھی بڑی اذیتیں پہنچیں، چنانچہ وہ اپنی جان سے تنگ آگئے، ایک روایت کے مطابق بیداری کی حالت میں اور دوسری رویت کے مطابق خواب میں آپ کے جداعلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی کٹیا میں تشریف لائے، ایک تعویذ عنایت فرما کر کہا، اسے بازو پر باندھ لو، اس تاریخ سے شیاطین آپ کو ایذا دینے سے باز آگئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ کلیم اللہ (شاہ جہاں آبادی) رحمۃ اللہ علیہ

مورد صفات شطاری، مشرف نکات عشق حضرت باری، حدیث "لی مع اللہ"، اسم بامسمیٰ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ محمد صالح معمار کے پوتے ہیں، جنہوں نے شاہ جہاں بادشاہ کے زمانے میں جامع مسجد دہلی تعمیر کی تھی، اگرچہ آپ کے آباواجداد ہمیشہ پیشہ معماری سے وابستہ تھے، خداوند تعالی نے آپ کو ویران دلوں کی تعمیر کے لیے خاص کیا۔ آپ شاہ شیخ یحیی مدنی کے مرید تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ میں مرتبہ بلند اور مکاشفات وحالات میں رتبہ ارجمند رکھتے تھے۔ آپ متاخرین مشہور مشائخ دہلی میں سے ہیں، مریدوں کی تربیت میں دستگیر اور مریدوں کی تلقین کے باب میں

نفس قاطع رکھتے تھے، آپ کی صحبت شریف بڑی تاثیر والی تھی، ابتدائی حال میں جب آپ پر جذبہ حال کا غلبہ ہوا، حضرت شیخ جلال بخاری نقش بندی کی صحبت اختیار کی، ایک دن ایک مجذوب نے بازار میں ان سے فرمایا، اگر گوشت روٹی کھلا کر مجھے آسودہ کردو، میں تمہارے مطلوب کا پتہ بتادوں گا، شیخ نے مجذوب کے پاس گوشت روٹی حاضر کیا، انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور جو باقی بچا، شیخ کے حوالے کیا، جسے کھانے کے بعد شیخ کے باطن میں نور معرفت جگمگانے لگا، مجذوب نے پوچھا، تمہارا حال کیا ہے؟ جواب دیا، میرا حال تو متغیر ہے، مجذوب نے کہا، روشن کرنا میرا کام تھا اور اسے برقرار رکھنا یحیٰی مدنی کا کام ہے۔ مجذوب یحیٰی مدنی کے پاس لے گئے، شیخ مرشد کی بارگاہ میں پہنچے، اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں، شیخ یحیٰی سے بیعت گجرات میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں، شیخ مدینہ منورہ گئے اور وہاں شیخ یحیٰی سے بیعت ہوئے۔ حاصل کلام شیخ یحیٰی سے نعمت وخلافت حاصل کرنے کے بعد شیخ کی خدمت سے واپس ہوکر دہلی پہنچے اور مسند تدریس کو زینت بخشی، اپنے روحانی کمالات کو پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ کوئی شخص آپ کی صوفیت پر آگاہ نہ ہوا۔ ایک دن مدینہ منورہ سے ایک مسافر دہلی آیا اور محفل میں بلند آواز سے پکار کر کہا، اے شیخ! شیخ یحیٰی مدنی نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو اپنے اولیا میں شامل کرلیا ہے، اس طرح مسافر نے سب کو اس راز سے آگاہ کردیا، لوگ حیرت میں پڑگئے اور یہ بات شہر دہلی کے باشندوں میں مشہور ہوگئی، پھر آپ کی ذات، اخلاق سنجیدہ اور صفات حمیدہ کی بنا پر لوگوں کے حسن ارادت کا مرکز بن گئی، آپ سرود وسماع تنہا سنتے اور ہمیشہ شغل باطن میں مشغول رہتے۔ اس سے بڑھ کر کون سی کرامت ہوسکتی ہے، کہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی جیسے بزرگ آپ کے خلیفہ تھے۔

۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ میں وفات فرمائی۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

رئیس عارفاں، انیس محافل واصلاں، بہر حال مسیح، الحمد للہ رب العالمین، اشرف الآفاق حضرت مولوی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

از اکابران دین دعارفان اسرار رب العالمین، بغایت محترم ونہایت محتشم، تصوف میں آپ کا مرتبہ بلند وارجمند تھا۔ اورنگ آباد میں امیر نظام الملک اور دوسرے روسائے وقت آپ سے پوری عقیدت رکھتے تھے۔ اس علاقے میں آپ کے بہت سے عالی مرتبہ خلفا ہوئے ہیں۔ آپ مریدوں کی تربیت میں مخصوص قوت کے مالک تھے۔ سیر سلوک کے اکثر شہبازوں کو اپنی تلقینات سے کامل کردیا۔ مولوی علم الہدیٰ نے فرمایا، آپ کا سلسلہ نسب اودھ کے مضافات میں قصبہ امیٹھی کے شیوخ سے ملتا ہے، جو لقب مقربان سے ملقب تھے۔ آپ کے بزرگ قرابت کی وجہ سے قصبہ نگرام میں متوطن ہوئے۔ شیخ نظام الدین عنفوان شباب میں ملا جیون امیٹھوی کی شاگردی میں دہلی گئے، جہاں ایک کتاب کا سبق شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کے مدرسے میں لینے لگے۔ جب شیخ کلیم اللہ کی درویشی کا چرچا عام ہوا، تو شیخ نظام الدین نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مجاہدے میں مصروف ہوئے، جب آپ کو مشاہدے کا مرتبہ

حاصل ہوا، اورنگ آباد دکن چلے گئے، اور وہاں ایک دنیا آپ کی گرویدہ ہوگئی اور رئیسان زمانہ کی عقیدت آپ سے قائم ہوئی، تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو مرید کیا، آپ کا طریقہ سرود و سماع اس طرح ہے کہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے برخلاف صحرا میں خیمہ زن ہو جاتے اور وہاں مجلس سماع منعقد کرتے، جہاں خاص و عام سبھی حاضر ہوتے، محفل میں صوفیوں کو وجد اور حال آتا۔

آپ کے روحانی کمالات حد تحریر و تقریر سے زیادہ ہیں، آپ کی ایک اہم کرامت یہ ہے کہ حضرت شیخ فخر الدین جیسا خلف اور خلیفہ رکھتے ہیں۔ ۲ رذی قعدہ ۱۱۴۲ھ میں اپنے قرض خواہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر کلام انی جاعل فی الارض خلیفہ، آیات مقامات معرفت راصحیفہ، وارث سخاوت واخلاق انبیا ومرسلین، قطب ولایت حضرت مولوی فخر الدین رحمۃ اللہ عیہ:

آپ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں، صوفیوں میں گرامی قدر اور آسمان ولایت پر بدر کامل، شان بزرگ، احوال صحیح، خلق عام و تواضع تمام کے مالک تھے، عطا و بخشش، عشق وانکساری میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ کی جود و سخا بے انتہا، امیروں بادشاہوں کی جانب سے لاکھوں لاکھ روپے نذر و فتوح میں آتے، آپ کا معمول تھا، کہ حاضرین میں جو شخص محتاج اور ضرورت مند ہوتا یا جو مالی مشکلات پیش کرتا، عنایت فرماتے اور مصارف دائرہ اس کے ذمہ کر دیتے تاکہ فقرا کے اخراجات کے بہانے اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔

صبح کے وقت اگر وہ کہتا کہ ساری رقم خرچ ہوگئی، تو اسے مواخذہ اور محاسبہ نہیں کرتے، آپ کی غریب نوازی کی کوئی انتہا نہ تھی، شاہ عالم بادشاہ سے ملاقات کے وقت پہلے خادموں نے باز پرس کی، پھر آپ نے سلطان سے احوال دریافت کیے۔

آپ کے مرید مولوی نور الہدی کا بیان ہے، کہ مولوی فخر الدین ابتدا میں رسمی تعلیم حاصل کی، پھر شادی کی، والد بزرگوار کی شان درویشی کو مد نظر رکھتے ہوئے امرا اور روسا آپ کی بہت عزت و توقیر کرتے، فوج، علم اور نشان کے مالک تھے، لیکن اس امارت کے باوجود والد ماجد کی روحانی تربیت کا یہ اثر تھا، کہ یاد حق سے غافل نہ ہوئے، ہمیشہ فقیروں اور طالب علموں کی صحبت میں رہتے اور مثنوی مولانا روم پڑھتے، ایک دن ترک دنیا کے تعلق سے مثنوی مولانا روم میں فال دیکھی، سرورق یہ شعر آیا۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر ، چند باشی بند سیم و بند زر

یہ شعر پڑھنے کے بعد جو کچھ پاس تھا محتاجوں کو فی سبیل اللہ بخش دیا، فوجی منصب صاحب زادے کو سونپا، مردانہ وار توکل و تجرید کے ساتھ سفر کا ارادہ کیا، اس زمانے میں وہاں ایک کامل مجذوب درویش تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر کا ارادہ ظاہر کیا، ان کے پاس شیر دل نامی ایک کتا تھا، فرمایا، یہ کتا تمہارے آگے آگے چلے گا، جس طرف

لے جائے اسی طرف سفر کرتے رہنا، خود اس کتے کے ساتھ چند کوس چلے، پھر اس کتے نے دہلی کی سمت جانے کی ہدایت کی اور لوٹ گیا، پہلی ہی منزل طے کرنے کے بعد حضرت اجمیر پہنچ گئے اور خواجہ بزرگ غریب نواز کی برکت زیارت باسعادت سے مالا مال ہوئے، اس کے بعد دہلی آئے، پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور سند حدیث حاصل کی، پھر مدرسہ غازی الدین خان میں رخت اقامت ڈالا۔ اپنا یہ معمول بنایا کہ فجر کی نماز کے بعد باہر آتے اور ایک پہر دن تک فقرا اور اہل دنیا میں سے جو آپ کی خدمت سے مشرف ہوتا، اخلاق و تواضع کے ساتھ ان سے ملتے اور ان کی رضا جوئی کرتے اور ظہر کی نماز سے مغرب تک علما و فضلا کی مجلس منعقد کرتے اور حدیث نبوی کی تحقیق میں مصروف رہتے، ارتفاع منازل ولایت کی بنا پر خاص و عام کا مرجع عقیدت اور سلاطین و امرا کی ارادت کا مرکز بن گئے۔ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے سوا کسی کے گھر دعوت کے لیے نہ جاتے، آپ کے اخلاق حسنہ کی اتنی شہرت تھی، کہ شاہ محمد افضل الہ آبادی کے فرزندوں میں سے شاہ غلام قطب الدین حج کے ارادے سے دہلی پہنچے، حضرت شاہ فخر الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، چاندی کے دو روپے نذر پیش کیے، پورے ادب و احترام کے ساتھ معانقہ کیا، انہوں نے آپ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر فرمایا، آپ مولوی فخر الدین معلوم ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! میں ہی فخر الدین ہوں، دوبارہ اٹھ کر معانقہ کیا اور فرمایا، یہ نقد میرے زاد سفر کے لیے باعث برکات ہے۔

آپ کے مکاشفات میں ایک مشہور کشف یہ ہے، خیر آباد کا رہنے والا ایک شخص کسی محفل میں بیٹھا ہوا تھا، کہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور سب سے معانقہ کر کے بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد اس آدمی سے پوچھا، تمہارا باپ فلاں خیر آبادی میرا شناسائی تھا، پھر اس سے معانقہ کیا۔

آپ گھر کے اندر تنہائی میں سماع سنتے، خلاصۃ التواریخ میں مرقوم ہے کہ مولوی فخر الدین محفل میں سماع سن رہے تھے ان کی ایسی حالت ہوئی کہ محفل سے غائب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد حاضر ہوئے، والد بزرگوار شیخ نظام الدین نے ایک شخص سے پانچ ہزار روپے قرض لیے تھے، قرض کے مطالبہ میں قرض خواہ نے شدت اختیار کی اور آپ کو شہید کر ڈالا، وہ آدمی گرفتار ہوا، کسی حیلے سے بھاگ گیا، حاکم نے قاتل کے املاک کی دستاویز خون کے عوض حضرت کی بہن کو دیا، بہن نے وہ کاغذات مولوی فخر الدین کے پاس دہلی بھیج دیے، قاتل اس بات سے مطلع ہوا، حضرت کی سخاوت و ایثار اور اخلاق حسنہ سے واقف تھا، دہلی آیا اور آپ سے ملاقات کی، حضرت نے اس کی تمام جائداد کے کاغذات اسے دے دیے اور اسے پورے اخلاق و عنایت کے ساتھ رخصت کیا۔

۷ اربیع الثانی ۱۱۹۹ھ کو اپنی جان محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں سونپ دی اور قطب الاسلام کی درگاہ میں مسجد کی داہنی سمت مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

خزینۃ اسرار سرمد، حضرت نور محمد رحمۃ اللہ علیہ:

مہوات کے رہنے والے اور حضرت مولوی فخر الدین دہلوی کے مرید تھے، شاہ نور محمد کے تین لاکھ مریدین تھے،

اکثر و بیشتر کافروں کی فوج سے مریدوں کو ساتھ لے کر جنگ کرتے اور انہیں شکست دیتے، آپ کے بارے میں حضرت مولوی فخر الدین فرمایا کرتے، میری روحانی کیفیت سے نور محمد یک گونہ واقف ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ

عاشق ذات محمد، حضرت مولوی حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ،

آپ مولوی فخر الدین کے عزیز مریدوں میں ہیں، خلاصۃ التواریخ میں تحریر ہے کہ آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی، تمام علوم وفنون میں ماہر تھے، حرمین شریفین کی زیارت کی تھی، سنت نبوی کی طرف مائل اور اس پر کاربند تھے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

درویش بایقین، حضرت مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ:

مولوی فخر الدین دہلوی کے مرید ہیں، آپ کا وطن سیانہ تھا، اپنے وطن ہی میں تحصیل علم کی ابتدا کی، بالآخر طریقہ سلوک اختیار کیا اور ریاضت ومجاہدہ کرنے لگے، مرشد برحق کے حکم سے سنبھل آئے اور باقی زندگی صوری ومعنوی کرامت کے ساتھ تادم واپسیں خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مصاحب اہل اللہ، حضرت شاہ روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

علم وفن کے شائق مولوی فخر الدین بزرگ دہلوی کے مرید تھے، وہ کہتے تھے، بنگال کے نواح میں ایک برہنہ سر درویش تھے، بہت کم بولتے تھے، جس کی بنا پر ان کا نام معلوم نہ ہوسکا لیکن بہت مرتاض وممتاز اور مشاہدہ ودوام کے مرتبہ پر فائز تھے، عجیب وغریب حالات وکمالات کے مالک تھے، ان کا بیان تھا، دریائے دجلہ کے اندر میں نے چلے کیے ہیں، پانی میں چالیس چالیس روز تک ڈوبا رہتا، جب لوگ دریائے دجلہ کے کنارے ساز وسرود کی مجلس منعقد کرتے، ہنگامہ سن کر دریا کی تہہ سے اوپر آتے اگر کوئی شخص تلقین کی درخواست کرتا، جواب نہ دیتے، انتہائی مبالغہ کے ساتھ فرماتے کہ مجھے تلقین کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

میر ضیاء الدین مولوی فخر الدین کے خلیفہ تھے، شہر جے پور میں عوام وخواص کے مرجع تھے۔ وہاں کے روسا آپ کے بہت نیاز مند تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ کرم علی رحمۃ اللہ علیہ

محرم اسرار خفی وجلی، حضرت شاہ کرم علی رحمۃ اللہ علیہ،

آپ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ اعظم ہیں، مولوی محسن الدین جو ایک فرنگی کے ساتھ آئے تھے، گزارش کیا کہ میں نے حضرت کے مرقد کی زیارت کی ہے، جو بمبئی کی بندرگاہ سے ۱۲ کوس کے فاصلے پر قصبہ مولی کے اندر ایک عظیم الشان گنبد میں ہے۔ آپ کا بزرگ آستانہ اس دیار کے لوگوں کا حاجت روا ہے۔ معزز شاہ درویش آستانے کی جاروب کشی کرتے تھے، وہ نہایت صاحب اخلاق قریشی نسل بزرگ تھے۔ چند روز قبل ان کا انتقال ہو گیا، اس وقت ان کے بھتیجے ان کی جگہ پر متمکن ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ

درویش برتر، حضرت شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

یہ بھی شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ ہیں، بڑے صاحب کمال بزرگ تھے، یکم محرم کو انتقال کیے، آپ کا مزار زبیر پورہ میں ہے۔

شاہ فضل اللہ :۔ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے مرید، بڑے بزرگ شخص تھے۔ ۱۲ ربیع الاول کو وفات پائی۔ علاقہ تیری، تعلقہ کرناٹک، مقام ماس گھاٹ میں مدفون ہوئے۔

شاہ محمد تقی :۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے مرید ہیں، اپنے گھر کے ساز و سامان کو راہ خدا میں لٹا دیا اور تمام لوگوں سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے لگے اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے، دہلی میں رہتے تھے، آپ کے صاحب زادے شاہ دھوک کو نگارندہ بحر زخار نے لکھنؤ میں دیکھا تھا، وہ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

مقیم جنات نعیم، حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے پیش امام تھے، گلزار ابرار میں مرقوم ہے، نماز کے وقت تکبیر اولی میں ان کی نظر جمال کعبہ پر پڑتی تو کہتے "انی عین الکعبۃ الشریفۃ" (میں عین کعبہ شریف کے روبرو ہوں) آپ "الی جھۃ الکعبہ" (کعبہ کی طرف) نہیں کہتے، کالپی شریف میں مولانا خواجگی کے گنبد کے پہلو میں مدفون ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ

آیت رحمت ایزد متعال، سرمایہ عظمت فقہ و کمال، محراب مساجد زہد و تقوی، کتاب محامد، مجد اعلی، بہ اولیائے عالی سرفراز، محبوب حق حضرت میر سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ:

مقدس زمانہ، بہت بڑے بزرگ، صاحب ولایت قوی و تصرفات سفلی و علوی، حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں، آپ کے کمالات روحانی حوصلہ تحریر و تقریر سے زائد ہیں، آپ شیخ اعظم اور ولی اکبر تھے، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے گل برگہ میں آپ کی زیارت کی اور آپ کی سیادت و ولایت کی بہت

تعریف کی، آپ نے تحریر فرمایا، سادات گیسودراز اس ولایت میں بہت عالی نسب مشہور ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں آپ کی زلفیں دراز تھیں، پیر ومرشد کی پالکی کندھے پر اٹھا کر چل رہے تھے اور گیسو بھی کاندھے پر تھے، اس وقت مرشد نے گیسودراز کا خطاب عطا فرمایا۔ مرشد کے نزدیک بہت مقبول تھے۔ آپ کے سلسلہ بیعت وارشاد میں بہت سے بابرکت بزرگ پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت گیسودراز کے کمالات روحانی اس قدر ہیں کہ اس مختصر تذکرے میں ان کے بیان کی گنجائش نہیں۔

ماہ رجب ۷۲۰ھ دہلی میں پیدا ہوئے، ایک سو پانچ سال زندہ رہے، مرشد کی وفات کے بعد دکن چلے گئے اور گل برگہ میں قیام کیا، ۸۲۵ھ میں وصال ہوا، مزار مقدس گل برگہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید یداللہ رحمۃ اللہ علیہ

کمالات دل نشین کاملان اکمل، حالات نقش نگین خواطر واصلان افضل، درلباس فقر شاہ، حضرت میر سید یداللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت سید گیسودراز کے پوتے ہیں، آپ کے والد سید بدھ اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں وفات پاگیے۔ دادا حضرت میر سید محمد گیسودراز نے آپ کو دونوں جہان کی نعمت سے سرفراز کیا، آپ کو مرید کیا اور اپنی خلافت وجانشینی عطا فرمائی، آپ ایک عورت سے عشق کرنے لگے، نکاح کے بعد خلوت عروسی میں جلوہ فرمائی کے وقت جان مشاہدہ جاناں میں تسلیم کردی، اس عورت نے بھی آپ کے پہلو میں جان دے دی، دونوں کی قبریں ایک ساتھ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیارہ رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ محققان حیرت التزام، کعبہ مسافران معلیٰ مقام، قاطع نفس امارہ، حضرت شیخ پیارہ رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ یداللہ کے مرید اور حضرت گیسودراز کے تربیت یافتہ ہیں۔ اولیائے گرامی ومشائخ عظامی میں تھے۔ آپ کے حالات محتاج بیان نہیں، رتبہ بلند کا اندازہ آپ کے خلفا کے احوال سے لگایا جاسکتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ جلال گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ سرباز عشق خالق سمٰوٰت، مسیح معبود درحیات وممات، شمشیر قاطع کفر بہ جوہر ذاتی، حضرت شاہ جلال گجراتی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ پیارہ کے مرید، بڑے بزرگ تھے۔ تصرفات ظاہر وباہر کے مالک تھے۔ باطنی اشارہ پاکر بنگال گیے وہیں اقامت اختیار کی، تخت پر بیٹھ کر بادشاہوں کی طرح فرمان جاری کرتے، بنگال کے بادشاہوں نے شاہانہ کروفر دیکھا تو آپ کے پاس فوج بھیجی، جنگ ہوئی، اپنے متبعین اور مریدوں کے ساتھ شہید ہوئے، آپ کا سرتن سے جدا ہوکر زمین پر گرا تو اللہ اللہ کی صدا آرہی تھی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

منبع کرامت محمود، مجمع سعادت نامورود، ہمرزمرہ کاشفان اسرار سرمد، مصباح العاشقین حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ:
آپ کا مزار ملانوہ میں ہے، شاہ جلال کے خلیفہ اعظم تھے، بڑے صاحب خوارق و کرامات بزرگ تھے۔ ایک بار دھان کے بیج میں جو کاشت کے لیے قطعات زمین پر رکھا ہوا تھا آگ لگ گئی، اسی کھیتی پر آپ کی گزر اوقات کا انحصار تھا، جلے ہوئے دھانوں کو بودیا، ایک بالی میں چاول کے دو سو دانے نکلے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مستغنی از سائر حوائج صوری، مستغرق مشاہدات حضوری، دلیل عارفان اسرار الٰہ، حضرت شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ محمد ملانوہ کے مرید تھے، بانوے سال کی عمر پائی، بہت بڑے بزرگ تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دادا ہیں، شیخ رزق اللہ، شیخ عبدالحق کے چچا ہیں، شیخ سعد اللہ سے تعلیم و تلقین پا کر بزرگی کے درجے پر فائز ہوئے۔ ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ وجیہ الدین کھیروی رحمۃ اللہ علیہ

سیار آسمان مجاہدہ، ثوابت افلاک مشاہدہ، ثابت قدم وادی بے نظیری، ولی برحق حضرت شاہ وجیہ الدین کھیروی رحمۃ اللہ علیہ:
قصبہ کھیرا جو خیر آباد کے توابع میں ہے، آپ شیخ ملانوہ کے مرید ہیں، حیرت و استغراق کی کیفیت کا غلبہ تھا، ایک مغنیہ عورت سے محبت رکھتے تھے، ایک سال بارش نہیں ہوئی، لوگوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی، تو مغنیہ کی طرف اشارہ کیا، وہ رونے لگی اور کہا، ناقص العقل عورت یہ مرتبہ نہیں رکھتی، لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا، لوگوں کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر مغنیہ عورت نے دعا کی، حضرت نے آمین کہی، بارش ہوئی، اس کرامت کو دیکھ کر مغنیہ عورت نے توبہ کی۔
حضرت کی ایک کرامت یہ ہے کہ مٹی آپ کے ہاتھ میں سونا بن جاتی، حسن صوفی شیخ وجیہ الدین کھیروی کے خلیفہ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ جانی رحمۃ اللہ علیہ

مانوس علم روحانی، حضرت شاہ جانی رحمۃ اللہ علیہ:
سید محمد گیسودراز کے فرزندوں میں سے کسی سے بیعت کی تھی، دہلی کے اندر بچوں کو پڑھاتے اور دوسری باتوں کی خبر نہ رکھتے، خود کو ذات الٰہیہ کا عاشق کہتے، سماع و سرود کی محفل میں ان پر انخراق روح کی کیفیت طاری ہوتی، ایک دن

فرمایا، پنج شنبہ کب آئے گا؟، عاشق خدا پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن نہیں مرے گا، دو دن بعد جب پنج شنبہ آیا، انتقال کر گئے۔ یہ واقعہ ۱۲۰۰ھ میں پیش آیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علاء الدین قریشی گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ عشق رہبری، حضرت شیخ علاء الدین قریشی گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید محمد گیسودراز کے مرید وخلیفہ تھے۔ پیر نے سند خلافت سے ممتاز فرمایا۔ اخیر عمر تک گوشہ نشیں رہے۔ تنہائی اس درجہ عزیز تھی کہ گھروں میں خس وخاشاک جھاڑنے والے خادم سے کہا کہ کوڑا کرکٹ میرے دروازے پر ڈال دو تاکہ کوئی اس طرف کا رخ نہ کرے، کہ لوگوں کا آنا جانا اوقات عزیز میں خلل انداز ہوگا۔ آپ کا مزار کالپی شریف میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابوالفتح علاء قریشی رحمۃ اللہ علیہ

سرگروہ قافلہ درویشی، حضرت شیخ ابوالفتح علاء قریشی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید محمد گیسودراز کے مرید وخلیفہ ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت کی۔ حضرت سید محمد گیسودراز کی خدمت میں کتاب عوارف المعارف پڑھی۔ سند خلافت حاصل کی۔ ترحیلہ نامی کتاب آپ کی تصنیف ہے۔ قبر کالپی شریف میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ میاں جیو بیگ واسطی رحمۃ اللہ علیہ

نزہت آرائے چار چمن توحید، تراوت پیرائے گلشن تجرید، سلطان قافلہ منزوی، حضرت شاہ میاں جیو بیگ واسطی رحمۃ اللہ علیہ:

سید محمد گیسودراز کے مرید ہیں۔ شیخ عبدالحق اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی مندو میں رہتے، بابرکت پیر، بلند مرتبہ، صاحب کرامت ولی تھے، سال میں چھ مہینے حجرے میں بے آب ودانہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، جب گوشہ عبادت سے باہر آتے، جس شخص پر نگاہ پڑ جاتی، وہ دو تین دن تک بے ہوش رہتا، بعض بے باکانہ احوال وگفتار کی وجہ سے علما آپ سے نفرت کرتے تھے، ایک دن قاضی شہر پالکی پر سوار ہوکر احتساب کے ارادے سے آپ کے گھر گیا، جس وقت شیخ کی نگاہ قاضی پر پڑی، کہاروں کے پیر بے ارادہ زمین سے اٹھ گئے، اس پر بھی قاضی کو غیرت نہ آئی اور پیادہ چل کر چھت پر چڑھنے کا ارادہ کیا، شاہ صاحب نیچے آئے، قاضی کو اوپر لے گئے اور وہاں سے بالا خانے پر لے گئے، وہاں ایک صراحی تھی، قاضی نے کہا، یہ کیا ہے؟ شاہ صاحب صراحی سے ایک پیالا بھر کر لائے، قاضی نے دیکھا تو وہ خالص شراب تھی۔

تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ

نجم پر نور برج برہان، چراغ فانوس عرش ایوان، مشرف بمقامات عین الیقین، صاحب حال حق الیقین، حضرت شاہ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاہ میاں جیو کے مرید ہیں۔ صاحب خرق اعلی بہت بابرکت بزرگ ہیں۔ ولایت میں خاص قوت کے مالک تھے۔ ملا محمد صالح اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں، آپ نے ایک سوتیس سال عمر پائی، آپ کے والد بزرگوار سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے۔ سات سال کی عمر ہی میں مرشد نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ صاحب حال اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہوگئے۔ صرف ستر عورت کی مقدار لباس پہنتے۔ جب احمد آباد میں آپ کی کرامت سے مردہ زندہ ہوا، وہاں سے غائب ہوگئے، اس دیار کے لوگوں نے آپ کا پتہ نہ پایا، گجرات سے دہلی آئے اور خواجہ قطب الاسلام کے آستانے پر رہنے لگے، خواجہ سے اجازت لے کر اجمیر پہنچے، کچھ دنوں بعد وفات پائی، آپ کی وفات کے دن حضرت خواجہ معین الحق والدین نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا، نجم الدین جب وفات پا جائے، اسے میرے حجرے کے سامنے رکھیں، آپ کی قبر وہیں ہے۔

موج : احوال حضرت شیخ ابوالفتح دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب گلزار علوی، حضرت شیخ ابوالفتح دہلوی رحمۃ اللہ عیہ:

میر سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ ہیں۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، شیخ ابوالفتح عالی درجات اور بلند مقامات کے مالک تھے۔ پیر و مرشد کے حکم پر گلبرگہ سے گجرات آئے، ایک دنیا کو فیض روحانی سے مالا مال کیا اور بہتوں کو ولایت کے درجے پر فائز کیا۔ شیخ علی خطیب احمد آبادی و شیخ سراج الدین دونوں ابتدا میں حضرت قطب عالم بخاری کے مرید تھے، بالآخر شیخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ عشق اور ذوق روحانی میں شہرت پائی۔

موج :۔ احوال حضرت حمزہ دھرسو رحمۃ اللہ علیہ

سائر طریق عبادت رامائل، حسنات و صالحات را فاعل، بمقام عبودیت مشغول مو بمو، شیخ وقت حضرت حمزہ دھرسو رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے ہیں۔ میر سید محمد گیسو دراز کے سلسلہ بیعت سے وابستہ ہیں۔ بابرکت پیر عظیم الشان نعمت والے، معمور الاوقات ودائم العبادات بزرگ ہیں۔ اکثر تلاوت قرآن حکیم کرتے رہتے، علم ظاہری بقدر ضرورت حاصل کیا۔ صوم و صلوٰۃ کے مسائل پڑھے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے اجمیر گئے "باین" نامی دیوانہ اجمیر میں تھا، اس سے خوب نعمت پائی، شیخ احمد مجد کی صحبت بھی حاصل کی، وہاں سے قصبہ دھرسو، جو نارنول سے ۳ کوس کی دوری پر ہے، آئے اور وہیں قیام کیا، جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے

نارنول جاتے، راستہ میں خشک لکڑیاں اکٹھا کرتے، گٹھا بنا کر لاتے، فقیروں کو دیتے۔

آپ کا یہ قول ہے، دنیا آگ کے مثل ہے، بس اتنی ہی آگ کافی ہے کہ اس سے کسی چیز کو پکا کر کھائیں اور ٹھنڈک کے زمانے میں گرمی حاصل کریں، جب زیادہ ہو جائے گی، جلا دے گی اور ہلاک کر دے گی، ۲۵ ربیع الثانی ۹۵۷ھ نماز شام (مغرب) کی دو رکعتیں ادا کی تھیں، تیسری رکعت میں جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ آپ کی تاریخ وصال "محل تقویٰ" ہے۔ آپ کا مزار دھرسو میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مرشد روزگار باکرامت، کوہ تجمیت سنت واستقامت، فرزند صوری ومعنوی حضرت رسالت پناہ، اعجوبہ زمانہ حضرت سید صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید محمد گیسودراز کے پوتے ہیں، اپنے آباواجداد سے دست بدست خرقہ خلافت پایا، شیخ وجیہ الدین گجراتی سے سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل کی اجازت حاصل کی۔ بیعت میں محترم تھے، تصوف میں بزرگ شان اور دل پسند احوال کے مالک تھے، آپ سے بکثرت کرامتیں ظاہر ہوئیں، ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ عادل شاہ بادشاہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی، حاسدوں کے کہنے پر بادشاہ نے دودھ کا انتہائی گرم پیالہ آپ کو پینے کے لیے دیا، حضرت نے انتہائی گرم دودھ پی لیا، کوئی تکلیف نہ ہوئی، تمام حاسد اپنی حرکت پر شرمندہ ہوئے، رسالہ احوال میں لکھا ہوا ہے کہ آپ علم ظاہری وباطنی کے جامع تھے، علم ظاہر میں خداوند تعالیٰ نے آپ کو ایسی ذکاوت وفہم اور دقیقہ رسی عطا فرمائی تھی کہ کوئی عالم پوری زندگی بحث ومباحثہ میں آپ پر غالب نہ آسکا۔ حقائق ومعارف میں معاصر صوفیہ سے سبقت لے گئے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، مگر سماع سنتے اور اسے حرام نہ جانتے، فرماتے، ہمارے بزرگوں نے سماع سنا ہے، ہندوستان سے مکہ گئے، وہاں سے مدینہ منورہ پہنچے اور وہیں رخت اقامت ڈال دیا اور طالب علموں کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ روم کے بادشاہ نے آپ کے معاش کے لیے وظیفہ مقرر کرنے پر بہت اصرار کیا، لیکن آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور مدینہ منورہ میں متوکلانہ زندگی بسر کرتے رہے، بالآخر وطن آئے، مسند ہدایت آراستہ کی، اگرچہ حضرت گیسودراز کے اکثر فرزند صاحب مقامات عالی اور فقر وقناعت میں بہت آگے تھے، لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو تولیت خاص عطا فرمائی تھی کہ وقت کے سلاطین آپ کے آستانے پر جبین عقیدت جھکاتے تھے۔ اکثر شہبازِ ولایت آپ کی تلقین وتربیت سے درجہ تکمیل پر پہنچے۔

رسالہ میں آپ کی کرامتیں بہت زیادہ مذکور ہیں، جن کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں، صاحب مخزن اعراس کے بقول ۱۲ ربیع الثانی، رسالہ کے مطابق ۲۶ ربیع الثانی بروز منگل ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شاہ میاں جیو بیگ واسطی نے حضرت کے پاس خط لکھا، سرنامہ پر نام کی جگہ مجددالدین ومخدوم عالم لکھا، وفات کے بعد جب ان الفاظ کا حساب لگایا گیا، تو ان سے تاریخ وفات برآمد ہوئی، آپ کا مادہ تاریخ وفات سرخیل اولیا ہے۔

مآثر الکرام میں غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ سید صبغت اللہ بن سید روح اللہ بھروچی، شیخ وجیہ الدین گجراتی کے خلیفہ وشاگرد ہیں، ابتدائے عمر میں وطن کے اندر درس وافادہ میں مشغول رہے، اچانک زیارت بیت اللہ کا خیال دل کو بے چین کرنے لگا، ۹۹۹ھ میں مالوہ گئے، ایک سال وہاں رہے، ۱۰۰۰ھ میں تن تنہا احمد نگر دکن کی طرف چلے گئے، وہاں حاکم کے ظلم وستم کی وجہ سے ایک سال سے زیادہ نہ ٹھہر سکے، بالآخر مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا، جب اماکن مقدسہ میں پہنچے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد کوہ احد پر رخت اقامت ڈالا اور طالبان علوم ظاہر وباطن کے مرجع بن گئے، کتاب جواہر خمسہ لکھی، احمد شناوی نے جو آپ کے شاگرد ہیں، اس کتاب پر حاشیہ تحریر فرمایا، شیخ محمد مکی اپنی کتاب لسان الزماں میں آپ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

الشیخ الکبیر العالم الشهیر السید صبغة الله بن سید روح الله شیخ المشائخ الطریقة الشطاریة العشقیة.

جواہر خمسہ کے مصنف جو بہت بڑے بزرگ تھے، انہوں نے شیخ محمد غوث سے طریقت کی تعلیم پائی، ۱۷ رجمادی الاولی یا ۹ رجمادی الاخری ۱۰۱۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

بحر زخار کے مولف نے دونوں تذکروں میں تین باتیں متضاد پائیں اور ان میں تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئی (۱) سیادت (۲) مکہ اور مدینہ جانا (۳) سال وفات ۱۰۱۵ھ۔ اگر یہ دونوں ترجمے ایک ہی بزرگ کے ہیں، تو بہتر اور اگر الگ الگ بزرگوں کے ترجمے ہیں تو یہ احوال ملتوی نہ رہیں گے۔

سید حسن بن سید صبغت اللہ نے ۱۷ ر رجب المرجب کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اپنے والد کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ بہت بڑے بزرگ تھے۔

سید محمد مدرس بیجاپوری

سید صبغۃ اللہ کے مرید وخلیفہ، بڑے بزرگ تھے۔ آپ کا مولد بیجاپور ہے، ۹ رذی الحجہ ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں پیرو مرشد کے پاس مدفون ہوئے۔

شیخ احمد سناوی

سید صبغت اللہ کے خلیفہ تھے، ۶ رذی الحجہ ۱۰۲۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مدینہ منورہ میں مرشد کے مزار کے پاس ہے۔

شیخ صفی الدین احمد بن محمد قشقاشی مدنی

ولادت ۹ رذی الحجہ ۹۹۱ھ، وفات ۱۰۷۱ھ میں ہوئی، بہت بڑے بزرگ، شیخ محمد سناوی کے مرید ہیں۔ مرشد کی

قبر کے پاس مدینہ میں دفن ہوئے۔

حاجی ابراہیم کردی محدث مغرب حسن الکورانی شہور بر مذی المدنی

احمد قشقاشی کے مرید، بہت بڑے بزرگ تھے۔ کتاب ''اصم'' اس رسالہ کا ماخذ ہے، آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۲۸ ربیع الثانی آپ کی تاریخ وصال ہے۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔

سید اسعد بلخی

سید صبغت اللہ بھروچی کے مرید بزرگ تھے۔ مدینہ منورہ ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی، وہیں دفن ہوئے۔ علیہم الرحمہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

متصرف خزائن غیبی، محقق معاملات لاریبی، ہمگی مصروف فی سبیل اللہ، کامل وقت حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سید شاہ صبغۃ اللہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بہت بڑے بزرگ،، صوفی، پاک باز، صاحب معاملات وکرامات تھے۔ مصنف رسالہ آپ کے احوال میں لکھتے ہیں، آپ کے پدر بزرگوار احمد بن حنبل بن خلیل صاحب ولایت پیر اور اکمل زمانہ تھے۔ ابتدا میں علوم ظاہری کی تحصیل کی، حرمین شریفین گئے اور کسب کمالات کیے، علی عادل شاہ بادشاہ کو آپ کے ساتھ اتنی محبت اور نیازمندی تھی کہ سفر وحضر میں آپ کو ساتھ رکھتا، آپ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کے حق میں بادشاہ سے بلیغ سفارشیں کرتے اور ان کو مقصد میں کامیاب کرتے۔ بالآخر حصار مصطفیٰ کے قریب ملکا نو قریہ کندر کی شب عید الفطر، ۹۸۰ھ میں ملاء اعلیٰ کی طرف روح پرواز کر گئی اور وہیں مدفون ہوئے ''فرشتہ'' آپ کی تاریخ وصال ہے۔

شاہ حبیب اللہ نے ابتدائے حال میں علوم ظاہری کی تحصیل میں جدوجہد کی اور تکمیل کے درجے پر پہنچے، جب حضرت شاہ صبغۃ اللہ وہاں پہنچے، ان کی بیعت سے مشرف ہوئے اور کسب کمالات کیا، اپنے زمانے کے صوفیائے کاملین میں شامل ہو گئے۔ ۲۵ رسال تک خود کو خلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھا۔ اس وقت مرتبہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور خلق خدا کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے، مرشد کی شفقت وعنایت اور رحمت کے سزاوار ہوئے۔ ان میں سے ایک عنایت یہ ہے کہ سید صبغت اللہ نے فرمایا کہ شجرہ مریدان میں کتبہ کے ذیل میں اپنے نام کے بجائے فقیر کا نام لکھو کیوں کہ تمہارے اور فقیر کے نام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

انہیں اعزاز کی بنا پر سلاطین وقت عجزی اور انکساری کے ساتھ حاضر ہوتے۔ سلطان عادل شاہ آپ کا بہت احترام کرتا اور معتقد تھا۔ میں نے آپ کے بے شمار خوارق وکرامات رسالہ میں دیکھے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور دستاویز دکھا کر قرض مانگا، فرمایا، فلاں طاق کو پکڑ کر تھوڑی دیر

انتظار کرو، جو کچھ ظاہر ہو لے لو، اس نے ایسا ہی کیا، پانچ سو دینار دستاویز میں لکھے ہوئے تھے اتنے ہی کی تھیلی پائی، دستاویز غائب ہوگیا، وہ شخص دینار لے کر چلا گیا، قرض کی ادائگی کے لیے جب دینار لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، یہ روپے جہاں سے تم نے لیے تھے، وہیں رکھ دو، اس نے وہ دینار طاقچے میں رکھ دیے اور تھوڑی دیر کھڑا رہا، پھر دیناروں کی تھیلی غائب ہوگئی اور وہ دستاویز وہاں موجود تھی۔

۱۰۴۱ھ میں ملاء اعلیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔قطب آخر زماں آپ کی تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مثبت کمالات پیراں، مظہر حالات بے نظیراں، بدرگاہ معلیٰ مصاحب، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ حبیب اللہ کے خلف وخلیفہ ہیں۔ ۳۰ رسال تک سجادہ خلافت پر بیٹھے، انتہائی کشف وکرامت بلند مرتبہ عبادت والے تھے۔ والد بزرگوار نے آپ کے بارے میں فرمایا، کہ آپ مادر زاد ولی ہیں، آپ کی سعادت مندی کی نشانی یہ ہے، مرید ہونے کے بعد والد کا شجرہ نہ لیا، ایک دن عورتیں جھاڑے ہوئے کاغذات لے کر آئیں، تو ان میں ایک شجرہ ملا، جس پر آپ کا نام اور والد بزرگوار کا دستخط ثبت تھا۔ ۱۰۷۰ھ میں خلد بریں کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے محمد حبیب اللہ نے چھ سال تک کار خلافت کو انجام دے کر اس دنیا سے رحلت کیا، آپ اتنے بڑے صاحب کرامت تھے کہ ایک دن ایک مست ہاتھی کو بلایا، دیر تک اسے ملاحظہ کرنے کے بعد اس سے کہا، تو چلا جا، وہ چلا گیا، اس کے بعد آپ کے صاحب زادے شاہ صبغت اللہ جو اپنے دادا کے ہمنام تھے، ان کی برکت توجہ سے پیدا ہوئے اور مسند خلافت پر متمکن ہوئے ۱۴ رذی الحجہ کو وفات پائی۔ ''اعظم'' آپ کی تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال فرزندان وخلفا حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید محمد گیسو دراز کے صاحب زادوں اور خلفا کے احوال راقم الحروف وجیہ الدین اشرف نے ہر چند تلاش کیے، کامیابی حاصل نہ ہوئی، حضرت کے چند صاحب زادوں اور خلفا کے اسمائے گرامی مخزن اعراس کی مدد سے تحریر کیے جاتے ہیں، جس میں ہر ایک کے سال وفات لکھے ہوئے تھے، حصول برکت کے لیے ان کے نام ان اوراق میں لکھے جاتے ہیں۔ مناسب نہیں تھا، کہ متقدمین کے نام متاخرین کے بعد لکھے جائیں، لیکن ناچار ایسا کرنا پڑا۔

سید شاہ من اللہ :۔ سید میر محمد گیسو دراز کے پوتے اور حضرت شاہ ید اللہ کے مرید ہیں۔ ۶ رربیع الاول کو وفات پائی، بیرون شہر مقبرہ ہے۔

شاہ علی اللہ :۔ گیسو دراز کے صاحب زادے ہیں۔ شاہ نسبہ بن شاہ ید اللہ کے مرید ہیں۔ ۸ رربیع الاول ۹۰۲ھ میں وفات پائی۔

شاہ کلیم اللہ :۔ شاہ من اللہ کے خلف وخلیفہ ہیں۔ ۱۲ رشوال کو انتقال کیا، قبر شہر کے باہر ہے۔

سید احمد :۔ سید محمد گیسودراز کے بھائی ہیں۔ ۱۸ ربیع الاول کو وفات پائی۔

شاہ ابو محمد :۔ آپ حضرت شاہ قطبی کے مرید، سید محمد گیسودراز کے صاحب سجادہ ہیں۔ چالیس سال سے زیادہ صائم الدہر اور قائم اللیل رہے۔ ہمیشہ حجرے کے دروازے بند رکھتے، دو گھڑی وقت مخلوق سے ملاقات کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۱۲۶ھ میں وفات پائی۔

شاہ زین العابدین :۔ شاہ ثمر اللہ کے مرید ہیں۔ حضرت سید محمد گیسودراز کے فرزند صاحب کمالات وکرامات تھے۔ ۲۸ ربیع الاول کو وفات پائی۔

سید شاہ بدھ :۔ اپنے ولد بزرگوار حضرت شاہ سید محمد بن گیسودراز کے مرید ہیں۔ ۱۰ ربیع الثانی کو وفات ہوئی۔

سید حسین معروف سید محمد اکبر :۔ جو میاں محمد بن سید کے نام سے مشہور ہیں۔ بہت با کرامت تھے۔ ۱۵ ربیع الثانی ۸۱۲ھ میں وفات پائی۔

قاضی زادہ ۔ حضرت سید محمد کے مرید ہیں۔ بروز منگل ۱۸ ربیع الثانی ۸۸۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ احمد :۔ حضرت محمد کے مرید ہیں۔ ۱۹ ربیع الثانی کو وفات پائی۔

مولانا بہاء الدین ۔ آپ حضرت سید محمد گیسودراز کے مرید ہیں۔ ۲۳ ربیع الثانی کو آپ کا وصال ہوا۔

میاں کلمۃ اللہ :۔ حضرت سید محمد کے نواسے ہیں۔ ۲۵ ربیع لثانی کو وفات پائی۔

سید جلال :۔ حضرت سید محمد کے بڑے بھائی ہیں، ربیع الثانی کے پہلے عشرہ میں وفات پائی۔

حضرت سید محمد بن سید علی :۔ حضرت سید محمد گیسودراز کے صاحب زادے ہیں۔ ۲ جمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔

سید کریم الدین بن سید من اللہ :۔ حضرت سید محمد کے فرزند ہیں۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔

سید محمد اکبر ۔ آپ سید محمد گیسودراز کے بڑے لڑکے ہیں، ۱۴ جمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔

شاہ محمد :۔ سید محمد گیسودر ز کی اولاد سے ہیں، یکم رجب کو آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ ابو الفتح :۔ میر سید محمد گیسودراز کے خلیفہ ہیں۔ ۱۶ شعبان کو وفات ہوئی۔

سید مسعود ۔ سید محمد گیسودراز کی اولاد سے ہیں، ۲۰ شعبان کو آپ کی وفات ہوئی۔

سید ندیم اللہ :۔ بن سید محمد ید اللہ بن سید گیسودراز، ۲۱ شعبان کو وفات پائی۔

قاضی ظفر :۔ آپ حضرت گیسودراز کے فرزند ہیں، ۶ رمضان المبارک کو آپ کا وصال ہوا۔

سید مراد علی :۔ سید محمد گیسودراز کی اولاد سے ہیں، صاحب کمالات وکرامات تھے۔ آپ کی کرامتیں بہت مشہور ہیں۔ ۱۵ رمضان المبارک کو وصل ہوا۔

سید شاہ محمد عرف شاہ نہا :۔ میر سید محمد کے پوتے، صاحب خوارق عادات وکرامت بزرگ ہیں۔ ۸ رمضان المبارک کو آپ کی وفات ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت سید عبدالاول دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ

درفتح فتوح فتوحات مکی فتحہ، نقادہ دودمان صاحب حرم وبطحا، طلگر طارؔ مقصود دوائم بصیادی، حضرت سید عبدالاول دولت آبادی رحمہ اللہ علیہ:

اخبار الاخیار میں تحریر ہے، آپ حضرت بندہ نواز گیسودراز کے فرزندوں میں سے کسی کے مرید ہیں۔آپ کے والد سادات زید پور سے ہیں ۔زید پور نواح اودھ کا ایک قصبہ ہے، وہاں سے دکن گئے اور وہیں شادی کی جہاں سید عبدالاول پیدا ہوئے، تمام علوم عقلی ونقلی کے جامع تھے، اکثر علوم وفنون میں کتابیں تصنیف کیں۔صحیح بخاری کی شرح بھی تحریر فرمائی، جس کا نام فیض الباری رکھا۔علم فرائض میں کتاب سراجی کو منظوم کیا۔دولت آباد سے گجرات آئے، وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، جب ہندوستان واپس لوٹے، خان خاناں کی درخواست پر دہلی آئے، دو سال بعد انتقال کر گئے۔صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، سلسلہ قادریہ مغربیہ میں بیعت ہوئے، اکثر مشائخ سے فیض حاصل کیا، تمام علوم وفنون میں کمال رکھتے تھے، شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ میں خطبہ سے لے کر آخر تک جو مشکل اور ادق مقامات تھے ان کی تسہیل وتخریج اپنے مطالعہ کی قوت سے کی، قاری پر اس کا مطالعہ آسان کر دیا۔محقق تفتازانی کی کتاب مطول المعانی پر حاشیہ لکھا، اسی طرح منطق وحکمت اور کلام کی اکثر کتب متداولہ پر مفید حواشی تحریر کیے۔۱۵رذی قعدہ کو دولت آباد میں وفات پائی، جس کا نام دیوگیر ہے۔مصنف اخبار الاخیار کے مطابق ۹۶۸ھ میں بمقام دہلی وفات پائی۔کشک کے قریب قبرستان میں مدفون ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت سید امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نسخۂ کمالات عالی، رسالہ حالات متعالی، کامل حقائق ومعارف آگاہ، حضرت سید امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

دکن کے سادات رضوی سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔آپ کی نسبت بیعت حضرت امین الدین اعلی سے ہے، یہ سلسلہ بیعت حضرت سید محمد گیسودراز تک پہنچتا ہے۔آپ پر سکر کی کیفیت غالب رہتی، دکن کے لوگ آپ کے بہت معتقد تھے۔ ایک مرید بیان کرتا ہے، دکن سے آکر توابع بندیل کھنڈ نواح ریوان مکند پور میں قیام کیا، اپنے مریدوں کو موضع جاداد میں الگ مقیم کیا اور خود ایک کٹیا کے اندر شب وروز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔آپ کی مستی اور حیرت غلبہ حال کے درجے میں تھی۔اس ضلع کے رؤسائے کفار سب آپ کے حلقہ اطاعت میں تھے۔ایک مرتبہ شاہ عالم بادشاہ دہلی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نیازمندی کا اظہار کیا۔آپ کے روحانی تصرفات بہت بلند تھے، آپ سے اکثر وبیشتر کرامتوں کا ظہور ہوتا۔۷ار رجب المرجب ۱۱۶۲ھ کو وصال فرمایا۔اسی علاقہ کے کسی موضع کے اندر آپ کا مزار واقع ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید شاہ مودود شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ

سید بہ کمالات بلند، مالک مقامات ارجمند، از حصول حضور بعید از دوری، حضرت سید شاہ مودود شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ کرم علی بیان کرتے ہیں، کہ آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی نسل سے ہیں۔ ترک وایثار، عجز وانکسار میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، بقدر ستر پوشی باس استعمال کرتے، مجاہدہ وریاضت میں خوب کوشش کرتے، اپنے حالات مخلوق سے پوشیدہ رکھتے، اکثر عاشقان خدا آپ کی برکت تلقین سے مرتبہ ارشاد پر فائز ہوئے۔ بعض بے باکانہ کلمات کی بنا پر علمانے اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سے آپ کے بارے میں شکایت کی، بادشاہ نے دربار میں طلبی کا فرمان بھیجا، آپ شاہی محصلوں کو بتائے بغیر ایک گھڑی میں وہاں پہنچ گئے۔ اپنے آزادانہ لباس میں حقہ ہاتھ میں لے کر شاہی محل میں پہنچ گئے، کسی کو آپ سے جانچ پرتال اور روک ٹوک کی مجال نہ ہوئی، جب بادشاہ کے روبرو پہنچے، بادشاہ نے متحیر ہو کر پوچھا، تمہارا کیا نام ہے؟ جواب دیا، مودود شکارپوری! میں آپ کے بلانے پر آیا ہوں، بادشاہ نے کہا، تمہاری طلبی علما کی وجہ سے ہوئی، مجھے تم سے کوئی تعرض نہیں، آپ نے فرمایا، علما یہاں آئیں جو غلط فہمیاں ان کے دل میں ہیں، انہیں دور کریں، علما حاضر ہوئے، از روئے عبرت ان کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی، بادشاہ نے سونا چاندی پیش کی اور معذرت کی، عذر قبول کیا گیا اور رخصت ہوئے، دہلی کے باہر بیل گاڑی کرایہ پر لی اور شکارپور چلے گئے۔

حضرت کے دو صاحب کمال خلفا تھے:

(۱) درویش باایمان، سعادت خان :۔ جنہوں نے راہ خدا میں بہت سا دنیاوی ساز وسامان تقسیم کر کے ترک وتجرید کا راستہ اختیار کیا اور تصوف وسلوک میں بلند مقام حاصل کیا۔ جب آپ کا وقت آخر آیا، اپنے مرشد کو کاندھے پر سوار کیا اور پورے شکارپور کا چکر لگایا، اس حالت میں کہتے تھے، جو خدا کے دیدار کی خواہش رکھتا ہے، وہ میرے مرشد کو دیکھ لے۔ مرشد کے مکان پر پہنچ کر انہیں کاندھے سے اتارا، گر پڑے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

(۲) ولی بے گمان، حضرت شاہ عبدالرحمٰن :۔ جو ایک زمانے تک شہر کی گندگی صاف کرتے رہے، بالآخر دائرہ مرشد میں آب رسانی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ اس قدر مجاہدہ وریاضت کیا، کہ اس زمانے میں کوئی دوسرا ان کا ہم سر نہ ہو سکا، آپ کے تصرفات وکمالات عجیب وغریب تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ افضل رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کمال از سفلی وعلوی رسیدہ، بعد از مجاہدہ جام وصال چشیدہ، اشرف عصر ومجاہد اکمل، افضل روزگار حضرت شاہ افضل رحمۃ اللہ علیہ:

ساکن الور تجارہ، شاہ عبدالرحمٰن کے مرید تھے۔ تصوف میں بہت بزرگ اور بڑی شان کے مالک تھے۔ ابتدا میں امیرانہ ٹھاٹ باٹ سے رہتے، بیعت کرنے سے پہلے تمام مال ودولت محتاجوں میں تقسیم کر دیا، صرف بقدر ستر پوشی لباس پہن کر مرشد کی خدمت میں آئے، مرشد نے توجہ نہ کی، اس بے اعتنائی کے باوجود مرشد سے جدائی گوارا نہ کی، ایک مدت کے بعد مرشد نے آپ کو ایک دن ریت میں چھپا دیا، تین دن کے بعد باہر آئے، دل کی دنیا بدل چکی تھی، خداوند تعالیٰ نے تمام حقائق ومعرفت سے مالا مال کر دیا، مرشد کی وفات کے بعد ایک زمانہ تک مسند ہدایت وخلافت کو زینت بخشی۔

پیر کی وفات کے بعد شاہ مراد علی مرشدزادہ نے روحانی تربیت کی درخواست آپ کی خدمت میں پیش کی، فرمایا، جس طرح یہ نعمت آپ کے والد بزرگوار سے مجھے حاصل ہوئی ہے، اگر آپ چاہیں تو اسی طریقہ پر آپ کو بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ شاہ مراد علی کمال بے نفسی کے ساتھ آپ کی خدمت کرتے رہے، چنانچہ ایک دن شاہ مراد نے لنگی پہنی اور پیر کی جوتیاں سر پر باندھیں، اسی ہیئت میں شاہ غلام محمد تھہتی کی محفل میں جاکر کھڑے ہوگئے، شاہ غلام محمد نے یہ عجیب وغریب حال دیکھا، تو حالات معلوم کرنے کی خواہش ہوئی، شاہ افضل نے فرمایا، یہ لڑکا ہمارا پیر زادہ ہے۔ شاہ غلام محمد نے کہا، مرشدزادہ کو اتنی ذلت کے ساتھ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ جواب دیا، اگر اس کو مجھ سے ہدایت حاصل کرنا دشوار ہے، پس آئے، مسند ارشاد پر بیٹھے، میں اس کے حق خدمت کو انجام دوں گا اور اگر وہ اس نعمت کو چاہتا ہے جو مجھے اس کے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی، پس جس طریقے پر مرشد نے مجھے نعمت عطا کی تھی، اسی طریقے پر اس کو بھی حاصل ہوگی، شاہ افضل نے اپنی وفات کے وقت کمال شفقت کے ساتھ شاہ مراد کو طلب کیا، اپنا سر چادر کے اندر چھپایا اور ان کے سینے پر سر رگڑتے رہے، ان کے باپ کی تمام امانتیں ان کے حوالے کردیں، شاہ مراد پوری زندگی کرامت وبزرگی کے ساتھ مشہور رہے، جب عمر کے آخری ایام آئے، شاہ مراد علی نے شاہ افضل کے صاحب زادے، جوان کے ہمنام تھے، وہ تمام نعمتیں اور امانتیں جو شاہ افضل سے حاصل ہوئی تھیں ان کے حوالہ کردیں۔

ان بزرگوں کے کمالات وکرامات حد تحریر سے زائد ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ

یگانہ آفاق، بیگانہ از غفلت ونفاق، از اولیائے امجد، حضرت سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب خلاصۃ التواریخ لکھتے ہیں، آپ شیخ محمد چشتی کے مرید ہیں، بہت بڑے صاحب کمال اور احوال عالی کے مالک تھے، ریاضت کثیرہ وخوارق کبیرہ کے حامل تھے۔ سیاحت کرتے ہوئے سنبھل آئے اور وہیں رخت اقامت ڈالا، جب حضرت شیخ محمد چشتی قادری کے نوجوان مرید شیخ پیر محمد سنبھل پہنچے، آپ ان کے مرید ہوگئے اور ان سے روحانی تربیت حاصل کی، پھر متھرا چلے گئے، وہاں کی ایک مسجد میں نماز معکوس ادا کرتے، ایک زمانہ تک متھرا میں توکل کی زندگی بسر کرتے رہے اور طالبان معرفت کو فیض پہنچا کر وفات پائی۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادوں محمد منیر اور محمد فرخ نے کسی مہمان کی ضیافت کے لیے ایک دن بکری کا بچہ ذبح کردیا، بکری چلانے لگی، حضرت سلطان محمد نے فرمایا، جس طرح چھری بکری کے بچہ کی گردن پر چلائی گئی ہے، اسی طرح اس کا گوشت کھانے والوں کی گردن پر چھری پھیری جائے گی، ایسا ہی ہوا، کہ آپ کے صاحب زادگان محمد منیر اور محمد فرخ ایک مدت کے بعد بہادر شاہ بن اورنگ زیب کی جنگ میں شہید کردیے گئے۔

حضرت کے تیسرے صاحب زادے وزیر محمد، خلف حضرت سلطان محمد تمام علوم پر دستگاہ رکھتے تھے، باپ کے طریقہ معرفت کی طرف مائل تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ عالم ملکوت میں میرا نام گدا احمد ہے۔ ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالقادر بنی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ

محبِ محبوب بے قال وقیل، حضرت شیخ عبدالقادر بنی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ سلطان محمد کے مرید ہیں، والد بزرگوار کا نام عبدالرزاق ہے۔ میرٹھ میں رہتے تھے، کوئی اولاد نہ تھی، ایک دن ایک مجذوب کے پاس گئے اور فرزند کی درخواست کی، مجذوب نے کہا، تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے، لیکن دو فرزند میری پشت میں ہیں، اپنی پیٹھ میری پیٹھ سے رگڑو، آپ نے ایسا ہی کیا، چند دنوں بعد خداوند تعالیٰ نے ان کو دو فرزند عطا کیے، بڑے لڑکے کا نام ابوالمعین تھا۔

موج :۔ احوال شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

ازلی سعید، حضرت شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ:
اہل کمال، صاحب حال بزرگ، شیخ سلطان محمد کے مرید ہیں۔ والد بزرگوار شیخ عبدالوہاب بن شیخ فتح اللہ بنی اسرائیل ساکن میرٹھ تھے، شادی کے بعد سنبھل سے بغرض سیاحت نکلے اور دکن پہنچے۔

موج :۔ احوال حضرت سید محمود خان رحمۃ اللہ علیہ

فخر ارباب چشت، سردفتر قدسی سرشت، از مقبولان درگاہ سبحان، حضرت سید محمود خان رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت سید محمد گیسودراز کی اولاد سے ہیں۔ والدہ ماجدہ افغانی تھیں۔ مرادآباد میں رہتے۔ بظاہر حسن صورت سے الفت رکھتے۔ سماع کو بہت عزیز رکھتے۔ کشف بہت قوی تھا، جو باتیں الہام سے ارشاد فرماتے، سچ ثابت ہوتیں۔ (ریاض الاولیا)

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

آئینہ جمال شاہد بے نظیر، گنجینہ گوہر دریائے کمال تقدیر، صاحب چار بالش مجلس علم الیقین، مورد مقام تمکین، واقف علوم صوری ومعنوی، سلطان الاولیا حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ اعظم، موحد اکبر، شان بزرگ، حال قوی اور ہمت بلند کے مالک تھے، ترک کامل، عشق وافر اور کرامات کثیر، اخلاق پسندیدہ واوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ غایت احتشام فقر ونہایت احترام کی بنا پر اپنے زمانے کے شیخ اعظم تھے، وقت کے صلحا، کاملین آپ کے کمال ولایت کے قائل ہیں۔
ایسے تارک دنیا کہ جن کے ترکش کا طائر تیر تقدیر عشق کے ترکش میں آشیانہ بناتا ہے، آپ کی صفت گوشہ نشینی تارک عنقا کے گوشہ تجرد میں گوشہ نشیں ہے۔ (ان کے احوال کو سرنوشت میں لکھنا زیادہ مناسب ہے) ایسے فرد فرید کہ آپ کی فردیت افراد کے دفتر میں فرد مطلق ہے۔ مجرد رہنے والے بزرگوں کی جماعت کے دفتر سیر میں آپ کے تجرد کی

تعریف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ آپ دیوان وصال کے مطالع کا منتخب مطلع اور رباعی کمال کا مصرعہ موزوں تھے۔

شیخ مراد ارباع اربع میں لکھتے ہیں، نسبت ارادت شاہ عبداللہ سیاح سے سلسلہ چشتیہ میں رکھتے ہیں، جو ملک دکن سے بنگالہ کی سیر کے ارادے سے تشریف لائے تھے، آپ کا سلسلہ بیعت چند واسطوں سے حضرت شیخ راجو قتال خلیفہ مخدوم جہانیاں تک پہنچتا ہے، انہیں سے سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کی اجازت پائی۔ چنانچہ اب تک آپ کے خلف اور مریدوں میں سلسلہ قادریہ جاری ہے۔ آپ کی جائے پیدائش قریہ اناواں معمولہ پرگنہ منڈیاہوں مضافات سرکار جون پور ہے، چوں کہ حق تعالی نے آپ کو مادر زاد ولی بنایا تھا، اسی لیے بچپن میں بعض ایسی کرامتیں ظاہر ہوئیں، جو دنیا والوں کے لیے ارادت مسعودی کا سبب بن گئیں، ان کرامتوں کی تفصیل ارباع اربع میں موجود ہے، اس مختصر تذکرہ میں ان کی گنجائش نہیں۔

حضرت ابھی بچے ہی تھے، کہ آپ کے والد بزرگوار شیخ اولیا شہید ہو گئے، جب دس سال کی عمر ہوئی، مادر مہربان بھی اس دنیا سے رخصت ہوئیں، بزرگوار چچا نے آپ کی پرورش و پرداخت کی، جب سن شعور کو پہنچے، چچا نے آپ کی شادی کرنی چاہی، آپ نے ترک دنیا کے سبب شادی کرنا قبول نہ کیا، وطن سے مانک پور آئے اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے، اسی دوران شاہ عبداللہ سیاح مانک پور تشریف لائے، شیخ عبداللہ نے آپ کو اپنی مریدی میں داخل کیا، تمام سلاسل متعددہ جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اور تمام اذکار واشغال کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے خاندان بیعت میں مرید کر کے آپ کو رخصت کیا، خود بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں سے حضرت لکھنؤ آئے، شمس مداری کے روضہ واقع بازار چوک میں قیام کیا پھر حضرت مخدوم مینا کی درگاہ کے حجرہ میں قیام کیا اور مولوی عبدالقادر فاروقی سے چند کتابیں پڑھیں، اسی دوران شاہ عبداللہ سیاح بنگالہ کی سیر سے لوٹتے ہوئے، لکھنؤ تشریف لائے، حضرت کمال نیاز مندی کے ساتھ مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کے دوام حضور، تصفیہ باطن اور تجلیہ قلب، استقامت برامور شاقہ، استعداد بلند، ترقی مدارج ارجمند کو دیکھ کر پیر و مرشد بہت خوش ہوئے، صحبت قلیل کے باوجود فیوض کثیرہ سے مالا مال فرمایا، طالبان حق کو سلاسل سہ گانہ (چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) میں بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔ خصوصا سلسلہ شطاریہ اور زاہدیہ کی اجازت دی، علم ظاہری کی تحصیل و تکمیل اور خواجگان چشت کی زیارت پورے طور پر شہر دہلی میں کی، وہاں سے دکن تشریف لے گئے، مرشد کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کے بعد دہلی واپس آئے، پھر خواجگان چشت کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے، چوں کہ شیخ عبداللہ سیاح ابھی دہلی میں مقیم تھے اور دکن جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اس ملاقات میں آپ کو مرتبہ روحانیت کی تکمیل تک پہنچا دیا۔ عوارف المعارف اور جواہر خمسہ کی اجازت عطا فرمائی اور خواجہ معین الحق والدین کی زیارت کی تاکید فرمائی۔ پھر شہر لکھنؤ میں مستقل قیام کی اجازت دی اور اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر حضرت نے اخوند حیدر سے فاتحہ فراغ علم کے بعد لکھنؤ کا رخ کیا، مزار مبارک جس مقام پر ہے، وہیں قیام کیا، مسند بیعت وارشاد آراستہ کی، طالبان حق کو راہ ہدایت دکھائی، باقی زندگی طاعت وعبادت مجردانہ میں بسر کی۔ دنیا اور دنیاوی اسباب سے اس قدر لاتعلق رہے، کبھی سبوچہ (صراحی) بھی پاس نہ رکھا، وضو، غسل اور پانی پینے کے وقت دریا کی طرف چلے جاتے، نذ و فتوح سے جو کچھ بھی آتا، اسی دن خرچ کر دیتے، اگلے دن کے لیے بچا کر نہ رکھتے، کبھی سواری پر بیٹھ کر

راستہ طے نہ کرتے، حضرت ایک بار اپنے وطن اصلی جون پور گئے، مخدوم الملک، شیخ محمد ، ، ، حضرت شاہ دیوان عبدالرشید اور سید عبدالباری نے آپ کی بھرپور ضیافت وتکریم کی، جون پور سے عظیم آباد پٹنہ آئے، وہاں مشائخ کی زیارت کی وہاں سے لکھنؤ تشریف لائے اور ایک معمار کے بچے کو جو مر گیا تھا، زندہ کیا، ایک بار مریدوں کے ساتھ پانی کی سطح پر چل کر دریا کو پار کیا۔

۱۴ جمادی الاخری ۱۰۷۹ھ کو جاں بحق تسلیم ہوگئے، آپ کی تاریخ وفات "لا خوف علیهم ولا هم یحزنون" سے نکلتی ہے۔ ۷۵ سال کی عمر پائی، آپ کی وفات کے بعد اودھ سے صوبہ دار فدائی خان نے آپ کا مقبرہ اور اس کے قریب مسجد تعمیر کرائی، آپ کے عالی مقام خلفا بہت زیادہ ہیں، وہ سب چشتیہ مشرب رکھتے تھے، ان کا تذکرہ اسی مقام پر کیا جاتا ہے، دوسرے خلفا کا تذکرہ لجۂ قادریہ میں بیان کیا جائے گا۔

(شاہ پیر محمد کا مزار دریائے گومتی کے کنارے ایک ٹیلہ پر ہے جو ٹیلہ پیر محمد شاہ کے نام سے مشہور ہے)

موج :۔ احوال حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ

واقف اسرار، کاشف اطوار، محرم علوم دقاق، جامع معاملات حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ:

سلسلہ چشتیہ میں شیخ پیر محمد لکھنوی کے محبوب ترین خلیفہ ومرید ہیں، آپ کا وطن قصبہ ملانوہ مضافات صوبہ بہار ہے، جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، صاحب برکات وافر وتصرفات ظاہر آپ کے اخلاق پسندیدہ تھے، اسی بنا پر مرشد کے سجادہ نشیں ہوئے۔

آغاز عمر میں تحصیل علم کی غرض سے گوپا مئو آئے اور مولوی وجیہ الدین سے تحصیل علم کی۔ فوائد روحانی حاصل کرنے کے لیے بہت سے درویشوں کی صحبت اختیار کی، لیکن کہیں آپ کا دل مطمئن نہ ہوا، مگر شیخ پیر محمد کی صحبت میں طمانیت خاطر حاصل ہوئی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے، تھوڑے ہی عرصہ میں صاحب مقام رفیع اور تصرفات وسیع کے مالک بن گئے، لیکن تدریس کا عمل جاری رکھا، آپ کے حق میں پیر ومرشد کو آپ کے حال کی جستجو اور آپ پر مہربانیاں بہت زیادہ تھیں، جب مرشد کی وفات ہوئی، پیر محمد شفیع سجادہ نشیں ہوئے اور سجادہ نشینی کے حقوق پورے طور پر انجام دیے، آپ قلندر مشرب آزاد طریقت بزرگ تھے، روحانی قوت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوہ منگیر کی چوٹی پر ایک جوگی رہتا تھا، جس کی عمر تین سو سال تھی، استدراج میں بڑی قوت رکھتا تھا، حضرت وہاں تشریف لے گئے، آپ اپنی قوت ولایت سے اس پر غالب آئے اور اسے مسلمان کر دیا۔

۲۲ ربیع الآخر ۱۰۸۹ھ میں وفات پائی۔ مرشد کے مزار کے پائینتی مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فتح لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

واقف اسرار معنوی، حضرت شیخ فتح لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ پیر محمد علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں، صاحب مقامات عالی، گوشہ نشین، متورع اور متوکل تھے۔ تیس سال تک ایک ہی حجرے میں مشغول بحق رہے، حجرے کا دروازہ لوگوں کی آمد و رفت کے لیے بند کر رکھا تھا، جب وفات ہوئی، مسجد کے سامنے والے گنبد میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ دولت رحمۃ اللہ علیہ

صاحب دولت فقر، صاحب اعزاز و وقر، درویش باشوکت، حضرت شاہ دولت رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ پیر محمد کے عزیز ترین اور محبوب نظر مرید ہیں۔ شریعت و طریقت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ کو مرتاض زماں کہنا چاہیے، پیر کی نوازشات آپ پر اس درجہ تھیں، کہ آپ کو مستحق خلافت سمجھا، اپنی زندگی ہی میں خلافت نامہ عطا فرما دیا تھا، شیخ کے اغنیا و درویش معتقدین نے شیخ کے پاس خاطر اور آپ کی علوئے شان کو مدنظر رکھتے ہوئے، مجالس سرود اور تقسیم لنگر کی ذمہ داری آپ کے حوالے کی، مگر زندگی نے وفا نہ کی، مرشد برحق کی زندگی ہی میں ۲ر جمادی الاولی ۱۰۴۸ھ میں وفات پائی۔ شاہ آفاق کی قبر کے برابر دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت میر مرتضی رحمۃ اللہ علیہ

نوبادہ بوستان، صاحب انما، حضرت سید میر مرتضی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ سوندھی کے مرید ہیں، شیخ پیر محمد کے خلیفہ ہیں، حالات و کمالات میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے، آپ کی قبر اکبر آباد میں ہے، میر مرتضی پر ہمیشہ سکر غالب رہتا، اکثر منہ سے جھاگ نکلتی، قدوۃ العارفین سے دوستی کے سبب مدتوں تک دائرے میں رہے، نگارندہ بحر زخار آپ کی خدمت سے مستفیض ہوا، میں نے انہیں مجرد اور متوکل پایا، جب وفات ہوئی، تو دائرہ کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ سبحان رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ نکات درویشی، چشیدہ لذت درلیشی، مقبول دو جہان، حضرت شاہ سبحان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ رکن الدین بن شیخ فخر الدین بجنوری کے فرزند ہیں، قدوۃ العارفین کے حقیقی ماموں تھے، شیخ درگاہی کے مرید جو بالواسطہ یا بلاواسطہ شیخ پیر محمد کے مرید ہیں۔ شاہ سبحان پر سکر کا غلبہ رہتا، آپ کی کرامتیں بہت ظاہر و باہر تھیں، ایک امیر نے درہم و دینار بطور نذر پیش کیے، سب کنویں میں ڈال دیا، امیر یہ دیکھ کر آزردہ ہوا، حضرت نے کسی سے کہا، کنویں میں ڈول ڈالو اس نے ایسا ہی کیا، درہم و دینار سے ڈول بھر گیا، اسے نکالا، ساری رقم امیر کے سامنے رکھ دی، امیر نے اس کے بعد ہر چند نذر قبول کرنے پر اصرار کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔

ماہ ذی الحجہ میں فرمایا، یہ مہینہ ۲۹ر دن کا ہے، یکم محرم الحرام کو میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، دونوں باتیں سچ ثابت ہوئیں، ۱۰۶۵ھ میں وفات پائی، شادی کی تھی، آپ کی اولاد موجود ہے۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ خانون رحمۃ اللہ علیہ

فرماں روائے اقلیم کشف وکرامات، نگہبان مریدان ذلت وآفات، مزین مسند ہدایت وتمکین، حاکم ولایت عین الیقین، متلقن اکتساب بقاعدہ قانون، قطب الافراد حضرت خواجہ خانون رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے حال ولایت کی بادشاہت از ماہ تا بہ ماہی ہے (چاند سے مچھلی تک) آپ کو زمانہ کے مرشدوں میں ممتاز دریۂ وحدت کا درشاہوار سمجھنا چاہیے۔ صاحب گلزار ابرار نے نام نامی اسم گرامی علا تاج کی اضافت کے ساتھ یاد کیا ہے، لیکن اس کی وجہ بیان نہیں کی، آپ شاہ اسماعیل کے مرید وخلیفہ ہیں، جو تمام مقدمات طریقت کے حال اور سلوک معرفت کی تمام منزلوں سے گزر چکے تھے۔ اپنے پدر بزرگوار خواجہ حسن سرمست کے خلیفہ تھے اور وہ اپنے والد بزرگوار شیخ سالار فاروقی کے خلیفہ اور وہ خواجہ اختیار الدین عمر کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ اعظم شیخ محمد ساوی سے خلافت پائی الخ۔ ایک خرقہ خلافت شیخ حسین ناگوری سے پایا جن کا سلسلہ تین واسطوں سے شیخ حمید الدین ناگوری تک پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ خانون اس تماشہ گاہ عالم کے اندر ۸۵۳ھ میں وارد ہوئے اور ستاسی سال تک اس صورت خانہ تقدیر کا نظارہ کرتے رہے، پالنگی (لنگڑے پن) کی بنا پر دنیاوی علائق سے آزاد رہ کر زندگی بسر کی اور دل کی حفاظت کرتے رہے، اپنا دل محبوب حقیقی کے مشاہدہ کی طرف مائل کیا۔ بیان کرتے ہیں، بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے آنے والوں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو پاتے، جب لوگوں نے اس کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا، بڑھاپے کی سستی لوگوں کی تعظیم سے روکتی ہے اور تکلف کے ساتھ تعظیم کرنا، درویشی کے لائق نہیں، آپ کے کمالات عقل وفہم سے بالاتر ہیں۔ آپ کی کرامت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی، کہ شیخ نظام الدین نارنولی جو صدف حقیقت کے گوہر درخشاں تھے، آپ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ اس صاحب کمال کے مزید حالات شیخ نظام الدین کے احوال تلقین میں لکھے جائیں گے۔ اس مختصر تذکرے میں اس کو دوہرانے کی ضرورت نہیں، دو جمادی الاولی ۹۴۶ھ میں اپنے نقش ہستی کو عناصر اربعہ کی دیوار سے الگ کر لیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ

مجسم انوار احدیت، محتشم متصرف مقام صمدیت، غواص بحر زخار معانی، محرم اسرار لامکانی، مشاہدہ محبوب فارغ از رسوم قولی وفعلی، قطب وحدت حضرت شیخ نظام الدین معروف بہ شیخ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، طائفہ اولیا کے برگزیدہ فرد، قوی حال اور دل پسند حالت رکھتے تھے، طالبان حق کی تربیت میں آپ کو بڑی قوت حاصل تھی، چار سو صاحب کمال خلفا رکھتے تھے۔ آپ کی نگاہ کیمیا اثر کی تاثیر اتنی قوی تھی، کہ جس شخص پر پڑتی، اگر وہ تانبا ہوتا تو خالص سونا بن جاتا، آپ کے روحانی تصرفات کی کوئی انتہا نہ تھی، محفل سماع میں خاص وعام جو بھی شریک ہوتا، بے خود و بے حال ہو جاتا، چنانچہ شاہ اکبر اور شیخ محمد غوث گوالیاری پر یہ

حالت طاری ہوئی، اس بے خودی کے عالم میں اپنا لعاب دہن جس شخص کے منہ میں رکھتے اور فرماتے، ہم نے تمہیں نظام کر دیا، تمام عمر محبت الٰہی کا ذوق، چاشنی اور تواجد واذواق اس کے دل سے زائل نہ ہوتے۔ آپ کی ذات فضائل وکمالات کی مجموعہ تھی، حضرت ہدہد سباء قدس، شہباز فضاء انس مہندس دائرہ وصال، محدث اقوال امداد کمال، سامع صدائے رمز وصل، قامع بنیان بعد وفصل، لجہ کمالات عالی، نردبان فیوض لایزالی، صدوق عنایت مقصود مخترع، مجاہدات عشق معبود، مخبر اخبار عالم الغیوب، مرہم جراحت قلوب، نظام ملک حالات تواجد وشوق، انتظام اقلیم کمالات مافوق، نظم بامعنی کشور معانی، نثر مسجع تجع اسم ربانی، مظہر شان رحمان وبے نظیر دوران، دے سلطان العاشقین وہادی مضلین کے مالک تھے۔

صاحب اقتباس الانوار سیر الاقطاب کے حوالے سے لکھتے ہیں، آپ حضرت خواجہ خانون سے نسبت بیعت رکھتے تھے، جو خواجہ حسین ناگوری کے مرید تھے، ایک خرقہ شیخ اسماعیل فرزند شیخ حسن سرمست چندیری سے رکھتے تھے، چند واسطوں سے جن کا سلسلہ بیعت شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے ملتا ہے، مزید برآں فیض نسبت روحانی خواجہ بزرگ معین الحق والدین سے بھی حاصل تھا۔ اپنے مریدوں میں یہی سلسلہ خلافت جاری کیا۔ شیخ حسن سرمست چندیری بہت بابرکت مرد کامل تھے، کبر سنی اور ناتوانی کی وجہ سے لوگوں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لوگوں نے ترک تعظیم کا سوال کیا، تو جواباً ارشاد فرمایا، میں کمزور ہوں، کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتا، بعض ناقص اور بعض لائق حال فقرا کے لیے قیام مناسب نہیں، شیخ نظام نے مرشد کی پیروی میں ترک قیام کا رویہ اختیار کیا اور پوری مقبولیت اور کامل شہرت پائی، شیخ اسماعیل برادر شیخ نظام الدین بھی آپ کے مرید وخلیفہ تھے، اسی کتاب میں ہے کہ آپ کے والد شیخ الہداد، شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے، آپ کو تحصیل معرفت کے لیے مرشد کی خانقاہ میں رکھ دیا اور خود کسب معاش کے لیے نکل پڑے، رخصت کے وقت نصیحت کی، تحصیل معرفت کے بعد اگر تیرے اندر خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو شیخ محمد غوث سے مرید ہو جانا اور ان سے فوائد حاصل کرتے رہنا، ایک دن شیخ محمد غوث نے آپ کا امتحان لیا، تو بہت بلند پایا، فرمایا، تم گوالیار کے تینوں طرف سیر کرو، کوئی حرج نہیں، لیکن فلاں سمت نہ جاؤ، یہ وہ سمت تھی جدھر خواجہ خانون کا قیام تھا، کچھ دنوں بعد حضرت ممنوعہ سمت کی طرف گئے، اور خواجہ خانون کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ خواجہ خانون آفتاب ہدایت اور ماہتاب ولایت ہیں، آپ کی پابوسی پر حضرت خواجہ خانون نے فرمایا، تمہارا آنا مبارک ہو، میں ایک مدت سے تمہارا انتظار کر رہا تھا، اور اپنے دست مبارک سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر آپ کو کھلا دیا، جب پیر بے نظیر کے مبارک ہاتھ سے پارہ نان ہدایت عنوان کھایا، بھوک کا اتنا غلبہ ہوا کہ تاب وتواں نہ رہی، خواجہ خانون سے رخصت ہو کر شیخ محمد غوث کی خانقاہ میں آئے، دائرہ کے باشندوں کے لیے تقریباً پانچ من کھانا تیار تھا، تمام کھانا کھا گئے، پھر بھی آسودہ نہ ہوئے، شیخ نے آپ کے لیے بہت زیادہ کھانا بھیجا، اسے کھانے کے بعد بھی سیر نہ ہوئے اور اسی طرح بھوک سے بے قرار رہے، شیخ محمد غوث گھر سے باہر آئے، پوچھا، ممنوعہ سمت گئے تھے؟ کہا، ہاں، فرمایا خواجہ خانون کی لگائی ہوئی آگ اب بجھ نہیں سکتی پھر حضرت خواجہ خانون کی خدمت میں پہنچے اور حقیقت حال پیش کی، انہوں نے روٹی کا دوسرا ٹکڑا عنایت فرمایا، اسے کھاتے ہی شدید بھوک کا احساس جاتا رہا اور پہلے جیسی بھوک پیدا ہوئی، اس کے بعد حضرت نے خواجہ خانون کے دست حق پرست پر

بیعت کی اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے، تھوڑی مدت میں سیر وسلوک کی منزلیں طے کر لیں اور زمانہ والوں کے مرشد کامل بن گئے۔

حضرت جب نارنوں کی خدمت پر مامور ہوئے، سب سے پہلے شیخ محمد ترک کے مزار کی زیارت کی، آپ کی روحانیت سے اجازت طلب کی اور عرض کیا، اپنے مرشد کے حکم پر یہاں آیا ہوں، شیخ محمد ترک کی روحانیت نے آپ کے حال پر بڑی مہربانی اور شفقت کی اور نارنول میں اجازت اقامت دی، اس دن سے نارنول میں سکونت اختیار کی، ہر سال عرس میں قطب الاقطاب حضرت بختیار کاکی اوشی کی زیارت سے مشرف ہوتے اور عرس کے بعد کچھ دن دہلی میں گزارتے اور ہمیشہ حضرت قطب الاسلام کی زیارت کرتے، ایک دن فجر کی نماز کے بعد مرقد مبارک پر حاضر ہوئے، دیکھا گلاب کے پودے کی ایک شاخ گری ہوئی ہے، جس میں تیرہ سو کانٹے ہیں اور ایک پر بہار پھول شگفتہ ہے، آپ نے پوری شاخ، پھول اور کانٹوں سمیت کھالیا، فوراً ہی حضرت قطب الاقطاب کی روح مبارک حاضر ہوئی اور فرمایا، ان کانٹوں کے برابر تمہارے خلفا کی تعداد ہوگی، لیکن سب کے سب عاشق ہوں گے، جو پھول ہے، وہ معشوق ہوگا، پس آپ اس عنایت سے خوش ہو گئے، آپ کے عالی مقام خلفا، معشوق پھول کا اطلاق دو آدمیوں پر کرتے ہیں ایک حضرت کے فرزند رشید خواجہ محمد قطب سجادہ نشیں، دوسرے شیخ بہلول لایک۔ واللہ اعلم بالصواب

بیان کرتے ہیں، کم وبیش سترہ روز آپ پر حضرت عین القضاۃ ہمدانی کے احوال ظاہر ہوئے، فرمایا، قیامت تک تیرے فرزندوں سے دنیا والے صاحب درد وشوق عاشق الہ ہوں گے، حقیقتاً آج تک آپ کا فرمان بے نظیر پوری سچائی کے ساتھ جاری ہے۔

حضرت نظام نارنولی کے خرق عادات حوصلہ تحریر سے زائد ہیں، اقتباس الانوار میں تحریر ہے کہ سیر الاقطاب کے مصنف نے حضرت کا ایک ملفوظ جو مریدوں میں مخصوص ومقبول تھا، لکھتے ہیں:

دہلی کے اندر ''قدم مبارک رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' جو خاص وعام کا قبلہ مراد ہے، اس کی سچائی کے بارے میں میرے دل میں شبہ پیدا ہوا، فقیر قدم مبارک کی زیارت کے لیے گیا اور دل کے اس خدشہ کو زائرین کے روبرو پیش کیا، کہ اچانک حضرت تشریف لائے اور قدم مبارک پر چہرہ رکھ کر طویل سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا، فقیر نے مرشد کے قدموں میں سر رکھ دیا، حضرت نے فقیر کی طرف دیکھ کر فرمایا، بلاشبہ یہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے قدم شفاعت لزوم کا نشان ہے، شک وشبہ دل سے نکال ڈالو۔

۲۷ رصفر ۹۹۷ھ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیر کے لیے روانہ ہوئے، مرقد مقدس نارنول میں اس دیار کے لوگوں کا حاجت روا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ''داہ نظام'' سے برآمد ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ، حضرت نے شادی کی، مذکورہ بالا دعا کی برکت سے ہر طبقہ میں آپ کے فرزند اہل اللہ اور صاحب دل ہوئے ہیں۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ میں نے عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں مجبور دلوں کے لیے طبیب حاذق حضرت کے پوتے شیخ محمد صادق کی زیارت کی اور انہیں جامع کمالات صوری ومعنوی پایا۔ تمام علوم میں دست گاہ کامل رکھتے تھے، جنہیں شیخ شاہ برہان پوری سے حاصل کیا تھا۔ فقیر نے نو مہینے آپ کی خدمت میں رہ کر

قلب دعوت جواہر خمسہ، سراج السالکین، اسرار الدعوات کی سند آپ سے حاصل کی اور دیگر اعمال کی اجازت حاصل کی، آپ نے مجھے طریقہ نارنولیہ پر ریاضت ومجاہدہ ومراقبہ سے مشرف فرمایا، آپ اپنے زمانے کے شیخ اکبر اور افضل الدہر تھے، گم نامی کی زندگی بسر کرتے، کوئی آپ کو نہ جانتا، آپ کی ریاضتوں کی انتہا نہیں، ایک مہینہ بعد افطار فرماتے، اس دوران افطار اور آپ کی ضروریات فقیر کے ذمہ تھیں، دوسرے تصرفات جو آنکھوں سے دیکھے کہ مہینے کا آخری دن آپ کا روز افطار ہوتا، ایک آدمی آدھے من کی روٹی، بھونا ہوا گوشت اور چاول پکا کر آپ کی خدمت میں لایا، حضرت نے سارا کھانا تناول فرمایا، روٹی کا ایک ٹکڑا بھی کسی کو نہ دیا اور خلاف معمول قضائے حاجت کے لیے بھی نہ گئے، آدھی رات کو میں نے دیکھا بستر پر حضرت نہیں ہیں، ایک شیر آپ کے بستر پر بیٹھا ہوا ہے، تمام کمالات آپ کی رفعت ولایت کے اظہار کے لیے کم ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

رونده راه بے دلیل، حضرت شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ نظام الدین کے بھائی ہیں۔ اخبار الاخیار میں مرقوم ہے، شیخ خانون کے مرید وخلیفہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں آپ درویش کامل تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

عاشق رب معبود، حضرت شیخ محمود بن سید ملک رحمۃ اللہ علیہ:
آپ کی جائے ولادت قلعہ سورت ہے، اگر چہ صاحب گلزار ابرار نے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبداللطیف مجادر کے مرید تھے، جن کا سلسلہ بیعت چند واسطوں سے سلطان برہان الدین غریب تک پہنچتا ہے، لیکن معاملات تصوف اور فقر ودرویشی کا آغاز نیز ترقی مقامات قطب وحدت شیخ نظام نارنولوی سے ہوئی۔ ۹۸۶ھ میں اقصائے نالچہ جو قلعہ مندو سے دوکوس کے فاصلہ پر ہے، ایک مسجد تعمیر کی، آج ۲۹ رسال سے سر راہ ٹھنڈے پانی کے مٹکے رکھ کر آنے جانے والوں کو سیراب کرتے اور تازگی بخشتے ہیں۔
ایک دن تیتر کا شوربہ کھانے کی دل میں خواہش ہوئی، اس معاملہ میں لوگوں نے آپ سے کہا، کہ جاندار کو ذبح کرنا اور نفس کی خواہش پوری کرنا، درویشوں کا کام نہیں، آپ نے تیتر کا شوربہ دوسروں کو دے دیا۔
۱۰۹۰ھ میں ظاہری زندگی سے پردہ فرمایا اور ابدی خواب گاہ کے لیے قصبہ نالچہ منتخب کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ منور رحمۃ اللہ علیہ

مرتاض آفاق، ممتاز علی الاطلاق، در معاصران بغایت موقر، فخر العصر حضرت شاہ منور رحمۃ اللہ علیہ:
آپ خواجہ خانون کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بساط درویشی کی زینت اور اطوار دل ریشی کے ظاہر کرنے والے تھے

تصوف وسلوک میں بلند احوال رکھتے تھے، گلزار ابرار میں لکھتے ہیں، کہ آپ شیخ نوراللہ بن قاضی معزالدین بن قاضی الہداد بن قاضی محمد شرعی کے بیٹے، گروہ قرلغ سے ہیں، آپ کے جداعلی حوران کے باشندے تھے، زمانے کے انقلاب نے زمین وجہ ندادویران کردیا، سیر کرتے ہوئے، توران سے قصبہ تھمبراوٹ علاقہ میوات پہنچے، ظاہری علوم سے دل برداشتہ ہوکراس علاقہ کے کوہستان میں گوشہ نشیں ہوگئے اور عوام وخواص کے انگشت نما بن گئے۔ اچانک قصبہ کے قاضی کا انتقال ہوگیا، سب کو یقین ہوگیا، کہ قصبہ کے فیصلہ مقدمات آپ کے حوالے کیے جائیں گے، لوگوں نے قضا کا عہدہ پیش کیا، آپ نے انکار فرمایا، بالآخر حضو صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور روحانیت ارشاد فرمایا، کہ تمہاری نشستگاہ مسند شریعت ہے اور ازل میں تمہیں شرعی کا لقب عطا ہو۔ ہے، اسی دن سے قاضی محمد شرعی کے نام سے مشہور ہوئے، الغرض شاہ منور بچپن میں محبت خدا کے جذبہ سے سرشار ہوکر سیر وسیاحت میں مصروف ہوگئے اور تمام دیار میں گھوم گھوم کر مشائخ وقت سے ملاقات کی، ایک رات خواب میں ایک مزار دیکھا، چاہا، کہ اسے بوسہ دیں، اس مزار سے ہاتھ برآمد ہوا، آپ نے مریدوں کے طریقے پر مصافحہ کیا، مجاوروں سے پوچھا، یہ کس بزرگ کا مزار ہے؟ کسی نے جواب دیا، خواجہ معین الحق والدین چشتی حسن سنجری کا مزار ہے، اس بشارت کے بعد صبح سویرے ناگور کے سفر پر روانہ ہوئے اور خواجہ خانون کی خدمت میں پہنچے، لقائے فرحت انتما کے بعد بیعت کا ارادہ ظاہر کیا، اس ضمیر شناس بزرگ نے فرمایا، اے منور! ہم نے تمہیں پنی ارادت کی روشنی عطا کی، اس سے پہلے دست بوسی کی دولت سے کامیاب ہوچکے ہو، خواب کی سرگزشت یاد دلائی، عقیدت میں اضافہ ہوا، سفر وحضر ہر جگہ پیر کی خدمت میں رہتے، کچھ دنوں بعد خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے، خواجہ خانون نے آپ کو شہر آگرہ کی ولایت تفویض فرمائی اور کہا، آگرہ میں اپنا تکیہ بناؤ، باقی زندگی اسی جگہ بسر کی۔

بیان کرتے ہیں، شیخ جنید بن سماءالدین مفتی ایک دن ادہم خان کو آپ کی خدمت میں لایا اور نذر پیش کی، کھڑا رہا، حضرت نے قبول نہ کی اور بیٹھنے کی اجازت نہ دی، اس نے فاتحہ خیر کی گزارش کی، خاموش رہے، آشفتہ حال واپس لوٹا، لوگوں نے پوچھا، فاتحہ مکشوف سے تغافل مخلص کو پسند نہیں، آپ نے جواب دیا، اس کے سر میں فرمان جاری کرنے کا سودا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے جسم پر سر ہی نہیں، دعا اس کی یاوری کیسے کرے گی؟ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد ایکہ خان نے اس کو قلعہ سے نیچے گرادیا، ملک عدم روانہ کردیا۔

۷ ارذی الحجہ ۹۹۰ھ کو شیخ خلد بریں کو سدھارے اور اکبرآباد کے اندر اپنے تکیہ میں دفن ہوئے۔

موج :- احوال حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ منور کے صاحب زادے ہیں، اپنے پدر بزرگوار کی پیروی کی خواہش سر میں رکھتے تھے، اکثر رسمی علوم کی تحصیل قاضی جلال الدین ملتانی سے کی اور ملا مقیم سے کچھ درس لیا، ان کا طریقہ صبر بہت کامل تھا، اپنے تنگ گوشہ عبادت سے مالداروں کی دولت سرا تک بہت کم جاتے، بالعموم درویشوں کی خدمت کرتے، دلوں کو غموں کے غبار کی آلودگی سے حفاظت کا خیال رکھتے، اس خصلت کی بنا پر تمام لوگ آپ کے نیازمند تھے۔

نیازارم ز خود ہر گز دلی را　　　　که می ترسم درو جان تو باشد

۱۷ار رمضان المبارک ۱۰۰۵ھ کو سفر معنوی کے لیے کمربستہ ہوئے، آپ کی خواب گاہ آگرہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حمید تپار رحمۃ اللہ علیہ

صوفی باصفا، حضرت شیخ حمید تپار رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے پیر ارادت حضرت شیخ نظام نارنولوی ہیں، صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ کی نظر ہمت میں دنیا کی نقد و جنس کوئی وقعت نہ رکھتی تھی، آپ کے پاس بہت زیادہ فتوح آتیں، سب محتاجوں میں تقسیم کر دیتے، جب حب الٰہی کا جذبہ زیادہ ہوا، دارالسلطنت آگرہ کے اندر ایک درخت کے نیچے آئے اور نشستگاہ منتخب کی، اس درخت کی چند شاخیں آپ کے چاروں طرف سایہ فگن ہوگئیں، جس کی وجہ سے آپ کے جسم پر دھوپ نہ پہنچتی، اپنے سامنے راستہ پر آگ روشن رکھتے، ہندی زبان میں اس کو "تپیا" کہتے ہیں۔

۱۰۱۹ھ میں آتش کدہ دہر کو چھوڑ کر بوستان جاوید بہار کی سیر کے لیے روانہ ہوئے۔

ع رخت ہستی آتش امروز سپاہ عشق باد

موج :۔ احوال حضرت شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ

ہم چشم چشم حق بین، ہم دست دست راستین، بکمالات موصوف، حضرت شیخ معروف بن قاضی سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فاروقی الاصل ہیں۔ شیخ نظام نارنولی کے خلیفہ ہیں۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ آپ کی جائے پیدائش "دھار" ہے اور خواب گاہ ابدی "یثرب" (مدینہ) ہے۔ آپ کے اجداد کرام بغداد سے ہندوستان آکر شہر بہار علاقہ سرکار جون پور کو جو دیار ہند کا شرقی حصہ ہے، وطن بنایا۔ وہاں سے آپ کے دادا شیخ محمود خلجی سلاطین کے عہد میں مندو جاکر آباد ہوگئے، اس کے بعد قصبہ آم جھر (امجھر) کے قاضی بنائے گئے، جو شہر مندو سے بارہ کوس اور دھار سے پانچ کوس دور ہے۔ اس قصبہ کا پان اتنا خوشبودار اور خوش ذائقہ ہے، جسے لوگ دوسرے صوبوں میں تحفے کے طور پر لے جاتے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی، فرزندار جمند شیخ سعد اللہ مسند شریعت پر بیٹھے اور جب انہوں نے دنیا چھوڑی شیخ معروف ابھی چھوٹے تھے، جس وقت سن شعور کو پہنچے، پیر طریقت کی تلاش میں دوڑ دھوپ شروع کی، اسی دوران حضرت شیخ نظام نارنولی کے آداب فیض بخشی نے آپ کے دل کو بے چین کر دیا، ناچار نارنول جاکر آپ سے مرید ہوگئے اور چند سال خدمت میں رہ کر سعادت مندی اور عرفان کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

خود فرماتے ہیں، کہ میں پیر و مرشد کے ہمراہ نارنول سے دہلی گیا، ایک دیہات میں شیخ عبداللہ سیاح جو قلب کے حالات و رموز سے آشنا تھے اور آفاق حقائق کے عالم تھے، ان کی ملازمت اختیار کی، میرے ساتھ بڑی دل جوئی اور نوازش کا برتاؤ کیا اور مجھے متعدد پیروں کے خانوادوں کی خلافت عطا کی، لیکن سلسلہ چشتیہ کی خلافت عطا نہ کی، جس میں میں شیخ نظام کا مرید تھا، چند سال بعد دھار واپس آیا اور کسب و مجاہدہ میں مصروف ہوگیا۔

جسم پر آہنی کانٹوں سے بھری ہوئی گدڑی پہنتے اور راتوں میں بیدار رہتے، نماز معکوس ادا کرتے، حج کا ارادہ دل میں پیدا ہوا، دوستوں، مریدوں اور حاکمان وقت کی مدد سے قد آدم حجرہ بنایا، دو اونٹ پر اسے لادا اور دریائے شور میں کشتی پر رکھ دیا، اس طرح نماز معکوس ادا کرتے ہوئے مکہ پہنچ گئے اور حج ادا کیا، پھر مدینہ آئے اور روضہ اطہر کی زیارت کی۔ پانچ مہینے بعد ۳ ربیع الاول ۹۹۸ھ میں فرمان طلب صادر ہوا، مزار مدینہ منورہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ فیض اللہ نارنولی رحمۃ اللہ علیہ

واقف حقیقت اللہ، حضرت شاہ فیض اللہ نارنولی رحمۃ اللہ علیہ:

ابتدا میں حمالی سے کسب معاش کرتے۔ اقلیم یقین شیخ نظام کے فیض تلقین سے مراد دل حاصل ہوئی۔ اچانک ایک طوائف کے حسن پر فریفتہ ہوئے، ننگ و ناموس برباد کرکے اس کے دف و ساز بردار بن گئے، اسی وضع قطع میں ایک دن پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے، چوں کہ عشق میں محو اور بحر عشق کے تلاطم میں مضطرب تھے، ہوش نہ رہا، کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں آیا ہوں؟ اور میں کس کے ساتھ آیا ہوں؟ مرشد برحق یہ حال دیکھ کر بہت متحیر ہوئے، فرمایا، اے فیض اللہ! تم بہت دور چلے گئے اور تم نے اپنی حالت بدل لی، یہ کلمہ سنتے ہی آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی، تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور مرشد کے قدموں میں رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا، کہ ارباب نشاط ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے، پس اسی وقت جذب کی حالت ختم ہوگئی۔ گلزار ابرار کی تحریر کے وقت تک وہ زندہ رہے اور تمام قافلہ نشاط آپ کے حضور حاضر رہتے۔ محمد اسحاق حجام سے معلوم ہوا، شیخ فیض اللہ کسی کے کام کے لیے نارنول گئے، شیخ نظام کے دائرے میں داخل ہوئے، اس وقت شیخ جذب کی کیفیت میں مسجد کے اندر گھوم رہے تھے، وجد کی حالت تھی، فرما رہے تھے، جو شخص بیلہ کا درخت لاکر یہاں لگا دے گا، میں اسے نظام بنادوں گا، شیخ فیض اللہ نے بات سنی، کسی مقام پر بیلہ کا درخت دیکھا تھا، وہاں سے لائے اور دائرے میں لگا دیا، صبح کے وقت حضرت شیخ نظام اس بات سے مطلع ہوئے تو شیخ فیض اللہ کو بغل گیر کیا اور تمام نعمت و خلافت بخش دی۔

جہاں نما میں لکھتے ہیں، شیخ کریم اللہ سہارنپوری علم و عمل میں کامل تھے، ایک دن ان کے دل میں علم کے بارے میں شبہ پیدا ہوا، ارادہ کیا، کہ شیخ فیض اللہ سے پوچھیں، دل میں خیال آیا، کہ وہ تو ان پڑھ ہیں، رات کے وقت شیخ نے کریم اللہ کی مشکلات کو حل کردیا۔ صبح کے وقت مرید ہوگئے، شیخ فیض اللہ نے اس مصرع میں تاریخ وفات نظم کی ہے۔

ع تاریخ انتقال وے آمد نظام باد

موج احوال حضرت شیخ فرخ رحمۃ اللہ علیہ

در بساط معرفت شاہ رخ، حضرت شیخ فرخ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت نظام نارنولوی کے پوتے ہیں۔ بچپن ہی سے اپنے دادا شیخ نظام نارنولوی کے منظور نظر تھے، خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے کہ آپ صاحب حال و ذوق، بلند ہمت و فتوت ذاتی اور نورانی صورت کے مالک تھے۔ ۱۰۰۳ھ میں

آپ نے وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

آپ امروہہ کے رہنے والے اور شیخ نظام نارنولوی کے مرید ہیں۔ علم حاصل کرنے کی غرض سے نارنول گئے، جہاں شیخ نظام نارنولوی سے مرید ہوئے اور سلوک ومعرفت کی تلقین پائی امروہہ آئے، سید شرف الدین کے روضہ میں مقیم ہوگئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ جنید روحانی رحمۃ اللہ علیہ

شمع منور فانوس کمال، صاحب دولت دولت بے زوال، مخصوص بندگان دربار ربانی، شیخ المشائخ حضرت شاہ جنید روحانی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ نظام نارنولوی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ عبادت معبود میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ بال بچوں سے تعلق کے باوجود آپ نے توکل کا جوانداز اختیار کیا، معاصرین میں شیخ اللہ دیہ خیر آبادی کے علاوہ کم نظر آتا ہے۔ آپ کا لقب ''روحانی'' اس لیے ہے کہ آپ کشف قبور وارواح کا علم رکھتے تھے۔ سنڈیلہ میں تمام گم نام مزارات آپ ہی کی رہنمائی سے ناموں کے ساتھ موسوم ہوئے۔ ابتدا میں رسمی علوم حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی، عربی فارسی میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، عربی اور فارسی میں کچھ ایسے قصیدے لکھے، جن کے اندر بے نقطہ الفاظ لانے کا التزام کیا، آپ کمالات ظاہر وباطن کے جامع تھے، تحصیل علم کے بعد مرید ہوئے اور سنڈیلہ میں قیام کیا، شرعی امور سے سرمو انحراف نہ کیا، فجر کی نماز پڑھ کر شہر سے باہر جاتے، لکڑیاں لاتے پھر پیسے میں بیچتے، ایک دن ایک سوار نے زبردستی لکڑیاں چھین لیں، مزید دو تین کوڑے مارے، خاموشی کے ساتھ اپنے گھر آئے، اس واقعہ کی وجہ سے سپاہی نے اپنے خادم کو گالی دی، خادم نے مخدوم کو مار ڈالا، حضرت نے اسی دن سے لکڑی بیچنا چھوڑ دیا، عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، روزانہ غیب سے ایک ٹکا مصلے کے نیچے پڑا ہوا ملتا، جسے اپنے متعلقین پر خرچ کرتے، حضرت شاہ جنید کی بیوی نے ایک دن ایک پیسہ خرچ کیا اور ایک پیسہ بچالیا، دوسرے دن سے روپے کا غیب سے حاصل ہونا بند ہوگیا، چنانچہ وہ پیسہ آج تک آپ کی اولاد کے گھر میں موجود ہے۔ اتفاقاً ایک دن قصبہ سنڈیلہ سے نکل کر قصبہ موہان گئے، دریائے سئی کے کنارے بیٹھ کر کہہ رہے تھے، جب تک اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے مجھے نہیں کھلائے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا، تقریباً ایک ہفتہ اسی حال میں بیٹھے رہے، بالآخر دریا میں جوش پیدا ہوا اور ان کے قدموں کے پاس پہنچ گیا، یہاں تک کہ دریا کا پانی کمر تک پہنچ گیا، کچھ روٹیوں اور حلوہ کا پیالا آپ کے منہ تک پہنچ گیا، دو تین مرتبہ ہاتھ سے ہٹا کر اسے کنارے کیا، پھر خیال پیدا ہوا، کہ بارگاہ الٰہی میں اتنی بے ادبی اچھی نہیں ہے، نان اور حلوہ لے کر کھالیا، غیب سے ندا آئی، اے جنید روحانی! اگر تم اب نہ کھاتے تو خداوند تعالیٰ اپنے دست مبارک سے کھلاتا، پھر سنڈیلہ آئے اور وہاں مستقل قیام کیا۔ اکثر بزرگان سنڈیلہ کے مزارات کے بارے میں لوگوں کو معلوم نہیں تھا، حضرت شاہ جنید کے کشف قبور کے سبب صاحب قبر بزرگوں کا پتہ چلا۔ آپ نے

تمام خوابیدہ بزرگوں کی ارواح سے ملاقات کی، چنانچہ حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ حضرت مخدوم سید علاء الدین صاحب ولایت سنڈیلہ کی ملاقات سے فیض یاب ہوئے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ حضرت میران معز الدین جن کا مزار قصبہ کے پچھم جانب ہے، ان سے فیض یاب ہوئے، حضرت مولانا حافظ سراج سے فیض یاب ہوئے، جن کا مزار قصبہ کے شمال میں ہے، نیز حضرت پیر نورانی سے مستفیض ہوئے، جن کا مزار قصبہ سے متصل ہے۔ آپ نے خواجہ خضر سے بھی ملاقات کی تھی، قریہ معمولہ سنڈیلہ کی تاراجی کی خبر از روئے کشف دی تھی۔
۵۰ سال بعد قریہ کی تاراجی کا واقعہ پیش آیا۔
بتاریخ ۷ ررمضان المبارک ۱۰۵۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مودن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جنید روحانی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں، عظیم القدر صاحب کمال مرد بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی کرامات وخوارق عام تھے۔ سنڈیلہ سے نکل کر قصبہ موہان میں قیام کیا۔ ساری عمر اسی جگہ کمال توکل وصبر وتجرید کے ساتھ عبادت شاقہ میں زندگی بسر کی اور رحمت حق سے جاملے۔ سئی ندی کے کنارے آپ کا مزار اس دیار کے لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نجم الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

درچمن عبودیت مائل بہ نخل بندی، حضرت شاہ نجم الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ چشتی مشرب بزرگ تھے، شاہ معصوم مجددی نے بیان کیا، کہ فقیر چار مہینے سرہند میں مقیم رہا، پندرہ بار شیخ کی ملاقات کے لیے گیا، ہر بار اس تصرف روحانی کا معاینہ کیا، ملاقات کے بعد دستک دیتے، آپ کے گھر سے ایک عورت لطیف عمدہ کھانے وافر مقدار میں احترام کے ساتھ لے کر باہر آتی اور فقیر کو کھلاتی، معلوم ہوا کہ تمام آنے والوں کے ساتھ یہی ضیافت کا طریقہ ہوتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پنجو چشتی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

اکمل الدہر، افضل العصر، از غایت علم بمقام جنبلی، حضرت شیخ پنجو چشتی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ متبحر عالم تھے، مدتوں مسند درس پر بیٹھ کر افادہ علوم میں مصروف رہے۔ عبد القادر بدایونی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں، کہ آپ صوری ومعنوی کمالات رکھتے تھے، تحصیل علم کے زمانے میں آپ پر حال کا غلبہ ہوا اور قیل وقال ترک کر دیا، اپنے استاذ شیخ عزیز اللہ دانش مند طلبی سے مرید ہوگئے، جو علماے اعلام اور مقتدائے مشائخ روزگار تھے، سلوک کی منزلیں شیخ علاء الدین چشتی دہلوی کی صحبت میں طے کیں۔ طالبان اور مریدوں کی تربیت کی اجازت طلب کی، دونوں بزرگوں سے اجازت حاصل ہوئی۔

جذبہ روحانیت کے ابتدائی دس سالوں تک ننگے پاؤں ننگے سر سنبھل اور امروہہ کے نواحی جنگلوں میں پھرتے رہے، اس پوری مدت میں بستر اور تکیہ میسر نہ آیا، ذوق سماع رکھتے تھے، گفتگو کے وقت تبسم کے ساتھ زبان پر "اللہ اللہ" کا ورد جاری رہتا، آخر میں کیفیت محبت میں غلبہ پایا، تھوڑا سا نغمہ سن کر بے خود ہو جاتے، یہی وجہ ہے کہ سماع وسرود سننے کی تاب نہیں رکھتے، فقیر وجیہ الدین اشرف ۹۶۰ھ میں ۱۲ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ آپ کی صحبت میں سنبھل پہنچا اور خانقاہ میں قصیدہ بردہ شریف یاد کر کے اس کی اجازت حاصل کی، فقہ حنفی کے اکتساب کے لیے تبرکاً وتیمناً چند سبق پڑھے، حضرت نے اپنے خاص مریدین کے حلقہ میں منسلک کر کے والد بزرگوار سے فرمایا، ہم تمہارے لڑکے کو اپنے استاذ شیخ عزیز اللہ کلاں کی جانب سے شجرہ طریقت دیتے ہیں، کیوں کہ یہ لڑکا علم ظاہر سے بہرہ مند ہوگا۔ **الحمد للہ علی ذالک**

حضرت شیخ ۱۷ محرم الحرام ۹۶۹ھ میں جوار قرب الٰہی میں داخل ہوئے، آپ کی تاریخ وصال "درویش دانش مند" ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ منور رحمۃ اللہ علیہ

درویش انور، حضرت شیخ منور رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بھی سنبھل کے رہنے والے ہیں، خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہوا ہے، شیخ پنجو چشتی کے پوتے ہیں، آپ کے والد شیخ منصور اپنے والد کے تربیت یافتہ تھے۔ شیخ بہرنگ کے مرید، شیخ تاج الدین کے صحبت یافتہ تھے۔ شیخ منور ذوق وشوق میں کامل اور حسن سیرت میں بھی یکتا تھے، حسن اخلاق اور غایت کمال میں مشائخ سلف کی یادگار تھے۔

۱۰۸۳ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ

واجب التعظیم، حضرت محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ منور کے فرزند متوکل اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ شیخ تاج الدین کے داماد تھے۔ جب جذبہ حق پیدا ہوا سیر وسیاحت کے لیے نکل پڑے، کسی سے کچھ قبول نہ کرتے، سلطان شاہ جہاں نے رستم خاں دکنی کو قندھار کی مہم سونپی، اس نے مخالفین کی کثیر فوج کی بنا پر مشائخ وقت اور تمام درویشوں سے دعا کی درخواست کی، کہ بادشاہ اس مہم سے اسے باز رکھے، جب حضرت کے سامنے دعا کی درخواست پیش کی، فرمایا کہ دشمن کا قتل تیرے ہاتھ پر موقوف ہے، رستم خاں اس فال نیک کو سن کر قندھار کی مہم پر روانہ ہوا اور دشمن سے جنگ کی، اس دن حضرت خلاف عادت دیر تک مراقبہ میں رہے، جب سر اٹھایا، تو فرمایا، رستم خاں نے قندھاریوں پر فتح حاصل کر لی، میں اس کی طرف متوجہ تھا، لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی، بعد میں معلوم ہوا کہ فتح قندھار کی وہی تاریخ تھی۔

آپ کی وفات ۱۰۴۱ھ میں ہوئی، وفات کے بعد شیخ عبدالاول سجادہ نشیں ہوئے، حرمین شریفین کی زیارت کی

۱۰۶۰ھ میں واپسی کے دوران مکہ کے راستے میں وصال فرمایا، مزار اقدس اورنگ آباد میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

چمن پیرائے حدیقہ کمال، گلدستہ بند ریاحین وصال، متشرح حکایات ارباب عشق و رہنمونی، حضرت شیخ عبدالقادر مصنف تاریخ بداؤنی (بدیونی) بن ملوک شاہ بن شیخ حامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ:
نسبت ارادت شیخ پنچو سنبھلی تک پہنچتی ہے، ابتدا میں اکثر کتابیں ملا حاتم سنبھلی و شیخ الہ دین خیرآبادی و شیخ مبارک گوپامئوی سے پڑھی، جو اپنے زمانے کے قابل علما تھے اور علم ظاہری کی تحصیل سے فراغت پائی۔ فراست، وفور علم، لطیفہ گوئی اور دانائی کی بنا پر شہنشاہ اکبر نے اپنا ندیم اور ہم نشیں بنالیا، فیضی ابوالفضل اور کتب ہندیہ کے ماہر برہمن جو دین اسلام میں فساد پیدا کر رہے تھے اور مسلمانوں کے دین میں خلل ڈال رہے تھے، ملا عبدالقادر نے اس واقعہ کو شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے، جس کی بنا پر بادشاہ اکبر سے متنفر ہوگئے اور علاحدگی اختیار کرلی، بادشاہ کے خوف کی وجہ سے شاہی لشکر میں رہتے اور جب کبھی دربار میں طلب کیے جاتے، کمال غیرت اور جرأت اسلام سے بادشاہ کے باطل عقائد کی تکذیب اور تشنیع فرماتے اور اپنے فرائض میں مصروف رہتے۔ ایک قرآن مجید خط نسخ میں لکھا اور لوح وجدول سے مکمل کرکے شاہ داؤد کے مزار پر فال نکالنے کے لیے بھیج دیا، اس امید پر کہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔
اپنی کتاب میں تحریر کیا، ایک دن یہ فقیر حضرت قطب الاقطاب نظام الدین کی بارگاہ میں حاضر ہوا، یہ شعر بڑے ذوق وشوق سے پڑھا ۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید ۔۔۔ قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

نیاز مند نے اس شعر کا مفہوم حضرت سے دریافت کیا، جوش اور غصہ کے عالم میں فرمایا، تو ابھی بچہ ہے، اس شعر کا مفہوم کیا سمجھے گا؟ اگر شیخ جنید اور شیخ شبلی بھی چاہیں، تو اس کے مفہوم تک ان کی رسائی دیر میں ہوگی۔ نیاز مند اس بات پر حضرت سے اتنا شرمندہ ہوا کہ پندرہ روز تک حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا۔ صاحب زادے شیخ محمد نے میری تقصیرات معاف کرائیں۔

۱۰۰۴ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت سید حسن چشتی مندوی بن الہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ توکل، گوہر گراں مایہ تفول، سیاح عالم ملکوت بے رخش حضرت سید حسن چشتی مندوی بن الہ بخش رحمۃ اللہ علیہ:
سید علی چشتی کے مرید ہیں۔ چھ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب میر سید محمد گیسو دراز علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔
گلزار ابرار میں تحریر ہے کہ آپ ۹۶۸ھ میں موضع مندو میں پیدا ہوئے۔ پیر محمد خاں اکبر شاہی کے بزرگ امرا میں تھے۔ مالوہ فتح کیا اور دارالخلافہ مندو پر قبضہ کیا۔ اس بنا پر کہ بادشاہ جب کسی ملک کو فتح کرتے ہیں، اسے تباہ و برباد کردیتے ہیں، شہر کے باشندے مغلوں کے خوف سے سراسیمہ ہوکر بھاگے، اس شورش میں سید محمد اپنے فرزندوں سے جدا ہوگئے،

اس کے بعد آپ کا کہیں پتہ نہیں چلا، آپ اس وقت دس سال کے تھے، پھر آپ شیخ فیروز کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کی بہن نے پرورش کی، رسمی علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے، جب سن شعور کو پہنچے، بہن نے آپ کی شادی کردی، اس دوران آپ کے سر میں جستجوئے حق کا جذبہ پیدا ہوا، مرید ہوئے، آپ کے پیر جلد ہی دنیا سے رخصت ہوگئے، سلوک کی پیاس بڑھی، شیخ جمال الاولیا شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے علم طریقت حاصل کیا، جب ۲۵ سال کی عمر ہوئی، لوگوں سے کنارہ کش ہوگئے، شہر کے باہر ایک کٹیا بنائی، آج اٹھائیس برس کا عرصہ گزر گیا، توکل وقناعت کے ساتھ زندگی بسر کررہے ہیں، ایک پیالا دہی ہرامیر وفقیر جوان کے پاس آتا، پیش کرتے، اس مدت میں کبھی مالداروں کے پاس نہ گئے۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت کرتے اور اسی سے بال بچوں کا خرچ چلاتے، صائم الدہر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔

موج :۔ احوال حضرت سید مصطفیٰ محبوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

کرامت کیش معاملہ ایثار، باستماع آہنگ دوست در تواجد سرشار، فرزند رسول اللہ، حضرت سید مصطفیٰ محبوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، سید حسین چشتی کے پوتے ہیں، ہمیشہ بیش قیمت ملبوسات زیب تن کرتے، زیب وآرائش کا شیوہ اختیار کر رکھا تھا، شیخ المشائخ کے فرزند ملک شیر لکھتے ہیں، سید حسین کے عرس میں مجھ کو قطب زماں شیخ عبدالملک کی استدعا پر بھیجا، چوں کہ وہ سلسل بول کے مرض میں مبتلا تھے، رات کا وقت تھا، عرس میں نہ آئے، پیغام بھیجا کہ معلوم العذر مریضوں کو دن میں بلانا اچھا ہوتا ہے، اگر رات کے وقت طلبی ہوتی ہے، تو بلانے والے کے لیے مردانگی ضروری ہے، ملک شیر نے آپ کا پیغام سید حسین کے پاس پہنچایا، سید حسین نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا، اے ملک شیر! جاؤ، جس طرح انہوں نے کہا ہے، ویسے ہی عرس میں شرکت کی درخواست پیش کرو، جب پیغام پہنچا دیا گیا، بلا تکلف وہ مجلس عرس میں حاضر آئے، صبح تک وجد وسماع میں سرگرم رہے، اس دوران استنجا کی ضرورت پیش نہ آئی، آپ کے لیے فقیر نے ایک سو کچھ ڈھیلے بھجوائے، جب میں ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا، دوسرے مرید ڈھیلے کا انتظام کرتے، القصہ! ان کی یہ بیماری جاتی رہی، عیسوی تصرف یعقوبی ولایت سے ہم آغوش ہوئے۔

آپ کا مزار احمد آباد گجرات میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت ملک شیر خلوتی رحمۃ اللہ علیہ

مرکز کاف کرامت، امام در طریقہ امامت، بہ لباس ظاہر جلوتی، حضرت ملک شیر خلوتی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ عبدالحکیم کے خلیفہ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے، سید مصطفیٰ چشتی کے مرید تھے، آپ کی جائے پیدائش احمد آباد گجرات ہے۔ سپاہیوں کے لباس میں اپنی صفت درویشی پوشیدہ رکھتے، بہت بڑے بزرگ تھے۔ اکثر وبیشتر لوگوں کو باطنی فیض پہنچایا، نفل نماز اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود آپ کا معمول تھا۔ شیخ بدھ چشتی کی

خدمت میں رہ کر علم طریقت سیکھا اور ان کی رہنمائی میں مقامات سلوک کی آگاہی اور منازل ولایت طے کیے۔ ۹۸۰ھ میں گجرات سے خاندیش آئے، ایک زمانہ اس دیار کے امرا کی ملازمت میں گزارا، ۱۰۰۵ھ میں ملک الاعلام کی طلب پر ملک معانی کی طرف روانہ ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نعمت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

قافلہ سالار بہشتی، حضرت شاہ نعمت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان شیر شاہ سکندر لودی آپ سے عقیدت رکھتا تھا اور آپ کے ساتھ مریدانا سلوک بجالاتا تھا۔ آپ کی مرشدیت کے غلغلے اور بزرگی کے چرچے سے دنیا والوں کے کان مالا مال تھے۔ آپ کی آرام گاہ دارالسلطنت آگرہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمود چشتی رتھنبوری رحمۃ اللہ علیہ

معدن کشف دکمال، صاحب دولت بے زوال، فائز بمقام ولایت سفیان ثوری، قطب آفاق حضرت شیخ محمود رتھنبوری رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ حافظ تھے۔ مراتب وجود صاحب کشف وشہود تھے۔ اپنے والد ارشاد پناہ حضرت شیخ الہداد چشتی کے خلیفہ تھے اور انہوں نے اپنے والد شیخ سدھو گنج رواں سے خرقہ پایا تھا، جو جواہر معارف اور حقائق شناسی کے موتی اپنی آستین میں رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت شیخ محمد ساوی تک پہنچتا ہے، جن کے والد حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قادر خان مشہور بہ ملو خاں کے زمانہ حکومت میں اپنے وطن سے مندو پہنچے اور قریہ کنجاون میں نربدہ (نرمدہ) ندی کے کنارے جو مندو سے جانب جنوب ۳ فرسنگ پر واقع ہے، وہیں رحل اقامت ڈالا، مدت دراز تک اس ٹیلے پر جس کے بیچ میں روش خانہ تھی ایک حجرہ عبادت وریاضت کے لیے خاص کیا، سالہا سال نفس کے ساتھ جنگ کرتے اور توکل وتسلیم کی منزل میں خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ حاکموں کا وظیفہ اور نذرانہ قبول نہ کرتے، جب شادی کی حاکموں کے اصرار پر گھر خانقاہ مسجد کنجاون میں تعمیر کی، اس وقت وظیفہ معاش قبول کیا، آنے جانے والے درویشوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، دعوت خلیلی کے مراسم اور بساط ابراہیمی کی سنت ادا کرتے ۔۹۶۰ھ کے بعد وفات پائی۔ موت سے پہلے اپنے فرزند شیخ میاں کو اپنا جانشین بنایا، انہوں نے بھی طریقہ فقر اختیار کیا اور روش درویشی پر استقامت اختیار کی اور اپنے والد ماجد کے مراسم بجالائے ۔ ۹۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار کنجاون میں والد بزرگوار کی قبر کے پہلو میں ہے۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبداللہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ

واقف اسرار سرمدی، حضرت شیخ عبداللہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ طیب کے دوستوں میں سے ہیں، صلاح وتقوی سے آراستہ، تکلفات سے بے نیاز تھے، تعلق ظاہری سے مبرا اور طریقہ پسندیدہ رکھتے تھے، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خوب کوشش کرتے، بڑے ولی تھے، آپ کے مرید صاحب مجاہدہ تھے۔

موج :۔ احوال حضرت سید زہید رحمۃ اللہ علیہ

کامل لاریب، واقف شہادت وغیب، افضل ولی واکبر وحید، با چشم گریان قائم اللیل حضرت سید زہید رحمۃ اللہ علیہ: شاہ بدھ بن حمزہ بن قطب بن عمر بن جلال کے فرزند تھے۔ آپ کی جائے ولادت اور ابدی خواب گاہ قصبہ "سارن" ہے۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں کہ آپ شیخ محمد عیسی جون پوری کے خلیفہ ہیں، آپ کا سر ہمیشہ مراقبہ میں جھکا رہتا اور آنکھوں سے شوق کے آنسو بہتے رہتے، سینہ عشق حقیقی کے سوز سے معمور تھا۔ آپ کے دل میں مولا کی یاد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آتا۔ اپنی پوری زندگی مراقبہ اور انتظار کے لیے وقف کر دی۔ شیخ قاضن شطاری جو حضرت شیخ عبداللہ شطاری کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں، آپ کے داماد ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ بہاء الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

جامع جمیع طریق طریقت، معرج معراج حقائق حقیقت، مقتدائے مشائخ عالی منزلت، پیشوائے علمائے علم معرفت، مشرف مرتبہ مسروری، حضرت شیخ بہاء الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ عیسی تاج کے مرید، راجہ حامد شاہ مانک پوری کے خلیفہ ہیں، چنانچہ اپنے صاحب زادے "ادھن" کو سلسلہ حامدیہ میں مرید کیا، صاحب فضائل وبرکات، مورد تواجد وحالات، عجوبہ روزگار کشف وکمال، مجموعہ تجلیات حضرت ذوالجلال تھے۔

تصوف میں درجہ بلند اور درویشی میں مرتبہ ارجمند کے مالک تھے۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں، کہ ایک صاحب نعمت مرد جن کا نام شیخ حسین تھا، گجرات سے شیخ عیسی تاج کی ملاقات کے لیے جون پور آئے، شیخ بہاء الدین اس وقت کمال تقوی کے باوجود طلب علم میں مصروف تھے، انہوں نے شیخ حسین کی صحبت اختیار کی، شیخ حسین علم کیمیا جانتے تھے، شیخ بہاء الدین کو طالب علم اور مستحق سمجھ کر ایک دن ان سے کہا، میرے ساتھ صحرا کی طرف چلو، آپ ساتھ ہو گئے، جب صحرا میں پہنچے، تو شیخ حسین نے علم کیمیا کی مدد سے اکسیر تیار کی اور آپ کو دیتے ہوئے کہا، اس اکسیر سے حسب ضرورت سونا بنا کر اپنی ضروریات میں خرچ کرو، شیخ بہاء الدین نے کہا، ہم تو آپ سے کسی دوسری ہی کیمیا کی امید رکھتے ہیں، یہ اکسیر میرے کسی کام کی نہیں، یہ سن کر شیخ حسین بہت خوش ہوئے اور آپ کی باطنی تربیت کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔

جب شیخ حسین اور شیخ عیسی تاج کی ملاقات کی مدت پوری ہوئی اور نعمت خلافت لے کر وطن کی طرف لوٹنے لگے، اس وقت شیخ بہاء الدین نے بیعت کی درخواست پیش کی، شیخ حسین نے فرمایا، میری طرف سے تمہارے نصیب

میں اتنا ہی تھا، تمہارا پیر اسی شہر میں موجود ہے، ایک زمانے کے بعد شیخ بہاء الدین، شیخ عیسی تاج کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، جب شیخ محمد عیسی تاج کی وفات کا وقت آیا، تو شیخ بہاء الدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، تمہارا خرقہ خلافت سیدی کے پاس ہے، جو مانک پور سے آئیں گے، پس آپ نے راجہ حامد شہ سے خلافت پائی۔

آپ کے کمالات روحانی اور کرامتیں اتنی زیدہ ہیں، جو اس مختصر تذکرہ میں بیان نہیں ہو سکتیں، ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ مبارک خلیفہ شیخ بہاء الدین جون پوری، بہت بڑے بزرگ تھے۔ ۱۳ ر جمادی الاولی کو وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ادھن جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بزرگ مقدم اولیا، رہ نورد صحرای علیا، بمقام انبساط و سروری، قطب وقت حضرت شیخ ادھن جون پوری رحمۃ اللہ علیہ:

جون پور کے مشہور شیخ طریقت ہیں، ترک و تجرید، صدق و ورع میں قدم راسخ رکھتے تھے، اپنے پدر عالی قدر حضرت شیخ بہاء الدین جون پوری کے خلیفہ ہیں۔ آپ ارباب ریضت و مجاہدہ کے بادشاہ اور اصحاب مشاہدہ کے مقتدا و پیشوا تھے۔ مشیخت میں اتنی عزت و شہرت کے مالک تھے، جس کا بیان زبان قلم سے ممکن نہیں۔

ملا عبد القادر بدایونی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں، آپ نے عمر طبعی بلکہ اس سے زیادہ حیات پائی تھی، چنانچہ آپ کے صاحب زادوں نے ۷۰/۸۰ رسال کی عمر تک آپ کی صحبت پائی۔ اور ان کے پوتوں کی عمر کا اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

آپ علم ظاہری کے بہت بڑے عالم تھے، اس کے باوجود مسند درس آراستہ نہ کی۔ ذوق سماع و حال بے انتہا تھا۔ جسمانی کمزوری اور ترکیب عنصری کا ضعف سارے اعضائے جسمانی کی سستی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ تجدید وضو، قیام صلوۃ اور دوسری ضروریات کی تکمیل کے لیے خادموں کی مدد ضروری ہوتی، بستر استراحت سے اٹھنا بھی دشوار تھا، اس کے باوجود وہ سماع سنتے، وجد و حال کی کیفیت میں سہارے کے بغیر کھڑے ہو جاتے اور اضطراب کی یہ کیفیت ہوتی کہ چند آدمی اپنی قوت جسمانی کے باوجود انہیں قابو میں لانے سے عاجز رہتے، فرض نمازوں کی ادائیگی میں بھی یہی انداز تھا، از خود قیام، رکوع اور سجود ادا فرماتے، سنن و نوافل بیٹھ کر پڑھتے، جب لوگ آپ کو سہارا دے کر کھڑا کر دیتے اور آپ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لیتے فرض نماز کھڑے ہو کر ادا فرماتے، اس کے بعد پوری نماز میں کسی کی مدد کی ضرورت نہ ہوتی، اس کمزوری کی حالت میں بھی کھانا خوب تناول فرماتے، اس عالم میں غذا کا ہضم ہو جانا آپ کی کرامت تھی، آپ کے اولاد و احفاد بہت زیدہ تھے، شریعت، حقیقت اور طریقت میں ایسی لطیف گفتگو فرماتے جس کا سمجھنا خاص لوگوں کے لیے مشکل ہوتا۔

۹۷۶ھ میں وفات پائی۔ "شیخ ادھن" آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولی جلیل الشان، عرفان و عبادت را برہان، مدام ناظر جمال الہ، حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

دین کے مجاہد اور بارگاہ رب العالمین کے مخصوص بندے تھے۔ کمال معرفت میں بلند درجہ اور حقیقت و معرفت میں مرتبہ ارجمند رکھتے تھے۔ خانوادہ چشت کے اولیائے کبار میں بڑی شان کے مالک اور مشائخ وقت کے مرجع وسیع تھے۔ اکثر و بیشتر شہباز طریقت آپ کی تعلیمن سے منزل مقصود پر فائز ہوئے۔

صاحب تذکرۃ الاصفیا بیان کرتے ہیں، آپ کے دادا کا نام شیخ محمد صدر الدین ہے، جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔ اگر چہ آپ کے آباواجداد جون پور میں رہتے تھے، لیکن شیخ محمد بن فضل اللہ کی ولادت گجرات میں ہوئی، ابھی کم سن تھے، کہ والد کا سایہ شفقت اٹھ گیا، آپ شیخ صفی گجراتی کی خدمت سے وابستہ ہو گئے اور ان سے طریقت میں خرقہ اجازت حاصل کیا۔ رموز دان تقدیر شیخ کے حکم پر مکہ تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے بعد ۱۲ر سال تک اسی جگہ حضرت شیخ علی متقی کی خدمت میں رہے اور کسم قسم کے علمی و روحانی فیوض سے مشرف ہوئے، پھر احمد آباد گجرات آکر شادی کی اور ۱۲ر سال تک شیخ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں رہے اور ان سے علم ظاہری کی تحصیل کرتے رہے۔ انہیں دنوں شیخ محمد ماہ پیر پوری مرید شیخ ادھن جون پوری جو گجرات میں مقیم تھے، ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے، چوں کہ شیخ محمد ماہ نے آپ کے والد بزرگوار شیخ ادھن جون پوری سے سنا تھا، کہ ہمارا بیٹا اپنے زمانہ کا قطب ہوگا، اس بنا پر شیخ ماہ آپ کا بہت احترام کرتے۔ شیخ ابو محمد جعفر تمیمی جو آپ کے والد کے مرید تھے، قلعہ اسیر سے ایک خط شیخ وجیہ الدین و شیخ محمد ماہ کے پاس لکھا، آپ حضرات شاہباز طریقت کو اجازت پرواز کیوں نہیں دیتے؟ ان حضرات نے جواب تحریر کیا، اس شہباز کی پرواز آپ کے ہاتھ میں ہے، پھر شیخ کو رخصت کر دیا۔ آپ شیخ ابو محمد جعفر تمیمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ روحانی نعمتیں جو شیخ ابو محمد نے آپ کے والد سے پائی تھیں، انہیں حاصل کیا پھر برہان پور مقیم ہو گئے۔ درس و تدریس کا آغاز کیا۔ صوبہ خاندیش کے وضیع و شریف لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا خیال دل میں رکھتے۔ ایک بار مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مشقت سفر اٹھانے سے منع فرمایا، اپنے قصبہ کی طرف لوٹ آئے، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب پیروی کرتے، جو نذر و فتوح آتیں، اس کے تین حصے کرتے، ایک حصہ بال بچوں کے خرچ کے لیے رکھتے اور دوسرا حصہ خانقاہ کے فقیروں پر خرچ کرتے، تیسرا حصہ حرمین شریفین روانہ کر دیتے۔

آپ سے بہت زیادہ کرامتیں ظاہر ہوئیں، وفات بتاریخ ۲ر رمضان ۱۰۲۹ھ شب شنبہ بمقام برہان پور ہوئی چنانچہ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تاریخ وصال ''ابن فضل اللہ'' سے برآمد کی۔

آپ کی عمر ۸۸ر سال تھی۔

موج:۔ احوال حضرت شیخ سالار بدھ کروی رحمۃ اللہ علیہ

مرہم قلوب مجروح عاشقاں، بصارت افزائے دیدہ عارفاں، فرماں روائے اقلیم معنوی، سالار کاملاں حضرت شیخ سالار بدھ کروی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ نظام الدین مہاجری فتح پوری کے خلف و خلیفہ جو شیخ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری

کے خلیفہ شیخ فخر الدین مہولی کے مرید تھے۔ شیخ عیسیٰ تاج کے خلیفہ شیخ بہاء الدین جون پوری سے بھی ایک فرقہ خلافت پایا تھا، چنانچہ اپنے مریدوں میں شیخ عیسیٰ تاج کا سلسلہ جاری رکھا، حق سبحانہ وتعالیٰ نے اہل صوفیا کے طبقے میں آپ کو مرتبہ رفیع اور برکت وسیع سے مالا مال کیا تھا۔ آپ کے سلسلہ عالیہ میں بہت سے صاحب درد وذوق اور صاحب کشف وکرامت بزرگ پیدا ہوئے، چنانچہ شیخ مبارک سندیلوی مرید شیخ سعد خیرآبادی سید عبدالغنی ساکن فتحپور رہنسوہ آپ کے فیض یافتہ ہیں۔

بیاض الاولیا میں مرقوم ہے کہ شیخ سالار نے ابتدا میں علم وفضل حاصل نہ کیا، جب نظام الدین مہاجری کے مرید ہوئے ظاہری علوم وفنون حاصل کرنے کے لیے جون پور گئے۔ ۱۲ رسال تک تحصیل علم میں کوشش کرتے رہے، تکمیل علم کے بعد شیخ بہاء الدین کی خدمت میں آئے، اس ہادی برحق کی تلقین وہدایت سے روحانی ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ مرشد سے اجازت پانے کے بعد اپنے وطن اصلی فتح پور آئے اور مسند ارشاد وہدایت پر بیٹھے، ایک دنیا نے ان سے محبت الٰہی کی خوشبو پائی۔

مولوی محمد صالح ہرگانوی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں، آپ مرشد سے رخصت ہوکر ''کرہ'' آئے، قلعہ کے اندر مسجد اور حجرہ تعمیر کیا، وہیں مقیم ہوگئے، جب مریدوں کی کثرت ہوئی وہاں تنگی محسوس کی، تو قلعہ کے باہر ایک وسیع زمین پر خانقاہ بنانے کی اجازت دی، اس مقام پر جن آباد تھے، دوران تعمیر معماروں اور مزدوروں کو تکلیف پہنچانے لگے، جب یہ بات شیخ نے سنی مریدوں سے فرمایا، باآواز بلند یہ بات کہو''اے جنو! تم لوگ خدا کے حکم سے اب تک اس مقام پر رہے، اب فرمان خداوندی کے مطابق ہم یہاں رہیں گے'' یہ بات سنتے ہی اس مقام پر ایک شور برپا ہوا لیکن کسی نے کسی کو نہ دیکھا کچھ دیر بعد دو آدمی صوفیوں کے لباس میں ملبوس شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ کو سلام کیا، عرض کیا، ہم جنوں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، بڑے بوڑھے جنوں نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ ہم بہت سارے جن مدت دراز سے اسی علاقے میں آباد تھے، حیران ہیں آپ کے حکم بعد کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا، تمہارے لیے حکم ہے کہ قلعہ کالنجر کے اطراف میں سکونت اختیار کرلو، یہ دونوں اٹھے، چند قدم چلنے کے بعد غائب ہوگئے اور جنوں کی جماعت میں مزید شور وہنگامہ برپا ہوا، ظہر سے فجر تک ہنگامہ ہوتا رہا، بالآخر یہ ہنگامہ موقوف ہوگیا۔

آپ کے روحانی کمالات وواقعات بہت زیادہ ہیں۔ ایک شخص دروازے میں داخل ہوا، سر شیخ کے قدموں میں رکھا اور خوب نیازمندی کا اظہار کیا، حاضرین نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ جواب دیا، میں مدینہ منورہ میں چار سال رہا، ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستانہ بوسی کے لیے جاتا تھا، اس عاجز نے وہاں حضرت مخدوم کو پایا اور ان سے بہت سے فوائد حاصل کیے، یہ چوتھا سال ہے مکہ مکرمہ میں حضرت مخدوم کو پایا، یہاں میں جب خانقاہ میں آیا حضرت مخدوم پر نگاہ پڑی، میں نے پہچان لیا اور نیازمندی کا اظہار کیا، حاضرین نے کہا، سچ تو یہ ہے کہ حضرت مخدوم خانقاہ سے باہر نہیں نکلتے۔

حضرت کے ایک مرید قاضی بدھ تھے۔ ایک دن شیطانی وسوسہ میں آکر مے فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے شراب کا پیالا مانگا، اس نے پیالا بھر کر دیا، قاضی بدھ نے چاہا کہ شراب اٹھا کر پئیں، غیب سے ایک طمانچہ قاضی کے

چہرے پر لگا، بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے، شیخ کی خدمت میں پہنچے، شیخ دیکھتے ہی مسکرائے اور فرمایا، میرا مرید شراب پینے کا ارادہ کرے۔

۲۷ ربیع الثانی یا ۸ ربیع الاول ۹۴۶ھ میں وفات پائی۔ پرگنہ کرہ میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

قدوہ متورعین، حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد عالی قدر حضرت سالار کے خلف وخلیفہ ہیں۔ بیاض الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت صاحب مجاہدہ وریاضت اور صاحب کشف وکرامت تھے۔ آپ کے خلیفہ شیخ مخدوم جہانیاں نے رسالہ اسرار سالاری میں لکھا، ایک رات آپ اللہ اللہ کا ذکر فرما رہے تھے، کبھی جسم خوب صحت مند ہو جاتا اور کبھی قدیم ہیئت سے بھی کم ہو جاتا، جب میں نے یہ کیفیت دیکھی حواس باختہ ہو گیا، قیلولہ کے وقت حضرت کی خدمت میں پہنچا، کبھی آپ کا قلب مبارک رقص کرتا، اس سے ہو ہو کی آواز آتی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یحییٰ سندیلوی : شیخ بہاء الدین کے خلیفہ ہیں بڑے مرد مرتاض وممتاز تھے۔

شیخ حسن سرمست :۔ آپ نے ۱۱ رجب کو وفات پائی۔ شیخ سالار بدھ کے خلیفہ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ داد رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ داد، شیخ داد رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ جہانیاں کے ماموں ہیں۔ آپ بھی شیخ بہاء الدین کے خلیفہ تھے۔

ان خلفا کے علاوہ بھی حضرت کے بہت سے دیگر خلفا ہیں جن کے حالات صاحب بحر زخار کو معلوم نہ ہو سکے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ زمانیاں، حضرت شیخ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ بہاء الدین کے خلف وخلیفہ ہیں۔ صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں کہ آپ کے حالات عجیب وغریب تھے اور بے انتہا صاحب کمال تھے۔ آپ کی ایک کتاب "اسرار سالاری" ہے جو باتیں اپنے باپ اور دادا کے اندر دیکھیں اور ان کے اذکار واشغال واوراد مشاہدہ کیے سب کو لکھ دیا۔ اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں، ایک رات میرے والد شیخ بہاء الملۃ والدین ذکر چہار ضربی کر رہے تھے جب ان کے ذکر کی آواز میرے کان میں آئی، جذب شوق نے مجھے بے چین کر دیا۔ بے قابو ہو کر کھڑا ہو گیا، میں نے چاہا کہ حضرت کے حجرے کی طرف متوجہ ہوں چوں کہ ہو ہو کی صدا در ودیوار اور تمام ذرات سے آ رہی تھی، میں نے راستہ نہیں پایا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکوں، میں نے بہت کوشش کی کہ قدم اٹھاؤں اور چلوں ممکن نہ ہو سکا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ جمال اولیا رحمۃ اللہ علیہ:

اہل کمال حقیقت و معرفت، ممتاز زمان در شریعت و طریقت، مقتدای اتقیا و اصفیا، حضرت شاہ جمال اولیا رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں، آپ حضرت شیخ مخدوم جہانیاں کے صاحب زادے اور خلیفہ سراج الاولیا و تاج الاولیا تھے۔ صاحب کرامات ظاہرہ و مقامات باہرہ تھے۔ قاضی ضیاء الدین معروف بہ قاضی ضیا کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم صوری و معنوی کی تحصیل کی، جن کا تذکرہ بحر قادریہ میں تحریر کیا گیا ہے، مزاجاً بہت مستغنی واقع ہوئے تھے۔ مقصود تک رسائی نہیں ہو رہی تھی چنانچہ جو طلبا ان کے ہم سبق تھے بطور تمسخر آپ کو جمال ولیا کہتے، ایک دن طلبا کی جماعت نے آپ کی ہنسی اڑائی، یہ بات آپ کو بہت گراں گزری، مدرسہ سے باہر چلے گئے اور ایک غار میں روپوش ہو گئے، تین دن تک وہیں رہے۔ ایک دن شیخ ضیاء الدین نے پوچھا، جمال کہاں ہے؟ جواب دیا، تین دن سے ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ شیخ نے حکم دیا، اسے تلاش کیا جائے اور خود بھی جستجو کے لیے باہر نکلے، اچانک ایک غار کے پاس پہنچے، جہاں شیخ جمال اولیا موجود تھے، دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، چہرہ گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے، جس کی وجہ سے شناخت نہیں ہو رہی تھی، شیخ نے آواز دی، اے جمال اتم کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا، اے مرشدا طلبا مجھ پر ہنستے ہیں اور بطور استہزا مجھے جمال اولیا کہہ رہے ہیں: شیخ نے مسکرا کر فرمایا، اٹھو، میں نے تم کو جمال اولیا بنا دیا۔ غار سے باہر نکلے، شیخ نے انہیں اپنا پیرہن دے دیا۔ اس دن سے آپ کی طبیعت میں ایسی جلا پیدا ہوئی کہ تمام لوگ حیران رہ گئے۔ علوم و فنون سے فراغت کے بعد شیخ نے آپ کو چلے میں بیٹھایا اور سلسلہ قادریہ کی نعمت و خلافت سے سرفراز کیا۔ آپ شیخ قیام الدین بن شیخ قطب ولد شیخ ادھن جون پوری کی صحبت میں حاضر ہوئے اور ان سے سلسلہ چشتیہ سہروردیہ مداریہ کی اجازت و خلافت حاصل کی پھر اپنے وطن کرہ آئے، علوم ظاہری و معنوی کی تدریس و تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ آپ کے کمالات میں سے ایک کمال یہ ہے، دستور تھا جب کوئی شخص آپ سے علم ظاہر حاصل کرتا، پہلے اس سے وعدہ لیتے کہ تکمیل علم کے بعد تم میرے مرید ہو جانا، دینی فوائد حاصل کرتے رہنا تاکہ مجاہدہ کے ذریعہ خدا کی عبادت کا راستہ حاصل کرو، طالب علم جب مرید ہونے اور مجاہدہ کرنے کا اقرار کر لیتا، آپ سے علم حاصل کرتا، اگر اپنے اقرار سے پھر جاتا، آپ باطنی تصرف سے اس کا علم سلب کر لیتے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

کوہ کاف حقیقت، جام بادہ صاف معرفت، عامل شریعت نبوی، قطب الاولیا حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ:

اہل صفا صوفیا کے درمیان بڑی شان والے، رئیس اقلیم ولایت، والی کشور ہدایت تھے۔ بیاض میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کا نسبی تعلق ترمذ کے سادات کرام سے ہے، آپ کے آبائے کرام نے جالندھر میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے والد بزرگوار میر ابو سعید کسی تقریب سے کالپی تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ میر سید محمد نے ابتدا میں قدوہ علمائے

متبحرین وزبدہ محدثین شیخ یونس سے شرف تلمذ اور سند حدیث حاصل کی۔شیخ یونس اس درجہ متبع سنت تھے کہ قطب اولیا کو بھی اتباع سنت میں مرتبہ راسخ تک پہنچادیا۔جمال اولیا پیر ومرشد ابوالعلی آپ کی موجودگی میں سرود نہیں سنتے ،بالآخر شیخ جاجمئوی سے کچھ پڑھا اور شیخ جمال اولیا کروی کے ہاتھ پر فاتحہ فراغت حاصل کیا اور خانوادہ چشتیہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے نیز دوسرے سلاسل عالیہ کی بھی اجازت پائی۔پیر ومرشد کے حکم پر کالپی کے اندر عبادت وریاضت میں مصروف ہوگئے ،مدتوں صائم الدہر رہے ،جس دل پر اپنی نگاہ تصرف ڈالتے ،وہ اللہ کے ذکر میں مصروف ہوجاتا ،چنانچہ ایک مرید نے یہ شعر کہا۔

دم عیسٰی اگر احیای گل کرد　　　دم جاں بخش و احیای دل کرد

حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبری سے سرفرا کیا تھا ،اپنی شادی کے وقت جالندھر گئے ،اکبر آباد (آگرہ) میں میر سید ابوالعلی نقشبندی کی خدمت میں پہنچے ،میر سید ابوالعلی ہنسنے لگے ،سید کے دل میں خیال آیا ،درویش کو قہقہہ سے کیا سروکار ،میر سید ابوالعلی ،سید کے اندیشہ قلبی سے آگاہ ہوگئے ،فرمایا ،مولوی معنوی کہتے ہیں۔

ہر بیضہ دل باش بان مانند مرغ پاسباں　　　کز بیضہ دل زایدت مستی وسکور قہقہہ

جب جالندھر سے آگرہ آئے ،میر ابوالعلی کو حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے جو کچھ ملا تھا ،آپ کو عنایت کیا ،کچھ دنوں حضرت میر کی خدمت میں بسر کیے ،جب آگرہ سے روانہ ہونے لگے تو سید کی پالکی میر سید ابوالعلی نے اپنے کندھے پر اٹھائی۔

آپ کے کمالات بہت بلند ہیں ،اپنے زمانہ کے بے نظیر ولی تھے۔ایک دن آپ کی ڈاڑھی کا ایک بال ٹوٹ گیا ،ایک شخص نے ادب کے ساتھ اسے اٹھالیا ،اس بال سے اللہ اللہ کا ذکر جاری تھا ،حاضرین بال سے ذکر الٰہی سن کر بے ہوش ہوگئے۔

آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) روائح بزبان عربی (۲) رسالہ تحقیق روح (۳) اسرار التوحید (۴) ارشاد السالکین (۵) رسالہ اتقیا (۶) عقائد صوفیا (۷) رسالہ عمل معمول ارادت (۸) تفسیر سورہ فاتحہ وغیرہ۔

آپ کا یہ شعر ہے۔

چناں ز عشق مرا مست و بے خبر کردند　　　اگر سرم برود مستیم ز سر نرود
قلم شکستم و اوراق شستم و دیدم　　　کہ غیر یاد توای دوست جملہ بے کار است

۲۶ رشعبان المعظم ۱۰۷۱ھ بروز منگل رحمت حق سے جاملے۔آپ کا مزار مبارک کالپی شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت حاجی جنید رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاولیا کے بہت بڑے یار اور ان سے روحانی استفادہ کرنے والوں میں سے تھے۔آپ کا زاد بوم اکبر آباد

کے توابع کا ایک قریہ ہے جدھر سے دریائے جمنا بہتا ہے۔ محبت الٰہی کے جذبات سے سرشار ہو کر حرمین شریفین کے سفر پر روانہ ہوئے، دوران سفر محرم اسرار شیخ امکار ولی کامل کی خدمت میں پہنچے اور ان کے مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ شیخ امکار پر استغراق کا اتنا غلبہ تھا کہ کسی نے آپ کے جسم پر پیراہن پہنایا اور دوسرا پیراہن اتارا، انہیں اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ آپ چند دنوں ان کی خدمت میں رہے پھر وطن لوٹ آئے۔ شیخ امکار کے حالات اس کتاب میں اپنی جگہ پر آرہے ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت میر عبدالمومن اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بمشاہدہ محبوب دائم در مسرت وشادی، حضرت میر عبدالمومن اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ قطب الاولیا کے خلیفہ جلیل ہیں۔ حاجی ولی گوالیاری، میر وارث نظام آبادی، شیخ کمال کراکی، میر مظفر بھی آپ کے خلفا ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالحکیم موہانی رحمۃ اللہ علیہ

بزمان خویش بقدم صبر لاثانی، حضرت شیخ عبدالحکیم موہانی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ قطب الاولیا کے عظیم المرتبت خلفا و مریدین میں ہیں۔ اپنے اسلاف کی روش پر قدم ثابت وہمت راسخ رکھتے تھے۔ طریقہ نسبتی وشکستگی ورضا وتسلیم کا آپ پر غلبہ تھا۔ صبر واستقامت کی چٹان تھے۔ آپ کے جسم میں جوئیں پڑ گئی تھیں، انہیں جدا نہ کرتے، اگر کوئی جوں گر جاتی، اٹھا کر جسم پر رکھ لیتے اور کہتے، رازق مطلق نے تمہارا رزق میرے جسم سے متعلق کر دیا ہے، شرط ادب کے خلاف ہے، کہ میں تم سے نفرت کروں، آپ پر سماع کی حالت غالب رہتی، سید شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے قصبہ موہان میں ملاقات کی تھی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ کمال افسری رحمۃ اللہ علیہ

ملک معرفت بسروری، حضرت شیخ کمال افسری رحمۃ اللہ علیہ:
آپ قطب الاولیا کے خلیفہ ہیں، فقر وغنا اور درویشی میں حظ کامل اور حصہ وافر رکھتے تھے۔ عبادت وطاعت اور مریدوں کی اصلاح نفس میں ہمیشہ مصروف رہتے، دہلی میں قیام تھا وہیں وصال کیا، فاضل کامل، ماہر شاعر تھے، فصیح وبلیغ زبان میں کلام کرتے۔

موج :۔ احوال حضرت عاشق محمد رحمۃ اللہ علیہ

مقبول آفاق، شیر بیشہ اذواق، واصل بانوار سرمد، کامل زمانہ حضرت عاشق محمد رحمۃ اللہ علیہ:
آپ قطب الاولیا کے محبوب ترین مرید ہیں، آپ سے عجیب وغریب حالات وواقعات صادر ہوتے، ہمیشہ

شوق عشق، وردو سوز معشوق میں جلتے رہتے۔ صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں، ایک دن جنگل سے گزر رہے تھے، شیر آپ کے سامنے آگیا، بے خوف وخطر شیر کے سامنے کھڑے ہوکر کہا۔

بہر رنگی کہ خواہی جامہ می پوش — کہ من از جلوہ آں قد شناسم

یہ سنتے ہی شیر پلٹ گیا اور آپ پر حملہ آور نہ ہوا۔ قطب الاولیا کے وصال کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لیے حجاز کا سفر کیا، سعادت زیارت سے مستفیض ہونے کے بعد واپس آئے، جب برمجنون پہنچے، معاملات باطن منکشف ہوئے، پتہ چلا، کہ یہی برمجنون آپ کی جائے وصال اور مدفن ہے، مسکرا کر فرمایا، ہمیں اس مقام پر سونا چاہیے۔ سامان سفر، حمال، مصحف شریف، دوسری کتابیں ایک رفیق سفر کے حوالے کیا اور ایک درویش کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا، یہ امانت اس درویش کو پہنچادیں۔ دوران سفر ریگستان میں لیٹ گئے اور اسم الہی کا ورد کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے حوالے کی۔ قافلہ روانہ ہوا، آپ کے ہمراہی جو قافلہ کے ساتھ چل رہے تھے، انہیں اتنی فرصت نہ ملی، کہ آپ کو دفن کرسکیں، جب کچھ دور پہنچے، انہوں نے دیکھا، کہ آپ کی لاش مبارک پر ریت کا انبار جمع ہوگیا ہے اور لاش چھپ گئی ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

موج :- احوال حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ

ہمدم نسیم وصال، از دولت دین مالا مال، از افاضل علما و صوفیا اکمل، رئیس العاشقین حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت قطب الاولیا کے افضل و اکمل مرید و خلیفہ ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو تصرفات قوی اور عشق صادق کی دولت وافر اور دست گیری کی قوت عطا کی تھی۔ آپ نے قطب الاولیا کی طرح پوری زندگی اتباع سنت اور طریقہ نقشبندیہ میں بسر کی۔ اکثر شہبازوں نے ان کی تلقین سے بلند درجہ حاصل کیا۔ ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔ بیاض الاولیا میں آپ کے زیادہ احوال مندرج نہیں تھے۔

شاہ محمد کاظم جو آپ کے پوتے حضرت شاہ غلام قطب الدین مرحوم کے مرید ہیں ان کا ذکر آگے آرہا ہے، وہ لکھتے ہیں، کہ آپ کا سلسلہ نسب ان عباسی شیوخ سے ملتا ہے، جو اہل خلافت نہیں تھے۔ ضلع غازی پور کے قصبہ سید پور بھتری کے رہنے والے تھے۔ شروع میں جون پور آگئے اور ملا نورالدین سے علوم وفنون کی تحصیل کی، چھ مہینہ تک درس وتدریس میں مشغول رہے، دفعتاً جذبہ عشق الہی کا غلبہ ہوا، درس وتدریس کی وادی کو چھوڑ کر کالپی پہنچے اور ایک درویش کے حلقہ میں داخل ہوگئے اس درویش نے پوچھا، تم علم حاصل کرنے آئے ہو؟ جواب دیا، میں کتب متعارف کو پڑھ چکا ہوں، اب علم روحانی کے لیے کسی درویش کامل کی جستجو میں نکلا ہوں، اس درویش نے بر سبیل انکار کہا بہتر ہے لیکن میر سید محمد کے جال میں نہ پھنسنا، کہا، لوگ تو انہیں واصلان حق کے زمرے میں شمار کرتے ہیں، کہاں ان کے حال پر گریہ وبکا اور رونا دھونا غالب ہے، واصلان حق کو گریہ وزاری سے کیا تعلق؟ ایک سپاہی وہاں موجود تھا اس نے یہ رباعی پڑھی ۔

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت — اندراں برگ ونوا صد نالہ ہای زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست — گفت مارا جلوہ معشوق درایں کار داشت

حضرت نے فرمایا، اس سپاہی کا یہ شعر پڑھنا میر سید محمد کی روحانیت کی کرامت ہے کہ غیب سے آپ کو جواب مل گیا۔

ایک مدت ان کی خدمت میں رہنے کے بعد مرید ہو گئے اور سلاسل عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ کی اجازت وخلافت پائی۔ خاندان چشت میں مرید ہونے کے باوجود سیر وسلوک میں نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ ریاضت شاقہ، مشقت فوق الطاقۃ، مجاہدہ سے مشاہدہ کی منزل میں پہنچے۔ مرشد سے اجازت پا کر شہر الہ آباد آئے۔ کمال توکل وقناعت کے ساتھ مسند ارشاد پر بیٹھے، ایک دنیا آپ کی عقیدت کیش بن گئی۔ شروع شروع میں نذر وفتوح قبول نہ کرتے اور اپنی گزر وقات کے لیے کتابت کا پیشہ اختیار کیا۔ جب مرشد برحق کو معلوم ہوا کہ آپ کا ذریعہ معاش کتابت کی اجرت ہے، یک خط لکھا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنے گزر اوقات کے لیے کتابت کا پیشہ اختیار کیا ہے، انسان شکم خوری کے لیے کاغذ کھاتا ہے، نشاستہ بنا کر کاغذ پر لکھتا ہے اور سے بیچ کر کھانے کا انتظام کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کو کب یاد کرتا ہے جو چیزیں غیب سے حاصل ہوتی ہیں بے عیب ہوتی ہیں۔

اسی دن سے آپ نے فتوح قبول کرنا شروع کیا۔ کچھ دنوں بعد گنگا اور جمنا کی طغیانی کے سبب حاکم نے اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے حکم سے شہر نو آباد کیا، نئے شہر میں حضرت کے لیے ایک کشادہ عمدہ مکان اور مسجد تعمیر کی پھر آپ شہر نو میں آباد ہو گئے، شہزادہ فرخ سیر تسخیر سلطنت کے لیے عظیم آباد سے دہلی کی طرف روانہ ہوا، الہ آباد پہنچا اور حضرت کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے معز الدین بادشاہ کو فتح اور سلطنت دہلی کی بشارت سنائی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فتح دہلی کے بعد فرخ سیر نے خانقاہ اور درویشوں کے اخراجات کے لیے دو لاکھ روپیوں کی جاگیر عطا کی۔

آپ کی لاش مبارک کو غسل دینے کے وقت شاہ خوب اللہ نے استنجا کے لیے کلوخ اٹھایا تا کہ حضرت کے مقام استنجا سے مس کریں، حضرت نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، انہوں نے کہا، میں خوب اللہ ہوں، مجھ سے خلاف شرع کوئی کام نہیں ہو سکتا، یہ سنتے ہی شیخ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شرح گلستاں (۲) شرح بوستاں (۳) شرح یوسف وزلیخا (۴) تذکیر دل پسند (در علم سلوک) (۵) شرح الفصوص علی وفق النصوص (۶) فتح الاغلاط (۷) رسالہ عربیہ وفارسیہ (در بحث ایمان) (۸) فرعون بے عون (۹) شرح قصائد خاقانی (۱۰) سیر منظوم وغیرہ جو پچاس جلدوں میں ہے۔ (۱۱) شرح ہر شش دفتر مثنوی مولوی معنوی۔

آپ کی عمر شریف ۹۲ رسال ہوئی۔

۱۵ رذی الحجہ کو جان جاں آفریں کے حوالے کردی۔ آپ کی تاریخ وصال ''کان الشیخ قطبا'' سے برآمد ہوتی ہے۔

مخزن کائنات میں یہ قطعہ تاریخ مرقوم ہے ۔

شیخ افضل کہ بود از اوتاد　　　مسکنش بود در الہ آباد

صاحب فضل و صاحب عرفان — مصدر علم و منبع احسان
ہاتف غیب گفت از اجلال — باغ سبحان بخوانش سال وصال

موج :۔ احوال حضرت شاہ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

برگزیدہ برگزیدگان، پسندیدہ تر پسندیدگان، درویش کامل بلا اشتباہ، حضرت شاہ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:
آپ شاہ محمد یحیٰی کے نام سے مشہور ہیں۔ شیخ محمد افضل کے بھتیجے، داماد، مرید و خلیفہ ہیں۔ جامع علم ظاہری و باطنی تھے۔ تمام علوم تیرہ سال کی عمر میں حاصل کیے۔ مرشد کی تربیت کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کر کے سلوک کی منزلیں طے کیں اور اپنے پیر و مرشد کے قدم بہ قدم چلے۔ ۲۰ رسال تک انتہائی ہمت و جواں مردی کے ساتھ اخلاق کریمانہ اور بذل و ایثار کے ساتھ طریقہ خلافت کو انجام دیا۔ مریدوں اور طالبوں کی تعلیم و تربیت میں آپ کو بڑی قوت حاصل تھی۔ اکثر شہباز آپ کی تربیت سے مرتبہ ارشاد کو پہنچے۔ عمر کے آخری ایام میں شرق کا سفر کیا، وہاں عالم غیب سے انہیں معلوم ہوا کہ تمہیں مرتبہ قطبیت پر فائز کر دیا گیا ہے، پاؤں سے چلنے کی طاقت ختم ہو جائے گی، جلد وطن چلے جاؤ، حضرت وطن لوٹ آئے، وطن پہنچتے ہی کسی مرض کے بغیر چلنے پھرنے کی قوت سلب ہو گئی۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، ان میں سے کتاب **قول الصحیح فی کتاب التسبیح ، کلام المفید فیما یتعلق بالشیخ والمرید ، کلمات المؤتلفة فی المقاصد المختلفة ، بضاعة مزجاة و ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابة اهل بیت الامجاد، تزئین الاوراق فی مخترق السبع الطباق، خلاصة الاعمال ، وفیات الاعلام** (ملا جامی قدس سرہ کی کتاب نفحات الانس کے طریقہ پر) اور مکاتیب کی چار جلدیں جو حقیقت تصوف کے بیان میں ہیں۔ یہ تمام کتابیں شہرہ آفاق ہیں۔

آپ کے خوارق و کرامات بہت زیادہ تھے۔ رمضان کے مہینے میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے، کھانے پینے کے باوجود بول و براز کی حاجت نہ ہوتی، ۲۹ رمضان کو غروب آفتاب سے بہت پہلے فرمایا، امید غالب ہے کہ شام کو عید کا چاند نظر آئے گا، اس لیے کہ قضائے حاجت کا احساس ہو رہا ہے۔

۲۷ رمضان کی رات میں لوگوں نے سورہ حدید لکھنے کے لیے حضرت کو سفید کاغذ دیا، اسے اپنے جیب میں رکھ لیا اور نماز تراویح میں مصروف ہو گئے، نماز تراویح سے فراغت کے بعد وہ کاغذات لوگوں کے حوالے کر دیے، لوگوں نے ان میں سورہ حدید لکھی ہوئی پائی۔

۲۲ رجمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔ اپنے مرشد کے مزار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ''**کان الشیخ قطبا**'' تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت حاجی شاہ محمد فاخر محدث رحمۃ اللہ علیہ

حاجی، ناجی، در معاملات درویشی ناصر، حضرت حاجی شاہ محمد فاخر محدث رحمۃ اللہ علیہ:

بچپن ہی میں نانا شیخ محمد افضل سے مرید ہو گئے تھے۔ تربیت وتلقین اور طریقہ مجاہدہ اپنے والد بزرگوار شاہ خوب اللہ سے حاصل کیا۔ آپ علم ظاہر وباطن کے جامع تھے۔ علم ظاہر اپنے بڑے بھائی شیخ محمد طاہر مرحوم سے حاصل کیا۔ حاصل کلام، حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو شان عظیم، ہمت بلند اور نفس قاطع عطا فرمایا تھا۔ فی الحقیقت آپ مادرزاد ولی تھے، جس دن پیدا ہوئے آپ کی بہن دیکھنے کے لیے گئیں، آپ نے بہن کو سلام کیا، ۲۱ رسال کی عمر میں اپنے والد کی جگہ مسند خلافت پر بیٹھے اور صحرائے ضلالت کے گمراہوں کو ہدایت بخشی۔ جب اٹھائیس سال کی عمر ہوئی، اچانک حرمین شریفین کی زیارت کا خیال پیدا ہوا، دوبار مکہ مکرمہ گئے، پھر وطن واپس لوٹے۔ شیخ محمد حیات مدنی محدث سے سند حدیث حاصل کی چنانچہ تیسری مرتبہ جب مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا، برہان پور پہنچے، موت نے مہلت نہ دی اور جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

وہ ۱۱ر ذی الحجہ کا دن تھا، آپ کی تاریخ پیدائش ''خورشید'' ہے اور تاریخ وصال ''زوال خورشید'' ہے۔

آپ کی مصنفات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے **درۃ التحقیق فی نصرۃ المصدیق، قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین ونور السنۃ** وغیرہم ہیں۔

موج :- احوال حضرت شاہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ

صاحب دولت مادرزاد، از رسم علائق آزاد، باحوالش خلق فاخر، حضرت شاہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ خوب اللہ کے دوسرے صاحب زادے ہیں، اپنے بھائی کی طرح آپ بھی مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی میں شاہ محمد افضل سے شرف بیعت حاصل کیا اور تلقین وہدایت اپنے والد سے حاصل کر کے تکمیل کے مرتبہ پر پہنچے۔ مجاہدہ اور ریاضت کی اتنی مشقتیں اٹھائی تھیں کہ جوانی ہی کے عالم میں بڑھاپے کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں ہو گئے۔ علوم ظاہری اپنے برادر بزرگ شیخ محمد طاہر اور ماموں ملا کمال الدین سے حاصل کیے۔ بڑے روحانی تصرفات رکھتے تھے۔

آپ کی تصانیف منتخب الاعمال وجواہر نفیسہ واذکار عشرہ وغیرہ ہیں۔

وفات کے وقت ارشاد فرمایا، میری موت کے بعد ہر طرف قحط ووبا کا دور دورہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۱۶۳ھ بروز بدھ بوقت مغرب دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی تاریخ وصال ''آہ! الہ آباد ویرانہ شد'' سے نکلتی ہے۔ حضرت شیخ محمد افضل کے روضہ کے باہر آپ کا مزار ہے۔

موج :- احوال حضرت شاہ غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ ہدایت کیش، بزرگ وعالی درویش، صوفی متین، حضرت شاہ غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد بزرگوار حاجی محمد فاخر محدث کے جانشین ہیں۔ اپنے چچا سے بھی تعلیم وتلقین پائی۔ بچپن ہی میں جب ان کے والد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ علم ظاہری کی تعلیم مختلف مقامات سے حاصل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل مولوی محمد برکت سے حاصل کی۔ آپ کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔

رسالہ دارالحرب، رسالہ متن منطق مع شرح، مثنوی بستان الحقیقت در جواب ودیعۃ البدیعہ سعی، کلیات دیوان۔

شاعری میں آپ کا تخلص معیبت ہے۔ آپ کے جلیل القدر خلیفہ حاجی شاہ محمد وارث الہ آبادی ہیں، حضرت داد ودہش، عشق وانکسار، اخفائے احوال اور کرامات پوشیدہ رکھنے میں بے نظیر تھے۔ ایک دن شاہ عاشور نامی درویش صاحب ولایت کو جو طریقہ نقشبندیہ میں جذب وکمال رکھتے تھے، جن کا دل ہمیشہ ذاکر رہتا، جس کی آواز اہل مجلس اپنے کانوں سے سنتے، انہوں نے حضرت سے فیض حاصل کیا اور عمر کے آخری حصے میں جذبہ شوق سے سرشار ہوکر مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کا سفر کیا، مدتوں بے قرار رہے، ایک دن کہا، میں نے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا وعدہ لے لیا ہے، پھر مدینہ سے مکہ آئے اور بیمار ہوگئے۔ حج کے ایام قریب تھے، شاہ محمد وارث اور دوسرے رفقا نے کہا، اس کمزوری کی حالت میں ہم حضرت کو جبل عرفات پر نہیں لے جاسکتے، آپ نے فرمایا، رسول علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص حج سے پہلے مرگیا، اس کے بارے میں رسول علیہ السلام نے فرمایا، وہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا، میرا حال اس شخص کے مطابق ہے، میں بھی قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا بیدار ہوں گا۔ مکہ معظمہ کے دوران سفر اپنے مرید وداماد شیخ محمد کاظم کو ایک پرچہ لکھ کر دیا، آپ کے وصال کے بعد جب مکہ سے وفات کی خبر پہنچی، لوگوں نے اس کاغذ کو غور سے دیکھا، اس میں لکھا ہوا تھا "میں مرنے کے لیے مکہ جارہا ہوں"۔ ذی قعدہ کی آخری تاریخ، ذی الحجہ کی پہلی رات ۱۱۸۰ھ کو وفات پائی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قبہ میں داہنی سمت مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ کریم اللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

برہان خداری، حضرت شاہ کریم اللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی کے مرید ہیں۔ اپنے وطن غازی پور سے تحصیل علم کے لیے الہ آباد آئے، پیر ومرشد کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور طریق مجاہدہ اختیار کیا۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حصول سعادت وزیارت کے بعد واپس ہوئے۔ مرزاپور متصل الہ آباد میں ایک غار کھودا، اس کے اندر داخل ہوئے، فرمایا، کہ غار کے منہ کو بند کردیں، چالیس سال تک اسی غار میں پڑے رہے، جب باہر نکلے بنارس تشریف لے گئے، آج تک گمنامی کی حالت میں مصروف عبادت وریاضت ہیں۔ تجرید وتوکل میں کمال رکھتے ہیں۔ شیخ خدا بخش فرزند بندگی جعفر کہتے ہیں، میں کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وطن جانے کی اجازت مانگی، فرمایا، کل فقیر کی کٹیا میں تمہاری دعوت ہے، میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا، کل ہی جانا ضروری ہے، انہوں نے کہا، ممکن ہے ٹھہرنا پڑے، رات کے وقت میری سواری کے سازوسامان میں خلل پیدا ہوا جس کی وجہ سے ٹھہرنا پڑا اور دوسرے دن آپ کی دعوت کھا کر روانہ ہوا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ فولاد رحمۃ اللہ علیہ

از طائفہ محبت دوداد، حضرت شاہ فولاد رحمۃ اللہ علیہ:

میر سید محمد کالپوی کے سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ لکھنؤ کے اندر دائرہ شیخ پیر محمد میں قیام کیا، آپ کو سرورانبیا علیہ السلام کی مجلس میں حاضری کا اکثر اتفاق ہوتا، دو بھائی محمد افضل اور محمد تقی امیٹھی کے حاکم تھے، طرح طرح کے ظلم وستم اور تشدد سے قطع نظر یہ دونوں بھائی صحابہ کرام پر سب وشتم کرنے میں بڑے بے باک تھے۔ مطالبہ کی بنا پر اپنے موکل کی قید میں آئے اور تکلیفیں اٹھائیں، ان دونوں نے حضرت کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے یہ مقدمہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ سرکار نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، فولاد! تم عمر کے دشمنوں کی سفارش کرتے ہو؟ سفارش قبول نہ کی جائے گی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ ارباب یقین، حضرت شاہ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ:

یہ بات مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے، تنگ وتاریک حجرے میں میرا ہاتھ شاہ افضل کے ہاتھ پر پڑا، معلوم نہیں کہ میں نے ان کا ہاتھ پکڑا یا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ حضرت کے فرزند کہتے ہیں، وہ دوسری خانقاہ کے مریدین ہیں، بہر حال آپ صاحب کمال اور ولی حال تھے۔ ابتداء الہ آباد میں شلالہ باغ کے دروازے پر قیام کیا۔ امیر خان امیر ایک دن خدمت میں حاضر ہوا اور نذر پیش کی، آپ نے قبول نہ کیا، فرمایا، تم اس صوبہ کے حاکم بنو گے، اس وقت یہ فقیر زندہ نہ رہے گا، حکومت کے زمانے میں میرے فرزندوں پر جو احسان کرو گے وہ بجا ہوگا، جب امیر خان صوبہ الہ آباد کا حاکم بنا حضرت وفات فرما چکے تھے، اس نے آپ کی قبر پر روضہ تعمیر کرایا اور خانقاہ کے اخراجات کے لیے چند گاؤں جاگیر میں دیے۔ آج تک حضرت کی اولاد ان جاگیروں پر قابض ومتصرف ہے۔

موج :۔ احوال حضرت حافظ امان اللہ بن نور اللہ رحمۃ اللہ علیہما

تلقین یافتہ ارواح، درویش صاحب فلاح، درکسوت گداشاہ، حضرت حافظ امان اللہ بن نور اللہ رحمۃ اللہ علیہما:

آپ حسین بنارسی کے فرزند ہیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، آپ حافظ، عالم متبحر تھے، علم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں شہر لکھنؤ کے منصب قضا پر فائز رہے بالآخر الہ آباد آکر شاہ محمد یحییٰ معروف بہ شاہ خوب اللہ سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ بالآخر آپ کو شیخ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے نسبت پیدا ہوگئی۔

حافظ امان اللہ نے اصول فقہ میں ایک متن ''مفسر'' کے نام سے تحریر کیا اور پھر اس کی شرح ''محکم الاصول'' کے نام سے تحریر کی۔ نیز تفسیر بیضاوی وعضدی، تلویح، حاشیہ قدیم، شرح مواقف، شرح حکمت العین، شرح عقائد، ملا جلال، دوانی وغیرہ پر حاشیے لکھے۔ مناظرہ رشیدیہ پر بھی حاشیہ لکھا۔ کتاب کے اہم مباحث پر ایرادات قائم کیے۔ مسئلہ حدوث دہری میں ملا محمود جون پوری اور میر باقر استرآبادی کے درمیان جو اختلاف ہے اس پر محاکمہ کیا۔ یہ ساری کتابیں راہ سلوک وتصوف اختیار کرنے سے پہلے معرض وجود میں آئیں۔

۱۱۳۳ھ میں وفات پائی۔ بنارس کی تاریک زمین کو اپنے انوار سے منور کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ

خدیو ملک تجرد، رئیس اقلیم تفرد، لائق آفرین و تحسین، حضرت شیخ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سلطان محمود جون پوری کی اولاد سے اور حضرت شاہ خوب اللہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بچپن ہی میں تحصیل علم کے لیے الہ آباد تشریف لائے۔ دائرہ متبرکہ شاہ خوب اللہ میں حضرت کے بڑے صاحبزادے ملا محمد طاہر سے کتب متعارفہ کا درس لیا پھر حضرت شاہ خوب اللہ سے مرید ہو گئے۔ ریاضت شاقہ کے ذریعہ مرتبہ تکمیل تک پہنچے، پوری زندگی قید معاش سے آزاد رہے، جوانی میں نکاح کیا تھا، کچھ سال بعد آپ کی اہلیہ نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑ کر وفات پائی۔ پھر آپ نے شادی نہ کی۔ پوری زندگی مجرد و مسافر رہے اور حجرہ و خانقاہ کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ سلسلہ چشتیہ میں مرید ہونے کے باوجود بعض امور میں سلسلہ نقشبندیہ کے طریقے کے پابند تھے۔ سرود و سماع سے ذوق آشنا نہ ہوئے۔ انکساری و سخاوت آپ کے مزاج میں رچی بسی تھی، آپ اپنے زمانے کے ولی کامل تھے۔ اخیر عمر میں بعض بزرگوں کے حکم پر فرخ آباد آئے اور اپنے وصال ۵ رجمادی الثانیہ ۱۱۱۲ھ تک دو سال مقیم رہے۔

وفات کے وقت یہ اشعار بے اختیار زبان پر جاری تھے۔

شفیع ما باعجاز شفاعت گنہ را کرد رنگیں پر ز طاعت

کمال صنعت مشاطہ باید کہ روی زشت را زیبا نماید

موج :۔ احوال حضرت میر سید احمد کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

محرم اسرار وحدت و کثرت، سراج دین و دولت، نور و مظہر میر سید محمد کاشفی، برہان اصفیا حضرت میر سید احمد کاشفی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت قطب الاولیا کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ جلیل القدر ولی، سراج عاشقاں اور برہان عارفاں تھے۔ ذوق سماع بہت زیادہ تھا۔ اخلاق حسنہ اور تواضع کے مظہر اتم تھے۔ کرامتوں کے ظہور، صدور برکات کی بنا پر مشہور انام اور مقبول خاص و عام ہو گئے۔ صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں، جس شخص کی نظر آپ کے جمال حال پر پڑتی، بے اختیار پکار اٹھتا "ماھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم"۔

قطب الاولیا آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ محمد و احمد ایک ہیں۔ فضائل علیہ اور شمائل سنیہ کے باوصف تواضع و انکساری کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے تھے، مگر جب خواجہ بزرگ کی زیارت کے لیے اپنے والد کے ساتھ اجمیر شریف گئے، وہیں خرقہ خلافت و اجازت سلسلہ (چشتیہ) اور سماع و سرود حاصل کیا۔ اسی دن سے اپنے والد کے طریقہ کے خلاف سرود و سماع میں ذوق بہم پہنچایا۔ آپ کی توجہ و تصرف اہل دنیا اہل دونوں کے دل پر یکساں اثر کرتی، جب اکبر آباد پہنچے، مجلس سماع قائم کی، تو اورنگ زیب عالم گیر کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، سماع رد کنے کے

لیے ایک شخص کو اکبر آباد بھیجا، جب شاہی پیغام پہنچا، آپ نے سرود و سماع موقوف کر دیا اور اس شخص سے کہا، کہ میری ضیافت قبول کرو، آپ نے ایک نعرہ بلند کیا، سنتے ہی وہ شخص بے ہوش ہو گیا اور آپ سماع سننے لگے، وہ شخص بھی ہوش میں آنے کے بعد سماع سننے لگا، پھر اس نے یہ ماجرا بادشاہ سے بیان کیا، بادشاہ نے محمد امین خاں ایرانی جو اقامت شریعت میں بڑی جد و جہد کرتے تھے، اور سماع سننے والوں سے متحارب رہتے کو اکبر آباد بھیجا، جب محمد امین خاں ایرانی حضرت کی مجلس سماع میں داخل ہوا، آپ کے تصرف سے بے ہوش ہو گیا، محمد امین خاں ایرانی نے یہ کیفیت شہنشاہ اورنگ زیب سے بیان کی، بادشاہ نے کہا، تو نے سنیوں کی کرامت دیکھی؟ اس نے کہا، ہاں! اس کے بعد اورنگ زیب نے آپ کی خدمت میں بہت سارے ہدیے بھیجے اور آپ کی مناسب حال تعظیم و تکریم کی اور عذر و معذرت کے بعد ملاقات کی جازت طلب کی، محمد امین خاں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شیخ ضیاء اللہ بلگرامی یہ شعر لکھتے ہیں ؎

کالپی مکہ بلگرام یمن	ای تو احمد منم اویس قرن
کالپی را کم از مدینہ مداں	کہ ظہور محمد است دراں

مشاہد الصوفیہ در شرح عقائد نسفی آپ کی تصنیف ہے، فارسی اشعار میں آپ کا تخلص کاشفی تھا۔ ۱۹ر صفر ۱۰۸۴ھ ۲۷ رسال کی عمر میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

صوفی عالی قدر، قدم بقدم جد و پدر، از افاضل اہل اللہ، عاشق بکمال حضرت شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاہ جی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے والد ماجد میر سید احمد کے سجادہ نشیں ہیں، اپنے پدر بزرگوار اور جد نامدار کی روش پر سجادہ احمدی اور طریقہ محمدی پر گامزن رہے۔

صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں، ذوق و شوق، اخلاق و تواضع اور تمام صفات رضیہ اور حالات مرضیہ میں بے نظیر تھے۔ جود و کرم، ایثار و انکسار بدرجہ اتم رکھتے تھے۔

ایک بار کالپی میں ایسا سخت قحط پڑ ا، کہ وہاں کے باشندے بہت پریشان ہوئے، حضرت کو جو کچھ ملتا، سب محتاجوں کو بخش دیتے اور خود رات دن میں ایک مرتبہ بہت مختصر غذا تناول فرماتے، جب تک قحط سالی رہی، کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا۔ سبحان اللہ خدا کی رضا جوئی کس قدر محبوب تھی، جامع الہدایات آپ کی کتاب ہے، جو اذکار و اشغال اور حقائق و معارف سے معمور ہے۔

۱۴ رذی الحجہ ۱۱۱۱ھ میں جوار رحمت ایزدی سے جا ملے۔ آپ نے اپنے بعد چار بیٹے چھوڑے (۱) سید محمد یوسف (۲) میر سید اشرف (۳) میر سید آصف۔ یہ تینوں بھائی صلاح و تقوی کے زیور سے آراستہ اور تمام صوری و معنوی نقائص سے پیراستہ، مورد افضال کسبی و وہبی تھے۔ چوتھے بھائی سلطان ابو سعید جو بطان صوفیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آبا و اجداد کرام کے سجادہ نشیں تھے۔ آپ فضیلت و کمالات اور عجائب حالات سے موصوف، شمائل علیہ فضائل سنیہ، دوام حضور، ذوق سرور، عشق و انکسار، بذل و ایثار کا پیکر تھے۔ ۱۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کے دو صاحب زادے

تھے۔ (۱) سید قطب عالم ان کے چار صاحب زادے تھے۔ (۲) سید احمد سعید جو بڑے متقی اور پرہیزگار تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ (الف) صاحب بذل وجود، سلطان مقصود (ب) ازلی محمود، سلطان مسعود، سید احمد کے لڑکے تھے، جو علوم صوری ومعنوی کے جامع تھے۔ بذل وایثار، عشق وانکسار میں اپنے اجداد کے طریقے پر قائم رہے۔ اکثر کتابوں پر سلطان مقصود کے حواشی مشہور ہیں۔ سلطان مسعود نے سکندرہ میں قیام کیا۔ دونوں بزرگ تھے۔ سلطان مقصود ۱۱۲۳ھ اور سلطان مسعود نے ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ جانی رحمۃ اللہ علیہ

محرم اسرار رحمانی، حضرت شاہ جانی رحمۃ اللہ علیہ:

سرونجہ کے باشندے، میر سید احمد کے محبوب ترین مرید ہیں۔ صاحب ذوق وشوق اور نشہ درد دلدار سے سرشار تھے۔ چنانچہ اس شعر میں فرماتے ہیں۔

کاشفی لطف کرد بر جانی　　　سومناتی شدہ مناجاتی

اکثر وبیشتر لوگ ان کے فیض تربیت سے مراد تک پہنچے۔

موج :۔ احوال حضرت سید لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سرشار خم خانہ توحید، باستدعائے عاشق ہل من مزید، مائل بفنائے گمنامی، فرد وقت حضرت سید لطف اللہ معروف بہ شاہ لدھا بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

افاضل صوفیا اور اولاد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے تھے۔ بڑی شان اور حال قوی کے مالک تھے۔ شاہ جانی سرونجی آپ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

حقا کہ ثنائے اوزبان را ہوس است　　　شیرینی نام اودہان راہوس است

لدھای زمانہ سید لطف اللہ　　　خاک در او شدن جہاں را ہوس است

صاحب انیس المحققین لکھتے ہیں، سید ابوالواسطی کے اولاد واحفاد میں ہیں، جن کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام زین العابدین تک پہنچتا ہے، آپ کی مجموعہ برکات ذات گرامی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور تجلیات ربانی کا نور تھی۔ آپ ذات الٰہی کے سچے عاشق، غیر متناہی اسرار حقیقت سے آشنا کہ آپ کے عجائب کمالات کی کوئی انتہا نہ تھی، آپ کے مرشد برحق میر سید احمد کاشفی نے وفات کے وقت اپنے فرزند شاہ فضل اللہ سے ارشاد فرمایا، اگر درد کشی عامہ کی خواہش رکھتے ہو تمہارے باپ دادا کے مرید وخلفا بہت ہیں، ہر جگہ سے فیض حاصل ہوگا، اگر خواجگان کا مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو، شاہ لدھا کی صحبت اختیار کرو، تصرف اور تقسیم کمالات میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ایک بادشاہ داؤد نامی درویش جو کثرت عبادت وریاضت کی وجہ سے بہت کمزور وناتواں ہوگئے تھے، خدمت میں آئے، کہا، مدتیں گزر گئیں، اپنے پیر ومرشد کے حکم پر مشقتیں برداشت کیں، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا، حضرت نے فرمایا، یہاں ٹھہرو،

تین روز بعد درویش نے سفر کا ارادہ کیا، اور کہا، اب مجھ سے ریاضت نہ ہو سکے گی، کیوں کہ میرے جسم میں قوت نہیں، اگر کیمیا کی طرح میرے قلب کے تانبے پر اثر انداز ہوں تو ریاضت ہو سکتی ہے، آپ نے فرمایا، تازہ وضو کرو، وضو کے بعد درویش کے کان میں کلمۂ حق پڑھا، اس پر جذب کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تین دن تک مدہوش رہا، جب ہوش میں آیا، اس کا جسم تندرست و توانا ہو گیا اور مراد کو پہنچا، شاہ لدھا نے ایسے مقام فردانیت کو محمد فیاض علی مرید شیخ محب اللہ الہ آبادی سے حاصل کیا۔

صاحب بیاض الاولیا لکھتے ہیں، کہ ناظم اودھ سربلند خاں زیارت کے لیے آیا، تو حضرت نے اس کی طرف توجہ نہ کی تھوڑی دیر بعد شفقت سے پیش آئے، اس نے پوچھا، صوفیوں کے مشرب میں اتنا اختلاف ہے کہ ان میں بعض ہمہ بدوست، بعض ہمہ از اوست اور بعض ہمہ اوست کے قائل ہیں، آپ نے فرمایا، ہم بھی کہتے ہیں، معانی میں اختلاف کا سبب "ہمہ" کا وجود ہے جب "ہمہ" کا خیال اٹھ جاتا ہے تو صرف وہی ہے پھر رہ گزر میں اسی کی تجلی نظر آتی ہے، ورنہ گلستاں میں سبزہ بیگانہ نہیں ہے۔ چالیس سال تک ساری ساری رات تنہا اپنے قصبے کے گرد و نواح میں نعرہ لگاتے ہوئے پھرتے رہے، عشق و ذوق کی باتوں کے سوا ان کی زبان سے کچھ نہ نکلتا، کلام آپ کے حقائق و معارف سے بھرے ہوئے، ملفوظات اور مکاتیب بڑے بڑے اولیا کے لیے بھی بڑے دقیق ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں ان کے بیان کی گنجائش نہیں، آپ اپنے زمانہ کے بے نظیر صوفیا میں تھے۔ لوگوں کو آپ کے علوئے مرتبت پر اتنا اعتقاد تھا، جو احاطہ تحریر سے باہر ہے، آپ اجلہ علمائے عظام اور حیرت التزام ائمہ اصفیا میں تھے۔ آپ کے خوارق عادات میں ایک کرامت یہ ہے کہ ایک رات اپنے گھر کی چھت پر کھانا کھا رہے تھے، چراغ بجھ گیا، چراغ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تو نے اتنی دیر توقف نہیں کیا کہ میں کھانے سے فارغ ہو جاؤں؟ یہ سنتے ہی چراغ روشن ہو گیا۔

ایک دن صحرا میں اپنے مرید سید محمدی کو بطور مراقبہ اشتغال باطن کی تلقین کر رہے تھے، دونوں مشاہدہ انوار کے شوق میں مستغرق تھے، اچانک سورج گرم ہو گیا، حضرت نے آفتاب کی طرف نظر کی، تھوڑی دیر کے بعد بادل کے ایک ٹکڑے نے آکر آفتاب کو ڈھک دیا، جب تک یہ حضرات محو ذوق رہے، آفتاب بادل کے حجاب سے باہر نہ آیا۔

آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال ہوئی، ۲۰ جمادی الاخری شب یک شنبہ ۱۱۴۳ھ میں جب آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی اور لوگ رونے لگے، آپ نے لوگوں کو رونے دھونے سے منع کیا اور یہ شعر پڑھا۔

عالم ہمہ آئینہ جمال ازلی است ۔ می باید دید و دم نمی باید زد

آپ کا مدفن بلگرام شریف میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ

محقق کار ہا دیدہ، بعد از مجاہدہ جام وصال چشیدہ، صوفی بے اشتباہ، کامل وقت حضرت میر سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ: میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی کے چھوٹے حقیقی بھائی ہیں۔ ابتداءً تحصیل علم و فن میں مشغول رہے۔ ملا ابو الفتح نوتنوی سے فاتحہ فراغت پڑھنے کے بعد دہلی گئے، حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین احمد بدایونی رحمۃ اللہ

علیہ کے مقبرہ میں درس دینے لگے اور سید نوراللہ احرار کے نام سے مشہور ہو گئے، آپ کے کمال عقیدت کی بنا پر وہاں کے امیروں نے بادشاہ دہلی کی طرف سے آپ کے معاش کے لیے گراں قدر وظیفہ مقرر کرا دیا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور شاہی سند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پوری زندگی فکر معاش سے بے نیاز رہے، درس و تدریس کا مشغلہ چھوڑ کر نامرادی اور اکتساب باطن کا طریقہ اختیار کیا، آخری دور میں آپ پر سکر کی کیفیت طاری ہوئی، اکثر و بیشتر نماز عشا کے اندر پوری رات رکوع یا سجدہ میں گزار دیتے، ایک دن جھک کر پانی سے بھرا ہوا پیالا اٹھانا چاہا، اسی وقت استغراق کی کیفیت طاری ہو گئی، تین روز تک اسی طرح جھکے رہے، کھانے پینے کی رغبت نہ رکھتے، پندرہ پندرہ روز تک کچھ نہ کھاتے نہ پیتے، جب لوگ ضد اور اصرار کرتے، کچھ کھا لیتے، اکثر و بیشتر گریبان چاک رکھتے اور شورش و دیوانگی کی باتیں کرتے، اہل و عیال رکھنے کے باوجود دنیاوی ساز و سامان سے بے نیاز رہتے، آپ کا ایک روحانی تصرف یہ ہے کہ وصال کے بعد آپ کے قرآن مجید کو جس میں تلاوت کرتے تھے ایک شخص چرا لے گیا، دوسرے حضرات اس چوری پر حیران ہوئے، خود ہی آپ نے رات میں فرمایا کہ چور نے فلاں جگہ قرآن رکھا ہے، اسے لے لو، صبح کے وقت لوگوں نے قرآن مجید اسی مقام پر پایا۔

۱۳ر شعبان ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ پیر عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

درکسوت دنیا عامل دین، درویش در حقیقت تلقین، مظہر بطون لطف اللہ، حضرت شاہ میر عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

سید لطف اللہ کے فرزند بزرگوار، اپنے عالی مرتبہ والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ تمام صوری و معنوی محاسن سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ مذاق توحید فقر و درویشی میں مرتبہ بلند اور درجہ ارجمند رکھتے تھے۔ آپ کی روش صوفیائے کرام کی جماعت کے خلاف نہ تھی، لیکن اپنے جمال کو اسباب سپہ گری کے لباس میں چھپا رکھا تھا، آپ شاعری بھی کرتے تھے، تخلص سحر تھا۔ قصص الانبیا آپ کی تصنیف ہے۔ ۲۴ر ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ بروز پیر وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت سید نور الحق رحمۃ اللہ علیہ

متوکل و متورع، متصوف و متشرع، دائم بحق مستغرق، حضرت سید نور الحق رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد بزرگوار کی روش پر سجادہ نشینی کے فرائض انجام دیے اور طاعت و ریاضت میں زندگی بسر کرتے رہے، سید لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ بڑے گراں قدر اور صاحب حالات و فقر بزرگ تھے۔ آپ کی وفات جمادی الاخری کی چاندرات ۱۱۷۷ھ میں ہوئی۔

(۱) سید محمدی، صاحب ممتاز و مرتاض (۲) قاضی محمد حافظ مرد، بزرگ و شاعر (۳) میر سید جعفر متخلص بہ روحی (۴) سید غضنفر، صاحب حالت و کیفیت فقر (۵) میر سید غلام مصطفیٰ، حضرت کے بھتیجے (۶) سید احمد، حضرت کے بھتیجے جو مرد کاسب اور چاشنی فقر سے آشنا تھے (۷) سید محمدی ابن سید جعفر (۸) سید شاہ نعمت اللہ، بڑے صاحب حال بزرگ

(۹) سید محب اللہ، صاحب ذوق وشوق (۱۰) قاضی محمد سلیم، تمام صوری ومعنوی فضائل سے آراستہ (۱۱) میر سید عین الدین مصنف شرح نزہۃ الارواح، مرد شاغل وذاکر، یہ سب کے سب میر سید لطف اللہ کے مرید ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ رحمت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہدہ راگمنامی، مقتدائے مقامات ناکامی، سید عالی جناب وگرامی، ابدال زمانہ حضرت شاہ رحمت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

بلگرام کے واسطی سادات میں ہیں۔ صاحب مآثر الکرام مولانا آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ آپ سید شاہ لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی کے مرید ہیں۔ سلطان العاشقین وبرہان العارفین تھے۔ عنفوان شباب ہی میں درد طلب نے بے چین وبے قرار کردیا، گھربار چھوڑ کر مرشد کی صحبت اختیار کی اور معرفت وعرفان کا پیالا نوش کیا، مستی کے عالم میں بیابان وصال کی طرف کوچ کیا، آزادی اور گرسنگی اختیار کی۔ بارہ سال ایک چادر، ایک ٹوپی اور تہ بند میں بسر کیے۔ پھر بلگرام آئے۔ بلگرام کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں سکونت اختیار کی۔ معمولی غذا مرشد کے گھر سے آجاتی، ذکر شغل کے علاوہ کسی اور کام میں رغبت نہ رکھتے، ابتدائے حال میں سکر ومستی آپ پر غالب رہی، بالآخر اطمینان کی کیفیت حاصل ہوئی، کسی کو مرید نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے ''فقیر کے نزدیک پیری اور مریدی محبت کا نام ہے''

آپ پر زہر کا مطلقا اثر نہ ہوتا، ایک دن پاگل ہاتھی کے سامنے گئے، ہاتھی بے حس وحرکت کھڑا ہوگیا، ایک دن دریائے گنگا میں کشتی سے چھلانگ لگادی، دریا کا پانی آپ کے زانو سے زیادہ نہ بڑھا۔ اس وقت زبان پر کلمہ توحید جاری تھا۔

۴؍ ربیع الآخر کی رات ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر فرحت نگر متصل ملانوہ میں ہے۔ ''رحمۃ اللہ علیہ'' آپ کی تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

مہر آسماں، مہر جاناں، برکمال کمل تواماں، فرزند صوری ومعنوی علی مرتضی، شیر کرامت حضرت میر سید غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید لدھا بلگرامی کے بھتیجے اور خلیفہ ہیں۔ تصوف میں مشرب عالی رکھتے تھے۔ درویشی کا نشہ دوچند تھا۔ حسن اخلاق اور تواضع کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں:

اپنے عم بزرگوار کی تربیت سے واقف اسرار وانوار الٰہی ہوئے، مگر اپنے راز سے کسی کو آگاہ نہ کیا۔ سربلند خاں کی سرکار میں ملازم رہے اور حلال طریقے سے کسب معاش کرتے۔ وفات سے پہلے آپ نے جو اشعار کہے، ان سے لطافت تکلم اور خرق عادات کا اظہار ہوتا ہے۔

رباعی

درخلوت ماواری یاری نیست | یعنی کہ بعرش وفرش اغیاری نیست
ماروح مجردیم نہ ز آلائش شرک | مارا بجنازہ وکفن کاری نیست

سربلند خاں اور راجہ گجرات کے درمیان جنگ میں شہید ہوئے، جنگ ختم ہونے کے بعد تمام شہدا کی لاشیں میدان جنگ میں ملیں، لیکن سید غلام مصطفیٰ کی لاش کو ہر چند تلاش کیا گیا، نہ ملی۔ یہ واقعہ شہادت ۸ ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ کو پیش آیا۔

موج :۔ احوال حضرت سید محمدی بن سید جعفر بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

موردان رتبہ عظامی، حضرت سید محمدی بن سید جعفر بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ لدھا کے افضل مریدوں میں سے ہیں۔ انیس المحققین میں لکھا ہوا ہے کہ ابتدائے حال میں علم تکسیر (تعویذ نویسی) میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، ان علوم میں آپ کی مہارت درجہ کرامت تک پہنچی ہوئی تھی، بالآخر جذبہ شوق الٰہی پیدا ہوا، مرشد کی تلقین سے تصوف میں مرتبہ بلند حاصل کیا اور صاحب مشاہدہ وکرامت بن گئے اور تمام دنیاوی تعلقات سے بے گانہ ہو کر زیارت کعبہ کا ارادہ کیا، اس کے بعد آپ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

واقف مصطلحات صوفیائے عالی شان، فوارہ مضامین غیب اللسان، مستغرق بلجہ محبت و وداد، بے نظیر وقت حضرت میر سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

بلگرام کے عالی درجات سادات واسطی سے ہیں، شعروسخن میں بے نظیر زمانہ تھے۔ آپ کا تخلص ''آزاد'' تھا، لیکن حقیقتاً آزاد مزاج تھے۔ ہمیشہ مشاہدہ ذات حق میں مشرب ابتہاج کے ساتھ زندگی بسر کرتے، نگارندہ، بحر زخار (وجیہ الدین اشرف) بعض روحانی معاملات کے مشاہدہ کی بنا پر ان کو عمدہ صوفی، صاحب حالات و برکات شمار کرتا ہے۔ امیروں سے مصاحبت اور مقدرت کے باوجود دنیا کی طرف مائل نہ ہوئے، بلکہ جو بھی دنیاوی مال ومتاع حاصل ہوتا، محتاجوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ سید لدھا بلگرامی کے مرید ہیں۔ اپنی کتاب مآثر الکرام میں جو علما اور اولیا کے حالات پر مشتمل ہے، اپنے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

بندہ نسباً حسینی، اصلاً واسطی، مولداً ومنشاً بلگرامی، مذہباً حنفی اور طریقتاً چشتی ہے۔ بچپن میں مسجد حرام کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، سرکار علیہ السلام نے از راہ کرم نوازی و ذرہ پروری چند باتیں مجھ سے دریافت کیں، وہ لذت اشتیاق ہمیشہ میرے دل میں گوشہ نشیں رہی۔ میرے کلام کی پسندیدگی کا سبب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ہم کلام ہوئے۔

علم ظاہری کی تکمیل شادی اور فرزند کی ولادت کے بعد ۱۱۵۰ھ میں تن تنہا بیت اللہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کہتے ہیں، جب میں سرونجہ پہنچا، پیروں میں آبلوں کے زخم کی وجہ سے آگے چلنے کی سکت نہ رہی۔ اچانک نواب آصف جاہ کا قافلہ وہاں پہنچا، باوجودیکہ میں نے مدت دراز تک مالداروں کی تعریف میں زبان نہ کھولی تھی، یہ رباعی لکھ کر نواب سے مدد کا طالب ہوا۔

ای حامی دین محیط جودواحساں	حق داد ترا خطاب آصف بجہاں
او تخت بدرگاہ سلیماں آورد	تو آل نبی رابدر کعبہ رساں

میں نے اس رباعی، دو قطعہ اور دو شعر کے علاوہ اپنی شاعری میں دنیاداروں کی تعریف نہیں کی ہے، نواب آصف جاہ نے زاد سفر اور سواری سے میری مدد کی، وہاں سے میں نے منزل مقصود کا عزم کیا، جدہ میں حضرت شاہ محمد فاخر سجادہ نشیں شاہ افضل الہ آبادی نے مجھے تلاش کیا اور شفقت و مروت کے ساتھ مجھ سے ملے، احوال دریافت کیے، میں وہاں سے مکہ مکرمہ گیا، بیت اللہ کی زیارت کے بعد مدینہ پہنچا اور آستانہ رسول کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا، صحیح بخاری حضرت شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے پڑھ کر سند حاصل کی اور مولانا موصوف سے صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث کی سند حاصل کی، وہاں سے مکہ مکرمہ آیا، مناسک حج ادا کیے، اپنے حج کی تاریخ ''عمل اعظم'' سے برآمد کی، مکہ اور طائف میں شیخ عبدالوہاب طنطاوی کی صحبت اختیار کی اور ان سے بھی سند حدیث حاصل کی، وہیں حضرت عبداللہ بن عباس کے مزار پر حاضری دی، ان کی مدح میں یہ قطعہ کہنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا

اے صبا رو بمزار پسر عم نبی	خاک آں روضہ کم از عنبر تر نہ شناسی
کردہ ام خوب تماشہ چمن طائف را	نرسد ہیچ گل او بگل عباسی

پھر جہاز پر سوار ہو کر وطن کے لیے لوٹا، یمن کی بندرگاہ پر کشتی کو لنگر انداز کیا اور بندرگاہ کی سیر کی، وہاں حضرت شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی زیارت کی، پھر روانہ ہو کر سورت کی بندرگاہ پر پہنچا، وہاں سے اورنگ آباد آیا اور اورنگ آباد کے اندر شاہ بابا مسافر نقشبندی کے تکیہ میں گوشہ نشین ہو گیا۔ وہاں سے اکثر و بیشتر دکن کے شہروں کا سفر کیا، امیروں اور مالداروں کی طرف ہرگز توجہ نہ کی۔ باقی عمر بھی وہیں گزاردی۔

دکن میں نواب آصف جاہ کے صاحب زادے نظام الدولہ نے آپ کے ساتھ عقیدت و ارادت کا رشتہ قائم کیا۔ ہر چند دوستوں نے منصب اور دولت کا قصد کیا، سید آزاد نے قبول نہ کیا اور جو گاؤں خرچ کے لیے جاگیر میں ملے تھے، پوتے کی موجودگی میں سب اللہ کی راہ میں وقف کر دیے، آپ کی تصانیف (۱) ''تسلیۃ الفواد فی قصائد آزاد'' جو عربی زبان میں نبی علیہ السلام کی مدح میں ہے۔ (۲) مآثر الکرام جو علمائے ظاہر و باطن کے احوال میں ہے۔ (۳) دیوان شعر جو رنگارنگ مضامین سے پر ہے۔

غلام علی آزاد اپنی وفات کے وقت اپنی انگلیوں پر تسبیح پڑھتے رہے، آپ کے پوتے میر امیر حیدر کمال صلاح و تقوی سے آراستہ، علوم و معارف کے زبردست ماہر اور مسند تدریس کو زینت دینے میں مشہور ہیں۔ سید آزاد بلگرامی نے بمقام خلد آباد ضلع اورنگ آباد ۲۱ ذی قعدہ بروز جمعہ بوقت شب ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔ امیر حسن علا سجزی مرید شیخ نظام الدین اولیا کے مقبرے میں دفن کیے گئے اور جوار رحمت حق میں داخل ہوئے۔ ''آزاد'' آپ کا مادہ تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد میدان درد، در عشق دجواں مردی فرد، نقادہ دودمان حضرت احمد، عاشق صادق حضرت میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ:
آپ میر سید عبد الجلیل واسطی بلگرامی کے صاحب زادے ہیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، کہ سید لدھا بلگرامی کے مرید ہیں، آپ نسخہ جامعیت علوم اور مرآت کمالات والد مرحوم تھے۔ اکثر اوقات فتوحات مکیہ کے مطالعے میں گزارتے، انیس المحققین میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کی ارادت وخلافت دوسری جگہ سے تھی، ایک رات خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، آفتاب کی گرمی سے کھوپڑی پھٹ رہی ہے، بے چین ہو کر ہر طرف دیکھنے لگے، اچانک ایک مقام پر نظر پڑی، جس کے سائے میں پناہ ہے، اس کے قریب پہنچے، تو اس جگہ سید شاہ لدھا بیٹھے ہوئے ہیں، جب صبح کے وقت اٹھے سید لدھ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سوچا کہ رات کا خواب بیان نہ کریں گے، سید شاہ لدھا نے فرمایا، جو مطلب ہے اسے بیان کرو، قیام قیامت کا ذکر نہ کرو کیوں کہ بعث ونشر کا دن دوسرا ہے، پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کسب معرفت کی تلقین پائی، بعض اشغال میں ان پر گریہ غالب آجاتا، مرشد نے ان ریاضتوں سے منع کر دیا اور دوسرے شغل میں مشغول کر دیا، الغرض حق سبحانہ تعالیٰ نے علوم معنوی بھی آپ کو عطا فرما دیے، شاعری کرتے، تخلص ''شاعر'' تھا۔ مثنوی دیوان اور دوسری بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں، اشعار آپ کے طبع زاد ہیں۔

شاعر از دیوان حسنت انتخابی کردہ است　　　مصرع قد ترا وبیت ابروے ترا

موج :۔ احوال حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ

اسلام واز لی مسعود، حضرت سید محمود بن سید سماء خرد بن سید سماء بزرگ، بن ناصر مصری رحمۃ اللہ علیہ:
جو خانوادہ چشت سے تعلق رکھتے ہیں۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ سید ناصر مصری شہر کے اندر ایک ہزار ہنر مند اور پیشہ ور غلام رکھتے تھے۔ روزانہ ان غلاموں کی محنت ومشقت سے جو اجرت آپ کو ملتی، خانقاہ کے مسافروں پر خرچ کر دیتے۔ ایک دن ایک غلام اپنے ہمراز دوستوں سے کہہ رہا تھا، ہمارا سید غلاموں کی کمائی کے زور پر درویشی کرتا ہے، یہ بات سن کر سید محمود کے اندر غیرت حیدری پیدا ہوئی، رات کے وقت کسی کو بتائے بغیر وطن چھوڑا، دہلی کا رخ کیا ''حصار فیروز شاہ'' پہنچے، وہاں ایک درویش علم کیمیا کا ماہر تھا، اس درویش کی صحبت اختیار کی، چوں کہ سید فضائل اخلاق سے آراستہ انسان تھے، درویش نے اپنی بیٹی سید کے عقد میں دے دی اور آپ کو علم کیمیا کی تعلیم دے کر وطن روانہ کیا، جب وطن پہنچے، غلاموں کو آزاد کر دیا اور اپنی قوت سے اس عمل کو اپنا محکوم بنایا، استاذ کا حکم پورا کرتے رہے، کچھ سالوں بعد اپنے فرزند سید سماء کو علم کیمیا سکھا کر ہندوستان بھیجا اور کہا، پہلے حصار فیروز شاہ میں استاذ سے ملاقات کرنا، پھر سیر وسیاحت میں مشغول ہونا، لیکن حصار فیروز شاہ میں استاذ سے ملاقات نہ ہوئی، کیمیا کی قوت سے سپاہیوں کو درویشانہ وضع میں نوکر رکھا، وہاں سے مندو کی طرف روانہ ہوئے، وہاں کے زمین دار سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر ریاست مندو پر قبضہ کر کے اپنی

حکومت قائم کی، بالآخر سلطان ہوشنگ نے پوری قوت وشوکت کے ساتھ اسلام کو عام کیا۔
سید محمود کی درویشی کمال کو پہنچی، وہ صاحب فضائل وکمالات ہوئے، آپ کی وفات ۸۰۸ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جنید حصاری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب علم ومعرفت، نقاوہ دودمان عظمت، مقتدائے اصحاب خاکساری، حضرت شیخ جنید حصاری رحمۃ اللہ علیہ:
آپ پاکان روزگار اور بے باکان عشق واسرار میں سے ہیں، درجہ کرامت پر فائز تھے اور کفر کی تاریکیوں کو مٹانے والے، حضرت شیخ فرید لدین گنج شکر کی اولاد سے ہیں، ظاہری شان وشوکت رکھتے تھے، کتابت میں اتنے تیز رفتار تھے، جسے ان کی کرامت پر محمول کیا جاسکتا ہے، تین دن میں پورا قرآن مجید بے اعراب لکھ لیا کرتے تھے۔
بعض رسالوں میں اپنے ان عجائب وغرائب کو جوان پر وارد ہوتے تھے، اس انداز سے تحریر کیا ہے کہ جس کے سمجھنے سے عقل عاجز وحیران ہے، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان واردات کی کیا تاویل ہوسکتی ہے، آپ کے بعض فرزندوں نے ان واردات کو کتابوں سے مٹادیا کیوں کہ وہ مخلوق کی عقل وفہم سے ماوراء تھے۔
آپ کی وفات ۹۵۸ھ میں ہوئی، تاریخ وفات "محبوب رسول خدا" ہے۔ مزار شریف حصار میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ

سزاوار ثناء قطبیت، محوانوار احدیت، مقتدائے مردان ارباب یقین، حضرت شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ:
انتہائی عالی مشرب اور بہت بلند مرتبہ ولی تھے۔ مریدوں کی رشد وہدایت میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین اودھی کے مرید خاص ہیں، تربیت خلافت ونعمت حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال حسین بخاری سے پائی۔ شیخ محمد مینا ملفوظ میں بیان کرتے ہیں، آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے اور مشائخ زمانہ سے ملاقاتیں کیں، شیخ راجو قتال کے ساتھ رازدارانہ صحبت رکھتے، آپ پر ترک دنیا کا اتنا غلبہ تھا، کہ ایک دن سماع میں کما حقہ ذوق پیدا نہ ہوا، گھر گئے، بیوی سے پوچھا، گھر میں کوئی دنیاوی سامان آیا ہے؟ انہوں نے غور کیا، تو معلوم ہوا کہ بیوی حاملہ ہوگئی ہے، جس کی خواہش پر تھوڑا سا قند سیاہ گھر میں لایا گیا ہے۔ حضرت نے جب تک قند سیاہ گھر سے باہر نہ کردیا، سکون میسر نہ ہوا۔
ایک دن گھر سے باہر نکلے، ایک بھوکے کتے کو دیکھا، کہا، میں اپنا سات حج دوروٹیوں کے لیے بیچتا ہوں، ایک شخص ظاہر ہوا اور سات حج کے عوض دوروٹیوں کی قیمت ادا کردی، آپ نے کتے کو کھلا کر آسودہ کردیا، اس وقت غیب سے ندا آئی، قوام الدین حاجی الحرمین ہے، آپ کے صاحب زادے بادشاہ کے ملازم تھے، ایک دن نقارہ بجاتے ہوئے گھر پہنچے، آپ نے فرمایا، اے گستاخ! قوام الدین کے گھر میں نقارہ بجارہے ہو، اسی وقت لڑکا گھوڑے سے گرا اور مرگیا۔ مخدوم جہانیاں نے وقت آخر کمال صلاح کی بناپر اپنے بھائی راجو قتال کو جانشینی عطا کی۔ مخدوم جہانیاں کی اہلیہ محترمہ نے دعا کی تھی، حضرت مخدوم کی خلافت ان کے فرزندوں کو نہ ملے، آپ نے فرمایا، الحمدللہ کہ اس نے میرے

ایمان کے بارے میں کچھ نہ کہا، میرے لیے اولاد معنوی ہی کافی ہیں، وہاں شیخ قطب الدین درویش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا، جس کا نام محمد مینا ہوگا، وہ میرے فرزند کی جگہ جانشین نعم البدل ہوگا۔ بالفعل آپ کی قبر حمام کے جامہ خانہ میں ہے۔ "ارائک" میں لکھا ہوا ہے، جب چنگیز خاں بغداد آیا اور خواجہ جنید بغدادی کے مزار کو کھودنے کا حکم دیا، سیاہ زنبور (بھڑ) ظاہر ہوئے، انہوں نے جس تیشہ دار کو ڈنک مارا، وہ فوراً ہلاک ہوگیا، یہ کرامت دیکھ کر چنگیزیوں نے آپ کی قبر کھودنا چھوڑ دیا، جب چنگیزیوں کی یہ جماعت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے مزار پر پہنچی، یہاں تک زمین کھودی کہ ہڈیوں کے نشانات ظاہر ہوئے۔

ایک بزرگ کو یہ حال دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، خواجہ جنید کے مزار پر مراقبہ کیا، حضرت جنید نے فرمایا، میری استعداد اتنی ہی تھی کہ میں نے بھڑوں کو حکم دیا، جس دن چنگیز خاں اپنے شہر سے نکلا، شیخ عبدالقادر نے اپنی ہڈیوں کو بہشت میں پہنچادیا، نگارندہ بحرزخار کو یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا، حضرت شیخ عبدالقادر کی قبراز سرنو بغداد میں تعمیر نہیں ہوگی، لیکن ایک زمانہ آئے گا کہ حضرت حاجی الحرمین کا روضہ پہلے سے کہیں زیادہ شاندار تعمیر کیا جائے گا۔

میں نے آپ کا سال وفات کہیں لکھا ہوا نہیں پایا۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ

مورد افضال الٰہی، متصرف معاملات حقیقت آگاہی، آئینۂ تجلیات نیرنگ، حضرت مخدوم شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ قوام الدین کے مرید وخلیفہ ہیں، بلند شان اور بزرگ کرامت کے مالک تھے، ترک وتجرید میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے، شیخ محمد مینا ملفوظ میں کہتے ہیں، آپ ہندو شرفا میں تھے، قید ہوئے، اسلام قبول کیا۔ آپ کی حقیقی بہن سلطان محمد بن سلطان فیروز شاہ دہلی کے عقد میں تھیں، اسی لیے جب بادشاہ کی خدمت میں ہوتے، آپ کو لوگ ملک سارنگ کہتے، آپ بادشاہ دہلی کے بزرگ ترین امرا میں تھے، آپ ہی نے علاقہ مالوہ میں شہر سارنگ پور آباد کیا، بادشاہ اکثر آپ کو مخدوم جہانیاں کی خدمت میں بھیجتا، شیخ راجو قتال نے ایک دن شیخ جہانیاں کا جوٹھا آپ کو دیا اور ایک مرتبہ اپنے ساتھ شریک طعام کیا، درویش کے اندر نور معرفت جلوہ گر ہوا، کچھ دنوں بعد شیخ قوام الدین کے مرید ہوگئے، آپ نے امیرانہ لباس ترک نہیں کیا تھا، کہ شیخ نے اکتساب کی تلقین کی، کچھ ہی دنوں میں بوجہ احسن روحانیت میسر آئی، سلطان محمد کی وفات کے بعد سارا دنیاوی ساز وسامان لٹادیا اور بال بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے، چند سالوں تک روضہ اقدس کے مجاور رہے، پھر ہندوستان لوٹ آئے، شیخ یوسف بدھا ایرجی کی صحبت اختیار کی، خرقہ خلافت پہنا، پھر موضع مجھگیر اضلع بارہ بنکی میں گوشہ نشیں ہوگئے، یہ ضلع لکھنؤ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے، کبھی کبھی پیرومرشد سے ملاقات کے لیے لکھنؤ آتے۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب حج کے لیے تشریف لے جارہے تھے، پیدل چلنے کی استطاعت نہ تھی، پیروں میں آبلے پڑگئے تھے، چنانچہ قافلہ سے بچھڑ گئے، آپ کے بال بچے تنہائی کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے تو آپ

نے ان سے کہا، آنکھیں بند کرلو تھوڑی دیر بعد کہا، آنکھیں کھول دو، جب ہل بچوں نے آنکھیں کھولیں تو سب کے سب قافلے کے اندر تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مینا رحمۃ اللہ علیہ

مینائے بادہ وصال، بادہ مینائے کمال، نسیم ریاض احدیت، شمیم نافع الوہیت، بمقام مودت باختصاص، بمنزل محبت اخص الخواص، بجل مبہمت "انا فتحنا لک فتحا مبینا" قطب وحدت حضرت مخدوم شیخ محمد معروف بہ شیخ مینا رحمۃ اللہ علیہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں اور مخدوم شیخ سارنگ کے مرید ہیں۔ آپ مئے اسرار محبت کی وہ مینا ہیں کہ چشمہ امر "احببت ان اعرف" اس شراب محبت کا ایک چلو پینے کے لیے پیاسوں نے اپنا ہاتھ آب حیات سے دھو رکھا ہے۔ عشق کا ایسا جام جہاں نما ہیں، کہ کاسہ گردان فلک اس کے منتہائے کمالات کے تصور سے قطبین کی طرح سر زانو پر رکھے ہوئے ہے۔ آپ مالک ولایت لاوبالی اور مقربان درگاہ لایزالی سے ہیں۔ سنابل میں مرقوم ہے کہ مخدوم شیخ سارنگ کے دو خلفا تھے۔ ایک مخدوم شیخ مینا، دوئم مخدوم شیخ حسام الدین صوفی، یہ شیخ سارنگ کے پہلے جانشین ہیں۔ شیخ قوام الدین اکثر و بیشتر فرمایا کرتے، میرے بھائی کے گھر میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا، کہ میرا خاندان اس سے روشن ہو جائے گا، جب شیخ مینا پیدا ہوئے، لوگوں نے شیخ قوام ادین کو خبر دی، ہندی زبان میں فرمایا "ہاں آوا مورا مینا" فارسی میں اس کا ترجمہ "بلے آمد مینائے من" ہاں! میرا مینا آ گیا، اسی بنا پر آپ کا عرف مینا ہو گیا۔ اسم گرامی شیخ محمد ہے۔ اگر آپ کی ماں باوضو نہ ہوتیں تو ان کا دودھ نہ پیتے، جب چار سال کے ہوئے، شیخ قوام الدین سے کہتے، گھر کی یہ چڑیاں مجھے دے دیجیے، شیخ چڑیوں سے کہتے، آؤ، شیخ مینا تمہیں بلا رہے ہیں، چڑیاں بے تکلف شیخ مینا کے ہاتھ پر بیٹھ جاتیں، ور آپ کے حکم کے بغیر پرواز نہ کرتیں، جب دیر ہو جاتی شیخ قوام الدین فرماتے، اے مینا! ان چڑیوں کو رخصت کردو، پھر آپ انہیں اڑنے کی اجازت دیتے اور وہ اڑ جاتیں۔

جب شاہ مینا کو مکتب بھیجا گیا، تو آپ نے "الف" اور "ب" کے اتنے رموز و حقائق بیان کیے، کہ حاضرین حیرت زدہ ہو گئے، معلم نے سمجھ لیا، کہ آپ مادر زاد ولی ہیں، اس لیے پڑھنے کی تاکید نہ کرتے، دوسرے بچے پڑھتے رہتے اور شیخ مینا یاد حق میں مشغول رہتے، شام کے وقت جب معلم بچوں کو چھٹی دیتا تو بچوں کے شور و غوغا سے شاہ مینا ہوش میں آتے اور گھر کے لیے روانہ ہوتے، جب دس سال کے ہوئے، حضرت شیخ راجو قتال کا ایک صاحب کمال غلام جس کا نام قطب تھا، لکھنؤ پہنچا، اس نے شیخ مینا کو بعض اشغال کی تلقین کی، شاہ مینا جب بارہ سال کی عمر کو پہنچے تو مقام قطبیت پر فائز ہو گئے، اظہار قطبیت اور ولایت لکھنؤ آپ کو قاضی شہاب کی معرفت شیخ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی، اس کی تفصیل یہ ہے، لکھنؤ کے لوگ شیخ مدار کی خدمت میں دعا کی درخواست لے کر حاضر ہوئے، آپ نے اپنا مصلی قاضی شہاب کے حوالے کیا اور تمام لوگوں کو ان کے ساتھ شاہ مینا کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ تم لکھنؤ کے صاحب ولایت ہو، اپنی ولایت کے باشندوں کے حق میں دعا کرو اور ان کی مہمات کی عقدہ کشائی کرو، شیخ مینا نے شاہ مدار کا

مصلی اپنے سر پر رکھا اور دعا کی، خدایا! اس مصلے کی برکت سے ان لوگوں کی حاجت روائی فرما، یہ بات شاہ مدار کو بہت بھلی لگی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی، اسی دن سے شاہ مینا صاحب ولایت لکھنؤ کی حیثیت سے مشہور ہو گئے، اس کے بعد مخدوم شیخ سارنگ کی خدمت میں گئے اور ان سے مرید ہوئے، کچھ دنوں بعد شیخ نے اجازت دی کہ اپنے مقام ولایت پر جاؤ اور مشغول بحق ہو جاؤ۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہوا ہے کہ آپ رات کے وقت دیوار پر بیٹھ کر اس خیال سے عبادت کرتے، کہ اگر نیند کا غلبہ ہوگا، دیوار سے گر جائیں گے اور آنکھ کھل جائے گی، اگر زمین پر بیٹھ کر عبادت کرتے، اپنے اردگرد کانٹے رکھ لیتے کہ اگر نیند کا غلبہ ہوگا تو کانٹوں پر گریں گے اور بیدار ہو جائیں گے۔

آپ کی کرامتیں بہت زیادہ ہیں: اقتباس الانوار میں ہے، ایک دن آپ کی مجلس میں اکثر ہندوؤں نے راجہ متھرا جو کاہنوں میں سب سے بڑا کاہن تھا، اس کے بارے میں بیان کیا کہ اس کے پاس ایک ہزار چھ سو بیویاں تھیں، وہ ہر رات ہر ایک بیوی کے بستر پر موجود رہتا، حضرت نے فرمایا، یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے، یہ کام تو حیوانات بھی کر سکتے ہیں، اسی وقت کچھ دیہاتی حضرت کی خدمت میں آئے اور چوہوں کی شکایت کی کہ وہ ہماری ساری کھیتیاں برباد کر رہے ہیں، فرمایا کہ ہماری بلی کو لے جاؤ اور کھیت کے ایک گوشے میں باندھ دو، انہوں نے کہا، پورے گاؤں میں قطعات آراضی بہت زیادہ ہیں، بلی ایک ہے، وہ کہاں کہاں خبر گیری کرے گی؟ فرمایا، تنہا کاہن سولہ سو عورتوں کی خبر رکھتا ہے، کیا ہماری ایک بلی تمہارے قطعات زمین کی نگہبانی نہیں کر سکتی؟ لوگ لاجواب ہو گئے، بلی کو لے گئے، ایک کھیت پر باندھ دیا، لوگوں نے دیکھا تو ہر کھیت پر ایک بلی بیٹھی ہوئی تھی، تمام چوہے اس گاؤں اور کھیتوں سے نکل کر بھاگ گئے۔

اس وقت آپ کے مزار پاک سے جو تصرفات ظاہر ہوتے ہیں، تمام خاص و عام پر ظاہر ہیں۔ باوجودیکہ کوئی خاص ذریعہ معاش نہیں، آپ کی اولاد نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور مسافروں کے اخراجات رات کی روشنی اور مجلس عرس بلاناغہ روز بروز اور سال بسال پوری فراغت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

جو شخص صدق دل اور نیاز مندی کے ساتھ، آپ کے مزار پر مجاور ہوا، دین و دنیا کی تمام ضروریات پوری ہوئیں۔

۲۳ رصفر ۸۰۲ھ کو خداوند تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ گئے۔

آپ کی تاریخ وصال "ہادی عارفان اسرار" سے نکلتی ہے۔ شیخ مینا کے دو خلفا تھے، ایک بھتیجے شیخ قطب الدین جو اپنے پیر و مرشد کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے، دوسرے شیخ سعد خیر آبادی جن کا ذکر آ رہا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سعد خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ساقی مینائے وصال، قاسم مقامات انتہائے کمال، کوہ پر شکوہ احسان و جوادی، قطب العالم حضرت شیخ سعد الدین معروف بہ شیخ سعد خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی قدوہ کی نسل سے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ قطب العالم قاضی موفق ہیں، قصبہ "انام" میں جو لکھنؤ سے بجانب مغرب بارہ کوس کے فاصلے پر ہے، سکونت گزیں ہوئے، قطب عالم نے ابتدا میں علم ظاہری کی تحصیل میں کوشش کی،

مخدوم اعظم ثانی لکھنوٴ کی خدمت میں علم ظاہری کی تکمیل کی، اس کے بعد صاحب ولایت لکھنوٴ مخدوم شیخ مینا کے دامن کو دست ارادت سے تھام لیا اور اس صاحب یقین بزرگ کی روحانی تلقین سے سخت مجاہدہ کرنے لگے، اس کے باوجود تدریس کا مشغلہ ترک نہیں کیا اور بیعت سنت اس طرح ثابت رہی کہ سماع وسرود نہ سنتے۔ "تحفۃ السعداء" میں مرقوم ہے کہ آپ نے زندگی میں کبھی بھر پیٹ کھانا نہ کھایا، صرف موٹے جھوٹے سوتی کپڑوں کا کرتا، پاجامہ، دستار زیب تن فرماتے، کبھی باریک اور تنگ لباس نہ پہنتے، بیعت کرنے سے پہلے ہی شادی کر لی تھی، جب محبت الٰہی کا شیوہ اختیار کیا، بیوی سے حقوق وواجبات کی ادائیگی کے علاوہ کوئی تعلق نہ رکھا، الغرض حق سبحانہ تعالیٰ نے قطب عالم کو حالات ارجمند وکرامات عالم پسند، خلق عام وسخاوت وکمالات اکبر ومقامات برتر عطا فرمایا تھا۔ آپ اپنے زمانہ کے شیخ طریقت بن گئے۔ شب وروز نقد وجنس، بہت زیادہ غلے اور کھانے محتاجوں اور خانقاہ کے فقراو طلبا کو عطا فرماتے، آپ کے روحانی کمالات کی انتہا نہ تھی، ۲۷ / ویں رمضان شب قدر میں کچھ لکھ رہے تھے، کہ آپ کا قلم اچھل کر زمین پر گر پڑا، اسی وقت آپ کھڑے ہوئے اور سجدہ کیا، اسی طرح تمام درودیوار اور درخت جو آپ کے سامنے تھے، سجدہ ریز ہو گئے۔ شیخ نے صبح کے وقت اپنے پیرو مرشد سے سوال کیا، کہ شب قدر کی علامت کیا ہوتی ہے؟ مرشد نے فرمایا، قلم ہاتھ سے چھوٹ کر خداوند تعالیٰ کا سجدہ کرتا ہے، اے سعد! تمہیں مبارک ہو کہ تم نے شب قدر کو پالیا ہے اور جان لو کہ تصوف میں تمہارا کام مکمل ہو گیا، شیخ نے سر نیاز پیر کے قدموں میں رکھ دیا، آپ کی کرامتیں حوصلۂ تحریر سے زیادہ ہیں۔

ایک مغنی (گویا) شیخ کی طبیعت کے موافق رباب بجاتا تھا، ایک دن وجد کی حالت میں شیخ نے مغنی کو طلب کیا، وہ موجود نہ تھا، لوگ مغنی کا ساز آپ کے پاس لائے، کسی قوم کا ایک لڑکا سماع وسرود سننے کے لیے وہاں کھڑا تھا، آپ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، تم یہ رباب بجاوٴ، اس لڑکے نے فی الحال اس طرح رباب بجایا کہ اس فن کے ماہرین کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکا۔

ایک ہندو زمین دار تھا، جس وقت شیخ خیرآبادی مرشد کی زیارت کے لیے لکھنوٴ کا ارادہ کرتے، راستے میں مناسب خدمت اور تواضع کرتا، ایک دن اس گاوٴں سے گزرے، زمین دار کو غم زدہ پایا، آپ نے وجہ دریافت کی، اس نے کہا، امسال میرے کھیت میں غلہ بہت زیادہ پیدا ہوا، لیکن کھیان جل گیا، شیخ نے کہا، جلے ہوئے غلے کی راکھ میرے پاس لاوٴ، زمین دار تمام راکھ حضرت کی خدمت میں لایا، آپ نے فرمایا، راکھ ایک برتن میں رکھ دو اور اس کا سر باندھ دو، فرمایا، برتن کے نیچے سوراخ کر دو، اس نے حکم کی تعمیل کی اور فرمایا، جو غلہ جتنا تمہیں مطلوب ہو، اس سے نکال لینا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم کو مل جائے گا، زمین دار باقی زندگی کھیتی باڑی، خرمن وغلہ کا محتاج نہ ہوا، آپ کی عمر شریف ایک سو بیس سال ہوئی، ابتدا سے پچاس سال تک تحصیل علم اور صحبت مرشد میں بسر کیے اور بیس سال ایک پل کے لیے مخدوم شیخ مینا سے جدا نہ ہوئے۔ جب حضرت شاہ مینا رحلت فرما گئے، چھ سال تک آستانے کی جاروب کشی کرتے رہے، پھر باطنی اشارہ ہوا، کہ تمہیں خیرآباد کا صاحب ولایت بنایا گیا، حسب حکم خیرآباد چلے گئے، جہاں مکان اور خانقاہ تعمیر کیا، کرامت اور خرق عادت کا پرچم بلند کیا، وادیٔ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو راہ ہدایت بخشی۔ آپ کے بھتیجے سراج الاسلام بندگی شیخ محمد اور ان کے صاحب زادگان شیخ سعد کے جانشین اور خلیفہ مطلق ہیں۔

خواجہ کمال مصنف ملفوظ، شیخ مبارک، راجو قاضی، محمد قاضی من اللہ کاکوری، شیخ مبارک لکھنوی، شیخ چاند، قاضی راجا، شیخ سکندر، شیخ عماد بدھ بلگرامی، شیخ ساہن اودھی، شیخ ابراہیم بھوجپوری، شیخ راجو برادر زادہ شیخ سعد، حضرت شیخ صفی سائی پوری، شیخ کھیدن خیر آبادی، شیخ معظم کو پامئوی، میراں سید حامد لکھنوی، بندگی شیخ محمد شیخ اعظم ساکن قلعہ نور، میراں سید کمیل بخاری، میراں سید خواجہ ساہی، شیخ نور اسحاق بکلوری لکھنوی، شیخ قاسم رجولی، شیخ بڈہن مبارک، غلام خیر الدین قاضی بخش، شیخ مبارک رودولی، میراں سید پیارے، جون پوری، شیخ کدن لکھنوی، شیخ برہان، میر سید خرد کھیروی، شیخ سعد کے خلفا اور فیض یافتہ ہیں۔

ان حضرات میں بعد کے حالات راقم السطور کو دریافت ہوئے ہیں، انشاء اللہ انہیں علاحدہ تحریر کیا جائے گا اور باقی حضرات کے صرف نام ہی درج کیے گئے ہیں کیوں کہ ان کے حالات حاصل نہ ہو سکے، شیخ سعد ۱۶ ربیع الاول کی شب ۸۲۲ھ میں اس عالم سے عالم قدس کی طرف روانہ ہوئے، خیر آباد ہی میں مدفون ہوئے۔

آپ کی چند تصنیفات ہیں، شرح حواشی قاضی شہاب الدین ملک العلما، کافیہ مصباح و اشعار الباب الاعراب جس کا نام تحفۃ المحمودی ہے اور حسامی، بزدوی وغیرہ کی شرحیں۔

موج :۔ احوال حضرت محمود رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین ولایت باستحقاق، سرمایہ کمالات تو دد و وفق، از عاشقان صادق رب الودود، سراج الاسلام بندگی حضرت محمود رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قطب عالم، مخدوم شیخ سعد خیر آبادی کے بھتیجے، مرید، خلیفہ اور سجادہ نشیں ہیں۔ اپنے پیر و مرشد کے ارشد و مقبول مرید ہیں۔ مخدوم سعد نے وصال کے وقت جو خرقہ مخدوم شاہ مینا سے پایا تھا، آپ کو عطا کیا اور اپنا سجادہ نشیں بنایا۔ آپ نے ۱۶ رسال حقوق سجادگی انتہائی سخاوت و اخلاص اور عبادت و ریاضت کے ساتھ انجام دیا۔ آپ کے ظاہری تصرفات حد و حساب سے باہر ہیں۔ بڑے سخی تھے، شیخ سعد آپ کی سخاوت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ کسی دن مجھے بھی بخشو گے۔ اپنے ایک مرید کے کفیل (ضامن) بن کر اسے حاکم کی قید محاسبہ سے آزاد کرایا، حاکم نے حضرت کو بار بادشاہ کے پاس بھیج دیا، بادشاہ آپ کے کمالات دیکھ کر معتقد ہو گیا، معاش کے لیے ۵ ہزار درہم، محصول والے مواضعات نذر کیے اور سراج الاسلام کا خطاب عطا کر کے وطن لوٹا دیا۔ ۳ ر صفر ۹۳۸ھ میں وفات پائی۔ خیر آباد میں آپ کی اولاد شیخ سعد کی اولاد کے نام سے مشہور ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ کمال رحمۃ اللہ علیہ

پیر و سلسلہ سعد، در فراق دوست بفریاد، مجموعہ افضال لایزال، سراج اسلام، حضرت بندگی شیخ کمال رحمۃ اللہ علیہ:

زاہد و متقی، مایہ ذوق و سرمایہ شوق، صاحب وجد و حال ہیں۔ اپنے زمانہ میں ممتاز تھے، والد سے خلافت پانے کے بعد شیخ کے ظاہری معاملات اور ریاضات کو قائم رکھا۔ صاحب تحفۃ السعداء لکھتے ہیں، جب آپ پر وجد کی

حالت طاری ہوتی حاضرین مجلس کو اپنی گریہ وزاری روکنے کی تاب نہ رہتی، عبادت میں بے نظیر تھے، تصوف میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا، لیکن اپنے جماں حال کو مخلوق کی نگاہ سے پوشیدہ رکھتے۔۳ رسال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت پایا۔ ۵۰ رسال تک منصب سجادگی پر فائز رہے۔ ۵۳ رسال کی عمر میں بتاریخ ۲۳ رشعبان ۹۵۸ھ وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عظیم الشان اندر سلوک، درِوادی عرفان ملوک، از مخصوصان اللہ تبارک، قطب الاولیا حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو شیخ مبارک سندیلوی کہا جاتا ہے، کہتے ہیں، آپ نہنگ دریائے وحدت، شیر بر کثرت، اکبر مجاہد واعظم مشاہد احکام شریعت اور افادہ طریقت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، آپ شیخ سعد کے مرید وخلیفہ ہیں، ایک خرقہ شیخ سالار بدھ گھاتم پوری سے بھی حاصل کیا، بندگی شیخ نظام الدین کی صحبت میں اکثر رہے، شیخ صفی حسین، شیخ بدرالدین سرہندی، شیخ ادھن بلگرامی، شیخ مبارک کے عالی مقام خلفا میں سے ہیں، ان میں سے ہر ایک فیوض وبرکات کے قسم قسم کے نوارے رکھتے ہیں۔ دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور مطلب کو پہنچتے، بندگی شیخ مبارک نے ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔ سندیلہ میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ''نقاوت دین'' ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ ادھن رحمۃ اللہ علیہ

باعظم ولایت مشرف، صاحب خارق عادات عجیب واشرف، سلطان اہل کرامت بشیوہ گمنامی، حضرت شاہ ادھن معروف بہ شیخ الاسلام بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حاجی سالار قنوجی کی اولاد سے ہیں، جو اکمل اولیائے عصر تھے، جامی سالار کا سلسلہ نسب خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے، شیخ ادھن جو شیخ مبارک سندیلوی کے خلیفہ اعظم ہیں، اپنے زمانہ میں لوگوں کے مقتدا اور مفتی شہر تھے۔ زہد وتقوی، حفظ شریعت اور طلبہ کے دقیق وپیچیدہ سوالات کے حل کرنے میں بے نظیر تھے۔

صاحب آثر الکرام لکھتے ہیں، سید صفی حسینی وشیخ بدرالدین سرہندی وشیخ ادھن بلگرامی، شیخ مبارک کے خلفا میں سے ہیں، بڑی اونچی شان اور بلند اخلاق والے تھے، دنیا والے دینی امور اور مقام حق شناسی کے لیے ہمیشہ نیازمندی اور عقیدت کے ساتھ ان بزرگوں کے آستانوں پر حاضر ہوتے ہیں، دونوں جہان کی مشکلیں اپنی گفتار اسرار گزار سے حل فرماتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے، درویش کے لیے خلاف شرع وہ کام ہے، جسے کرنے کے بعد وہ شرمندہ ہو۔ کسی شخص نے آپ سے پوچھا، افضل ترین عبادت کون ہے؟ فرمایا، ادب کرنا۔

آپ کسی وقت خانقاہ کے صحن سے باہر نہ نکلتے، صرف عیدین کا دوگانہ ادا کرنے کے لیے خانقاہ سے باہر جاتے،

اس سلسلہ عالیہ میں اب تک یہ رسم باقی ہے، آپ سے بہت سی کرامتوں کا صدور ہوا، ایک دن ایک حاکم معزول ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے دیکھا کہ اپنے ہاتھ ہی سے اینٹ بنا رہے ہیں، عرض کی، اگر میں اپنے کار منصبی پر بحال ہو جاؤں، اس مسجد کو درست کردوں گا، آپ نے فرمایا، چوں کہ دل میں بھلائی کا ارادہ کیا ہے، اس لیے بحال ہو جاؤ گے، کچھ ہی دنوں بعد اس کے پاس بحالی کی سند پہنچ گئی۔ شیخ ادھن کے وصال کے بعد آپ کے خلف وخلیفہ شیخ عبد الجلیل تھوڑے ہی دنوں میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ لوگوں نے والد بزرگوار کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا۔ فرزند کی قبر والد کی قبر کی طرف اس طرح کج ہوگئی، جیسے کوئی شخص بزرگ کی تواضع کرتا ہے، اس کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی ابو المعالی آپ کے جانشین ہوئے، آپ کی قبر بھی اسی طرح تواضع کرنے والی ہے۔ شیخ ادھن کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری، تعمیر مسجد کی تاریخ جسے آپ نے بنایا ۹۷۸ھ ہے، آپ کے صاحب زادے شیخ صوفی بزرگ انسان تھے، شیخ صوفی کے لڑکے عبد الجلیل احکام شرع کے بہت زیادہ پابند تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ کبیر، شاہ باسریر، معدن افادہ فوادی، شیخ وقت حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد شیخ محمد من اللہ کانکوروی کے مرید ہیں، جو شیخ سعد خیر آبادی کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے "شاطبی" کی فارسی میں شرح ۷۰/اجزا میں لکھی۔

صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں کہ سعدی صاحب وجد، حالت قوی، ظاہر و باطن میں مصفی تھے۔ ہمیشہ سرور و انبساط کی حالت میں رہتے، خوش وقتی اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے، جب آپ کا ایک دوست اس دنیا سے رخصت ہوا، آپ نے یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

دیدہ سعدی ودل ہمراہ تست — تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

۱۰۰۲ھ میں وفات ہوئی، آپ کا مزار اقدس کانکوری میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ بھیکہ کانکوروی رحمۃ اللہ علیہ

قائم باحکام شریعت، دائم بہ تلاش حقیقت، بمقام سروری، حضرت شیخ بھیکہ کانکوروی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ سعدی بن شیخ من اللہ کے مرید ہیں، اور میر سید ایرجی سے خلافت حاصل کی، بزرگ ترین اولیا میں سے تھے، اپنی مجلس میں ہمیشہ تصوف وسلوک کی باتیں نہ کرتے لیکن خلوت میں محرمان راز کے ساتھ سلوک ومعرفت کے حقائق بیان کرتے۔

صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، سالہا سال درس وافادہ میں مشغول رہتے، قرأت سبعہ کے ماہر تھے، کتاب شاطبی کا درس دیتے، انتہائی صاحب ورع، پابند شرع، تقوی وپرہیزگاری میں امام اعظم ثانی تھے۔ سماع نہ سنتے اور عشق مجازی سے منع فرماتے، آپ کے اولاد واحفاد صاحب کمال اور صلاح ودانش کے زیور سے آراستہ تھے، جو ہر طبقہ میں علم

وعرفان کے ماہر گزرے ہیں۔ ۹۸۱ھ تک بقید حیات رہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید شاہ انجھن رحمۃ اللہ علیہ

جامع کمالات انسانی، متصرف معاملات حقائق دانی، سیاح وادی بے نظیری، اشرف العلما حضرت سید شاہ انجھن ساکن کھیری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ میر سید خرد کی نسل سے اور شیخ سعد کے خلیفہ ہیں۔ تحفۃ السعدا میں لکھا ہے کہ میر سید خرد بچپن میں شیخ سعد کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے خیر آباد پہنچے اور طلبہ سے علم ظاہری کی تحصیل میں مصروف ہو گئے، ایک دن شیخ سعد کی نظر آپ پر پڑی، دریافت کیا، کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی، میر سید زید پوری کی اولاد سے ہوں، میرا نام خرد ہے، فرمایا، خرد ہی بزرگ ہوتے ہیں، تمام چھوٹے بڑے تم سے مستفید ہوں گے۔ پھر شیخ سعد نے پوری توجہ کے ساتھ آپ کو پڑھانا شروع کیا، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے، ریاضت ومجاہدہ میں لگا دیا، جب اس فن میں کامل ہو گئے، آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ''کھیری'' میں قیام کی اجازت دے کر رخصت فرمایا۔ وہاں کا زمین دار کافر تھا، سید کو ستانے لگا، سید نے یہ مقدمہ اپنے مرشد شیخ سعد کی خدمت میں پیش کیا، حاکم کھیری نے شیخ سعد کو ایک گاؤں خانقاہ کے مصارف کے لیے نذر کیا تھا۔ شیخ سعد نے وہی گاؤں سید کے اخراجات کے لیے مقرر کیا اور کھیری روانہ کیا، الغرض! حق سبحانہ وتعالی نے سید انجھن کو اپنے زمانے کا بزرگ اور بڑا ولی بنا دیا تھا۔ میر سید خرد کا خرقہ دست بدست آپ تک پہنچا، آپ کی بہت سی بیٹیاں تھیں، جب آپ کے شاگرد سعد اللہ خاں منصب وزارت پر فائز ہوئے، اہلیہ محترمہ نے سید کو بچیوں کے خرچ کے لیے وزیر کے پاس جانے پر بہت اصرار کیا، چار و ناچار آپ وزیر کے پاس تشریف لے گئے، وزیر آپ کے ساتھ بڑے احترام واخلاق سے پیش آیا اور سید کو بتائے بغیر کھیری کے حاکم کے پاس لکھا کہ سید کے لیے وسیع مدرسہ، مسجد اور خانقاہ تعمیر کرے اور ان کے اخراجات کے لیے تقریباً پچاس ہزار روپے آمدنی والے گاؤں جاگیر میں لکھ دے، سید کی تمام لڑکیوں کی شادی مصارف کثیر سے کر دے، ان باتوں کی سید کو مطلق خبر نہ دی اور رخصت کیا۔ سید جب وطن پہنچے، تو وزیر کی مراعات سے واقف ہوئے، آپ کا ایک بڑا کمال یہ ہے کہ ایک حوض کو غلہ سے بھر کر گودام بنایا اور اسے صحن خانہ بنایا تھا، چالیس سال بعد قحط پڑا، جمع شدہ غلے کو نکالا اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا، چالیس سال تک زیر زمین رہنے کے باوجود غلہ مطلق خراب نہ ہو، یہ آپ کی کھلی کرامت تھی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی بخشن رحمۃ اللہ علیہ

مطبوع طبع اولیا، سرور سینہ اصفیا، بدیدار دوست دائم در دروحمن، حضرت قاضی بخشن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ خیر آباد کے رہنے والے ہیں، شاہ شجاع کرمانی کی اولاد میں سے ہیں، شیخ سعد خیر آبادی سے بیعت وخلافت حاصل ہوئی، آپ کے فرزند مولوی واجد بیان کرتے ہیں، بچپن میں بڑے حسین وجمیل تھے، آپ شیخ سعد کے منظور نظر ہو گئے۔ ایک دن شیخ آپ سے ملنے موضع تال گاؤں متصل خیر آباد تشریف لے گئے، وہاں کے باشندوں نے

شیخ سے بدسلوکی کا برتاؤ کیا، شیخ سعد، قاضی کو ساتھ لے کر خیر آباد آ گئے اور علم ظاہری کی تحصیل میں لگا دیا، اپ نسخہ کنز الدقائق سے قاضی کو پڑھایا، چوں کہ آپ ابھی اس کتاب کے پڑھنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے، لیکن شیخ نے باطنی تصرف سے قاضی کو اس کتاب کے سمجھنے کی قوت عطا کر دی۔ علم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ نے آپ کو تصوف کی تعلیم و تربیت سے وابستہ کر دیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کا مجاہدہ مشاہدہ میں تبدیل ہو گیا۔ شیخ سعد کی ملاقات سے پہلے چوں کہ آپ کے والد ایک دن شاہ مدار کے آستانہ پر گئے تھے، ایک رات شاہ مدار نے خواب میں ارشاد فرمایا، تم ہمارے حلقے میں آ گئے، خاندان چشت میں مرید ہوئے اور قاضی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، اسی وقت شیخ سعد کی روح حاضر ہوئی اور کہا، قاضی بخشن میرا ہے، حضور کو خوب علم ہے، قطب المدار نے آپ کا ہاتھ شیخ سعد کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح کے وقت یہ واقعہ بیان کرنے کے لیے پیر کی خدمت میں آئے، واقعہ بیان کرنے سے پہلے ہی شیخ سعد نے فرمایا، اے بخشن! گزشتہ رات میرے تمام پیروں کی روحوں نے تمہیں قطب المدار سے رہائی دلائی۔

آپ کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ایک شخص بڑی پریشانی میں آپ کے پاس آیا اور رونے لگا، عرض کیا، میری ایک غیر شادی شدہ لڑکی حاملہ ہے، یہ بات مجھے ہلاک کر رہی ہے، فرمایا، اس لڑکی کو لا کر میرے پیچھے بٹھا دو، اس نے ایسا ہی کیا، تھوڑی ہی دیر میں اس کا حمل ناپید ہو گیا۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی قادن رحمۃ اللہ علیہ

صاحب خوارق عجیب، مورد حالات غریب، کمالات را معدن، حضرت قاضی قادن رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت قاضی قدوہ کی نسل سے ہیں، آپ "جگور" کے قدوائیوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ طریقت میں مخدوم شاہ مینا صاحب ولایت لکھنؤ کے مرید و پیرو ہیں۔ ایک زمانہ تک اپنے روحانی حالات لوگوں پر ظاہر نہ کیے، تصوف و سلوک میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، آخری عمر میں آپ سے خرق عادت کا صدور ہونے لگا۔

پیشہ سپہ گری سے کسب معاش کرتے، ایک زمانہ میں بابر بادشاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ بادشاہ ایک قلعہ کی فتح کے لیے محاصرہ کیے ہوئے تھا، مجاہدین نے ہر چند کوشش کی، قلعہ فتح نہ ہو سکا، بادشاہ ایک نامور درویش کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ کی تسخیر کے سلسلہ میں دعا کا طالب ہوا، درویش نے کہا، ارے ایک کامل درویش تو تمہارے نوکروں میں شامل ہے، اس قلعہ کی فتح اسی کی دعا پر منحصر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا، میں اس ولی کامل کو کس طرح پہنچانوں گا، درویش نے کہا، ایک شب تیز آندھی چلے گی، کوئی خیمہ اور چراغ باقی نہ رہے گا، مگر تیز آندھی میں اس ولی کا خیمہ و چراغ باقی رہے گا، جس رات آندھی چلی، بادشاہ نے ایک شخص کو تفتیش کے لیے بھیجا، جب شاہی فرستادہ نے حضرت کے خیمے میں آندھی کے باوجود شمع جلتی ہوئی دیکھی، بادشاہ کو خبر دی، بادشاہ حضرت کے خیمے پر پہنچا اور ولی کامل کے بیان کو دہرایا، آپ نے فرمایا، صبح کو قلعہ پر حملہ کرو، میں تم سے آگے آگے رہوں گا اور شہید کر ڈالا جاؤں گا، فتح تمہارے حصہ میں آئے گی، دوسری صبح کو لوگوں نے حملہ کیا، حضرت شہید ہو گئے، قلعہ فتح ہو گیا۔ بادشاہ نے آپ کی لاش مبارک تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو متعین کیا، لوگوں نے ہر ممکن جستجو کی، لاش نہ پا سکے۔ آپ کی لاش مبارک کا معاملہ یہ ہوا، جس وقت

حضرت شہید ہوئے، چار گھڑی بعد آپ کی لاش قدرت خداوندی سے آپ کے گاؤں میں پہنچ گئی، لوگوں نے تالاب کے اوپر دفن کردیا۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ

جام جہاں نمائے عین الیقین، ساغر لبریز بربادہ حق الیقین، گلدستہ گلزار خاندان چشت، مقبول دودمان اہل بہشت، ناظر انوار اسرار بچشم مخمور، قطب الاقطاب حضرت مخدوم شیخ صفی الدین ساکن صفی پور رحمۃ اللہ علیہ:

صفی پور کے رہنے والے ہیں، شیخ سعد خیر آبادی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ بہت بڑے ولی اور شیخ اکبر، مرجع انامی وادمی تھے۔ کشف حقائق اور طالب حق کی تربیت میں شان عظیم کے مالک تھے۔

صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، پیرو مرشد کے طریقہ پر مجرد رہے، بارہ سال کی عمر میں سائی پور سے خیر آباد آئے اور شیخ سعد الدین کی خانقاہ میں مقیم ہوگئے اور تحصیل علم میں مشغول ہوئے، جب شیخ سعد کو معلوم ہوا کہ یہ میرے دوست علیم الدین کا فرزند ہے، انتہائی شفقت وعنایت سے پیش آئے اور آپ کی تعلیم وتربیت اپنے ذمہ لے لی۔ شیخ صفی الدین عرصہ دراز تک شیخ سعد سے تحصیل علم کرتے رہے اور آپ ہی سے مریدی کی سعادت حاصل کی پھر مرشد کی خدمت انجام دینے لگے۔ شیخ نے آپ کو چلے میں بٹھایا، تیسرے ہی دن فتح باب ہوا، آپ پر عالم سفلی اور عالم علوی کے اسرار منکشف ہوگئے اور خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔ شیخ سعد کے تمام خلف سے آگے بڑھ گئے اور سالہا سال تک مسند ارشادو ہدایت پر بیٹھ کر طالبان حق کو منزل مقصود تک پہنچایا۔

میر سید عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل جو حضرت کے مرید ہیں، حل شبہات کے باب میں لکھتے ہیں، میں ابتدائے حال میں علم شریعت وطریقت کے بعض مشکل امور، علما کبار ومشائخ عظام سے دریافت کیے، لیکن ان حضرات نے تشفی بخش جواب نہ دیے، میں نے دل میں ٹھان لیا کہ دنیا کے اطراف میں سیر وسیاحت کروں گا، ہوسکتا ہے کہ کسی مرد حق سے ملاقات ہوجائے، جو ان مشکل مسائل کا تسلی بخش حل پیش فرمائے، اس غرض سے سفر کا آغاز کیا، پہلی ہی منزل میں شیخ صفی کی ملاقات سے مشرف ہوا، انہوں نے میرے سوالوں کے اطمینان بخش جوابات مرحمت فرمائے۔

اسی مقام پر تحریر کرتے ہیں، کہ شیخ سعد کی خانقاہ میں صفیا نامی ایک بچہ تھا، جب کوئی اسے پکارتا شیخ صفی حاضر ہوتے اور اصلاً ان کے دل میں یہ بات نہ ہوتی کہ کوئی شخص مجھے صفیا نہ کہے۔

ہر کہ در خود دید روی کس ندید مرد از خود رستہ راحق برگزید

شیخ صفی فرماتے، درویشی کا راستہ موت کا راستہ ہے، یعنی "موتوا قبل ان تموتوا"۔

اقتباس الانوار میں ہے، کہ شیخ صفی کے کامل ملفوظات میں ایک ملفوظ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، لوگ خداوند تعالیٰ کی جستجو کرتے ہیں، لیکن اسے نہیں پاتے، مجھے کیوں نہیں ڈھونڈتے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو یکجا پائیں گے، میری یافت ان کے لیے کافی ہے، اگر لوگ مجھے پالیں گے، سب کو پالیں گے، اگر مجھے نہیں پائیں گے، کچھ بھی نہ پائیں گے، مجھے پایا تو سب پایا، مجھے کھویا تو سب کھویا۔

یہ بھی فرمایا کہ میں سلوک کی ابتدا میں ایک مقام پر پہنچا، میں جس قبر پر پہنچتا، اس قبر کا مردہ زندہ ہو جاتا اور اپنی سرگزشت بیان کرتا، اگر وہ مبتلائے عذاب ہوتا، اپنی بساط کے مطابق میں اسے عذاب سے نجات دلاتا اور اگر وہ جنت میں ہوتا، تو اس کی بساط کے مطابق میں مشاہدہ کی دولت حاصل کرتا، اگر وہ شہود ذاتی کے قابل ہوتا، اس کے ساتھ میں بھی واصل ہوتا۔

شیخ صفی کا وصال ۱۹ رمحرام الحرام ۹۳۳ھ کو ہوا، میر عبدالواحد بلگرامی نے ان کی تاریخ وصال "شیخ پاک" سے اخذ کی۔ آپ کی آرام گاہ سائی پور میں ہے۔ آپ کی خاک مزار صوری و معنوی، ظاہری و باطنی درد مندوں کے زخم کا مرہم ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ

اختر منازل برکت، نیر بروج عنایت وفادت، از مخصوصان بارگاہ تعالیٰ و تبارک، ولی برحق حضرت شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شاہ صفی سائی پوری کے بھانجے، فرزند نسبتی (داماد) مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کے احوال روحانی، بہت بلند، بہت عالی، بہت وسیع تھے، کریم بن کریم ہونا آپ کے فضائل کی واضح دلیل ہے۔ حضرت شاہ صفی، پوری زندگی محصور اور مجرد رہے، بیوی بچے نہ تھے، مخدوم شیخ مبارک ابھی کم سن بچے تھے، ایک دن شیخ نے اپنی بہن سے کہا، تم اپنے فرزند کو ہماری فرزندی میں دے دو، انہوں نے جواب دیا، فرزند خواب میں ہے، فرمایا، خواب میں ہونے سے کیا مضائقہ ہے، کچھ دیر بعد لوگوں نے بچے کو بیدار کرنا چاہا، جان جسم سے نکل چکی تھی، بہن نے رونا دھونا شروع کیا، کہا تو نے میرے فرزند کے بارے میں نفس سے کام لیا؟ تو نے کہا تھا، کہ میرا فرزند سویا ہوا ہے اور فرمایا، اگر میرا فرزند ہوتا تو اتنا نہ سوتا، بہن نے کہا، میں نے اسے تمہاری فرزندی میں دیا، آپ نے فرمایا، اے لڑکے اٹھ جا! یہ سنتے ہی لڑکا فوراً زندہ ہو گیا، پھر آپ نے اپنے سایہ عاطفت میں رکھ کر ان کی پرورش و پرداخت کی اور علم ظاہری و معنوی سے بہرہ ور کر کے مرتبہ تکمیل تک پہنچایا اور ان کی شادی کی، جب قطب الاقطاب شاہ صفی قدس سرہ ایک دن قرب مطلق کی حالت میں اپنے بے پایاں عشق کی بدولت انتہائی وجد و سرور میں تھے، بارگاہ خداوندی میں عرض پرداز ہوئے، الٰہی! صفی کو نان شبینہ اور لباس ستر پوش کے علاوہ کچھ اور حاصل نہ ہو، لہذا شیخ صفی کی پوری زندگی تنگ دستی اور عسرت میں بسر ہوئی، وفات کے دن آپ کا سر مبارک مخدوم شیخ مبارک کی گود میں تھا، شیخ کو اس عارف اسرار نامتناہی کی جدائی پر سخت صدمہ ہوا، رونے لگے، آنسوؤں کے قطرے آپ کے چہرے پر گرے، آپ نے آنکھ کھولی، پوچھا، کیوں روتے ہو؟ عرض کیا، آپ پوری زندگی محصور و مجرد رہے اور مردانہ وار جا رہے ہیں اور بندے کو شادی شدہ کر دیا، آپ نے بارگاہ الٰہی میں جو دعا مانگی ہے، ظاہر ہے میری اہلیہ بڑی بختی واقع ہوئی ہے، فرمایا، بابا! وہ دعا میں نے صرف اپنے حق میں مانگی تھی، تم کو آسمان کی وسعت کی طرح رزق اور آب جو کے مقدار پینے کے لیے عطا ہوا ہے، تم اسے کھاؤ اور کھلاؤ، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس وقت سے لے کر آج تک آپ کے فرزندوں میں وسعت معاش (فارغ البالی) بہت زیادہ ہے، آپ کے

فرزندوں کے گھر کبھی تنگ دستی اور عسرت نے رخ نہیں کیا، آپ کے کمالات وخوارق اتنے زیادہ ہیں، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ ۲۴ رجب المرجب کو خیر آباد کے اندر اس جہان فانی سے جوار قرب مطلق میں پہنچ گئے، وصیت فرمائی، کہ میرا جنازہ پہلے قطب وحدت حضرت شاہ مینا کی زیارت کے لیے لکھنؤ لے جائیں، وہاں سے صفی پور لائیں، لوگوں نے ایسا ہی کیا، کہ آپ کی لاش مبارک قطب وحدت کے روضہ پاک کے دروازہ پر رکھا، آپ نے آستانہ مبارک کا بوسہ لیا، پھر لاش وہاں سے صفی پور لے گئے اور حضرت شاہ صفی کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔

تحفۃ العارفین میں لکھتے ہیں، شیخ مبارک کے صاحب وجد وحال خلفا ہوئے ہیں، مثلاً شیخ خانو کانکوری، شیخ مالو جگوری، شیخ الہ دیہ جسولی، حسین محمد اودھی، حاجی متھن اسولی، شیخ خان ساندوی، شیخ فضل اللہ گجراتی، شیخ نیاز و گھوروی، شیخ ابوالفتح اسولی، سید موہانی، شیخ عبدالغنی تحتپور چوراسی، شیخ جالو کانکوری، ان خلفا میں تمام بزرگ شہباز عشق وحالات ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ صفی کی خلافت وسجادگی شیخ مبارک سے حضرت بندگی شیخ اکرام کے واسطے سے ملی، ان سے شیخ عبدالرحمن، ان سے شیخ عبدالواحد، ان سے شیخ زاہد، ان سے شیخ بھولن، ان سے شیخ عبداللہ، ان سے شیخ محمد معروف شاہ ساہن، ان میں سے ہر ایک نے اپنے آبا سے دست بدست خرقہ خلافت حاصل کیا، یہ تمام حضرات صلاح وتقوی میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پہ گامزن رہے ہیں، ان میں سے بعض بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں، اقتباس الانوار میں لکھا ہوا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں حاکم نے صفی پور کی جائداد کو ضبط کر لیا، قصبہ کے رؤسا صاحب سجادہ کو حاکم کے پاس سفارش کے لیے لے گئے، حاکم اور اس کے کارندے صاحب سجادہ کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آئے اور سفارش کو قبول نہ کیا اور انہوں نے شاہ صفی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، آپ نے فرمایا، حاکم کی یہ بات دلالت کرتی ہے، کہ تم پر آگ برسے گی، جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بات نکلی، حاکم اور اس کے کارندوں کے کپڑوں میں آگ لگ گئی، وہ جلنے لگے، دوسرے حاضرین عذر ومعذرت کرنے لگے اور جلنے والوں کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا، فرمایا کہ ان لوگوں کے آبلوں پر حضرت شاہ صفی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا غسالہ لگائیں، لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ان جلنے والوں نے شفا پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مجھی موہانی رحمۃ اللہ علیہ

انفاسش حکم قضہء مبرم، از غایت احتشام فخر مکرم ومعظم، محرم اسرار نہانی، تیر تقدیر حضرت شاہ مجھی موہانی بن شاہ محمد عبدالرحمن بن محمد اکرم بن مخدوم شاہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ صفی کے روحانی فرزند ہیں، خرقہ خلافت دست بدست اپنے آبائے کرام سے پایا۔ آپ کو مسعود ازلی، محمود ابدی اور مادر زاد ولی سمجھنا چاہیے، نیز فخر اولاد شاہ صفی وشیخ مبارک جاننا چاہیے، واقفیت اسرار اور محرمیت اطوار میں بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ اس بنا پر حق سبحانہ تعالی نے آپ کو شیخ مبارک کے فرزندوں کی ولایت میں شریک نہیں کیا، اپنے فضل وکرم سے آپ کو موہان کا صاحب ولایت بنایا، آپ کے کمالات بے حد وبے شمار ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان

مبارک سے نکلتا، فوراً ظاہر ہو جاتا، شکیوں سے جس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے "ماری مجی مار" اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے جو تیر چلایا، وہ پار ہو گیا، فوراً ہی اس کے سینے میں سوراخ ہو جاتا اور وہ جاں بحق تسلیم ہو کر گر جاتا۔ حضرت کے فرزندوں کی زبان سے سن کر یہ بات نقل کی گئی کہ ابتدائے حال میں آپ اپنے آباواجداد کے وطن صفی پور میں جذب آمیز حالت سلوک میں رہے، ایک دن شاہ خیبر جو شیخ صفی و شیخ مبارک کی اولاد سے اور مرد کامل تھے، انہوں نے کہا، ہم نے خیبر مارا، خیبر ایک قسم کا تیر ہے، حضرت نے فرمایا، وہ صرف لکڑی ہے اس میں لوہا نہیں ہے، ہم نے تیغ چلائی وہ پار ہو گئی، شاہ خیبر فوراً ہی گر پڑے اور جان دے دی۔ پھر وہاں سے قصبہ موہان کی طرف متوجہ ہوئے جو لکھنؤ سے ۱۰ کوس کے فاصلے پر جانب مغرب واقع ہے اور اس قصبہ کو اپنے نور ولایت سے منور کر دیا۔

ایک دن رئیس موہان فیض اللہ کے گھر اپنے ایک مرید کی سفارش کے لیے تشریف لے گئے، واپس ہوئے تو راستہ میں ایک جنازہ ملا، حضرت کا یہ دستور تھا، کہ جنازے اور لوگوں کے ہجوم سے بہت ڈرتے، ایسی چیزوں کی جانب ہرگز نہ جاتے، جنازہ دیکھا تو ڈر کر بھاگے اور موہان کے ایک رئیس سید عابد کے گھر کا رخ کیا، انہوں نے اپنا دروازہ مضبوطی سے بند کر لیا تا کہ حضرت گھر کے اندر داخل نہ ہو سکیں، جب آپ نے یہ حال دیکھا، فرمایا، کہ یہ دروازہ ہمیشہ بند ہی رہے گا، ان اوراق کے لکھے جانے تک سید عابد کی ۳ پشتیں گزر چکی ہیں اور وہ دروازہ اس وقت سے اب تک بند پڑا ہے، ہرگز نہ کھل سکا۔

ایک درویش لکھنؤ کی سرائے میں گھومتا پھرتا رہتا، جس کسی کی گھوڑی کو دیکھتا محض اس کے دیکھ لینے سے وہ زمین پر لیٹ جاتی اور یہ درویش اس کے ساتھ بدفعلی کرتا، اچانک حضرت ایک گھوڑی پر سوار سفر کرتے ہوئے لکھنؤ کی سرائے میں پہنچ گئے، خدمت گاروں نے درویش کا معاملہ بیان کیا، فرمایا، کوئی بات نہیں اس کو میں سمجھ لوں گا، اچانک وہ درویش وہاں آ گیا، اس سرائے میں درویش کے آتے ہی آپ کی گھوڑی نے چاہا کہ زمین پر لیٹ جائے، آپ نے فرمایا، تو کھڑی رہ، وہ درویش ہجڑا ہے، گھوڑی کھڑی رہی اور اسی وقت درویش کی علامت مردانگی غائب ہو گئی۔

ایک بار زید پور میں ایک بڑھیا کے لیے اپنے روحانی تصرف سے لکڑی کا بڑا گھر تیار کر دیا۔

آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں۔ زید پور میں وصال ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔ چھ مہینے بعد ان کے فرزندوں نے باطنی ارشاد کے بموجب قبر سے آپ کی ہڈیاں نکالیں اور ان کو موہان لا کر دفن کر دیا، آپ بندگی شیخ نظام الدین امیٹھی کے معاصر تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ قدرت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شہنشاہ سیاحان ملکوت، پیشوائے مسافران مقام لاہوت، بہ اعتقاد عالم ظل اللہ، رئیس المشاہدین حضرت شاہ قدرت اللہ بن شیخ ہدایت اللہ قدوائی رحمۃ اللہ علیہ:

مسولی توابع لکھنؤ کے رہنے والے تھے، آپ محققان روزگار اور مکاشفان اسرار ولیوں میں ہیں۔ شان عظیم، ہمت بلند، ترک کامل اور عشق وافر رکھتے ہیں۔ اپنے زمانے کے شیخ طریقت تھے، آپ کے بارے میں قدوۃ العارفین

فرمایا کرتے، کہ قدرت اللہ اپنے زمانے کے غوث ہیں۔ جو شخص آپ کے جمال حال کا مشاہدہ کرتا تو آپ کے کمال ولایت کا یقین کامل کر لیتا۔ آپ کے قدم توکل و تجرید کی بدولت آپ سے بہت سے مجاہدات عمل میں آئے۔ آپ قدرت اللہ اسم بامسمیٰ تھے۔ میر سعد الدین عرف چھوٹو بلگرامی اپنی کتاب ''آیات بینات'' میں لکھتے ہیں، شاہ قدرت اللہ سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ عبداللہ سجادہ نشین شاہ صفی صفی پوری کے مرید ہیں۔ بچپن ہی میں جذبہ عشق الٰہی عشق ھل من مزید کی طرح آپ کے احوال پر غالب آیا۔ اکثر و بیشتر اندھیری راتوں میں اپنے گاؤں کے اردگرد دیوانہ وار تن تنہا گھومتے رہتے، بالآخر شیخ سدھا سے بعض اسمائے حسنیٰ کی اجازت پائی اور ان کے ورد میں مشغول ہوئے۔ سن تمیز کو پہنچنے کے بعد شادی کی، لیکن ازدواجی تعلقات کو شغل عبادت و ریاضت میں مخل سمجھ کر ایک رات بارگاہ الٰہی میں دعا کی، اہلیہ انتقال کر گئیں، آپ بنگال پہنچے اور پیشہ سپہ گری اختیار کیا، لیکن باطنی اشغال واوراد سے غافل نہ رہے، پھر بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور سفر کرتے ہوئے سورت پہنچے، سپہ گری کے اسلحے اور سرو سامان راہ خدا میں لٹا دیے۔ ناخدا نے کشتی پر سوار کر لیا۔ ایک رات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاح سے آپ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا، اسی وقت ناخدا نے مشعل روشن کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، انتہائی دلجوئی کی اور کشتی میں نہایت مناسب جگہ عطا کی، آپ کو عزت و توقیر کے ساتھ مکہ پہنچا دیا۔

کرامت القدرت میں لکھا ہوا ہے کہ مکہ کے شرفا نے آپ کو حریم کعبہ میں قیام کی جگہ دی، جب مدینہ پہنچے، ایک زمانے تک کچھ نہ کھایا، تاکہ پیشاب پاخانہ کی حاجت نہ ہو اور آپ کو شرفائے مدینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر روضہ منورہ کی دیوار کے سائے میں جگہ دی۔ ایک رات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پختہ چاول اور مسور کی دال بیداری میں اپنے دست مبارک سے عطا فرمائی، اس کھانے کو تناول فرماتے ہی، آپ کا دل ماسوا اللہ کی محبت سے سرد ہو گیا۔ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ نے شاہ صفی کی درخواست پر ہندوستان لوٹنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حکم دیا، کہ شیخ صفی کے سلسلہ میں لوگوں کو مرید کرو، آپ مدینہ سے کربلا آئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت پائی، کیوں کہ اب ان میں پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی، جب ملک ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوئے، ایک مرد غیب نے شیخ صفی کی طلب کا خط آپ کو پیش کیا۔ جب صفی پور پہنچے، شاہ عبداللہ سجادہ نشین سے بیعت ہوئے اور شاہ یٰس بلگرامی سے تربیت پائی، خواب میں شاہ صفی سے دعا حرز یمانی کی اجازت حاصل کی۔ تمام ظاہری و باطنی شرائط کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ختم کے مطابق حرز یمانی کا ورد مکمل کیا، لیکن از راہ ادب پانچ ہزار عدد کم کیے، شیخ مبارک کے بعد اس بلند مقام تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ آپ کی کرامات وحالات حد تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی صفائی ظاہر و باطن جواں مردان سلف کی طرح تھی۔ آپ کے مرید شیخ بیک علی خاں نے ایک رات خواب میں دیکھا، دریا میں کشتی کے کنارے پر بیٹھا ہوں، حضرت حاضر ہوئے اور فرمایا، کشتی میں اس طرح بے باکی کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہیں، تین چار روز بعد بیک علی خاں وزیر شجاع الدولہ کے حکم سے دریائے گنگا پار کرنے کے لیے کشتی کے کنارے بیٹھے، اندھیری رات میں کشتی روانہ ہوئی، کشتی جب دریا کے بیچ میں پہنچی، بیک علی خاں کشتی سے گرے اور دریا میں ڈوب گئے، اس کے بھائیوں نے رونا دھونا اور سر پیٹنا

شروع کیا، اسی حال میں دریا پار کیا، جب لوگ ساحل پر پہنچے، لوگوں نے بیک علی خاں کو زندہ زمین پر لیٹا ہوا پایا، لوگ بہت خوش ہوئے اور پوچھا، تو بیک علی خان نے کہا، جب میں دریا کے اندر ڈوب رہا تھا، تو میرے پیر نے ہاتھ پکڑا اور اس جگہ لا کر رکھ دیا۔

آپ کے مرید شیخ کریم الزماں نے کہا، جس زمانے میں وزیر شجاع الدولہ نے انگریزوں سے لڑنے کے لیے بنگال کا رخ کیا، میں بھی فوج میں شریک تھا، میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا، فرمایا، کوئی جانتا ہے، اگلے سال اس مہینے اور اس تاریخ میں اس لشکر کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ میں نے صبح اپنے دوستوں سے یہ خواب بیان کیا، خواب کی تاریخ مہینہ اور سن لکھ لیا گیا، دوسرے سال اسی مہینے اور اسی تاریخ میں مسلمانوں کے لشکر کو شکست ہوئی اور بھگدڑ مچ گئی۔

۱۱ر رجب ۱۱۸۴ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک صفی پور میں ہے، آپ کے اکثر مرید شاہ عثمان، شاہ سبحان بلگرامی، شاہ رجا لکھنوی کی طرح ریاضت کیش ہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ آپ کے مریدوں کی تعداد کم سے کم ایک لاکھ ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ

نسخہ کمالات متعالی، رسالہ حالات عالی، ذخیرہ صدق ویقین، حضرت مولوی صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم، تمام صوری و معنوی فضائل سے آراستہ، شریعت غرا کی پیروی اور ورع و تقوی میں سید علیم اللہ بریلوی کے مثل تھے، آپ گوپامئو کے رئیسوں میں شاہ قدرت اللہ کے مرید تھے۔ مرشد نے آپ کے حق میں فرمایا، مولوی صلاح الدین کو حق تعالیٰ نے مادرزاد دولت عطا کی۔ آپ کی ہر سانس رضائے الٰہی میں اور ہر قدم مرضی مولا میں اٹھتا۔ شریعت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے، خیر آباد کے معتبر لوگوں سے سنا گیا کہ آپ کسی وقت خواب میں تھے کہ آپ کے منہ سے ایک نور ظاہر ہوا، جو حجرے کی چھت پھاڑ کر آسمان تک پہنچ گیا، کچھ دیر تک یہ حالت آپ پر طاری رہی، نگارندہ بحر زخار نے بھی شیخ پیر محمد کی مسجد میں ان کے ایسے حالات دیکھے جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ

در خاص و عام مقبول، حضرت شاہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ صفی کے فرزندوں میں سے ہیں اور خرقہ خلافت اپنے خاندانی بزرگوں سے پایا، پھر ایک خرقہ شیخ عبدالرحمن چشتی دھنوی سے چشتیہ سلسلہ کے اوراد و وظائف کی اجازت کے ساتھ حاصل کیا اور ایک خرقہ شاہ پیر محمد سلونی سے پایا، آپ صاحب برکت و کرامت بزرگ تھے، ایک دن حاکم کے سپاہیوں نے آپ کے دائرے میں بدعت شروع کی، آپ نے خفگی کا اظہار کیا، تمام سپاہیوں پر غیب سے تعزیر اور اتنی زدوکوب ہوئی کہ وہ سب بھاگ کر قلعہ میں

چلے گئے۔اس طرح کی اکثر کرامتیں وہاں مشہور ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ

انبار حقائق ومعارف، ذخیرہ فضائل وتعارف، درمحبت محبوب خالص وسرہ، حضرت شیخ حسین ساکن سکندرہ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، شیخ صفی الدین سائی پوری کے خلیفہ اعظم تھے۔ابتدائے حال میں بہت بڑے دولت مند تھے، آپ کی شان سخاوت کا جوہر مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا تھا، اچانک حب الٰہی کا ایسا جذبہ دل میں پیدا ہوا، جس نے تمام دنیاوی تعلقات سے جدا کر دیا اور وارفتگی کی کامل صفت پیدا ہوگئی اور آبادی سے باہر نکل کر ایک درخت کے نیچے، اس پرند کی طرح جو اپنا سر پروں میں چھپا کر بیٹھتا ہے، شبانہ روز عالم استغراق میں بیٹھے رہتے، اسی دوران کمند شوق نے حرمین شریفین کی طرف کھینچ لیا اور زیارت حرمین کی سعادت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔

ایک رات حالت خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے، فرمایا، تم ہندوستان لوٹ جاؤ اور سائی پور جا کر شیخ صفی الدین کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ، شیخ کہتے ہیں کہ جب میں سائی پور پہنچا، میرے دل میں خیال آیا کہ شیخ صفی الدین خود مجھے خلوت میں بلائیں اور سر مبارک سے اپنی ٹوپی بغیر مانگے مجھے عطا فرمائیں، عبادت وریاضت کے لیے ایک مکان مقرر فرمائیں، جب میں قبہ سعادت کے قریب پہنچا، حضرت کے حکم پر خادم باہر نکلا، اور پوچھا کہ شیخ حسین کون ہیں؟ میں نے قلندروں کی طرح گدڑی پہن رکھی تھی، سر اٹھا کر کہا، میں ہی حسین ہوں، لیکن شیخ حسین نہیں ہوں۔ خادم حضرت کی خدمت میں واپس گیا اور میری بات عرض کی، پھر واپس آیا اور کہا آجاؤ، پھر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے بھرپور شفقت ومہربانی سے نوازا اور اپنی خاص ٹوپی مجھے پہنائی، اپنی خانقاہ ملائک پناہ میں جگہ عطا فرمائی، چنانچہ میں نے خانقاہ میں ایک چلہ کیا (مآثر الکرام میں دو اربعین ہیں ص ۳۷) پھر حکم ہوا سکندرہ جا کر قیام کرو اور خلق خدا کو رشد وہدایت کی تعلیم دو، آپ نے پچاس سال تک گوشہ عبادت میں قیام فرمایا اور گوشہ تنہائی سے نکل کر کسی کے دروازے پر جا کر ناموس فقر کو رسوا نہ کیا۔

میر عبدالواحد بلگرامی اپنی کتاب سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں، حضرت مخدوم شیخ حسین کو جب جذبہ ہدایت الٰہی اور کشش عنایت لامتناہی حاصل ہوئی، آپ کے دل سے دنیاوی لذت وشہوت کا داعیہ سرد پڑ گیا۔ منصب اور دنیاوی دولت کو ترک کر دیا۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فقر وفاقہ میں گزارنے لگے، وہ کہتے تھے اگر خداوند تعالیٰ غریب نوازی نہ فرماتا تو اس غریب کو مردار دنیا سے کون نجات دیتا اور صبر وقناعت کے مرتبے تک کون پہنچاتا۔حضرت کی زندگی کے آخری ایام آئے، مسجد کے پیچھے ایک قبر کھودی اور مقبرہ کی بنیاد رکھی، اس کے بعد دوستوں کے سامنے وداع (رخصت) کی باتیں کرتے، جب عمارت تیار ہوگئی، خندہ روئی کے ساتھ جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔

آپ کی وفات ۹۷۶ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت سید نظام الدین معروف بہ شیخ الہ دیہ خیر آبادی

رحمۃ اللہ علیہ

ناخدائے سفینہ بحر وصال ذات خدا، با گنجینہ اسرار حقیقت وصفات مصطفیٰ، کوہ صبر و توکل وعبادت، مقتدی تلقین و افادت، مظہر شان فیض وعنایت وجوادی، قطب الافراد حضرت سید نظام الدین معروف بہ شیخ الہ دیہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

رسالہ احوال میں لکھا ہے کہ آپ کے دادا سید محمود، امام علی موسی رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، بادشاہ ہند کی درخواست پر بخارا کے علاقہ سے دہلی پہنچے، وہاں سے سندیلہ تعلقہ اودھ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمایا اور اپنے فرزند کو سندیلہ چھوڑ کر ولایت چلے گئے، آپ کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام میرن تھا، اس کی شادی سید علاء الدین واسطی صاحب ولایت سندیلہ کی بیٹی سے ہوئی، ان سے سید نظام الدین پیدا ہوئے، جب بچپن میں اپنے والد کے ساتھ مخدوم شیخ سعد خیر آبادی کی بیعت سے مشرف ہوئے، انہوں نے نظام الدین اولیا کے اسم گرامی کی رعایت کرتے ہوئے، آپ کو الہ دیہ کے لقب سے یاد کیا، اسی بنا پر آپ الہ دیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اپنے مرشد شیخ صفی الدین صفی پوری کی خدمت میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں، ابتدائے حال میں علوم ظاہری حاصل کیا اور تبحر علمی میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔ ریاضات شاقہ کی بنا پر علمی قیل وقال ترک کر دیے۔ الغرض! حق سبحانہ وتعالیٰ نے الہ دیہ کو تصوف میں رتبہ بلند اور مرتبہ ارجمند عطا فرمایا، آپ مشہور آفاق ہو گئے۔ آپ کے مجاہدات کی انتہا نہ تھی، بیوی بچوں کے ساتھ توکل میں زندگی بسر کرتے اور لقمہ حلال کا پاس ولحاظ اتنا تھا کہ اکثر اوقات جب فاقوں میں بسر ہوتے درخت کے پتوں کو غذا بناتے، آپ کے بچے گھر میں اگنے والے پودوں کو کھا کر آسودگی حاصل کرتے۔ ایک دن گھر کے تمام پودوں اور گھاس کو کھود کر باہر پھینک دیا کہ یہ چیزیں بھی توکل میں خلل انداز ہوتی ہیں، ان حالات کو جب خلائق نے ملاحظہ کیا، تو انہوں نے خیال کیا، کہ آپ کی ذات فرشتہ صفت بن گئی ہے، لوگ آپ کے توکل کو سلطان العارفین کے توکل پر ترجیح دیتے، کیوں کہ سلطان العارفین کا توکل ان کی ذات تک محدود تھا اور اس مرد کامل کا توکل اپنی ذات اور بیوی بچوں کے ساتھ تھا۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ بندگی نظام الدین غایب محبت کی بنا پر اکثر آپ کو دیکھنے کے لیے خیر آباد جاتے، ایک پیسہ نذر کرتے، اسی ایک پیسہ سے آپ کی ضیافت ہو جاتی، آپ کی فیض یابی شاہ صفی کی وجہ سے ہے، کہ جب وہ شیخ سعد کے مرید ہوئے، کچھ دنوں بعد ان کے مرشد کا وصال ہو گیا، شیخ سعد کی مجلس عرس میں شاہ صفی خیر آباد تشریف لائے اور مجلس سماع گرم تھی، جب شیخ الہ دیہ تشریف لائے، قوال خاموش ہو گیا اور مزامیر ہاتھ سے چھوٹ گئے، حضرت شاہ صفی نے سماع موقوف کرنے کا سبب دریافت کیا، قوالوں نے کہا کہ شیخ الہ دیہ شریعت کے سخت پابند ہیں، سماع کی رغبت نہیں رکھتے، شاہ صفی نے ساز کی طرف دیکھا، وہ خود بخود بجنے لگے، شیخ الہ دیہ وجد میں جھومنے لگے اور تین دن تک استغراق کا

عالم طاری رہا۔ ہوش میں آئے، پوچھا، شاہ صفی کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ شیخ صفی پور چلے گئے ہیں۔ پیر و مرشد کے بعد آپ بھی صفی پور چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو حضرت مکان کے اندر موجود نہیں ہیں اور معمار مسجد تعمیر کر رہے ہیں، آپ نے اینٹ پہنچانے میں مزدوروں کی مدد کی، جب شاہ صفی آئے، آپ کی اسی حالت کا مشاہدہ کیا، پوچھا تم نے اپنی بنیاد مضبوط کر لی؟ اس کے بعد حضرت ہمیشہ صفی پور میں رہنے لگے اور لوگوں کو فیض پہنچاتے، شاہ صفی کی وفات کے بعد سندیلہ کا رخ کیا، جب آپ کے والد کو معلوم ہوا، کاشت کار کی اجازت کے بغیر چند گنے توڑے، انہیں لے کر استقبال کے لیے گئے، آپ نے گنے کے بارے میں پوچھ، تو معلوم ہوا کہ دہقان کی اجازت کے بغیر توڑے گئے ہیں، تبھی ہی بات پر سندیلہ کے قیام سے متنفر ہو گئے، فرمایا، جس جگہ اپنے اور غیر کے مال میں کوئی فرق نہ کیا جائے، میں وہاں ہرگز نہ رہوں گا، وہاں سے روانہ ہو کر خیر آباد پہنچے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی، آپ کے کمالات و خوارق عادات احاطہ تحریر میں لانے سے زائد ہیں۔

نقل کیا جاتا ہے کہ اکبر بادشاہ درویشوں کو قید کرتا، اکبر کے دل میں خیال آیا کہ شیخ الہ دیہ کو بلانے کے لیے آدمیوں کو بھیجنا چاہیے، حضرت کشف کی وجہ سے بادشاہ کے اس ارادے سے واقف ہو گئے، اپنے فرزند شیخ ابوالفتح کے ساتھ دہلی کی جانب روانہ ہوئے، جب دریائے گنگا کے کنارے پہنچے، فرمایا، یہاں مشرکین کا مندر ہے، کہیں میرے ہاتھ پاؤں آگ میں ملوث نہ ہو جائیں، بہت زیادہ دھواں دریا سے نکلا، ناچار وضو کیا، وہ دھواں دفع ہو گیا، دہلی پہنچے، شہر کے قریب معلوم ہوا کہ شاعر فیضی کا انتقال ہو گیا ہے، جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے، بادشاہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور بہت ہی زیادہ تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا، آپ کے لیے فرمان معاش اور پانچ ہزار روپے نقد پیش کیے اور حضرت کی اقتدا میں نماز پڑھی، چیل اور بلی کے گوشت کا کباب تیار کیا اور کھانے کے یہ چیزیں بھی امتحان کے لیے بھیج دیں، شیخ نے دیکھ کر فرمایا، چیل کیوں نہیں اڑتی، بلی اٹھ کر کیوں نہیں بھاگتی، چیل نے فوراً پر و بال پائے اور اڑ گئی اور بلی زندہ ہو کر بھاگ گئی، یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ کی عقیدت اور زیادہ ہو گئی، بادشاہ نے کہا، پہلی ملاقات میں میں نے دو بپھرے ہوئے شیر آپ کے دائیں بائیں دیکھے تھے، یہ کرامت تو اس کرامت سے بھی بڑھی ہوئی ہے، پھر شیخ نے تمام قیدیوں کو بادشاہ سے رہائی دلوائی، اسی دن سے زندہ پیر اور بند خلاص (قیدیوں کو آزاد کرانے والے) کے لقب سے مشائخ زمانہ میں مشہور ہوئے۔

آپ کا ایک خادم تھا، دوسرے فقیر سے دعا لے کر صاحب فرزند بنا، اس بات کی خبر حضرت کو ہوئی، خادم کے فرزند کے حق میں بد دعا کی اور خادم کا فرزند مر گیا، خود اس کے لیے سات فرزند کی بشارت دی، اس کے یہاں سات بچے پیدا ہوئے، آپ کی عمر شریف ایک سو بیس سال ہوئی۔

۷ ربیع الاول ۹۹۱ھ اور ایک روایت کے مطابق ۹۹۳ھ میں آپ کا وصال ہوا، مزار مبارک خیر آباد میں ہے، آپ کے خلفائے عظام مثلاً شیخ الہ داد ہوئے ہیں، ان کے مثل علم اور تصنیف میں بہت سے خلفا ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ

پروردہ کرامت و ولایت، مدام بحفاظت و حمایت، دردمندان عشق رامعین، قطب الوقت حضرت شیخ ابوالفتح

خلف وخلیفہ وسجادہ نشین سید نظام الدین عرف الہ دیہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

سید نظام الدین عرف الہ دیہ خیر آبادی کے فرزند، خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ علم ظاہر و باطن میں فاضل و کامل، سلوک میں عارف و شاغل، کرامت و بزرگی میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ کو والد بزرگوار کا سچا متبع اور جانشین کہنا مناسب ہوگا۔ رسالہ کے اندر آپ کے احوال میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، ایک مجذوب آئے، آپ کے اوپر ایسا پتھر مارا کہ زخمی ہوگئے، لوگوں نے مجذوب سے پتھر مارنے کا سبب پوچھا، جواب دیا، فرشتے آپ کے لیے قطبیت کا خلعت لا رہے تھے، شیطان نے فرشتوں کو روکا کہ یہ شخص قطبیت کے لائق نہیں، میں نے شیطان پر پتھر مار کر اسے دفع کر دیا اور آپ کو خلعت قطبیت دلا دیا، کچھ دنوں بعد قطب الاقطاب حضرت شیخ بندگی نظام الدین امیٹھی سے خیر آباد تشریف لائے اور شیخ الہ دیہ کو مبارک بادپیش کی، فرمایا کہ ابوالفتح کو قطبیت عنایت ہوئی ہے۔

آپ کے کمالات حوصلہ تحریر سے باہر ہیں۔ ایک دن والد ماجد کے عرس میں وجد کی کیفیت طاری ہوئی، عین حالت استغراق میں بتاریخ ۷ ربیع الاول جو آپ کے والد کی وفات کا دن تھا، جان محبوب حقیقی کو سونپ دیا۔ آپ کی وفات والد کی وفات کے ۱۸ سال بعد واقع ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ

کامل ابن کامل، بجلائل فضائل شامل، صاحب دم و ثابت قدم، حضرت شاہ مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ ابوالفتح کے فرزند اور خلیفہ ہیں، لیکن اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات پائی، اسی لیے شیخ ابوالفتح کی نعمت خلافت محمد عیسیٰ بن مخدوم عالم کو حاصل ہوئی، محمد عیسیٰ اپنے جد بزرگوار کی وفات کے وقت بچے تھے، ظاہری علوم حاصل کرنے کے لیے "منیر" گئے۔ جب علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد وطن لوٹے، کسب معرفت اور ریاضت و مجاہدہ میں مرتاض زمانہ ہوگئے۔ بقول شاعر

مے صرف وحدت کسی نوش کرد ۔۔۔۔ کہ دنیا وعقبیٰ فراموش کرد

غایت استغراق اور محبوب حقیقی کے جمال و کمال میں محو رہنے کی وجہ سے کسی چیز کی طرف مطلق توجہ نہ کرتے، آپ کی قوت ولایت اور کمال کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن بچپن میں شاہ عیسیٰ عرف شاہ گجی قلندر لاہر پوری کو آپ پر دم کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں لایا گیا، آپ کا جمال حال دیکھ کر قلندر موصوف نے پوچھا، یہ بچہ کس کا ہے؟ اس کی پیشانی پر قطبیت کے انوار جگمگا رہے ہیں۔

آپ کے مزاج پر جلال کا غلبہ تھا، زبان سے جو بات نکلتی واقع ہو کر رہتی۔ بتاریخ ۴ صفر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

حضرت شاہ بدلی رحمۃ اللہ علیہ :۔ حضرت شیخ عیسیٰ کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ممتاز و مرتاض بزرگ تھے۔ آپ کے صاحب زادے قطب عالم جو کامل درویش باصفا تھے انہوں نے بزرگوں کا راستہ اختیار کیا، اتنی ریاضت کی کہ صاحب کمال ہوگئے، جو کچھ زبان سے فرما دیتے، ویسا ہی ظاہر ہوتا، حاکم خیر آباد سلیم خاں کی گستاخی کی وجہ سے اس پر

غضب ناک ہوئے، جس کے اثر سے اس کا پیشاب اور پاخانہ رک گیا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، توجہ فرمائی، سلیم خاں نے موت سے نجات پائی۔ حضرت کی وفات ۱۰رذی الحجہ ۱۱۴۱ھ کو واقع ہوئی، آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی، آپ کے بھتیجے محمد شعیب نے توکل وعبادت کی بنا پر مسند خلافت کو زینت بخشی۔

۲۰رصفر ۱۱۹۳ھ (۱۱۹۹ھ) کو جنت الفردوس کی جانب روانہ ہوئے۔

آپ کے پوتے مولوی ابراہیم جو شاہ قدرت اللہ قدوائی کے مرید تھے، انہوں نے بزرگوں کا طریقہ اختیار کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

تخت نشین طی الارض، مؤدی سنت وفرض، بزرگ رحمت اللہ، حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ ابوالفتح کے خلیفہ اعظم ہیں۔ بہت بڑے بابرکت ومتصرف بزرگ اور خوارق عادات وکمالات کے جامع تھے۔ آپ کے جملہ تصرفات میں سے ایک تصرف یہ ہے کہ شیخ ابوالفتح اپنے لڑکے کی شادی کرنے کے لیے امیٹھی تشریف لے گئے، شیخ حبیب اللہ کو خیرآباد میں چھوڑ دیا، نکاح کے وقت شیخ حبیب اللہ کو حاضر پایا، جب خیرآباد پہنچ کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ شیخ حبیب اللہ گھر سے نہیں نکلے، آپ نے نماز پنج گانہ میں اکثر نمازیں خانہ کعبہ میں پڑھنے کا معمول بنالیا تھا۔ مرشد برحق شیخ ابوالفتح کے لیے بادشاہ وقت نے معاش کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور اپنے فرزندوں کے ساتھ دستاویز پوری انکساری کے ساتھ پیش کیا، آپ نے اسے قبول نہ کیا۔ ابھی تک آپ کے مزار پر یہ رسم جاری ہے، کہ عرس کے دن مرشد کی درگاہ سے چراغ جلا کر نہ لے جائیں، آپ کے مزار پر ہر چند چراغ روشن کریں، مگر وہاں چراغ نہیں جلتے۔

آپ کے مرشد زادے شیخ عبدالوالی نے تحصیل علم فرمائی اور ایک مدت کے بعد خدمت عالی میں پہنچے، شیخ حبیب اللہ نے دیکھتے ہی فرمایا، بارہ سال سے آپ کے انتظار میں میں زندہ ہوں کیوں کہ آپ کے والد نے ایک نعمت آپ کے لیے مجھے امانتاً سونپی تھی، اب یہ امانت سنبھالیے، میں رخصت ہو رہا ہوں، شیخ نے امانت عبدالوالی کے حوالے کی اور جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ آپ کا مزار مبارک خیرآباد میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید عمر بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

از ابرار نامی، حضرت سید عمر بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ ابوالفتح بن مخدوم الہ دیہ سے بیعت تھے۔ جامع علم ظاہر وباطن تھے۔ مدتوں اپنے مرشد کی خدمت اور ریاضت شاقہ برداشت کی پھر وطن مالوف کی طرف لوٹے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں زندگی بسر کردی، آپ کا مزار بلگرام سے پورب جانب موضع چاند پور میں ایک گنبد کے اندر ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید شریف رحمۃ اللہ علیہ

درمجمع رندان ظریف، حضرت سید شریف رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید عمر کے فرزند اور خلیفہ ہیں، اپنے والد کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کیا، والد بزرگوار کے طریقہ پر شیخ ابوالفتح سے مرید ہوئے اور ان سے خرقۂ خلافت پایا اور انہیں سے حقائق ومعارف وافر مقدار میں حاصل کیا، وطن کی طرف جانے کی اجازت حاصل کی، پھر وطن اصلی میں گوشہ نشیں ہو گئے۔ بیشتر اوقات تصوف وسلوک اور بزرگان دین کے افعال واقوال پر مشتمل کتابیں مطالعہ فرماتے۔ مشائخ ہند کے حالات میں ایک مفید کتاب تحریر فرمائی، جس میں مشائخ کے کمالات جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اپنی کتاب کا نام "مرأۃ المبتدین" رکھا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نجم الدین معروف بہ میاں جی رحمۃ اللہ علیہ

مرد راہ یقین، حضرت شاہ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ

میاں جی کے نام سے مشہور ہیں، شاہ عیسیٰ کے پوتے، آپ مرد کامل تھے۔ آپ کی کرامات ظاہر باہر تھیں، بہرائچ میں قیام کیا، وہیں کسی نے زہر دے دیا، جس کی وجہ سے مرتبہ شہادت کو پہنچے۔

پاک از لوث شیخ محمد غوث، شیخ عیسیٰ کے نواسے اور بزرگ انسان تھے، لکھنؤ میں دریائے گومتی کے کنارے رشت اقامت ڈالا، جب آپ کی وفات ہوئی، تو لوگوں نے آپ کو وہیں دفن کر دیا۔ چند سال بعد اپنے بھتیجے محمد اسحاق جو موہانا میں رہتے تھے، انہیں خواب میں بتایا، کہ عن قریب میری لاش دریا میں چلی جائے گی، تم میری لاش قبر سے نکال کر موہان میں دفن کر دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

۱۴ر ذی الحجہ کو آپ کی فاتحہ ہوتی ہے۔ بصدق وصفائے شاہ انبیاء مرد کامل ہوئے۔

شاہ عبدالوالی :۔ مالک مرتبہ بحالی، شیخ عبدالوالی: شیخ ابوالفتح کے فرزند اور بندگی شاہ حبیب اللہ کے مرید ہیں، آپ کے والد بزرگوار نے جو نعمت بندگی حبیب اللہ کے حوالے کی تھی، انہیں حاصل ہوئی۔ بابرکت مرد، صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ خیر آباد کے حاکم کے دروازے پر نوبت بج رہی تھی، آپ اس وقت نوبت کی صدا و آہنگ کی طرف متوجہ ہو کر سننے لگے، جب سازندے نوبت بجانا موقوف کرنا چاہتے، تو آپ انہیں منع فرماتے، ڈر کے مارے موقوف نہ کر سکے۔ جب نوبت معمول کے خلاف دیر تک بجتی رہی، حاکم نے وجہ معلوم کرنی چاہی، سازندوں نے کہا، میاں شاہ عبدالوالی ظاہر ہو کر نوبت روکنے سے منع فرماتے ہیں۔ حاکم نے آپ کے پاس پیغام بھیجا، کہ اگر اجازت دیں، آپ کے روبرو نوبت بجائی جائے، آپ نے فرمایا، نوبت بجانا روک دیں، میں نے آسودہ ہو کر سن لیا۔

آپ کے بعد آپ کے آل واحفاد بہت زیدہ پھیلے۔

موج :۔ احوال حضرت سید محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

برخاتم نقر نگین، حضرت سید محمد امین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید نعمت اللہ بن سید جلال بن سید نظام الدین الہ دیہ خیر آبادی کے بیٹے ہیں، ایک سو پانچ سال عمر پائی۔ شیخ

عیسی کے مرید ہیں۔ آپ کا ذکر آپ کے دادا کے تذکرے میں آچکا ہے۔ بابرکت فضیلت مآب انسان، صاحب کرامت بزرگ تھے۔ بہت کم سوتے، رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، بقرعید کے دن خیرآباد میں وصال کیا اور وہیں دفن کیے گئے۔ اسی دن قصبہ موہان میں ایک بزرگ نے ان کے ایک مرید سے کہا، تیرے مرشد نے وصال فرمایا، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا ہے، کہ تمام صحابہ کرام کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ کے لیے جا رہے ہیں۔ کچھ دنوں بعد مریدوں نے آپ کی لاش خیرآباد سے ملیح آباد منتقل کی۔ تابوت کا ایک لوہا لاش مبارک میں چبھ گیا، جس سے خون جاری ہو گیا، اس وقت آپ کا مزار ملیح آباد میں ہے۔ شاہ قطب ملیح آبادی، شاہ امین کے خلیفہ ہیں۔ ایک رات چراغ میں تیل نہیں تھا، اپنا ہاتھ چراغ پر رکھ دیا، پوری رات چراغ جلتا رہا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالرحیم بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس وادی گمنامی، حضرت شیخ عبدالرحیم بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی عبدالمنتجب کے پوتے تھے۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، قاضی کی وفات کے بعد ان کے تمام فرزند شیخ سعد اور شیخ صفی کے مرید و خلیفہ ہو گئے۔ جب شیخ عبدالرحیم کا وقت وصال آیا، شیخ صفی نے فرمایا، میں اپنی خلافت تمہیں دیتا ہوں، انہوں نے کہا، میری ماں زندہ ہیں، ان سے اجازت لینا ضروری ہے، شیخ عبدالرحیم والدہ کی خدمت میں آئے اور حقیقت حال بیان کی، والدہ نے کہا، تم نے اس خلافت کی قدر نہ پہچانی، جلد جاؤ، شاید ہی انہیں زندہ پاؤ گے، جب آئے، اس وقت شیخ صفی دار فانی سے کوچ کر گئے تھے، وقت مرگ زیر لب ارشاد فرمایا، اگر عبدالرحیم آئیں تو کہہ دینا تمہارا حصہ شیخ الہ دیہ کے پاس ہے، جب آپ شیخ الہ دیہ کے پاس گئے، وہاں باطنی تربیت حاصل کی، بہت بڑے بزرگ اور مقتدائے وقت ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے شیخ سعد اللہ اور بھتیجے شیخ بھیکن بھی مقتدائے وقت بن گئے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز فقر و کمال، از معرفت الٰہی مالا مال، سالک مجاہدہ راہ یقین، اشرف زمانہ حضرت مخدوم محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ نصیر الدین کے صاحب زادے ہیں، میر نظام الدین عرف شیخ الہ دیہ خیرآبادی کے سگے بھائی، بیعت و خرقہ خلافت اپنے عم بزرگوار سے پائی، فقر و فنا میں صاحب مدارج بلند، معارج ارجمند تھے۔

صاحب مآثر الکرام، مرأۃ المبتدین کے حوالے سے لکھتے ہیں، آپ کے خطہ بلگرام میں تشریف لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ سید عمر بلگرامی، شیخ ابوالفتح بن شیخ الہ دیہ خیرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست حق پرست پر بیعت ہوئے، عرض کی، بوڑھے کمزور نیازمند مسافت بعید کی وجہ سے حضور سے فیوض و برکات حاصل نہیں کر سکتے، آپ اپنے کسی صاحب زادے کو بلگرام جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں کے لوگ انوار سعادت حاصل کریں، شیخ ابوالفتح

نے اپنے والد ماجد کی روح کی جانب توجہ کی، مخدوم رکن الدین نے بلگرام جانے کی اجازت پائی، پھر وہ خیر آباد سے بلگرام تشریف لائے اور اسی خطہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم کے سبب برکات انوار سے معمور کیا۔ آپ کی تاریخ وصال نظر سے نہیں گزری، ۱۰۸۰ھ تک زندہ تھے، آپ کا مزار مقدس صحن مسجد میں واقع ہے۔

حضرت کے خلف وخلیفہ شیخ محمد جامع علوم شریعت وطریقت تھے، طالبوں پر مقصود ومراد کے دروازے کھولتے، بچپن میں اپنے پدر بزرگوار کے سایہ شفقت میں تربیت حاصل کی، والد بزرگوار کی وفات کے بعد خواب میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی نے ارشاد فرمایا، تم موضع ''بھتیہ'' میں شیخ عبداللہ جیلی کی خدمت میں جا کر خرقہ خلافت حاصل کرو، ادھر شیخ عبداللہ کو بھی حکم ہوا کہ شیخ محمد کو خرقہ خلافت عنایت کیا جائے، حضرت شیخ محمد محبوب سبحانی کے حکم پر موضع بھتیہ کے لیے روانہ ہوئے اور شیخ عبداللہ جیلی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وطن لوٹے اور بقیہ زندگی خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی میں بسر کی۔ اکثر لوگوں نے آپ کی حسن تلقین سے فیض پایا، جب وفات ہوئی تو آپ کے فرزند ارجمند سراج الدین مخدوم تاج معین الدین نے مسند ارشاد وتلقین کو زینت بخشی۔ جب ان کی وفات ہوئی، شاہ امام الدین اپنے آبائے کرام کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور بیش قیمت زندگی یاد الٰہی اور مریدوں کی تلقین وہدایت میں گزار دی۔

آپ کی وفات یکم ربیع الثانی ۱۱۰۰ھ کے بعد واقع ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ یٰسین رحمۃ اللہ علیہ

مشہور آفاق، دائم در وفاق، در بحر اولاد شیخ الدیہ، موج داہسین، صاحب حالات حضرت شاہ یٰسین رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ امام الدین قدس سرہ کے چمنستان معرفت کے پھلدار درخت، آبائے کرام کے مسند ارشاد کو منقش کرنے والے اور اپنے عالی مرتبت اجداد کے چراغ ہدایت کو روشن کرنے والے تھے، نور حقیقت آپ کی پیشانی سے جھلکتا اور زمانہ آپ کے بابرکت وجود سے شرف حاصل کرتا، آپ کا مزاج تکلف سے ناآشنا اور حسن سلوک ہر ایک کے ساتھ یکساں، حق تو یہ ہے کہ سراپا اخلاق حسنہ کا پیکر اور مہربانی کی سراپا تصویر تھے، آپ کا جوہر ہمت، بہت ہی بلند مقام پر فائز تھا۔ نذر وفتوح جمع نہیں کرتے اور شہر میں وارد وصادر فقرا کی خبر گیری کرتے۔ اکابر واصاغر آپ سے عقیدت کا رشتہ رکھتے، بلگرام اور اس کے اطراف کے باشندے آپ کے حضور عبادت وارادت سے بہرہ ور ہوتے۔

۴ر جمادی الاولی ۱۱۶۷ھ میں بہشت بریں کی طرف تشریف لے گئے۔

شاہ محمد حافظ رحمۃ اللہ علیہ :۔ شاہ یٰسین کے فرزند، خیفہ، بزرگ مرد ہیں۔ آپ صاحب ریاضت، بعنایت عالی شان، اخلاق حمیدہ واوضاع پسندیدہ، معمور از عشق وانوار، مشہور بہ عجز وانکسار، حال قوی وتواضع وسیع کے مالک تھے۔ پوری زندگی سجادہ نشینی کے حقوق ادا کرنے اور خانقاہ کے دائرہ میں وارد وصادر افراد کی مناسب خدمت اور دنیا والوں کو فیض پہنچانے میں بسر کی۔ ۲۸ر ذی قعدہ ۱۱۷۳ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ کے برادر حقیقی غلام پیر بھی ولی تھے، آپ کی دیانت داری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بھائی کی وفات کے بعد سجادہ نشینی کی طرف مائل نہ ہوئے، بلکہ شاہ غلام حیدر بن محمد حافظ کو اپنے بزرگوں کا جانشین بنایا اور کبرسنی

کے باوجود صاحب سجادہ کی خدمت وطاعت میں مشغول رہے۔

۱۲/ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ میں جوار رحمت سے جاملے۔

موج :۔ احوال حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

مشیخت صاحب شکوہ، ذخیرہ فضائل انبوہ، مسعود وسعید، حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ الہ دیہ خیر آبادی کے بھتیجے ہیں، اپنے چچا جان سے فوائد تصوف اخذ کیے، بہت بڑے عالی شان بزرگ تھے، فن توحید میں بلند مرتبہ پر فائز تھے، پوری زندگی توکل وتجرید میں بسر کی اور دنیا والوں کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے، مرشد کے حکم پر ملاتوہ آئے اور رخت اقامت ڈالا۔ باقی زندگی وہیں بسر کی اور وفات فرما گئے۔ آپ کے مزار شریف کے گرد پختہ احاطہ ہے، جو بغداد بابا فرید کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام ملانوہ سے ایک میل کی دوری پر جانب مغرب واقع ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید طاہر بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

گوہر درج صدق وصفا، اختر برج نور وضیا، ارشادات نامی، حضرت سید طاہر بلگرامی المعروف بہ سید طہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ عالی نسب واعلیٰ حسب سید ہیں۔ پاکیزہ مزاج اور گوہر تقدس مآب ہیں۔ حددرجہ شریعت کا پاس ولحاظ رکھتے۔ عوم درسی کی تکمیل کے بعد شیخ صفی الدین سائی پوری کی خدمت میں جاکر مرید ہوئے اور مدارج سلوک طے کرنے کے بعد ولایت کی منزل پر پہنچے، سید عبدالواحد بن سید ابراہیم بلگرامی اپنی کتاب سبع سنابل میں لکھتے ہیں، ایک بار مخدوم شاہ صفی کی خدمت میں ولایت (بیرون ہند) کے چند مغل حاضر ہوئے اور انہوں نے بحث کی کہ ہندوستان میں کوئی صحیح النسب سید نہیں ہے، شیخ صفی نے میرے چچا شیخ طہٰ کو طلب کیا، آپ کا سراپا نام ہی کی طرح طاہر وپاکیزہ تھا، ان کے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جو اس میں دیر تک پڑی رہی اور آگ اسے نہ جلا سکی، مغل یہ دیکھ کر شرمندہ اور پریشان ہوئے، معذرت کی، میرے چچا کے پیروں پر اپنی آنکھیں ملنے لگے۔ آپ کی وفات ۹۵۰ھ میں واقع ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت میر عبدالواحد بلگرامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سورہ اخلاص مصحف حقیقت، اخص الخواص صاحب شریعت، سالک راہ سلوک راغایت خوش خرامی، قدوۃ الاوتاد حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

قطب ملک ولایت، مرکز دائرہ ہدایت، صاحب آیات ظاہرہ وکرامات باہرہ، از صفائی دُنکات عشق بعنایت مصطفیٰ، برگزیدہ درگاہ معلیٰ، بڑی شان والے، برگزیدہ احوال بزرگ تھے۔

صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، آپ بڑے فضائل وکمالات وریضت وعبادت والے ولی ہیں۔ آپ کی ذات

میں اخلاق سنیہ اور صفات رضیہ مجتمع تھے۔ آپ کا مشرب ولایت بلند ہے۔ چند سال تو بیشتر ہندی میں شاعری کرتے رہے پڑھتے اور وجد و حال کی کیفیت میں رہتے تھے۔ نزہۃ الارواح کی ایک محققانہ شرح لکھی اور صوفیا کی اصطلاحات میں بہت سے رسالے تصنیف فرمائے، ان کتابوں میں سبع سنابل وغیرہ دیکھنے کے قابل ہیں۔ آپ حضرت شیخ صفی سائی پوری کے مرید ہیں، ابھی آپ کی عمر ۱۸ سال تھی کہ مرشد نے وصال فرمایا، پھر شیخ حسین سکندرہ سے سلوک و معرفت کی تکمیل کی۔ ہر سال بلگرام سے شیخ کے عرس میں شریک ہوتے، لیکن جب بینائی بہت کمزور ہوگئی، عرس میں جانا موقوف کر دیا۔

شیخ عبدالقادر بدایونی اپنی کتاب ''منتخب التواریخ'' میں لکھتے ہیں، ۹۷۷ھ میں جب میں لکھنؤ سے بلگرام پہنچا، میں نے ایک رات سید میر عبدالواحد بلگرامی کی زیارت کی اور یہ ان سے میری پہلی ملاقات تھی، جو دل شکستہ پر مرہم کا حکم رکھتی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، یہ سب کے سب عشق کے پھول ہیں، اتفاقاً رجال الغیب کی طرح مخدوم شیخ عبداللہ بدایونی بھی تشریف لائے، مجھے یقین ہوگیا، کہ میرے نصیب میں اگر شب قدر ہے، تو یہی متبرک رات ہے، حضرت سید کے کمالات تحریر و تقریر سے زائد ہیں۔

مصنف مآثر الکرام غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں، ایک بار حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی کی زیارت کے لیے دہلی پہنچا، میر عبدالواحد بلگرامی کا تذکرہ درمیان میں آیا، شیخ کلیم اللہ نے دیر تک میر سید عبدالواحد کے فضائل بیان کیے اور اخیر میں فرمایا، میں ایک رات مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے پاس سویا، خواب میں دیکھا کہ یہ فقیر اور سید صبغۃ اللہ سروجی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام اور اولیائے امت کا مجمع ہے، اور ان میں ایک شخص ہے، جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شیریں تبسم کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں، جب مجلس ختم ہوئی، میں نے شاہ صبغۃ اللہ سے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں، کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف اس قدر متوجہ ہوئے؟ جواب دیا، یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں۔

آپ کے مزید احترام کا سبب یہ بھی ہے کہ آپ کی تصنیف سبع سنابل، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوئی، میر سید عبدالواحد بلگرامی کے خوارق عادات اور فضائل و مناقب احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔

ایک جماعت نے چاہا کہ شہ تیر کو دیواروں پر رکھیں، لیکن وہ لمبائی میں چھوٹا تھا، دونوں دیواروں پر نہ آسکا، حضرت نے شہ تیر کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے لکڑی! تو پتوں اور شاخوں کے ساتھ تو بڑھتی ہے، اس وقت کیوں چھوٹی ہے، اسی وقت وہ لکڑی حسب ضرورت لمبی ہوگئی، لوگوں نے اسے دیوار پر رکھ دیا۔

ایک دن آپ کی مجلس میں بیان کیا گیا، سید کی نشانی یہ ہے کہ اس کا بال آگ میں نہیں جلتا، حضرت نے فرمایا، بال جسم کا خلاصہ ہے، آپ نے اپنے لباس کا ایک ٹکڑا آگ میں ڈالا اور وہ نہ جلا۔

آپ کی عمر شریف سو سال سے زیادہ ہوئی، شب جمعہ ۳ رمضان المبارک ۹۱۷ھ کو روح مبارک جنت الفردوس کی جانب روانہ ہوئی۔ آپ کا مرقد مبارک بلگرام میں عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے۔

[مآثر الکرام کے مطابق سن وفات ۱۰۱۷ھ ہے، تاریخ وصال ایک شعر میں لکھی ہوئی ہے۔

چوں رفت واحد صوری و معنوی گفتم — ہزار و ہفتد و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

ص ۳۲۔ مترجم]

موج :۔ احوال حضرت سید عبدالجلیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

مشتاق جمال الٰہی، متمنائے اسرار نامتناہی، دلیل راہ بے دلیل، حضرت سید عبدالجلیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا مجاہدہ کمال انتہائی مصفا و مجلی تھا۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، آپ جذبہ قوی کے مالک اور صاحب کیفیات عالی تھے۔ آغاز جوانی میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی راہ لی اور بارہ سال تک گدڑی پہن کر اقصائے عالم میں سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران اکثر اوقات جنگلوں اور وادیوں میں گزارتے اور درختوں کے پتے اور صحرائی نباتات کو اپنی غذا بناتے۔ مخلوق سے ربط ضبط نہ رکھتے۔ بے خودی کے عالم میں رہتے۔ مستانہ وار نعرہ لگاتے۔ شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آنے والوں کے ساتھ بلگرام پہنچے، بلگرام کے لوگوں نے پہچان لیا اور روک لیا، ان کی شادی کردی، بقیہ زندگی مارہرہ توابع آگرہ میں بسر کی اور وہیں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید فیروز رحمۃ اللہ علیہ

صاحب جود و سخا، اوفی عہد باصفا، صاحب آہ عرش سوز، حضرت میر سید فیروز رحمۃ اللہ علیہ:

آپ میر عبدالواحد بلگرامی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ اپنے زمانے کے اصاغر و اکابر کے مرکز عقیدت اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ شیوہ ایثار و سخاوت اور اہل حاجت کے مقاصد کی تکمیل میں یگانہ روزگار تھے۔ ابتدا سے انتہا تک تمام علوم و فنون والد بزرگوار سے حاصل کیے۔ میر عبدالواحد کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو سجادہ نشیں بنانا چاہا، آپ نے فرمایا، یہ منصب میرے بھائی سید طیب کے لیے مناسب ہے، لیکن خانقاہ میں آنے جانے والے فقرا کی میزبانی اپنے ذمہ کرم پر لی اور کما حقہ یہ کام انجام دیتے رہے، جود و سخا کو عملی جامہ پہناتے رہے، چار سو کمزور حال تنگ دست غربا جو اپنی لڑکیوں کی شادی کا بار گراں اٹھانے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، ان کی لڑکیوں کی شادی ہر ایک کی حیثیت کے مطابق اپنے پاس سے نقد و جنس دے کر کرائی۔

تقریباً سو سال عمر پائی، جب وفات فرمائی، آپ کے بھائی سید طیب کو بہت رنج ہوا، جب انہیں قبر میں رکھ کر باہر نکلے، لوگوں نے ان کو خوش و خرم دیکھا، لوگوں نے خوشی کی وجہ پوچھی، جواب دیا، میرے بھائی نے فرمایا، تم غم نہ کرو، دو مہینے بعد تم بھی میرے پاس آجاؤ گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ کے بلند روحانی مرتبے کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ۵/محرام الحرام ۱۰۶۶ھ کو انتقال کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ و بزرگ زادہ، محل عنایت و افادہ، از اشراف آل مجتبیٰ، حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، آپ سید عبدالواحد بلگرامی کے صاحب زادے، خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ شکل انسانی میں فرشتہ تھے۔ ہدایت الٰہی سے سرفراز عالم کامل، اپنے والد کے ابتدا تا انتہا شاگرد تھے، کلام اللہ پختہ یاد تھا، دل ربا باتوں سے سامعین کو اپنی طرف کھینچ لیتے، دنیا و مافیہا سے بے نیاز تھے، شبانہ روز شغل باطن اور ریاضت و عبادت میں بسر کرتے اور طالبان ظاہر و باطن کو علمی و روحانی فوائد سے مالا مال کرتے۔ وفات کے بعد اپنے والد کے احاطہ قبر میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید طیب مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

ذخیرہ علوم شریعت و طریقت، خزینہ اسرار معرفت و حقیقت، مسند ارشاد را مزین و مزیب، قطب برحق حضرت میر سید طیب مقدسی رحمۃ اللہ علیہ:

بڑے پاکیزہ خصلت بزرگ ہیں۔ اگر جن و انس آپ کی پاکیزگی پر فخر کریں، تو بے جانہ ہوگا اور زمین و زماں اپنے اوپر ناز کریں مناسب ہے۔

اسی بنا پر صاحب مرأۃ المبتدین بیان کرتے ہیں، آج قوام عالم اور برکت بنی آدم آپ کی مقدس و متبرک ذات کی وجہ سے ہے، قطبیت، غوثیت، ابدالیت، اوتادیت کے تمام مراتب پر فائز تھے، جو بھی مراتب ولایت آپ کے بارے میں بیان کیے جائیں، سب آپ کی ذات میں موجود ہیں۔ آپ مادر زاد ولی ہیں، جب سے ہوش سنبھالا، کوئی نماز قضا نہ ہوئی، اکمل المتاخرین، مرشد الکاملین تھے۔ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت پابند تھے۔ اکثر لوگ آپ کے فیض تربیت سے تکمیل ولایت کے درجہ تک پہنچے۔

ایک دن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی کے اندر ایک کتاب میں مشکل پیش آئی، فرمایا، یہ مشکل سید طیب کے بغیر حل نہیں ہوسکتی، اچانک اسی وقت شیخ بلگرام سے دہلی پہنچے، شیخ عبدالحق نے کتاب آپ کے ہاتھ میں دی اور اس مشکل مقام کو دریافت کیا، آپ نے عبارت اس انداز سے پڑھی کہ مفہوم بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

آپ کے خوارق عادات و کرامات بہت زیادہ ہیں۔ ایک بار آپ کا کوئی مرید سفر میں تھا، اس پر شیر نے حملہ کیا، حضرت سید طیب کو کشف سے معلوم ہوگیا، اسی وقت توجہ فرمائی، مرید نے شیر کے پنجہ سے نجات پائی۔

۵ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ میں انجمن قدس میں جلوہ افروز ہوئے، سنت کی حد درجہ پابندی کی بنا پر حق سبحانہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے مہینے اور اس متبرک دن میں آپ کو دنیا سے اٹھایا، آپ کی تاریخ وصال ''گفت ہاتف ستون دین افتاد'' ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر عبدالواحد اصغر رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد برتر، حضرت میر عبدالواحد اصغر رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ طیب کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ آبا و اجداد کے علمی و روحانی کمالات کے سچے وارث، طالبان حقیقت کے

آئینوں سے تاریکی کا زنگ صاف کرنے والے تھے۔
آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ کے بعد دوسرے عشرہ کے بعد ہوئی۔ مزار مقدس میر سید طیب علیہ الرحمہ کے پہلو میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

برگزیدہ درگاہ احد، حضرت میر سید نعمت اللہ بن سید محمد زاہد بن عبدالواحد اصغر رحمۃ اللہ علیہ:
سید محمد زاہد سجادہ نشینی کا بوجھ برداشت نہ کر سکے، تو اس دولت نعمت کا قرعہ میر نعمت اللہ کے نام نکلا، علم ظاہری میں بہت بلند پایہ اور حقائق و معارف میں رتبہ ارجمند رکھتے تھے۔ مسند رشد و ہدایت کو مشغلہ تدریس کے ساتھ رونق بخشی۔
۵ رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ میں ریاض رضوان کی طرف کوچ کیا۔ اپنے بزرگوں کے مقبرے میں دفن ہوئے، مصرع ذیل سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔

ع صاحب نعمت ارم گردید

موج :۔ احوال حضرت سید طیب رحمۃ اللہ علیہ

مسند شریعت راہ زیب، حضرت سید طیب رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ نعمت اللہ کے فرزند و خلیفہ ہیں۔ تمام صوری و معنوی فضائل میں ممتاز تھے۔ کچھ کتابیں اپنے والد کی خدمت میں پڑھیں اور باقی کتب متداولہ کا درس میر عبدالہادی سے لیا اور حدیث کی سند قطب المحدثین سید مبارک سے حاصل کی۔ جب والد بزرگوار کا وصال ہوا، آپ احمد آباد گجرات میں تھے۔ وہاں سے بلگرام آئے اور اپنے اسلاف کرام کے سجادہ رشد و ہدایت کو زینت بخشی۔ اپنے اوقات عزیز طاعت و عبادت اور درس و تدریس میں بسر کیے۔
۷ رجب المرجب ۱۱۵۲ھ میں نزہت کدہ جنت کا رخ کیا۔
سید دین محمد بن شاہ طیب :۔ اپنے والد کے جانشین ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت سید محمود اصغر رحمۃ اللہ علیہ

سید پاک و اکبر، حضرت سید محمود اصغر رحمۃ اللہ علیہ:
میر عبدالواحد کے داماد اور خیلفہ ہیں۔ آپ عناصر لطیف کا مجموعہ، انسانی شکل میں فرشتہ تھے۔ پرہیزگار، عبادت گزار، صوری فضائل اور معنوی اشراقات کے حامل تھے۔
میر عبدالجلیل آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں، فضائل کسبی اور وہبی میں محمود، ارحام عنصری نے آپ جیسا کوئی ولی پیدا نہیں کیا۔ ابتدا میں تحصیل علم کے لیے متوجہ گئے، وہیں علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی، پھر وطن آکر والد بزرگوار سے بیعت ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ میں حد درجہ کوشش کی، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔ حجرہ عبادت سے باہر نہ نکلتے، مگر ایک مرتبہ سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی زیارت کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور قسم قسم کے انوار

وبرکات حاصل کیے، وہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے اکابر علما ومشائخ کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور وطن اصلی کی طرف لوٹے۔

۲۱ ر رمضان ۱۰۲۴ھ میں عالم روحانی کی طرف کوچ کیا، اس مصرع سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

ع ولی عاقبت محمود باشد

آپ کا مزار بلگرام میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ

اولاد حضرت نبی، حضرت سید عبدالنبی بن میر سید طیب رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، اپنے والد بزرگوار کے مرید، آباواجداد کے کمالات روحانی کے وارث تھے۔ علوم ظاہری میں اپنے وقت کے ابوحنیفہ تھے۔ ہمیشہ درس وتدریس کا شغل رکھتے، باقی اوقات عبادت میں صرف کرتے۔ میر سید محمد کالپوی سے فیض پایا، بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے برکت حاصل کرنے کے لیے آپ سے ملاقات کی اور کما حقہ احترام کیا۔

۱۰۹۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کی خواب گاہ بلگرام میں ہے۔ ''مجتہد زماں'' مادہ تاریخ وصال ہے۔

آپ کے صاحب زادے میر سید مربی صاحب برکت بزرگ تھے۔ ان کے حالات میر ابوالعلی اکبرآبادی کے خلفا کے احوال میں تلاش کرنا چاہیے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید طفیل محمد رحمۃ اللہ علیہ

صاحب معرفت باطن، بحابعان معان، محمود امت حضرت احمد، حضرت میر سید طفیل محمد رحمۃ اللہ علیہ:

سید سعد اللہ کے مرید، میر عبدالواحد بلگرامی کے پوتے ہیں۔ مآثر الکرام میں آزاد بلگرامی لکھتے ہیں، مجمع البحرین معقول ومنقول، مطالعہ نیرین فروع واصول، تفرد وتجرد میں یکتا، فضائل رضیہ وشمائل سنیہ میں بے مثل تھے۔ آپ کے والد سید شکر اللہ اترولی توابع تعلقہ اکبرآباد کے سادات میں سے تھے، وطن سے دہلی گئے، سید میر حسن رسول نما سے تعلیم حاصل کی پھر کشمیر اور دوسرے شہروں کی سیاحت کی، پھر بلگرام آئے اور وہیں مقیم ہوگئے، بقیہ زندگی وہیں بسر کی۔ ستر سال سخت عبادت وریاضت کی۔ آپ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی کے استاذ ہیں۔ ایک حاکم نے آپ سے کہا، فرض کفایہ میری سمجھ میں نہیں آتا؟ آپ نے فرمایا، فرض کفایہ کو اس طرح سمجھو، تم ایک گاؤں میں گئے، ایک شخص تمہارے پاس آیا، اس سے تمام باشندگان قریہ کی اطاعت ظاہر ہوگئی۔

آپ کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، آپ کا کوئی شاگرد فن کیمیا جانتا تھا، حضرت نے علم کے باوجود اس سے کبھی کیمیا کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔

میر سید غلام علی آزاد کو اورنگ آباد دکن میں ایک بار تپ محرقہ (بخار) لاحق ہوا، زیادہ دن گزرنے کے باوجود شفا

حاصل نہ ہوئی، حضرت طفیل محمد کی وفات کے بعد آزاد نے ایک زات خواب میں دیکھا، حضرت نے فرمایا، سید تم نے بڑی مشقت جھیلی، کل تمہارا ابخار اتر جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۴ رذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبداللہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت اولیا یافتہ، حقیقت عشق دریافتہ، مقتدائے قافلہ رہنمونی، حضرت شیخ عبداللہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ:

عاشق ذات مصطفیٰ، ممتاز زہد وورع تھے۔ عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں، علوم عقل ونقل کے جامع تھے۔ آپ کو حسنات روزگار اور برکات زمانہ سے سمجھنا چاہیے۔ ابتدائے حال میں بوستان سعدی کا سبق یاد کر رہے تھے، جب اس شعر پر پہنچے

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز بر پے مصطفیٰ

معلم سے شعر کا مفہوم دریافت کیا، انہوں نے شعر کا مفہوم بیان کیا، پھر پوچھا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟ معلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن مختصراً بیان کیے، حضور کے اوصاف حمیدہ سنتے ہی جذبہ شوق غالب آیا، کپڑے چاک کر دیے اور وارفتہ شوق بن گئے۔ والدین نے آپ کے مزاج کی اصلاح کرنی چاہی، کامیابی نہ ملی، انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا، آپ اپنے وطن سامانہ سے دہلی آئے، وہاں قرآن، فقہ اور دیگر اسلامی علوم وفنون کی تعلیم دہلی کے نامور علما ومشائخ سے حاصل کی اور اپنے زمانے کے زبردست عالم بن گئے۔ شیخ عبدالباقی چشتی بدایونی سے بیعت ہوئے اور شیخ شاہ صفی صفی پوری کی صحبت میں روحانیت کی تکمیل کی، بالآخر بدایوں میں میر سید جلال بدایونی جن سے علم ظاہر حاصل کیا تھا، ان کی وفات کے بعد ان کی مسند درس پر فائز ہوئے۔ سالہا سال بدایوں کے اندر درس وافادہ میں مصروف رہے۔ بہت سے مشاہیر علمانے آپ سے علمی فیوض حاصل کیے۔ آخر کار جذبہ حال آپ پر غالب آیا، سماع کی مجلس میں حاضر ہونے لگے، دل گداز نعرے لگاتے اور ذوق وشوق کا اظہار کرتے، چند قدم جھومتے ہوئے چلتے لیکن رقص اور وجد کیے بغیر ہی اچانک لاحول پڑھ کر اپنی جگہ لوٹ جاتے تھے۔

بے تکلفی اور بے تعینی میں بے نظیر تھے، چنانچہ اسلاف کے طریقے پر گھر کے واسطے ضروری اشیا خواہ تھوڑی ہوتیں یا زیادہ تمام ضروریات خریدنے کے لیے خود ہی پیدل بازار جاتے اور پیٹھ پر سامان لاد کر گھر تشریف لاتے۔

فقیر (عبدالقادر بدایونی) حضرت کا شاگرد ہے، تاریخ بدایونی (منتخب التواریخ) کی تصنیف کے وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

مانوس عالم ملکوت، کشاف حقائق جبروت، عالی درجات سادات نیشاپوری، میر سید علاء الدین بن اعز الدین کنتوری رحمۃ اللہ علیہ:

ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے آپ کی ذات انتہائی مزکی و مصفی ہو گئی تھی، اپنے اندر روحانیت کے اوصاف پیدا کر لیے تھے، مکاشفہ کا یہ عالم تھا، کہ اکثر مغیبات ملکوتی کو عالم کثرت میں بے پردہ دیکھتے اور عالم ارواح کے ساتھ محبت رکھتے، دنیا ہی میں جنت کے مزے لوٹتے۔ ان واقعات و معمولات کو اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے۔

آپ کے دادا سید شرف الدین نیشاپوری اپنے ایک بھائی سید محمد کے ساتھ ہلاکو خاں کی یلغار کے زمانے میں خراسان سے ہندوستان آئے۔ میر سید محمد بنگال چلے گئے، ان کی اولاد آج تک سلہٹ (بنگال) میں موجود ہے اور میر سید شرف الدین کنتور علاقہ اودھ میں سکونت گزیں ہوئے، ان کی وفات کے بعد سید اعز الدین والد بزرگوار کے قائم مقام ہوئے، ان سے سید علاء الدین پیدا ہوئے، آپ نے مختلف قسم کے علوم وفنون حاصل کیے، علم ہیمیا، ریمیا، سیمیا، کیمیا کے ماہر، طالبان حق کے لیے صاحب ارشاد مرشد بن گئے۔ بذل وسخاوت اور سیر وطیر میں بہت زیادہ شہرت پائی۔ دعا اور تعویذ کے علم سے بھی خوب بہرہ مند تھے۔ ایک رسالہ اس فن میں تصنیف فرمایا۔ عاملوں نے اس کتاب سے بہت فیض حاصل کیا۔

لوگ کہتے ہیں، کہ آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ تھے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ چراغ دہلی کے معاصر و مصاحب اور صاحب اخلاص دوستوں میں ہیں، لیکن سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہیں۔

جب آپ کی ذات سے اعلانیہ تصرفات ظاہر ہونے لگے، تو بعض حاسدوں نے آپ کے تصرفات کو دوسرے انداز کے ساتھ سلطان محمد تغلق سے بیان کیا، بادشاہ بہت ظالم تھا، سید علاء الدین کو دربار میں طلب کیا، جب آپ دربار میں پہنچے، جمال سیمائے سیادت حیدری جو آپ کی پیشانی سے ظاہر تھا، اس کو دیکھتے ہی عداوت ترک کر کے بادشاہ احترام و عقیدت کے ساتھ پیش آیا اور درخواست کی، کہ آپ ہمارے لشکر کے ساتھ رہیے، سید نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا، حضرت کے دونوں صاحب زادے ہمارے لشکر میں رہیں گے، ناچار اپنے دونوں فرزند سید اعز الدین ور سید جمال الدین کو بادشاہ کے پاس چھوڑ دیا اور خود کنتور کے لیے روانہ ہوئے۔ چند دنوں بعد بادشاہ نے کشمیر پر لشکر کشی کی، وہاں قحط پڑا ہوا تھا، دونوں سید زادوں نے اپنے خرچ کے لیے سو گنا زائد سلطانی امداد مقرر کرائی تھی۔ حاسدوں نے بادشاہ سے کہا، یہ صاحب زادے کیمیا گر ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کثرت مال کے ذریعہ حکومت حاصل کرنے کا ارادہ کریں، بادشاہ نے سید اعز الدین کو طلب کیا اور بغیر تحقیق و تفتیش کے آپ کو قتل کرا دیا، انہیں قتل کرنے کے بعد بادشاہ بہت شرمندہ ہوا، کہ اس کے والد نے اپنے دونوں بیٹوں کو میرے حوالے کیا تھا، انتہائی شرمندگی کے سبب سید جمال الدین کو ان کے والد سید علاء الدین کے پاس کنتور کی طرف روانہ کیا اور مصارف کے لیے چند مواضعات کی دستاویز عطا کی، جب جمال الدین دہلی کے قریب پہنچے، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے استقبال کیا اور آپ کو اپنے گھر لے گئے، انتہائی شفقت و مہربانی سے پیش آئے، پھر فرمایا، میرے بھائی سید علاء الدین نے اسی وقت انتقال کیا ہے، ان کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے، جب تحقیق کی گئی، تو معلوم ہوا کہ سید نے اسی وقت انتقال کیا تھا، پھر سید جمال الدین نے نصیر الدین چراغ دہلی سے تلقین پائی، چراغ دہلی نے پوری عنایت کے ساتھ خواجگان چشت کی خلافت عطا فرمائی اور وطن کی طرف روانہ کر دیا، اجازت دی کہ اپنے والد کی مسند رشد وہدایت پر بیٹھ کر خلق خدا کی رہنمائی کرتے رہنا، اس

وقت سید جمال الدین نے بادشاہ کی دستاویز مواضعات شیخ نصیر الدین کے سامنے رکھ دی، آپ نے دستاویز میں دو دیہاتوں پر صاد کیا، آج تک دونوں گاؤں ان کی اولاد کے تصرف میں ہیں۔ آپ کی اولاد کنتور میں موجود ہے۔

سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف اشرفی میں کنتور کے سادات کو عالی نسب سید قرار دیا ہے۔ سید علاء الدین کا مرقد مبارک کنتور میں ہے۔ آپ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا، لیکن آپ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں سلطان محمد تغلق بادشاہ کے زمانے میں دہلی گیا اور وہاں حضرت خضر کے دو مصاحب شیخ ابوالبرکات اور شیخ یحییٰ سے ملاقات کی اور ان سے روحانی ذوق کی تسکین حاصل کی۔ سلطان محمد تغلق کا زمانہ حکومت ۷۵۲ھ میں ختم ہوا۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید محمد بن جعفر المکی رحمۃ اللہ علیہ

سرشار بادۂ محبت، میم محوطہ مودت، معروف بصفائے مزکی، افراد کامل حضرت میر سید محمد بن جعفر المکی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ انتہائی قوی حال، بلند ہمت اور بے باک و بے نیاز تھے۔ مستانہ وار گفتگو کرتے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد مکہ معظمہ کے شرفا میں سے ہیں۔ وہاں سے دہلی آئے، سرہند کو وطن بنالیا، حضرت کا مزار بھی وہیں ہے۔ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں، مثلاً بحر المعانی، دقائق المعانی، حقائق المعانی، ایک رسالہ "روح" کے بیان میں اور دوسرا رسالہ پنج نکات ہے۔ بحر الانساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کے نسب پاک کے بارے میں ہے، جس کے اندر اپنا نسب نامہ بھی ترتیب دیا ہے۔ آپ نے بہت ساری کتب آسمانی مثلاً توریت، انجیل، زبور اور فرقان وغیرہ مصاحف کا بہت زیادہ مطالعہ کیا تھا، علمی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہوتے ہیں، کہ وہ بات کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں، آپ نے اکثر وبیشتر شہروں کی سیر وسیاحت کی تھی اور مشائخ کرام کی بہت بڑی جماعت سے ملاقات کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔

چار سال تین مہینے بارہ دن اپنے پیر ومرشد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے وضو اور استنجا کے لیے پانی مہیا کرتے اور خانقاہ کے چراغ جلاتے، اس کے بعد مرشد کے حکم سے تین سو اسی اولیا کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے نعمت حاصل کی۔ صفوان بن قصی عبد مناف کے بھائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے جو یک غار میں مشغول بحق ہیں، جن کی عمر نو سو نوے سال ہوئی، ان کی ملازمت اختیار کی، انہوں نے فرمایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی تھی، اسی بنا پر اب تک زندہ ہوں۔

آپ بعض مقدمات تصوف میں شیخ محی الدین ابن عربی پر کلام کرتے ہیں۔ الغرض آپ کے کمالات بہت بلند ہیں، جنہیں اخبار الاخیار میں ذکر کیا گیا ہے، اس مختصر میں ان تمام باتوں کی گنجائش نہیں۔

آپ نے لمبی عمر پائی، سلطان محمد تغلق کے زمانے سے سلطان بہلول لودی کے زمانے تک زندہ رہے۔ ۲۱ محرم الحرام ۷۵۲ھ کو فوت ہوئے۔

(سال وفات غلط ہے، سلطان بہلول لودی کا زمانہ ۸۵۵ھ تا ۸۹۴ھ ہے۔ م)

موج :۔ احوال حضرت مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ

آراستہ علم وعمل، پیراستہ حقائق اکمل، ممتاز بہ عشق وآزادگی، حضرت مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ اپنے زمانے میں تمام انسانی فضائل ومحاسن سے مخصوص تھے۔ مکارم اخلاق کے جامع تھے۔ مخدوم معین الدین عمرانی کے شاگرد اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ تھے۔ ابتدا میں دہلی کے اندر جب تحصیل علم وحکمت کر رہے تھے، شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنا جانا تھا۔ حکما، فقرا کی روحانیت کے منکر ہوتے ہیں، اسی بنا پر آپ کے استاذ مخدوم معین الدین کو شیخ نصیرالدین کی بزرگی اور روحانیت سے انکار تھا۔ معین الدین سخت کھانسی میں مبتلا ہوئے، جس کے علاج سے اطبا عاجز آگئے، مولانا خواجگی نے مخدوم معین الدین سے کہا، اس میں کیا حرج ہے، آپ شیخ نصیرالدین کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کے طالب ہوں، ممکن ہے شیخ کی برکت صحبت سے شفا حاصل ہو جائے۔ مخدوم معین الدین کو آپ کی یہ بات اگر چہ پسند نہ آئی، لیکن مرض کی تکلیف سے مجبور ہوکر شیخ کی خدمت میں پہنچے، شیخ چراغ دہلی مجلس سے اٹھے، گھر کے اندر تشریف لے گئے، جہاں ہر قسم کے کھانے تیار تھے، سادہ چاول اور دہی بھی موجود تھا، کھانا لانے کا حکم دیا اور خانقاہ میں تشریف لائے، مولانا معین الدین سے ملاقات کی، تھوڑی دیر بعد خادم خوان لے کر حاضر ہوا، دسترخوان پر ہر قسم کے کھانے چن دیے گئے، جب لوگ کھانے کے لیے بیٹھے، شیخ نصیرالدین نے مخدوم معین الدین کے سامنے سادہ چاول اور دہی پیش کیا، یہ دونوں چیزیں کھانسی اور بلغم کے مریضوں کے لیے مضر ہیں، یہ دیکھ کر معین الدین کا انکار اور بڑھ گیا، شیخ چراغ دہلی نے فرمایا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، دہی چاول کھایئے، چراغ دہلی کی ہیبت ولایت کی وجہ سے انکار کی مجال نہ ہوسکی، چاول اور دہی کے چند لقمے کھالیے، دسترخوان اٹھایا گیا، مخدوم معین الدین کی کھانسی شدید ہوگئی، شیخ کے حکم پر طشت لایا گیا، صفرا اور بلغم کے جو مادے جمع ہوگئے تھے، تھوڑی دیر میں سب خارج ہوگئے۔ سادہ چاول اور دہی جو کھانسی اور بلغم میں مضر بتائے جاتے ہیں، فضل الٰہی سے وہی شفا بخش ثابت ہوئے۔ پھر مخدوم معین الدین چراغ دہلی کے معتقد ہوگئے۔

مولانا خواجگی امیر تیمور کے دہلی پر حملہ آور ہونے سے پہلے کالپی چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کی، بہت زیادہ شہرت ومقبولیت پائی، آپ کا مزار اس دیار کے لوگوں کے لیے زیارت گاہ ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ

درج اسرار سرمد، حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو احمد تھانیسری کہتے ہیں، آپ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ علم طب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ مولانا خواجگی سے آپ کا فیض حاصل کرنا ثابت ہے، جب مولانا خواجگی دہلی سے کالپی آگئے تو آپ دہلی ہی میں مقیم رہے، جب امیر تیمور صاحب قران نے دہلی کو فتح کیا اور شہر دہلی کے مغلوں؟ (تغلقوں) کو تباہ وبرباد کیا، شیخ

بھی امیر تیمور کے قیدی بنا لیے گئے، کچھ دنوں بعد امیر تیمور کو آپ کے فضل وکمالات کی خبر ہوئی، آپ کو آزاد کر دیا اور اپنی محفل میں طلب کیا، مجلس میں صاحب ہدایہ شیخ برہان الدین مرغینانی کے پوتے شیخ الاسلام بھی حاضر تھے، نشستگاہ کی تقدیم وتاخیر میں اختلاف ہوا، بادشاہ تیمور نے کہا، یہ صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں، شیخ احمد نے فرمایا، کہ ان کے دادا صاحب ہدایہ نے ہدایہ کے اندر چند مقامات پر خطا کی ہے، یہ اگر ایک غلطی کریں تو کوئی حرج نہیں، شیخ الاسلام نے کتاب ہدایہ میں غلطی کے مقامات دریافت کیے، شیخ نے اپنے شاگردوں سے کہا، کہ ان مقامات کو بتادیں، امیر تیمور نے شیخ لاسلام کی حرمت وعزت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کام کو دوسری مجلس کے لیے ٹال دیا۔

شیخ احمد اپنے اہل وعیال کے ساتھ دہلی سے کالپی آگئے اور کالپی کو اپنا وطن بنالیا اور مولانا خواجگی سے اخذ واستفادہ سلوک قائم کیا، لیکن آپ کے صاحب زادوں اور مولانا خواجگی کے شاگرد قاضی شہاب الدین کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، قاضی شہاب الدین نے مولانا خواجگی کے پاس شکایت تحریر کی اور مدد طلب کی، مولانا خواجگی نے شیخ سعدی کے یہ دو اشعار جواب میں تحریر کیے

اے پیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو ۔۔۔ واجب بر اہل مشرق ومغرب دعائے تو
اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں ۔۔۔ باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو

بالآخر ایسا ہی ہوا۔ آپ کے کمالات حد تحریر سے زیادہ ہیں۔ شیخ کا مزار شہر کالپی کے دروازے پر ہے۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ

پیشوائے ارباب اسلام، محرم رموزات الہام، بدین متین سرحلقہ اہل یقین، حضرت قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ:

سیر الاولیا کے مولف شیخ جمالی نے آپ کو خانوادہ سہروردیہ کا بزرگ تحریر کیا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ شیخ نصیرادین چراغ دہلی کے خلیفہ اکمل ہیں۔ آپ بڑی شان، پسندیدہ احوال کے مالک اور کرامت میں مشہور تھے۔ روحانیت کے طالبوں کی تربیت میں بے نظیر زمانہ تھے۔ اپنے جمال ولایت کو ظاہری علوم ودانش کے پردے میں پوشیدہ رکھتے، بڑے ہی فصیح وبلیغ تھے۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں، آپ ہمیشہ درس دیتے، اکثر فرمایا کرتے، ایک شرعی مسئلے پر غور وفکر کرنا، ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے، جس میں ریاکاری ہو۔

شیخ ابوالفتح جون پوری جو آپ کے پوتے، مرید اور خلیفہ ہیں۔ اپنے دادا کے خلیفہ قاضی شہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں، میں ایک دن قاضی عبدالمقتدر کے مکان پر گیا، ان کے یہاں مسلسل تین فاقے ہو چکے تھے، میں یہ حال دیکھ کر گھر سے باہر آیا اور دروازے پر کھڑا ہو گیا، پینتیس روٹیاں میرے پاس آکر گریں، انہیں قاضی کے پاس لے گیا، انہوں نے قبول نہ کیا، غضب ناک ہوئے، میں نے بہت عاجزی کی، آپ کا غصہ اور زیادہ ہو گیا، پھر آپ کے مریدوں نے ان کی لاعلمی میں ہم سے بہت سامال خریدا اور ان کے بارے میں کہا، کہ ان کا گوشت علم ہے، پوست علم ہے، ہڈی علم ہے۔

۲۶ محرم الحرام ۹۱ ۷ ھ کو انتقال ہوا، قبر دہلی میں ہے، شیخ ابوالفتح کے بیٹے شیخ عبدالصمد جون پوری دہلی گئے، وہاں اپنی خانقاہ اور اپنے دادا کا مقبرہ تعمیر کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

عارف باتفاق صاحب کمال، مخصوص بہ مشاہدہ جلال وجمال، محو مقام حق الیقین، مقتدائے عالم حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو شیخ حسام الدین فتحپوری بھی کہتے ہیں۔ بڑی شان والے تھے، متبحر عالم، بلند احوال کے مالک تھے، تمام کمالات انسانی میں بے نظیر زمانہ تھے، توابع لکھنؤ میں قصبہ کاکوری کے رہنے والے تھے، قاضی عبدالمقتدر کے شاگرد رشید، مرید اور خلیفہ اعظم تھے۔ ایک دن قاضی عبدالمقتدر کی مجلس میں رجال الغیب سے ایک شخص آیا، قاضی صاحب نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس شخص نے کہا، چند سال رجال الغیب کے مجمع میں ہم اور تم ایک ساتھ رہے، اس وقت تم بیگانگی کا اظہار کر رہے ہو، قاضی نے اس بات سے سراسر انکار کیا، وہ شخص غصہ ہو کر اٹھا اور چلا گیا، قاضی صاحب کو اس کے غصے کی وجہ سے بے چینی پیدا ہوئی، شیخ حسام الدین نے باطنی نگاہ سے قاضی صاحب کی پریشانی کو بھانپ لیا، اٹھے اور اس مرد غیب کے پیچھے دوڑے، اس کی دل جوئی کی ور معذرت پیش کی، اس کے دل میں قاضی صاحب کی طرف سے جو کدورت پیدا ہو گئی تھی، اس کا ازالہ کیا اور کہا، ہمارے مخدوم نے اپنے روحانی کمال حال کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے اور درس وتدریس کے شغل میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اسی بنا پر طلبہ کی موجودگی میں آپ کے سامنے ناآشنائی کا اظہار کیا، اس بات پر قاضی صاحب شیخ حسام الدین سے بہت خوش ہوئے، اس کے بعد اس مرد غیب نے شیخ سے کہا، میں نے رات تمہارے پیر کو قید کر لیا، لیکن تمہاری عذر خواہی کی بدولت میں نے اسے آزاد کر دیا۔

شیخ حسام الدین کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے لگانا آسان ہوگا، شیخ کو شیخ ابوالفتح جون پوری کے ساتھ بڑی دوستی تھی، انہیں ان کے دادا اور پیر کی جگہ سمجھنا چاہیے اور شیخ ابوالفتح ان کو اپنے دادا کا قائم مقام سمجھتے تھے۔ حادثہ امیر تیمور کے وقت یہ دونوں بزرگ جون پور کے لیے دہلی سے نکلے، جب جون پور پہنچے، یہ خطہ صاحب ولایت سے خالی تھا، شیخ ابوالفتح حکم باطنی کے سبب فتح پور کے قیام پر مامور تھے، اس لیے شیخ حسام الدین کو جون پور چھوڑ دیا اور شادی کرنے اور جون پور ہی کو وطن بنانے کی تاکید کی، آپ کے خوارق وکرامات بہت زیادہ ہیں، حضرت مخدوم اخی راج گیری کے ساتھ آپ کی محرمانہ مخلصانہ خط وکتابت کا سلسلہ قائم تھا، جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، شیخ بدھن اچولی جن کے حالات اپنے مقام پر بیان کیے جائیں گے، ان کی برکت انفاس کی وجہ سے علوم ظاہری وباطنی میں بے مثل ہو گئے، آپ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔ آپ سلطان ابراہیم شرقی کے زمانے میں موجود تھے، ابراہیم شرقی کی وفات ۸۴۴ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

سرگروہ عاشقان ذوالجلال، پرورش یافتہ نور وصال، عارف علوم صوری ومعنوی، قطب ولایت حضرت مخدوم شیخ

ابوالفتح جون پوری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے زمانے کے کامل بزرگوں میں تھے۔ فقر، ریاضت، ذوق سماع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اکثر علانیہ حقائق و معارف کی باتیں کرتے، اسی وجہ سے ان کے اور قاضی شہاب الدین ملک العلما کے درمیان بحث و مباحثہ ہوا جیسا کہ مشہور ہے۔ اپنے جد بزرگوار شیخ قاضی عبدالمقتدر کے شاگرد و مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے مکارم اخلاق کے حوالے سے صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں، شیخ ابوالفتح چودہ مہینے شکم مادر میں رہے، جس کی بنا پر شیخ عبدالمقتدر تشویش میں تھے۔ ایک رات شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح نے خواب میں فرمایا، تمہارے گھر پوتا پیدا ہوگا، میں نے اس کو اپنی کنیت بخشی، جب آپ چودہ مہینے میں پیدا ہوئے، تو ابوالفتح نام رکھا گیا، شیخ عثمان سیاح وغیرہ نے آپ کے بارے میں اسی قسم کی بشارتیں دیں۔ چند سال بعد شیخ عبدالحی بن شیخ قاضی مقتدر الون خبار نویس کے مسلمان کرنے کی بابت مصیبت میں گرفتار ہوئے اور وفات پائی، اس واقعہ کی تفصیل مولانا جمالی کی کتاب میں پڑھنی چاہیے۔ شیخ عبدالمقتدر کی تمام نعمتیں ان کے پوتے شیخ ابوالفتح کو ملیں۔

تیمور صاحب قران کے ہنگامہ دہلی کے دروان دہلی سے جون پور آئے، راستے میں بھوک پیاس اور دھوپ کی جو سختیاں جھیلیں دوسرے کسی بزرگ کے حالات میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کے علوئے کمالات اور ظہور خوارق عادات کی بنا پر سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کو عطیہ الٰہی سمجھ اور ان کا پورا ادب و احترام کیا۔ بالآخر شیخ پر نذر و فتوح کے دروازے کھلے۔ ایک زمانے تک علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔ ایک بار ایک تاجر پر ناراض ہوئے، اس کے اموال کے بارے میں کچھ فرمایا، جس کے نتیجہ میں اس کا کچھ مال ڈکوں نے لوٹ لیا۔

کرامتیں چھپانے کی بہت کوشش کرتے، بڑے مقدس اور قطب وقت تھے۔ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۸ھ بروز جمعہ وصال فرمایا، آپ کا مزار جون پور میں ہے، باوجودیکہ دوسرے بہت سے صاحب بزرگان دین وہاں آرام فرما ہیں، ان سب میں باطنی قوت کے اعتبار سے آپ بہت بلند ہیں، حضرت شیخ محمد آب کش دریابادی جو شیخ عبدالکریم قدوائی کے فرزندوں میں سے ہیں، سلطان المشائخ شیخ ابوالفتح کے اکمل مرید ہیں۔ مرشد سے تربیت پا کر توکل و ارشاد کے منصب پر پہنچے۔ شیخ محمد آب کش کے فرزند شیخ اسماعیل و شیخ جہان دریابادی نے توکل و قناعت کی رسم کو قائم رکھا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فخر الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ

لجہ فضائل، بحر دلائل، کاملان اہل معانی، حضرت شیخ فخر الدین ثانی بن شیخ الاسلام شیخ سعد اللہ کندوری فرازہ، فرزند شیخ فخر الدین بحلوری جو حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے خلیفہ ہیں:

آپ شیخ ابوالفتح جون پوری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ تصوف و طریقت میں عمدہ شان، علم وافر اور احوال مستور کے مالک تھے۔ صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، آپ ابتدا سے لے کر انتہا تک ہمیشہ یکساں طور پر سخت ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ مقام تسلیم و رضا میں بے نظیر ثابت ہوئے۔ آپ کی کرامت کا کمال یہ ہے کہ آپ سے خوارق کا صدور بہت کم ہوتا۔ ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کے بھائی مولانا سعد الدین اور ایک عالم کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث

چھڑ گئی، جو اتنی دراز ہوئی، کہ چند دنوں تک دونوں میں مناظرہ ہوتا رہا، حضرت اپنے بھائی کے پاس گئے، فرمایا، تم اپنا سر کیوں خالی کر رہے ہو؟ ہماری بحث علمائے دین سے ہوتی ہے، ہم ان سے مناظرہ نہیں کرتے، بزرگوں کے نام کو پرچہ کاغذ پر لکھ کر موزے کے اندر کوے کے پاس رکھا، جب چلے تو دیکھا، کہ پرچہ باہر آ گیا۔

حضرت شیخ فخر الدین حضرت مخدوم شیخ مینا لکھنوی کے معاصر ہیں، دونوں بزرگوں کے درمیان اخلاص و محبت اور دوستی قائم تھی، جب تک دونوں ملاقات نہ کر لیتے، آرام نہ پاتے، ایک دن آپ شیخ مینا سے ملنے کے لیے گئے، اسی وقت مخدوم مینا کے مرید شیخ سعد نے جو نذر و فتوح، نقد و جنس کی صورت میں جمع ہوئی تھیں، تقسیم کیا اور فراغت کا تذکرہ کیا، مخدوم شیخ مینا نے اپنے سر پر ایک رومال باندھ رکھا تھا، اسے کھولا اور شیخ فخر الدین کے زانو پر رکھ دیا، فرمایا، تمہارا اور ہمارا سر برابر ہے، شیخ فخر الدین نے اس رومال کو ادب سے چوما اور سونگھ کر اپنے سر پر باندھ لیا۔

۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۹۱۰ھ میں آپ کا وصال ہوا، آپ کی تاریخ وصال لفظ "شیخ" سے برآمد ہوتی ہے، مرقد مبارک لکھنؤ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

آپ کے صاحب زادے شیخ احمد والد بزرگوار کی جگہ سجادہ نشیں ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالسلام پرّان رحمۃ اللہ علیہ

محرم راز شوق بے نیاز، نادر و شاذ وادی پرواز، در کنہ حقیقت دائم حیران، حضرت شیخ عبدالسلام پران بن شیخ سعد الدین برادر شیخ فخر الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے عم بزرگوار فخر الدین ثانی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ سیر و طیر صوری و معنوی میں بے نظیر تھے۔ مولف تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، جمعہ کے دن اپنی خانقاہ سے ہوا میں اڑ کر جمعہ کی نماز ادا کرنے کعبہ شریف جا رہے تھے، اس وقت شیخ فخر الدین اپنی خانقاہ کے صحن میں وضو کر رہے تھے، اچانک آپ کا جوتا آپ کے پاؤں سے نکل کر سامنے گرا، شیخ فخر الدین نے سر اٹھا کر دیکھا، شیخ عبدالسلام فضا سے زمین پر آئے اور شیخ فخر الدین کے روبرو ہو کر التماس کیا، اگرچہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے، لیکن میں آج کعبہ نہ جاؤں گا، شیخ فخر الدین نے فرمایا، اپنے معمول کو ترک نہ کرو، اسی وقت فضا میں پرواز کرتے ہوئے کعبہ شریف چلے گئے۔

شیخ محمد ماجھی بن شیخ عالم بن شیخ فرید الدین بن سماء الدین بن شیخ فخر الدین بھلوری نے بھی شیخ فخر الدین ثانی سے خرقہ خلافت پایا اور ان سے تصوف و سلوک کی تربیت پائی، درجہ تلقین و ارشاد تک پہنچے، آپ بڑے تصرفات کے مالک تھے، خوارق و کرامات مشہور ہیں، علم ظاہری میں بھی کامل تھے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علاء الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

بدر منیر آسمان تمکین، صدر سریر اقلیم تکوین، سرمایہ اسرار سر مدین، قطب وقت حضرت میر سید علاء الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، شیخ عبدالسلام کے خلیفہ، صاحب سکر و حالات و عشق و کمالات، سلاطین قلم رو یقین کے مجموعہ احوال اور درویشان حقائق آگیں کے محمودہ صفات، ہندوستانی موسیقی میں کامل مہارت رکھتے اور شاعری بھی کرتے، یہ غزل آپ ہی کی ہے ؎

ندانم ایں گل رعنا چہ رنگ و بو دارد — کہ مرغ ہم چمنی گفتگو ازو دارد
بجست وجوی نیابد کسی مراد دلی — کسی مراد بیابد کہ جست جو دارد
نشاط بادہ پرستان بمنتہا نرسید — ہنوز ساقی ما بادہ در سبو دارد
حدیث عشق تو تنہا نہ من ہمی گویم — کہ ہر کہ ہست ازیں گوشہ گفتگو دارد
متاع دل بکف دلبری بدہ تو علا — کہ ایں متاع گراں مایہ رانکو دارد

صاحب اخبار الاخیار کے بقول حضرت سید صاحب، ذوق و سکر اور محبت و حالات و حلاوت رکھنے والے بزرگ تھے۔آپ کے کلام سے عشق و وجد کے آثار بے تکلف ظاہر ہیں، ان عارفانہ اشعار میں سے یہ چند ابیات ہیں، جن میں اپنے واردات قلبی کو بیان کیا ہے ؎

دوش خود را بخواب می دیدم — پیش دولت سرائے صفہ راز
بر زدوم تختہ درش ناگاہ — از درونش برآمد ایں آواز

☆☆☆

ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست — کہ بچشمان دل مبیں جز دوست

کتاب "ما مقیماں" آپ کی تصنیف ہے، کمالات و حالات کے ساتھ ساتھ صحیح النسب سید تھے۔ ولایت میں سادات "ماہ رو" بہت مشہور ہیں۔ میر سید اشرف جہانگیر تحریر فرماتے ہیں، "ماہ رو" کے سادات جو اودھ میں سکونت گزیں ہیں، فقیر کے ہم نسبت ہیں، آپ بھی سادات "ماہ رو" ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ عبدالقادر بدایونی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں، بہت سے مشائخ آپ کے دولت دامن میں پروان چڑھے، ہمیشہ گوشہ تنہائی میں رہے۔ غریبی اور فقیری آپ کے احوال پر عجیب انداز سے ظاہر تھی، فقیر نے کانتولہ علاقہ سنبھل میں ملاقات کی۔

ایک رات چور آپ کے گھر میں آیا، حضرت میر سید ۹۰ رسال کی عمر میں آہنی گرز لے کر اللہ اللہ کہتے ہوئے اٹھے اور چند چوروں کو زخمی کر دیا، بالآخر چوروں کے تیر سے جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۹۹۸ھ میں پیش آیا۔ آپ کی تاریخ وصال کا مادہ "چہ شداں مرشد کامل" ہے۔ دوسری کتب تاریخ میں آپ کا وصال ۹۸۷ھ لکھا ہے، کچھ لوگوں نے "اے عارف کامل خدا" سے آپ کی تاریخ وفات اخذ کی ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم محمد اعظم اعظم ثانی رحمۃ اللہ علیہ

عندلیب محفل، میر محفل مایطق عن الھوی، طوطی ہوائے صاحب سبحان الذی اسری، فضاء مشاہدہ فرد صحرائے مجاہدہ جواں مرد، ذخیرہ علوم اصول و فروع نعمانی، تاج العلما حضرت مخدوم محمد اعظم اعظم ثانی بن شاہ ابوالبقاء

بن شاہ موسیٰ بن شاہ ضیاء الدین کرمانی بن ابوالفوارض جلال الدین شاہ شجاع بن امیر مبارز الدین محمد مظفر بن امیر منصور بن امیر غیاث الدین حاجی بن میر محمود بن حضرت میر علی بن حضرت میر احمد بن حضرت میر عبداللہ بن حضرت علی اصغر بن حضرت امام تقی بن حضرت امام تقی بن حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم:

مرز، محمد بن معتمد خان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں، کہ امیر مبارز الدین ماہ محرم الحرام ۷۴۱ھ ملک ایران میں تخت سلطانی پر بیٹھے، ۱۹ رسال ۷ رمہینے تک بادشاہت کی اور دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کے صاحب زادے ابوالفوارض جلال الدین شاہ شجاع بادشاہ ہوئے اور ۲۵ رسال دو مہینے حکومت کی اور ۷۸۶ میں پردہ فرمایا، قطب الدین شاہ محمود حاکم سبزوار اور آصف خان شاہ شجاع بن امیر مبارز الدین مظفر کے بھائی تھے۔ سلطان مجاہد الدین بن زین العابدین بن شجاع ۷۸۶ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھے، ۵ رسال حکومت کی اور وفات پائی۔ سلطان نصرت الدین بن شاہ شرف الدین مظفر نے ۸ رسال چند ماہ حکومت کی اور وصال کیا۔ ۷۹۵ھ تک شاہ منصور بن شاہ شرف الدین نے ۵ رسال حکومت کی اور امیر تیمور صاحب قران کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

جمادی الاولیٰ ۷۹۵ھ میں تمام شہزادے بھی امیر تیمور کے ہاتھوں شہید ہو گئے، امیر تیمور نے شاہ زین العابدین اور چند آدمیوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور سمرقند بھیج دیا، کہ وہیں قیام کریں، شاہ ضیاء الدین جب سن تمیز کو پہنچے، سمرقند سے دہلی آئے، چند دنوں بعد تیمور صاحب قران نے دہلی کو فتح کیا، آپ لکھنؤ آئے کیوں کہ یہ شہر سلطنت جون پور میں تھا اور یہاں امن تھا۔

شاہ سمرقند پیر بخارا جن کے احوال اس کتاب کے لجہ سہروردیہ میں آئیں گے، وہ بھی آپ سے لکھنؤ میں ملے اور یہیں سکونت گزیں ہو گئے۔ شاہ ضیاء الدین کے ایک صاحب زادے شاہ موسیٰ تھے، جن کی کنیت ابوالبقاء رکھی جو حضرت مخدوم محمد اعظم کے والد بزرگوار ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ جلیل القدر اولیائے متقدمین میں سے ہیں اور علوم وفنون کے آسمان پر بدر مقدس، اپنے وقت کے عارف اسرار، باعث ہدایت خلق، درویش بے دلق، مجاہد دین ختم المرسلین، مشاہد انوار رب العالمین تھے۔

صاحب تذکرۃ الاصفیا لکھتے ہیں، مخدوم شیخ محمد مینا صاحب ولایت لکھنؤ علوم ومعارف کے حصول کے لیے آپ کی خدمت میں جایا کرتے، ایک آدمی نے آپ سے کہا، حضرت کے لیے مناسب نہیں کہ شیخ محمد اعظم کو اپنا استاذ بنائیں، شیخ مینا نے جواب دیا کہ ایک شخص اس شہر میں اتنے علوم وفنون کا ماہر ہو اور میں اس سے استفادہ نہ کروں، یہ بات دیانت سے بعید ہے، مخدوم شیخ مینا کے خلیفہ شیخ سعد خیر آبادی بھی آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی کامل فقاہت کا اندازہ اس واقعہ سے لگانا آسان ہوگا، آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ایک سو شافعی عالموں سے بحث کی اور دلائل وبراہین سے مذہب حنفی کی فضیلت وبرتری ثابت کی۔

مولوی جامی اس مقام کی خبر ان اشعار میں دیتے ہیں۔

(ظاہر ہے یہ جامی حضرت ملا عبدالرحمٰن جامی کے علاوہ ہیں، کیوں کہ حضرت ممدوح ۱۸ رمحرم الحرام ۸۹۸ھ کو

رحمت حق سے پیوست ہوئے، حضرت اعظم ثانی کے زمانے میں آپ موجود نہ تھے۔ مترجم)

آں امام زمانہ روحانی — شیخ اعظم بہر فن ثانی
چوں بمکہ رسید رہجاں داد — مذہب بوحنیفہ نعمانی
ہمہ علمای شافعی مذہب — بحث کردند ز آنچہ میدانی
او بہر یک جواب شافی داد — غالب آمد بفضل یزدانی
از جناب محمد عربی — شد ملقب باعظم ثانی
درثنایش خطاب او کافی است — ای توجامی ازینچہ بہ خوانی

حضرت شیخ اعظم ثانی کے اولاد واحفاد ہر دور میں خوش سیرت وصورت ہوئے ہیں۔ شہر لکھنؤ کی مسند افتا انہیں لوگوں کے ذمہ تھی، اس وقت حضرت مفتی غلام اپنے اسلاف کے جانشین ہیں۔ حضرت عبدالرب جن کا تذکرہ لجہ اویسیان میں آئے گا، وہ ثانی اعظم ثانی ہیں۔

شیخ اعظم کی وفات ۲۱ رشوال ۱۰۷۵ھ میں واقع ہوئی، شہر لکھنؤ کے اندر اپنے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

آپ کے صاحب زادے نے یہ شعر اپنے والد بزرگوار کی وفات اور تعمیر روضہ کی بابت موزوں کیا ہے۔

تاریخ وصال او وتاریخ بنا — کہ بودہ خانہ جنت زپی دوست خدا

''دوست خدا'' آپ کی تاریخ وصال ہے۔ ''خانہ جنت'' تاریخ تعمیر مقبرہ ہے۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی محمد ساوی رحمۃ اللہ علیہ

سرتاج کاملاں، گوشوارہ واصلاں، پیش او نیک وبد مساوی، یگانہ زمانہ حضرت قاضی محمد ساوی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے زمانہ کے عالی شان بزرگ، کمالات میں یکتا شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ابتدا میں علم وفن حاصل کیا اور علم ظاہری میں استاذ زمن بن گئے۔ اس کے بعد مرشد کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور مجاہدات وریاضات میں مشغول ہو کر، نامور اولیا کی صف میں سربرآوردہ ہوگئے۔ آپ کے روحانی کمالات کا پایہ بہت بلند ہے۔ وفات کے بعد قصبہ ''ایرج'' میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

فارغ از جمیع مرادات، تارک ماسوا ذات، پیشوائے عرفان ارباب یقین، ہم دم نسیم وصال، حضرت مخدوم شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو اختیارالدین عمر ایرجی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ کے آباؤ اجداد خطہ ایرج کے شرفا میں سے تھے اور وہاں کے عہدہ دار تھے۔

صاحب اخبارالاخیار لکھتے ہیں، تائید الٰہی سے آپ کے اندر جذبہ عشق معبود پیدا ہوا، اچانک تمام تعلقات توڑ

ڈالے اور سارا دنیاوی ساز وسامان اپنی رغبت سے ترک کر دیا اور سچائی کے ساتھ علم طریقت وسلوک حاصل کرنے کے لیے قاضی ساوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، ایک زمانہ تک مرشد کی صحبت میں رہے اور سیر سلوک کو کمال تک پہنچایا، خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور طالبان حق کی ہدایت ورہنمائی میں معروف ہو گئے، آپ سے اکثر وبیشتر کرامات وخوارق کا ظہور ہونے لگا، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

۴ محرم ۸۰۹ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

جاں بحق بہ مشاہدہ جمال، مستغرق انوار ذوالجلال، از ومس معشوق بری از تاسف، حضرت شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو شیخ بدھ ایرجی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، آپ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ مخدوم جہانیاں اور شیخ سید راجو قتال سے بھی نعمت وخلافت پائی۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں، آپ کے آباواجداد ملک روم سے ہندوستان آئے اور قصبہ ایرج کو اپنا وطن بنایا، شیخ الشیوخ بن گئے، امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''منہاج العابدین'' کا ترجمہ کیا، آپ بہت بلند مضامین اشعار میں نظم کرتے، مخدوم شیخ سارنگ نے آپ ہی سے خرقہ خلافت پہنا اور ''رسالہ مکیہ'' بھی آپ سے پڑھا، صاحب ''تاریخ محمد'' بھی آپ سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ آپ کی بہت سی کرامتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، ان میں سے ایک کرامت یہ ہے۔

ایک دن شیخ وجد وسماع میں مشغول تھے، اسی حال میں جان مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر دی۔ وصال ۹۲۴ھ میں ہوا، اپنی خانقاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

سرزمرہ واصلان عالی شان، حضرت مخدوم شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا وطن ردولی ہے، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بہت بڑے بزرگ اور صاحب مقامات عالی۔ شان عظیم، ہمت بلند اور شجاعت پسندیدہ کے مالک تھے۔ آپ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں، جو ہر شجاعت آباواجداد سے میراث میں پایا تھا۔ علم ظاہر وباطن، امر روحانی، تصرف وکرامت کے جامع تھے۔ لطائف اشرفی میں مرقوم ہے کہ قصبہ جائس کے لوگ اکثر وبیشتر مخدوم سلیمان خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ہاتھ پر بیعت ہوتے تھے۔ ایک دن کچھ لوگ بیعت کی غرض سے ان کے پاس آئے، مخدوم سلیمان کے خلف وخلیفہ شیخ زکریا نے ان لوگوں سے کہا، جلد ہی میرے آقا آنے والے ہیں، یہ ولایت ان کے حوالے ہوئی ہے، تم لوگوں کی ارادت کا حصہ ان کے پاس ہے، حسن اتفاق سے انہیں دنوں میر سید اشرف جہانگیر سمنانی جائس تشریف لائے، قصبہ

جائس کے لوگ آپ سے مرید ہوئے، شیخ سلیمان وشیخ زکریا کے مزارات ردولی میں ہیں۔ ان کے خاندان میں اکثر پسندیدہ سیرت لوگ پیدا ہوئے، مرٔۃ الاسرار کی تصنیف کے وقت شیخ احمد اور شیخ ابوالفتح زیور صلاح وتقوی سے آراستہ ہیں۔ ان کے صاحب زادے مخدوم شاہ مظفر وشاہ حاتم وغیرہ نے شجاعت وصلاح کے زیور سے پیراستہ قصبہ ابراہیم آباد میں سکونت اختیار کی۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ محمد متوکل کنتوری رحمۃ اللہ علیہ

کشاف اسرار کمالی، عارف معرفت نامتناہی، قاطع منازل بعد ومہجوری، مقتدائے وقت حضرت مخدوم شیخ محمد متوکل کنتوری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ تمام انسانی کمالات سے آراستہ، بہت بڑی شان والے اور بہت زیادہ کرامتوں والے تھے۔

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں، آپ کے والد خواجہ محمد اعزالدین بن خواجہ افتخارالدین بن اوژن قوم ترکمان سے تھے، وہ ہرات سے ہندوستان آئے۔ خواجہ اعزالدین کا مرقد مقدس قصبہ "ارجولی" میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ بابرکت صاحب کرامت انسان تھے، شیخ محمد علم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی خدمت سے وابستہ ہوئے، یک زمانہ تک ریاضت ومجاہدہ کیا اور خلعت خلافت سے مشرف ہوئے، مرشد کی اجازت سے قصبہ کنتور میں سکونت اختیار کی اور مریدوں کی تربیت میں مصروف ہوئے۔ کوئی کام مرشد کے حکم کے بغیر انجام نہیں دیتے، حتی کہ خواجہ قطب الاسلام نظام الدین کی قبر کی زیارت کے لیے مرشد کی اجازت کے بغیر نہ جاتے۔ آپ کا توکل بہت کامل ومکمل تھا، اکثر اہل کیمیا آپ سے ملتے، اکسیر دکھاتے، لیکن ان کی طرف ہرگز توجہ نہ دیتے، آپ کے مرشد کو جب یہ بات معلوم ہوئی، بہت خوش ہوئے اور ان کو بہت سی معنوی نعمتوں سے سرفراز کیا، جنہیں تحریر میں لانا ممکن نہیں، اسی دن سے آپ متوکل کے لقب سے مشہور ہوئے، ایک بار ایک جوگی شیخ کے حجرے میں آیا اور مشغول ہوگیا، اس کا وجود مشاہدہ میں اس قدر مستغرق ہوا کہ کسی چیز کی خبر نہ رہی، جب شیخ نے مراقبہ سے سر اٹھایا، اسے دیکھا اور سلام کرنا چاہا، جوگی نے سر اٹھایا اور خود ہی سلام کیا۔ شیخ نے سلام کا جواب دیا، جوگی اٹھا، مصافحہ کیا اور گفتگو میں مشغول ہوگیا، گفتگو کے درمیان شیخ جدھر بھی دیکھتے حجرے کے در ودیوار سونے کے نظر آتے، شیخ نے سونے کی طرف مطلق توجہ نہ کی، جوگی شیخ کے استغنا کا قائل ہوگیا، سر آپ کے قدموں میں رکھ کر کہنے لگا، میں آپ کا امتحان لے رہا تھا، اب میرے لیے ایمان حقیقی کی دعا فرمائیں، شیخ نے کہا، اہل تصوف زکوۃ نہیں لیتے، اگر زکوۃ لیتے ہیں، خدا کی راہ میں تقسیم کردیتے ہیں، شیخ نے جوگی سے کہا، پھر تم اپنا طلسم دکھاؤ، اس نے ہرچند کوشش کی، کامیاب نہ ہوا، آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ سعداللہ کیسہ دار رحمۃ اللہ علیہ

مورد مراحم رحمان، کامل الوجود والاحسان، طائفہ کاملین سرفراز، ممتاز وقت حضرت مخدوم شیخ سعداللہ کیسہ دار رحمۃ

اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری کے خلیفہ اور نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہیں۔ عشق وصفا اور محبت ووفا میں بے نظیر تھے۔ چراغ دہلی سے بیعت ہوئے، ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قبولیت خاص عطا فرمادی۔ ہر شخص آپ کے والد شیخ محمد متوکل کے پاس نذر وفتوح لانے لگا اور شیخ سعد اللہ کے لیے بھی الگ سے کچھ لاتا، آپ اپنے دل میں نذر وفتوح کے بارے میں سوچتے کہ والد بزرگوار کو تو مرشد نے نذر وفتوح قبول کرنے کی اجازت دی ہے، میری کیا حیثیت ہے کہ نذرانوں کو اپنی ذات پر خرچ کروں، جو کچھ پاتے اسے محفوظ رکھتے، کچھ دنوں بعد والد کے ساتھ پیر کی خدمت میں دہلی پہنچے اور جمع کیے ہوئے تمام نذرانے پیر کی خدمت میں پیش کر دیے۔ والد نے عرض کیا، یہ سعد اللہ کے نذرانے ہیں، عقیدت مندوں نے اس کو دیے ہیں، چراغ دہلی بہت خوش ہوئے، فرمایا، ہاں! ایک مشغول بحق درویش وہ ہے جو پوری سچائی کے ساتھ محبت الٰہی میں مشغول ہوا ہے اور وہ صاحب فتوح ہو جائے گا، اس وقت اس پر صوری ومعنوی فتوح کے دروازے کھول دیے گئے، حضرت خضر علیہ السلام نے اسے ایک تھیلی عطا کی تھی، جو کچھ چاہتا، اس تھیلی سے نکالتا اور خرچ کرتا، پوری زندگی وہ تھیلی کبھی خالی نہیں ہوئی، بقول سید ابراہیم، درویش نے وہ تھیلی ان کو دی تھی، شیخ ابراہیم کی قبر شیخ محمد متوکل کی قبر سے متصل پچھم جانب ہے، وہ صاحب برکت ولی تھے، شیخ سعد اللہ کو ایک خرقہ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی سے بھی حاصل ہوا تھا، مخدوم اشرف جہانگیر کے ساتھ پوری نیاز مندی اور عقیدت رکھتے تھے، آپ کے کمالات بہت بلند ہیں۔

آپ کا سال وفات کہیں نظر سے نہیں گزرا، ملفوظات کو ۸۰۷ھ تک لکھتے رہے، ممکن ہے اسی کے قریب آپ کا وصال ہوا ہو۔ آپ کا مزار والد بزرگوار کے حظیرے میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عین الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ

بے باک وسلامت، مصفا بہ پردہ ملامت، از دولت ابدی مالا مال، سر گروہ ملامتیاں حضرت شیخ عین الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت سید امیر ماہ رو بہرائچی کے مرید اور شیخ سعد اللہ کیسہ دار کے خلف وخلیفہ ہیں۔ جو صاحب سکر ومشاہدہ، مستغرق، مصفا، انتہائی بلند روحانی مرتبے پر فائز تھے۔ آپ طریقہ ملامتیہ پر گامزن تھے۔ ہمیشہ شراب خانے میں بیٹھے شراب پیتے اور اس پردہ رندی میں اپنے جمال وکمال کو چھپاتے، ایک بار لوگوں کے کہنے پر آپ کے والد نے شراب نوشی سے روکا تو پیالے، کنویں، دریا ہر جگہ سے شراب جوش مارنے لگی، مجبور ہو کر لوگوں نے آپ سے شراب نوشی کی پابندی ہٹالی، شراب نوشی کے باوجود آپ سے احیاء اماتت کا ظہور ہوتا۔ جب آپ کے والد بزرگوار شیخ سعد اللہ کیسہ دار کی وفات کا وقت قریب آیا، ان کے بڑے صاحب زادے معین الدین موجود نہ تھے، فرمایا، اس رند کو بلایا جائے، جب ایک شخص مے خانے میں پہنچا اور والد گرامی کا پیغام طلبی پہنچایا، آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ساقی سے کہا، میری تقدیر میں ایک جام باقی رہ گیا ہے، وہ مجھے دے دے، شراب کا پیالہ لے کر نوش کیا اور جام شراب زمین پر پٹخا، گھر

واپس آئے پھر کبھی مے خانے کا رخ نہ کیا اور ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی۔ پھر والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ سعد اللہ نے خرقہ خلافت اور پیران چشت کی تمام نعمتیں آپ کو عطا کیں اور خاکدان گیتی سے پردہ فرمایا۔

شیخ عین الدین نے شیخ سعد اللہ کی وفات کے بعد مدتوں تک مسند ہدایت وکرامت کو زینت بخشی اور ملاء اعلی کی طرف کوچ کیا، قصبہ کنتور میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے صاحب کمال ولی شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ دانیال رحمۃ اللہ علیہ

شہید خنجر وصال، فانی ہجر بے زوال، زیب سلسلہ خواجہ مودود، کامل زمانہ حضرت شیخ دانیال عرف مولانا عود رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالرحمن چشتی مصنف مرآۃ الاسرار آپ کے صاحب زادے ہیں۔ آل ابی طالب کے نسب نامہ کے سلسلہ میں آپ کی ایک کتاب "عمدۃ المطالب" ہے، جو علمائے سیر وتاریخ کے نزدیک بہت مستند ہے، اس طریق سے اپنا نسب شریف حضرت عباس بن علی بن ابی طالب تک پہنچایا ہے۔ شیخ دانیال معروف بہ عود بن بدرالدین بن حسن بن فضل بن عبداللہ بن عباس ثانی بن یحییٰ بن فضل ثانی بن محمد بن فضل بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی مرتضی رضی اللہ عنہ۔

میر بدرالدین والد مولانا دانیال سلطان غیاث الدین کے زمانہ حکومت میں خراسان سے ہندوستان آئے، ایک زمانہ تک مالداروں کی طرز پر زندگی بسر کی۔ جب حب الٰہی کا ذوق بیدار ہوا، وادی غنا کو چھوڑ کر قصبہ "سترکھ" کے اندر گوشہ نشیں ہوگئے، باقی زندگی معبود حقیقی کی عبادت وریاضت میں بسر کی، پھر اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اسی قصبہ میں مدفون ہوئے، آپ کے ایک صاحب زادے مولانا دانیال ہوئے، جنہوں نے اپنی والدہ محترمہ کو "سترکھ" میں چھوڑ کر طلب علم کے لیے "بیانہ" کا رخ کیا، جہاں قاضی عبداللہ سے اکثر علوم عقلیہ ونقلیہ کا درس لیا، قاضی صاحب نے شاگرد کے علوئے نسب کو معلوم کیا اور اپنی صاحب زادی سے نکاح کردیا۔ اس کے بعد آپ خود دہلی چلے گئے اور شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید ہوگئے۔ مرشد سے روحانی تعلیم اور باطنی تربیت حاصل کیا اور ریاضت ومجاہدہ کی کثرت سے خود کو اس قابل بنالیا کہ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور مولانا عود کے لقب سے ملقب ہوئے، اسی لقب سے دنیا میں مشہور ہوئے۔ کوئی آپ کو دانیال کے نام سے یاد نہ کرتا، نہ کسی کو یہ نام معلوم تھا۔ مرشد سے اجازت پانے کے بعد "بیانہ" آئے، وہاں سے اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر سترکھ پہنچے، مال واسباب کی کثرت کی وجہ سے خسر محترم قاضی عبداللہ نے چند اونٹ سفر کے لیے دے دیے۔ ڈاکو ساتھ ہی ساتھ چلتے رہے، لیکن انہیں راستہ میں کسی بھی جگہ مال واسباب لوٹنے کا موقع نہ ملا۔ جس دن آپ سترکھ کے قریب پہنچے، ڈاکوؤں نے آپ کو شہید کرڈالا، ساز وسامان لے کر بھاگنے کا قصد کیا، شیخ دانیال کی لاش سے ایسی مہیب آواز بلند ہوئی کہ تمام ڈاکو نابینا ہوگئے، لوگ آپ کی لاش قصبہ میں لائے اور مادر مہربان کی ہدایت کے مطابق دفن کردیا۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

کوہ دیانت، شکوہ متانت، مرد بایقین، حضرت قاضی علاء الدین بن بدرالدین بن صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ انصاری نسب ہیں۔ سلطان المشائخ کے زمانے میں اپنے والد ماجد کے ساتھ ولایت سے دہلی آئے، انتہائی دیانت داری اور تبحر علمی کی بنا پر شہر دہلی کے قاضی مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ دہلی نے وفات پائی۔ اپنے پیچھے ایک لڑکی چھوڑی، بادشاہ کی اس لڑکی نے چاہا، کہ اس کے نام سے خطبہ پڑھا جائے، قاضی نے حکم دیا، عورت کے نام سے خطبہ پڑھنا جائز نہیں، بادشاہ کی لڑکی نے قاضی صاحب کو شہر سے نکال دیا، آپ دہلی سے اودھ آئے، حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی نے اپنی بہن سے قاضی کا نکاح کردیا، انہیں روحانی تلقین اور دعاؤوں سے سرفراز کیا، سکونت کے لیے قصبہ "گدیہ" کا اشارہ فرمایا، جہاں ایک راجہ کی حکومت تھی، فرمایا، تمہارے فرزند میرے فرزند کہلائیں گے، جب قاضی علاء الدین "گدیہ" پہنچے، وہاں کے راجہ نے آپ کا عصا کنویں میں ڈال دیا، قاضی کو طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کیا، قاضی نے یہ باتیں شیخ چراغ دہلی کو لکھیں، انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا، لوگوں نے تمہارا عصا کنویں میں ڈال دیا، جس کی وجہ سے تمہاری جڑ تحت الثریٰ تک پہنچ گئی، مطمئن رہو، قیامت تک تمہاری اولاد اسی قصبہ میں مقیم رہے گی، ایسا ہی ہوا، کچھ دنوں بعد راجہ قصبہ چھوڑ کر چلا گیا، قاضی کی اولاد نسلاً بعد نسل آج تک گدیہ میں موجود ہے۔ شیخ سعدالدین بن شیخ بہرائچی قاضی علاء الدین کے بھائی اور راقم بحر زخار کے والد کے نانا تھے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علاء الدین سندیلہ رحمۃ اللہ علیہ

مشغول بعبادت جلیلہ، حضرت میر سید علاء الدین سندیلہ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں، آپ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے پاک اعتقاد مریدوں میں سے ہیں، حضرت نے روحانی تربیت کے بعد آپ کو سندیلہ کی طرف روانہ کیا، قصبہ سندیلہ کے اطراف میں تین سو بیگھہ زمین آپ کی خانقاہ کے اخراجات کے لیے ٹھیکرے پر اپنے ہاتھ سے دستاویز لکھ کردی، سید سندیلہ آئے اور وہاں قیام کیا، بہت شریف صاحب مقامات عالی ہیں۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ آپ اس قصبہ کے صاحب ولایت بزرگ ہیں۔ وہ تین سو بیگھہ زمین آپ کے فرزندوں کے تصرف میں آج تک موجود ہے، اب تک ان لوگوں کو بادشاہوں کی سند جاگیر کی ضرورت پیش نہیں آئی اور کسی کو اس سے کوئی تعرض نہ ہوا۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علاء الدین بانگرموی رحمۃ اللہ علیہ:

محو مشاہدہ از مو بمو، حضرت میر سید علاء الدین بانگرمور حمۃ اللہ علیہ:

بہت بڑے محقق اور صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کے احوال مختلف انداز سے بیان کیے گئے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں، آپ شیخ نصیرالدین اودھی چراغ دہلی کے مرید ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مخدوم جہانیاں سید جلال

بخاری کے پوتے ہیں۔آپ بابرکت صاحب کرامت ولی ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ

باآسمان درویشی بدر منیر،حضرت شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ:
میرٹھ میں آپ کا مزار ہے۔چشتی مشرب بزرگ تھے۔جہانگیر بادشاہ آپ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتا،انتہائی عظمت واحترام سے پیش آتا۔ستر برس کی عمر پاکر ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین محمد خدانمار حمۃ اللہ علیہ

مدرک ذیشان،درویش عمدہ عنوان،سرزمرہ اصفیا،حضرت شیخ حسین محمد خدانمار حمۃ اللہ علیہ:
خلاصۃ التواریخ میں مرقوم ہے،آپ سلسلہ چشتیہ میں شیخ امان اللہ کے مرید ہیں۔بڑے ثابت قدم بزرگ تھے۔بھوک اور پیاس کی شدت گوارا کرتے پھر بھی آپ کے ہوش وحواس منتشر نہ ہوتے،سنبھل سے مکہ مکرمہ جانے کے ارادے سے آگرہ پہنچے،خواب میں دیکھا،کہ بادشاہ وقت انہیں بلا رہا ہے،تین دن بعد محمد معصوم نامی ایک شخص کو خواب میں دیکھا،وہ کہہ رہا ہے،تمہیں بادشاہ طلب کرر ہا ہے اور خلعت سہ پارہ تمہارے لیے علاحدہ رکھا ہے۔آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ بیت المقدس کی زیارت بھی مجھ پر لازم ہوگئی،خلعت سہ پارہ سے مراد مکہ،مدینہ اور بیت المقدس کی زیارت ہے۔دوران سفر ایک بالغ نظر دانشور سے ملاقات کی،جو مرد کامل تھا،اس نے پوچھا تم مکہ جارہے ہو؟ پہلے کسی شخص سے دوستی کرکے اس کے گھر جانا،آپ نے کہا،تمہاری بدولت مجھے آشنائی ہوئی؟ کچھ دنوں دانشور کی خدمت میں رہے،بہت سارے فیوض حاصل کیے،پھر نعمت وخلافت حاصل کرکے مسند ارشاد پر بیٹھے۔ابتدا میں حقائق ومعرفت اعلانیہ بیان کرتے،علمانے اعتراض کیا تو بیان حقائق موقوف کردیا،یہ اشعار آپ کے ہیں۔

سر حق را ز لب منصور می باید شنید	یا من یا از درخت طور می باید شنید
وعدہ وصلش نہ بر عرش است ونی بر کوہ طور	ایں ہمہ بانگ دہل از دور می باید شنید

آپ بہت بلند ہمت تھے،مہمان نوازی کا یہ حال تھا کہ دستار بیچ کر مہمان کی ضیافت کرتے۔۱۳رشوال المکرم ۱۰۷۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی بدیع الزماں علوی رحمۃ اللہ علیہ

معزز محفل کاملاں،مقرب مجلس واصلاں،بکمالات اعلی محتوی،حضرت قاضی بدیع الزماں علوی رحمۃ اللہ علیہ:
آپ خردمئو کے رہنے والے تھے،محمد بن حنفیہ بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے اور حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید وخلیفہ ہیں۔حقائق ومعارف کے بیان اور عمل واثق،شوق وصفا میں بے نظیر تھے،رسالہ احوال میں تحریر ہے کہ ہلاکو خاں کے ہنگامے میں وطن چھوڑ کر قصبہ سلطان پور علاقہ اودھ میں سکونت گزیں ہوئے،جہاں چند گاؤں بزور

شمشیر کافروں سے حاصل کیے، چنانچہ اب تک ان کی اولاد اس علاقے میں موجود ہیں اور یہ لوگ قاضی زادہ کے نام سے مشہور ہیں، چوں کہ آپ مسعود ازلی وابدی تھے، خداشناسی کی طرف متوجہ ہوئے، علم ہمیا، کیمیا، سیمیا، ریمیا کی حقیقت سے آشنا تھے، چراغ دہلی کی خدمت میں پہنچ کر ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، نعمت وخلافت حاصل کی اور شیخ کے لقب سے نوازے گئے، آپ نے فرمایا، بندہ علوی ہے، چراغ دہلی نے فرمایا، تمہاری اولاد کو لوگ شیخ کہیں گے، حکم دیا، تم کنتور کے پاس قیام کرو، شیخ کا حکم بجالائے، اسی زمانے میں سید جمال الدین بن علاء الدین علی مدرک چراغ دہلی کی خدمت میں پہنچے اور وہاں ایک مہینہ ٹھہرے، وہاں سے کنتور کا ارادہ کیا، قاضی آپ کے ساتھ ہولیے، یک دن تفریح کے طور پر قصبہ سے باہر آئے، ایک تالاب کے کنارے اذان دی، کافروں نے آپ کو نماز سے روکا، قاضی نے یہ مقدمہ چراغ دہلی کے سامنے پیش کیا، انہوں نے قاضی کا خط بہادر خاں حاکم کے پاس بھیج دیا، اس نے وہاں کے تمام کافروں کو نکال دیا، موضع شبیہ پور، وادن پور اور دانیال پور کافروں سے خالی ہوگیا اور وہ علاقہ قاضی کی قامت کے لیے متعین کردیا، نیز وہاں کی آمدنی قاضی کے اخراجات کے لیے متعین کردی گئی، آج بھی قاضی کے بعض فرزند یہاں موجود ہیں، آپ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جھجو رحمۃ اللہ علیہ

ولی کامل بے گفتگو، حضرت شیخ جھجو رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے جد امجد سکندر اراؤ میں مقیم ہوئے، تقدیر کی نیرنگی سے ترک وطن کر کے دنیا کی سیر وسیاحت کی طرف مائل ہوئے، بالآخر "مندسور" میں قیام کیا، شیخ موسیٰ چشتی، شیخ لال گجراتی اور شیخ عثمان باز بہادر افغان کے والد جنہوں نے چند سالوں تک اس علاقہ میں اپنی فرماں روائی کا نقارہ بجایا، وہ سب کے سب آپ کے مرید تھے۔

۲۳ ر رمضان ۹۵۳ھ میں وفات پائی، آپ کی قبر پشتہ دسور کے کنارے ہے، آپ کے صاحب زادے شیخ محمد ۱۰۱۴ھ ۸۰ رسال کی عمر میں ان کے سجادہ نشیں ہیں۔ صوفی، عالم، درویش، خوش نویس ہفت قلم، حافظ قرآن مجید، بہت بڑے بزرگ ہیں، آپ نے مدرسے کو رونق بخشی، شیخ جھجو نے انتالیس سال کی عمر پا کر ۹۶۱ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جلال رحمۃ اللہ علیہ

خلیل سیرت بتواضع واخلاق، بکمال تصرف وکرامت شہرہ آفاق، مقتدائے اہل حال، حضرت شیخ جلال بن شیخ اسلام چندیری رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ کا مولد چندیری ہے، والد کے ساتھ اجین آئے، آپ صوفیانہ رسالوں کا درس تحقیق کے ساتھ فارسی زبان میں دیتے۔ سوال کرنے والوں کو حتی المقدور واپس نہ لوٹاتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ کشف کی باتیں پردے میں بیان کرتے۔ گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے، جب اپنی موت کے وقت سے آگاہ ہوئے، اپنے بھانجے تقی الدین محمد کو اپنی تدفین کے لیے ایک مقام کا اشارہ فرمایا، ۲۷ ر رمضان ۹۸۷ھ شب

قدر کو یہ شعر پڑھا۔

پردہ بردار کہ من عارض زیبا نگرم　　ورنہ از آہ جگر پردہ عالم بدرم

اور جان نذر جاناں کر دی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جاون رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کرامت بے تہاون، حضرت شیخ جاون رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت عمر چشتی کے فرزند ہیں، گلزار ابرار میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کا وطن اجمیر ہے، ۹۵۰ھ اپنے وطن اجمیر سے مالوہ کی سیر کے لیے نکلے، کچھ دنوں قصبہ نعلچہ میں قلعہ مندو کے نیچے قیام کیا، اس کے بعد جامع مسجد مندو کے سامنے ایک کٹیا بنائی، پتھر کی ایک سل زمین پر بچھا کر رکھی تھی، جس پر شب وروز بیٹھتے اور سوتے، ایک پرانا پیوند لگا کمبل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے، سردیوں میں اسے اوڑھتے کسی کے دروازے پر نہ جاتے اور کسی سے اپنی ضرورت کا مطالبہ نہ کرتے، اس طرح تقریباً ۳۰ رسال اس مقام پر توکل وقناعت کے ساتھ بسر کیے، آپ کے روحانی تصرفات میں سے ایک تصرف یہ ہے کہ ایک حاکم نے کسی ملک کو فتح کرنے کے لیے آپ کی مدد مانگی اور نیک فالی چاہی، اجازت نہیں دی، حاکم نے آپ کی بات نہیں سنی، جنگ کا ارادہ کیا اور شکست کھا کر دریا میں ڈوب گیا۔

۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ سلطان ہوشنگ غوری کے گنبد کے باہر دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ

مرجع سلاطین باکرامات، محافظ معتقدان از آفات، مجاہد وعازم مقامات قاب قوسین، افضل الزماں حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ ملتان سے خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کے لیے اجمیر آئے، بارہ سال ایک کٹیا میں بیٹھ کر جسم گدازی اور جاں نوازی میں گزارا، صوبہ مالوہ کے بادشاہ خان جہاں کا بیٹا سلطان محمود اجمیر میں آپ کی موجودگی سے واقف ہوا، اس نے حبیب خان کو اجمیر بھیجا اور درخواست کی کہ آپ مندو تشریف لائیں، جب آپ مندو آئے، سلطان محمود نے ایک مرتبہ زیارت کی، اس کے بعد ایک سال بھی نہیں گزرے تھے کہ سلطان محمود کا دور حکومت ختم ہو گیا اور اس کے بیٹے غیاث الدین کی بادشاہت کا نقارہ بجنے لگا، اس نے بھی پوری عقیدت مندی کے ساتھ آپ سے ملاقات کی اور ایک گاؤں محتاجوں کے خرچ کے لیے جاگیر میں دیا اور جاگیر کا نوشتہ آپ کی خدمت میں بھیجا، شہاب الدین نامی ایک شخص نے سلطان نصیر الدین ولد غیاث الدین کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑی فوج بھیجی، غیاث الدین آپ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے فتح ونصرت کے لیے دعا کی درخواست پیش کی، حضرت نے فتح وکامرانی کی بشارت دی۔

آپ پورے سال طہارت کبری سے نماز ادا فرماتے، ایک روز غسل کے ارادے سے مندو کے باہر تشریف لے

گئے، چوروں کے ایک گروہ نے آپ کو مالدار آدمی سمجھ کر پکڑ لیا اور اپنی کمین گاہ میں لے جا کر زنجیر سے جکڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھا دیا، شیخ نے آواز دی، "در وسنہ گرفتار راز قفس انزواو خالساں اجا" چوروں نے آپ کی بات سنی اور اس پر دھیان نہ دیا، اور اپنی زنجیروں پر اعتماد کرتے ہوئے، اپنے کام پر چلے گئے، شیخ نے جب اپنی بات کا جواب نہ سنا، آنکھیں بند کر لیں، تھوڑی دیر بعد جب آنکھیں کھولیں، اپنے آپ کو حجرہ عبادت میں پایا، ایک سو انیس سال کی عمر پا کر ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔ مندو سے بارہ کوس کی دوری پر موضع قرار یہ میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محبت بن اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ

در حقیقت خدا دلیل، حضرت شیخ محبت بن اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی جائے پیدائش دہلی اور خواب گاہ سارنگ پور علاقہ مالوہ میں ہے۔ سپاہیانہ زندگی بسر کرتے، وہاں ایک خوب صورت شخص سے عشق ہو گیا، لباس سپہ گری ترک کر کے سیر و سیاحت کرنے لگے، حرمین شریفین کی زیارت کی، پھر ساحل سمندر کی سیاحت سے فارغ ہو کر مالوہ پہنچے، ایک دن ایک آدمی کے گھر پر محفل نشاط و جشن منعقد ہوئی، دو قوال آپس میں لڑنے لگے، شیخ نے دونوں کے درمیان صلح کرادی، لیکن ان میں سے ایک قوال نے خنجر نکالا، شیخ کے پہلو کو شدید زخمی کر دیا، لوگوں نے قاتل کو مارنے کا ارادہ کیا، شیخ نے کہا، فقیر کا خون وقف ہے، کچھ دنوں بعد جب ٹھیک ہو گیا، مالوہ سے سارنگ پور تشریف لائے، وہاں ایک سانپ نے کاٹ لیا، جس کے زہر سے وفات ہوئی۔ یہ سانحہ ۹۹۶ھ میں پیش آیا۔

رود سوم

شیخ سراج الدین عثمان اور ان کے مریدین وخلفا کا بیان

موج :۔ احوال حضرت شیخ سراج الدین عثمان اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ

لوح محفوظ حقیقت وصال، آئینہ جمال ذات ذوالجلال، قبلہ عارفان کامل، کعبہ کاملان عرفان شامل، جانشین محبوب الٰہی، واقف اسرار کما ہی، طائفہ منشاو جنا الجستان، قطب کبری حضرت شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین احمد بدایونی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین نے فرمایا تھا، سراج، آئینہ ہندوستان ہے، بالآخر ایسا ہی ہوا۔ لقب اخی سراج ہے۔ آزادی و تجرید کی سلطنت کے بادشاہ، اقلیم تفرید کے تخت نشین، ممالک طریقت کے مالک، مسالک حقیقت کے سالک، بلند مرتبہ واصلین حق کے ممدوح اور حیرت التزام کاملین کے محمود، مسافران حرم معنوی کے سفینہ اور کمالات علوی کے گنجینہ تھے۔

مرآۃ الاسرار میں مذکور ہے، کہ یوں تو محبوب الٰہی کے تمام خلفا بلند مرتبہ کے مالک ہیں، مگر یہ دو بزرگ کچھ اور ہی

چاشنی رکھتے ہیں، ایک شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، دوسرے حضرت والا شیخ سراج الدین عثمان، اب تک انہی دونوں سے سلسلہ چشتیہ جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

شیخ سراج الدین عثمان کے کمالات بہت بلند ہیں۔ جب اپنے پیر کی زندگی میں لکھنوتی کے صاحب ولایت ہوئے تو مرشد نے خلافت نامہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی معرفت آپ کے پاس بھیجا، مرشد کی وفات کے بعد لکھنوتی آئے اور مسند ارشاد پر بیٹھ کر ایک دنیا کو ہدایت دی۔ لکھنوتی قدیم میں جو "گور" سے مشہور ہے، پیر کے ان کپڑوں کو دفن کر دیا، جنہیں بطور خرقہ پایا تھا، پھر جب آپ نے خود وفات پائی، تو آپ کی وصیت کے مطابق حضرت محبوب الٰہی کے کپڑوں کے پائینتی آپ کو لا کر دفن کیا گیا۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک مخلوق خدا کا قبلہ حاجات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ علاء الحق والدین پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

پیشوائے ارباب ہدایت، مقتدائے اصحاب ولایت، تخت نشین اقلیم فضل وکمال، تاجدار وادی وصال، معظم اولیائے عالی، قطب الافراد حضرت شیخ علاء الحق والدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ سراج الدین عثمان معروف باخی سراج کے مرید وخلیفہ ہیں۔ لوگ آپ کے والد کو عمر سعد راہوری کے نام سے پکارتے ہیں، بنگالہ کے بادشاہ حملۃ الملک کے وزیر تھے۔ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کے بقول آپ کو صحابی رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے نسبی تعلق ہے۔ شیخ علاء الدین کا لقب کثرت علم کی وجہ سے "گنج نبات" پڑا۔ جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین احمد تک یہ خبر پہنچی، کہ دوسرے ساتھیوں کی بہ نسبت وفور علم کے سبب آپ کا لقب "گنج نبات" پڑ گیا ہے، تو غیرت کی وجہ سے فرمایا، یہ گنج نبات ہے اور میرے پیر گنج شکر، اس کی زبان شل ہو جائے، فوراً زبان شل ہو گئی، ایک مدت کے بعد جب آپ سلطان المشائخ کے خلیفہ اخی سراج کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، تو شفا پائی، پھر اس طرح خدمت گزاری کی کہ پیر کے کھانے کی گرم دیگ سر پر رکھ کر ساتھ ساتھ دوڑتے، انہیں خدمات کی وجہ سے ولایت کے اس مرتبہ بلند پر فائز ہوئے کہ سلطان اشرف جہانگیر شاہباز بلند پرواز صحرائے لاہوت اور آپ کے خلف وخلیفہ شیخ نور قطب عالم مقتبس انوار قطبیت جیسے حضرات آپ کے خلیفہ ہوئے، انہیں دونوں بزرگوں سے یہ سلسلہ آج بھی عمدہ طریقے پر جاری ہے۔ اوائل رجب ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ شیخ نصیر الدین مانک پوری اور شیخ عادل الملک صاحب ولایت رائے بریلی آپ کے کامل خلفا میں ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت عادل الملک رحمۃ اللہ علیہ

زبردست وادی ولایت، بالا دست دست حمایت، فضل وکمال معمور، حضرت عادل الملک صاحب ولایت بریلی رائے پور رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ علاء الحق بنگالی کے مرید وخلیفہ ہیں، آپ کے صاحب زادوں کا کہنا ہے کہ حضرت بڑے صاحب کمال، عالی احوال اور خرق عادات کے ذخیرہ تھے۔ سلطان شرقی جون پوری نے جس وقت بریلی کے قلعہ کو تعمیر کیا، وہاں ایک جوگی

رہتا تھا، اپنے تصرف سے قلعہ کو مسمار کرادیا، سلطان شرقی نے حضرت سے بصد تمنا بریلی میں ٹھہرایا، قلعہ آپ کی تشریف فرمائی کی برکت سے جوگی کے شر سے محفوظ ہوگیا۔ بریلی میں آپ کے صاحب کمال اولاد و احفاد اب بھی موجود ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت سلطان میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

محب و محبوب خدا، تارک تاج و سریر، کلید فتح مہمات کارخانہ تقدیر، خلاصہ خاندان بشر بایہ انما، نقاوہ دودمان متصف بکریمہ ھل اتی، تفسیر ان اللہ علی کل شیٔ قدیر، غوث اکبر حضرت سلطان میر سید اشرف جہانگیر بن سید ابراہیم شاہ بن میر سید عمادالدین بن میر سید نظام الدین علی شیر بن میر سید ظہیر الدین مبارز الدین بن میر سید تاج الدین بہلول بن میر سید محمود نور بخش بن میر سید علی اکبر بن میر سید محمد مہدی بن میر سید اکمل الدین بن میر سید جمال الدین بن، میر سید عبداللہ محض بن میر سید حسین نفیس بن میر سید حمزہ بن میر سید علی بن میر سید موسیٰ بن میر سید اسماعیل ثانی بن میر سید ابوالحسن محمد بن میر سید اسماعیل عارج بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید کربلا بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم:

حضرت سلطان میر سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ علاء الحق والدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ بلکہ آپ چودہ خانوادوں کے خلیفہ ہیں، کیوں کہ آپ نے اپنے وقت کے تمام مشائخ سے ملاقات کرکے فائدے حاصل کیے تھے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اتنی برکتیں اور سعادتیں عطا فرمائی تھیں، کہ اس بات پر سب متفق ہیں، کہ سلطان المشائخ نظام الدین احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی نے ہدایت و مشیخت کی مسند کو زندہ رکھا۔ حقائق و معارف، احادیث مصطفویہ اور اقوال مرتضوی کے بیان میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ تواجد، سماع، عشق، صفا، بذل، ایثار اور انکسار میں یکتائے عصر تھے۔ آپ کی شان شاہان زمانہ کی شان سے بڑھ کر ہے، آپ کا کمال کُملان کامل کے کمال سے اکمل ہے۔ آپ مہر سپہر سروری، ماہ آسمان رہبری، مملکت حق الیقین کے صدر نشیں اور عین الیقین کی مملکت کے بادشاہ، اللہ کے علاوہ ہر چیز کو چھوڑنے والے، "لی مع اللہ" فرمانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند، درخت احسان کے پھل، بلند شان واصلین حق کی جماعت کے سردار، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث، حضرت علی مرتضیٰ کے خوارق کے مظہر اور کربلا کے شہید شاہد کے فرزند ہیں۔ فرزند شاہد شہید کربلا، اکبر شاہد شاہ انورا شاہد اعلیٰ۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر کا ایک قطرہ آب، دین و دنیا کے مہمات کو فتح کرنے کی کنجی، کلام کے بوڑھے لنگڑے گھوڑے کی کیا مجال، کہ آپ کی منزل قرب کے میدان ناپیدا کنار میں قدم رکھے، نیرنگ خیال کی کمند کو یہ ہمت کہاں کہ آپ کے ایوان اتصال و صال کے کنگرے پر پھندا ڈال سکے، آپ سرّ ادق لایزالی میں مقام محبوبیت پر ممتاز ہیں، آپ کے خوارق دنیا میں مشابہ اعجاز تھے، اس فخر المشائخ کے کمالات بلند اور تصرفات ارجمند مثلاً بنارس میں پتھر کے بت کو زندہ کرنا اور اس کا زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا اور ستر ہزار ہندوؤں کا مسلمان ہونا، شیخ نور قطب عالم کی خلافت کے وقت آپ کے حکم سے پہاڑ کا حرکت میں آنا۔

آپ کے کمالات حد تحریر سے زائد ہیں۔اس کاشف الدقائق کے بلند خوارق عادات اس کثرت سے ہیں کہ زبان جن کے بیان سے عاجز ہے۔ مصنف لطائف اشرفی خواجہ نظام الدین یمنی کہتے ہیں، کہ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ معرفت کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عارف دنیا کے حالات سے آگاہی رکھتا ہو، حضرت نے میرے قلبی خیال پر مطلع ہو کر فرمایا، یہ کام تو بہت آسان ہے، اسی دوران ایک آدمی دریا کو پھاڑتا ہوا ظاہر ہوا، اس نے کہا، اے نظام الدین! السلام علیکم! میں اس قوم سے ہوں، جو دریا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے، میں نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم کہاں رہتے ہو؟ تم کسی سلسلے سے ارادت وخلافت رکھتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا، سمندر میں مدینۃ الاشرف نامی ایک شہر ہے، اس میں ایک بزرگ ہیں، جنہیں دارالخیر کہا جاتا ہے، ہزار مریدین صادق اور طالبان واثق ان کے حلقے میں شامل ہیں، انہیں میں سے ایک میں بھی ہوں، میرا نام کشکل ہے، وہ بزرگ اپنے آپ کو سید اشرف جہانگیر کہتے ہیں، اسی لیے میں دریا سے باہر آکر آنجناب کی پابوسی کے شرف سے مشرف ہوا، اس آدمی کا لباس زنانہ تھا، حضرت چند ساعت اس سے سوالات کرتے رہے اور وہ جوابات دیتا رہا۔ حاضرین اس کی باتیں کچھ نہ سمجھ سکے، پھر وہ شخص پانی میں چلا گیا۔

اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہو سکتا ہے۔

ایک شخص کسی مشکل کے حل کے لیے حضرت خواجہ معین الدین کے آستانے پر معتکف ہوا، حضرت خواجہ نے حضرت مخدوم کے دائرہ میں رجوع کا حکم دیا، اس نے کہا، میرے تمام تعلقات آپ سے ہیں، آپ نے مجھے واپس جانے کا حکم کیوں دے دیا، فرمایا، حق سبحانہ وتعالیٰ نے سید اشرف کو اہل ہند کی دینی ودنیاوی مہمات فتح کرنے کی چابی عطا کر دی ہے، اس معاملے میں ہم اور تم لاچار ہیں۔ محض اس مقام کو پڑھ کر بحر زخار کے مصنف نے اس شعر کے پڑھنے کا مطلب سمجھ لیا، کہ یہ شعر کام بنانے کے لیے قضائے مبرم کا حکم رکھتا ہے۔

اے اشرف زمانہ زمانے مدد نما　　　درہائے بستہ را ز کلید کرم کشا

نیز حضرت کے ان اقوال سے اس مقدمہ کی گواہی پوری تصدیق کے ساتھ ملتی ہے، کہ فرمایا، فقیر نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی جو مقبول ہوئی، کہ جو بھی فقیر کے دربار میں صدق واخلاص کے ساتھ دینی یا دنیاوی حاجت لائے، وہ انشاء اللہ! محروم ہو کر واپس نہ لوٹے۔ ایک بزرگ نے آپ کے اس مقام بلند کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

رباعی

تقسیم چو در ورثہ شبیر رسید　　　تقسیم در اہم و دنانیر رسید

ہر حل کہ ز مشکلات عالم راست　　　میراث باشرف جہانگیر رسید

کرامت الاولیا میں مرقوم ہے، کہ آپ کے والد بزرگوار سلطان ابراہیم، نوربخشیہ سادات سے تعلق رکھتے تھے اور ملک سمنان کے بادشاہ تھے۔ والدہ محترمہ خدیجہ بیگم حضرت احمد یسوی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ حضرت شاہ ابراہیم مجذوب کے الطاف کی برکت سے ہوئی، جن کے احوال "بزم مجاذیب" میں لکھے جائیں گے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر مادر زاد ولی تھے، علم لدنی کے دروازے ان پر کھلے ہوئے تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا، بارہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کی، والد محترم کی وفات کے بعد ستائیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھے، لیکن مسعود ازلی اور محمود ابدی ہونے کی وجہ سے کاروبار حکومت سے ہمیشہ متنفر رہے۔ اکثر و بیشتر شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہتے تھے، چوں کہ انہوں نے امر باطن سے جان لیا تھا، کہ آپ کا نصیب کسی دوسری جگہ ہے، تو حضرت (مخدوم اشرف) کی تربیت کے پابند نہیں ہوئے۔

ستائیسویں رمضان کو شب قدر پائی، حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ذات الہی کے اسم مبارک کے تصور اور پاس انفاس کی تلقین سے سرفراز ہوئے اور حکم ہوا کہ ان دو باتوں سے کبھی غافل نہ ہونا، ابھی آپ کو کاروبار سلطنت سنبھالنا ہے، پھر تین سال بعد حضرت خضر نے حضرت مخدوم اشرف سے فرمایا، بابا اشرف! اس تخت سلطنت پر بیٹھ کر نوشتہ لوح محفوظ کا دیکھنا مشکل ہے، اٹھیے اور بلاد ہند کا سفر کیجیے، اس لیے کہ آپ کے پیر حق نما شیخ علاء الحق بنگالی وہیں ہیں۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ یک لخت کاروبار سلطنت سے دست بردار ہو کر اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سفر کی اجازت چاہی، کہ میں نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد کے سپرد کر دی، جو اس خدمت کے لائق ہیں، حضرت کی والدہ محترمہ کی آنکھیں، آنسوؤں سے بھر گئیں، مادر مہربان نے کہا، میرے جد کریم خواجہ احمد یسوی نے بشارت دی تھی، کہ تمہارے یہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا، جس کے نور ولایت سے آفاق روشن ہو جائیں گے، چوں کہ تم دو بھائی تھے، اس لیے میرے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا، کہ یہ نعمت عظمی تم دونوں میں سے کسے ملے گی؟ الحمد للہ کہ یہ نعمت عظمی تجھے تفویض ہوئی۔ میں نے اپنا حق تجھے بخش دیا اور تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔

پھر مخدوم سمنانی بارہ ہزار غلام سواروں کے ساتھ سمنان سے باہر نکلے، شیخ علاء الدولہ سمنانی از راہ شفقت چند منزل تک ہمراہ آئے، آپ کو رخصت کیا، حضرت مخدوم سمناں جب اچ پہنچے تو مخدوم جہانیاں سید جلال حسین بخاری کی خدمت میں حاضر ہو کر قطبیت و غوثیت کی خوش خبری سے مشرف ہوئے۔ آپ جب بہار پہنچے، اسی دن شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا، انہوں نے وصال کے وقت وصیت کی تھی، کہ ایک سید آ رہے ہیں، میری نماز جنازہ کے لیے ان کا انتظار کرنا، جب حضرت مخدوم سمناں وہاں پہنچے، حضرت شرف الدین یحیٰی منیری کی نماز جنازہ پڑھائی، دفن کے بعد ان کے فرزندوں کو تسلی دینے کے لیے خانقاہ میں آ کر بیٹھے ہوئے تھے، کہ لوگوں نے آپ کو خبر دی کہ حضرت شیخ شرف الدین کا ہاتھ قبر سے باہر نکل آیا ہے، لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی، جب یہ بات آپ کو بتائی گئی، تو فرمایا، کہ شیخ شرف الدین نے رجال الغیب میں سے ایک بزرگ کی ٹوپی حاصل کی تھی اور تاکید کے ساتھ وصیت کی تھی، کہ اس ٹوپی کو میرے ساتھ قبر میں رکھ دینا، مگر آپ لوگ رکھنا بھول گئے، چوں کہ یہ بات صحیح تھی، اس لیے لوگوں نے ٹوپی حضرت شیخ کے ہاتھ میں دے دی، حضرت شیخ نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

پھر حضرت مخدوم سمناں بنگال کی طرف متوجہ ہوئے، جب اپنے مرشد کے مسکن پنڈوہ کے قریب پہنچے، شیخ علاء الحق حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر اپنی پالکی میں سوار ہوئے اور اپنے پیر شیخ اخی سراج کی پالکی اپنے ہمراہ لے کر

حضرت مخدوم سمناں کے استقبال کے لیے نکل پڑے، جب راستے میں دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی، تو شیخ علاء الحق نے مخدوم سمناں کو اپنے پیر کی پالکی پر سوار کیا اور انہیں لے کر خانقاہ آئے، اسی وقت بیعت لی اور انہیں پان کے چند پتے عطا فرمائے، ان کے القاب کے لیے عالم باطن کی طرف متوجہ ہوئے، پھر گریبان سے سر اٹھا کر فرمایا، سید اشرف جہانگیر، اس کے بعد ہر در و دیوار سے جہانگیر جہانگیر کی آواز آئی، پھر حضرت علاء الحق نے فرمایا، بابا اشرف! جس دن سے تم سمنان سے نکلے ہو، حضرت خضر علیہ السلام مجھے ستر بار خبر دے چکے ہیں، کہ میں نے ایک باز سمنان سے اڑا دیا ہے، تمام مشائخ وقت جال بچھائے ہوئے ہیں، لیکن میں انہیں کسی اور جگہ اترنے نہیں دوں گا، میں اسے تمہارے پاس لا رہا ہوں، اس کی تربیت سے ہرگز دریغ نہ کرنا، یہ کہنے کے بعد حضرت علاء الحق نے اپنی خاص ٹوپی مخدوم سمناں کے سر پر رکھ دی پھر تھوڑی ہی دیر میں اپنی تمام نعمتیں عطا کر دیں۔

پھر مخدوم سمناں چھ سال گیارہ مہینے حضرت شیخ علاء الحق کی خدمت میں رہے، بالآخر حکم ہوا، کہ سید کو جدا کر دینا چاہیے، چنانچہ جون پور کی ولایت کا تاجدار بنا کر حضرت شیخ نے آپ کو رخصت کر دیا، آپ جون پور پہنچے، شیخ حاجی چراغ ہند کے قضیے کے بعد جن کا ذکر شیخ کبیر کے بیان میں آئے گا، مسجد میں گھوڑوں کے باندھنے کی حقیقت علمائے زمانہ کے دعوے اور حضرت کی کرامت دیکھنے کا حال اس طرح ہے کہ ہر گھوڑے کے بول و براز کی حاجت کے وقت اپنے مکاشفہ کی بنیاد پر خادم سے فرماتے، کہ اسے باہر لے جا کر اس کی ضرورت سے فارغ کرا دو۔

اور نقالوں کے اس قصے کے بعد کہ زندہ کو مردہ بنا کر لائے اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، تکبیر تحریمہ کے وقت زندہ حقیقت میں مردہ ہو گیا۔ حضرت مخدوم سمناں کچھوچھہ مقدسہ تشریف لے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

حضرت نے جنت کی مانند ایک باغ لگایا اور تالاب و روضہ تعمیر کرایا، اکثر سیاحت فرماتے، ایک بار میر سید علی ہمدانی کے ہمراہ ربع مسکون کی سیر کی۔ اس سیر کے عجائبات اور واقعات اپنے ملفوظ میں تحریر کیے ہیں، اس مختصر تذکرے میں ان کے بیان کی گنجائش نہیں، ہندوستان کے قصبہ قصبہ بلکہ گاؤں گاؤں کی سیر کی اور گلبرگہ میں مرتبہ غوثیت پر فائز ہوئے۔ اس مقدمہ کی تفصیل "کرامات اولیا" میں لکھی ہوئی ہے۔ غرض اس شہنشاہ دین کے کمالات لامحدود اور بے شمار ہیں۔ بحر زخار کے مصنف نے برکت حاصل کرنے کے لیے یہ چند کلمات لکھے ہیں۔

وصال کے بعد حضرت مخدوم اشرف سمنانی کا وہ واقعہ جو مراۃ الاسرار کے مصنف کے ساتھ پیش آیا، یہ ہے کہ ایک بار شاہ عبدالرحمٰن چشتی آپ کے آستانہ مبارکہ پر معتکف تھے، کہ آپ نے ایک رات دیکھا، کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، مخدوم سمناں اپنے دائرے سے باہر آئے، استقبال و زمین بوسی کی۔ نذریں پیش کیں اور مسجد کے صحن میں اس دالان کے اندر بیٹھایا، جو حضرت مخدوم پاک کے روضے کے قریب ہے، اس وقت حضرت خضر علیہ السلام ایک خوبصورت نوجوان کو لائے اور حضرت علی مرتضٰی کے پیر پر اس کا سر جھکا دیا۔ حضرت علی مرتضٰی نے اس کی گردن پکڑ کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو پر رکھ دیا اور عرض کیا، کہ ہندوستان کے بادشاہ جہانگیر کے سفر آخرت کا وقت آ چکا ہے، اس کے لڑکوں میں یہ نوجوان حکومت کے لائق ہے، پھر معلوم ہوا، کہ یہ نوجوان شاہ جہاں بن جہانگیر ہے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ اس کی پشت پر رکھا اور

فرمایا، یہ اپنے باپ کا نائب ہوگا اور سید اشرف جہانگیر کے حوالے کر دیا۔ اس کی محافظت کے لیے شیخ عبدالرحمن کو بھی مقرر کیا۔ شیخ عبدالرحمن چشتی نے (مراقبہ میں) یہ مقدمہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے بیان کیا، کہ میں اس مقدمے سے پریشان ہوں کہ ہندوستان کے مالک حضرت خواجہ اعظم معین الدین چشتی اجمیری ہیں، تو جہانگیر بادشاہ کے لڑکے شاہ جہاں کو سید اشرف جہانگیر کے سپرد کرنا کس وجہ سے ہے؟ سلطان المشائخ نے فرمایا، یہ عزیز جس دن سے ہندوستان میں آیا، اس دن سے ہندوستان کے بادشاہوں کی تقرری ومعزولی اسی کے آستانے سے ہوتی ہے۔

اس سے بڑھ کر اور مقبولیت وکمال کیا ہوسکتا ہے کہ جب وصال کے دن قریب آئے، حضرت نور قطب عالم حضرت مخدوم اشرف کی عیادت کے لیے پنڈوہ سے تشریف لائے، چند دن کے بعد جب رخصت ہونا چاہا، تو انہوں نے کہا، حق تعالیٰ میرے اس بھائی کو سلامت رکھے، ان کی ذات دنیا کے لیے موجب برکات اور میری تربیت کا باعث ہے۔ حضرت مخدوم سمناں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اگرچہ غیبی خزانوں کی چابی مجھے عطا فرمائی ہے، میں جو چاہوں اس میں سے خرچ کروں، زندگی کی لگام بھی میرے اختیار میں دی گئی ہے، میں جتنا چاہوں اس دنیا میں زندہ رہوں، حق تعالیٰ نے مجھے اپنے لطف وکرم سے اپنا محبوب کہا ہے، لیکن فقیر اور محبوب کے درمیان ایک باریک پردہ کے سوا کچھ باقی نہیں۔ دوست چاہتا ہے کہ دوست دوست سے مل جائے پھر کب تک میں اس خاکدان سفلی میں رہوں گا؟

اپنے پیرزادے کے رخصت ہونے کے بعد ۲۸ محرم الحرام ۸۰۸ھ کو بعد نماز ظہر قوالوں سے فرمایا، کہ شیخ سعدی کی یہ رباعی پڑھیں ۔

رباعی

خوب تر زیں دگر نباشد کار	یار خنداں رود بجانب یار
سیر بیند جمال جاناں را	جان سپارد نگار خنداں را

قوالوں نے ان اشعار کی تکرار کی، آپ وجد میں آئے، اسی حال میں جان جاناں کا مشاہدہ فرمایا اور جان حوالہ جاناں کر دی۔ آپ کا مزار مقدس روح آباد کچھوچھ میں ہے۔

وفات کے وقت ایک رسالہ بشارت العابدین المعروف بقبریہ لکھا، اس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان من عز شانہ وعلا امرہ و برھانہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ افضل الانبیاء محمد و آلہ اجمعین و علی من اتبع الھدی اعلموا اخواننا واحبابنا واصحابنا نحن آمنا وصدقنا باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ ونحن نومن ونعتقد بجمیع ما اعتقد اھل الاسلام والایمان کماھی ارادۃ اللہ ورسولہ کما قال اللہ تعالی آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ ونعتقد بفضل اصحابہ علی سائر المسلین والتابعین وافضل من اصحابہ اعلی واحق بالخلافۃ ابوبکر بن ابی قحافۃ ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنھم اجمعین .

ہمارے فرزندوں، بھائیوں، معتقدوں اور دوستوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اس پر تھے، اسی پر رہیں گے اور ہم اسی کو چاہیں گے ابدالآباد تک۔

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

کما تعیشون تموتون و کما تموتون تعیشون تحشرون.

جیسے تم زندہ ہو، اسی پر مروگے، جیسے مروگے زندہ ہوگے اور جیسے زندہ ہوگے، حساب کے لیے جمع کیے جاؤگے۔

جو شخص اس کا اعتقاد نہ رکھے گمراہ اور زندیق ہے، ہم اس سے بیزار ہیں اور اللہ تعالی اس سے راضی نہیں ہے۔

اس تنکسر میں ستر ہزار بار جمال فرد آئینہ کی تجلی حضرت ذوالجلال کی جانب سے اس فقیر پر متجلی ہوئی، حضرت الوہیت کے مقربین نے اس فقیر پر اتنا اکرام و اعزاز اور نوازش فرمائی، جسے تحریر نہیں کیا جا سکتا، حضرت ذوالجلال اور قادر ہر کمل کے منادی نے عالم ملکوت میں ندا دی کہ اشرف میرا محبوب ہے، اس کے ہر بچے، جھوٹے، موافق، مخالف مریدین کے نامہ اعمال پر ہم نے معافی لکھ کر انہیں بخش دیا ہے اور اشرف کے حوالے کر دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک

یہ آخری بشارت بھائیوں اور دوستوں تک پہنچا کر اس پر اختتام کرتا ہوں کہ

اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ والصلوۃ والسلام الاتمان من اهل الاسلام علی محمد والہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ اجمعین.

ارباب دانش و بصیرت، اصحاب رائے سیارگان طریقت، محققان راہ حقیقت کو معلوم ہو کہ "ارجعی الی ربک راضیة مرضیة" کے حکم کے مطابق اللہ رب الصمد کا فرمان صادر ہوا ہے کہ اس فقیر کو اسی ہزار ملائکہ مقربین لا کر سدرۃ المنتہی کے درخت کے نیچے پہنچا دیں، ایک منادی نے ندا دی، کہ ارشاد ربانی کی وجہ سے عقائد کے حل کے لیے خاکدان دنیا میں تھے، اب وقت آپہنچا ہے کہ حدیث پاک "حب الوطن من الایمان" کے مطابق اپنے مرکز اصلی کی طرف متوجہ ہوں۔

فقیر اپنی ناتوانی کے مطابق ثنا خوان الہی ہے:

لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک!

اس کے بعد حضرت کے مقربین کو فرمان پہنچا کہ تیس ہزار فرشتے مکہ، مدینہ، کوہ لبنان کے تیس ہزار مرد، سراندیپ کے ہزار مرد اخیار، ہزار مرد ابدال اور ہزار مرد رجال الغیب اور دار دنیا کے ہزار مرد غیب مجھے غسل دیں اور آسمان پر لائیں، خانہ کعبہ کے سامنے نماز جنازہ ادا کریں اور مخلوق کے نفع کے لیے مجھے دار دنیا میں دفن کریں تاکہ جو بھی میری قبر پر آئے اس کی ضرورت پوری ہو اور ان شاء اللہ! اس کی بخشش ہوگی اور اس کا انجام بخیر ہوگا۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید حاجی عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ

سلطان اقلیم بے نظیری، خلاصہ ولایت جہانگیری، اشرف آفاق علی الاطلاق، مقتدائے موحدین حضرت میر سید حاجی عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ:

سلسلہ نسب یہ ہے: میر سید عبدالرزاق نورالعین بن میر سید عبدالغفور جلالی بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد ابوالحسین شریف بن میر سید موسیٰ شریف بن میر سید علی شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید حسین شریف بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید صالح شریف بن میر عبدالرزاق شریف بن میر سید محی الدین غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی بن میر سید موسیٰ ابوصالح جنگی دوست بن میر سید عبداللہ جیلی بن میر سید یحییٰ زاہد بن میر سید محمد بن میر سید داؤد بن میر سید موسیٰ بن میر سید عبداللہ بن میر سید موسیٰ الجون بن میر سید عبداللہ محض بن میر سید حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت امیر المومنین شاہ مرتضیٰ علی صلوۃ اللہ وسلامہ علی النبی وعلیہ

آپ سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے فرزند معنوی اور سجادہ نشیں ہیں۔ برگزیدہ زمانہ، اسرار کے عالم، سعادت مندی کے ستارے، شرف مشرف کے برج، مشرف ولایت اشرف، صفات کمال کے حامل، عالی مناقب کے قابل، خلد بریں کے مقیم، آسائش سلسلہ بندان سلسلہ یعقوبی، اہل عشق وولولہ کے دلوں کے قوت القلوب، اصحاب محبت ووفاق کے مخدوم اور رزاق کے مظہر صفات تھے۔

لطائف اشرفی میں مرقوم ہے کہ آپ کے والد سید حسن عبدالغفور حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہیں، میر سید اشرف جہانگیر کی خالہ زاد بہن ان کے نکاح میں تھیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جن کے بطن سے سید عبدالرزاق کو پیدا فرمایا، میر سید اشرف جہانگیر جو بے نظیر پیر تھے، ان سے امر باطن کے بموجب فرمایا تھا، کہ تم شادی نہ کرنا، کیوں کہ تم کو حق تعالیٰ نے فرزند معنوی عطا فرمایا ہے، جو تمہارا جانشین ہوگا، ہمیشہ اس کے تفحص میں رہو، جب عراق عرب وعراق عجم اور خراسان کے سفر پر گئے، وہاں سید حسن عبدالغفور سے ملاقات کی اور شاہ عبدالرزاق کو جن کی عمر بارہ سال تھی، اپنی فرزندی میں لے لیا۔ والدین نے پوری خوشی ورغبت کے ساتھ فرزند کو سونپ دیا، اس کے بعد اپنی ولایت کے سایہ تلے پرورش وتربیت فرما کر سید عبدالرزاق کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور آپ کے حق میں طرح طرح کی بے انتہا مہربانیاں فرمائیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ دوسرے لوگ صلب سے پیدا کرتے ہیں، میں نے عبدالرزاق کو آنکھ سے پیدا کیا ہے اور یہ شعر کہا۔

چہ نور دیدہ ام از نوردیدہ ✿ کہ نور دیدہ باشد نور دیدہ

اسی دن سے "نورالعین" کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

اور فرمایا، کہ میں نے نورالعین کے فرزندوں کو خزانہ الٰہی کا شریک بنا دیا ہے، اگر وہ قناعت کریں، تو ہرگز کسی کے محتاج نہ ہوں گے اور میں موت وزندگی میں اپنے فرزندوں کے ساتھ ہوں۔

ایک مرتبہ خوش وقتی میں تمام مریدین پر بخشش وعنایت فرمارہے تھے، جب نظر سید عبدالرزاق پر پڑی، تو فرمایا، کہ میں نے اپنا سب کچھ تم پر قربان کر دیا اور کسی چیز کو تم سے اٹھا نہیں رکھا۔ تیرے فرزندوں کے لیے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ وہ ہمیشہ مقبول ومسعود رہیں اور تیری اولاد کے ہر طبقہ میں ایک مرد غیب (رجال الغیب) اور مجذوب رہے، اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوگا جس پر میرے یہ حالات طاری ہوں گے۔ سید عبدالرزاق کے کمالات کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے۔

حضرت سید عبدالرزاق کے چار لڑکے تھے، جو حضرت سید سلطان کی زندگی میں پیدا ہوئے، سید شمس الدین، سید حسن، سید حسین اور سید فرید۔ شمس الدین سن تمیز کو پہنچ کر لاولد وفات پا گئے۔ سید فرید کی اولاد میں بہت سے بزرگان دین پیدا ہوئے۔ سید حسین جو سجادہ نشیں تھے، ان کی اولاد اب بھی سجادہ نشیں ہو رہی ہے۔

حضرت سید عبدالرزاق کے بعد احمد نام کے ایک لڑکے پیدا ہوئے، جو جائس میں ہیں، ان کا ذکر ان کی بعض اولاد کے تذکرے کے ساتھ کسی مناسب جگہ کیا جائے گا۔

شاہ عبدالرزاق کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری۔

موج :۔ احوال حضرت سید جعفر معروف بہ شاہ لاڈکتی نواز رحمۃ اللہ علیہ

طراز دامن سرادقات عزت، فراز چار دیوار ایوان عظمت، در ازل اشرف خلف، ہم پنجہ اولیائے سلف، دائم باشاہد درراز ونیاز، حضرت سید جعفر معروف بہ شاہ لاڈکتی نواز بن سید حسین قتال بن سید شاہ عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ:

سید حسین کے کمالات اس سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں، کہ حضرت سلطان کی زبان پر جاری ہوا کہ میرا حسین، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقبول ہے۔ دیگر یہ کہ شاہباز بلند پرواز سید جعفر جیسی شخصیت ان کے خلف وخلیفہ تھے، جنہوں نے مدۃ العمر صوری ومعنوی تمام حقوق سے آراستہ ہو کر اپنے جد کریم کی مسند خلافت پر متمکن رہ کر وفات پائی۔

الغرض حضرت سید جعفر کی مجموعہ برکات ذات حق تعالیٰ کے اکابر اولیا میں ایک، فنافی اللہ واصلین میں اعظم، درجات کمال کا منتہی، مجیب الدعوات، ولایت اشرف کے مظہر، ولایت اعلیٰ پر مشرف ہے۔ ان کا دل شہباز عشق کا نشیمن ہے۔ ان کے حالات اور ان کی زبان معرفت کے خزانے ہیں، ان کے انفاس تیر تقدیر آپ کے الطاف امر مفقود التدبیر کے مصلح، وہ ارباب فنا میں اخص الخواص ہیں۔ بحر بقا کے غوطہ خوروں میں افضل ہیں۔ مجاہدات شاقہ میں وہ تاج المجاہدین اور مافوق طاقت مشاہدہ میں فخر ملت ودین ہیں، وہ عہد بے نظیر میں سلطان سید اشرف جہانگیر کے بالاستحقاق جانشین رہ چکے ہیں۔

"رسالہ احوال" میں مرقوم ہے، کہ آپ مادرزاد ولی تھے، حضرت سلطان صاحب کے علم لدنی کے ابواب کے وہ وارث ہوئے، چنانچہ نو سال کی عمر میں جون پور کے بعض اطراف میں گئے، علماو فقہا نے حسد اور امتحان کی رو سے علوم

میں آپ سے بحث کی، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ دروازے پر جو بھی حاضر ہے، اسے لاؤ! حضرت سلطان صاحب کے آستانے کے قریب ایک گاؤں بھولے پور کا رہنے والا موسی نامی ایک تیلی موجود تھا۔ لوگ اسے لائے، حضرت نے اپنے دہن مبارک سے پان کا پس خوردہ نکال کر اس کے منہ میں ڈالا اور فرمایا، ان لوگوں کو جواب دو، اس نے ایسا تشفی بخش جواب دیا کہ تمام فقہا وعلما واپس ہو گئے۔

ایک دن سرور پور میں تشریف فرما تھے، شیخ کبیر کے نبیرہ شیخ رکن الدین کو ہمراہ لے کر سیر کی غرض سے نکلے۔ شیخ داود شطاری کے خلیفہ شیخ نور عباس نے حضرت سلطان صاحب کے روضہ منورہ کی شبیہ پر اپنا مقبرہ بنایا تھا، آپ نے اس کے بارے میں فرمایا، کہ نور بے ظہور مبارک نہ ہوگا۔ آپ کی کرامت بیان زبان کے اثر سے وہ روضہ یوں ہی بے رونق پڑا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حاجی چراغ جہان رحمۃ اللہ علیہ

سر حلقہ زوار کعبہ معنوی وصوری، حلقہ اسرار حضوری، گم گشتگان بادیہ ضلالت را امن وامان، شیخ آل اشرف حضرت شاہ حاجی چراغ جہان رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ لاڈلی نواز کے خلف وخلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ رسالہ احوال میں مرقوم ہے کہ علوم صوری ومعنوی میں بڑے نصیب ور اور زہد وورع میں مرتبہ ارجمند کے مالک تھے۔ بارہا حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہوئے تھے، اکثر اعتکاف حرمین شریفین میں کرتے اور مخلوق سے متنفر ومحترز رہتے تھے، غرض اپنے عہد میں بلند کمالات کی وجہ سے عوام وخواص کے مرجع عقیدت ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ محمود رحمۃ اللہ علیہ

قائم اللیل، صائم الدہر، افضل واکمل عصر، ازلی مسعود، کامل وقت حضرت شاہ محمود رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد حضرت شاہ حاجی چراغ جہان کے خلف وخلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ رسالہ احوال میں لکھا ہے کہ عبادت میں ہمیشہ ممتاز رہے اور ریاضت میں لاکلام، مرتاض۔ مدۃ العمر حضرت سلطان صاحب کے سجادہ ارشاد کے حقوق کی نگہداشت احسن طریقے پر کرتے ہوئے پردہ فرمایا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ علی رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ عالی شان، خلاصہ خاندان امن وامان، درویش ولی، حضرت شاہ علی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ محمود کے خلف وخلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ "رسالہ احوال" میں لکھا ہے، کہ فضائل، کمالات، عشق وحالات، عبادات شاقہ اور ریاضات مافوق الطاقہ میں انتہائی مرتاض بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت حسن شریف رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کمال رفیع، صاحب تصرف وسیع، مورد لطف لطیف، یگانہ زمان حضرت حسن شریف رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت شاہ علی کے خلف، خلیفہ اور وصی، حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ اچھے اخلاق والے، بذل وایثار کو محبوب رکھنے والے، اور عام مخلوق کی تواضع کرنے والے بزرگ تھے۔

ان کی کرامتیں بہت ہیں۔

حضرت شیخ عبد الرحمٰن دہلوی لکھتے ہیں، ماہ محرم الحرام ۱۰۴۴ھ کو میں حضرت سلطان صاحب کے آستانے میں معتکف تھا، ان دنوں حضرت سید حسن شریف سجادہ نشیں تھے، جو پسندیدہ اخلاق محمدی اور کامل فراست معنوی رکھتے تھے، جب فقیر اعتکاف سے فارغ ہوا تو وہ مہربانی کرتے ہوئے اپنے گھر لے گئے اور خوب مہمان نوازی، دل جوئی اور خاطر تواضع فرمائی، دعائے غفوری جو مخدوم جہانیاں اور سلسلہ مقبول کی طرف سے انہیں ملی تھی، اس کو عطا فرما کر فقیر کو رخصت کیا، فقیر حیران رہ گیا، کیوں کہ چند روز پہلے میں تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد مراقبے میں تھا، کہ حضرت سلطان صاحب نے اپنی بارگاہ کا خرقہ فقیر کے اوپر ڈال کر اپنی زبان ترجمان الٰہی سے فرمایا، کہ یہ پیراہن مخدوم جہانیاں بخاری کی بارگاہ سے مجھ تک پہنچا ہے، میں نے اس کو تجھے عطا کیا، جب حضرت حسن شریف نے بندے کو رخصت کیا، اس بشارت سے ناامیدی ہوئی، کیوں کہ اس خواب کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ پھر میں حضرت کے روضے میں مشغول عبادت ہو گیا، آدھی رات گزری تھی، کہ سید سلطان نامی حضرت کا خادم خاص آیا اور کہا، تم کو میں نے رخصت کر دیا تھا، مگر حضرت قبلہ گاہی سلطان صاحب نے ایک معاملہ میں امانت عطا فرمائی ہے، صبح کو اسے لے کر روانہ ہو جائیے گا۔ صبح کے وقت میں نے کمر مسافرت باندھی ہی تھی، کہ پھر وہی خادم آ گیا، میرا مطلب ورحضرت کا انتظار ظاہر کیا۔ بندہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکمل اعزاز کے ساتھ پیش آیا، انہوں نے فرمایا، کہ میرے والد میر سید علی نے اپنی آخری عمر میں ایک پیراہن میرے سپرد کیا تھا، کہ اسے احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھنا، اس لیے کہ حضرت قبلہ گاہی کسی کو عطا فرمائیں گے، شب گزشتہ حضرت قبلہ گاہی نے خواب میں فرمایا، کہ یہ امانت شیخ عبد الرحمٰن دہلوی کے لیے ہے، اس کے حوالے کر دو، پس وہ متبرک اور مکرر پیراہن جس پر خواجگان چشت اور چند دوسرے سلسلوں کی اجازت لکھی ہوئی تھی، مجھے عطا فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ محامد رحمۃ اللہ علیہ

مورد جذبات خاص، اخص الخواص باختصاص، مصلح قلوب حامد، پروانہ شمع معشوق حضرت شاہ محامد رحمۃ اللہ علیہ:
سید حسن شریف کے خلف وخلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں، بارہ سال کی عمر میں ان پر قوی جذب الٰہی طاری ہو گیا، حرمین شریفین پہنچے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سے طرح طرح کی نوازشات حاصل کیں اور بشارت پائی، کہ تمہارے یہاں ایک صاحب کمال لڑکا پیدا ہو گا، اس کا نام محمد مکی رکھنا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کمال ازلی، مورد افضال لم یزلی، صاحب طبع ذکی، حضرت سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ:
سید محامد کے خلف وخلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ ان کی بیشتر تربیت حضرت سلطان صاحب اور سید عبدالرزاق نورالعین کے اشارے پر ہوئی۔ آپ کرامت میں بے حد مشہور ہیں، چنانچہ آپ کے مرید شاہ حیدر قصبہ جھورہ میں مقیم تھے، وہاں کے کافروں نے انہیں قتل کردیا، شاہ حیدر قتل کے بعد پھر مجسم ہوکر حضرت کی خدمت میں آئے اور فریاد کی، محض شاہ مکی کی سرد آہ اور شاہ حیدر کے دلی قلق کے سبب تمام کفار چند دنوں اور تھوڑے ہی عرصے میں جان ومال سے ہاتھ دھو بیٹھے اور برباد ہوگئے ''رسالہ مذاق صوفیہ'' آپ ہی کی تصنیف ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت سید جمال اشرف رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین قطب اکبر، عبادت گزین خدائے برتر، دلیل کمالات اشرف، حضرت سید جمال اشرف رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت شاہ عبدالرزاق نورالعین کی اولاد سے ہیں۔ سید محمد مکی کے نواسے، خلیفہ اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں۔ بہت سی برکتوں اور تقدسات سے سرفراز تھے، جب شاہ قدن موسوم بہ عبدالقدوس بن شیخ عبدالسلام قلندر کی زیارت کے لیے گئے، حضرت کی روح سید جمال اشرف کے استقبال کے لیے آگے بڑھی، ایک ''زاغ'' جس نے صحرائے کرامت کے بازوں کا شکار کیا تھا، بازدار نے اسے ذبح کردیا، چوں کہ وہ شاہ نورالعین کے فرزند شاہ عطا اشرف جو تصوف وکمال اور خوارق عادات میں ممتاز تھے، ان کے پرورش یافتہ زاغوں میں سے تھا، اپنے زاغ کو آواز دی، محض آواز سے زاغ اڑنے لگا، حضرت جمال اشرف نے فرمایا، ''ٹھہر جا'' وہ زاغ گرا اور مرگیا۔ یہ دونوں بزرگ ایک خاندان سے ہیں، جن کی کرامتیں ظاہر ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت سید نعمت اشرف رحمۃ اللہ علیہ

نقاوہ دودمان نبوت، سلالہ خاندان ولایت، برمسند خلافت سلطان صاحب مشرف، منشاء اعتقاد عالم حضرت سید نعمت اشرف رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت سید جمال اشرف کے چھوٹے بھائی اور خلیفہ، شاہ محمد مکی کے نواسے اور حضرت سلطان صاحب کے سجادہ نشیں ہیں، صوری ومعنوی تمام کمالات انسانی سے آراستہ، جمیع صفات درویشی سے پیراستہ، تواضع اور اخلاق کثیرہ کے حامل، امیر وغریب کے زخمی دلوں کا مرہم، کرامت وبزرگی میں وسیع اور مراتب خوارق میں رفیع تھے۔ احسان بلند بطریق ارجمند، شہنشاہ اعیان، انتہائی سیف زبان واقع ہوئے تھے۔
حق تعالی نے انہیں تین صاحب زادے عنایت فرمائے تھے۔ ان حضرات کی وفات کے بعد سید تقی الدین اشرف جو ان کی اولاد میں تھے، سجادہ نشیں ہوئے، آپ کو بھی حق تعالی نے تین صاحب زادے عنایت فرمائے، شاہ مجید

الدین اشرف، شاہ بدرالدین اشرف جنہوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، ان کی پہلی بیوی سے ایک فرزند سید سراج الدین اشرف اور دوسری اہلیہ سے چار صاحب زادے سید محمد اصغر، حاجی سید محمد یوسف، سید وجیہ الدین اور سید شفیع الدین اور دو صاحب زادیاں ہوئیں۔ تیسرے صاحب زادے شاہ حمایت اشرف جن کے دولڑکے شاہ سید حسین اور سید محمد جلیل اور تین لڑکیاں تھیں۔ شاہ مجید الدین اشرف نے لاولد وفات پائی۔ شاہ سید حسین قرعہ اندازی کے ذریعہ سجادہ نشیں مقرر ہوئے، اس طرح اپنے چچا اور مرشد کی خلافت پائی، ایسا ہی ان سے سنا گیا۔ شاہ یحییٰ اشرف، شاہ مسعود اشرف اور شاہ زکریا شرف ان میں ہر ایک صفات سنجیدہ اور اوصاف حمیدہ سے موصوف تھے، حق تعالیٰ آل اشرف کے چراغ کو تا قیامت روشن اور قائم رکھے۔ بالنون والصاد

موج :۔ احوال حضرت شاہ جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ

وفار التنور طوفان جدل، بیت المعمور تجلیات جمال، شاہ بے تاج، سلطان بے سریر، قطب وقت حضرت شاہ جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ:

صوفیوں میں عمدہ اور خاندان چشتیاں کے چراغ تھے، اپنے عالی قدر باپ سید جعفر شاہ لاد کتی کے خلف وخلیفہ ہیں، جذب تمام کے ساتھ سالک راہ سلوک تھے۔ بلند کمالات اور ارجمند تصرفات کے مالک تھے۔ آپ نے مردے جلائے ہیں۔ آپ کی زبان کرامت بیان سے جو کچھ جاری ہوا، فوراً ظاہر ہو گیا، جلال پور کے ملک زادے آپ کی ذات کی برکت سے سیکڑوں دیہات اپنے قبضہ تصرف میں لائے، صاحب اولاد تھے، آپ کے لڑکے انتقال کر گئے، صاحب زادی کو اپنے بھتیجے، شیخ بھکاری بن حاجی چراغ جہاں کے عقد میں دیا۔ شیخ بھکاری مذہب صوفیا سے حظ وافر رکھتے تھے اور صاحب مقامات تھے، ان کی اولاد میں بھی ہر طبقہ میں صاحب ذوق اور صاحب شغل افراد نے جنم لیا، فی الحال شاہ نور اشرف بن شاہ منور اپنے اسلاف کے جانشیں ہیں، سید جہانگیر کے کمالات اور خوارق عادات حوصلہ بیان سے زائد ہیں۔ مزار شریف آپ کے اجداد کے روضہ کے احاطے میں حاجت روائے خلائق ہے۔ شاہ بھکاری کا مزار حضرت کے مزار کے برابر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

مشرف بفیض لدنی، مشرف بشرف بے ما ومنی، سلطان وادی بے نظیری وشگرفی، صاحب دولت مادر زاد حضرت شاہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ محمود بن شاہ لاد کتی کے خلف وخلیفہ ہیں۔ مادر زاد ولی تھے۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے، استاذ نے کہا، اب ت ث پڑھو، استاذ نے چند بار کہا، آپ خاموش رہے، فرمایا "آندھر ملا تیسر کی" معلم اندھا ہے، اللہ اس کے رسول کے سوا تیرا کون ہے؟ اور پورا قاعدہ پڑھ دیا۔ فی الحال معلم نابینا ہو گیا، لوگوں نے آپ کے کمال ولایت کو تسلیم کرتے ہوئے، گڑگڑا کر معلم کی آنکھ کے حق میں بینائی کی درخواست کی، ان کی آنکھ بینا ہو گئی، حق تعالیٰ نے آپ کو

سات سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ سے بہرہ ور کردیا تھا۔

آپ کے خوارق بہت بلند ہیں، بچپن میں معلم کی جھڑکی پر آپ کی آنکھ سے آنسو کا جو قطرہ ٹپکا فوراً چمک دار موتی بن گیا۔ جب معلم نے صریح کرامت کا معائنہ کیا، آداب رسوخیت کے علاوہ کسی دوسری چیز کے مکلّف نہ ہوئے، علما جو کتابیں اور مکاتبات غوامض آپ کو سونپتے، شروع سے آخر تک پڑھتے، ان کے مقاصد بیان کرتے اور حل مشکلات فرماتے۔ بارہ سال کی عمر میں اس جہان سے رخصت ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ

خاء خلافت، واو ولایت، بہ قطبیت موصوف، حضرت شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان صاحب کے خلیفہ افضل اور مرید اعظم ہیں۔ آپ طرہ طرار عارفان مشائخ ذیشان، مظہر جلال و جمال، رہبر اہل کمال، معدن افضال الٰہی، کاشف اسرار نامتناہی، محیط اسرار کاملین، افضل امت رسول الثقلین، نامدار ولایت، وسیع غمگسار، واصلین حق کی محفلوں کی طرف متوجہ ہونے والے اور کاملین کی مجلسوں کی نشاط تھے۔ بحر زخار کے مولف نے اپنے والد کے عہد امارت میں جون پور سے متصل الدامئو میں آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی ہے، اس صاحب کمال بزرگ کے جلال کی وجہ سے قصبہ کی پوری آبادی ویران ہو چکی ہے، بلکہ اوندھی ہو کر الٹ چکی ہے، آپ کے بارے میں سلطان صاحب نے فرمایا: ”اشرف کا معروف شرف میں معروف ہے“ بس ان کے کمال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مورد افضال الٰہ، حضرت شاہ شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان سید اشرف جہانگیر کے بزرگ اعلیٰ خاندان میں سے ہیں۔ آپ مجذوب وش بزرگ تھے۔ بڑے کمالات رکھتے تھے۔ گھوڑے پر سوار ہوتے، ترکش باندھتے، آپ کی زندگی ہی میں لوگ مردوں کے مزار کی رسم کے طرز پر شیرینی اور چادر لاتے، آپ چادر کو اوڑھ لیتے اور شیرینی حاضرین میں تقسیم کر دیتے۔ ایک روز سر منڈا رہے تھے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا، اے میرے نانا جان! پار لگایئے، جب لوگوں نے غور سے دیکھا، تو آپ کی آستین، قبا اور جامہ پانی سے تر تھے، ان کی طبیعت کے جلال کی وجہ سے کسی میں پوچھنے کی ہمت نہ ہو سکی، کہ اس معاملہ کی حقیقت دریافت کر سکے، کچھ عرصہ کے بعد ان کا ایک مرید آیا اور حقیقت اس طرح بیان کی، اس نے کہا، ایک دن میری کشتی سمندر میں ڈوبنے لگی، میں نے اپنے پیر کو یاد کیا، اور مدد چاہی، میرے پیر سمندر میں ظاہر ہوئے اور کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ بارہ سو ہجری کے آخر میں وفات پائی۔ جد بزرگوار کے احاطہ میں آپ کی قبر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب برکات وجمیع فضائل انسانی، متصرف حالات دوستان ربانی، متابع و معین شرع محمدی، ملک العلما قاضی

شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاوی دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

دولت آباد دہلی کا ایک محلہ ہے، جہاں قاضی صاحب کی ولادت ہوئی، مولانا خواجگی جو دہلی میں تھے، ان کے شاگرد ہیں۔ تیمور لنگ کے دہلی کی طرف آنے کی خبر پاکر مولانا خواجگی دہلی سے کالپی چلے آئے، وہاں سکونت اختیار کرلی ورو ہیں انتقال کیا، آپ مخدوم معین الدین عمرانی کے شاگرد اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔ اگر چہ آپ نے اپنے زمانے میں قطب المدار بدیع الدین اور مخدوم شاہ مینا صاحب ولایت لکھنؤ کی صحبت کا فیض بھی پایا ،آپ نے جون پور کے باشندوں کی مشکلات ومہمات کو حل فرمایا۔

لیکن صاحب مراۃ الاسرار کے قول کے مطابق آپ کا خرقہ حضرت سید اشرف جہانگیر سے ثابت ہوتا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان اپنے مرشد حضرت علاء الحق بنگالی کی بارگاہ سے جون پور کے نواح کی ولایت پر مامور ہوکر شہر میں داخل ہوئے، حکام اور اکابر نے طرح طرح کے ہدایا، تحائف اور نذر وفتوح کے ساتھ ملاقات کی، قاضی شہر نے پابوسی کی سعادت حاصل کی اور آپ کی بارگاہ میں پورے اعتقاد کے ساتھ حاضری دی اور اپنی تمام تصانیف حضرت کو دکھا کر بہت سارے مقامات پر اصلاح پائی اور ملک العلما کے خطاب سے مخاطب ہوکر خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

گلزار ابرار میں مذکور ہے کہ آپ کے آبا سلسلہ سہروردیہ میں مرید تھے، ور آپ کو بھی اسی سلسلہ میں مرید کرایا تھا، ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر حضرت سلطان کے خرقہ عطا کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

ماثر الکرام میں لکھا ہے کہ علوم رسمی مولانا خواجگی دہلوی اور قاضی عبد المقتدر سے حاصل کیے، نیز دیگر علمائے ہند وعلمائے عرب وعجم سے فیض یاب ہوئے، قاضی صاحب نے احوال بیان کرتے ہوئے کہا، کہ میرے سامنے ایک ایسا طالب علم آتا ہے جس کا پوست علم، مغز علم، ہڈی علم، اگر چہ اس دور میں دوسرے علما بھی یکتائے زمانہ تھے لیکن آپ کی شہرت ونام وری جس مقام تک پہنچی کسی اور کے حصے میں نہ آئی۔

آپ کے علمی آثار جو صفحہ روزگار پر باقی ہیں، کسی دوسرے سے ظاہر نہیں ہوئے، امیر تیمور صاحب قران کی آمد کا غلغلہ سن کر ان کے استاذ مولانا خواجگی نے دہلی سے ہجرت کی، قاضی صاحب بھی ان کے ہمراہ ہوگئے، مولانا خواجگی نے کالپی میں اقامت اختیار کرلی اور قاضی صاحب جون پور چلے گئے، سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کی آمد کو غنیمت جان کر قدر شناسی کے آداب بجالائے، آپ کے ہم جنس علما کی پیشانیاں حسد کی وجہ سے عرق آلودہ ہوگئیں، قاضی صاحب نے مولانا خواجگی کی خدمت میں حاسدین کی شکایت تحریر کی، مولانا خواجگی نے شیخ سعدی شیرازی کا یہ شعر جوابا لکھ کر بھیج دیا۔

اے پیش از انکہ در قلم آید ثنائے تو	واجب بہ اہل مشرق ومغرب دعائے تو
اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں	باقی نماند آنکہ نخواہد بقائے تو

تھوڑے ہی عرصہ میں سارے حاسدین فنا ہوگئے، قاضی نصیر الدین نے دنیا ومافیہا سے متنفر ہوکر ایسا ورع وتقوی اختیار کرلیا تھا، کہ ایک گنبد میں مقیم ہوگئے تھے، کمزوری کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، طلبا

ان کو پکڑ کر ان کے ساتھ کھڑے رہتے کہ فاقہ کی کمزوری کی وجہ سے وہ گرنے نہ پائیں، قاضی صاحب نے اپنی بعض کتابیں ان کی خدمت میں بھیجیں، انہوں نے بہت پسند کیا۔

قاضی صاحب نے مندرجہ ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں:

(۱) حواشی کافیہ جو آپ کی زندگی ہی میں مشہور آفاق ہوگئی تھی (۲) ارشاد تین در علم نحو (۳) بدیع المیزان متن (۴) بحر مواج، تفسیر کلام اللہ (۵) شرح اصول بزدوی (۶) قصیدہ بانت سعاد کی طویل شرح (۷) تقسیم علوم میں رسالہ فارسی (۸) رسالہ مناقب السادات۔

۲۵ رجب ۸۸۴ھ یا ۸۹۴ھ میں وفات پائی۔ جون پور میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ محرم رحمۃ اللہ علیہ

مردانہ مقام معرفت، دیوانہ عشق ومحبت، درویش ثابت قدم، محرم اسرار حضرت شاہ محرم رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان سید اشرف جہانگیر کے خادموں میں سے ہیں، کرامت الاولیا میں آپ کے احوال شریف میں لکھا ہوا ہے کہ ایک بار جناب حضرت سلطان صاحب نے انہیں روم میں اسفند یار بیگ کے پاس کسی کام کے لیے بھیجا، رفتہ رفتہ گفتگو ''اربعین'' کے بارے میں ہونے لگی، شاہ محرم نے کہا، ایک ''اربعین (چلہ) زنانہ'' ہے کہ عورتیں ایام نفاس میں چالیس روز پردہ میں رہتی ہیں، جس میں قلت طعام اور قلت منام کے سوا کچھ اور حاصل نہیں ہوتا، اور ''چلہ مردانہ'' یہ ہے کہ ایک پل کے لیے بھی خدا سے غافل نہ رہے، مرد کو چاہیے کہ زیادہ کھائے اور زیادہ کام کرے، امیر نے کہا، ذرا اس بات کا مشاہدہ کرایے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سراپردہ کھینچا، آپ کے لیے روزانہ بہت زیادہ کھانا لایا جاتا، ہر روز ایک بکری، ایک من آٹا، آدھا من مصالحہ دار پلاؤ پیش کیا جاتا اور حضرت محرم انہیں کھا جاتے، یہاں تک کہ چالیس دن گزر گئے، مگر آپ کو ان دنوں پیشاب پاخانے کی حاجت پیش نہ آئی۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ

عاشق سینہ دریدہ، بحبت مرشد دست بریدہ، آگاہ رمز علوی، حضرت قاضی محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کے مخلص ترین مریدوں میں سے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت سلطان اشرف جہانگیر کے فرزند معنوی اور جانشین سید عبدالرزاق نورالعین روم میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہوگئے، ایک یونانی حکیم نے آدمی کے گوشت کا لیپ کرنے کا حکم دیا، تمام مریدین آدمی کے گوشت کا طلا بنانے سے حیران تھے، قاضی محمد نے صحرا میں جا کر اپنا دایاں ہاتھ کاٹا اور کٹا ہوا ہاتھ حاضر بارگاہ کر دیا۔ حضرت سلطان صاحب اس معاملہ پر مطلع ہوئے، بہت افسوس کیا، اپنا دست حق پرست قاضی محمد کے کٹے ہوئے ہاتھ پر رکھ کر رگڑا، اللہ کے فضل سے گوشت ابھرنا شروع ہوگیا یہاں تک کہ ان کا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ

جامع کمالات اشرفی، حامل اکبر اثبات ونفی، فارغ از ما و منی، حضرت شاہ نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت سلطان صاحب کے مرید اور ان کے حضور انتہائی حاضر باشوں میں ہیں۔ حضرت کا ملفوظ مسمی بہ ''لطائف اشرفی'' آپ ہی کا جمع کردہ ہے۔ حضرت کے سفر کے اتنے واقعات تحریر کیے ہیں، جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اپنے پیر کے بہت بڑے محرم راز تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ گوہر رحمۃ اللہ علیہ

درویش اشہر، حضرت شیخ گوہر رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت سلطان سید اشرف کی درگاہ کے متوسلین میں سے ہیں۔ دوران سفر اپنے مرشد کے ہمراہ ایک دیہات میں پہنچے، اس جگہ بازار میں ایک خوبصورت عورت نظر آئی، اس کی طرف آپ کا میلان قلب ہوگیا، اس سے چند باتیں کیں، پھر وہیں توبہ کی۔ جب اپنے مرشد کی بارگاہ میں پہنچے، مرشد کی توجہ نہ پائی، اس کے بعد مرشد نے ان کی نصیحت کے لیے دوسروں سے مخاطب ہو کر کہا، اسے دیکھیے! کہ بازار میں خوب صورت عورتوں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ مریدوں کی ایک جماعت نے آپ کی سفارش کی۔

موج :۔ احوال حضرت بابا کمال رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم احکام جہانگیری، محرم بقبولیت ودل پذیری، از دولت دین مالامال، صاحب خوارق علانیہ حضرت بابا کمال رحمۃ اللہ علیہ:
واصیین حق میں سے، اور ہمیشہ دوست کی یاد میں مستغرق رہنے والے تھے، سید اشرف جہانگیر کے مقبول مریدوں میں سے ہیں۔ لطائف اشرفی میں مرقوم ہے، جب حضرت مرشد کے حکم پر سلطان اشرف جون پور کے صاحب ولایت ہوئے، جون پور ہوتے ہوئے کچھوچھہ پہنچے، کمال پنڈت جوگی کچھوچھے میں رہتا تھا، آپ کے ساتھ اس کا مناظرہ ہوا، چوں کہ کمال پنڈت بھی درحقیقت طالب خدا تھا، کرامت اور اسلام کی حقیقت کا مشاہدہ اس نے حضرت سلطان اشرف کی ذات میں کیا، مسلمان ہوگیا۔ ریاضتیں کرنے لگا اور چند ہی دنوں میں واصلین حق میں شامل ہوگیا۔ ان کی خصوصیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، کہ جب حضرت سلطان اشرف شروان تشریف لے گئے، وہاں بابا کمال رفع حاجت کے لیے صحرا میں گئے، ان پر ایسی بجلی گری کہ اعضا شل ہوگئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، حضرت سلطان صاحب اس وقت وضو کر رہے تھے، اچانک حضرت پر سردی کا غلبہ ہوا، لوگوں نے علاج کی بہت کوشش کی، مگر فائدہ نہ ہوا، جب خبر پا کر کچھ لوگ بابا کمال کو صحرا سے لائے اور علاج کی کوشش کی، جس وقت انہیں کچھ صحت ہوئی، حضرت نے بھی شفا پائی، آپ کا مزار مبارک مرشد کے روضے کے دروازے پر بابا کمال کو توال کے چبوترے کے

نام سے مشہور ہے۔ صاحب خوارق تھے۔ اب بھی ان کے مزار مبارک سے خوارق عادات کا ظہور ہوتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت پیر کبیر جوان میر رحمۃ اللہ علیہ

موردِ سعادت ازل، مشرف مقام اکمل، مجاہد بے نظیر، حضرت پیر کبیر جوان میر رحمۃ اللہ علیہ:

لوگ انہیں شیخ کبیر سرور پوری کہتے ہیں۔ حضرت سلطان اشرف کے مریدوں میں سے ہیں، ایک رات خواب دیکھا، کہ ایک نورانی آدمی سے فیض حاصل کر رہے ہیں، صبح کے وقت انہیں معلوم ہوا، کہ اس علاقے کی ولایت کے مالک شیخ حاجی چراغ ہند ہیں، پس جون پور گئے اور ان کی ملازمت اختیار کی، مگر وہ صورت جو خواب میں دیکھی تھی چراغ ہند کی نہ تھی، اچانک حضرت سلطان اشرف بنگالہ سے جون پور پہنچے، تو آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، خواب میں جو صورت دیکھی تھی، وہ پاگئے، مرید ہوئے، جب یہ خبر حاجی چراغ ہند تک پہنچی، کہا، کبیر جوانی ہی میں مر جائے، کہ یہاں سے جا کر وہاں مرید ہو گیا، جب یہ خبر پیر کبیر تک پہنچی، حضرت سلطان صاحب کی بارگاہ میں یہ حقیقت مضطرب ہو کر ظاہر کر دی، حضرت نے فرمایا، میرا کبیر پیر کبیر ہے، پہلے حاجی پھر کبیر ہے، چنانچہ چند دنوں کے بعد حاجی چراغ ہند کی وفات ہو گئی، ستائیس سال کی عمر میں حضرت کبیر کے سارے بال سفید ہو گئے، پھر چند دنوں بعد اس عالم سے رحلت فرما گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ رکن در یتیم رحمۃ اللہ علیہ

دُرّ دریائے وحدت، شیر بۂ کثرت، بتقریب بساط جہانگیری مقبول وندیم، صدف گوہر یقین حضرت شاہ رکن دریتیم رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ کبیر کے خلف اور سلطان سید اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں، بڑے بزرگ اور بلند حالات والے تھے، حضرت سلطان اشرف نے جس طرح اپنے فرزند (معنوی) سید عبدالرزاق کو نور العین کا لقب دیا تھا، اسی طرح ان کو قرۃ العین فرمایا تھا، پس اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہو سکتا ہے؟ یہ لقب انتہائی شفقت کے سبب اس لیے عطا ہوا تھا، کہ حاجی چراغ ہند کی نفس رانی کی وجہ سے آپ کے والد شیخ کبیر جوانی ہی میں وفات پا گئے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شمس الدین شاہ ثمن فریادرس رحمۃ اللہ علیہ

جلیل الشان فی العشق والصفا، مظہر امن و مان بظاہر واخفا، بوادی دل رہبر ورہنما، بآواز قلب جرس، ولی برحق حضرت شمس الدین شاہ ثمن فریادرس رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان سید اشرف جہانگیر کے محبوب ترین مرید تھے، ان کا مزار مبارک اودھ میں خلق خدا کی حاجت روائی کرتا ہے، انتہائی کمال کی وجہ سے ان کا لقب فریادرس مشہور ہے۔

دنیا والوں کے اہم معاملات کو حل کرنے کے لیے آپ کو میر سید اشرف جہانگیر سے ورثہ میں تصرف کی قوت ملی

تھی، جو شخص اپنی پوری توجہ اودھ کی جانب کر کے روزانہ اس طرح فاتحہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائے، اس کی ضرورت جلد پوری ہوگی، ایک بار سورہ فاتحہ تین بار قل ہو اللہ، ایک بار آیۃ الکرسی، درود ایک بار۔

قبر اودھ میں ہے۔

سیر المتاخرین میں مرقوم ہے، شیخ شمس الدین فریاد رس کی اولاد سے مولوی محمد نصیر نے اودھ سے شیخ پورہ عظیم آباد میں اقامت اختیا کرلی تھی، وہ عام تھے، مشرب چشتیہ میں انتہائی بزرگی رکھتے تھے، درس دینا آپ کا معمول تھا۔ اپنے درس کے ذریعہ بہتوں کو ہدایت عطا کی۔ ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رکن جرہ باز رحمۃ اللہ علیہ

خدیو کرامت باہرہ، سلطان خوارق ظاہرہ، از والا ولایت سرفراز، حضرت شیخ رکن جرہ باز رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں، انتہائی صاحب کرامت اور باعث برکت تھے، آپ کا مزار مبارک ٹانڈہ سے جانب مغرب پانچ کوس کی مسافت پر سرجوندی کے کنارے ہے جہاں آپ کی اولاد مقیم ہے، ان کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ۱۱۴۲ھ میں ایک رات توپ اور بندوق کی آوازیں آئیں، دریا کا پانی بھی تہہ و بالا ہو کر سرخ ہوگیا، اسی رات حضرت نے اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ آج کی رات اس دریا کے موکلین چاہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں دریا کی گہرائی میں ڈال دیں، آج کی رات میں نے اپنی قوت بھر جنگ کر کے ہڈیوں کو محفوظ کر دیا ہے، تم لوگ صبح کے وقت میری ہڈی کو کہیں دوسری جگہ دفن کر دینا، چنانچہ صبح کے وقت انہوں نے آپ کی نعش مبارک کو قبر سے نکالا، تو لاش کو پہلے ہی کی طرح صحیح و سالم اور تازہ پایا، اسی مدفن سے متصل ایک محفوظ جگہ دفن کر دیا اور دریا کے پانی کے سرخ ہو جانے کی وجہ سے رات کی خونریزی کے آثار کا مشاہدہ بھی کیا گیا، پیر شاہ رکن جرہ باز کے دسویں بھائی شاہ قیام الدین بھی بڑے بزرگ تھے، ان کا مزار دکن میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ راجہ رحمۃ اللہ علیہ

ممالک کمال را سرور، اقلیم کرامت را افسر، بخلفائے مرشد خواجہ، حضرت شاہ راجہ رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان اشرف جہانگیر کے خلیفہ اعظم ہیں۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ ماہل میں ہے۔ آپ کے سرہانے کی دیوار میں ایک شگاف ہے، کہتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا تھا، کہ جو شخص میری زیارت کے بعد اس راستے سے باہر نکلے گا، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی، آپ کے ظاہر و باہر تصرفات مرقد مقدس سے جاری ہیں۔ آپ کو راجہ اس لیے کہتے ہیں، کہ چند مواضعات کے زمین دار تھے، جب آپ پر جذبہ حق طاری ہوا، انہیں ترک کر کے سلطان سید اشرف جہانگیر سے بیعت ہوگئے اور ان کی بارگاہ سے تعلیم و تلقین پا کر مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے، حضرت سلطان صاحب نے آپ کا پرانا لقب "راجہ" موقوف نہ کیا، اس بنا پر آج تک اسی لقب سے مشہور ہیں۔

کرامت الاولیا میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر ابراہیم مجذوب سے ملاقات کرنے گئے، شاہ راجہ ہمراہ تھے،

مجذوب صاحب نے کھانا پیش کر کے شاہ راجہ سے فرمایا، آپ بھی کھایئے، انہوں نے اس وجہ سے کہ ان کے مرشد نے فرمایا تھا، کہ جو شخص تارک نماز ہو تم اس کے ہم سایہ نہ ہونا، کھانے سے انکار کر دیا اور کہا، میں تارک نماز کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا، مجذوب کو غصہ آ گیا، مکہ اٹھایا، تا کہ ان کے سر پر ماریں، سلطان جیو درمیان میں آئے، عذر پیش کیا، مجذوب نے کہا، مجھے اپنا قہر برسانے کی جگہ چاہیے۔ سلطان جیو نے ایک بلند مینارہ کی طرف اشارہ کیا، جو وہاں سے قریب ہی تھا، مجذوب نے مکہ مینارہ پر مارا، وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، چنانچہ جب آپ لوگ وہاں سے اٹھے، ابراہیم مجذوب نے شاہ راجہ سے فرمایا، مرید کو پیر کے حکم سے متعلق ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیے، لیکن محل اور بے محل کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ خیر الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ

اکمل روزگار، بمشاہدہ احدیت سرشار، فارغ از خواہش ریاست و سرداری، افضل العصر حضرت مخدوم شیخ خیر الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا وطن قصبہ سدھور ہے، اللہ کے سچے عاشق اور بے انتہا عرفان رکھنے والے عارف کامل ہیں، انتہائی بزرگ تمام انسانی فضائل وکمالات سے آراستہ ہیں، احسن القصص میں مرقوم ہے کہ آپ کے دادا خواجہ نظام الدین ہرات سے منتقل ہو کر ہندوستان پہنچے اور اودھ کے ماتحت قصبہ سدھور میں اقامت اختیار کر لی، صاحب فضیلت عالم تھے۔ ایک روایت کے مطابق سید ہیں۔ ایک انصاری کے متبنیٰ ہیں۔ جب سید اشرف جہانگیر سے بیعت کا شرف حاصل کیا، تربیتیں حاصل کر کے مجاہدات میں لگ گئے اور سخت ریاضتیں کر کے تکمیل وارشاد کی منزل پر فائز ہوئے، خرقہ خاص سے نوازے گئے، حضرت سید اشرف جہانگیر آپ کو عزت بخشنے کے لیے قصبہ سدھور بھی تشریف لائے تھے، قصبہ کے اکابر واصاغر آداب ارادت بجالائے، اس کے بعد حضرت سید جہانگیر اشرف اس جماعت کی تربیت کی ذمے داری شیخ خیر الدین کے حوالے کر کے جائس کی طرف متوجہ ہو گئے، قاضی محمد صدیق سدھوری جائس تک حضرت کے ہمراہ گئے اور آپ کی خدمت کر کے خلافت سے بھی مشرف ہوئے، وہ صاحب حال بزرگ تھے۔

مخدوم شیخ علی بن خیر الدین اپنے والد کے خلیفہ ہیں، انہیں شیخ علی بازو بھی کہتے ہیں، جو صاحب حال اور صاحب کرامت بزرگ تھے، ان کا مرقد متبرک بھی سدھور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ نیز قاضی فضل جو اس دیار کے کامل ترین ولیوں اور شیخ علی کے ہم عصر تھے، سدھور کی آبادی کے باہر بھی لوگوں میں صاحب خوارق مشہور ہیں، ان کا مرقد زیارت گاہ خلائق ہے، اب بھی ان کے مزار سے خرق عادات اور اہل عالم پر ان کی کرامتوں اور تصرفات کا ظہور ہوتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ خواجگی بن شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ

دائم بجام مے محبت بہ پیمانگی، حضرت مخدوم شیخ خواجگی بن شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ:

علم ظاہر و باطن کے جامع تھے، جب تحصیل علم کے لیے باہر گئے، ان کے والد نے وفات پائی، اپنے پیروں کی

امانت آپ کے لیے چھوڑ گئے، آپ بلند ہمت تھے، اتنے ہی پر اکتفاء کیا، شمس الدین کے خلیفہ اپنے والد محترم کی جگہ مسند ارشاد پر بیٹھے، مخلوق کی ہدایت و رہنمائی میں مشغول ہو گئے، مخدوم شیخ علی کے فرزند شیخ رحم رحمان سدھوری فقہ وفنا، زہد و ورع، ترک و تجرید، علم و فضل اور عبادت میں اپنے زمانے کے فقرا کے درمیان بہت مشہور تھے، انہوں نے فقرا کی خاطر تواضع کو اپنا شعار بنا لیا تھا، شاہ غلام عالم امیٹھوی جو بڑے بابرکت صاحب حال اور قوت قوی کے مالک تھے، آپ ہی کے مرید ہیں، شاہ رحم رحمان نے ۱۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ بہاء الحق خاصہ خدا رحمۃ اللہ علیہ

اخص الخواص در مقام عبودیت باختصاص، از سایر قیود حوائج مبرا، قطب برحق حضرت مخدوم شیخ بہاء الحق خاصہ خدا ابن شیخ خضر رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ خیر الدین سدھوری کے پوتے، مخدوم شیخ خواجگی کے داماد اور خلیفہ ہیں، اللہ کے برگزیدہ ولی اور مسلسل اپنے محبوب کے ذکر میں مستغرق رہنے والے ہیں۔ انتہائی عظیم شان، قوی احوال اور اخلاق عام رکھتے تھے، آپ کی کرامتوں کی انتہا نہیں، ایک دن قصبہ امیٹھی کے جملہ اکابر حضرات نے آپ کے مبارک دربار میں اکٹھا ہو کر دعائے استسقا کی گزارش کی، آپ نے فرمایا، اس قصبہ اور دیار میں یہ آفت میرے قدم کی نحوست کی وجہ سے نازل ہوئی ہے، میرا اس قصبہ سے نکل جانا تمہاری مشکلات کو دور کر سکے گا، جب یہ جملہ پورا کر کے وہاں سے گھر گئے، اس قدر بارش ہوئی، کہ آرزومندوں کی تمنائیں پوری ہوگئیں، احسن القصص کے مصنف نے اپنی بیٹی کو ان کی صغرسنی میں قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین سے نامزد کیا تھا، ان کی اہلیہ نے یہ بات پسند نہ کی، مخدوم نے فرمایا، میں اس بچی کی پیشانی میں قطبیت کے انوار چمکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، آخر ایسا ہوا۔ شیخ عبد الرحمٰن نے مراۃ الاسرار میں حضرت کو شاہ صلاح الدین درویش دہلوی کی اولاد سے لکھا ہے اور ان کا نسب شیخ عبد اللہ عبد العزیز مکی علم بردار تک پہنچایا ہے۔ آپ کے کمالات شمار سے زائد ہیں۔ ۹۲۲ھ میں وصال فرمایا۔ ''خاص راز پاک'' آپ کی تاریخ وصال کا مادہ ہے۔ آپ کے صاحب زادے عبد الرزاق کے احوال بندگی نظام الدین کے خلفا کے تذکرے میں بیان کیے جائیں گے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ صفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

واقف اسرار خفی وجلی، حضرت شیخ صفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

رودولی میں سکونت اختیار کی تھی، احسن القصص میں لکھا ہے کہ امام اعظم کی نسل سے تھے، نیز حضرت سید سلطان اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو بشارت دی تھی، کہ ایک سید ایسے ایسے انوار و تجلیات کے ساتھ آنے والے ہیں، ان سے بیعت ہو جانا، چند دنوں کے بعد میر سید اشرف جہانگیر قصبہ رودولی میں تشریف لائے، شیخ صفی تو اس سعادت کے منتظر ہی تھے، خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت میر اشرف نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، کہ کسی شخص کو اپنے قرب سے سرفراز فرمائے، خضر کو حکم کرتا ہے، کہ اس کی رہنمائی

کرو، اس واقعہ سے شیخ صفی کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ اسماعیل بن صفی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب وجود نفی، حضرت شیخ اسماعیل بن صفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ابھی چالیس دن کے تھے، کہ والد گرامی شیخ صفی نے حضرت سلطان اشرف جہانگیر کے پائے مبارک پر ڈال دیا، حضرت نے فرمایا، میں نے اسے بھی قبول کرلیا، یہ میرا مرید ہے۔ پھر حضرت مخدوم شیخ صفی کو قصبہ ردولی کی مسند ارشاد پر بیٹھا کر اودھ کی طرف متوجہ ہوئے، شیخ صفی سالہا مخلوق خدا کی رہنمائی کرتے ہوئے شیخ اسماعیل کو اپنا جانشین بنا کر عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ آپ کا مزار ردولی میں ہے۔ طاعت وعبادت میں زندگی گزارتے ہوئے دنیا سے پردہ کیا، شیخ عبدالقدوس گنگوہی آپ کے فرزند ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ خاندان عالی نہاد، نقاوہ دودمان اشرف نژاد، عاشق ذات سرمد، حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت نور العین حاجی عبدالرزاق کے خلف وخلیفہ ہیں، آپ کی ولادت حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ نعمت وخلافت اور سیر وسلوک اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا، آپ کے حالات و کمالات پیمانہ تحریر سے زائد ہیں، جائس کے اندر آپ کی اولاد میں بڑے بڑے نامور اولیاء اللہ گزرے ہیں، ان میں سے بعض فی الحال صلاح وتقویٰ کے زیور سے آراستہ ہو کر موجود ہیں۔ کچھ بزرگوں کے حالات آگے لکھے جائیں گے، سید احمد کا سال وفات میری نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مبارک بودلہ جائسی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب جوہر ولایت، گوہر اعلیٰ سیادت سیارت، ذخیرہ کمالات معنوی، ولی کامل حضرت شاہ مبارک بودلہ جائسی رحمۃ اللہ علیہ:

سید احمد کے فرزند ہیں۔ اس خاندان کے صاحب شوکت بزرگ ہیں۔ تمام انسانی خصائل میں بڑے صاحب کمال اور بلند کشف وکرامت کے مالک تھے، آپ کے دو فرزند تھے، شاہ کمال اور شاہ جمال۔ اگرچہ شاہ جمال بھی مرد کامل تھے اور ان کے فرزند اب بھی قصبہ جائس کے محلہ شیخانہ میں مسند مشیخت پر فائز ہیں، مگر شیخ کمال کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان، بہت کمال اور وسیع تصرفات ولایت عطا فرمائے تھے، آپ کے فرزند نسلاً بعد نسل اپنے بزرگوں کی مسند خلافت کو بطریق احسن ریاضت ومجاہدات کے ساتھ قائم رکھ کر خرق عادات کے مالک اور مرجع عالم ہوئے تھے۔ حضرت شاہ کمال کے بعد شاہ جمال بلند مرتبہ پر پہنچ کر مرجع خلائق بنے۔ ان کے لڑکے حضرت شاہ عطا اشرف قلندر نے اپنے والد بزرگوار کی جلالت شان کو عمدہ طریقے پر قائم رکھا، ان کی ولایت کا سبب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ شہ جمال کی کوئی اولاد نہ

تھی، اپنی اہلیہ کے ساتھ اپنے جد ماجد حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کے آستانہ مبارکہ پر تین چلے کیے، اس وقت حضرت مخدوم اشرف کی برکت عنایت سے عطا اشرف پیدا ہوئے۔ ان کے سر پر ایک پنجے کا نشان ظاہر تھا، جب حجام بال تراش رہا تھا، بہت تاکید کے ساتھ فرمایا، اس جگہ کا بال تیزی کے ساتھ نہ تراشنا، معلوم نہیں یہ پنجہ کس کے ہاتھ کا نشان ہے، جو حجام کے ہاتھ کو وہاں پہنچنے سے روک رہا تھا۔ اودھ کے صوبہ دار برہان الملک سعادت خاں نے محمد شاہ بادشاہ کے حکم پر جب کٹرہ کے ماتحت غازی پور کے راجہ بھگونت رائے کی مہم کا ارادہ کیا، جو بہت بہادر تھا اور اکثر امیروں کو شکست دے چکا تھا، اس کی بہادری کے خوف سے حضرت کی بارگاہ میں دعا کے لیے رجوع کیا، حضرت نے اسے فتح کی بشارت دے کر اپنی دستار عنایت فرمائی، آپ کا فرمان درست ثابت ہوا۔ راجہ بھگونت رائے امیروں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت شاہ عطا اشرف کے دو فرزند تھے، مراد اشرف، لطیف اشرف، دونوں لاولد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

موج :۔ احوال حضرت ملک محمد جائسی رحمۃ اللہ علیہ

چاشنی گیر کاسہ محبت، لذت پذیر پیمانہ وحدت، شارح حقیقت سرمد، حضرت ملک محمد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو ملک محمد جائسی کہتے تھے، جائس توابع مانک پور میں الہ آباد کا ایک مضافاتی قصبہ ہے۔ سلطان سید اشرف جہانگیر نے اس قصبہ کو عاشق آباد کا خطاب دیا۔ شاہ مبارک بودلہ جائسی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے فقر و درویشی کی بڑی لذتیں پائی تھیں، ہندی زبان اور علوم ہندی کو خوب جانتے تھے۔ چنانچہ اس زبان میں تیرہ کتابیں توحید حق تعالیٰ کے موضوع پر تصنیف فرمائیں، جن کا طرز تحریر صوفیا کی اصطلاح سے کسی طرح مختلف نہیں ہے، بلکہ ان کے اقوال کو مقدمات تصوف کے لیے سند سمجھتے ہیں، ان میں سے پدماوت، کنہیاوت اور اکھراوت تین کتابیں مشہور عالم ہیں، یہ تصانیف عالم مستی اور وجد کی کیفیت میں صادر ہوئی ہیں۔ اس بات کی وضاحت یہ ہے کہ ایک بار ایک زخمی مجذوب نے آپ سے کھانے کی درخواست کی، آپ کھانا لائے، مجذوب نے آپ کو شریک کر کے کھایا، پھر ملک محمد کو پانی لانے کے لیے بھیجا، ملک محمد پانی لے کر آئے، تو مجذوب کو وہاں نہیں پایا، حیران ہو کر کھڑے ہو گئے، جب اچھی طرح دیکھا تو تمام نور و معرفت کا اپنے اندر معائنہ کر لیا، ان کی خوشبو کا جوش اب بھی جاری ہے، اسی وقت ان کے اندر ولولہ شوق پیدا ہوا اور ہندی میں شعر کہنے لگے، جنہیں لوگ تحریر کر لیتے، چنانچہ روحانی کمالات کی بلندی آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے، امیٹھی کے مضافات میں ایسی آواز سے ذکر کرتے جو شیر کی آواز سے مشابہ ہوتی، کسی دن ایک گائے کو شیر نے پھاڑ کھایا تھا، گائے کے مالک نے حضرت کی آواز کو شیر کی آواز سمجھ کر بندوق چلائی، اس کی گولی آپ کی شہادت کا سبب بنی، آپ کا مزار شریف امیٹھی میں حاجت روائے خلائق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ جہاں رحمۃ اللہ علیہ

مرجع سالکان زماں، حضرت شاہ جہاں رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قصبہ جائس تعلقہ اودھ کے علاقے میں قصبہ گوداموکے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں، بڑے حکیم تھے،

تیس سال تک جائس میں سلطان سید اشرف جہانگیر کے چلہ کی مجاوری کر کے مکاشفات پر فائز ہوئے، شاید شیخ احمد بن حاجی عبدالرزاق کے کسی فرزند سے بیعت تھے۔ آپ کے کمالات کا شہرہ دنیا میں پھیلا ہوا تھا، خصوصاً قوت کشف میں قوی اور اسرار عالم کو خوب جانتے تھے۔

ایک بار صوبہ کے حاکم نے تمام لوگوں کا وظیفہ معاش ضبط کر لیا، شرفا کا جم غفیر اس کی واگزاری کے لیے ایک لشکر کے ساتھ نکل پڑا، جب لشکر اس نواح میں پہنچا، چند اکابر معاش کے مسئلے کے حل کے لیے حضرت کی خدمت میں باطنی مدد حاصل کرنے کی غرض سے گئے، حضرت نے فرمایا، بزرگوں کا طریقہ چھوڑ کر تلوار اور ڈھال اختیار کر لی گئی ہے، فلاں گاؤں جو نظر کے سامنے ہے، جب لشکر اس سے قریب پہنچے گا، تمہارا وظیفہ معاش واگزار کر دیا جائے گا، ایسا ہی ہوا، جب لشکر اس گاؤں میں پہنچا، رات میں امیر کی بیوی کو ایک مہلک مرض لاحق ہوا، امیر نے اس کی شفا کے لیے شرفا کے معاش کو دوبارہ جاری کرنے کی نیت کی۔ اللہ نے امیر کی بیوی کو شفا بخشی، سب کا ذریعہ معاش واگزار کر دیا گیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ ظہور اشرف رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد میدان عشق و بلا، مسافر وادی کشف و صفا، از ریاضات شاقہ، بمرتبہ صوفی مشرب، سید السادات حضرت شاہ ظہور اشرف رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ مبارک نامی آپ کے ایک فرزند کہتے ہیں، کہ آپ شاہ مبارک بودلہ جائسی کے فرزندوں میں سے ہیں۔ ''انہونہ'' میں آ کر قیام کر لیا تھا۔ اپنے بزرگ آبا و اجداد سے دست بدست خرقہ پایا تھا، عشق، انکسار اور کرامت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ مظاہر صوری میں فریفتہ ہو گئے تھے۔ ان کے مجاہدہ کا اندازہ اس بات سے لگانا چاہیے کہ پوری مردانگی اور بہادری کے ساتھ اس طرح چلہ کیا، کہ بھوکے پیاسے ایک مدت تک اپنے گھر کے کنویں میں نماز معکوس (الٹے ہو کر نماز) ادا کی اور شیخ فرید گنج شکر کی سنت پر عمل کیا۔ ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب چراغ کا تیل کم ہو جاتا تو تیل کی جگہ چراغ میں پانی ڈال دیتے، پانی تیل کی طرح فتیلہ (بتی) کو روشن کر دیتا، یہ صفحات لکھتے وقت آپ بقید حیات تھے۔

موج :۔ احوال حضرت سید ولی رحمۃ اللہ علیہ

مورد ہجوم تعطش و اشتیاق، مدام بہ بقائے دوست مشتاق، قمری خوش نوائے آہنگ کوکو، فاختہ صحرائے آواز ہو ہو، مرآۃ اسرار خفی و جلی، افضل روزگار حضرت سید ولی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا وطن شریف بنگال کی بندرگاہ ہگلی ہے، آپ کے والد سید چاند، سید عبداللہ کرمانی کی نسل سے ہیں، بزرگ آدمی، مجاہدہ و مشاہدہ والے اور خوارق و کرامت کے مالک تھے، آپ کی والدہ شاہ نور قطب عالم کے فرزندوں کی نسل سے تھیں، لہذا خرقہ تصوف اپنے مادری اجداد کی جانب سے رکھتے تھے، تواجد، شوق، بذل، ایثار، عشق اور انکسار میں بہت بڑا مرتبہ پایا تھا۔ جب جذبہ عشق آپ پر طاری ہوا، قطب عالم، روضہ کی خدمت شیخ حسام الدین مانک پوری کے فرزند شاہ اکرم کے سپرد کر کے ہگلی چلے گئے۔ آپ کے بلند کمال کی وجہ سے وقت کے حکام اور روساء نے آپ کی معاش

کے لیے بہت سی جاگیریں پیش کیں، جس کی بنا پر شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ زندگی بسر کرتے، ہمیشہ اپنے حجرے کا دروازہ بند رکھتے، لوگوں سے بہت کم ملتے، شام کے وقت جو مسافر آپ کے دائرہ میں آتے، اپنے کشف سے معلوم کر کے ان کے استقبال کے لیے لوگوں کو بھیجتے، ان کی ہر طرح دل جوئی اور ضیافت فرماتے۔ عشق کی حرارت ان کے مزاج پر اس قدر غالب تھی، کہ ٹھنڈی کے موسم میں پانی پر تخت لگا کر بیٹھتے، ایک بار حکام نصاریٰ کے کارندے ہگلی میں ٹیکس کے تقاضے میں لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے آئے، آپ کے حکم پر لوگوں نے تعرض کیا، حاکم کے کارندوں سے جنگ کے لیے آمادہ ہوئے، نصرانی حاکم نے مناقشہ کیا، آپ کی کرامت کی بنا پر وہ مواخذے سے باز رہا، لیکن گاؤں کی جاگیریں ضبط کر لیں، اسے اتنا شدید درد ہوا، کہ دو رات سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا، اس واقعہ کے راوی غلام حسین مانک پوری ہیں اور اس کے موید محمد زمان ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

سالار قافلہ اہل وصال، پیشوائے مسافران ذوالجلال، قبلہ سایر ارادتمندان، مرہم قلوب دردمندان، متصرف مقامات معالی، محبوب حق حضرت شیخ نور قطب عالم خلف وخلیفہ علاء الحق بنگالی رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب احتشام مشائخ میں سے اور مالا کلام اقطاب کے مرجع ہیں۔ نشاط وسرور کے مقامات میں تصرف کرنے والے، نورٌ علی نور کے انوار میں کھو جانے والے، طائفہ کبار کے آداب کے صحیفہ، اولیائے نامدار کے اطوار کے دثیقہ، ولایت یقین کے سمندر، ہدایت کے سمندر میں غرق رہنے والے، استاذ الاستاذ، صاحب ارشاد، خواجہ یوسف چشتی کے سلسلہ طریقت کے یوسف، ابو اسحاق شامی بہشتی کے اسحاق، آپ حضرت ہبیرہ کے کمال کا نمونہ اور حسن بصری کے افضال کی شعاع تھے۔

آپ پر مقام چشت غالب تھا، ہمیشہ بحر بقا میں غوطہ زن رہتے اور سرود سنتے تھے، چنانچہ ایک دن شیخ سبحانی سہروردی نے سرود کی دعوت کی، حضرت تشریف لے گئے، اس جگہ کرامت ظاہر ہوئی، ابتدا سے انتہا تک اپنے والد کے سایہ تربیت میں رہے، والد صاحب نے آپ سے خانقاہ میں فقرا اور بیوہ عورتوں کی اتنی خدمت لی، جسے تحریر نہیں کیا جا سکتا، یہ سب آپ کی نفس کشی کے لیے تھا، آپ کے دوسرے بھائیوں نے والد بزرگوار کے بعد خلافت کے بارے میں اختلاف کیا، میر سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا، تم لوگ پہاڑ کو بلاؤ، جس صاحب زادے کے بلانے سے پہاڑ آجائے، وہی خلافت کا مستحق ہوگا، فوراً ہی پہاڑ چلنے لگا، سلطان سید شرف جہانگیر نے فرمایا، اے پہاڑ ٹھہر جا! میں صاحب زادوں سے بات کر رہا ہوں، دوسرے دن تمام بھائی جمع ہوئے، سب نے پہاڑ کو طلب کیا، شیخ نور قطب عالم نے پہاڑ کو بلایا، تو پہاڑ چلنے لگا، سب لوگ حیرت میں پڑ گئے، ان کے بہت سے کمالات ہیں، اس سے زیادہ اور کمال کیا ہو سکتا ہے، شیخ حسام الدین مانک پوری جیسے اکمل روزگار اور افضل اسرار بزرگ آپ کے مرید وخلیفہ ہیں، نیز دیکھا گیا ہے کہ حضرت شیخ علاء الحق نے وفات کے وقت سلطان سید اشرف جہانگیر سے فرمایا، نور کے حق میں دعا کرو کہ وہ قطب ہو اور اس کی تربیت سے تم غافل نہ رہنا، سلطان اشرف جہانگیر نے عرض کی، انشاء اللہ تعالیٰ! وہ قطب عالم ہوگا، ۱۰ ارذی

قعدہ ۸۱۸ھ میں وفات پائی۔ "نور بنور شد" آپ کی تاریخ وفات کا مادہ ہے۔

حضرت شیخ نور قطب عالم کے خلف وخلیفہ حضرت شیخ رفعت الدین بڑے بزرگ، متواضع اور صاحب حالات تھے، شیخ حسام الدین مانک پوری فرماتے ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا، کہ میں بازاری کتے سے کم تر ہوں ۔

ازاں بر ملائک شرف داشتند   کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

حضرت نور قطب عالم کے چھوٹے صاحب زادے حضرت شیخ انور ہیں، صاحب کمال بزرگ تھے، بھیڑ بکریوں کو پالتے، موٹا تازہ کر کے ذبح کرتے، فقراء کی تواضع کرتے، کھلاتے اور خود نہ کھاتے، شیخ حسام الدین مانک پوری کہتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا، عشق کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، عشاق آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں، اس لیے کہ وہ یہ دیکھتے ہیں، کہ محبوب آرہا ہے، یا اس کا خیال یا اس کا پیام اس کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے آنکھ نہیں کھولتے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عثمان بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

مرجع سلاطین، محبوب کاملین، از خاصان بارگاہ لاوبالی، حضرت شاہ عثمان بنگالی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ نور قطب عالم کے مرید وخلیفہ ہیں۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے، شروع میں سنبھل آئے اور شیخ حاتم سنبھلی سے کسب معرفت میں مشغول ہوئے اور بعض مقدمات کی تحقیق کے لیے شیخ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں گئے، وہیں ان پر جذبہ حق طاری ہوا اور چند وہ جا کر اپنے مرشد سے بیعت ہوئے اور تلقین وارشاد پایا، پھر سنبھل میں آکر شادی کر لی اور یہیں اقامت گزیں ہو گئے، ان سے اتنے بلند خوارق وکرامات صادر ہوئے کہ سلاطین وقت بھی نیاز مندی کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، ایک دن آپ کی بیوی آپ کے قول کو نفس رانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے سوال وجواب کرنے لگی، شیخ نے نفس رانی کا انکار کیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ شیخ نے فرمادیا، تیرے اوپر دیوار گر جائے، فوراً گھر کی دیوار گر پڑی، شیخ نے فرمایا، میں اپنی زبان سے عاجز ہوں، جو خیر وشر بھی زبان پر جاری ہوتا ہے، فوراً ظاہر ہو جاتا ہے، اے دیوار! بدستور کھڑی ہو جا! اس کلمہ کے صادر ہوتے ہی فوراً دیوار مرتب ہو کر زمین سے اٹھی اور حسب سابق کھڑی ہو گئی، آپ کی کرامتیں اندازہ تحریر سے زائد ہیں، اس مختصر تذکرے میں سب کی گنجائش نہیں، "ہمہ گفتند رفت مردانہ" آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے۔ مولوی دیانت اللہ کہتے ہیں، فراش دانکہ کے نواح میں شاہ علاء الحق کے سلسلے کے ایک درویش تھے، جو سخت مرتاض، ممتاز اور صاحب کشف وکرامات تھے، ہمیشہ عالم استغراق میں رہتے تھے، اس علاقے کی مخلوق خدا ان کے آستانے کو قبلہ حاجات سمجھتی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ مرتضٰی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سرگروہ اصحاب بہشتی، حضرت شاہ مرتضٰی چشتی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ نور قطب عالم کے خانوادے میں بیعت تھے۔ استقامت وکرامت اور توکل کے پہاڑ تھے۔ ان کے مرید شاہ غلام حیدر کہتے ہیں۔ جس دن شاہ افضل الہ آبادی کے فرزند شاہ فاخر کا برہان پور دکن میں انتقال ہوا۔ حضرت نے

کشف کے ذریعہ معلوم کر کے بیان فرما دیا، اس کی تحقیق کی گئی، تو آپ کا بیان درست نکلا، کشف وکمال میں آپ کی شہرت بہت ہے۔ بارہ سو ہجری میں چوتھائی حصہ باقی تھا، کہ وفات پا گئے۔ شاہ غلام حیدر جو بلیا کے رہنے والے تھے، شاہ غلام مرتضیٰ کے مرید تھے۔ شاہ منعم نقش بندی ابو العلائی نے جو پٹنہ عظیم آباد میں رہتے تھے، آپ سے خوب فیض اٹھایا، میں نے سید نور الحق خاں بلگرامی سے سنا ہے، کہ ایک روز محفل سرود میں آپ پر ایسی حالت ظاہر ہوئی، کہ دریا میں جا کر بہت گہری جگہ ڈوب گئے۔ پانچ چھ دن کے بعد دوسرے کنارے پر صحرا میں لوگوں نے آپ کو پایا اور لائے۔ اتفاق سے وہ لکھنؤ میں وارد تھے۔ یہ حکایت میں نے ان سے پوچھی، فرمایا، وہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں گے۔

موج :۔ احوال حضرت سید شمس الدین طاہر رحمۃ اللہ علیہ

مودب درگاہ، افضل بے اشتباہ، در علوم باطن بکلی ماہر، سید شمس الدین طاہر رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ نور قطب عالم کے مرید ہیں۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ ولایت زنجور میں رہتے تھے، بہت بوڑھے ہو گئے تھے، آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین چشتی کے بہت معتقد تھے۔ اتنی لمبی عمر کے باوجود اجمیر شریف کے گلی کوچوں میں خس وخاشاک اور بلغم نہ ڈالتے، بول وبراز تو بہت بڑی بات ہے۔ شہر میں بے وضو داخل نہ ہوتے، جب وضو کرنے کے لیے جاتے، جلد باہر جاتے، تا کہ کہیں وضو نہ ٹوٹ جائے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

استاذ مشائخ اہل اسرار، مقتدائے کاملین نامدار، لمعہ انوار مشاہدہ، کوہ قاف مجاہدہ، سر زمرہ ارباب عشق ویقین، قطب الولایت حضرت شاہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

اس گروہ کے صاحب احتشام بزرگوں میں ہیں۔ انتہائی قوی احوال اور بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ عشق وصفا، ترک وورع میں بے نظیر زمانہ تھے۔ توکل کے ساتھ آپ نے اتنے سالوں تک مجاہدہ کیا، کہ قلم اسے لکھنے سے عاجز ہے۔ مراۃ الاسرار میں مرقوم ہے کہ آپ شیخ نور قطب عالم کے بزرگ ترین خلیفہ اور مرید ہیں۔ اپنے مرشد کے بعد مسند قطبیت پر بیٹھ کر ارشاد وہدایت فرماتے اور ایک عالم کو ہدایت بخشتے رہے، یہاں تک کہ قطب عالم کے جانشین کے لڑکے اپنے والد بزرگوار کے حکم کے مطابق شیخ حسام الدین کے لڑکے سے خرقہ پا کر مسند ارشاد پر مامور ہوئے اور آج تک ان کی اولاد شاہ حسام الدین کی اولاد سے بیعت وخرقہ ارشاد حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا وطن مانک پور ہے۔ آپ کے دادا مولانا جلال الدین تھے۔ ان کا ذکر نظام الدین اولیا کے خلفا میں آیا ہے۔ غرض علم ظاہر سے فراغت کے بعد شیخ حسام الدین نے پیر کی خدمت کو اختیار کر لیا اور ولایت مانک پور کے خرقہ خلافت وولایت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مرشد سے عرض کیا، شیخ نصیر الدین آپ کے والد کے خلیفہ ہیں، مجھے ان کی صحبت کس طرح راس آئے گی؟ قطب عالم نے فرمایا، نصیر الدین تا نصیر الدین وحسام الدین تا قیامت، پھر وہ مانک پور آ کر مسند ارشاد پر بیٹھ گئے۔ ان کے کمالات کا شہرہ مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ آپ کی کرامتیں محتاج بیان نہیں، ہر چھوٹے بڑے پر ظاہر ہیں، ان کے

فرزندوں اور خلفا کے ہر طبقہ میں کاملین ہوتے رہے ہیں، چنانچہ ان میں سے چند کے احوال لکھے جارہے ہیں، ان کا قول ہے، میں اکثر علوم سے حصہ وافر رکھتا تھا، جب میں پیر کی بیعت سے مشرف ہوا، وہ سارے علوم فراموش ہوگئے۔ اب اس سے بہتر علم رکھتا ہوں، اگر کوئی چاہے تو پوری کتاب ہدایہ کی شرح سلوک و معرفت میں کی جاسکتی ہے۔ ان کے کمالات بیان سے زائد ہیں۔ انیس العاشقین اور رسالہ محبوبیہ ایک سو اکیس مکتوب تک آپ کی تصنیف ہے۔

۱۵ رمضان ۸۵۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف مانک پور کے زائرین کا قبلہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

گلزار ابرار میں لکھا ہے، شیخ فیض اللہ وغیرہ اور ان کے دو فرزند رائے راجہ حامد شاہ کے علاوہ شیخ حسام الدین کے خلفا و مرید جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا، ایک سو بیس ہیں، جو صاحب کمال اور عالی احوال خلیفہ تھے، ان میں سے شیخ زاہد، شیخ اکمل، شیخ راجن، شیخ خواند، شیخ نعمت اللہ لکھنو، سید مسعود بن ظہیر الدین فتحپوری، سید بدھ صوفی، مولانا کمال الدین عزیز اللہ، مولانا شہر اللہ ملتانی، شیخ نصیر الدین شہر اللہ، فرید الدین سالار عراقی، شیخ احمد قنوجی، معین الاسلام اودھی، مولانا منہاج الدین بہاری، مولانا جمال الدین حسن، شیخ ضیاء الدین یوسف بن داؤد کروی، مولانا سوندھو کروی، مولانا محمد علا کروی، شیخ تاج الدین شہاب مانک پوری ملقب بارزانی شاہ بڑے مشہور و معروف ہیں، یہ سب حضرات صاحب کمال اور بلند احوال تھے۔ انہوں نے بطریقہ احسن طریقہ تصوف کو قائم رکھا اور اتمام کو پہنچایا، بقیہ لوگوں کے احوال معلوم نہ ہوسکے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ فیض اللہ عرف قاضی شہ رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ ولایت امکانی، گوہر گراں مایہ صدف عشق و بے نامی، محو مشاہدہ ذات بے نمونہ و بے شبہ، ہر چہ گویم ازاں برتر، حضرت بندگی شاہ فیض اللہ عرف قاضی شہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے والد بزرگ حضرت قطب برحق شیخ حسام الحق والدین مانک پوری کے خلف اکبر اور خلیفہ عالی قدر ہیں۔ ان حالات میں آپ کو شاہی، شہزادگی، سرمایہ درویشی، آزادگی کا رتبہ حاصل تھا۔ کشف و کرامت میں بہت شان اور انتہائی اعلی مقام تھے۔ یقین و ہدایت میں آپ کے کمالات کی انتہا نہیں، جس کا اندازہ اس واقعہ سے کرنا چاہیے کہ ایک دن آپ کے والد نے فرمایا، جو شخص آج میرے لڑکے قاضی شہ سے بیعت ہوگا، قطب وقت ہو جائے گا، راجہ حامد شہ باوجودیکہ بہت فضل و کمال رکھتے تھے، بے اختیار مجلس سے اٹھے اور گھر جا کر اپنے چار سالہ نور چشم حضرت الٰہی نور کو جن کا ذکر آئندہ آئے گا، لا کر قاضی شہ سے بیعت کرادیا۔ اس وقت قطب برحق کی زبان پر یہ جملہ جاری ہوا، باپ کو باپ لوٹا، پوت کو پوت لوٹا، قطبی ہم گرفت وغوثے ہم گرفت، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ کی نعمت کو باپ نے لے لیا اور بیٹے کی نعمت کو بیٹے نے لیا، سب نے مرتبہ قطبیت اور غوثیت پایا۔

قاضی شہ مادرزاد ولی تھے، بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، اچانک دریا کی طرف سے شور اٹھا، جو مانک پور کے قریب سے بہتا ہے، لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہوگئے، یہ لڑکے بھی دریا کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھا کہ حضرت شاہ سید خلیفہ قطب برحق جن کا ذکر آئے گا، اس طرح پانی کے اوپر چلتے ہوئے آرہے ہیں، کہ پاؤں کے

تلوؤں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ پانی سے تر نہیں، لوگوں نے سبب دریافت کیا، تو معلوم ہوا، مرشد کے حکم سے رات کے وقت دریا کے اس پار عبادت کے لیے جاتے ہیں، اور صبح کو مانک پور واپس آتے ہیں، چوں کہ آج دیر ہوگئی تھی، اس لیے جلد بازی میں پانی پر چل کر آرہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حضرت قاضی شہ کی زبان سے یہ جملہ نکلا، ''ہم رہی گھر سی آگ لی نام دہرن بی سندر'' اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میرے گھر سے لوگوں نے آگ لی اور اس کا نام بے سندر رکھ دیا کہ جسے ہندی زبان میں آگ کہتے ہیں۔ اسی وقت شاہ سیدو کی حالت سلب ہوگئی اور غرق ہونے کی باری آگئی، حضرت قطب برحق اس وقت وضو میں مشغول تھے، اپنا دست حق پرست گھڑے میں ڈالا اور باہر نکالا، راجہ حامد شہ نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا، سیدو غرق ہورہا تھا، میں نے اسے دریا سے نکالا ہے۔ جب شاہ سیدو مرشد کی خدمت میں پہنچے، عرض کیا، کہ دریا پر چلنے کی حالت یک بارگی مجھ سے سلب ہوگئی۔ فرمایا، اس حالت کی واپسی قاضی شہ کی توجہ پر موقوف ہے، پھر شاہ سیدو قاضی شہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ بسر کیا اور آپ کو خوش کیا، پھر اس صاحب کمال بزرگ کی دعا سے دوبارہ اس مرتبہ کرامت پر فائز ہوئے۔

آپ کی وفات ۲۸ر رجب ۹۸۳ھ میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نظام الدین عرف میراں شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عمدہ ابرار امت رسول اللہ، حضرت شیخ نظام الدین عرف میراں شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قاضی شہ کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ بڑے بزرگ اور کمالات کے مالک اور اپنے اسلاف کے روحانی حالات و مقامات کا مورد تھے۔ ۲ر ذی قعدہ بروز دوشنبہ ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

واقف اسرار سرمد، حضرت بندگی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ:

میراں شہ کے خلف و خلیفہ ہیں۔ آپ نے بساط خلافت کو زینت بخشی، ترک و ایثار، فقر و انکسار اور طالبان حق کی تربیت میں اپنے دادا اور والد کے قدم بقدم گامزن رہے۔

ماہ محرم ۱۰۲۷ھ اور بقول مصنف ''مخزن اعراس'' ۱۴ر محرم ۹۳۷ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ

نو بادہ بوستان حسامی، متصرف مقامات نامی، در مکان بلامکان عازم، قطب وقت حضرت شاہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ:

بندگی شیخ احمد کے خلف و خلیفہ ہیں، عبادت و تصرفات میں یگانہ وقت تھے، اکثر لوگ آپ کے فیض تلقین کی بدولت حقائق سے آگاہ ہوگئے۔

مسافروں کو کھانا کھلانے میں خوب تکلف کرتے، چاندی کے خوان میں کھانا چن کر اس پر مخمل کا زردوز غلاف

ڈال کر جس مسافر کو دیتے برتن کے ساتھ دیتے۔
آپ کی وفات ۲۱ رشوال کو ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ قاسم خلیل رحمۃ اللہ علیہ

عاشق ذات رب جلیل، حضرت شاہ قاسم خلیل رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ قاسم کے خلف وخلیفہ ہیں۔ بابرکت اور بڑے بزرگ مرد تھے۔ ایک رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، کہ ان کے مکان میں وضو کر رہے ہیں، اسی وقت اپنے گھر کے اندر مشعل لے کر گئے، وہاں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیر کے آثار اور وضو کا پانی دیکھا، اس جگہ ایک پتھر نصب کر دیا اور وصیت کی کہ اسی پتھر کے نیچے ان کی قبر بنائی جائے۔ جب ۹ رشعبان کو وصال ہوا، تو آپ کی وصیت پوری کی گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ سلطان رحمۃ اللہ علیہ

مقبول درگاہ حضرت سبحان، حضرت شاہ سلطان رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ قاسم کے خلف وخلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے مرنجاں مرنج، صاحب ریاضت بزرگ تھے۔ بزرگی اور حالات درجہ کمال پر رکھتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی کرامت ہو سکتی ہے، کہ شاہ عبداللہ اور صحرائے لاہوت کے شہباز بلند پرواز شاہ عبدالکریم جیسے حضرات آپ کے خلف وخلیفہ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

طاہر از سائر قیودات واجب البشر، مظہر حقائق لطف وقہر، بدرد وعشق مدام بدرد ومحن، مصروف بسبیل اللہ حضرت شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ خلیل بن شاہ قاسم کے خلف وخلیفہ ہیں۔ فقر، گمنامی، ریاضات، جانفشانی، عشق یزدانی اور مریدین کی تربیت میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ نماز پنجگانہ کے لیے غسل کرتے۔ آپ کی طبیعت پر جلال غالب تھا۔ مخلوق کو ہر وقت آپ کی بارگاہ میں التماس کی ہمت نہ ہوتی۔ پیر کی محبت میں فنافی الشیخ کی منزل پر فائز تھے۔ اپنے مرشدوں کے مرشد شاہ نور قطب عالم کے وطن حضرت پنڈوہ سے آنے والوں کی ہر طرح خدمت اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور ان کے پاؤں دھلتے۔
ایک بار حضرت نور قطب عالم کے ایک مرید نے جو فوائد حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا تھا، وطن پہنچ کر آپ کی بڑھاپے کی کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے ایک سیر "مومیائی" بھیجی، کہ اسے ایک چنے کے برابر کھاتے رہیں، آپ نے ایک ہی مجلس میں کل کھالیا، آپ کے جلال کی وجہ سے کسی کو کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، آخر لوگوں نے کہا، یہ نقصان پہنچائے گی، فرمایا، یہ پیر کا تبرک تھا، سب میرے شکم میں نور بن گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

موقع پر اتنی نفاست کے ساتھ فاتحہ وطہارت کرتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک شخص سے خواب میں فرمایا، اگرچہ تم میرے فاتحہ میں بہت کچھ خرچ کرتے ہو، لیکن طہارت ونفاست غلام حسن مانک پوری سے سیکھو، وہ شخص مدینہ منورہ سے مانک پور پہنچا اور طہارت ونفاست کا طریقہ سیکھا۔ آپ نے ۹ رذی قعدہ کو وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

رفیع الشان فی الکشف والعرفان، مستمع اقوال بے کام وزبان، بمقام تسلیم ورضا، فرد کامل حضرت شاہ علی رضا رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ غلام حسن کے نبیرہ اور خلیفہ ہیں۔ جب ان کے دادا شدید مرض میں مبتلا ہوئے، تو ان کے والد شاہ غلام مصطفیٰ سے دادا نے کہا، میں شاہ حسام الدین کے روضے پر مناجات کے لیے جارہا ہوں، جو تمہاری کوشش کے بغیر مقبول نہیں ہوسکتی، غلام مصطفیٰ نے اپنے والد کی دعا کی مقبولیت کے لیے بارگاہ الٰہی میں التماس کیا اور کہا، میں نے اپنی بقیہ عمر اپنے والد کو بخش دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی، چند دنوں کے بعد غلام مصطفیٰ نے انتقال کیا اور شاہ غلام حسن صحت پاگئے۔ پھر شاہ علی رضا اپنے جد بزرگوار سے پرورش وتربیت پاکر مرتبہ تکمیل پر فائز ہوئے۔ طالبوں کو آپ کی صحبت وتربیت کی برکت سے تین چلوں میں پورا فیض مل جاتا تھا۔ ایک شخص حضرت علی کی ملاقات کی آرزو میں نجف اشرف میں مقیم تھا، ایک رات اسے حکم ہوا، کہ اگر تم مجھے دیکھنے کی آرزو رکھتے ہو تو مانک پور جاکر علی رضا کو دیکھ لو، وہ مانک پور آیا، حضرت اپنے باطنی اشراق سے اس پر مطلع ہوگئے، اس کے استقبال کے لیے باہر آئے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم کی کیفیت بیان کی، فرمایا، یہ غلام پروری آقاؤں کی جانب سے ہے پس ایک خاص مجلس میں آپ کا چہرہ علی مرتضیٰ کے چہرے کے مانند ہوگیا۔ آپ نے اس شخص کی خوب ضیافت کی اور ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ رخصت کیا، ایک مرید کے بچے کے حق میں امارت کی دعا فرمائی، وہ مقبول ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ باب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

گنجینہ اسرار ولایت، مقتدائے ارباب ہدایت، فانی بخود، باقی باللہ، سرحلقہ عاشقان حضرت شاہ باب اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے وقت کے اکابر مشائخ اور عارفان روزگار میں سے ہیں۔ اس معاملہ میں ہمت بلند اور مرتبہ ارجمند پر فائز تھے، دست قوی اور نفس قاطع کے مالک تھے، طالبان حق کی تربیت میں بے نظیر زمانہ، تھوڑی سی روحانی توجہ سے دنیائے سفلی کے باشندوں کو مقام علوی تک پہنچادیتے، اکثر بلند پرواز شہباز اس کاشف اسرار کی تربیت سے تکمیل وارشاد کے مرتبہ پر پہنچے۔ سید قطب الدین کڑہ مانک پور کے فرزند ہیں، شاہ علی رضا کے مرید وخلیفہ اور نبیرہ ہیں۔ فقر وغنا اور زہد وورع میں پیروں کے قدم بقدم چلتے تھے۔ حضرت شاہ حسام الدین کے سجادہ نشیں تھے۔ آپ کے کمالات کی شہرت اور حالات کے تصرف کا چرچا عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے زمانے کے روسا آپ پر اعتماد کرتے تھے۔ اس سے زیادہ

آپ کی کرامتیں اور خوارق کیا ہو سکتے ہیں، کہ شاہ مبارک اللہ جیسے حضرات آپ کے مرید وخلیفہ ہیں، ان کا ذکر آئندہ آئے گا۔ ۸ر شوال ۱۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ پیر رحمۃ اللہ علیہ

بکمال تقویٰ وصلاحیت آراستہ، فقر و نامرادی راشعار خود ساختہ، روشن ضمیر، حضرت شاہ پیر رحمۃ اللہ علیہ، شاہ باب اللہ کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ مرض موت میں مبتلا ہوئے، شاہ باب اللہ کشف کے ذریعہ آگاہ ہوگئے اور اپنی بقیہ زندگی ان پر قربان کردی اور خود پردہ فرماگئے۔ والد کے سفر آخرت کی وجہ سے آپ کی تلقین ظاہری معطل ہوگئی، روحانی طور پر ان کے والد نے تلقین کر کے حقیقت کے فتح ابواب کی منزل تک پہنچادیا، ان کے خوارق اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتے ہیں، کہ شاہ غلام حسن ولی اللہ جیسے بزرگ آپ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ۲۷ر رجب کو وفات پائی۔ ''خورشید دین'' ان کا مادہ تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

مست الست بادہ توحید، سرگروہ اہل تجرید وتفرید، مقبول درگاہ ذوالمنن، ولی وقت حضرت شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ پیر کے خلف وخلیفہ ہیں۔ اپنے زمانہ کے مرتاض وممتاز بزرگ ہیں۔ فقر، ریاضت، توکل وایثار میں بڑی شان والے ہیں۔ اخلاق وسیر میں بڑے عظیم القدر، بحر زخار کے مولف کے والد سے آپ کی دوستی تھی، اسی وجہ سے میں آپ کے دیدار کے شرف سے مشرف ہوا ہوں، اپنے والد کی وفات کے بعد میں نے ان کو دیکھا، کہ مشاہدہ کے غلبہ اور مراقبہ کے شوق کی وجہ سے غیر کی صحبت ان کے دل کو پسند نہ آتی تھی۔ آپ کی صحت کے احوال اور قوت کمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ مرض لقوہ کی وجہ سے چہرہ مقدس ٹیڑھا ہوگیا تھا، قوال عیادت کے لیے حاضر ہوئے، فرمایا، تمہاری عیادت سماع وسرود ہے، جب قوالی شروع ہوئی، آپ پر ایسا حال طاری ہوا، کہ چہرے کی کجی درست ہوگئی۔

ایک دن چکی چلانے والی عورتوں کی آواز سے وجد میں آئے، گھر کی بہت اونچی چھت سے نیچے گر پڑے، تو کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ الغرض آپ جذبات عالی کے مالک ہیں اور ان اوراق کی تحریر کے وقت زندہ ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حاتم محمدی رحمۃ اللہ علیہ

عاشق ذات احمدی، حضرت شاہ حاتم محمدی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ باب اللہ کے مرید ہیں۔ نیکوں میں عمدہ، شیخ وقت تھے۔ کثرت ریاضت کے سبب اپنے مرشد کے خلفا میں امتیاز رکھتے تھے۔ معاش کی فکر میں سرگرداں نہیں ہوئے، ہمیشہ توکل کی زندگی بسر کی، ہر قسم کے تصرفات کی

قوت رکھتے تھے۔ ۸ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مبارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جامع مقام وعاشق بے ریا، متصرف احوال اولیا داتقیا، مظہر ید اللہ، قبلہ محتاجان، حضرت شاہ مبارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ باب اللہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بہت صاحب تصرف وکرامت، بڑے موحد وعلامت، ان کے کمالات کا شہرہ دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ پیر کی وفات کے بعد پہلے مانک پور سے پاک پٹن گئے اور شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے مجاور بن گئے، ان کی روح پر فتوح سے نعمت پا کر سنبھل کے توابع شیر کوٹ مدینہ میں اقامت پر مامور ہوئے، وہاں قیام کیا، جو کرامتیں زمانہ متاخرین میں آپ سے صادر ہوئیں، کسی اور کے تذکرہ میں نہیں پائی جاتیں۔ ۱۱ ربیع الثانی کا دن جو حضرت غوث الثقلین کا یوم عرس ہے، اس دن لوگ روم، مکہ، لاہور، دہلی، ملتان اور دیگر شہروں میں فاتحہ کا تبرک کھاتے اور کھلاتے ہیں اور اس دن جس شہر کے مسافر آپ کے پاس آتے انہیں باصرار اپنے یہاں روک کر ضیافت کرتے۔ شاہ غلام حسن کہتے ہیں، فقیر ان سے ملاقات کے لیے گیا، بڑی دل جوئی اور تواضع کے ساتھ پیش آئے۔

ایک دن اس علاقے کے ایک راجہ نے پیغام دیا، کہ دامن کوہ سے ہاتھی آئے ہیں اور میرے ملک کی کھیتی کو برباد کر رہے ہیں، اگر ہاتھیوں کا آنا بند ہو جائے تو کھیتی کے ہر قطعہ سے اس کے بقدر حصہ تمہارے پاس پہنچاؤں گا، تعویذ کے طور پر آپ نے ہاتھیوں کے نام خط لکھا اور فرمایا، کہ اس کاغذ کو اس زمین میں دفن کر دو، اس دن سے ہاتھیوں کا آنا بند ہو گیا۔ راجہ نے پیداوار کے جس حصے کو بھیجنے کا اقرار کیا تھا، اس میں غفلت برتی، آپ نے دوسرے سال ہاتھیوں کے نام خط لکھا "اب تم کو اختیار ہے" اس کثرت سے ہاتھی کھیتوں میں داخل ہوئے کہ ان میں زراعت کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

آپ نے اس علاقے کے ہر قصبہ بلکہ ہر گاؤں میں مسجدیں تعمیر کیں۔

۲ رجمادی الاخری ۱۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف شیر کوٹ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ گھیسا رحمۃ اللہ علیہ

سید ملکی صفات، واصل ذات فی الحیات والممات، مورد ولایت حضرت عیسیٰ، مسافر لامکاں حضرت شاہ گھیسا رحمۃ اللہ علیہ:

سید قطب الدین کبریٰ کی نسل سے ہیں، شاہ علی رضا کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ عبادت وریاضت اور توکل میں بے نظیر زمانہ تھے۔ عجیب وغریب کرامتیں ان سے ظاہر ہوئیں۔ شاہ غلام حسن کہتے ہیں، کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا، میرے جنازے کے ساتھ قوال نغمہ سرائی کرتے رہیں۔ جب جنازہ اٹھایا گیا، قوال حاضر نہ تھے۔ دفن کے بعد آئے اور انہوں نے سرود کا آغاز کیا۔ ایک گھڑی بھی نہ گزری تھی، کہ آپ کی قبر میں جنبش ہوئی، قبر شق ہوئی، آپ کی

نعش شریف کفن کے ساتھ آسمان کی طرف پرواز کرگئی۔ شاہ بولن اور مولوی شاکر سدھوری ان کے بڑے خلفا تھے۔ شاہ بولن، ان کی دامادی سے بھی مشرف تھے۔ دونوں صاحب کرامت وریاضت تھے۔ آپ عمر بھر نماز معکوس ادا کرتے رہے اور ان کے سلاسل بیعت اب بھی جاری ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید باقر رحمۃ اللہ علیہ

غواص بحر توحید، شناور دریائے تفرید، بعہد خویش عجیب ونادر، حضرت میر سید باقر رحمۃ اللہ علیہ:

سید علیم الدین ملادین کے بزرگوں کی نسل سے ہیں۔ بڑے صاحب حالات وکمالات تھے۔ بچپن میں جب تحصیل علم کے لیے کرہ گئے، شاہ گھیسا کشف کے ذریعہ ان کی خلقت کی استعداد کے اسرار پر مطلع ہوئے اور آپ کو مرید کرلیا اور مجاہدہ میں لگادیا، پھر آپ اس مرتبہ پر پہنچے کہ قوال کے سرود پر ان کی حالت ایسی ہوگئی، کہ انھوں نے اپنے آپ کو آگ کے ڈھیر میں ڈال لیا۔ ان کے جسم کا ایک بال بھی نہ جلا، ایک بار اسی حالت میں دریا میں گر کر غرق ہوگئے، غوطہ خور آپ کی نعش ڈھونڈنے کے لیے دریا میں غوطہ لگانے لگے، آپ بدستور سابق پانی کے درمیان وجد میں تھے۔ جب آپ کو باہر نکالا گیا، تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا، لوگوں نے بغور دیکھا، تو پانی آپ کے منہ اور ناک میں داخل نہ ہوا تھا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

مجسم کمالات، مختتم معاملات، عارف متین، حضرت شاہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ سیدو کی نسل سے ہیں۔ شیخ حسام الدین مانک پوری کے خلیفہ ہیں، جن کا ذکر آئے گا، شاہ علی رضا کے بھتیجے، شاہ جعفر کے مرید تھے، تصوف میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ کے عہد کے مشائخ آپ کو بڑی شان والا سمجھتے تھے۔ کرہ کے تمام حکام آپ کے معتقد تھے اور زیارت کے لیے آتے جاتے تھے۔ آپ سخت ریاضتیں کرتے تھے۔ آپ کا طریقہ مشائخ سلف کے طرز پر تھا۔ احوال دیکھ کر لوگ آپ کے دادا شاہ سیدو کے کمالات پر زیادہ اعتقاد کرنے لگے۔ انہوں نے شادی کی، صاحب اولاد ہوئے۔ وفات کے بعد اپنے دادا کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

نوبادہ بوستان نظامی، شجرہ پربار گلستان حسامی، سرحلقہ اولیا مخصوص، بہ ذخیرہ معارف دخصوص، دستگیر درماندگان صحیح وسقیم، کریم بن الکریم حضرت شاہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ:

سچے عاشق رسول، وفادار محب، حرمین شریفین کے حاجی، مشرق ومغرب میں یگانہ عصر، دنیا کی سیاحی کرنے والے، مشائخ کبار کے امن وامان کے مظہر، بے نظیر درویش اور ولایت کی شمشیر ہیں۔ آپ کے جوہر کمال کی استعداد ایسی تھی، کہ وہ مریخ کی روشنی بکھیرتا۔ ایسے سپہر حمایت ہیں، کہ آپ کے گلہائے فضائل کے سامنے دامن فلک کے ستاروں کی خوشبو زیروزبر ہے۔ خانوادہ نظام الدین کے مشک نافہ، شیخ نظام امدین کی تمام اولاد کے لیے سرمایہ ناز تھے۔

آپ کے ملفوظ "مناقب کریمہ" میں لکھا ہوا ہے، شاہ سلطان بن قاسم بن احمد بن میران شہ بن قاضی شہ بن حسام الدین مانک پوری کے صاحب زادے ہیں۔ خانوادہ چشت میں بیعت تھے۔آپ کے برادر کلاں شیخ عبداللہ کو جس کی اجازت ان کے اجداد سے سینہ بسینہ ملی تھی، اپنے پیر شیخ عبداللہ کی رحلت کے بعد مسافرت اختیار کرلی، کوہ لبنان پر پہنچے، وہں بہت سے صاحب ولایت، کامل مردان خدا کی صحبت پائی اور آپ کے اوپر فضل وکمال اور علم کے دروازے کھل گئے۔ بزرگوں سے آپ کو بہت زیادہ فیض ملا اور معرفت کا میدان فتح کرلیا۔ وہیں پر ایک غیبی ندا سنی، کہ میرے نزدیک مخلوق خدا کو نفع پہنچانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، افضل عمل ہے۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور چالیس سال تک ننگے سر، ننگے پاؤں اکثر شہروں اور ملکوں کی سیاحت کرکے ہر جگہ کے مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ ان دنوں سات حج کیے، سات بار محتاجوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے خود کو فروخت کیا۔ ایک رات بیت الحرام کے اندر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس وقت مجھے کسی کامل مرد کی صحبت میں پہنچنا چاہیے، مراقبہ کیا، حضرت علی مرتضیٰ کی مجلس پائی اور طرح طرح کے فیض سے مشرف ہوئے، وہاں سے نجف اشرف گئے، حضرت ولایت مآب کی روح مطہر ومنور سے بشارت پائی، کہ یہاں سے قریب فلاں شہر میں ایک غار ہے، اس غار میں سید جلال نامی ایک درویش ہیں، ان کے پاس تمہارے لیے بعض نعمتیں رکھی ہوئی ہیں، وہاں جاکر انہیں حاصل کرلو۔ آپ وہاں پہنچے، ان کی صحبت اختیار کی اور اپنی امانت حاصل کی، امانت عطا کرنے کے بعد سید جلال اس دنیا سے رحلت کرگئے۔ آپ ان کی تجہیز وتدفین کرکے بغداد چلے آئے اور وہاں حضرت غوث اعظم کی روح سے حکم پایا، کہ میں نے تمہارے لیے اپنے فرزند سید محمد قادری دہلوی کو ایک امانت سپرد کی ہے، جاؤ اور اسے حاصل کرو، آپ دہلی چلے آئے اور میر سید محمد سے وہ نعمت حاصل کی۔

ایک بار ایک ضعیفہ کو دیکھا، اس کی حقیقت حال دریافت کی، اس کی تنگی معاش معلوم کرکے فرمایا، کہ تم مجھے کسی کے ہاتھ فروخت کردو، اس عورت نے آپ کو ایک نصرانی کے ہاتھ فروخت کردیا، چند دنوں کے بعد وہ نصرانی بضد ہوا، کہ آپ عیسائی مذہب اختیار کیجیے، آپ نے انکار کیا، اس نے آپ کو ایک تنگ وتاریک کنویں میں لٹکادیا، ایک ہفتے تک آپ کنویں میں لٹکتے رہے، مگر آپ کی مبارک زبان سے آہ وفریاد نہ نکلی، آخر قوم کے سردار کو یہ بات معلوم ہوئی، اس نے آپ کو کنویں سے نکلوایا۔ حقائق ومعارف کے مقدمات میں بات اس سے زائد ہے کہ آپ معرفت ایزدی کے پرنالہ تھے، نصاریٰ آپ کے فضل وکمال سے متحیر ہوکر اپنے ہم مذہب حضرات کی ایک جماعت کے ساتھ اسلام کے شرف سے مشرف ہوگئے اور آنحضرت سے بیعت کرلی۔

آپ کے کمالات اور خوارق عادات اس قدر ہیں، کہ اس مختصر تذکرے میں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا، تبرکا چند کرامتیں نقل کرتا ہوں۔

ایک دن ایک عورت اپنے گم شدہ بچے کی جدائی پر رو رہی تھی، آپ نے فرمایا، غم نہ کرو، تمہارا لڑکا فلاں جنگل میں تین آدمیوں کے ساتھ خربوزہ کھانے میں مشغول ہے، ایک ہفتہ کے بعد تم سے ملے گا۔ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔
جب آپ بنگالہ گئے اور وہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو سلطان بایزید اور اپنے برادر زادہ وخلیفہ شیخ پیر محمد

سلونی کو بشارت دی، کہ تم لوگ آؤ اور میری لاش کو مانک پور لے جاؤ، یہ لوگ گئے اور آپ کی لاش کا صندوق الہ آباد لائے۔ ایک طالب علم آپ کی نعش شریف کے صندوق کے آگے راستہ ہموار کرنے کے لیے چل رہا تھا، قوال نغمہ سرائی کرتے ہوئے، جا رہے تھے، اس طالب علم نے کہا، اے شاہ عبدالکریم! آپ اپنی زندگی میں سماع کے وقت رقص کرتے تھے، اس وقت بھی اسی طرح رقص فرمایئے، اتنا کہنا تھا، کہ فوراً صندوق کاندھوں سے اٹھ کر ہوا میں رقص کرنے لگا۔ جب صندوق زمین پر گرا، اس صندوق کی ایک کیل آپ کے جسم مبارک میں چبھ گئی، جس کی وجہ سے خون جاری ہوگیا۔ جب آپ کو قبر میں دفن کیا گیا، تو خون بند ہوگیا۔

ایک قول کے مطابق ۱۴ر صفر کو، ایک روایت کے مطابق ۲۸ر رجب کو آپ کا عرس مانک پور میں آپ کے مزار پر منایا جاتا ہے، شادی شدہ تھے، اولاد نہ چھوڑی، آپ کے بھتیجے اور خلیفہ سلطان بایزید آپ کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے، جو بہت صاحب کمال تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے ملفوظ "مناقب کریمہ" کے مصنف سید عبدالستار مانک پوری حضرت کے خلیفہ تھے، وہ عالم، عامل اور درویش تھے۔

موج :۔ احوال حضرت سید عبدالستار علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالکریم کے مرید اور ان کے ملفوظات کے جامع ہیں۔ مناقب کریمہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے پیر شاہ عبدالکریم نے کوہ لبنان پر ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی، جو مدتوں سے وہاں مقیم تھے اور ان سے فائدہ حاصل کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ ذیشان، کامل بے گمان، عارف مجدد قول سلونی، کامل روزگار حضرت شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ:
بے نظیر صوفی، بادشاہ بے تخت، عظیم مجاہد، خوفناک بھنور سے صاف بچ کر نکل جانے والے، مشائخ میں معروف درویش، صفات حمیدہ سے موصوف بزرگ تھے۔ خزائن اشرفی معروف بہ چار آئینہ میں لکھا ہے کہ چند واسطوں سے آپ کا نسب شریف شاہ ادھن جون پوری تک پہنچتا ہے، وہاں سے قاضی حمید الدین ناگوری سے ملتا ہے، جو اصل میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، جب بندگی شیخ فتح اللہ جو حضرت نظام الدین قبلہ کی اولاد سے ہیں، بھائیوں میں نااتفاقی کی وجہ سے سلون سے جون پور چلے گئے اور شیخ ابوالفتح سے بیعت کی اور اپنی بیٹی کو شاہ عبدالنبی بن شیخ ابوالفتح کے عقد میں دے دیا، چند دنوں کے بعد جب شیخ ابوالفتح کی خدمت سے رخصت ہوئے، شیخ عبدالنبی کو اپنی بیٹی سے بیاہنے کے لیے سلون لائے۔ سلون میں شاہ پیر محمد پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کے لیے مانک پور گئے، ایک دن کتاب لے کر سبق کے لیے جا رہے تھے، حضرت شاہ عبدالکریم راستے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے اندر فقر و درویشی کا حوصلہ اور استعداد دیکھ کر جو ازل سے ودیعت کی گئی تھی، آپ کو اپنے سامنے بلایا، شیخ پیر محمد نے ان کے کمال حسن

وجمال کے سبب غفلت برتی اور مدرسہ چلے گئے، جب کتاب کھولی، مطلب تک رسائی کی قدرت نہ پائی، استاذ سے بیان کیا، استاذ نے کتاب اپنے ہاتھ میں لی، وہ بھی مطلب سمجھنے سے معذور رہے، استاذ نے اس بات کا سبب پوچھا تو انہوں نے حضرت شاہ عبدالکریم کا قصہ حسب حال بیان کر دیا، استاذ نے فرمایا، قاضی کے پاس عذر پیش کرو اور آئندہ ان کے حکم کی پیروی کرو، پھر آپ حضرت عبدالکریم کی خدمت میں گئے، انہوں نے آپ کو اپنی بیعت کے شرف سے مشرف کیا اور اکتساب کی تلقین کی، آپ کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد تمام امانتیں اور خرقہ خلافت شیخ پیر محمد سلونی کو عطا فرما کر ارشاد فرمایا، کہ مجھے عالم غیب سے ندا دی گئی ہے، کہ تمام امانت وخلافت پیر محمد سلونی کو دے دو تاکہ قیام قیامت تک ان کی اولاد سے رسم جاری رہے اور میں نے اکثر مشائخ وقت سے یہ سنا ہے کہ اس اقلیم اور دوسرے ملکوں کے علماوفضلا تمہاری طرف رجوع کریں گے، اگر تم مرید نہ کروگے، تو وہ آزردہ ہوں گے، سلون جاؤ اور شہدا کے مزار سے متصل اقامت اختیار کرو اور طالبین حق کی رہنمائی میں لگ جاؤ، شیخ پیر محمد کو رخصت کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدلکریم بنگلی کی طرف چلے گئے، جب پیر محمد سلون پہنچے، سنڈاسی جوگیوں کی جماعت جو وہاں موجود تھی، انہوں نے کہا، کون شخص ہے، جو ہزار آدمیوں کی شکل میں خود کو ظاہر کر سکتا ہے؟ پیر محمد سلونی نے فرمایا، اگر یہ کرامت تمہیں دکھا دی جائے تو اسلام قبول کروگے یا نہیں؟ انہوں نے کہا، ہم ضرور اسلام قبول کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا، اس درخت کے تمام پتوں پر نظر ڈالو، انہوں نے جب درخت کی طرف دیکھا، درخت کے ہر پتے پر پیر محمد سونی کی صورت نظر آرہی تھی، وہ سب یہ کرامت دیکھ کر اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے اور بیعت کی، خرقہ خلافت پایا اور مختلف ملکوں میں چلے گئے۔ جب آپ کے کمالات دنیا میں مشہور ہو گئے، اطراف وجوانب اور اعلی شہروں سے لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں آنے لگے، ان میں سے تین سو حضرات باطنی تربیت سے مشرف ہوئے۔

یک شخص آپ کی خدمت گزاری کے لیے آرہا تھا، راستے میں ایک شیر نے اس پر حملہ کر دیا، حضرت اشراق باطن سے اس معاملہ پر مطلع ہوئے، اس وقت وضو کر رہے تھے، وضو کا لوٹا زمین پر پٹخا، وہ لوٹا حقیقتاً شیر کے سر پر لگا، اس کی مار کی وجہ سے شیر نے اپنا رخ اس شخص سے پھیر لیا، جب وہ شخص آپ کی خدمت میں پہنچا، اپنا حال بیان کیا، اکثر منکرین جو آپ کے سرود سننے سے اعراض کرتے تھے، عین حالت سرود میں جب آپ کی مجلس میں پہنچتے گریبان پھاڑ کر اہل وجد کے حلقے میں داخل ہو جاتے، آپ کے کمالات ہزار ہا ہزار سے زیادہ ہیں۔ یہ مختصر کتاب ان کے بیان کی گنجائش نہیں رکھتی، بطور تبرک ایک حکایت لکھی جاتی ہے۔

جب حضرت کی مجلس کے تواجد اور سماع کا شہرہ اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے کان تک پہنچا، تو اس نے چند لوگوں کو حکم دیا، کہ شیخ پیر محمد کی محفل میں جائیں، اگر انہیں حال میں صادق پائیں، تو کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں، بصورت دیگر بادشاہ کے دربار میں لائیں، حضرت وجد وسماع ہی میں تھے، کہ بادشاہ کے سپاہی آپ کی مجلس میں پہنچے، حضرت کے وجد کی تاثیر سے سپاہیوں کو ایسا وجد وحال آیا، کہ وہ سب بے خود ہو گئے، افاقے کے بعد حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بادشاہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ نے آپ کے پاس ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا، کہ چوں کہ اس وقت فقیر کا روئے ہمت گمراہی کی عادت رکھنے والے فاجر کافروں کے استیصال کی طرف متوجہ ہے، اس لیے آپ جیسے

مظہر کمال ذات والا صفات سے اکتساب کرنے کے لیے میرا پہنچنا مشکل ہے، اگر آپ خود چل کر آجائیں، تو آپ کی پسندیدہ محبت کے انوار کا اقتباس اور اخلاق حمیدہ سے استفادہ کی دولت حاصل ہوجائے، آپ نے کچھ اس طرح اس خط کا جواب تحریر کیا، میرے محب! فقیر کے اندر یہ حوصلہ نہیں ہے، دیہاتی کو بادشاہ کی مجلس میں کیا کام؟ اگر گاہے بگاہے کوئی آئے، کریم کا دروازہ کھلا ہے، ورنہ میرا کریم بے نیاز ہے، میں ایسا کریم رکھتا ہوں، کہ میں بھوکا ہوتا ہوں تو وہ مہمانی کرتا ہے، جب میں سوتا ہوں تو نگہبانی کرتا ہے، میں گناہ کرتا ہوں تو مہربانی کرتا ہے، میرا کریم میرے لیے کافی ہے، اور باقی سب ہوس ہے۔

۲۲ر محرم ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف سلون میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ تاریخ وفات ''عارف باللہ'' ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ اشرف رحمۃ اللہ علیہ

مرجع خاص وعام، مشائخ ذوی الاحترام، بمسند خلافت پدر مشرف، اشرف ولی حضرت شاہ اشرف رحمۃ اللہ علیہ:
اپنے پدر بزرگوار شیخ پیر محمد سلونی کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ کی مشیخت کا شہرہ آفتاب سے کم نہیں اور آپ کی حقیقت کا اظہار ماہتاب سے زیادہ مشہور ومعلوم ہے۔ چار آئینہ میں لکھا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات نے حضرت شیخ پیر محمد کو آپ کی ولادت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا، کہ اس کا نام اشرف رکھنا، پیدائش سے لے کر بارہ سال کی عمر تک آپ اکثر خاموش رہتے تھے، ان کے باپ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بیعت کیا اور نعمت وخلافت سے مشرف فرمایا، آپ کو شکار کا بڑا شوق تھا، آپ کے والد کے دوستوں نے سمجھا، کہ آپ کو اپنے والد سے تربیت نہیں ملی ہے، اس لیے ہمارا حق ہے کہ ہم ان کی تربیت کریں، جب ان لوگوں نے اچھی طرح تحقیق کی، تو آپ کو تمام مراتب معرفت سے واقف پایا۔ آپ کی طرف جس طرح کا رجوع خلق تھا، عنایت الٰہی کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کے احوال میں نہیں ملتا۔ آپ کے مریدین کی تعداد شمار کے پیمانے سے باہر ہے۔ ایک ہی مرتبہ گروہ در گروہ جماعت در جماعت لوگ آپ سے بیعت کا شرف حاصل کرتے تھے، مخلوق کے انتہائی خلوص اعتقاد کی وجہ سے اصحاب تامل وتمکین کو آپ کی قوت تسخیر کا خیال تھا۔ آپ کی توجہ سیر وشکار کی طرف زیادہ تھی، شاید آپ کو غیب سے ان چیزوں کی اجازت ملی ہو، میں نے آپ کے فضائل وکرامات زیادہ لکھے ہوئے پائے، مگر اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ سید احمد شریف مدینہ طیبہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت پاکر آپ سے بیعت کے لیے سلون پہنچے اور بیعت کی، اس سے بڑھ کر اور کون سا کمال ہوسکتا ہے۔

۲۹ر رمضان کو وفات پائی۔ ''ذات اللہ'' (۱۱۹۷ھ) آپ کی تاریخ وفات ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ پیر عطار رحمۃ اللہ علیہ

برزخ جلال وجمال، عالی احوال وبا صاحب کمال، مصروف بصواب فارغ از خطا، فخر خاندان حضرت شاہ پیر

عطار رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ پیر محمد اشرف سلونی کے خلف وخلیفہ ہیں۔ بہت زیادہ مجاہدہ کر کے منزل مراد ومشاہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ سے اکثر بلند خوارق ظاہر ہوتے تھے۔ چار آئینہ میں میں نے ان صاحب کمال کے احوال لکھے ہوئے پائے، حضرت شاہ پیر شیر فرماتے ہیں، آپ صاحب تصرف اور خوارق عادات تھے، آپ کا سلوک مستی سے ملا ہوا تھا، فقر کی انتہائی عظمت کی وجہ سے اپنے دادا اور والد کے برخلاف مالداروں کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ ۱۰ ربجمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔ آپ کا مصرع تاریخ یہ ہے۔

ع　　　　در حجرہ قندیل زہے عرش تجلی

آپ کے چھوٹے بھائی عارف باللہ شاہ پیر محمد پناہ سلونی اپنے والد بزرگوار شاہ اشرف سلونی کے نائب، سجادہ نشیں، بلند مرتبہ پر فائز، مشہور مشائخ کرام میں سے اور خلیل اللہ علیہ السلام جیسی مہمان نوازی میں مشہور تھے۔

رحمۃ اللہ علیہ:

سلون میں مدفون ہیں۔ ان کے ایک عاجز شاہ نامی مرید تھے، جو بڑے صاحب کمال تھے، اپنے احوال حسنہ کو لوگوں سے چھپاتے تھے اور بلند کمالات پر فائز تھے، مگر کوئی انہیں جانتا نہیں۔ کسی تقریب سے سلون چھوڑ کر برگدہا امیٹھی جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ شاہ کرم علی نور پوری پیر عطا کے ہم شیرزادہ ہیں۔ اخلاق وتواضع کے حامل اور بڑے مہمان دوست جامع علم تھے۔ پوری عمر مالداروں کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ خاندانی بزرگوں کے طریقہ کو نہ چھوڑا۔ بزرگ آدمی تھے۔

موج :- احوال حضرت قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مجمع فضائل انسانی، منبع فواصل سبحانی، عارف حقائق آگاہ، اکمال روزگار حضرت قاضی عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

مشاہدین انوار اور مکاشفین اسرار میں سے ہیں۔ پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اوصاف کے حامل تھے۔ خلاصۃ المناقب میں لکھا ہوا ہے کہ علم ظاہر وباطن کے جامع تھے۔ خاندان چشت میں حضرت شیخ پیر محمد سلونی کے مرید تھے۔ شروع میں تحصیل علم کیا، طبعی ذکاوت کی بنا پر تھوڑی ہی مدت میں علمائے زمانہ کے درمیان علامہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ اگرچہ آپ نے سلوک کے فوائد پہلے اپنے بلند مرتبہ والد ملا شیخ عبد القادر اور شیخ وجیہ الدین گوپامئوی سے حاصل کیے، مگر سلوک کی تعلیم اپنے مرشد شیخ پیر محمد سلونی کے پاس مکمل کی۔ دنیاوی تعلقات اور بادشاہ وقت کے دربار میں حاضری کے باوجود رات میں سوتے نہیں تھے۔ شام سے صبح تک "نصر المحمودا" کے عمل میں مشغول رہتے تھے۔ شوق الٰہی میں گریہ وزاری آپ کا شعار تھا۔ آپ کو اپنے دادا کے خرقہ کی بجائے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک عمامہ ملا، حضرت نے فرمایا، کہ بہت سے اولیائے کرام کا دست حق پرست اس عمامے سے مس ہوا ہے۔ اسی دن سے آپ کے برکات وتصرفات زیادہ ہو گئے۔ پرگنہ مراد آباد کی عملداری کے وقت حشم وخدم کے باوجود ٹھنڈی میں کملی اور چادر محتاجوں کو دے دیتے۔ لذیذ پکے ہوئے کھانے بھوکوں اور مستحقوں کو عطا فرما دیتے تھے۔ ہمیشہ طلبا کی ایک بڑی

جماعت کی جاگیر اور مہمان نوازی اپنی ذات سے متعلق رکھتے تھے۔ تدریس کو کبھی ترک نہ کیا۔ اپنے ذاتی اخراجات میں کسی بھی قسم کا خلاف شرع خرچ نہ کیا۔ ہاں بادشاہ اور امرا کی ملاقات کا ملاحدہ لباس رکھتے تھے، جسے ملاقات کے وقت ہی پہنتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے، میں اپنے اندر جتنا بھی دنیاوی تعلق رکھتا ہوں، خدا گواہ ہے کہ وہ دنیا والوں کی ضرورتیں پوری کرنے اور مخلوق کی نفع رسانی کے لیے ہے۔ حقیقتاً بات بھی یہی تھی، آپ کے کمالات اور خوارق عادات باوجودیکہ بہت محدود اور پوشیدہ ہیں، پھر بھی اس مختصر میں بیان ہونے سے زائد ہیں۔ ان کا تھوڑا سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جب آپ کو اشارہ باطن کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حیات مستعار کے تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں، تو اپنے بھائی قاضی محمد وارث کو جو بادشاہ کے حکم کے مطابق شہر اجین کے عہدہ قضا پر مامور تھے، تحریر کیا، کہ سفید کپڑوں کے جوڑے بغیر سلے ہوئے چند تھان کفن کے لیے تیار کرا کے بھیج دو اور لکھنؤ کے اپنے کسی دوست کو تحریر کیا، کہ مسجد و مقبرہ بنوادے اور خود پانچ سو سواروں کے ساتھ بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اثنائے راہ اجین پہنچے، اپنے بھائی سے کفن کے تھان لیے اور سلطان کے دربار علاقہ دکن میں پہنچے، بادشاہ نے آپ کو دہلی کے نواح سون پت کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا اور آپ کے لڑکے عظمت اللہ خاں کو بدستور مراد آباد کی عمل داری پر بحال رکھا۔ بادشاہ کے لشکر سے سات منزل پر برندہ نامی گاؤں میں آپ کو بخار لاحق ہوا، اپنے لڑکے نصیر الدین خاں سے فرمایا، جو آپ کے ہمراہ تھے، کہ تابوت مہیا کرو، لوگوں نے تابوت مہیا کیا، وہاں پر کچھ قیام کیا، جمعرات کے روز جب آپ کے لیے کھانا حاضر کیا گیا، فرمایا، میرے کھانے کی چیزوں میں سے سوائے اس تھوڑے شربت کے کچھ نہیں جو میری قسمت کا رہ گیا ہے۔ نبات سے شربت بنائیں اور حرارت کے غلبہ کے وقت جب میں اشارہ کروں میری حلق میں ٹپکا دیں، تمام جاگیرداروں کا روزینہ آخری وقت تک، اسی وقت ادا کر دیا اور اپنی اولاد کے لیے حق تعالیٰ سے دعا کی، بال ترشوایا اور جمعہ کا دن گزار کر سنیچر کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "کل یوم لیلة والجمعة لیلتان" کے مطابق بتاریخ ۱۲ر رجب ۱۱۱۳ھ کو ۶۷ رسال کی عمر میں داہنا ہاتھ قبلہ کی طرف اٹھا کر جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ "خلد اللہ بدار النعیم" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی لاش مبارک کو تابوت میں رکھ کر اسی وقت لکھنؤ روانہ کر دیا گیا۔ بتاریخ ۱۷ر شوال جمعہ کے دن شہر لکھنؤ میں روضہ کے اندر سپرد خاک کیے گئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ یار محمد رحمۃ اللہ علیہ

اکمل دوران و مورد عرفان، مشاہد انوار ذات حضرت سبحان، ناظر جمال حضرت صمد، حضرت شاہ یار محمد رحمۃ اللہ علیہ: شاہ قائم الہ آبادی کے مرید ہیں۔ وہ پیر اشرف کے خلیفہ تھے، جود و سخا، عشق و ورع، انکسار وسیع اور اخلاق کامل رکھتے تھے۔ شروع میں سپہ گری میں مشغول ہوئے، پھر اس وادی کو چھوڑ کر بیعت کر لیا اور سخت ریاضتوں میں مشغول ہو گئے، جب ان کا مجاہدہ مشاہدہ کی منزل کو پہنچ گیا۔ کشف غالب، حالات قوی، تصرفات اور عالی قدر خوارق عادات کی وجہ سے بڑی شہرت پائی۔ ایک عالم آپ کی ولایت میں آگیا، جب اودھ پہنچے، ان کے کمالات کا شہرہ نواب شجاع الدولہ سن کر امتحان کے لیے آیا، محمد ایرج خان صاحب اور محمد نعیم خاں میر ساماں جو پوری عقیدت

کے ساتھ حضرت کے خدمت گزار بنے ہوئے تھے، ان جیسے دنیا دار لوگ تصرفات کے مشاہدے کے بغیر کسی کے مطیع وفرمانبردار کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ کے مرید شیخ خواجہ احمد جو اس قصے کے راوی ہیں کہتے ہیں، کہ بندہ نے اودھ سے لکھنؤ نواب شجاع الدولہ کے دربار کا قصد کرتے ہوئے حضرت سے رخصت کی درخواست کی، فرمایا کہ حافظ لطف اللہ کو ساتھ لے جاؤ تا کہ نماز تہجد کے وقت وہ فلاں دعا پڑھ کر تمہارے اوپر دم کریں، لکھنؤ کے سفر میں اثنائے راہ حافظ نے چند بار وہ دعا پڑھ کر مجھ پر دم کیا، جب وہ گھر چلے گئے، دعا قضا ہوگئی، میں ہاتھی سے ایک غار میں گر پڑا اور ہاتھی مجھ پر گرا، اس کے باوجود مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بحر زخار کے مولف نے یہ ماجرا اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور خدا کی قدرت کا معائنہ کیا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت راجہ حامد شہ رحمۃ اللہ علیہ

منتہی مقامات معرفت وسلوک، اوستاد مرجع ارباب ولایت وملوک، امی بامداد ارواح آگاہ نکات علم، کوہ راسخ صوری ومعاملات علم، حقیقت عشق وعرفان راجحت موجہ، قطب الاقطاب حضرت راجہ حامد شہ رحمۃ اللہ علیہ:

بلند درجہ گردیزی سادات سے ہیں۔ حضرت قطب برحق مخدوم شیخ حسام الحق والدین مانک پوری کے مرید اور بالاستحقاق خلیفہ ہیں۔ اپنے عہد کے مشائخ کبار اور فضلائے زمانہ میں سے تھے۔ تصوف میں بہت عالی شان، بلند حال اور انتہائی دل پسند مرتبہ رکھتے تھے۔ مرشد کی جانب سے "حجۃ العاشقین" کا خطاب ملا۔ وہ مرد حق آگاہ جو ارباب علم کی روحوں کی تلقین سے خلائق کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اس کے گوہر کلام کو نوک قلم میں پرونا کیسے ممکن ہے۔ ایسا جواں مرد کہ اس کے مجاہدہ جانبازی کی وجہ سے آسمان، رات دن گردش میں ہے۔ اس کی مجال کہاں کہ ہم چشمی کا دعویٰ کرے۔

آپ سلسلہ حسامی کے افتخار اور مشہور اولیا میں تھے۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں، کہ راجہ حامد شہ ابھی چھوٹے تھے، اپنے دروازے پر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ادھر سے حضرت قطب برحق شاہ حسام الحق کا گزر ہوا، ان کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہی منظور نظر اور مقبول دل ہو گئے، ان کے والد کو خبر ہوئی، تو انہوں نے آپ کو حضرت کی خدمت میں سپرد کر دیا۔ حضرت کی کیمیا اثر صحبت کی وجہ سے آپ ایسے مرتبے کو پہنچے، کہ ولایت جون پور کا مالک بنا کر آپ کو رخصت فرمایا، چوں کہ حضرت حامد شہ نے قرآن کے علاوہ دوسرے علوم نہ پڑھے تھے۔ اس جگہ کے علما نے آپ کی طرف توجہ نہ کی اور ان کا احترام کرنا ضروری نہ سمجھا، آپ آزردہ ہو کر مانک پور چلے آئے، مرشد نے دوبارہ کمال دلداری اور میلان قلب کے ساتھ آپ کو جون پور کے لیے رخصت کیا اور ان کو بھروسہ دلاتے ہوئے، شہر مانک پور کے باہر تک پیدل آپ کے ساتھ گئے اور بار بار یہ شعر پڑھتے ۔

پیر تو در رکابت می رود جان حسام فی امان اللہ برو فاللہ خیر حافظا

جب جون پور پہنچے، اسی دن شیخ عیسیٰ تاج کی وفات ہوگئی، ان کی نماز جنازہ پڑھائی، قطب وحدت شیخ حسن طاہر جو اپنے زمانے کے جید علما میں تھے، دلی بے چینی کے سبب آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، مولانا الہ داد جون پوری جو تحصیل علم میں شیخ حسن کے رفیق تھے اور وہ دونوں آپس میں بڑی محبت رکھتے تھے، شیخ حسن سے انہوں نے

کہا، کہ تم نے طلبا کی عزت برباد کر دی، کہ ایک جاہل سے مرید ہو گئے ہو، شیخ حسن نے کہا، ایک دن تم لوگ بھی اسی جاہل کی خدمت میں جاؤ گے اور مجھ پر اعتراض کرنے سے باز آ جاؤ گے، دوسرے دن مولانا الہ داد، شیخ حسن کے ساتھ حضرت کی ملاقات کے لیے پہنچے، امتحان کی غرض سے ہدایہ اور بزدوی کے چند مشہور پیچیدہ مسائل بیان کیے اور ان کے جواب کی درخواست کی، سید صاحب نے ایسا جواب دیا، کہ پوری طرح تسلی ہو گئی، جب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے، تو سید صاحب نے فرمایا، مولانا دوسرے مسائل جو تم اپنے دل میں رکھتے ہو انہیں پوچھو، کیوں کہ امام اعظم اور امام شافعی کی ارواح متبرکہ تمہارے جواب کے لیے آئی ہوئی ہیں، سب کچھ روشن کر دیں گے۔ مولانا ان کے پاؤں پر گر گئے، معذرت چاہی اور مرید ہو گئے۔ اس اعتبار سے کہ جہاں کوئی مرد دانا ہو، اس کے لیے ایک ہی بات کافی ہے۔

اتنی ہی گفتگو پر سید المتاخرین ومرشد العاشقین کے احوال پر اکتفا کیا جاتا ہے، ۹۰۰ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار مبارک مانک پور میں ہے، شادی شدہ تھے، ان کے صاحب زادے کے احوال آ رہے ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ کالو موسوم بہ کمال رحمۃ اللہ علیہ

کشت زار تخم معرفت، کشتہ تیغ عشق ومحبت، از دولت اسرار الٰہی مالا مال، رئیس العاشقین حضرت شیخ کالو موسوم بکمال رحمۃ اللہ علیہ:

قطب برحق شیخ حسام الحق والدین مانک پوری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ تجربہ کار محققین اور پسندیدہ صوفیا میں سے ہیں، قوی حال، بہت زیادہ عشق اور کثیر علم رکھتے تھے، اپنے مرشد کی صحبت میں بہت زیادہ رہتے تھے۔ فنائی التوحید کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، ان کی روش اور قول کسی بھی طرح اس گروہ کی اصطلاح اور طریقے کے خلاف نہ تھے۔ ان کی تصانیف بھی ہیں، ان میں سے ایک "اوراد شیخ کالو" ہے اکثر کتابوں میں اس کتاب سے دلیل لاتے ہیں۔ کمال ترک وتجرید کے ساتھ مرشد کی بارگاہ میں زندگی گزارتے، ان کے خوارق عادات بیان سے زائد ہیں۔ ان کا مزار مبارک کنزہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ سیدو رحمۃ اللہ علیہ

نسیم ریاض بتربیت وتلقین نظامی، قسیم آہو صحرائے ولایت حسامی، مدام با شاہد حقیقی روبرو، سرحلقہ ابدال حضرت شاہ سیدو رحمۃ اللہ علیہ:

قطب برحق شیخ حسام الحق والدین کے محبوب ترین مریدوں اور مقبول خلفا میں ہیں، مجاہد میدان تو دد ومحبت، مشاہد تجلیات وحدت، منبع فیض، کاظم غیظ، صوفی کامل۔ آپ احکام عشق پر عمل کرنے والے تھے۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ ابتدا میں دولت مند تھے اور ایک گانے والی عورت کے ساتھ الفت رکھتے تھے، جب اپنے مرشد کے ہاتھ پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، تمام اسباب واموال یک بارگی راہ خدا میں محتاجوں کو دے دیا اور خرقہ فقر پہنا۔ اسی فقیرانہ لباس میں ایک دن اس گانے والی عورت کے پاس سے گزرے، اس نے کہا، سیدو! تم

اللہ والے یعنی درویش ہو گئے ہو؟ اس نواح کی اصطلاح میں فقیر کو اللہ والا کہتے ہیں، اسی دن سے آپ کا لقب اللہ والا ہو گیا، اس گانے والی عورت نے بھی انتہائی محبت کے ساتھ اپنا لباس طرب چھوڑ کر نامرادی کا طریقہ اختیار کر لیا اور فقیر ہو کر بقیہ عمر درد و شوق الٰہی میں گزار دی۔ ایک دن راجہ حامد شہ اور شاہ سیدو حضرت قطب برحق شاہ حسام الدین کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، مرشد اور مریدین میں سے کوئی بھی کپڑا نہیں رکھتا تھا، اچانک شیخ عبداللہ شطار شہر کے باہر تشریف لائے، قطب برحق نے آپ سے ملاقات کا ارادہ کیا، اتفاقاً ایک شیخ روئی کی قبا لایا، آپ نے قبا چاک کر کے روئی کو اپنا لباس بنا لیا، ایک رسی پڑی ہوئی تھی جس کو کمر سے باندھ لیا، پھر اوپر اور نیچے والے کپڑوں میں سے ایک راجہ حامد شہ کو دے دیا اور ایک شاہ سیدو کو اور ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے، راستے میں ایک شخص پتوں کے پیالے میں حلوہ بطور نذر لایا، حلوہ تقسیم کر کے پتے کا وہ بڑا پیالا اپنے سر پر رکھ لیا، یہ حال دیکھ کر شاہ سیدو نے کہا، اے مرشد! آپ شاید فقیر راجہ حامد شہ ہیں؟ راجہ حامد شہ نے کہا، تمہارے دل میں اب بھی ''مگر'' کا دخل ہے۔ ایک دن شاہ سیدو نے اپنے پیر و مرشد سے سوال کیا تھا، کہ اس فقیر اور راجہ حامد شہ کے مقامات کے درمیان کیا فرق ہے؟ فرمایا، ایک دن یہ فرق بیان کر دیا جائے گا۔ راجہ حامد شہ نے جب شیخ سیدو سے کہا، کہ تمہارے دل میں ابھی مگر کو دخل ہے، اس وقت حضرت قطب برحق حسام الدین نے فرمایا، کہ تمہارے اور راجہ حامد شہ کے مقامات کے درمیان اسی ''مگر'' کا فرق ہے۔

شاہ سیدو کے بہت زیادہ اشعار ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے۔

دل گویدم سیدو بگو احوال خود یک یک بدو　　　آندم کہ خود می آید او سیدو کجا گفتار تو

آپ کا مزار شریف فتح پور ہنسوہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔　احوال حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ

سلطان مملکت کشف و عرفان، دردمندان عشق را درمان، بعلوم صوری و معنوی کما ینبغی ماہر، رئیس الابرار حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ:

راجہ حامد شہ مانک پوری کے بالاستحقاق مرید و خلیفہ ہیں۔ ایک خرقہ اللہ نور بن راجہ حامد شہ سے بھی پایا۔ بلند مرتبہ بزرگ ترین صوفیوں اور عالی قدر اکابر محققین میں سے ہیں۔ فقر و فنا، زہد و ورع میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، شیخ حسن کے والد شیخ طاہر تحصیل علم کے لیے ملتان سے دیار پورب میں آئے تھے، رفتہ رفتہ شہر بہار میں پہنچے اور مولانا بری حقانی سے ظاہری تعلیم کو مکمل کیا۔ بہار کے قاضی نے اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دے دی اور ان کے یہاں توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا، کچھ عرصہ بعد شیخ دہاں سے جون پور منتقل ہو گئے، یہیں وصال فرمایا، ان کا مزار جون پور میں خلق خدا کی زیارت گاہ ہے۔ شیخ حسن بن شیخ طاہر نے نو سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا، اٹھارہ سال کی عمر میں اکثر کتب متداولہ کی تعلیم مکمل کر لی اور درویشوں کی صحبت میں چلے گئے۔ ایک درویش کے پاس فصوص الحکم پڑھتے تھے۔ آپ کے والد فصوص الحکم کے انداز بیان کے منکر تھے، ایک دن وحدۃ الوجود کا مسئلہ زیر بحث آیا، آپ نے اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا، کہ علمائے ظاہر کے دل میں بیٹھ جائے، آپ کا یہ بیان آپ کے والد کے اشکال کے حل

کا سبب بن گیا، انہوں نے اس کتاب کے پڑھنے سے روکنا بند کر دیا، اسی زمانے میں جون پور کے اندر حضرت راجہ حامد شہ کی ولایت و کمالات کا شہرہ عام ہوا، شیخ حامد شہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ علما میں سے جس نے سب سے پہلے سید حامد شہ کے ہاتھ پر بیعت کی شیخ حسن طاہر ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ اپنی انتہائی عبادت و ریاضت ہی کی وجہ سے خرقہ خلافت اور کمال الحق کے خطاب سے نوازے گئے، آپ کے مرشد نے فرمایا، کہ اگر قیامت میں پوچھا گیا، ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں کہوں گا، شیخ حسن جیسا فرزند۔ آپ کے مرشد اکثر یہ فرمایا کرتے تھے، کہ فرزند حسن میرا محب اور منظور نظر ہے۔ سلطان سکندر لودی کو غائبانہ طور سے شیخ سے اعتقاد ہو گیا، اس کی خواہش ہوئی، کہ شیخ اس کے پاس تشریف لائیں، شیخ آگرہ گئے، سلطان سے ملاقات کی، بادشاہ نے تعظیماً آپ کے گھوڑے کی زین اپنے کندھے پر رکھی، چند دنوں بعد آگرہ سے دہلی چلے گئے اور دہلی میں سلطان تغلق کے قلعے کے ایک برج بدیع منزل میں جواب "بے منڈل" کے نام سے مشہور ہے، قیام کیا۔ ایک دن قوالوں نے یہ رباعی پڑھی۔

ای ساقی ازاں مے کہ دل و دین من ست — پرکن قدحی کہ جام شیرین من ست
گر ہست شراب خوردن آئین کسی — معشوقہ بجان خوردن آئین من ست

یہ رباعی سن کر شیخ کے اندر ایسا عجیب و غریب ذوق پیدا ہوا کہ مسلسل تین دنوں تک بغیر کھائے پیے وجد کرتے رہے، اسی غلبہ شوق میں تیسرے دن جان شیریں جان آفریں کو سپرد کر دی، ان کی وفات بروز جمعہ ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ کو ہوئی۔ بدیع منزل (بے منڈل) میں آپ کا مزار شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔ شادی شدہ تھے۔ چار لڑکے پیدا ہوئے (۱) شاہ اعظم خیالی جو خانوادہ قادریہ میں افضل الدہر اور اکمل العصر ہیں (۲) شاہ محمد جو شیخ امان پانی پتی کے خلفا میں ان کا تذکرہ تلاش کرنا چاہیے (۳) شیخ عبدالعزیز جن کا ذکر آرہا ہے (۴) چوتھے فرزند کا نام میں نے کہیں لکھا ہوا نہیں دیکھا۔

موج :۔ احوال حضرت خواجہ جلال الحق قاضی خاں ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

عارف حقائق آگاہ، ممتاز بدرویشی ولایت پناہ، بہ طیر مقصود دائم بہ صیادی، حضرت خواجہ جلال الحق قاضی خاں ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے، شیخ حسن طاہر کے مرید ہیں۔ اس طریقے کے تمام صادقین میں سب سے بڑھ کر صاحب استقامت و کرامت تھے۔ انتہائی ترک و تجرید کے مالک تھے۔ ہمایوں بادشاہ نے تحائف پیش کرنے کی بہت کوشش کی، مگر آپ نے کچھ بھی قبول نہ کیا، بادشاہ نے کہا، اپنے فرزندوں کو نذر قبول کرنے کا حکم دیں! فرمایا، وہ اختیار رکھتے ہیں، جب ان کے بڑے لڑکے عبداللہ کے پاس بادشاہ نے اپنی درخواست پیش کی، تو انہوں نے بھی قبول نہ کیا اور فرمایا، بیٹے کے لیے باپ کی پیروی لازم ہے۔

گلزار ابرار میں لکھا ہے، قاضی خان کو ایک درویش سے مکمل کشف اور علم لدنی کی دولت حاصل ہوئی تھی، گروہ صوفیا کی اصطلاح کی معرفت میں اپنے عہد کے یگانہ فرد شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے مرشد نے اپنی حیات میں اس

سلسلے کے طالبین کو آپ کے حوالے کیا، حتی کہ اپنے لڑکے شیخ عبدالعزیز کو بھی تربیت کے لیے آپ کے سپرد کیا، تا کہ ان کو ستودہ صفات خداشناس بزرگان دین کے روحانی واخلاقی حالات وکمالات سے آگاہ فرمائیں۔

۹۵۰ھ میں یا بقول صاحب اخبار الاخیار ۹۱۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

عظیم الشان فی الورع والشریعت، مطلق العنان فی الحقیقت والطریقت، چشمہ آب حیات حیات عالم ہو، منشۂ ممات ممات مُوتُو، عارف باکمال اخلاق وتمیز، حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ حسن طاہر کے مرید اور جلال الحق قاضی خان ظفرآبادی کے خیلفہ ہیں۔ شیخ عبدالقادر بدایونی تذکرۃ الشعرا میں لکھتے ہیں، کہ اپنے بڑے بھائی شیخ محمد اعظم سے استفادہ کیا، مشاہیر اولیا اور متاخرین چشت میں سے تھے۔ شریعت وطریقت کی مکمل پیروی کرتے تھے۔ ابتدا میں جس طرح عبادت کا آغاز کیا تھا، آخر عمر تک برابر اس طریقے کو قائم رکھا۔ مشائخ کی اقتدا، اوقات کی پاسداری، گروہ صوفیا کے آداب، تواضع، بردباری، صبر، رضا، تسلیم، خلق خدا پر شفقت اور فقرا کی امداد میں آپ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ رسالہ احوال میں آل حسن طاہر لکھتے ہیں، شیخ عبدالعزیز سماع کو بہت عزیز رکھتے تھے، چنانچہ ان کی وفات عین حالت سماع میں ہوئی، وصال کے وقت یہ آیت کریمہ زبان پر جاری تھی، ''فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون'' اس آیت کے آخری لفظ پر آپ کا خاتمہ ہوا۔ رسالہ کے مصنف شیخ منجھو جو اپنے بڑے بھائی شاہ اعظم خیالی کے مرید ہیں، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ عالم جوانی میں جب شیخ کے جمال پر ہماری نظر پڑتی تو بے اختیار رونے کی کیفیت پیدا ہو جاتی، یہ بات ان کی غربت اور خدا کے ساتھ ان کے شوق کی وجہ سے تھی، جوان کی صورت میں نظر آتی تھی۔

صاحب مآثر الکرام تحریر کرتے ہیں، کہ شیخ عبدالعزیز ابھی ڈھائی سال کے تھے، کہ ان کے والد انہیں خرقہ و پیراہن عطا کر کے ان کی تربیت کے لیے انہیں اپنے خیلفہ قاضی خان کے حوالے کیا اور رحمت حق کے جوار میں چلے گئے۔ جب کچھ تمیز حاصل کر چکے تو حاجی عبدالوہاب بخاری کے خلف الصدق میر سید محمد سے علم ظاہر کی تعلیم لے کر درس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ فصوص الحکم بھی انہیں سے پڑھا، مجاہدہ کے طریقے کے فوائد حاصل کیے اور جو مجاہدات شیخ کرتے تھے کمال نیازمندی کے ساتھ اس میں حاضر ہوتے تھے، سلسلہ سہروردیہ کا خرقہ خلافت حاصل کیا۔

میر سید احمد اکثر فرماتے، عبدالعزیز کو جب تک میں اپنے جیسا نہ بنادوں گا، دنیا سے نہ جاؤں گا۔ سید احمد سے اجازت لے کر ظفرآباد پہنچے اور حضرت قاضی خان ظفرآبادی سے اپنے والد کی امانت حاصل کی اور تین سال تک کاسۂ ریاضت میں اپنے آپ کو اتنا پگھلایا، کہ اپنے وجود کے تانبے کو خالص سونا بنادیا۔ حضرت قاضی خان نے آپ کو اپنا خرقہ بھی عنایت کیا اور فرمایا، شیخ عبدالعزیز عاشق ہے، اس کے بعد میر سید ابراہیم ایرجی کی خدمت میں گئے اور سلسلہ قادریہ کی خلافت کا خرقہ پہنا، ور شیخ تاج محمود سے سلسلہ چشتیہ کی خلافت حاصل کی۔ مرآۃ المبتدین کے مصنف نے لکھا کہ آپ کی عقل، علم پر غالب تھی، اسی بنا پر مشائخ کا بے حد ادب کرتے اور اپنے روحانی حال کو چھپانا فرض خیال کرتے، اکثر

فرماتے، جس طرح انبیائے کرام پر معجزہ ظاہر کرنا فرض ہے، اسی طرح اولیا کے لیے کرامت کا چھپانا فرض ہے۔
آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے بہت سارے فوائد حاصل ہوئے تھے اور اولیائے کرام کی روحوں سے اتنے فیوض حاصل کیے تھے، کہ ان کو حقیقت میں اویسی کہنا چاہیے، نفس کو شکستگی کے ایسے درجے پر پہنچا دیا تھا، کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے اور کسی پر اعتراض نہ کرتے، دین کی عبرت کے لیے وہ کہتے، ہر چیز کی خدمت کرنی چاہیے، تاکہ اس کی حفاظت ہو سکے، دین کی حفاظت ادب ہے اور یہ بھی فرماتے، بندے کو حق تک پہنچنے کے لیے یک قدم درکار ہے اور وہ قدم اپنی ذات سے علاحدہ ہونا ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سانچے میں ڈھال لی تھی اور تمام چیزوں سے زیادہ خاندان نبوت کے ساتھ اعتقاد و اخلاص رکھتے تھے۔ شیخ کے محلہ میں صنعت وحرفت والے لوگ رہتے تھے اور وہ لوگ اپنے آپ کو سید کہتے تھے، جب شیخ درس دینے کے لیے باہر آتے اور طلبہ کی بھیڑ ہوتی، ان کے درمیان ان اہل حرفت لوگوں میں سے کوئی چھوٹا بچہ کھیل کود کرتا ہوا نظر آتا تو آپ بلا توقف درس دینا بند کر دیتے اور کھڑے ہو جاتے، جب تک وہ بچہ کھیلتا رہتا، آپ ادب کے ساتھ کھڑے رہتے، بچوں کے اس کھیل سے طلبہ بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے گلی کے سرے پر نگہبان مقرر کر دیے تاکہ محلہ کا کوئی بچہ اس طرف نہ آئے، جب شیخ کو اس بات کی خبر ہوئی، طالب علموں کو سخت تنبیہ فرمائی، جب تک زندہ رہے، آپ کا یہی حال رہا۔ آپ کے تمام خلفا صاحب فیض وصاحب کرامت تھے، اسی بنا پر مولانا عالم کابلی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ میں ۹۶۷ھ میں دہلی کے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ارادہ کیا، عارف وکامل مولانا عبدالرحمٰن جامی کے ان دو شعروں کا مفہوم آپ سے پوچھوں ۔

عاشقم بیدلم اسیر وغریب — کار از دست رفت دستم گیر
ما بیاد تو زندہ می مانیم — ورنہ ہجر ان نمی کند تقصیر

استفسار کرنے سے پہلے ہی آپ نے ان اشعار کے ایسے معارف بیان فرمائے کہ سوال کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دہلی کے اکابر اور امرا کا روئے نیاز آپ کی جانب تھا، خصوصاً بیرم خان اور خانخاناں، حضرت جو عرس منعقد کرتے اس میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوتے۔ آپ کی وفات جمادی الاخری ۹۷۵ھ میں بروز دوشنبہ واقع ہوئی اور ذرہ ناچیز نے ان کی تاریخ وفات ''قطب طریقت'' نکالی ہے۔ ان کا مزار خانقاہ اشرف کے صحن میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید حسین بلگرامی دہلی وال رحمۃ اللہ علیہ

سید عاشق ذات، عارف اسرار صفات، صوفی عاصی حال، حضرت میر سید حسین بلگرامی دہلی وال رحمۃ اللہ علیہ: شیخ عبدالعزیز کے شاگرد، خلیفہ اور داماد ہیں۔ تصوف میں مخصوص طرز اور مضبوط بنیاد رکھتے تھے۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، کہ وہ سید السادات کے لقب سے ملقب، سیادت کے خانوادے کے برگزیدہ شخص، فخر اہل علم وعبادت تھے۔ بچپن ہی میں تحصیل علم کے لیے وطن سے باہر نکلے اور آپ کے بلند نصیبے نے شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسین

کماں الحق والدین دہلوی کی خدمت میں پہنچادیا، شیخ کے سایہ عاطفت میں پنج گران کی شاگردی اختیار کی اور پوری استعداد کے ساتھ معقولات ومنقولات کی کتابیں پڑھ کر کمالات کی چوٹی پر قدم رکھا۔ انہی ایام میں شیخ نے انہیں خلعت خلافت سے ممتاز کیا اور اپنی دامادی کے شرف کی خصوصیت عطا فرمائی۔ انہوں نے ایک تقریب کے لیے ملک دکن کی طرف اپنا رخت سفر باندھا اور ایک مدت تک وہ دکن رہ کر دہلی پہنچے، وہاں گوشہ نشیں رہے۔ بالآخر شیخ کے حکم پر بلگرام آئے اور مسند ارشاد پر بیٹھے، ایک عالم ان کی طرف امنڈ پڑا۔ بلگرام کو اپنے صوری ومعنوی فیوض سے معمور کردیا اور اپنی برادری میں دوسرا نکاح کیا۔ سید حسین بلگرامی کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں بیویوں سے موجود ہیں۔

مآثر الکرام ہی میں مرآۃ المبتدین کے حوالے سے یہ روایت درج ہے کہ سید حسین ایک بہت بڑے عالی شان بزرگ گزرے ہیں، ان کی پیشانی سے مجتبوی انوار اور مرتضوی آثار نمودار تھے۔ لوگ انہیں اپنے وقت کا سید السادات کہتے تھے۔ وہ اصول وفروع کے جامع تھے۔ آپ کے مرشد نے بر سر منبر بارہا مجمع عام میں فرمایا، اے سید! ہر وہ امانت جو تمہارے داوا پیر سے مجھ تک پہنچی، وہ سب میں نے تمہاری نذر کردی۔ ان کے مدرسہ کے اکثر مدرسین آپ کے پاس حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے، وہ لوگ انہیں مجتہد زمانہ شمار کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے، اس شخص کا حال کیا ہوگا، جس کا دین اس کے نفس کی خواہش ہو، اس کا ارادہ دنیا جمع کرنا ہو، نہ تو وہ نیک کردار ہے کہ خلق سے بے نیاز رہے اور نہ ہی عارف باللہ کہ خلق سے دور رہے، بلگرام میں جس جگہ میت ہوتی اس کے گھر جا کر فرماتے، جزع فزع کم کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہے کہ، بیوہ کے لیے دوسرا شوہر ڈھونڈو تا کہ اس کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرے، چوں کہ ہندوستان میں بیوہ کی دوسرے شوہر سے شادی نہیں کراتے تھے، لوگ اس کو برا سمجھتے تھے، مگر سید اس کو برا نہ جانتے تھے، فرمایا، کہ تمام اولاد فاطمہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، ہر چند لوگ ایسا کہنے سے منع کرتے اور کہتے، بہت سے ایسے سید ہیں، جو عبادت نہیں کرتے ہیں، اس لیے آپ کا یہ کہنا مصلحت کے خلاف ہے۔ جواب دیتے، اگر ایسا کہنا خلاف مصلحت ہوتا تو لوگ نہ لکھتے، میں تو لوگوں کے لکھے ہوئے کو بیان کرتا ہوں۔

ہر چھوٹے بڑے کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل حضرت محی الدین ابن عربی کے قول کے موافق ہے، انہوں نے اپنا یہ قول فتوحات مکیہ کے ۲۹ رویں باب میں بیان کیا ہے۔ شیخ ابن حجر مکی روح اللہ روحہ نے بھی صواعق محرقہ میں اس باب میں احادیث نبوی اور علما کا قول ذکر کیا ہے۔ ملک العلما قاضی شہاب الدین طاب مضجعہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ کتاب مناقب السادات سے یہ بات لکھی گئی، اگر تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس کتاب میں پڑھو۔

۱۰۰۰ھ کے بعد ۲۶ رر مضان کو سفر آخرت اختیار کیا۔ بلگرام میں آپ کا مزار شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں، ابراہیم المعروف سید میاں بن سید غلام محمد بن سید عبد الحق بن سید حسین بلگرامی دہلی کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ فقر کا نشہ بہت بلند تھا۔ خدا پرستی کے گوشے میں زندگی بسر کرتے تھے، اپنے دادا سید حسین کے مزار کے پڑوس میں ایک مسجد اور خانقاہ بنائی تھی، جہاں سے فقرا کی خدمت کو شعار بنا کر مسافروں کی خبر گیری کرتے تھے اور ہر لحظہ خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ۲۰ رر مضان ۱۱۱۴ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

محو مشاہدہ غالب، محبوب مرغوب راطالب، مخصوصان درگاہ مغنی، کامل وقت حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ۔

صاحب تاریخ بدایونی لکھتے ہیں، کہ شیخ عبدالعزیز کے خلفا میں سے ہیں۔ ترک میں اپنے وقت کے ابن ادہم اور تجرد میں شبلی زماں تھے۔ شروع میں جب کہ بدایوں میں تحصیل علم کر رہے تھے، ان پر حال غالب آ رہا تھا، عین سبق پڑھنے کے وقت نغمہ سن لیتے تو ایک ایک پہر تک بے ہوش رہتے، اسی بنا پر بعض از دواجی تعلقات کی تلخیوں کی خبر طالب علموں کو دیتے۔ فرد ۔

در راہ خدا کہ رہزناں اند   آں راہ زناں ہمیں زناں اند

اہل کفاف کی طلب پر دہلی آئے اور حاکم رہے تاتار خاں کی ملازمت اختیار کی، جو حاکموں کے لباس میں اہل اللہ میں سے تھا۔ اس کے ساتھ ارادت پیدا کرلی۔ شیخ عبدالعزیز کی خدمت میں تمام کتب متداولہ متعارفہ کی تحصیل کی۔ سالہا سال درس دیا، ایک بار آپ پر عنایت الٰہی کا جذبہ طاری ہو گیا، تمام کاموں سے کنارہ کش ہو گئے، تحصیل کمال کے بعد آبادی سے باہر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم گاہ (قدم رسول) کی جانب خانجہاں نامی ایک مشہور مسجد میں سکونت گزیں ہو گئے اور مسلسل اعتکاف کرنے لگے، باوجودیکہ کثیر العیال تھے، قدم توکل کے ساتھ راہ سلوک پر چل پڑے، تقریباً ایک قرن (دس سال) تک گوشہ نشینی سے قدم باہر نہ نکالا۔ مرأۃ جہاں نما میں لکھا ہے، چند عرصہ کے بعد شہر کے باہر فیروز شاہ کی عیدگاہ کے قریب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ ۹ ر جمادی الاخری ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ دارا شکوہ کے دوست شیخ احمد دہلوی آپ کے صاحب زادے ہیں۔ اورنگ زیب کے زمانے میں نہوں نے اپنے والد کی ہڈیاں قاضیوں کی گزرگاہ سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ولی محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالعزیز کے مرید و خلیفہ ہیں۔ مرأۃ جہاں نما میں لکھا ہے کہ آپ صفات محمودہ سے آراستہ تھے، ان کی صحبت بہت اثر رکھتی تھی۔ اپنے لڑکے کی وفات کے نو دن بعد ۱۸ ر جمادی الاخری ۱۰۱۷ھ میں فوت ہو گئے۔ اپنے گھر کے قریب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم گاہ (قدم رسول) میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ولی بہشتی، حضرت شیخ ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ:

مرأۃ جہاں نما میں ہے کہ آپ سہارن پور کے اولیا میں سے ہیں۔ وہاں فضائل، کمالات اور بزرگی میں کامل شہرت رکھتے تھے۔ ملک فرید سہروردی جس دن سہارن پور پہنچے، شیخ ہارون کی خانقاہ میں ان کے پیروں کے عرس کے سلسلے میں سرود و سماع کی محفل گرم تھی، ملک فرید بھی گئے اور جوتوں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ شیخ وجد میں آئے اور ملک

فرید کو اپنی بغل میں لے لیا پھر فرمایا، میری موت کا وقت آچکا ہے، مسند ارشاد تیرے وجود باجود سے مزین ہوگی، تین دنوں کے بعد ۱۰ ار رجب ۸۱۲ھ میں رحلت فرما گئے۔ ان کا مزار بازار کے سرے میں زیارت گاہ خلائق عالم ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مولانا عبدالجلیل جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

درمرتبہ شہادت بسر وری، حضرت مولانا عبدالجلیل جون پوری رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، کہ آپ شیخ عزیز الحق کے خلیفہ ہیں۔ فضیلت مآب اور کمالات پر دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاضت ان کا شعار تھا۔ عرفان گزار تھے۔ کتب متداولہ کا درس تحقیق کے ساتھ دیتے تھے۔ اکثر روزہ رکھنا معمول بنالیا تھا۔ وجد و رقت کی حالت میں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر علمی مسائل کے تصور کی تجلی فرماتا ہے۔ ۹۸۹ھ میں حجاز کے مبارک سفر کا ارادہ کیا، اچانک آپ کی خانقاہ میں بے باک اوباشوں کی جماعت نے دروازہ پر آپ کو شہید کر دیا، وہیں آپ کا مزار بنایا گیا۔

موج :۔ احوال حضرت نجم الحق رحمۃ اللہ علیہ

درویش احق، حضرت نجم الحق رحمۃ اللہ عیہ:

آپ کا نام جابلدہ ہے۔ شیخ عبدالعزیز کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ دہلی کے مضافات موضع سوہنہ میں کٹیا بنائی تھی، بلند مقامات کے حامل تھے، بہت سے لوگ ان کی تربیت کے فیضان سے مرتبہ کمال کو پہنچے، چنانچہ شیخ سعدالدین دہلوی چشتی انتہائی صاحب توکل تھے، جو انتظار عنایت غیبی میں رہے اور روزی کی تلاش میں کسی قسم کا تکلف نہیں کرتے۔ دور دراز گوشہ میں زندگی بسر کرتے، اپنے آپ کو شیخ جابلدہ دہلوی کا حلقہ بگوش بتاتے اور شیخ عبدالعزیز کے داماد ہونے کا شرف ظاہر کرتے۔ شیخ جابلدہ کے والد شیخ محی الدین ملیح الملک جو عادل شاہ برہان پوری کی بارگاہ میں "عرض بیگی" کا منصب رکھتے تھے، ان کی درخواست پر حضرت نجم الحق دہلی سے برہان پور چلے گئے۔ چند سالوں بعد وفات پائی اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

موج :۔ احوال حضرت معتقد شاہ جھجھری رحمۃ اللہ علیہ

صدر نشیں مقام برتری، حضرت معتقد شاہ جھجھری رحمۃ اللہ علیہ:

جھجھر کے رہنے والے ہیں، جھجھر دہلی کے نواح میں ایک قصبہ ہے، شاہ عبدالعزیز کے خاندان کے خلفا میں سے ہیں، مولوی غلام حسین فرماتے ہیں، عبادت گزار، متورع، زاہد اور صاحب ریاضت تھے۔ اپنے سلسلہ کے ذوی الاقتدار اصفیا اور نامدار اولیا کے احوال میں "محبوب الابرار" نامی کتاب بڑے اچھے طرز پر لکھی ہے۔ ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔ اپنے بعد ایک خلف و خلیفہ چھوڑا۔

موج :- احوال حضرت بندگی شیخ الہداد رحمۃ اللہ علیہ

دقائع وقایہ حسنات، ہدایہ ہدایہ برکات، خود فراموش وخدا یاد، قطب الوقت حضرت بندگی شیخ الہداد رحمۃ اللہ علیہ راجہ حامد شہ کے خلیفہ اعظم اور اکبر مشائخ جون پور ہیں، گروہ اولیا میں بہت بلند مرتبہ اور انتہائی اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ علم شریعت وطریقت دونوں کے عالم تھے، ان کے فیض تعلیم سے شیخ معروف جن کا ذکر آگے آرہا ہے، مرتبہ اقطابی کی بلندی کے "ہما" بن گئے۔ علم ظاہر میں ایک واسطہ سے ملک العلما قاضی شہاب الدین جون پوری کے شاگرد تھے، جن کا ذکر میر سید اشرف جہانگیر سمنانی کے خلفا کے احوال میں دیکھنا چاہیے۔ آپ کے وفور علم کی شہرت شیوہ نامرادی اختیار کرنے سے پہلے بہت زیادہ تھی۔ کافیہ، ہدایہ، بزدوی اور مدارک کی شرحیں لکھیں۔ علمی مطالب کی تنقیح میں بڑی قدرت رکھتے تھے۔ ان کی ارادت کی کیفیت کا مفصل ذکر شیخ حسن طاہر کے تذکرے میں کیا جاچکا ہے، جو سلوک طریقت اور علوم شریعت میں ان کے رفیق تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :- احوال حضرت شیخ معروف جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الابرار، کاشف الاسرار، رئیس خلائق نوری، مرجع اقطاب حضرت شیخ معروف جون پوری رحمۃ اللہ علیہ:
بندگی شیخ الہداد جون پوری کے مرید ہیں۔ گروہ اولیا میں صاحب حشمت بزرگ اور طائفہ صوفیہ میں بڑے متصوف اور بلند مرتبہ موحد تھے۔ عالی شان رکھتے تھے۔ ان کی تربیت کبریت احمر کی حیثیت رکھتی ہے۔ بندگی شیخ نظام الدین امیٹھی باوجودیکہ حضرت سید راجہ حامد شہ سے بیعت تھے، آپ کی تلقین وتربیت کی بدولت صاحب کمال ہوکر مرتبہ قطبیت پر فائز ہوگئے۔ اس سے بڑا اور کون سا کمال ہوسکتا ہے کہ قطب الاقطاب جیسے بزرگ آپ کے خلیفہ ہیں۔ ان کے دوسرے خلیفہ شیخ احمد جون پوری ہیں، جو عالم، کامل، متوکل، متشرع، متبرک اور صاحب کرامت تھے۔

موج :- احوال حضرت بندگی سید راجہ نور رحمۃ اللہ علیہ

ساجد محراب ابروئے نگار، واعظ منبر نشین تلقین اسرار، فرزند حضرت رحمۃ للعالمین، امام الکاملین وواصلین، از فیوضات سلسلہ حضرت نور بمقام نور علیٰ نور، مرجع افراد حضرت بندگی سید راجہ نور رحمۃ اللہ علیہ:
قطب برحق حضرت شاہ حسام الحق والدین مانک پوری کے صاحب زادے حضرت قاضی شہ کے مرید ہیں۔ سید حامد شہ کے خلف وخلیفہ ہیں۔ جب حضرت حسام الحق نے پیران چشت کا خرقہ اور امانت اپنے مبارک ہاتھ سے اپنے فرزند دل بند حضرت قاضی شہ کو عطا کیا اور دونوں جہان کی طرح طرح کی نعمتوں سے انہیں نوازا۔ ان سے فرمایا، کہ میرے فرزند قاضی شہ کا پہلا مرید قطبیت کے مرتبہ پر فائز ہوگا، راجہ حامد شہ اسی وقت اپنے فرزند راجہ نور کو لائے، جو ابھی چھ ماہ کی عمر رکھتے تھے اور ان کو قاضی شہ کا مرید بنادیا۔ جب یہ خبر حضرت حسام الحق تک پہنچی، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو

جونعمت عطا کی تھی، اس نے خود لے لی اور جو کچھ میرے لڑکے کو حاصل تھا، اپنے لڑکے کو دے دیا۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے حضرت راجہ نور کو ولایت کے بلند مقامات اور ہدایت کے بلند درجات پر فائز کر کے وحید عصر اور فرید دہر بنا دیا تھا۔ ان کے کمالات اظہر من الشمس ہیں، اس سے بڑھ کر کیا کمال ہوسکتا ہے کہ قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین جیسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔ ''الولد سر لابیہ'' کے حکم کی روشنی میں اپنے والد بزرگوار کی کرامات اور خوارق عادات کے وارث تھے۔ سپہ گری کے لباس میں اپنے باطنی احوال کو چھپائے رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ۳ رمضان ۹۴۷ھ میں نور الٰہی کے جوار میں پہنچ گئے۔

ع شد نہاں نور بہ نور جاوید

متذکرہ بالا مصرع آپ کا مادہ تاریخ ہے۔ ''آفتاب نورانی'' بھی آپ کا مادہ تاریخ ہے۔ مندرجہ ذیل شعر کا دوسرا مصرع بھی مادہ تاریخ ہے۔

فکر تاریخ را چو دل بشتافت نور چشم رسول احمد یافت

موج :۔ احوال حضرت راجہ سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ

روح روانان رہروان، رہنمائے پیران، برگزیدہ اللہ تبارک، ولی کامل حضرت راجہ سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ: راجہ سید نور کے خلف وخلیفہ ہیں۔ بزرگ صاحب کرامت اولیا اور اکابر عاشقین میں سے ہیں۔ تصوف وعشق میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کی کرامت کا اندازہ اس بات سے لگانا چاہیے کہ آپ کے لڑکے راجہ سید مجتبیٰ بارہ سال کے تھے، کہ آپ نے رات میں وصال فرمایا۔ صبح کے وقت سید مجتبیٰ کی دایہ نے نوحہ وزاری کی حالت میں یہ بات زبان سے کہی، کہ مجتبیٰ کو ابھی تلقین بھی نہ کی تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، یہ کلمہ سن کر حضرت فوراً زندہ ہوگئے، اٹھے اور فرمایا، مجتبیٰ کے بعد یہ بندہ جائے گا، چنانچہ پانچ سال مزید اس دنیا میں رہ کر اپنے پیروں کی امانتیں اور تبرکات سے سید مجتبیٰ کو بہرہ ور کیا، تلقین فرمائی اور فرمایا، اب تم کو تربیت وصحبت کی ضرورت باقی نہ رہی، اور اس عالم سے ملاء اعلیٰ کی طرف کوچ کر گئے۔ سید مجتبیٰ کے احوال کی کیفیت بھی اسی واقعہ سے سمجھی جاسکتی ہے، کہ آپ کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے والد بزرگوار کو موت کے بعد زندگی عطا فرمائی۔

موج :۔ احوال حضرت راجہ سید احمد حلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

فانوس شمع عین الیقین، چراغ قندیل حق الیقین، خازن کمالات بلند، معدن تصرفات ارجمند، دائم مستغرق بمشاہدہ حضرت اللہ، قطب الاقطاب حضرت راجہ سید احمد حلیم اللہ بن راجہ سید مجتبیٰ بن راجہ سید مبارک بن راجہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ: دین کے اکابرین اور رب العالمین کے عاشقین میں سے ہیں، کرامت میں بڑی عالی شان اور ہدایت میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ رشد وہدایت میں اپنے اجداد کے کمالات کی یادگار اور جماعت تودرو وداد کے سرمایہ ناز معالی منقبت وعالی درجات تھے۔ اپنے آبائے بزرگوار سے دست بدست خرقہ پایا۔ ان کے کمالات کا اندازہ اس سے

کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں سنویری نامی ایک پرندہ پایا جاتا ہے، جو ہر قصبہ اور گاؤں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، اس کا دستور ہے کہ یہ پرندہ جانور کو مار کر اپنی بل میں لے جاتا ہے اور اسے چھ مہینے اپنے پاس رکھ کر فیض بخشتا ہے، پھر دو تین دن کے بعد وہ جانور زندہ ہو جاتا ہے اور اسی سنویری کے ہو بہو ہو جاتا ہے، آپ فرماتے، اگر فقیر کو تلقین اور فیض کے سلسلے میں سنویری کی قوت کی طرح قوت حاصل نہ ہو تو وہ کیسا فقیر ہے؟ شاہ خضر نامی آپ کا ایک مرید تھا، اسے اپنے ہمراہ چلے کے لیے حجرے میں لے گئے، چالیس دن کے بعد جب لوگوں نے دروازہ کھولا، حضرت نے فرمایا، خضر! پہلے تم حجرے سے باہر نکلو، خضر حجرے سے باہر آیا، حاضرین نے خضر کو بعینہ حضرت کی صورت میں پایا، بے اختیار لوگ خضر کے پاؤں پر گرنے لگے، خضر کہتا تھا، میں خضر ہوں، پھر بھی کسی کو حجرے میں حضرت کے مشاہدہ جمال کے باوجود خضر کی بات پر یقین نہ آتا تھا، جب حضرت خود حجرے سے باہر آئے تو لوگوں نے خضر اور حضرت کی صورت میں بال برابر بھی فرق نہ پایا، اس سے اس قول کو صحیح ثابت کرنا مقصود تھا، کہ آپ کی اہلیہ نے ایک روز فرمایا، کہ انسان اور خضر کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہے، خضر کو اپنے سامنے بلا کر اپنا مبارک چہرہ اس کے چہرے سے رگڑا آپ کے تصرف اور خرق سے خضر کے چہرے پر ایک ابھری ہوئی بلند خال پیدا ہو گئی جو پیر اور مرید کے فرق کی پہچان کا باعث بنی ۔آپ کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اس مختصر میں نہیں سما سکتے۔ حضرت شاہ غلام رشید بن ابوالکشف بدرالحق شیخ محمد ارشد بن عبدالرشید جون پوری کی تصنیف زاد الآخرت میں مرقوم ہے، کہ آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے میرے والد کے مزار کے پائینتی دفن کرنا تا کہ والد صاحب کے مزار کے زائرین میری قبر کو اپنے پیروں سے روندتے رہیں۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

عاشق ہم رنگ یار، فارغ از مشاہدہ اغیار، رہرو طریق صراط مستقیم، دل بے اشتباہ حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:
گردیزی مانک پوری سادات میں سے ہیں۔ سلسلہ چشت میں اپنے چچا خواجہ سید احمد حلیم اللہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بڑی شان اور ثبات قدم عطا فرمایا تھا، جو ان کے معاصرین میں کسی کے احوال میں کم پائے جاتے ہیں، آپ کے عالی قدر والد گرامی میر سید عبدالحق جو انتقال کر گئے، آپ ان سے بیعت و خلافت کے ذریعہ مشرف نہ ہوئے تھے، چند دنوں بعد سپہ گری کے پیشے کا ارادہ کیا، ان کے بزرگ چچا نے فرمایا کہ تم اپنے والد کی مسند خلافت پر کیوں نہیں بیٹھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کی زندگی میں بیعت نہیں کی ہے، بغیر بیعت کے سجادہ پر بیٹھنا اچھا نہیں ہے، پس راجہ سید احمد آپ کو گھوڑوں اونٹوں کے ساز و سامان، خیمے، دنیاداری کے ساز و سامان کے ساتھ اپنے مریدوں میں سے ایک امیر کے پاس لائے، ملاقات کے بعد اس نے ان کے پیشے کے لیے کوشش کی اور بہترین ضلع کی عملداری بیش قرار تنخواہ کے ساتھ ان کے لیے معین کی، راجہ سید احمد کی خدمت میں مسند خلعت بھیجی کہ یہ صاحب زادے کا خلعت ہے، میری مجال نہیں کہ دوسروں کے طریقے پر خلعت اپنی طرف سے دوں، حضرت نے خلعت اپنے دست حق پرست سے پہنایا اور رخصت کیا، اسی وقت ایک سیاح درویش پہنچ گئے اور راجہ سید احمد سے کہا کہ

''کلمۃ الحق'' ادا کیجیے! آپ نے مجلس کے مجمع کی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کہ وقت پر ادا کرلوں گا، تھوڑی دیر بعد جب بھیڑ کم ہوئی، اس فقیر نے دوبارہ درخواست کی، اس وقت میر سید ابراہیم اپنے چچا جان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، پھر حضرت سید راجہ احمد نے فرمایا کہ وقت پر کہا جائے گا، سید ابراہیم سمجھ گئے کہ اس وقت میرے علاوہ کوئی دوسرا خلل انداز نہیں، وہاں سے اٹھ گئے، لیکن دل میں کوئی کبیدگی نہ آئی کہ مجھے ایک امیر کا نوکر بنادیا ہے، ان احسانات کے باوجود مجھ کو مخل سمجھ، خیر میرا خدا مجھ پر کرم کرنے والا ہے، میں اس امیر کی نوکری نہ کروں گا، جوان کا مرید ہے، وہاں سے آکر اپنا ساز وسامان سواری پر لادا اور ارادہ کیا، کہ اپنے وطن کے لیے روانہ ہوں، لوگوں نے حضرت راجہ کو خبر کردیا، اپنے ایک مرید کو ان کی دلداری کے لیے بھیجا، حضرت میر نے فرمایا، اگر میں مخل (خلل انداز) ہوں تو میرے رہنے سے کیا فائدہ؟ اس مرید نے کہا، تم فرزندی کی وجہ سے ان کے لخت جگر ہو اور فقر کے معاملات میں تمہیں ان مقدمات سے مطلق کوئی نسبت نہیں، البتہ تم بیگانہ اور مخل ہو، یہ کبیدگی اور آزردگی کی بات نہیں۔ اس گفتگو کے دوران درویش نے محفل کو اغیار سے خالی پا کر حضرت راجہ سے کلمۃ الحق دریافت کیا، وہ بھی حضرت میر کی یہ گفت وشنید سننے کے لیے آیا اور سنا پھر حضرت راجہ کی خدمت میں عرض کیا، کہ یہ سپہ گری کے لائق نہیں ہیں، ان کے لیے اپنی نعمت، خلافت اور سجادہ نشینی تجویز فرمائیں، پھر حضرت راجہ خود ان کی دلداری کے لیے تشریف لائے، حضرت پیر کی زبان سے یہ جملہ نکلا، کہ میں اسباب دنیا کو نہیں چاہتا پھر کیا تھا، آپ نے گھوڑے اور دوسرے سامان وہیں بیچ کر اس کی رقم گھر بھیج دی، کہ قرض خواہوں کا قرض ادا کردیا جائے، حضرت میر کو اپنے مریدوں کے سلسلے میں داخل کرلیا اور فرمایا کہ مخلوق کے اجماع سے مانک پور میں سجادہ نشینی اور خلافت عطا کروں گا، پکا ہوا کھانا لوگوں میں تقسیم کیا، پھر ان کی تعلیم شروع کردی، چھ ماہ میں معرفت وحقیقت کے انوار اس رموز داں مرشد کی حسن تربیت سے آپ پر ظاہر ہوگئے۔

مانک پور آنے کے بعد مخلوق کے اجماع سے خلافت وجانشینی کا خرقہ آپ کو عطا کیا اور آپ مسند ہدایت پر بیٹھے، ایک عالم ان کا عقیدت مند ہوا، میدان ضلالت میں گم ہونے والوں کو ہدایت بخشی، آپ سے اس قدر صوری ومعنوی تصرفات عمل میں آئے کہ قلم ان کے بیان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اپنے پیروں کی رسم کے مطابق سرود سننا اور وجد وحال آپ کی عادت تھی، ان کے خوارق کی کوئی انتہا نہیں، یہ نیاز مند اختصار کے ساتھ ان اوراق کی برکات کے لیے چند باتیں بیان کرتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو سخت بیماری لاحق ہوئی، کہ زندگی کہ امید بالکل منقطع ہوگئی تھی، جب حالت احتضار (نزع) طاری ہوئی، آپ کے چاروں خلیفہ شاہ بدرالاسلام احمد پوری (توابع دریاباد) حضرت شاہ فتح محمد الہ آبادی، شاہ امام الدین اور شاہ نعیم الدین تھنگامی حاضر تھے۔ عورتوں کے نوحہ وفغاں کی آواز سے حضرت نے آنکھ کھولی، انہوں نے عرض کیا، کہ حضرت والا کے بچے چھوٹے ہیں، ابھی ان کی بیعت وتلقین نہیں ہوسکی ہے، بارگاہ الٰہی میں اپنی زندگی کے لیے دعا فرمائیں، کہ آپ کچھ دنوں اور لوگوں کی تربیت کے لیے دنیا میں زندہ رہیں، یہ بات سن کر آپ نے آنکھ بند کرلی، تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھول کر فرمایا، کہ پیروں نے بارگاہ الٰہی میں فقیر کی زندگی کے لیے استدعا کردیا ہے، چھ ماہ مزید دنیا میں رہنے کے لیے حکم الٰہی ہو چکا ہے، تم لوگ مطمئن رہو۔ پانچ چھ دن کے بعد کامل صحت حاصل ہوگئی،

اپنے لڑکوں میر عبدالحی اور میر میراں کو بیعت کیا، آپ نے انہیں خلافت عطا فرما کر ان کی تربیت کے لیے انہیں اپنے ان چار خلفا کے حوالے کیا، جن کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ چھ مہینے بعد حضرت کو بخار لاحق ہو گیا، فرمایا، یہ کون سا مہینہ ہے، لوگوں نے بتایا، جمادی الاولی، فرمایا، وہ چھ، وہ پورے ہو گئے، اپنی زندگی کے لیے حق تعالی سے جن کا میں نے وعدہ پایا تھا۔ بیماری دن بدن بڑھتی ہی رہی، ۴ر جمادی الاولی کو جب آپ پر حالت نزع غالب ہوئی، آپ کی سرائے کی مسجد میں رجال الغیب آئے، آپ نے خادموں سے فرمایا، کہ درویشوں کی خدمت کرو، جب لوگوں نے روٹی اور پانی پیش کیا، ان لوگوں نے کہا، یہ مرد حق کل اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا، ہم لوگ ان کے جنازے کو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے آئے ہیں۔ ۵ر جمادی الاولی ۱۰۷۰ھ میں ملاء اعلی کی طرف کوچ کر گئے۔ آپ کی قبر مانک پور میں ہے۔

آپ کے دونوں صاحب زادے صاحب مقامات وحالات، طالبین کی تلقین وارشاد کرنے والے اور سلسلہ کو قائم رکھنے والے ہوئے، عبدالحی کی تاریخ وصال "آفتاب کرامت" ہے۔ مرشد وقت میر سید ابراہیم بن میر میراں بن سید ابراہیم بہت بڑے بزرگ، صاحب کمالات اور تصوف میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ان کے لڑکے سید راجہ نور کا وہی حال ہے جو ان کے دادا کا تھا، وہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ مولف بحر زخار سے محبت کرتے تھے۔ شاہ بدرالاسلام احمد پوری سید ابراہیم اعلی کے محبوب ترین مرید تھے۔ سید ابراہیم اعلی نے دنیاوی وراثت کی تقسیم کے وقت ان کو اپنے صاحب زادوں کے برابر حصہ دیا اور خلافت سے ممتاز کیا مگر انہوں نے اپنی طرف سے اپنا حصہ پیرزادوں کے سپرد کر دیا اور ان کی تربیت کی۔ زندگی بھر اپنے پیر کے آستانے سے جدا نہیں ہوئے، ۲۷ر جمادی الاولی ۱۱۲۱ھ کو وفات پائی۔ اپنے پیر کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

شاہ امام الدین اور شاہ نعیم الدین جھگامی، میر سید ابراہیم اعلی کے مریدین وخلفا میں سے ہیں، بڑی ریاضتیں کر کے حالت قوی حاصل کی اور وفات پائی۔

مولانا عبدالباسط امیٹھوی کے والد محمد صالح، سید ابراہیم اعلی کے خلفا میں ہیں۔ شیخ ہیلا امیٹھوی بھی ان کے خلیفہ ہیں۔ پیر کا تصرف دیکھا اور ان کے مرید ہو گئے۔

شاہ بلال الدین الہ آبادی، بدرالاسلام کے خلیفہ اور سید ابراہیم اعلیٰ کے مرید ہیں۔ صاحب کرامت تھے۔ ایک بار لٹیروں نے مسافروں کو قتل کر دیا، آپ نے تصرف دکھایا، ڈاکو خود حاضر ہو گئے اور اسلام قبول کیا، توبہ کر کے مرید ہو گئے اور تلقین پائی۔ ایک ڈاکو کا مومن شاہ، دوسرے ڈاکو کا لال شاہ نام رکھا گیا، شاہ دین علی اور شاہ رفیق جو شاہ مومن کے فیض یافتگان میں سے ہیں، صاحب حال اور اہل علم تھے۔ دیار عرب میں جا کر مقیم ہو گئے۔ شاہ مومن کے اکثر علما مریدین اکبر نگر میں ہیں، بنگال کے ایک عالم شاہ مومن کی بدولت صاحب کرامت مجذوب ہوئے۔ ان کا مزار تیلیہ گڈھی میں ہے۔ آپ کے مزار سے لوگوں کو صوری ومعنوی فیض ملتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید شاہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ

سید ظاہر کرامات، افضل الدہر باکثیر علامات، اشرف فرزندان حضرت احمد، تاج العاشقین حضرت سید شاہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے آباواجداد سبزہ وار سے ہندوستان آکر الہ آباد کے توابع میں سیدانہ معمولہ سہ نامی ایک گاؤں میں سکونت گزیں ہوئے، تاج العاشقین نے ابتداءً تحصیل علم کیا، تین چار کتابیں ختم نہ ہوسکی تھیں کہ عالم گیر اورنگ زیب کے سپاہیوں میں نوکر ہوگے، جب آپ پر جذبہ حق طاری ہوا، ایک درویش کی طرف رجوع کیا، وہ درویش ایسے شخص کو تلقین نہیں کرتے تھے، جو مکمل تحصیل علم سے فارغ نہ ہوگیا ہو، سید کے لیے باقی کتابوں کا پڑھنا ضروری ہوگیا، رت میں اپنے پیر سید ابراہیم کو خواب میں دیکھا، حکم دیا، اس جگہ کیا کی ہے کہ دوسروں سے التجا کرتے ہو، سید نے بادشاہ سے رخصت لی، بادشاہ نے غازی پور کے جزیہ کی امانت پر مقرر کرکے رخصت کردیا۔ جب سید فتح محمد غازی پور کے عامل تہماس خاں کے ہمراہ مانک پور پہنچے، تہماس خاں نے انتہائی عقیدت کے ساتھ میر سید ابراہیم کی خدمت کی اور منت وزاری کے ساتھ سید ابراہیم سے غازی پور آنے کی درخواست کی، جو مقبول ہوئی، سید نے وہیں اپنے پیر سے تلقین پاکر مجاہدات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، سید ابراہیم مانک پور آکر جوار رحمت سے جاملے۔ حضرت سید نے دنیاوی اسباب کو راہ خدا میں لٹادیا۔ کمال توکل کے ساتھ الہ آباد میں طاعت وعبادت میں زندگی بسر کی، آخر آخر میں ان پر استغراق غالب آگیا تھا، تین تین دن تک افاقہ نہ ہوتا تھا، تیز ہوا اور انسان کے قدم کی آہٹ سے بھی ان پر وجد طاری ہوجاتا، اس حال میں بھی آپ نے نماز نہ چھوڑی اور کسی بھی حالت میں حقوق شرع ترک نہ کیے۔ ان کی بہت سی کتابیں ہیں مثلاً تفسیر محمدی بر کلام اللہ، موافق حقائق تفسیر، حل المشکلات، رسالہ در حقائق ومعارف تصوف، مجمع الانوار، مجمع الاسرار۔ آپ کا سارا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان میں ہے۔

۱۵ رجب ۱۱۴۳ھ بروز بدھ اپنے گاؤں میں وصال فرمایا، ان کا مزار الہ آباد کے مشرق میں قصبہ سیدانہ میں واقع ہے، جو الہ آباد سے نوکوس کے فاصلے پر ہے۔

ان کے بعد ان کے لڑکے سید ظہور نے طاعت وعبادت اور تقوی وطہارت کے ساتھ پورے حقوق صوری و معنوی کو ادا کرتے ہوئے مسند سجادگی کو زینت بخشی۔

موج :۔ احوال حضرت ابوالغوث مشہور بگرم دیوان رحمۃ اللہ علیہ

صندوق گرمی اشتیاق، درج گوہر محبت ووفاق، تصوف ومشیخت عنوان، حضرت ابوالغوث مشہور بگرم دیوان رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ فتح محمد کے خلیفہ اعظم ہیں، زہد وورع، بذل وسخا میں ممتاز تھے۔ فنا کو دوست رکھتے تھے، تواضع کو شعار بنالیا تھا، طالبین کی تربیت میں دست قوی رکھتے تھے، بہت سے لوگ آپ کے طفیل معرفت سے بہرہ ور ہوئے۔ ہندوستان میں درویشوں کو اکثر دیوان کہتے ہیں، جلال کی وجہ سے آپ کو لوگ گرم دیوان کہتے تھے۔ ان کے اچھے اچھے مرید ہوئے ہیں، مثلاً شاہ بدر عالم قادر قدوائی کے بھائی مولوی رحمت اللہ قدوائی جو قلبی تزکیہ وتصفیہ کے مالک، زہد میں مرتاض اور تقوی میں ممتاز تھے اور میر غلام محمد محمد آبادی، میر احمد اللہ گورکھ پوری، شاہ عبدالرحیم دکھنی، شاہ نور محمد ہیزم فروش اکبر آبادی، شاہ عبداللطیف، شاہ ولی وغیرہ جو کامل مراتب فقر رکھتے تھے، جب حضرت گرم دیوان نے وفات پائی، تو اپنے گاؤں

ولید پور بھیرہ (لوہرا) توابع اعظم گڑھ میں مدفون ہوئے، فی الحال شاہ عبداللہ ان کے خلیفہ اور قائم مقام ہیں۔ وہ نماز معکوس کے طریقے پر عبادت کرنے کی طرف مائل ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ بڈھ رحمۃ اللہ علیہ

بیادِ دوست مسرور، حضرت شاہ بڈھ ساکن مارا پور رحمۃ اللہ علیہ:

مارا پور کے رہنے والے ہیں، مارا پور چنار کے نواح میں ایک گاؤں ہے، راجہ سید مرتضیٰ مانک پوری کے مرید ہیں، دنیا کی سیر وسیاحت کرکے دہلی آئے، سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ سے بھی نعمتیں پائیں، محمد شاہ کے لڑکے مرزا احمد کا پیشاب پاخانہ بند ہوگیا تھا، فقرا اور اطبا دعا علاج سے عاجز ہوچکے تھے، آپ کو لوگ شاہی محل میں لے گئے، آپ کے پہنچتے ہی سلطان زادہ کو صحت مل گئی۔ انتہائی اعتقاد کی وجہ سے قلعہ کے جھروکہ کے پاس ایک تکیہ تعمیر کیا اور اس میں آپ کو آباد کیا، جہاں آپ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ عبادت میں مشغول رہے، آپ نے اپنے لباس وخوراک کی وضع کو مطلقاً تبدیل نہ کیا۔ شاہی نذرانے مسکینوں پر خرچ کردیتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ فروتنی اور عاجزی وانکساری آپ کا خاصہ اور شعار تھا۔ شاہ چھید امجذوب جن کے احوال ''لجہ مجاذیب'' میں بیان کیے جائیں گے، آپ کے مرید تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ بندھو مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ

کاشف اسرار قلوب، از غلبہ تجلیات مقلوب، دائم بحضور حضوری، یگانہ زمانہ حضرت شاہ بندھو مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ:

راجہ حامد شاہ کے نسب سے ہیں۔ معصوم علی کہتے ہیں، ان پر بدرجہ اتم استغراق غالب تھا۔ مقدور وطاقت کے باوجود زبان پر حرف محبت نہ لاتے، ایک دن کسی سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ اس نے کہا، ''پاسبان صاحب'' اس بات کے سننے کے بعد فوراً وجد میں آگئے، کھڑے ہوئے تاکہ اس شخص کے قدموں کو پکڑ لیں، پاسبان بھاگا، آپ نے پیچھا کیا، ایک خندق میں گر پڑے، تین دن رات وہیں بے ہوش پڑے رہے، لوگوں نے خبر پائی، تو اٹھا کر آپ کے گھر لائے۔

وضو کے وقت اکثر آپ پر استغراق طاری ہوتا، دوسری نماز کے وقت تک یوں ہی بیٹھے رہتے، ایک گویا عورت نے ایک دن گایا، آپ نے خوش ہوکر دعائے خیر کی، ناظم الہ آباد سے اس عورت کو بہت نفع ہوا۔

۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سلونہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ

عارف بالیقین، کامل صاحب ارشاد وتلقین، از خاصان اصحاب حضوری، حضرت شیخ سلونہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ عالم بے نظیر، کمال صفا میں کامل، مجاہد ومشاہد خدا، افضل زماں ہیں۔ کشف واستغراق میں کمالات وحالات کی برتری میں یگانہ جہاں ہیں، اخوند درویزہ، تذکرۃ الابرار میں لکھتے ہیں، ہمارے شیخ وامام یعنی حضرت شیخ سلونی شغل ظاہر وباطن میں سچے تھے۔ ماسوا اللہ سے بالکل علاحدگی رکھتے تھے۔ درس کے علاوہ کوئی گھڑی اعمال جوارح سے خالی نہ ہوتی، یہاں تک کہ ان کے دائیں ہاتھ کی انگلی، جس طرح حالت تسبیح میں انگلیوں کے پور ہلتے رہتے ہیں، حرکت ہوتی رہتی۔

شغل باطن میں استغراق غالب تھا۔ ایک روز چھت پر ذکر کے دوران آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے خود ہو کر نیچے گر پڑے اور آپ کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی، ان کا سر اسی طرح متحرک تھا۔ ایک روز فقیر نے گائے کا کچا بچہ پکا کر حضرت کی دعوت کی، فقیر کے غربت کدہ کے دروازے پر آئے، فرمایا، اے سید علی! اس طرح کا گوشت شریعت میں حلال نہیں ہے، یہ کہا اور واپس چلے گئے، میں نے سارا گوشت باہر پھینک دیا۔ اس طرح کے ان کے بہت سے کشف وکرامت لکھے گئے ہیں، جو اس مختصر میں بیان نہیں کیے جاسکتے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

افضل آفاق، سر قافلۂ اہل وفاق، خلاصہ خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت میر سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

اکابر مشائخ اور ذات خداوندی کے اہم عاشقین میں سے ہیں، حضرت راجہ حامد شہ مانک پوری کے مرید وخلیفہ ہیں۔ تذکرۃ الاسرار میں اخوند درویزہ نے اس حکایت ترک کے علاوہ کچھ اور نہیں لکھا، کسی کتاب میں میں نے اس حکایت کو نہیں پایا۔

جب شیخ سالار اخوند درویزہ جیسے حضرات آپ کے خلفا ہیں، تو اس سے بڑھ کر اور کون سا کمال ہوسکتا ہے، شیخ سالار کے خلف وخلیفہ معتصم بعروۃ لوثقی کہتے ہیں، جب حضرت دستگیر سید علی ترمذی بمقام پانی پت سپاہانہ وضع قطع میں شیخ اشرف بوعلی قلندر کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور مکمل تاثیر پیدا ہوگئی، گھوڑا اور ہتھیار بقال کے سپرد کر دیا کہ میرے والد تک پہنچا دینا اور پھر خود والد سے ملاقات نہ کی۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس علمائے عالمین، غریق بحر محرمی، حضرت شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ:

قابل تعریف مشائخ میں تھے، مشاہدہ سے مہجورین کی آسائش کا سامان، اپنے عہد کے ولی کامل، اپنے زمانے کے صاحب عزت وشان صوفی، جمال ذات خداوندی کے مشتاقین کے ہادی اور بے علامت رہرووں کے رہنما تھے۔ اخوند درویزہ "تذکرۃ الابرار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ سالار صاحب ورع، متشرع، صوفی باصفا، باوفا، باکمال، بلند مرتبہ والے تھے، جو عشق واتحاد، انکساری وفروتنی اور ریاضت وعبادت ان کے اندر پائی جاتی تھی ان کے معاصرین میں کم پائی گئی۔ اسی طرح تذکرۃ الابرار میں ان کا یہ قول بھی مذکور ہے، آپ کے فضل وکمال کو اس مختصر میں نہیں بیان کیا

جاسکتا۔ان کی بعض روایتیں ملا اخوند درویزہ کے احوال میں لکھی جائیں گی، ان کی ایک عجیب کرامت یہ ہے کہ ان کے لڑکے کو شکار میں دشمنوں نے زخمی کر دیا، انہوں نے اس زخم کا اثر اپنے ہاتھ پر لے لیا اور اسی بیماری میں وفات پائی اور ان کے لڑکے کو کوئی خطرہ نہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ

ناظر اسرار کونین، حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ سالار کے خلف وخلیفہ ہیں۔ان کے کمالات کا اندازہ اس سے کرنا چاہیے، کہ ان کے والد کے وصال کے بعد اخوند درویزہ ان کے گھر گئے، اس وقت آپ مراقبہ میں تھے، سر اٹھایا، فرحت ونشاط ظاہر کی اور فرمایا، ابھی میرے والد نے مشاہدہ میں مجھ سے فرمایا ہے کہ میں نے دو خرقے چھوڑے ہیں، ایک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے معتقدین کے درمیان بطور تبرک تقسیم کر دو اور دوسرا اس شخص کو دے دو جو اس وقت آجائے، دیکھا گیا کہ دونوں خرقے حاضر ہے۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید علی معروف با خوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ

عنقائے قاف قدرت، مظہر مقدمات ندرت، با نفس خود دائم در ستیزہ، ہمائے اوج کمال حضرت میر سید علی معروف با خوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ سالار کے مرید ہیں، شیخ سالار میر سید علی ترمذی کے مرید ہیں اور وہ راجہ سید حامد شہ حامد الدین قطب عالم وشیخ نور کے مرید ہیں، جو شیخ حسام الدین کے پیر تھے، جن کا نام نور الدین لکھا اور دستور کے مطابق تمام پیران دستگیر کے ناموں کو بھی ''دین'' کی اضافت کے ساتھ تحریر کیا۔

حضرت اخوند عظیم الشان مشائخ میں سے تھے۔سنت کی پیروی میں آپ کی طرح بہت کم لوگ ملتے ہیں، وہ اولیائے تحت قبا تھے، پیر کے ساتھ ہمیشہ سماع میں احتساب کیا کرتے تھے، ایک بار ان کے پیر سماع میں مشغول تھے، اخوند درویزہ نے ان کے کپڑے کی آستین پکڑی، انہوں نے اپنی آستین جھاڑی، اخوند وہاں سے متصل ایک پہاڑ پر جا کر گرے، جب پیر کو افاقہ ہوا، آپ کو بلایا۔

حضرت اخوند تذکرۃ الابرار میں لکھتے ہیں، کہ میں بچپن ہی سے علما اور فقرا کی خدمت میں رہا کرتا تھا، میرے والد چاہتے تھے، کہ مجھے بادشاہ کا ہم نشیں بنائیں، اس بہانے سے میں پانی پت گیا، اپنے والد سے راہ خدا کے لیے چھٹی پا گیا اور مانک پور پہنچا، شیخ سلونہ سے جن کا ذکر گزر چکا ہے، ہدایہ تک تعلیم پائی، میں ان سے طالب ارشاد ہوا، انہوں نے مجھے خط اجمیر میں شیخ سالار کے سپرد کر دیا اور میری سفارش کی، نیز فرمایا، اے سید! جن لوگ کہ سادات کے لیے مناسب یہ ہے کہ انہیں مخدوم بنایا جائے، خادم نہ بنایا جائے، مگر اس کام کا طریقہ اور زنگ آلود آئینہ کی صفائی خادمی سے ہوتی ہے، مخدومی سے نہیں، پھر انہوں نے مصلے کی خدمت میرے حوالے کی، میں نے قبول کر لیا، پھر انہوں نے مجھے تلقین کی اور مجاہدات میں لگا دیا، بالآخر پیر کے اقوال ذاحوال میرے نہاں خانہ دل میں جاگزیں ہو گئے،، انہوں نے

مجھے دوسروں کی تلقین کی اجازت دی، جب میرے پاس مخلوق خدا کا ہجوم بہت بڑھ گیا، مجھے محسوس ہوا کہ یہ ہجوم بارگاہ خداوندی کی حاضری سے مجھے روک دے گا، میں نے پیر سے عرض کیا، کہ آپ مجھے ایسے ہنگاموں سے نجات دلائیں! مرشد نے فرمایا، کوہستان میں چلے جاؤ، میں نے کشمیر کا رخ کیا، اولاراوند نامی گاؤں میں پہنچا، وہاں کیلاس نام کے ایک بزرگ تھے، انہوں نے مجھے دیکھ کر ایسی آواز لگائی، کہ گاؤں والے فوراً حاضر ہو گئے، ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو جسے پہلے خواب میں دیکھا تھا، اس کی علامتوں کی وجہ سے پہچان لیا، اس نے میری ارادت میں سب سے زیادہ مبالغہ کیا، میں وہاں سے اپنے پیر کی بارگاہ کا قصد کر کے آگے بڑھا، ایک منزل پر پہنچا تو مجھے معلوم ہوا، کہ پیر وفات پا چکے ہیں، میں خانقاہ میں آیا، مرشدزادہ شیخ حسین اس وقت مراقبہ میں تھے، انہوں نے گریبان سے سر نکالا، میری ملاقات پر فرحت ونشاط کا اظہار کیا اور وہ خرقہ جو انہوں نے اپنے والد سے میرے نام پر پایا تھا، مجھے عطا کیا اور کہا کہ تمہارے پیر نے پہاڑوں میں قیام کا حکم دیا ہے، اب آپ کو اختیار ہے، چاہیں تو پہاڑ پر چلے جائیں، چاہیں اپنے گھر جا کر بیٹھ جائیں اور مخلوق خدا کی رہنمائی فرمائیں، پس میں وطن آ گیا۔ حاجی سیف اللہ اور ملک گدائی ملکان ککبانی نے مجھے کچھ دنوں پر سور میں روک لیا پھر رخصت کیا۔

واضح رہے، کہ اخوند درویزہ کا قدم شریعت پر سخت راسخ تھا، بہت سے ملحدوں کی رہنمائی فرمائی۔ تذکرۃ الابرار میں احکام شریعت وطریقت کے باب میں ان کے کلمات تامہ اتنے لطیف ہیں، کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ہمایوں بادشاہ اور شیر شاہ سوری کے عہد میں تھے، ایک بڑی جماعت بلکہ لاکھوں افغانی آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ۱۰۰۱ھ میں تذکرۃ الابرار تحریر فرمائی۔ ان کے وصل کی تاریخ نظر سے نہیں گزری۔

اخوند موسیٰ اور اخوند رحمت نام کے دو لائق وفائق خلف وخلیفہ چھوڑے، جو ولایت آفاق کے سرمایہ دار اور دنیا میں مشہور صاحب کرامت بزرگوں میں سے ہوئے، دونوں نے ایک ہی لفظ ومعنی کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں یہ مناجات کی، جو قبول ہوئی، کہ جو شخص بھی اپنے بچوں کو بھیڑیے یا چیچک سے حفاظت کے لیے تیرے ان دونوں بندوں کی نسبت سے دعا کرے، اس کی دعا تیری بارگاہ میں قبول ہو جائے، ہمارے دیار میں یہ رسم جاری ہے کہ بچے ان بزرگوں کے فیض سے مذکورہ خدشات سے محفوظ رہتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

موج :۔ احوال حضرت میر سید جلال رحمۃ اللہ علیہ

نقاوائے خاندان نبوت، خلاصہ دودمان ولایت، مقتدائے اصحاب فضل وکمال، افضل روزگار حضرت میر سید جلال رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت راجہ نور کے مرید وخلیفہ ہیں۔ مال بسنت، درویشی کے مجاہد اور متوکل کے لقب سے مشہور ہیں۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ان کے والد سید صدر الدین حسین متوکل تھے، گرز سے ہندوستان آئے اور اودھ میں مقیم ہوئے، سپہ گری سیکھی، جب ابراہیم شاہ لودی پانی پت میں بابر شاہ بادشاہ کی فوج کے ہاتھوں قتل کیا گیا، آپ کے والد بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے، حضرت نے سُرہر پور میں الہداد احمد شریف جون پوری سے چار سال تک تلقین پا کر مجاہدہ کیا اور

اپنے صاحب زادے کو آگرہ سے اپنے پاس بلالیا، فاقے سے رہنا آپ کی عادت تھی، روزمرہ خرچ کے لیے کسی بھی حاکم سے ذرا سی بھی رسم ملکیت قبول نہ کی، اسی وجہ سے آپ کا لقب متوکل، دنیا میں مشہور ہوگیا۔

کہتے ہیں، کہ دو قلندر آپ کے دروازے پر پہنچے، خادم باہر آیا، قلندروں نے کہا، سید تک ہمارا سلام پہنچا دو، خادم نے نام پوچھا، انہوں نے جواب دیا، سید کو معلوم ہے، جب سلام حضرت سید جلال تک پہنچا، تھوڑے تامل کے بعد خادم سے فرمایا، جاؤ، جمال اور حسین کو بلالاؤ، جب ان دونوں قلندروں نے اپنا نام سنا، معتقد ہو کر فوراً بیعت ہوئے، انہوں نے ہدایت کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے حکم دیا، کہ پہلا ارشاد یہ ہے کہ کبھی بھی درویشوں کی آزمائش نہ کرو، اس کے بعد مجاہدہ کی تلقین حاصل کی اور اپنے کاموں کی تکمیل کی۔ رحلت کے وقت خرقہ اپنے فرزند سید بدرالدین کو عطا فرمایا، جن کا ذکر آگے آئے گا، لوگوں نے دوسرے صاحب زادے کی یاد دلائی، فرمایا، میرے پاس ایک خرقہ تھا، جو ایک کو دے دیا، دوسروں کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، ۱۰/ ذی الحجہ ۹۶۹ھ عین نماز عید قرباں میں عید گاہ کے اندر وصال فرمایا۔ آگرہ میں دفن کیے گئے۔ ''شیخ جہان'' آپ کی تاریخ وصال ہے۔

موج :۔ احوال حضرت سید بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

نگہبان حدود شریعت، پاسبان اسرار طریقت، بااقلیم ولایت سلطان آئین، مجموعہ کمالات حضرت سید بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سید جلال متوکل آگرہ کے خلف وخلیفہ ہیں۔ شریعت کے لباس میں ہمیشہ حقائق ومعارف بیان کرتے تھے، قوی کشف رکھتے تھے، علوم ظاہری میں ابوالفتح تھانیسری اور شیخ جلال انصاری کے شاگرد تھے۔ علوم باطنی اپنے والد سے حاصل کیے تھے۔ آپ حقیقت اسرار کو نظم ونثر میں لکھ کر علماء کے سامنے پیش کرتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی تھی، اہل عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آگرہ میں آکر آپ سے مرید ہوئے اور اسی وقت واپسی کی اجازت لے کر اپنے وطن چلے گئے، شیخ محمد صوفی نام کے ایک بزرگ جوان کے ساتھ نکلے، انہوں نے ان عربوں سے سنا، کہ جس سال سید صاحب کی ڈاڑھی سفید ہوگی، اسی سال ان کی وفات ہوگی۔ جب ان کی عمر ۵۵/سال کی ہوئی، ان کی ڈاڑھی سفید ہوگئی، اسی سال ۶/ صفر سے دو ماہ تک استسقا کی بیماری میں رہے، لیکن اس دوران بھی فرائض وسنن اور نوافل کی ادائیگی جس طرح جوانی کے عالم میں اپنے اوپر لازم کرلی تھی، اس میں فرق نہ آنے دیا۔ آپ کی ولادت ۹۴۳ھ میں ہوئی۔ ۲۶/ ربیع الاول ۹۹۸ھ کو شہر کے بزرگوں کی دعوت کی اور اپنے فرزند سید بہاری کو سجادہ نشیں کرنے کی وصیت کی، اسی ماہ ربیع الاول میں آخری تاریخ یا ۲۹/ تاریخ کو وصال فرمایا۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ عبدالغنی فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ

ہم چشم فرقہ نوری، حضرت مخدوم شیخ عبدالغنی فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ حسام الدین فتح پوری کے فرزند ہیں۔ حضرت شیخ معروف جون پوری سے خلافت رکھتے تھے۔ بڑے

صاحب ریاضات ومقامات اور حامل کرامات بزرگ تھے۔علم وفضل میں مشہور عالم ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت غلام چشتی رحمۃ اللہ علیہ

غواص بحر وصال، لغت غامض صحیفہ کمال، بے اشتباہ بہشتی، حضرت غلام چشتی رحمۃ اللہ علیہ:
اکابر مشائخ چشتیہ نظامیہ میں سے ہیں، گجرات میں رہتے تھے۔عبادت وریاضت کی طرف بہت مائل تھے۔ خوارق وکرامات میں بڑے ممتاز اور بلند احوال رکھنے والے تھے، تصوف میں آپ کے مجاہدہ کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ عشا کے بعد مراقبہ میں سانس بند کرتے تو تہجد کے وقت سانس چھوڑتے، تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر سانس روکتے تو فجر کا وقت آجاتا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہ

صحیح الاحوال، صاحب دولت بے زوال، در کسوت دلق شاہ، حضرت شاہ محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ غلام چشتی گجراتی کے مرید ہیں، صاحب ترک وتجرید بزرگ تھے، بڑی ریاضتیں کرتے تھے، شیخ عبدالحق کے فرزند شاہ فقیر احمد کہتے ہیں، شروع میں جب وہ اس ملک میں آئے، شیخ جمال گونجرہ کے مزار پاریاضت کی اور ان کی پاکیزہ روح سے نسبت پیدا کی، تین چار دن کے بعد جنگل سے لکڑی لاکر فروخت کی اور اس سے اپنی روزی حاصل کی، پھر گجرات پہنچ کر اپنے مرشد سے بیعت ہوئے، ان سے مکمل فیض پاچکے تو پیر سے سفر حجاز کی رخصت لی، وہاں کی زیارتوں سے مشرف ہوکر لکھنؤ آئے اور شیخ مینا کے مزار پر چلہ کیا، پورے چلے میں صرف چار بار افطار کیا۔وہاں سے رودولی گئے، حوض دودھا دھاری پر ایک حجرے کو بند کر کے چھ مہینہ چلہ کیا، تین دن کے بعد ایک پیالا دودھ سے افطار کرتے، جب چلہ سے باہر آئے تو چھ مہینہ تک خاموش رہے۔ان سے کرامت کا صدور ہوا، مولف بحر زخار کو بھی ان کی خدمت میں حاضری کا شرف ملا ہے، بڑے بابرکت آدمی ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

شرح احوال آں ترجمہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود، سرخیل پیروان وحدت وجود، بحر جمال ذوالجلال، فاتح مہمات اہل کمال، نخل بند بوستان سنت، خارچین گلستان بدعت، بمرتبہ بمتقدمین بزمان متاخرین، قطب الاقطاب حضرت بندگی نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:
آنحضرت کو بندگی میاں امیٹھی کہتے ہیں، ارباب مشاہدہ کے مقتدا، ارباب مجاہدہ کے پیشوا اور تصوف میں انتہائی بلند شان رکھنے والے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں بہت ہی بلند وبالا مرتبہ پر فائز تھے، سرود سننے سے اعراض کرتے تھے اور فرماتے تھے، اختلاف میں کیوں پڑا جائے، اپنے اعلیٰ اسلاف کی پیروی کرنی چاہیے، حامد شاہ مانک پوری کے صاحب زادے حضرت سید راجہ نور کے مرید اور شیخ معروف جون پوری کے خلیفہ اور شاگرد

تھے۔ بہت ہی بلند و بالا کرامتیں اور خوارق عادات کے مالک تھے۔ ایسے ہما کی حقیقت جس کا ایک بیش قیمت سایہ سیکڑوں فقیروں کو تخت ولایت پر متمکن کرتا ہے، زاغ قلم کی نوک سے کس طرح بیان ہوسکتی ہے، اور اس عنقا کی صفت جس کی محبوب طبع غذا قاف قدس میں معین ہے، اسے کاغذ کے دسترخوان پر چن کر پیش کرنا بے جا ہے۔ حقائق حقیقت کے شارح اور ناخدائے کشتی شریعت ہیں۔

ایک دن خانقاہ سے باہر آئے، ہندوؤں کی ایک جماعت ہولی کے زمانے میں دف بجاتی اور گاتی ہوئی گزری، آپ کھڑے ہوگئے، وہ جماعت بھی کھڑی ہوگئی، آپ کے صاحب زادے بندگی شیخ محمد نے آپ سے التماس کی کہ حضرت کو ان چیزوں سے نفرت ہے، پھر اس میں تامل کا کیا سبب ہے؟ فرمایا، ساز وسرود کی لکڑیاں مجھ سے اپنی سرگزشت بیان کرتی ہوئی کہہ رہی ہیں کہ ہم تقسیم کرکے بوئے گئے، بڑے ہوئے، پک گئے اور بے دریغ ہم کو کاٹا گیا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمیں اس طرح کردیا گیا کہ ہم بالفعل لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے اور ہم نے لوگوں کو خوشی ونشاط عطا کی، مگر اس آواز کے سننے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حاکم لکھنؤ کا ایک امیر بزرگوں سے نفرت کرتا تھا، حضرت کے کمالات روحانی کی شہرت سن کر ایک دن طرح طرح کے لذیذ کھانوں اور ولایت کے تازے میوے جن کا ہندوستان پہنچنا ممکن نہ تھا، ایک کاغذ پر ان کی فہرست لکھ کر رکھ لی کہ کل ان کی خدمت میں اسے بھیجوں گا، اگر وہ یہ تمام کھانے اور میوے مجھے عطا کریں گے، بہتر ہے، ورنہ میرے اوپر الزام انکار نہ ہوگا۔ آنحضرت اس وقت اپنے باطنی کمال کے سبب اس معاملہ سے آگاہ ہوگئے، خود بھی ان تمام میووں اور کھانوں کو ایک کاغذ پر نوٹ کرلیا۔

ولایتی میووں کے لیے خدا کی بارگاہ میں دعا کی، جب امیر ان کی خدمت میں پہنچا، تمام میوے اور کھانے وہاں موجود پائے، کھانے کے بعد حضرت نے اپنی تیار کردہ لسٹ نکال کر اسے دی، کہ اپنے کاغذ سے مقابلہ کرلو کہ تمام چیزیں تمہیں ملیں یا کوئی چیز باقی بھی رہ گئی ہے، امیر نے عذر پیش کیا اور زمین پر سر نیاز رکھ دیا، مگر اس وقت کے عذر سے کیا فائدہ کہ وہ نفس رانی میں مبتلا ہوچکا تھا، وہ بلا میں گرفتار ہوگیا۔

ایک دن شیخ نظام الدین نارنولی نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، کہ شیخ نظام الدین امیٹھی کے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہونے کے باوجود سرود سے نفرت کرتے ہیں، میں جارہا ہوں اور انہیں سرود کی مجلس میں شریک کروں گا، جب وہ امیٹھی کے قریب پہنچے، خواب میں دیکھا، کہ بلند کشادہ خیمہ نصب ہے، اس میں سرود ہورہا ہے، شیخ نظام الدین نارنولی نے چاہا، کہ اس میں داخل ہوں، لوگوں نے جانے نہ دیا اور کہا گیا، کہ یہ سرود ان لوگوں کے لیے ہے، جو دنیا دی سرود کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ صبح کے وقت شیخ نظام الدین نارنولی امیٹھی پہنچے اور شیخ مخدوم خاص کی خانقاہ میں اترے قطب الاقطاب ان کے دیدار کے لیے آئے، دونوں حضرات مل کر مسرور ہوئے۔ صبح کے وقت شیخ نظام الدین قطب الاقطاب کی خانقاہ میں آئے، قوالوں نے حاضر ہوکر سرود کا آغاز کردیا، قطب الاقطاب انتہائی اخلاق مندی اور مہمانداری کا لحاظ کرتے ہوئے رکے رہے، خادموں سے فرمایا، ایک چادر سے میری طرف پردہ کردو، لوگوں نے ایسا ہی کیا، شیخ کا ایک خاص مرید حیرت واستعجاب کے ساتھ اٹھا کہ یہ باریک پردہ سرود کی صدا سے کس طرح رکاوٹ بن سکتا ہے، چادر کے پیچھے صف میں بیٹھ گیا، تو اسے معلوم ہوا، کہ یہ چادر کوہ قاف کا حکم رکھتی ہے، وہاں سرود کی آواز مطلق پہنچ

آپ کے اس طرح کے کمالات کتنے لکھے جائیں۔ ستر سال کی عمر میں مقام احدیت فی الصمدیت پر فائز ہوئے اور بندگی جعفری کی ولادت کا مژدہ پایا، چنانچہ یہ قصہ ان کے احوال میں لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ایک بار قنوج کے سفر میں آپ دریا کے اوپر چلے۔

شیخ نظام الدین امیٹھی کا مبارک نام ظاہری و باطنی مہمات کی فتح کے لیے بڑی تاثیر رکھتا ہے اور اس کے دو طریقے ہیں سات یا نو یا چودہ آدمی اسم مبارک باوضو ہو کر ایک لاکھ بار پڑھیں، سات دن، نو دن یا چودہ دن اسی طرح پڑھتے رہیں ''یا نظام'' نو مرتبہ ''یا نظام الدین امیٹھی'' ایک بار اس ورد کے خاتمہ کے بعد بتاشہ پر فاتحہ دے کر پڑھنے والوں میں تقسیم کر دیں اور چند بتاشے باریک کر کے چیونٹیوں کے سوراخ پر رکھ دیں، مہم حل ہو جائے گی۔ اگر اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی ایک نام نظام الدین کے حرفوں کی اعداد کے مطابق جو ایک ہزار آٹھ سو چھ ہے، اس اسم مبارک کو پڑھیں، یہ زیادہ بہتر ہے، لوگوں نے حضرت کے نام کے موافق جو اسمائے حسنیٰ نکالے ہیں، وہ یہ ہیں، یا اللہ، یا مقیت۔

شب پنج شنبہ ۲۹ رذی قعدہ ۹۷۸ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۸۰ھ کو ملاء اعلیٰ کی طرف کوچ کیا'' گنج خوارق'' آپ کی تاریخ وصال ہے۔ امیٹھی میں جو حضرت کا گاؤں ہے، گنبد کے اندر آپ کا مبارک مزار خلق کا حاجت روا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حاتم صوفی رحمۃ اللہ علیہ

مقبول کاملان روزگار، موصوف بہ عشق و سرار، مشہور و معروف سلسلہ معروفی، افضل العصر حضرت شیخ حاتم صوفی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کو شیخ حاتم نواتی بھی کہتے ہیں، قطب الاقطاب کے بلند ترین مریدوں میں سے ہیں، اتباع شریعت میں اپنے پیر کے قدم سے قدم ملا کر چلنے والے تھے، اس قدر ریاضات شاقہ کیں، کہ کاملان حق کی تحسین کا مرکز بن گئے۔ صاحب بدایونی لکھتے ہیں، کہ شروع میں آپ گوپامئو میں تحصیل علم میں مشغول تھے۔ جب قطب الاقطاب وہاں پہنچے، ان کو ساتھ میں رکھ لیا، کبھی کبھی خود بھی ان کو سبق دیتے اور کبھی دوسرے کاموں میں مشغول رکھتے، عنایات کے طور پر خلعت ملبوسات کبھی کپڑا اور کبھی دستار عطا کرتے، دوسرے لوگ دیکھ کر حسد کرتے، قطب الاقطاب فرماتے، اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے لوگ بے کار حسد کرتے ہیں، چند دنوں کے بعد تصوف میں اتنا بلند مرتبہ حاصل کر لیا کہ کاملوں کی انگلیاں آپ کی طرف اٹھنے لگیں اور مرشد حقائق و معارف کے بیان کے لیے آپ سے کہتے، اپنے مرشد کی زندگی ہی میں رحمت حق کے جوار میں پہنچ گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ فتح اللہ راجگیری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان مشاہدین جمال حضرت سبحان، مظہر حالات مہتر سلیمان، محافظ مراتبات مرشدی و پیری، بے نظیرے روزگار حضرت شاہ فتح اللہ راجگیری رحمۃ اللہ علیہ:

ایسے بادشاہ تصوف کے مناقب، جس کے کمالات کا تخت لوح محفوظ میں حضرت سلیمان کے تخت کا ہم رتبہ ہو،

سادہ کاغذ کے صفحے پر تحریر کرنا بہت بڑی نادانی ہے، اس ناخدا کی تعریفیں جس کے حالات فقر کی کشتی نوح کی ہم سایہ ہے، اسے بادبان کے چوب قلم سے لکھنا دشوار ہے۔ وہ بحر توحید کے غواص، تفرید کی انگوٹھی کے نگینہ تھے۔ مخدوم اخی راج گیر کے بزرگ نسب سے ہیں، شیخ اخی کے باطنی اشارہ کے مطابق قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین سے تلقین، ارشاد، نعمت اور خلافت پائی۔ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے، گروہ اولیا میں ممتاز، عاشقین حق میں اشرف اور تواجد و سماع کی طرف مائل تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، آپ اپنے پیر کے خلاف سرود کی طرف میلان رکھتے ہیں، کہا، ایک انڈا گندا نکل جائے تو کیا ہو جاتا ہے۔ ایک دن قطب الاقطاب نے کہا، تمہارا خلاف شرائط سرود کی طرف میلان ظاہر ہے، انہوں نے جواب دیا، جس طرح آپ کو اپنے پیروں سے انحراف ہے۔

آپ کی عمر بارہ سال تھی کہ قطب الاقطاب نے آپ کو راجگیر سے امیٹھی طلب کیا اور ان کی تلقین وارشاد میں مشغول ہو گئے اور فرمایا، کہ تمہارے دادا پیر کے حکم کی وجہ سے میں تمہاری تربیت پر مامور ہوں۔

ایک دن مسجد میں مراقبہ کا طریقہ سیکھ رہے تھے، کہ شاہ فتح اللہ پیر کی حالت کا تغیر جو مراقبہ کے وقت لازم ہے دیکھ کر صغر سنی کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑے، قطب الاقطاب نے آنکھ کھول کر فرمایا، پہلے ہنر دیکھ لو پھر ہنسنا۔ سبحان اللہ! اس تلوار صفت زبان کی تاثیر نے ایسا کام کیا، کہ اس دن سے لے کر پوری عمر تک حالت قبض وسط میں آپ کا تبسم، انبساط، قہقہہ اور خندہ موقوف ہو گیا۔ ان کی ہر گھڑی اور ہر زمانہ ہنسی سے خالی تھا اور آپ کا انجام جو قطب الاقطاب کے دل میں ظاہر ہو گیا تھا، آج تک ہر خاص و عام پر ظاہر و باہر ہے۔ مسجد کا وہ مقام جہاں یہ قصہ پیش آیا تھا، ٹھنڈی کا موسم ہو یا گرمی کا ہمیشہ گرم ہی رہتا ہے۔

جب ان کا مجاہدہ مشقت آمیز ریاضتوں سے گزر کر مشاہدہ کی منزل پر پہنچا، اور ان کے سلوک کی سیر مکمل ہو گئی، حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا، نظام الدین دو چیزیں رکھتا ہے، (۱) سلوک جو اپنے فرزند شیخ محمد داؤد کو دیا (۲) جذب جو اپنے فرزند روحانی فتح اللہ کو عطا کر دیا۔ جذب کی ان تمام کیفیتوں کے باوجود جس طریقے سے انہوں نے اپنے مرشد کے آداب کی بجا آوری کی، ان کے معاصرین میں کسی کے احوال میں مرشد کا ایسا ادب نظر نہیں آتا۔ آپ کا دستور تھا، کہ مرشد کی پوری زندگی میں جب امیٹھی پہنچتے، پیشاب، پاخانہ وغیرہ دریائے گومتی کے اس پار کرتے، دریائے گومتی امیٹھی سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔ جب اپنے وطن واپس ہوتے، لکھنؤ شہر تک جو امیٹھی سے سات کوس کی دوری پر ہے، امیٹھی شہر کی طرف پیٹھ نہیں کرتے تھے۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد بھی آپ نے اپنی پوری عمر اس دستور پر عمل کیا، بلکہ اتنا اور زیادہ کر لیا تھا کہ ایک گڈھا کھود لیا تھا، جس میں سوتے تھے، لوگوں نے پوچھا، آپ کی اس عادت کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ بات ادب سے دور ہے کہ خواجہ زمین کے نیچے سوئیں اور غلام روئے زمین پر۔ غرض آپ قطب الاقطاب کے محبوب ترین عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ایام طفولیت ہی سے ظاہری اور باطنی تمام تربیتیں دوسرے صاحب زادگان کی طرح آنحضرت کی بارگاہ پرنور میں پائیں۔ ان کے خوارق عادات بہت زیادہ ہیں، یہ مختصر جن کے بیان کی گنجائش نہیں رکھتا۔ ایک بابرکت نقل تحریر کی جاتی ہے۔

ایک دن بزرگوں کی فاتحہ کے لیے مختلف قسموں کا ڈھیر سارا لطیف کھانا پکایا گیا، درویشوں کی مجلس اکٹھا ہوئی،

اس مجمع میں ایک حاجی درویش بھی تھا، اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس مجمع اور بھیڑ میں خدا جانے مجھے کب کھانا ملے گا، وہ اجازت کے بغیر اپنے حصے کا کھانا لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حضرت نے کشف سے اس واقعے پر مطلع ہو کر ہنستے ہوئے فرمایا، ''بگیا جادن پراگ جاون ایکی مکی کبھو نجادن'' یعنی بگیا اور پراگ (جہاں کافروں کے مندر ہیں) جائے گا اور مکہ نہ پہنچ سکے گا۔ لوگوں نے حضرت کا جملہ مولانا فیضی تک پہنچایا اور یہ بات اکبر بادشاہ کے دربار میں بھی ظاہر کی، بادشاہ نے اسے ایک خلاف شرع کلمہ سمجھ کر حکم دیا کہ لوگ حضرت کو لائیں اور اس درویش کو بھی لے کر آئیں تا کہ ہم مواخذہ کر سکیں، آنحضرت اپنے کشف سے اس بات پر مطلع ہو گئے، ایک دن صبح کے وقت فرمایا، کہ میری پالکی لاؤ اور سواری کے لیے اسے تیار کرو، لوگوں نے کہا، کہار (پالکی اٹھانے والے) اس وقت حاضر نہیں ہیں، اگر کسی جگہ کی سیر کا ارادہ ہے تو کہار خود بخود آ جائیں گے، فرمایا، کہ پالکی میرے سامنے حاضر کرو اس سلسلے میں تمہیں جستجو اور تفحص سے کیا کام؟ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی، پالکی پر سوار ہو کر فرمایا، لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر دہلی کے لیے روانہ ہو جاؤ، پالکی ہوا میں اڑنے لگی اور چند گھڑی کے اندر دہلی پہنچ کر بادشاہ کے دروازے پر اتر گئی، دولت سرا میں داخل ہو کر بادشاہ کو سلام کیا، بادشاہ نے سلام کا جواب دیا، اور پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا، میں فتح اللہ راجگیری ہوں، بادشاہ نے کہا، آپ کس طرح آ گئے؟ اپنی آنکھوں سے پالکی کا مشاہدہ کرنے والوں نے بادشاہ سے پالکی اترنے کی کیفیت بیان کی، حضرت نے فرمایا، کہ وہ کلمہ جو فقیر کی زبان پر جاری ہوا، دوسری نوع کا ہے، بلکہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا تھا، کہ لوگ حج کو جاتے ہیں، تو گناہوں سے توبہ کر کے جاتے ہیں اور حج کی برکت و شرافت سے ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، یہ عجیب آدمی ہے کہ اس کی نیت تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ فیضی بھی حاضر تھا، اس نے بھی حضرت سے گفتگو کی، آپ کو اپنی عادت کے مطابق ہنسی آئی، پھر یہ بحث چھڑ گئی، کہ بادشاہوں کے سامنے ہنسنا ترک ادب اور بے ضابطگی ہے، حضرت نے بے ساختہ فرمایا، اس معاملہ میں مرشد کے ساتھ سیر نفس رانی ہے کہ کسی وقت میری ہنسی رک نہیں سکتی۔ بادشاہ نے اندر جا کر کہا، کہ یہ آدمی بڑا صاحب کمال ہے، اس سے بحث و مذاکرہ بند کر دو اور اسے رخصت کر دو۔ حضرت جب رخصت ہوئے، بدستور اپنی پالکی پر سوار ہو کر فرمایا، لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر راجگیر کے لیے روانہ ہو جا، اسی تیز رفتاری کے ساتھ اپنے گھر پہنچ گئے۔ دہلی کی آمد و رفت اور بادشاہ سے سوال و جواب کا عرصہ حساب کے مطابق زیادہ سے زیادہ ایک پہر کا تھا۔

ع   جای کس است حرفے بس است

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں کہ جب محفل سماع گرم ہوتی، آپ بے چین و حیران ہو کر زمین پر گر پڑتے اور مشاہدہ احدیت کی وجہ سے ہاتھ پاؤں زمین پر مارنے لگتے۔ ایک بار راجگیر سے چل کر فتح پور میں بسیرا کیا، جو کٹرہ سے بارہ کوس کی دوری پر ہے، اسی دوران قاضی ابراہیم، بچواری سے وہاں پہنچے اور ان کے دیدار کے لیے گئے، اندر آنے سے پہلے شیخ نے قوالوں کو گانے سے روک دیا، خود جامہ زنگاری پہنا اور اس پر خوب عطر چھڑک لیا، کہا، اے جمال! شریعت، عبادت، خواہش کا دور کرنا اور بے خود ہونا ہے۔ کبھی شاہی نسبت کے ساتھ عمدہ لباس پہنا کر عزت کے مقام پر بٹھاتا ہے، کبھی پرانا سوتی پیراہن جس میں آستین و گریبان نہیں ہوتے گردن میں ڈال کر ذلت کی زمین پر ڈال دیتا ہے۔ بجز

تماشہ بننے اور حیرت زدہ ہونے کے کچھ اور نہیں ہوتا، **لایسأل عما یفعل** (اللہ کے عمل کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا) یہ کس کا قول ہے اور آنکھ سے آنسو بہانے لگے، اسی دوران شیخ عبدالنبی صدر کے دیدار کے لیے روانہ ہوئے ،وہ حدیث کا درس دے رہے تھے، آپ کی طرف متوجہ نہ ہوئے ، درس حدیث سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا، درس حدیث نے مجھ کو تواضع کے آداب سے باز رکھا، آپ نے جواب دیا، فقیر اپنے مخدوم سے عمر اور حال میں بہت چھوٹا ہے ،مہربانی پسندیدہ عمل ہے، اور یہ حدیث بیان کی:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یبجل کبیرنا

(جس نے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور بڑوں کی تعظیم نہ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)

صدرالصدور کو خوشی ہوئی اور انہوں نے دعا فرمائی۔

۲۶ ربیع الاول ۹۹۵ھ اور دوسرے قول کے مطابق ۲ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ کو جوار رحمت سے جا ملے۔ آپ کا وصال قطب الاقطاب کی وفات کے بعد ہوا۔ مادہ تاریخ وفات ''افضل الزمان'' ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ عبدالنبی صدرالصدور رحمۃ اللہ علیہ

کریم ابن الکریم، بر جادہ شریعت بغایت مستقیم، صاحب جود و عنایت دفور، ولی بے اشتباہ حضرت شاہ عبدالنبی صدرالصدور بن شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین امیٹھی سے نسبت ارادت وخلافت رکھتے تھے۔ صاحب تذکرۃ الاصفیا منتخب التواریخ کے حوالے سے لکھتے ہیں، آپ ابتدائے حال میں چند بار مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں کے مشائخ سے سند حدیث حاصل کی، اپنے آبا و اجداد کے مسلک پر سماع وغنا کے منکر اور محدثین کے طریقے پر عمل پیرا رہے۔ ظاہری تقوی وطہارت میں مشغول رہتے، انتہائی اخلاق ومحبت اور کمال دیانت کی بنا پر بادشاہ وقت نے آپ کو ملک کے عہدہ صدارت کی پیش کش کی اور اس بارے میں قطب الاقطاب بندگی نظام الدین کی خدمت میں عرض داشت پیش کی۔ آپ نے عرض داشت پر تحریر فرمایا:

صحبۃ الملوک سم قاتل .

بادشاہوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔

بادشاہ نے آپ سے بہت اصرار کیا، کہ پیر کے حکم پر عمل نہ کریں (چنانچہ آپ نے شاہی عہدہ قبول کرلیا) بالآخر بزرگوں کا قول صحیح ثابت ہوا، یہاں تک نوبت آئی متھرا کے قاضی نے شیخ کے سامنے استغاثہ پیش کیا۔

اس قصبہ کا ایک ،لدار سرکش برہمن ایک مسجد کے میٹریل جو میں نے مسجد تعمیر کرنے کے لیے جمع کیا تھا، زبردستی اٹھا لے گیا اور اس سے مندر تعمیر کرلیا، جب ہم نے اسے اس کام سے روکا، اس کا منہ خاک آلود ہو، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، جب لوگوں نے برہمن کو عدالت میں طلب کیا، حاضر نہ ہوا، شیخ ابوالفضل کو بھیج کر اکبر بادشاہ نے اسے بلایا، ابوالفضل نے برہمن کی جناب رسالت مآب میں سب وشتم کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، بیان کیا

اور کہا، اس کی گستاخیوں کی تصدیق ہو چکی ہے، علمائے دربار اس فیصلے میں دو گروہوں میں بٹ گیے، ایک کا خیال تھا، کہ برہمن کو قتل کیا جائے، دوسرا گروہ اس کی تذلیل اور جرمانہ پر زور دے رہا تھا، ان دونوں فریقوں میں گفتگو کا سلسلہ دراز ہو گیا۔ شیخ نے بادشاہ سے اس کے قتل کی اجازت حاصل کرنے کے لیے بڑا اصرار کیا، بادشاہ نے صراحتاً اجازت نہ دی اور کہا، شرعی سزا کا تعلق تم سے ہے، ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن اس معاملہ میں مدتوں قید میں رہا۔ شاہی محل کی عورتیں اس کی رہائی کی درخواستیں کرنے لگیں، لیکن شیخ کے پاس ولحاظ کی بنا پر بادشاہ نے اسے آزاد نہیں کیا۔ شیخ ایک دن اپنی قیام گاہ پر آئے۔ غیرت دینی اور تحفظ ناموس رسالت کے جذبہ سے برہمن کے قتل کا حکم صادر کر دیا، لوگوں نے برہمن کو قتل کر دیا، بادشاہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی، غضب ناک ہوا، ہندو رانیوں نے محل کے اندر اور ہندوؤں نے باہر سے متفق اللفظ والمعنی ہو کر کہا، کہ ملاؤں کا حال بادشاہ کی نوازش سے اب اس مقام تک پہنچ گیا ہے، کہ بادشاہ کی مرضی اور پسند کا بھی انہیں خیال نہیں رہتا، ان کی جرأت اتنی بڑھ گئی ہے، کہ حکم شاہی کے بغیر ہی لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ غرض اس طرح بدگویوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ مزید تحمل ممکن نہ رہا اور جو غلیظ مادہ عرصہ سے اندر ہی اندر پک رہا تھا، پھوٹ کر بہہ نکلا، پھر روز بروز بادشاہ کے دربار میں حاضری کم ہونے لگی، کچھ دنوں کے بعد شیخ مبارک ساکن آگرہ اس واقعہ سے آگاہ ہو کر بادشاہ کے پاس آیا اور اس نے علمائے وقت کی جانب سے بادشاہ کے دل کو متنفر کر دیا، پھر کہا، آپ تو خود امام زمانہ اور مجتہد ہیں، شرعی اور ملکی امور کے فیصلوں میں اس جماعت کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں، جو جھوٹی شہرت کے سوا ذرہ برابر بھی علم سے واقف نہیں۔ شیخ مبارک نے علما سے عناد و خصومت کی بنا پر کمر کس کر بادشاہ سے کہا، آپ اجتہاد کا دعوی کیجیے اور اس بات پر علما کا ایک اجلاس طلب کیجیے، پھر سلطان وقت کے اجتہاد اور اس کی تمام مجتہدوں پر فضیلت کا محضر نامہ لکھوایا۔ پاجیوں کی اس مجلس میں شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک کو زبردستی پکڑ کر لایا گیا، جب کہ یہ حرکت ان کی شایان شان نہ تھی۔ انہیں جوتیوں کے پاس بٹھا دیا گیا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا گیا، جب تک ان دونوں نے محضر پر گواہی نہ دے دی، پھر ان دونوں کو سفر حجاز کی اجازت دی گئی۔ آپ کی بہت عمدہ تصانیف ہیں، بالخصوص سنن زاہدی فی متابعۃ المصطفیٰ جو پیغمبر علیہ السلام کے اقوال واحوال و فعال کا مجموعہ ہے۔

شیخ کی وفات ۱۳؍ ربیع الاول ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں ہوئی۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ

معدن صدق و صفا، مخزن زہد و ورع، کاشف انوار بیگماں، حضرت میر سید صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ:

آپ میر سید مجھلی قنوجی کی اولاد سے ہیں، جو اکابر سادات سے تھے، جس وقت آپ کی عمر دس سال ہوئی، قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین شہر قنوج میں وارد ہوئے، وہاں سے روانگی کے وقت حضرت سید صدر جہاں انتہائی شکستہ حالی اور افلاس کے باوجود تحصیل علم کے ارادے سے حضرت کے خادموں کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت قطب الاقطاب نے آپ کی سیادت کی بنا پر انتہائی خاطر و مدارات کے ساتھ اپنے ہمراہ کر لیا، دوران سفر ایک طالب علم نے خوش طبعی کی بنا پر کہا، آپ ہم سے ہٹ کر الگ راستہ چلیں، تا کہ آپ کی ٹوٹی ہوئی جوتیوں سے اڑنے والی گرد سے ہم

آلودہ نہ ہوں، جب حضرت قطب الاقطاب نے یہ بات سنی تو فرمایا، گھوڑوں کی گرد میں اٹا ہوا شخص سید ہے، اس کو سید صدر جہاں، نواب صدر جہاں، صدر الصدور صدر جہاں سمجھنا چاہیے، کمال شفقت سے حضرت سید کو حضرت شیخ نظام الدین نے فرزند بنالیا، فرمایا کرتے، نظام الدین کے آٹھ بیٹے ہیں، سات نطفی (نسبی) اور ایک بیٹا سید صدر جہاں لطفی ہے۔ بالآخر آپ کا کام درجہ بدرجہ علوم ظاہری کی تحصیل اور علوم باطنی کے اکتساب سے صوری و معنوی لحاظ سے ترقی کرتا رہا اور آپ مشہور آفاق بن گئے۔

تذکرۃ الاصفیا میں تاریخ بدایونی کے حوالے سے لکھا ہوا ہے کہ اکثر بادشاہ، صدر الصدور شیخ عبدالنبی کے پاس اودھ آتا، چنانچہ شیخ عبدالنبی کی کوشش سے میر سید صدر جہاں چند سال ممالک محروسہ کے مفتی رہے۔

حکیم ہمام کے ساتھ حاکم طوران کے پاس سفارت پر گئے، جب وہاں سے واپس آئے تو ان کو صدارت کے عہدہ پر مقرر کیا گیا۔

موج :۔ احوال حضرت قاضی مبارک رحمۃ اللہ علیہ

برگزیدہ اللہ تبارک، حضرت قاضی مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا علم کامل اور دیانت و سیادت میں بلند مرتبہ اور منصب قضا پر فائز تھے۔ حضرت قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین کے بڑے خلیفہ تھے۔ صاحب تذکرۃ الاصفیا نے منتخب التواریخ کے حوالے سے لکھا ہے، جس زمانہ میں حضرت قطب الاقطاب گوپامئو میں تشریف رکھتے تھے، علوم کی تحصیل اور اخلاقی تربیت میاں شیخ نظام الدین امیٹھی کی خدمت میں حاصل کی تھی۔ انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی تربیت فرماتے۔ جب بھی قاضی مبارک میاں صاحب سے کہتے کہ اگر مشرب ولایت سے بھی کچھ برکت مجھے عنایت ہو جائے تو کیا حرج ہے، میاں صاحب ان کو جواب دیتے، قاضی مبارک تجھے تو دنیا بھی ملے گی اور آخرت بھی۔ قاضی مبارک آخری عمر تک بڑی عزت و تکریم کے ساتھ بسر کرتے رہے اور دنیا سے محترم و معزز ہی اٹھے۔ قاضی مبارک سے استفادہ کے لیے دور دراز سے لوگ گوپامئو آتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے تو اسی جگہ زندگی بسر کرنا شروع کر دیا تھا اور ان کے فیض سے درجہ کمال تک پہنچے تھے۔ ان کے دامن تربیت سے فیض یاب ہونے والوں میں مخدوم بدھ بھی ہیں، جو اکثر درسی کتابوں کو پڑھا کرتے تھے۔ ایک دوسرے معلم سید محی الدین بھی ان کے شاگرد تھے۔ ان کے شاگردوں کا یہ قافلہ اپنے ٹھکانے پہنچ چکا ہے۔ اب ان کا کوئی قائم مقام نہ رہا۔ علم کا میدان تو اب روز بروز شیروں سے خالی ہوتا جا رہا ہے اور ان کی جگہ روباہ (لومڑی) صفت لوگوں نے لے لی ہے۔ "مشارق الانوار" کے مصنف نے بھی یہ فریاد اپنے زمانے میں کی تھی ؎

ہمیں ناقہ ماند مسکین حسن را ازاں روز ترسم کہ ایں ہم نباشد

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ

کمالات راسخون، حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا وطن قصبہ سترکھ ہے۔ حضرت قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین کے مریدوں میں ہیں۔ علم ظاہری وباطنی میں بہت اونچی مقام رکھتے تھے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں، چنانچہ ایک حکایت بندگی شیخ جعفر بن قطب الاقطاب کے احوال میں جو شیخ حسن کی بیوی کے بھانجے تھے، کچھ بیان کیا جاتا ہے جو مختصراً یہ ہے، اندھیری رات میں موسلا دھار بارش اور بجلی کی چمک کے دوران بندگی شیخ جعفر سترکھ میں اپنی والدہ کے قلبی خطرات سے آگاہ ہوکر اپنی خالہ کے گھر سے میٹھی کی طرف روانہ ہوئے، شیخ حسن انتہائی شفقت ومروت کی بنا پر ان کے پیچھے ہولیے، شیخ جعفر جب دریائے گومتی پر پہنچے، اسے اس طرح پار کیا، کہ آپ کی پشت پانی سے تر نہ ہوسکی، شیخ حسن نے بھی اسی طرح کشتی کے بغیر پانی کی سطح پر چل کر دریا عبور کیا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسن چوراسی رحمۃ اللہ علیہ

شجر پر بار ریاض نظامی، آب یافتہ انہار حسامی، واقف اسرار انفاسی، حضرت شیخ حسن چوراسی رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ زین الدین کے بیٹے اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے بھانجے تھے۔ آپ حضرت قطب الدین شیخ نظام الدین کے محبوب ترین مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کی شیخ حسن کے حق میں بڑی شفقت وعنایت تھی، آپ کے علم اور عقل کو بہت پسند فرماتے، ہمیشہ اپنا مصاحب وندیم بنا کر رکھتے۔ آپ کی بلند رائے صوفیائے اہل صفا کی اصطلاح میں بڑی مناسب تھی۔ کوئی بات گروہ صوفیا کی روش اور قاعدے سے الگ ہوکر نہ بولتے، اسی بات سے آپ کی بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قطب الاقطاب کی بارگاہ میں لوگ ''نزہۃ الارواح'' کا درس لیتے۔ ہر شخص اپنی عقل وشعور کے مطابق کتاب کے مقامات کی تشریح کرتا، لیکن آپ کی تشریح شیخ نظام الدین کی تشریح کے عین مطابق ہوتی۔ چنانچہ شیخ نظام الدین نے شیخ حسن کے بارے میں ایک ہندی دوہے کے اندر یہ بات بیان کی

ساتہ پانچ مل نوہا پا نچن بول کہین سب قیاسی   ن سہن میں سانچا بانچی شیخ حسن چوراسی

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

مورد عنایات عارفین، سیاح مقام قاب قوسین، از علمائے اصفیائے آفاق، اشرف الدہر حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے زمانے کے بزرگوں میں تمام انسانی فضائل ومحامد میں یکتا، حضرت بندگی نظام الدین کے محبوب ترین خلیفہ تھے۔ ابتدا میں آپ کی بہن حضرت بندگی نظام الدین کی زوجیت میں داخل تھیں، آخر آپ کی بیٹی شیخ نظام الدین کے عقد میں آئیں، اگرچہ روحانی تربیت واجازت اپنے والد حضرت مخدوم خاصہ خدا سے حاصل کی، جن کا ذکر میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں گزر چکا ہے، لیکن تمام سیر سلوک میں بندگی شیخ نظام الدین سے مرید ہوئے، تیس سال تک مرشد برحق کی خدمت میں رہے، اور راہ سلوک میں سخت ریاضت کی، ایسی تربیت حاصل کی جو دوسرے کاملوں کی تربیت کے لیے موثر ثابت ہوئی، ہمیشہ اپنے شیخ کے ندیم اور مصاحب رہے، ایک خرقہ شیخ قطب

الدین بینائے دل رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ عبدالسلام سے حاصل کیا۔ ان کی جو کرامت لوگ بیان کرتے ہیں، ان میں سے ایک کرامت یہ ہے:

شیخ عبدالحکیم کے اکثر فرزند بچپن ہی میں وفات پا جاتے، فرزندوں کی زندگی کے لیے حضرت سے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا، اس بار اگر تمہارے یہاں فرزند پیدا ہو تو تم اس کا نام میرے نام پر رکھنا، میں اس کو اس دنیا میں اپنی جگہ یادگار بناؤں گا، جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا، تو اسے آپ کے نام سے موسوم کر دیا۔ کچھ ہی دنوں بعد شیخ عبدالرزاق اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ تو وہ لڑکا حضرت کے نام کی برکت سے عمر طبعی تک پہنچا۔

شیخ عبدالرزاق ۱۰۰۵ھ میں جنت الفردوس کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات "قدوہ فیض" ہے۔

موج :- احوال حضرت بندگی شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ

مشاہدہ انوار محبوب دم بدم، ور طریقہ بزرگوار قدم بقدم، جرعہ نوش انا اعطینک الکوثر، قطب الآفاق حضرت بندگی شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین کے محبوب ترین فرزند ہیں، آپ کی والدہ فاطمہ بنت شیخ عبدالرزاق بن مخدوم شیخ خاصہ خدا رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ان خاصان حق میں سے ہیں جو ہمیشہ محبوب حقیقی کی یاد میں رہتے ہیں، اس معاملے میں شان بزرگ اور شوکت رفیع رکھتے تھے۔ پیدائشی طور پر مورد افضال و برکات، دونوں جہان کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ سیر نظامی میں مرقوم ہے، جب حضرت بندگی شیخ نظام الدین ستر سال کی عمر میں مقام احدیت فی الصمدیت پر فائز ہوئے، تو حضرت جعفر کی ولادت کی بشارت دی، اسی دوران مخدوم جہاں زوجہ حضرت بندگی نے وفات پائی، حضرت نے شیخ عبدالرزاق خاصہ خدا کی بیٹی سے نکاح فرمایا، جن کے بطن مبارک سے شیخ بندگی جعفر پیدا ہوئے، جب گھٹنوں کے بل چلنے لگے، ایک دن ان کی ماں نے چھوڑ دیا، آپ اپنے والد کے حجرے میں چلے گئے، جہاں "احیاء العلوم" اور "عوارف المعارف" کے نسخے رکھے ہوئے تھے، آپ کتاب کے اوپر بیٹھ گئے، ماں نے کھینچ لیا، آپ رونے لگے، حضرت نے ماجرا پوچھا، تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا، فرمایا، چھوڑ دو، اسے نہ روکو، کیوں کہ کتاب پر کتاب رکھنا جائز ہے، کتاب میں کلمہ ہے اور یہ بچہ بھی کلمہ ہے۔ جب آپ نے بولنا شروع کیا، والد بزرگوار نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کی تلقین کی، ایک دن حضرت بندگی آپ کو اپنی گود میں بیٹھا کر کسی سے گفتگو کرنے لگے، بندگی جعفر نے کہا، یہ وقت استغفار کا ہے، گفتار کا نہیں، حضرت نے حاضرین سے فرمایا، تم لوگ جعفر کی بات سے آگاہ ہو جاؤ، کہ اس کو میرے انتقال کی خبر مل گئی ہے، جس کی بنا پر مجھے استغفار کا اشارہ کر رہا ہے، شیخ جعفر ابھی کم سن ہی تھے، کہ قطب الاقطاب نے اپنی وفات کے وقت اپنی امانت و خلافت اور تربیت کی ذمہ داری شیخ عبدالرزاق کے ذمہ کی اور دار فانی سے کوچ کیا، اپنے والد کی میراث اپنے نانا کی معرفت حاصل کی، لیکن مولوی علم الہدیٰ اپنے والد مولوی نجم الہدیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ دس سال کی عمر میں دل کے اندر وحشت پیدا ہوئی، اس وقت شہر جون پور کے قدیم دار العلوم میں علوم کسبی کی تحصیل کے لیے پہنچے، لیکن تسکین حاصل نہ ہوئی، جون پور سے عظیم آباد کے نواح میں گئے، جہاں ایک

صاحب کمال درویش سے آپ کی ملاقات ہوئی جو آپ کے والد کے مرید تھے، درحقیقت آپ کے والد نے اپنی تمام امانت، نعمت، خلافت کو اس فقیر کے حوالے کر دیا تھا اور ہدایت کی تھی، جب میرا فرزند جعفر بن رشد کو پہنچ جائے تو یہ امانت اس کے حوالے کر دینا، درویش نے ملاقات کرتے ہی فرمایا، یہ دہشت جو تم میں پیدا ہوئی، جس نے تم کو یہاں تک پہنچایا، یہ درحقیقت مجھ فقیر کی طلب اور خواہش تھی کہ میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے تمہارے پاس جانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اب تم اپنی امانتیں لو پھر ایک ہفتہ حضرت کو روحانیت کی تلقین کی اور ذکر و فکر میں مشغول رکھ کر فرمایا، فلاں گاؤں میں آپ کے والد کے ایک صاحب کمال خلیفہ موجود ہیں اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کی زندگی کا زمانہ بھی ختم ہو رہا ہے، تم جلد تر وہاں پہنچو اور اپنی امانت حاصل کرو، حضرت جب اس گاؤں میں پہنچے، وہ درویش چند دنوں سے جانکنی کی کیفیت میں مبتلا تھے۔

ن کی اہلیہ اور ایک کنیز جو اپنے زمانہ کی عارفہ کاملہ تھیں جب خلاصی روح کے لیے سورہ یٰسٓ پڑھنا چاہتیں، حضرت انہیں منع کرتے اور کہتے، ایک شخص کی امانت میرے پاس موجود ہے، جب تک وہ یہاں نہیں آئے گا، میری روح قبض نہیں کی جائے گی۔ جب جعفر پہنچے، اس فقیر نے خبر پا کر انہیں اپنے پاس بلایا اور آپ کے والد کی امانتیں اور تلقینات سپرد کیں اور خرقہ خاص پہنا کر کہا کہ فقیر کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اپنے وطن کا رخ کرنا۔ جب وطن پہنچے، مسند ارشاد پر بیٹھے، ایک جہان نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ سے اتنی کرامتیں ظاہر ہوئیں کہ اگر سب کو لکھا جائے، ایک علاحدہ دفتر کی ضرورت ہوگی۔ ان اوراق کو محروم نہ رکھنے کے خیال سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔

آپ چار سال کے تھے، اس دور کا ایک بڑا رئیس آپ کے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ وہاں کھیل رہے تھے، اس رئیس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو؟ والد بزرگوار نے منع فرمایا، اس لڑکے سے ایسی بات پوچھنا مناسب نہیں، اس نے دوبارہ وہی سوال دہرایا، حضرت نے فرمایا، وہاں میں پڑھتا ہوں، قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور صرف "لا الہ" پڑھا تھا کہ آپ کا جسم مبارک غائب ہو گیا، دوسری بار "الا اللہ" کی صدا کے ساتھ جسم حاضر ہو گیا۔

اخلاق جعفری کے اندر ایک ملفوظ میں ہے، ایک دن آپ اپنے دائرہ میں بیٹھ کر طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے، اچانک ایک انتہائی چست دچالاک نوخیز جوان وارد ہوا، اس کے آتے ہی آپ مادر مہربان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر کی اجازت حاصل کی، چند مہینہ کے بعد جب آپ واپس آئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا، اتنی جلدی میں آپ کیوں تشریف لے گئے؟ آپ نے فرمایا، وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تھا اور حکم لایا تھا، کہ فلاں جزیرہ میں ایک فقیر کا وقت آخر آ پہنچا ہے، خدا کے حکم سے تیرے لیے کچھ نعمتیں اس کے پاس امانت ہیں، جاؤ، انہیں حاصل کرو اور اس فقیر کے فرزندوں کو اپنا مرید بنا کر تلقین کرو، میں نے اس حکم کو پورا کیا۔

۲۸ رصفر ۱۰۴۰ھ میں عالم قدس کی طرف روانہ ہوئے۔ لفظ "دغم" سے آپ کی تاریخ وفات ظاہر ہوتی ہے۔ "آفتاب روشن" بھی مادہ تاریخ وفات ہے۔ امیٹھی کے قریب قریہ بردہ میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ نے شادی کی تھی، آپ کی بہ کثرت صاحب علم اولاد ہوئی، جو نسلاً بعد نسل اپنے دادا کی قبر مبارک کی مجاور رہی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ احمد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

موردِ حال معصومی، مجاہد مقام معدومی، مشاہد تجلیات مبین، استاد الملک حضرت شیخ احمد المدعو بملا جیون بن ابو سعید بن عبداللہ بن شیخ عبدالرزاق بن خاصہ خدا رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ محمد صادق سترکھی سے نسبت رکھتے تھے، جو مفتیان مرتاض کے سر دفتر اور علمائے فیاض کے پیشوا، حضرت بندگی شیخ نظام الدین کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ تمام ظاہری اور معنوی فضائل سے آراستہ اور تمام مشائخ کے طریقوں سے پیراستہ، شان بزرگ، حال قوی رکھتے تھے۔ ان کے علم وفضل کی کوئی انتہا نہ تھی، اپنے زمانہ میں علمائے ہند کے سردار تھے، حتی کہ اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کو اپنا استاذ بنایا اور انتہائی ادب واحترام کے ساتھ آپ سے درس لیتا۔ جب بادشاہ نے سفر مکہ کی اجازت دی، آپ وہاں تشریف لے گے اور مدتوں مکہ مکرمہ میں درس دیتے رہے اور ایک دنیا کو فیض علم سے نوازا۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، نورالانوار شرح منار، تفسیرات احمدیہ، رسالہ اوراد۔ یہ کتابیں علمائے روزگار کی کتابوں میں ممتاز ہیں۔

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہوئے، حق تعالی نے بے نظیر قوت حفظ وضبط عطا فرمائی تھی، جس کی نظیر نہیں ملتی۔ صفائے ذہن کا یہ عالم تھا، کہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک جو کچھ دیکھا سنا، حرف بہ حرف حافظہ میں موجود رہا۔

مولوی عبدالباسط بن ملا جیون حفظ قرآن اور علوم عربیہ میں اپنے والد کے مماثل تھے۔

۱۵/ذی قعدہ ۱۱۳۶ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات "خلد یافتہ" ہے۔

تفسیر امانی، مسائل فقہیہ کے استنباط میں ہے، جو تفسیر احمدی کے نام سے مشہور ہے اور نورالانوار شرح منار، اصول فقہ میں ہے، رسالہ اوراد بھی آپ کی تصنیف ہے۔

موج :۔ احوال حضرت محمد صادق سترکھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتاض آفاق، ممتاز علی الاطلاق، فائز مرتبہ شاہنشاہی، مقدس زمانہ حضرت محمد صادق سترکھی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ حسن سترکھی کے صاحب زادے، عجیب علوم اور غریب معلومات رکھتے تھے، فقر ودرویشی کے ملک کے بادشاہ اور علم وزہد میں مشہور، اقلیم علم اولیا کے وارث، اصفیا اور اتقیا کے مقتدا تھے۔ حضرت بندگی جعفر کے مرید ہیں، آپ کا نسب نامہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کے تقدس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ معتمد حضرات نے یہ بات بیان کی ہے، کہ حضرت عثمان غنی سے لے کر اس زمانہ تک آپ کی نسل میں اباً وجداً نسب در نسب علوم ظاہری جاری ہے، کوئی شخص جاہل نہیں گزرا۔ آپ کے کشف وکرامات اتنے ہیں، جس کی بنا پر اس دور کے خواص وعوام نے محترم اور معزز رکھا اور آپ کے عقیدت مند ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ

مسعود زمان، سجادہ نشین و مرید درویشان محمود، حضرت شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ عبدالرزاق کے سجادہ نشین اور شیخ محمد صادق سترکھی کے مرید ہیں۔ تواضع اور خدمت خلق میں بڑے صاحب کمال تھے۔ اس دور کے نامی گرامی فقرا بیان کرتے ہیں کہ سیاح فقرائے ہند میں سے کوئی شخص آپ کے علمی فضائل سے محروم نہ رہا۔ سید عبدالرزاق بانسوی، شاہ پانی اودھی، شاہ غلام علی بہرائچی، شاہ محمد احمد پوری، شاہ حسین میری کے ساتھ صحبت رکھتے تھے۔ سلسلہ شاہ میر لاہوری کے سیاح درویش شاہ غریب اللہ کے ہاتھ سے خرقہ خلافت پہنا، جن کا ذکر گزر چکا، جن کا فیض خدمت فقرا کو فتح باب تک پہنچاتا ہے اور وہ خرقہ اپنے بیٹے شیخ غلام غریب کو عطا فرمایا، جو علم دفیاضی، فقر، تجوید قرآن حکیم کے حفظ و قرأت میں بے نظیر زمانہ تھے۔ شاہ مسعود نے ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ شاہ غلام غریب نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

یگانہ آفاق، بیدار شبہائے سوز و فراق، مدام بمشاہدہ دید بدید، علامہ زمان حضرت شیخ ابوسعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن مخدوم خاصہ خدا رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بندگی جعفر کے مرید اور تربیت یافتہ، زمانہ کے پاکیزہ خصلت بزرگ، عشق و انوار میں امتیازی شان اور تصوف و سلوک میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ نے احکام شریعت کو اس طرح جلا بخشی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق جہاد اکبر میں بہت سی فتوحات اقالیم اور ریاضات شاقہ انہیں حاصل ہوئیں۔ جس وقت سبق کے ارادے سے شیخ جعفر کی خدمت کے لیے روانہ ہوتے، تو راستہ میں اپنے قدم کے سوا کچھ نہ دیکھتے، کہ کہیں اچانک نظر نامحرم عورت پر نہ پڑ جائے، سبق پڑھنے کے درمیان استاذ در کتاب کے علاوہ کسی کو نہ دیکھتے۔ دنیاداروں سے بہت نفرت کرتے، وقت تہجد کے علاوہ وہ کھانا تناول نہ فرماتے، جو تحقیق و تفتیش اور احتیاط کے بعد میسر آتا۔ دریائے گومتی سے ایک گھڑا پانی لیتے، وضو سے فارغ ہونے کے بعد جو بچتا پیتے اور چار اسباق کا درس خالصۃً لوجہ اللہ ضرور دیتے، بشرطیکہ پڑھنے والا خود بھی خالصۃً لوجہ اللہ پڑھنے کے لیے آمادہ ہو۔ اپنے بیٹے شیخ بدھن کو سبق نہ پڑھتے کیوں کہ یہ کام خالصۃً لوجہ اللہ نہ ہوتا۔ جب آپ کے شاگرد آپ کے بچوں کو پڑھانے کا ارادہ کرتے تو منع فرماتے کہ خدا کے لیے ہمارے ساتھ غیر اللہ کو نہ ملاؤ، اس کا علاج یہ ہے جو خدمت اس کے لیے لازم کی جائے اسے تم لوگ پوری کرو پھر اس معاوضہ میں دو سبق پڑھ کر شاگرد نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ وہ اپنے وقت کا عالم بن گیا۔ آپ کے دوسرے حتیاطی اقدام کا تذکرہ دفتروں کا متقاضی ہے۔ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں، حمید ابدال اور سید علیم اللہ کے ساتھ صحبت محرمانہ رکھتے۔ آپ کے صاحب زادوں کا تذکرہ شیخ محمد صادق سترکھی کے خلفا کے بیان میں آچکا ہے۔ آپ کی وفات کا سال نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قدوہ علما، زبدہ فضلا، کامل علوم صوری و معنوی بے اشتباہ، علامہ عصر حضرت شاہ علیم اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ:

لوگ بیان کرتے ہیں، کہ آپ شاہ عبدالرزاق بن خاصہ خدا کے صاحب زادے اور حضرت بندگی نظام الدین کے خلیفہ ہیں۔ آپ مقبول خاص و عام اور تمام علوم کے جامع تھے۔ سولہ حج کیے اور ایک سو چودہ علوم حاصل کیے۔ ہر علم میں مفید کتابیں یادگار چھوڑیں، آپ کے مریدوں کی تعداد حد سے زیادہ تھی، ریاست حیدر آباد کا بادشاہ بھی آپ کا مرید تھا۔ بادشاہ دکن نے خود تحریر کیا ہے، میں ایک دن بندگی شیخ علیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا، کہ حضرت منبر پر سر رکھے ہوئے اس طرح سو رہے ہیں، کہ خراٹے لینے کی آواز بلند ہو رہی ہے، میرے دل میں خیال پیدا ہوا، اسی طرح شیخ فتح اللہ اودھی ایک مرید کے زانو پر سر رکھ کر سو رہے تھے، ان کے مریدوں کے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ انبیا علیہم السلام کے خواب حدیث کی رو سے ناقض وضو نہیں ہیں، تو اولیا کے خواب کا کیا حکم ہے؟ مریدوں کے دل میں یہ خیال آتے ہی شیخ فتح اللہ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا، اولیا کا خواب بھی ناقض وضو نہیں، اتنا کہہ کر پھر سو گئے۔ اگر حضرت سے بھی یہ بات ظاہر ہو جائے تو شیخ فتح اللہ کی کرامت کا یقین تازہ ہو جائے، میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ بندگی شیخ علیم اللہ نے سر اٹھایا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر سو گئے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی عبدالقادر فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

جامع جمیع مقامات حقیقت، عامل تمام مدارج شریعت، محرم معاملات باطن و ظاہر، مقدم اولیا حضرت مولوی عبدالقادر فاروقی نسباً، بلخی لقباً، لکھنوی موطناً، بن مخدوم شیخ سلطان بن شیخ الہداد بن شیخ لاد بن شیخ فرید بن شیخ عبد لقادر محدث بن شیخ قطب الدین محدث بن شیخ خضر محدث بن شیخ سلطان حسن بن سلطان مبارک بن سلطان عثمان بن سلطان امیر محی الدین بن سلطان امیر عماد الدین بن سلطان ابوبکر بن سلطان حسین شاہ بن سلطان معز الدین بن سلطان عمر الکریم بن سلطان عبدالعزیز المعروف بسلطان ابراہیم بن ادہم بن سلطان عبدالجلیل بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین:

آبا و اجداد کا اصلی وطن بلخ ہے، آپ کی پیدائش ۹۹۶ھ میں ہوئی، اگر چہ مصنف خلاصۃ المناقب نے آپ کی بیعت و ارادت کی نسبت کے حوالے سے کچھ تحریر نہیں کیا ہے، مگر بعض ثقہ لوگوں سے سنا گیا ہے کہ وہ حضرت بندگی جعفر کے خاص مصاحبین و مریدین میں سے ہیں۔ الغرض! اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی شان، بلند احوال، کامل برکات، غالب مشاہدہ، بلند ہمت اور نفس قاطع آپ کو عطا فرمایا تھا۔ علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ علم باطن میں زمانے کے ولی اور علم ظاہر میں محدث اور علامہ دہر تھے۔ آپ جامعیت علوم کی وجہ سے استاذ زمانہ تھے۔ ۴۶ رسال علم حاصل کرنے کے بعد شہر لکھنؤ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ آپ کے شاگرد حد شمار سے باہر ہیں۔ برکت علم سے جن تلامذہ نے عظیم شہرت حاصل کی ان کے اسما یہ ہیں:

حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی، حضرت شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجی قلندر لاہر پوری، میر سید حسن رسول نما، میر سید محمد شفیع خلیفہ شیخ پیر محمد، میر سید محمد قنوجی، ملا قطب الدین سہالی، قاضی شرف الدین لکھنوی، ملا رکن الدین محدث، صاحب تدقیق و تحقیق ملا غلام مصطفیٰ جائسی، عالم و عامل ملا عبداللہ سندیلوی، مجمع فضائل قاضی حبیب اللہ سندیلوی، مجمع کمالات ملا فتح اللہ قنوجی، ملا محمد زمان کاکوروی خلیفہ شیخ پیر محمد لکھنوی، ملا عبدالحبیب قاضی شہر بہرائچ، ملا جعفر صدر پوری، ملا علیم اللہ کچھندوی، ملا عصمت اللہ صدر پوری، حضرت قاضی بینا مولوی، ملا ابو سعید مفتی لکھنؤ، مجمع عرفان ذاتی شاہ مرتضیٰ شیخ صدر الدین مفتی لکھنؤ، ملا لولا قاضی لکھنوی، نواب مختار خان پدر ممتاز خان صوبہ دار اجین۔

حضرت مولوی عبدالقادر فاروقی کی علمی برکتوں کا کچھ اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے، کہ ان تمام شاگردوں نے ہر طرح کے علوم حاصل کرنے کے بعد بڑی شہرت پائی، یہ تصرف دوسرے کسی کے احوال میں نہیں پایا گیا۔ سنت رسول کی پیروی میں بے نظیر زمانہ تھے اور صفائے باطن میں دنیا کے اندر یکتا تھے اور سائل کے سوال کے جواب میں مفید کامل تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت میں ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے، خلق خدا کے حالات پر کامل شفقت فرمانے والے تھے۔ آپ کے مجاہدات کی انتہا نہ تھی، کبھی سر کے نیچے تکیہ نہ رکھا، آپ کے مراقبوں کی کوئی حد نہ تھی، لوگ اکثر حضرت کی ملاقات کے لیے حاضر ہوتے، مراقبہ سے خالی نہ پا کر واپس چلے جاتے اور آپ کو مطلق خبر نہ ہوتی، شاہ جہاں بادشاہ نے سعد اللہ خاں وزیر کی وفات کے بعد علمائے سلطنت کو بلایا، حضرت کو بھی حاضر ہونے کی زحمت دی، حکم خداوندی:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

کی تعمیل میں تشریف لے گئے، سلطان نے ملاقات کے وقت تمام علما کی بہ نسبت آپ کا بہت احترام کیا اور صحبت میں رہنے کی درخواست کی، قسم قسم کی عنایتوں کا وعدہ کیا، حضرت مولوی نے قبول نہ کیا، بادشاہ سے اجازت لے کر وطن واپس آئے، آپ کے روحانی کمالات حد تحریر سے باہر ہیں۔ وفات کے بعد بھی تصرفات ظاہر ہوئے۔

ایک کرامت یہ ظاہر ہوئی، جس مقام پر آپ کو غسل دیا گیا، وہاں سے چالیس دن تک عطریات کی خوشبو آتی رہی۔

آپ کی مدت حیات اکیاسی سال تھی، بتاریخ ۷ رشعبان المعظم ۱۰۷۶ھ جان مشاہدہ جاناں میں قربان کر دی۔ آپ کا مزار مبارک لکھنؤ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

سراج سلسلہ سراج، بافیض وفور، شیخ پرنور، خانوادہ حضرت نور، از خاصگان بارگاہ سرمد، قطب الوقت حضرت بندگی شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ:

قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین امیٹھی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ راہ سلوک میں انتہائی احتشام بلند، مرتبہ ارجمند، اخلاق حمیدہ، اور صفات پسندیدہ کے مالک تھے۔ طالبان اہل حق کی تربیت میں آپ کا انداز مخصوص

اور طریقہ محمود تھا۔ آپ کے کمالات کی کوئی انتہا نہ تھی۔ عبدالرحمٰن چشتی رتنیوی ملفوظ میں لکھتے ہیں، جب میں چار سال کا ہوا، میرے والد نے بندگی شیخ محمد کی زبان فیض بنیان سے میری بسم اللہ کرائی، آج تک اس کلام کی لذت اور شیرینی میری زبان سے نہ گئی اور روز اول کی طرح آج بھی تازہ ہے۔ مولوی علم الہدیٰ بن مولوی نجم الہدیٰ سے منقول ہے کہ قطب الاقطاب کی پہلی بیوی مخدومہ جہاں بنت مخدوم شیخ خاص خاصہ خدا سے پانچ لڑکے پیدا ہوئے، ہر ایک فرزند علم ظاہری و باطنی اور طریقہ کسب درویشی سے پورے طور سے بہرہ مند تھا، چنانچہ شیخ عبدالجلیل نے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت پایا اور دوسرے صاحب آپ سے خرقہ خلافت کے امیدوار ہوئے، سب نے اپنے پیچھے اولاد چھوڑی جو اب تک موجود ہیں اور اپنے والد کی زندگی ہی میں دنیا سے رخصت ہوئے اور بندگی شیخ محمد کو سلسلہ نظامیہ اقطابیہ کے اجرا کے لیے حق تعالیٰ سبحانہ نے باقی رکھا۔ شیخ نظام الدین نے اپنے وصال سے کچھ پہلے شیخ محمد کو اپنے پیروں کی تمام امانتیں خرقہ، دستار اپنی خلافت ہر قسم کی پسندیدہ نصیحتیں اور جاں پسند وصیتیں اپنے خلفا و وابستگان سلسلہ اور مریدوں کے احوال پر شفقت کرنے سے متعلق ارشاد فرمائی اور اپنا جانشیں بنایا، فرمایا کہ نظام الدین دو چیز رکھتا ہے (۱) جذب (۲) سلوک۔ جذب اپنے فرزند شیخ فتح اللہ راجگیر ی کو دیا اور سلوک اپنے فرزند شیخ محمد کو عنایت فرمایا۔ کچھ دنوں بعد رحمت حق کے جوار سے پیوستہ ہو گئے۔

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس　　　　که گوهر سپارد به گوهر شناس

پھر شیخ محمد نے سجادگی کے تمام احکام و حقوق کو عمدہ طور پر ادا کیا۔ طاعت و عبادت، اخلاق و شفقت، احترام و تواضع ایثار میں پدر بزرگوار کے قدم بہ قدم رہے۔ آپ کے کمالات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کے صاحب زادے علم کیمیا سیکھنے کی طرف مائل تھے، ایک دن ایک گوشہ میں کسی چیز کو پگھلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے، دیکھا تو در حقیقت خالص سونا تھا، پھر آپ نے تانبے کے ایک ٹکڑے پر تھوک دیا، وہ بھی خالص سونا بن گیا، پھر فرمایا، اس طرح علم کیمیا سیکھنا جائز ہے، اس کے بعد فرزند کو کیمیا کی نمائش سے مشغول بحق کر دیا، ان کا ذکر بھی آگے آئے گا۔

کسی زمانہ میں آپ کے بھائی شیخ جعفر کے ماموں مولوی علیم اللہ جو تبحر عالم تھے، انہیں یہ غم لاحق ہوا، اتنے علم ظاہر کے باوجود میرا بھانجا بندگی جعفر باپ کا سجادہ نشیں نہیں ہوا، انہوں نے حضرت سے کچھ دقیق مسائل دریافت کیے، آپ نے ایک طالب علم سے جو ابھی "کافیہ" پڑھ رہا تھا، فرمایا، تم ان مسائل کا جواب دو، اس طالب علم نے تمام سوالوں کے جوابات دیے، حاضرین مجلس کو حضرت کی علوئے کرامت پر بڑی حیرت ہوئی۔

ایک دن اپنے فرزند سے کہا، مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ زندگی اور زندگی کے بعد قیامت تک ہر سال رمضان المبارک میں بیت المعمور کے اندر جو فرشتوں کا قبلہ ہے، ایک ختم قرآن پڑھتا رہوں، تم بھی یہ عمل اپنے لیے لازم کر لو اور دوسرے فرزندوں اور خلف کو بھی حکم دو کہ ستائیس رمضان مبارک کو میری فاتحہ دیں، یہ رسم فاتحہ اب تک اس سلسلہ میں جاری ہے۔ جس دن آپ کا وصال ہوا۔

سادات جون پور میں سے شاہ عبدالرحمٰن نگرامی جو سید جلال الدین بخاری کے سلسلہ میں بیعت اور کشف و کرامات میں مشہور تھے، فرمایا، یہ قمری جو پنجرہ میں ہے، یہ کہہ رہی ہے، قطب وقت شیخ محمد اس دنیا سے رحلت فرما گئے،

جب لوگوں نے تحقیق کی، تو معلوم ہوا اسی دن آپ کا انتقال ہوا تھا۔ یہ واقعہ آپ کی قطبیت کی دلیل ہے۔
۲۷ ذی قعدہ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار پدر بزرگوار کے پہلو میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سری سقطی بن شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

مظہر ولایت اقطابی، مصدر مقصد و مطلب یابی، از عاشقان ذات احمد، حضرت شیخ سری سقطی بن شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

اپنے والد بندگی شیخ محمد بن قطب الاقطاب بندگی نظام الدین کے فرزند و خلیفہ ہیں۔ دنیائے سلوک و تصوف میں صاحب کرم، بزرگ، ولی، بلند مرتبہ، اہم صوفی، بڑی شان اور مرتبہ عالی رکھتے تھے۔
آپ پر جد بزرگوار کی قطبیت کا فیض جاری تھا۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ لکھنو کے نواح میں ''نون'' نامی لڑکی سے آپ کو عشق تھا، لکھنؤ کے کسی حاکم نے اس کو تکلیف پہنچائی، یہ خبر سنتے ہی آپ پالکی پر سوار ہوئے، انتہائی غضب و جلال کے عالم میں لکھنؤ کا رخ کیا، جب حضرت شاہ عبدالجلیل کے دائرہ میں پہنچے، جو امیٹھی سے لکھنؤ کے راستہ پر واقع ہے، شیخ عبدالجلیل نے آپ کے غضب و جلال کا مشاہدہ کیا، تواضع اور دل جوئی کے لیے سواری کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اس حاکم کی طرف سے عذر و معذرت کی، اس طرح اس کی غلطیاں معاف کرائیں۔
''احسن القصص'' کے مصنف لکھتے ہیں، کہ شیخ ایسا عرفان رکھتے تھے، کہ شیخ سری سقطی کے فیض باطن اور کمال اسرار کو بیان کرتے اور گزشتہ اولیائے کاملین کے ریاضات و مجاہدات بیان کرتے، ایک دن شیخ محمد علیم اللہ بن شیخ عبدالحکیم نے جو آپ کے والد کے چچیرے بھائی اور خلیفہ تھے، آپ کے کشف کا امتحان لینا چاہا، دل میں ایسی بات سوچی جس سے مخلوقات میں کوئی واقف نہ تھا۔ آپ نے دل میں سوچا کہ حضرت کی جس قبا پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں، درخواست کے بغیر ہی عنایت فرما دیں، ایک گھڑی بھی گزرنے نہ پائی تھی، شیخ کا خادم وہی قبا لے کر حاضر ہوا اور کہا، شیخ سری سقطی نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ قبا آپ کو دے دی جائے، اس کے بعد فقیروں کا امتحان لینے کی کوشش نہ کریں۔
سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ

محفوظ بحمایت ولایت، مسرور بمقامات درویشی نہایت، بغایت رفیع القدم ولی، افضل العصر حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے پدر بزرگوار شیخ سری سقطی بن شیخ محمد کے فرزند و خلیفہ ہیں۔ مقامات تصوف میں بڑی مہارت اور اظہار کرامت میں ظاہر و باہر شان بزرگ اور مرتبہ عالی رکھتے تھے۔
صاحب احسن القصص لکھتے ہیں، خرق عادات اور ہمت و ایثار میں آپ کو شبلی ثانی کہنا بجا ہے۔

بیان کرتے ہیں، آپ کا ایک مرید تھا، دوران سفر وطن سے دور ایک بیابان کے اندر کنویں میں گر گیا، اس سنسان مقام پر کسی مددگار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس مرید نے کنویں کے اندر دل میں مرشد سے دعا کی درخواست کی، پیر کی صورت کنویں کی منڈیر پر ظاہر ہوئی اور ہاتھ بڑھا کر مرید کو کنویں سے باہر نکال دیا اور خود غائب ہو گئے، ایک زمانہ کے بعد جب مرید واپس لوٹا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے تبسم فرمایا، اور اس پر راز ظاہر کیا، جس کے مفہوم کی تفسیر ممکن نہیں۔

آپ کے کمالات بیان سے زیادہ ہیں۔ اپنے صاحب زادے شیخ عبدالواحد کو اپنے بزرگوں کا خلیفہ اور سجادہ نشیں بنا کر اس دنیا سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

شیخ عبدالواحد جو دنیا کے متقیوں میں یکتا تھے، کماحقہ چھ سالوں تک حق سجادگی ادا کرنے کے بعد پردہ فرما گئے اور امر خلافت اپنے صاحب زادے شیخ جنید عرف شیخ شیخی کے حوالے کیا۔

موج :۔ احوال حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید بدلی کے عرفی نام سے مشہور ہیں۔ عالم دین اور شیخ جنید شیخی کے مرید تھے۔ انتہائی فضل وکمال میں مشہور عالم تھے۔ بالآخر بیت اللہ شریف تشریف لے گئے، جب واپس آئے، سورت کی بندرگاہ میں قیام فرمایا، ایک جہاں کو فیض پہنچا کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ شاہ سلطان ابراہیم آبادی اور شیخ بسادن امیٹھی، شیخ جنید شیخی کے خلیفہ تھے، شیخ جنید کے خلفا مولوی نورالہدیٰ اور سید ضیاء اللہ بلگرامی جو قادری مشرب تھے، ان کا ذکر لجہ قادریہ میں آئے گا۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ

جلیل القدر فی الفقر والمشیخہ، جلیل الوضع فی الزہد والطریقۃ، مقتدای علمای محققین، سجادہ نشین حضرت بندگی شیخ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ:

محقق روزگار، عارف اسرار، شان عظیم، ہمت بلند اور نفس قاطع کے مالک تھے۔ آپ سے اس قدر ظاہری ومعنوی تصرفات سرزد ہوئے، معاصرین میں مشکل ہی سے کسی سے اتنے تصرفات ظاہر ہوئے ہوں گے۔ اکثر بزرگوں سے اس طرح مروی ہے کہ آپ نے شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک سیر کی، میں نے آپ کی فائز البرکات ذات میں جس قدر بزرگ اخلاق پائے، دوسرے بزرگوں کے سجادہ نشینوں میں نہیں پائے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ فطری تھے، ان کا تعلق کسب دریاضت سے نہ تھا، ایسے کمالات آپ کی ذات میں یک جا ہو گئے تھے، تائید غیبی کے سوا ان کا اجتماع کسی ایک ذات میں ممکن نہیں۔ اپنے پدر بزرگوار حضرت شیخ جنید عرف شیخ شیخی کے مرید تھے، شیخ شیخی نے اپنے عمر کے آخری ایام میں جب کہ آپ سات سال کے تھے، شرف بیعت اور خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا اور اپنی جگہ حضرت قطب الاقطاب کا سجادہ نشیں مقرر کیا اور خاندان معلّی کی تمام امانتیں حوالے کیں اور آپ کی تربیت مولانا نورالہدیٰ کے سپرد کی، جو آپ کے جلیل القدر خلیفہ تھے، جن کا حال لجہ قادریہ میں آئے گا، پھر اپنی جان مشاہدہ

جاناں میں قربان کردی۔

بیان کرتے ہیں، کہ انتقال کے وقت سات سو آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں مولانا کے فیض تربیت سے علم ظاہر و باطن میں حصہ کامل اور فیض وافر کو پاکر مرتبہ تکمیل کو پہنچے۔ یک دنیا آپ کی گرویدہ ہوگئی، بڑی شہرت پائی، پوری زندگی سجادہ نشینی کے حقوق کو اچھے طریقے پر انجام دیا، بذل وایثار، خدمت فقرا وطلبہ ومسافراں، عبادت وریاضت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، انکساری، فروتنی، اخلاق حسنہ کو اپنا شعار حیات بنالیا تھا۔ اپنے زمانہ کے درویشوں کے ساتھ متواضع گفتگو فرماتے اور ان کی خدمت کرتے، راجہ امیٹھی نے کافروں کی شہ پر اپنی جمعیت کے ساتھ قصبہ امیٹھی کو غارت کرنا چاہا، قصبہ کے اکابر کی درخواست لے کر حضرت راجہ کے لشکر میں گئے، راجہ نے بظاہر آپ کا بہت احترام کیا، جب آپ نے تبرک اور دستار اسے عنایت فرمائی، اس نے غرور وسرکشی اور حیلہ سے عرض کیا، کہ یہ تبرک و دستار امیٹھی پہنچ کر قبول کروں گا، حضرت غیرت ایمانی کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور راجہ کے بھائیوں میں سے کسی کے گھر جا کر بیٹھ گئے۔ اس نے راجہ کے تبرک اور دستار لینے سے انکار کرنے کی معذرت کرتے ہوئے کہا، کہ اس نے نادانی اور جوانی کی حماقت کی بنا پر ایسا کیا ہے، اسی وقت حضرت کی زبان مبارک سے نکلا، دستار اس کے لیے ہے، جس کے پاس سر ہو اور جس کے پاس سر ہی نہیں دستار لے کر کیا کرے گا۔

آپ کی عمر ۷۸ رسال ہوئی، ۷رجمادی الاخری ۱۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے صاحب زادے شاہ محمد غوث والد بزرگوار کے خلیفہ اور اپنے اجداد کے سجادہ نشیں ہوئے۔ شاہ فضل اللہ تاادی، مرد متوکل، صاحب متقی اور ذوق وشوق رکھنے والے بزرگ ہیں، جو شیخ محمد یٰسؔ کے مرید تھے، عمدہ مرتاض حضرت بندگی شیخ نظام الدین اکبر کی نسل سے ہیں۔ بندگی شاہ یٰسؔ کے مرید تھے، کسب وریاضات، ورع، مجاہدات، سخاوت، عبادت اور مسافروں کی خدمت گزاری میں بہت ممتاز تھے، آباواجداد کے طریقہ پر قائم رہ کر زندگی بسر کرتے۔ خلوت وجلوت میں شغل باطن آپ سے نہ چھوٹتا، وقت کے اکابر آپ کے عقیدت مند اور نیاز مند تھے۔ خاصان حق آپ کے طریقہ کو پسند کرتے۔ سید شاہ احسن اللہ بلگری حضرت شاہ یٰسؔ کے مرید اور خلیفہ ہیں، جو مرجع خاص وعام اور عبادت میں مشہور تھے، عمدہ اخلاق اور بزرگی کے حامل تھے۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شاہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ

کاشف اسرار توحید، ثابت قدم توکل وتجرید، نوبادہ بوستان سلاسل علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، بے نظیر وقت حضرت بندگی شاہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

بندگی شیخ محمد کے مرید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب شریف حضرت سری سقطی شیخی تک پہنچتا ہے، آپ کے اکثر اجداد نے ملک روم کی بادشاہت کی ہے، آپ جلیل القدر صوفی، صاحب استغراق وسکر، ذوق عشق، محبت، کرامت اور خوارق عادات تھے۔ آپ کی بڑی مقبولیت تھی۔

مکہ معظمہ کے اسفار میں بہت سے اولیائے کرام نے وابستہ رہ کر فیض اٹھایا۔ لقمہ حلال کی طلب میں بڑی احتیاط

سے کام لیتے ،اگر مشکوک کھانا آپ کے سامنے پیش کیا جاتا، کشف سے معلوم کر کے اس کھانے کو تناول نہ فرماتے ، اکثر و بیشتر درخت کے پتوں سے افطار کرتے ، جو مخلوق کے احسان کے بغیر حاصل ہوتے ، سیر و سیاحت کرتے ہوئے جون پور پہنچے۔

شیخ صلاح سہروردی کے فرزند مولانا شمس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی بہن کو آپ کے عقد نکاح میں دیا، جن کے بطن سے دیوان عبدالرشید پیدا ہوئے۔

جب وہ نو سال کے ہوئے ، تو پیروں کی تمام امانتیں صاحب زادہ کے حوالے کیں ، اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری مولانا شمس کو سونپ کر شہر پورنیہ صوبہ بنگال کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں رخت اقامت ڈال دیا اور وہیں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔

اس صاحب ولایت بزرگ کے مزار شریف کی زیارت سرزمین پورنیہ کے لوگ عقیدت و محبت کے ساتھ کرتے ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت ابوالبرکات شمس الحق دیوان عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

درشہوار صدف ہدایت ، واصل منزل مقصود نہایت ، اکمل ولی و اکبر وحید، حضرت ابوالبرکات دیوان عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ:

بندگی شاہ مصطفیٰ کے فرزند اور خلیفہ، آپ قبولیت تمام، مقبول انام، مشائخ برتر، مرتاض اکبر، مجاہدہ وسیع اور مشاہدہ رفیع کے مالک تھے۔ گنج رشیدی میں حضرت کا ایک ملفوظ منقول ہے، جب آپ کے والد بزرگوار نے وہ تمام نعمتیں جو اولیائے کرام سے حاصل کی تھیں ، انہیں دیں اور آپ کی تربیت کی ذمہ داری مولانا شمس کے سپرد کی، پورنیہ کی طرف متوجہ ہوئے ، مدتوں تک مولانا شمس سے علم صوری و معنوی کے فیوض حاصل کرتے رہے۔

قطب جون پور استاذ الملک شیخ محمد افضل جون پوری سے کچھ دنوں تعلیم حاصل کی ۔ ۱۵ رسال کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو کر دلی تشریف لے گئے ، وہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی ، انہوں نے آخر میں فرمایا، تم میرے لڑکے شیخ نورالحق محدث سے بھی سند حدیث حاصل کر لو ، میں بھی سماعت کروں گا ، اس سعادت کے حصول کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سلسلہ قادریہ ، موسویہ ، شاذلیہ اور وہابیہ کی اجازت کے ساتھ ساتھ خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ دہلی سے بنارس تشریف لائے ، شاہ طیب قطب بنارس کی صحبت اختیار کی ، وہاں سے راجہ سید حلیم اللہ مانک پوری کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فیوض و برکات حاصل کیے، خرقہ خلافت و نعمت اور شمس الحق کے خطاب سے سرفراز ہوئے ، جون پور کی سکونت کے مجاز قرار پائے ۔ جب جون پور سے اپنے والد ماجد کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے ، بہار شریف میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی زیارت کی ۔ حضرت موسیٰ گیلانی کے خلیفہ حضرت سید شمس الدین حسنی جو راجگیر کے جنگل میں یاد حق میں مشغول تھے، حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے حکم سے اپنے پیروں اور مرشدوں کی تمام نعمتیں کسی درخواست کے بغیر آپ کو عطا فرمائیں، شیخ تاج الدین جھونسی جو

اپنے وقت میں فرد فرید تھے اور مولوی شہباز شطاری بھاگلپوری سے نعمتیں پائی تھیں اور شیخ عبد القدوس علی بن شیخ عبد السلام سے جو سلسلہ قلندریہ کے پیرو مرشد تھے، ان سے نعمت اور اجازت حاصل کی، الغرض! حضرت کے کمالات اور صحت حالات احاطہ تحریر میں نہیں لائے جاسکتے۔ عجیب وغریب حالات کے مالک تھے، مشاطی الارض (مختصر مدت میں دور دراز کا سفر) جون پور سے بنارس بیس کوس کے فاصلے پر ہے، اتنی طویل مسافت عصر اور مغرب کے درمیان طے کر لیتے، طریقہ یہ تھا، کہ عصر کی نماز کے بعد بنارس جاتے اور وہاں سے لوٹ کر اپنی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرتے۔ آپ کی دوسری کیفیت اور حالت اقطاب کی کیفیت وحالت کے مطابق تھی، اہل کمال کے نزدیک آپ یقینی طور پر مقام قطبیت پر فائز تھے۔

اپنی دختر نیک اختر کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حاجی ارزانی سے کر دیا تھا، جو اپنے وقت کے کامل ولی تھے، ان مخدومہ کے بطن سے کئی فرزند پیدا ہوئے۔

ایک زمانہ تک درس دینا ترک کر دیا، آپ کی محفل کو لوگ مولانا روم کی روحانی مجلس کے مثل قرار دیتے ہیں۔ مریدوں میں، اکثر صاحب دل وصاحب حال اور عالی احوال بزرگ تھے، چنانچہ ان میں سے اکثر صاحب ولایت اور مرتبہ قطبیت وغوثیت پر فائز ہوئے۔ ان میں سے کچھ صاحب کمال مریدوں کے اسما یہاں لکھے جاتے ہیں:

(۱) میر محمد جعفر عظیم آبادی، (۲) سید قوام الدین گورکھ پوری (۳) مولوی محمد نعیم ہدو سرائی (۴) شاہ عبد الواحد مشتاق فتح پوری (۵) ملا بدلی ریوہ (۶) قاضی محمد ماہ اودھی (۷) مولوی محمد ماہ دیوگامی (۸) مولوی محمد عبد الشکور منیری (۹) شاہ اسماعیل قطب ساری (۱۰) حافظ نور اللہ بنارسی (۱۱) شیخ محمد فاضل برن پوری (۱۲) مولوی نور الدین جعفر جون پوری (۱۳) قاضی عصمت اللہ علوی قاضی لاہور (۱۴) قاضی حبیب اللہ علوی قاضی جہانگیر نگر (۱۵) قاضی محمد مودود بلخی (۱۶) شیخ غلام رسول جون پوری (۱۷) شیخ صبغۃ اللہ علوی (۱۸) شیخ آیت اللہ فتح پوری (۱۹) مولوی محمد جمال جون پوری (۲۰) شیخ عنایت اللہ ساکن چترساری (۲۱) شیخ حامد جون پوری (۲۲) شیخ محمد اکرم جون پوری (۲۳) شاہ نصرت جمال ملتانی مصنف گنج رشیدی (۲۴) شاہ عبد اللہ بنگالی (۲۵) میر سید مداری سادات پوری (۲۶) شاہ فتح اللہ محی الدین وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت کے مکاتیب تصوف وسلوک میں بڑے عجیب وغریب ہیں، بخوف طوالت انہیں یہاں نقل نہیں کیا جا سکتا، بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ میں نماز فجر کی دوسری رکعت میں جان جان آفریں کے حوالے کی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

صاحب افادات علوم دینیہ، مورد اضافت یقینیہ، مجموعہ کمالات مشرف حالات از والد خود مسترشد، ولی زمانہ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ:

کنیت ابو الکشف اور پیر کا عطا کردہ لقب بدر الحق ہے۔ آپ دیوان عبد الرشید کے ارشد خلف وخلیفہ ہیں۔ علم صوری ومعنوی میں بڑی شان رکھنے والے بزرگ تھے۔ تصوف وسلوک میں آپ کے عجیب وغریب ملفوظات ہیں۔ گنج

ارشدی میں مرقوم ہے، کہ آپ اپنے روحانی احوال وکمالات کو پوشیدہ رکھتے، تمام سلاسل کی نعمتیں جو والد بزرگوار کو حاصل ہوئی تھیں، سب کی سب آپ کو حاصل ہوئیں، آپ کا یہ زریں قول ہے۔

ایک شرعی مسئلہ پر غور وخوض کرنا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے، ہمیشہ مریدوں اور طالبان حق کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہتے، ایک بار حضرت نواح لکھنؤ میں تشریف لے گئے، سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے نور باطن سے آپ کو پہچان لیا، فرمایا، اس نواح میں اللہ کا ایک عاشق صادق آیا ہے، حضرت نے بھی شاہ عبدالرزاق کے حق میں فرمایا، ان قصبات سے دوستان حق کی خوشبو آتی ہے، آپ کے کمالات بہت بلند ہیں، جب حضرت بیمار پڑے، مولوی محمد جمیل جون پوری عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ کا مزاج پوچھا، دیر سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے، آنکھ کھول فرمایا۔

دل بزلف آں پری پیکرمی دانم چہ شد	دردسر باقی بجا وسرمی دانم چہ شد
آں کہ می گوئی چرا آشفتہ خاطر گشتہ ای	دل بزلفش بستہ ام دیگرمی دانم چہ شد

۲۴ر جمادی الاخری ۱۱۳۰ھ شب کا چوتھائی حصہ باقی تھا کہ ملاء اعلیٰ کی طرف رحلت فرما گئے۔

موج :۔ احوال حضرت غلام رشید رحمۃ اللہ علیہ

فخر زاہداں، وقر عابداں، از اشرف واعلیٰ عاشقان ذات مجید، ابی العیاض قمر الحق حضرت غلام رشید رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شاہ ارشد کے خلف وخلیفہ ہیں، آپ بلند کرامت اور خوارق ارجمند، نفس شکن، دل پسند، محبت خداوند کے مالک تھے، ابتدا سے انتہا تک واجبات، فرائض اور سنن ومستحبات آپ سے فوت نہیں ہوئے، احوال کو پوشیدہ رکھنے میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، گنج رشیدی میں مرقوم ہے، آپ کی عظمت شان وکمال یہ ہے، کہ ایک لاکھ چالیس ہزار مرید رکھتے تھے، حضرت نور قطب عالم سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے اکثر وبیشتر پنڈوہ شریف تشریف لے جاتے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک سے بھی ملازمت کا شرف حاصل ہوا تھا، آپ کے کمالات بہت زیادہ ہیں، اپنے جد اعلیٰ شاہ مصطفیٰ کی زیارت کے لیے پورنیہ تشریف لے گئے تھے، جب واپس لوٹے آپ کو پتہ چلا، کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے، تیزی کے ساتھ جون پور پہنچے۔

۵ر صفر ۱۱۶۷ھ بروز سنیچر دوپہر کے وقت وفات پائی۔ اپنے دادا اور والد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ

جانشین اکابراں، از متوکلین وصابراں، شیخ ریاضت آئین، حضرت شیخ فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ:

مولوی محمد جمیل جون پوری کے پوتے ہیں، گنج ارشدی میں لکھا ہوا ہے، ابتدائے حال میں اپنے آباد اجداد کی میراث میں ملنے والی دولت کی بنا پر دنیاداری کی طرف مائل ہوئے، آخری عمر میں شوق الٰہی آپ پر غالب آیا، دنیاداری کو ترک کر کے حضرت شاہ غلام رشید کی خدمت میں پہنچ کر بیعت ہوئے، کمال خدمت گزاری وخاکساری کی بنا پر

خلافت پائی، پیرومرشد کے جانشین قرار پائے، ایک زمانے تک اپنے پیران عظام کے حقوق مراتب کما حقہ انجام دیے، فقروفاقہ جواس خاندان کی خصوصیت ہے، اپنے اہل وعیال کے ساتھ اندازہ سے کہیں زیادہ فقروفاقہ اور ریاضات شاقہ برداشت کیں، اپنے پیرومرشد کی پیروی میں اس قدر مصروف ہوئے، کہ آپ فنا فی الشیخ کی مثال بن گے۔

موج :۔ احوال حضرت مولوی محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ

علم وہدایت را دلیل، حضرت مولوی محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ:
باشندہ جون پور، آپ اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے، بادشاہ اورنگ زیب نے فتاوی عالم گیری کی مجلس تدوین میں آپ کو شامل کیا تھا، شاہ نظام الدین اورنگ آبادی، مولوی نورالہدی امیٹھوی اور میر سید حسن رسول نما علیہم الرحمہ نے آپ سے شرف تلمذ پایا تھا، علوم ظاہری میں اتنی عظمت کے باوجود حضرت دیوان شاہ عبدالرشید کی ارادت اور اشتغال باطن سے بے بہرہ نہ تھے، بلکہ روحانیت کی طرف مائل تھے، آپ کے پوتے شیخ فصیح الدین، شاہ احمد اللہ گورکھ پوری اور شاہ بدیع اللہ جون پوری جوان بزرگوں سے سلسلہ قادریہ میں مستفیض ہیں، لجہ قادریہ میں ان کا ذکر آئے گا۔

شعبہ سوم

مجلی در احوال حضرت شیخ المشائخ، مظہر جلال وجمال، امام اہل کمال، سلطان الاصفیا، برہان الاتقیا، قطب ارشاد ورہبری، حضرت شیخ علی صابر کلیری خلیفہ حضرت قطب اکبر شیخ فرید گنج شکر ومتابعان ایشاں۔
ہمارے دیار میں یہ سلسلہ قطب برحق حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوا اور اس سلسلہ میں عام طور پر لوگ مرید ہوتے ہیں، مراقبہ اس سلسلہ کا معمول ہے۔

موج :۔ احوال قطب الاقطاب حضرت شیخ علاالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

تخت نشین اقلیم حقیقت، خدیو ملک معرفت، ممتاز مشائخ کرام باحترام بعاشقان عظام، از علو کمالات در معاصران فاخر، قطب الاقطاب حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ:
آپ کا سلسلہ نسب حضرت موسی علیہ السلام تک پہنچتا ہے، شیخ فرید گنج شکر کے داماد اور مرید وخلیفہ ہیں، اس گروہ کے اولیائے عظام میں آپ بہت بلند کمالات اور تصرفات ارجمند کے مالک تھے، صوفیانہ مشرب میں بڑی شان والے تھے، جو بات زبان پر آتی فوراً وجود میں آجاتی، آپ قلندر مشرب تھے، ابدالوں کی طرح زندگی بسر کی، باطن کی آرائش میں اس قدر منہمک رہتے، کہ رسوم ظاہری کی طرف ہرگز توجہ نہ کرتے، حضرت فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کلیر کا

صاحب ولایت بنا کر بھیجا، کلیر کے علماو اکابر نے آپ کا انکار کیا، لیکن آپ کی صریح کرامتوں اور جلال کی وجہ سے سامنے نہ آتے۔

ایک دن اپنی جماعت کے ساتھ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے تشریف لے گئے، وہاں کے اعیان و اکابر نے حضرت کو جس مقام پر بیٹھے تھے، وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا دیا، کہ یہ مقام ہمارے بزرگوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے، تمہیں اس مقام پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں، یہ گفتگو طویل ہوگئی، لوگوں نے کہا، یہ حضرت صاحب ولایت ہیں، اعیان کلیر نے کہا، ہم کیسے جانیں، کہ کلیر کے صاحب ولایت ہیں، اس کے لیے دلیل چاہیے، حضرت پر جلال طاری ہوا، مسجد سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، دلیل یہ ہے، کہ تم سب اسی وقت ہلاک ہو جاؤ گے، یہ کہتے ہی مسجد گر پڑی اور دو ہزار لوگ دب کر ہلاک ہو گئے، جو لوگ بچ رہے، انہوں نے معذرت کی فرمایا، اب تمہاری معذرت کام نہ آئے گی، میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے، کہ یہاں کے سارے باشندے ہلاک ہو جائیں، چنانچہ رب نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور ویران ہونے کے بعد یہ کلیر پھر کبھی آباد نہ ہوگا، ایسا ہی کلیر ویران ہو گیا۔

۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ میں وفات پائی، آپ کا مزار مبارک کلیر میں ہے۔

موج :۔ احوال قطب عالم حضرت شیخ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب فلک وصال، فلک حقیقت و حال، مستغنی از غیر ذات، مساوی حیات و ممات، ہدہد ہوائے ہدایت، قطب عالم حضرت شیخ شمس الدین ترک صاحب ولایت رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علی صابر کلیری کے مرید و خلیفہ ہیں، اس گروہ کے باحشمت بزرگ ہیں، آپ کمالات بلند، حالات ارجمند اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنے والے تھے، مستی اور تجرد مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا تھا، اکثر و بیشتر چمڑے کا قلندرانہ لباس پہنتے، دنیا و مافیہا، زر و سیم اور مخلوق سے بے نیاز رہتے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ، تصفیہ باطن اور استغراق میں بے نظیر تھے، تھوڑی سی روحانی توجہ سے عالم سفلی کے ساکنوں کو عالم علوی تک پہنچا دیتے تھے، قہر اور لطف کی جو بات زبان سے صادر ہوتی، فوراً واقع ہو جاتی، آپ خواجہ یسوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں، جن کی نسبت چند واسطوں سے حضرت علی کے فرزند محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔

آپ نے اپنے بے نظیر پیر و مرشد کی صحبت میں رہ کر کمالات روحانی کی تکمیل کی اور خلافت، خرقہ اور قسم قسم کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے، مرشد نے پانی پت میں اقامت کا حکم دیا اور وہاں کی ولایت سپرد کی، مرشد کی وفات کے بعد پانی پت آئے اور مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی، آپ کے کمالات اتنے زیادہ ہیں، جو اس مختصر تذکرے میں نہیں سما سکتے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور دوسری اہم کرامتیں بھی آپ سے ظاہر ہوئیں۔

۱۹ شعبان کو وفات پائی۔ آپ کا مزار مقدس پانی پت کے نواح میں حاجت روائے خلق ہے۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گزرا، آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔

(۱۹ شعبان المعظم ۷۱۶ھ از اقتباس الانوار ص ۵۲۶، مترجم)

موج :۔ احوال حضرت شیخ جلال الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

مقیم مقام بقا، قسیم ولایت واتقا، تحقیق ہادی، مالک ملک آزادی، بالیقین سلطان اقلیم یقین، حضرت شیخ جلال الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ اس گروہ کے محب اور محبوب ہیں، طبع کریم، لطف عمیم اور حال مستقیم رکھتے تھے۔ آپ نے اس قدر ریاضت ومجاہدہ اپنی ذات پر لازم کرلیا تھا، کہ بھوک کی انتہائی شدت کی بنا پر نفس امارہ بصورت موہوم مجسم ہوکر آپ کی ذات سے خارج ہوگیا اور آپ کی استقامت میں ذرہ برابر فتور واقع نہ ہوا، نماز پنج گانہ کے علاوہ تمام اوقات مستغرق رہتے اور نماز کے وقت جب مرید استغراق سے باہر لاتے، لطف وقہر کی جو بات زبان سے نکلتی، فوراً واقع ہو جاتی، عالم نیرنگ کے باشندوں کوادنی توجہ سے عالم بے رنگ تک پہنچا دیتے۔

آپ کے والد جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے، پانی پت میں مقیم ہوئے اور شیخ جلال الدین پوری فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے، حضرت شمس عالم تاب کی نظر توجہ سے کامیاب وکامراں ہوئے اور آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔

کرامتیں اندازہ تحریر سے زیادہ ہیں، آپ کے کل خوارق اس سے بڑھ کر کیا ہوں گے کہ گم گشتہ بحرفنا اور غریق بحر بقا شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل ولی آپ کے مرید وخلیفہ ہیں۔

۵ رذیقعدہ ۸۱۵ھ میں دار فانی سے رحلت کی، پانی پت میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔

موج احوال حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مقرب ذات ذوالجلال، متصرف مقام جمال وجلال، فرمانروائے اقلیم ہدایت، سلطان وادی بخشش وعنایت، گم گشتہ بذات مطلق، قطب وحدت حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، شیخ جلال الدین ترک پانی پتی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ کشور فضل وکمال کے محتشم اور بحر بے زوال کے واصل ہیں۔ بلند شان والے عاشق، دل پسند عنوان میں مستغرق، وسیع مرتبہ والے شیخ، عالی مرتبہ والے عارف، بحر انوار ذات میں مستغرق، صفحہ آیات بینات، خدیو ملک استغراق، اقلیم وفاق کے تخت نشیں، مجموعہ کمالات کا معدن، مخزن حالات، مشائخ ذی مناقب کے مقتدا، آپ کا تصور خطرات جسمانی کے دفاع کے لیے شہاب ثاقب کا حکم رکھتا ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے آپ کے ملفوظ مبارک سے نقل کیا ہے، کہ جس قدر مجاہدات قدم تجرید وتفرید میں آپ نے کیے ہیں، اس گروہ کے بہت کم لوگوں نے ایسے مجاہدات کیے ہیں، چھ ماہ تک خود کو قبر کے اندر مقید رکھا، حق سبحانہ تعالیٰ نے بے کام وزبان آپ سے جب کلام فرمایا، تو قبر سے نکلے اور شب وروز استغراق میں رہتے، نماز پنجگانہ کے وقت یا راستہ چلنے میں، خدام لفظ حق حق بولتے، اور آپ کو عالم لاہوت سے فضاء ناسوت میں لاتے، آپ کا نام شیخ احمد

تھا اور عبدالحق بارگاہ الہی سے خطاب ملا تھا، آپ کے کمالات کی شہرت تمام ہندوستان بلکہ عرب وروم وعجم اور پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، جلالت ولایت کے سبب ہر وضیع وشریف کو آپ کا توشہ نعمت کھانے کی قدرت نہیں ہوتی تھی، جسے آپ کے صاحب زادے مرید اور صلحا ومتقین ہی کھا سکتے تھے، وہ مقدس مشائخ اور عظیم ترین اولیا میں سے تھے۔ آپ کی کرامتیں بہت ہیں۔

ایک کرامت یہ ہے کہ ایک رات لوگوں کا ہجوم، مشعلیں اور شور وغوغا کے ساتھ ایک شخص شادی کے لیے جارہا تھا۔ جب اس محبوب حق کے حجرہ استغراق کے پاس پہنچا، شور وہنگامہ کی وجہ سے مشاہدہ حق میں خلل پڑا، اس بات سے متنبہ ہو کر حجرہ میں موجود ایک پیالے کو الٹ دیا، اتنے ہی سے برات کی مشعلیں اور دوسرے لوازمات گھوڑے ہاتھی جو کچھ تھا سب غائب ہو گیا۔ مخلوق کو اس بات سے بڑی حیرت ہوئی، اس دولہے کا باپ جو برات سے پیچھے رہ گیا تھا، غائب نہ ہوا، آپ کو صاحب ولایت سمجھ کر چند روز تک اس مقدمہ کے تعلق سے فریاد کرتا رہا، حضرت نے پیالے کو سیدھا کر دیا، اسی وقت پورا مجمع مشعل اور ساز وسامان کے ساتھ حاضر ہو گیا۔

آپ کا یہ قول ہے، جو شخص میرے دائرے میں شامل ہو گیا، جہنم کی آگ اس پر حرام ہے، دائرہ سے مراد آپ کا سلسلہ بیعت ہے، اور آتش دوزخ سے مراد کفر ونفاق ہے۔

۱۵ر جمادی الاخری ۸۳۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک ردولی میں اس دیار کے لوگوں کے لیے حاجت روا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخلص رحمۃ اللہ علیہ

واصل دوست، مغز کمالات بے پوست، از ماسوا اللہ مفلس، کامل روزگار حضرت مخلص رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالحق ردولوی کے پاک اعتقاد مرید ہیں، دل کی صفائی، کشف صحیح میں بے نظیر تھے، آپ پر عالم معنوی کا اتنا غلبہ تھا، کہ اس عالم ظاہر میں رہنا آپ کو مطلق پسند نہ تھا، ایک دن مرشد برحق سے عرض کیا، یہ لباس پرانا ہو گیا ہے، اگر حکم دیں تو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر جاؤں، فرمایا، صبر کرو، ہم تمہارے ساتھ چلیں گے، معلوم ہوا کہ پیر ومرشد انتقال کی اجازت نہیں دے رہے ہیں، صاحب زادے سے کہا، اے بہرام! میں اس دنیا سے جانے والا ہوں، مجھے جلد قبر میں دفن کر کے میرے پیر ومرشد کو خبر دینا، میری اس وصیت کو نہ بھولنا، پھر سر پر چادر تان لی، اور جان محبوب حقیقی کو سونپ دی، بہرام پریشان ہو کر پیر ومرشد کی خدمت میں پہنچا اور اپنے والد کی موت کی خبر دی۔

حضرت احمد عبدالحق نے استغراق سے سر اٹھایا اور فرمایا، میرا مخلص مرید میری اجازت کے بغیر ہی چلا گیا، پھر اپنے مخلص مرید کے جنازہ پر پہنچے اور چالیس مرتبہ آواز دی، مخلص مخلص، یہ سنتے ہی مخلص زندہ ہو گیا اور اٹھ کر شیخ احمد عبدالحق کی خانقاہ میں آیا اور بہرام سے کہا، تو نے میری وصیت پر عمل نہیں کیا، دفن کیے بغیر ہی حضرت پیر کو خبر کیوں کی؟ اب جس طریقہ سے بھی ہو اجازت لاؤ، بہرام نے بہت گریہ وزاری کے ساتھ باپ کے مرنے کی اجازت طلب کی، حضرت نے رخصت دی اور وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے، آپ کا مزار مرشد کے دائرہ میں ہے۔

مخلص کے دونوں بیٹے بہرام اور شمس الدین جو حضرت شیخ احمد عبدالحق کے مرید بھی تھے اور سیر سلوک کے بلند مرتبہ پر فائز تھے، یہ دونوں مرتبہ ارشاد پر پہنچے اور سیر سلوک میں آگے بڑھے، جب یہ دونوں قصبہ اربری میں شیخ نصیر الدین بن شیخ بدرالدین حسینی کے چھوٹے بھائی شیخ قدوۃ الدین کے پاس پہنچے، قدوۃ الدین ایک زمانہ سے شیخ احمد عبدالحق سے مرید ہونے کی خواہش رکھتے تھے، ان دونوں کو شیخ کا مرید جان کران سے روحانی فوائد حاصل کیے اور ان دونوں کے ساتھ شیخ کی خدمت میں آئے، ایک مدت تک خدمت کی، تب کہیں جا کر شیخ نے آپ پر توجہ کی اور انہیں پندرہ دن تک زمین کے اندر دفن کرنے کے بعد داخل بیعت کیا۔

سید کبیر کامل زمانہ مجذوب ہو کر ہمیشہ بادہ توحید میں سرشار رہتے۔ میاں بختیار بھی شیخ احمد عبدالحق کے مرید ہیں، شائستہ خدمات کی بنا پر محرم اسرار الٰہی ہو گئے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ

پردہ در سرادقات ازلی، محرم ماہر حقایق حالات لم یزلی، محیط سلسلہ صابری، غریق بحر ہدایت و رہبری، بمشاہدہ انوار الوہیت دائم مستغرق، مرجع اقطاب حضرت مخدوم شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد بزرگوار کے خلف وخلیفہ ہیں۔ عظیم الشان ولی اور شاہد بے نشاں کے انوار میں، مستغرق، عجیب حالات اور انوکھے مقامات کے مالک ہیں۔ معانی کے معدن، کمالات انسانی کے مخزن، مسند ہدایت کے صدر ہیں، باپ کے قدم بقدم سلسلہ کے روح رواں۔ ارباب عشق ومحبت کے مقتدا، واقف سر سرمدی، وارث دور ولایت احمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تھے، اپنے والد بزرگوار کی وفات کے دن سے ۵ سال تک اپنے والد، جد کے دم بدم اور قدم بقدم حسن اخلاق، تو جد، عبادات، تصرفات صوری ومعنوی سے مزین زیب سجادہ ہو کر زندگی بسر کی۔ آپ کے انتہائی کمالات یہ ہیں، کہ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی نے فرمایا، اے معلم! تم اسے ہرگز کچھ علم نہ سکھاؤ کیوں کہ علم حجاب اکبر ہے، میں اسے خود علم سکھاؤں گا، میں نے تمہارے حوالہ صرف ادب سکھانے کے لیے کیا ہے، اپنے والد بزرگوار کی روحانی تربیت سے مرتبہ کمال تک پہنچے اور والد گرامی کے بعد ایک دنیا کو اپنی ولایت کے نور سے منور کیا، لوگوں کو ہدایت بخشی۔

بتاریخ ۱۸ر صفر ۸۸۷ھ وفات پائی۔

آپ کا مزار مبارک پدر بزرگوار کے دائرہ میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ

فانوس ہزار شمع نورانی، نخلخہ شمائم کمالات انسانی، نسیم صبح وصال، شمیم گل دستہ فضل وکمال، ذخیرہ تعارف ومعارف، قطب الاقطاب، حضرت مخدوم شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ:

اس گروہ کے صاحب احتشام بزرگ، بڑی عظیم شان، احوال قوی، صاحب خلق عام ومشاہد مدام، گل دستہ ولایت صابری کی خوشبو، ریاض بندہ پروری کی نسیم، آسمان کمالات کے سورج، شمس الدین حضرت جلال الدین ترک

پانی پتی کے مظہر جمال، سلسلہ ترکان کے ترک، بزرگوں کی بزرگی کے نمائندے، ہارونی ولایت کے ہارون، معاملات حاجی شریف زندنی کے حامی، کرامت کبریٰ کے کاف، معاملات معنیٰ کی فہم رکھنے والے، اہل معاملہ کے ممدوح، ارباب مشاغلہ کے محمود، دوستوں کے ہمدم اور اپنے جد بزرگوار کے قدم بہ قدم چلنے والے سالک تھے۔

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، آپ معروف وبمحمود احمد عارف تھے، آپ کی ظاہری صورت اور شمائم سیرت سے خوارق عادات کی کرن اور روحانی حالات کی تابندگی ظاہر و باہر تھی۔ مسند نشینی کا منصب والد بزرگوار کی خدمت و برکت سے حاصل کیا، حالات کی مشابہت، مقامات کی مناسبت اور مراقبت میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو بہ پہلو گامزن تھے ۸۷۷ھ میں اپنی ولایت وخلافت کا ڈنکا بجایا، اس زمانہ میں سلطان بہلول لودی دارالخلافہ دہلی میں حکومت کر رہا تھا، آپ کی کرامتیں حضرت عیسیٰ کے معجزات کا پرتو تھیں، آپ کے معارف آیات مکتوبات سے چند کلمے نقل کیے جاتے ہیں۔

☆اے عزیز! ارادت سالک کی سواری ہے، مرکب ارادت جتنا قوی ہوگا، راہ طریقت پر چلنا اور طریقہ شریعت کا طے کرنا اور منزل حقیقت تک پہنچنا آسان اور جلد تر ہوگا۔

☆سالک کے لیے ضروری ہے کہ کشش کی مقدار کوشش کرے اور خود کو ایسے مرشد تک پہنچائے جو انسان کامل ہو اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال وافعال سے آگاہ ہو اور ان پر عمل پیرا ہو اور ان کے فرمان کی پیروی کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو اس سے پوشیدہ نہ رکھے، تقویٰ، جوع، سیر، محبت قلبی اور عزلت باطنی پر عمل پیرا ہو، تاکہ ابرار و احرار کے مقام تک رسائی حاصل کرے اور اس کے فضل سے داخل بحق ہو۔

مراۃ الاسرار میں عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں، شیخ مخدوم محمد کے کمالات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، کہ شیخ عبدالقدوس بن اسماعیل حنبلی جیسا عالم لاہوت کا شہباز جس نے شیخ احمد عبدالحق کی روحانیت باطن سے تربیت حاصل کی اور مرتبہ کمال وولایت پر فائز ہوئے، حضرت کے ارشاد باطنی کی تکمیل میں حضرت شیخ محمد کے مرید ہوئے اور آپ کے ہاتھ سے خرقہ خلافت پہنا۔

اس سے بڑھ کر حضرت کا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے لکھا ہے، جب عمر کے آخری ایام میں مرض موت لاحق ہوا، اپنے بڑے صاحب زادے، شیخ اولیا عرف شیخ بدھ کو یاد فرمایا، وہ اس وقت طلب علم کے لیے شیخ عبدالقدوس کی خدمت میں شاہ آباد گئے ہوئے تھے، اسی وقت شیخ احمد عبدالحق کی روحانیت نے شیخ عبدالقدوس کو حکم دیا، کہ میرے بیٹے شیخ بدھ کو فوراً ردولی پہنچاؤ، وہ اسی وقت شیخ بدھ کو ردولی لائے، اس وقت شیخ حالت نزع میں تھے، آپ گاہے بہ گاہے ذات احدیت میں مستغرق ہو جاتے، جب ہوش میں آتے تو فرماتے، سبحان اللہ! سمجھ گیا، سمجھ گیا، شیخ عبدالقدوس نے دریافت کیا، کہ آپ کیا سمجھ گئے، آپ نے فرمایا، میں نے توحید مطلق کو سمجھا، جب روح پرواز ہونے کا وقت آیا، تو آپ پر استغراق کا غلبہ طاری ہوا، شیخ عبدالقدوس نے عرض کیا، کہ یہ مردان حق کی ہوشیاری کا وقت ہے، آپ نے فرمایا، ہماری طرف سے بےفکر رہو، اس وقت حق کے سوا میرے سینے میں دوسری چیز نہیں سما سکتی، بس آپ ذوق وشوق کے عالم میں اٹھ کر بیٹھ گئے، خرقہ خلافت اور مشائخ چشت کی امانتیں کمال مہربانی کے ساتھ شیخ بدھ کو عطا

فرمائیں اور اپنا جانشین مقرر کیا، اس کے بعد شیخ عبدالقدوس نے عرض کیا، کہ حضور تو اس ہوشیاری اور اس دولت کے ساتھ جارہے ہیں، مجھ غریب کا کیا حال ہوگا، آپ نے کمال مہربانی فرمایا، تجھے کیا غم ہے، تم تو اولیاء اللہ میں ہو، اس وقت معلوم ہوگیا کہ حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق نے شیخ عبدالقدوس کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ حضرت شیخ محمد سے ولایت کی بشارت پائیں۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم بدھ بن شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ

نجم سعد برج سرمدی، دریگانہ درج احمدی، بادہ نوش کاسہ استغراق، قطب آفاق بالاستحقاق، خزینہ کمالات حقائق ومعارف، شیخ اولیا حضرت مخدوم بدھ بن شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے والد بزرگوار بندگی شیخ محمد بن شیخ عارف کے خلف وخلیفہ ہیں۔ آپ جلیل القدر ولی اور اجداد کے بساط پر کمالات پر خداداد عنایت کے مورد تھے، حاصل کلام! حق سبحانہ وتعالیٰ نے شیخ بدھ کو اپنی ذات کی کامل محرمیت اور اپنی جناب قدس کا مشاہدہ دوم بخشتا تھا اور آپ کو اپنے زمانہ کا شیخ المشائخ بنادیا تھا۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں، کہ اپنے پدر عالی مقام کے جانشین ہوئے، اور بہت زیادہ کمالات حاصل کیے، شیخ عبدالرحمٰن قدوائی جن کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی، آپ کے بلاواسطہ مرید تھے، وہ فقیر سے فرماتے تھے، کہ ایک رات شیخ بدھ اپنی اہلیہ کے ساتھ سوئے ہوئے تھے، جب اتفاقاً آپ کی اہلیہ بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ شیخ بدھ سوئے ہوئے ہیں اور شیخ کی ایک صورت مصلے پر نماز پڑھ رہی ہے، انہوں نے ڈر کر شور مچانا شروع کر دیا، شیخ بدھ بیدار ہوگئے اور وہی ایک صورت رہ گئی، آپ نے اپنی اہلیہ سے کہا، یہ راز فاش نہ کرنا، واضح رہے کہ کسب کمال سے ہر ولی کو صورت مثالی حاصل ہوتی ہے۔ صوفیا کی اصطلاح میں اسے وجود مکتسب کہتے ہیں۔ آپ کے کمالات وکرامات بے شمار ہیں۔ آپ کے دو صاحب زادے تھے۔ بڑے صاحب زادے شیخ پیر ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا اور آپ کے چھوٹے صاحب زادے شیخ منصور ہیں، جو بہت صاحب کمال تھے۔ بہت زیادہ سفر کیے، اکثر اپنے زمانہ کے بزرگوں کو پایا مثلاً شیخ جلال تھانیسری وغیرہ سے ملاقات کی اور بہت ریاضت ومجاہدہ کیا وران سے خوب تربیت حاصل کی، چنانچہ شیخ عالم بن منصور جو اپنے والد کے صاحب سلسلہ تھے، فقیر نے بارہا ان سے ملاقات کی، آخری عمر میں عالم ارواح کے ساتھ صحبت رکھتے اور شغل معنوی میں منہمک رہتے۔ شیخ عبدالرحمٰن قدوائی اگرچہ شیخ بدھ کے مرید تھے، لیکن شیخ منصور سے تربیت وارشاد پاکر روحانیت کی تکمیل کی، اس فقیر نے شیخ عبدالرحمٰن قدوائی سے مکمل محرمیت اور رہنمائی حاصل کی، سیر وسلوک میں ان سے فوائد کثیر حاصل کیے۔ بابرکت عارف، تجربہ کار، جہاں دیدہ تھے، ہمیشہ فقر وگمنامی میں زندگی بسر کرتے، شیخ کا سال وفات نظر سے نہیں گزرا۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ

سرشار بادہ عشق واخلاص، اجلہ اولیاء مشہور باختصاص، سلطان واصلین، صاحب تاج وسریر، فرد اکمل حضرت

مخدوم شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ:

اصحاب محبت ووداد کے مقتدا، ارباب تودد واتحاد کے پیشوا، بزرگ شان، احوال انتہائی بلند احتشام اور درجہ ولایت میں شوکت ورفعت مالا کلام رکھتے تھے۔

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں، آپ شیخ بدھ کے صاحب زادے وخلیفہ ہیں۔ ہمیشہ شغل باطن میں مصروف اور حقائق سے آگاہ رہے۔ شیخ ابو محمد صوفی جن کی عمر سو سال تھی، جنہیں زمانہ کے اکثر بزرگوں سے صحبت کا شرف حاصل تھا، آپ نے شیخ پیر کے احوال واطوار کی بہت تعریف کی، وہ کہتے تھے، جس وقت بھی میں ان کی خدمت میں پہنچا، سکر الٰہی میں مست پایا، آپ کی آنکھیں مشاہدہ حق کی کثرت سے سرخ رہتیں، یہ عالم تھا، کہ آنکھ بھر کر ان کی طرف دیکھنا ممکن نہ ہوتا، اس حال کے باوجود پسندیدہ اخلاق رکھتے اور بڑی انکساری سے پیش آتے۔ آخری عمر میں خواجگان چشت کی امانتیں اپنے صاحب زادے مخدوم شیخ قطب الدین کے حوالے فرما کر رحلت کر گئے۔

موج :- احوال حضرت مخدوم شاہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

مشاہد اوراق سفینہ وحدت، از غایت تصرفات ممتاز بکثرت، در معاملات تصور حضرت متین، قطب المشائخ حضرت مخدوم شاہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے والد مخدوم پیر کے مرید ہیں، اس گروہ کے بڑے بزرگ، مرد کاسب اور کار آزمودہ فرد ہیں، آپ نے گروہ صوفیا کے معاملات کی منزلیں طے کر لی تھیں، مقام تجرید میں گامزن ہو کر سعادت کے حصول کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا، واپسی میں اکثر وبیشتر شہروں کی سیر کی اور وہاں کے بزرگوں کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور ان کی محرمانہ صحبت سے مشرف ہوئے۔ وطن پہنچے اور مریدوں کی ہدایت وتلقین میں مصروف ہو گئے، قصبہ پالی کے صاحب حال شیخ معروف مجذوب آپ کے مرید تھے۔

کچھ دنوں بعد حضرت قطب ابدال شیخ صابر علی قدس سرہ کی زیارت کے لیے کلیر شریف تشریف لے گئے اور بہت نوازش پائی، شیخ قدس سرہ نے خواب میں فرمایا، اب تمہارا وقت رحلت قریب آچکا ہے، وطن جاؤ اور اپنی ہڈیوں کو اپنے دادا کے پہلو میں پہنچا دو، آپ نے التماس کیا، میرے آباؤ اجداد نے لمبی عمریں پائی تھیں، مجھ سے کیا غلطی ہوئی کہ پچاس یا ساٹھ سال کی عمر ہی میں اس دنیا سے جا رہا ہوں، حضرت نے فرمایا، تم نے اپنی عمر سے بیس سال رحمت خان کو دے دیا ہے، ابھی جاؤ اور مشائخ چشت کی امانتیں امانت دار کے حوالے کرو، اس امانت دار سے مراد میرے مرشد حضرت مخدوم شیخ حمید کی ذات بابرکات ہے۔ اور یہ واقعہ اس طور پر ہے کہ رحمت خان جو شہنشاہ جلال الدین اکبر کے نامور امرا میں تھا، شیخ قطب الدین سے عقیدت رکھتا تھا، بیمار پڑا، سخت بیماری کی حالت میں شیخ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، کشف سے معلوم کیا، کہ اس کی عمر باقی نہیں ہے، چنانچہ اپنی زندگی سے بیس سال اسے عطا کر دیے اور یہ بات بھول گئے، جس پر اس رموز دان الٰہی نے آپ کو آگاہ کیا، پھر التماس کیا، میری زندگی سے کتنے مہینے باقی رہ گئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا، تین مہینے کی مہلت ہے، شیخ قطب الدین تیز رفتاری کے ساتھ اپنے وطن تشریف لے گئے اور

خرقہ خلافت اور خواجگان چشت کی تمام امانتیں اپنے صاحب زادے شیخ حمید کے سپرد کیں۔
اس واقعہ کے تین مہینہ کے بعد آپ کی روح مقام سفلی سے گلزار علوی کی طرف رحلت کر گئی۔

موج :۔ احوال حضرت مخدوم شاہ حمید رحمۃ اللہ علیہ

نوبادہ بوستان مثل حضرت عبدالحق، نقادہ دودمان مرتبہ حق بحق، ازلی مسعود وابدی سعید، قطب الوقت حضرت مخدوم شاہ حمید رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مخدوم قطب الدین کے خلف وخلیفہ ہیں۔ صوفیائے اہل صفا کے مقتدا اور ارباب زہد وورع کے پیشوا، علوم ظاہری وباطنی کے جامع تھے، بزرگ شان، عشق وافر، تصرفات عالی کے مالک تھے۔ آپ کے وجود پر ولایت احمدی کا پرتو ضوفگن تھا۔ مراۃ الاسرار میں شیخ عبدالرحمٰن لکھتے ہیں، مخدوم شیخ عبدالرحمٰن قدوائی اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ حضرت مخدومی قبلہ گاہی حضرت شیخ احمد عبدالحق کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ جب ہماری ساتویں پشت کا ظہور ہوگا تو وہ بعینہ ہماری طرح ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اپنے والد شیخ قطب الدین کی وفات کے تیسرے دن اپنے ملک کے رسم ورواج کے مطابق آپ نے اپنے آباواجداد کا خرقہ زیب تن کیا اور خانقاہ میں بیٹھ گئے، جب لوگوں نے بیعت کی درخواست کی، تو آپ نے کمال صدق وراستی سے کام لیتے ہوئے فرمایا، کہ بھائیو! ابھی تک میں نے خود کو نہیں پہچانا، دوسروں کا ہاتھ کس طرح پکڑ سکتا ہوں؟ اس کام کی اصل دیانت ہے، اس لیے اس وقت اگر میں لوگوں کی بیعت کرنے کی جرأت کروں تو دیانت کے خلاف ہوگا، چنانچہ آپ کی ریاضت ومجاہدہ کا پہلا قدم یہ تھا کہ والد کے فاتحہ سوئم کے بعد حجرے کے اندر خلوت گزیں ہو گئے اور ایک سال تک باہر قدم نہ رکھا، اس دوران کھانے پینے کی طرف مطلق توجہ نہ کی، بلکہ جب کھانے یا گوشت کی بو آتی تھی تو بے قرار ہو جاتے تھے، عالم ارواح اور عالم مثال سے ایسی صحبت والفت قائم کی، کہ دنیا والوں کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے، حتیٰ کہ آپ نے حضرت مخدومی قبلہ گاہی کے نقش قدم پر مرحلہ سلوک طے کر لیا۔ اس کے بعد آپ مریدین کی تربیت اور مخلوق کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن آپ نے عبادت وریاضت اور تلاوت کلام پاک کو جو معمول بنایا تھا، آخری دم تک اس پر قائم رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔

آپ اکثر تفسیر زاہدی کا مطالعہ کرتے، ایک دن اس فقیر نے عرض کیا، حضرت مخدومی قبلہ گاہی چھ ماہ تک قبر میں خلوت گزیں رہے، آپ کے دوسرے آباواجداد شیخ مخدوم کی مسند پر بیٹھنے سے پہلے چھ ماہ خلوت میں بیٹھتے تھے، لیکن آپ نے ایک سال خلوت فرمائی، فرمایا، وہ اہل صفا تھے اور میرا باطن بہت کثیف تھا، اس لیے ایک سال تک خلوت اختیار کی، آپ کا مشرب عشق ومحبت اور ذوق وشوق تھا، ہر وقت کلمات توحید آپ کی زبان پر رہتے تھے، خواجگان چشت کی رسم کے مطابق آپ کو سماع کا بہت شوق تھا، خوش الحان قوال ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، قوال اکثر دیوان مغربی، اشعار بوعلی قلندر اور دیوان خواجہ حافظ شیرازی کی غزلیں گاتے تھے، کبھی کبھی آپ پر وجد بھی طاری ہوا کرتا تھا، آپ قوالوں کو بڑی بڑی رقمیں دیا کرتے تھے، اگرچہ آپ کو بہت زیادہ نذرانے ملتے تھے، مگر لنگر کا خرچ اس سے کہیں زیادہ تھا، کشف قبور، کشف قلوب میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ فقیر عبدالرحمٰن کو بھی اس عارف ربانی کے یہاں ایک

خلوت نصیب ہوئی، آپ روزانہ فقیر کے خلوت خانہ میں تشریف لاتے تھے، اور احقر پر عالم ملکوت وجبروت ولاہوت سے جو کچھ وارد ہوتا تھا اور مقامات واحوال کی جو سیر ہوتی تھی، انہیں مفصل حضرت شیخ کے سامنے بیان کرتا، آپ قطب وقت تھے، حضرت مخدومی قبلہ گاہی شیخ احمد عبدالحق ردولوی نے عالم خواب میں اس فقیر کو بتادیا تھا کہ میرا بیٹا شیخ حمید قطب وقت ہے، جب یہ گنہگار خلوت سے باہر آیا، تو آپ نے خرقہ خلافت اور خواجگان چشت کی امانتیں عطا فرمائیں اور فقیر کے حال پر بہت توجہ فرمائی، آپ نے فرمایا، جو کچھ تمہیں ملا ہے، سب شیخ احمد عبدالحق کے حکم سے ملا، کیوں کہ ہمارے مشائخ کا سلسلہ تجھ سے روشن ہوگا، اس وقت خواجگان چشت کی ولایت تمہارے سپرد کی گئی، اپنے گھر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ولایت تقسیم کرتے رہو اور یہ کام تمہیں مبارک ہو، بہر کیف اس عنایت بے پایاں کا شکر کس زبان سے ادا کروں کچھ عرصہ کے بعد جہانگیر بادشاہ کے زمانہ سلطنت میں بتاریخ ۲ر جمادی الاولی ۱۰۳۲ھ میں وفات پائی اور اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں بمقام ردولی مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ سلیم رحمۃ اللہ علیہ

کامل وو حید، حضرت شیخ سلیم رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ حمید کے خلیفہ و داماد ہیں۔ مجاہدات، مشاہدات، ترک وتجرید، بذل وانکسار اور ہدایت وارشاد میں بے نظیر زمانہ تھے۔ شیخ حمید نے حضرت شیخ احمد عبدالحق کی جانشینی اور اجداد کی امانت ان کے حوالے کی، آپ کو سجادہ طریقت کا جانشین بنایا۔ یہ تمام عنایات شیخ احمد عبدالحق کے حکم سے تھیں۔ آپ کی اہلیہ بی بی رابعہ جو شیخ حمید کی صاحب زادی تھیں، کمالات میں کم نہ تھیں، ظاہر میں اپنے والد سے، باطن میں اپنے دادا سے فیض و تلقین پائی اور سیر وسلوک کو مکمل کیا، اپنے جد امجد شیخ احمد عبدالحق کی زیارت کے لیے ایک علاحدہ دروازہ بنایا، وہ دروازہ آج بھی آپ کے نام سے مشہور ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد عرف شیخا پیر رحمۃ اللہ علیہ

صاحب ضمیر عرش نظیر، حضرت شیخ محمد عرف شیخا پیر رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ سلیم کے فرزند و خلیفہ اور شیخ احمد کے سجادہ نشیں، جلیل القدر انسان، بے نیاز طبیعت اور دنیا ومافیہا سے الگ رہنے والے، صاحب کرامت بزرگ تھے، ایک دن مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، حاکم آپ سے ملنے کے لیے آیا، اور غلط فہمی میں شاہ امیر علی نقش بندی کے خلیفہ سید فرید الدین سے معانقہ کر کے نیاز مندی کا اظہار کیا، سید فرید الدین بے چین ہو گئے اور حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا، جانشین یہ ہیں، جب حاکم آپ کی خدمت میں پہنچا، آپ نے حاکم سے فرمایا، اب آپ کے آنے سے کیا فائدہ، اسی دن اس حاکم کے معزول ہونے کی خبر آئی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد اشرف معروف بہ پیر اچھے رحمۃ اللہ علیہ

برمسند خلافت مشرف، حضرت شیخ محمد اشرف معروف بہ پیر اچھے رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ احمد کے فرزند وخلیفہ ہیں، شیخ احمد عبدالحق کی خانقاہ کے سجادہ نشیں تھے، پھر آپ کو حق تعالیٰ کی جانب سے معصومیت کی امداد حاصل ہوئی، ہمیشہ استغراق کے عالم میں دنیا سے بے خبر رہتے، کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہ کرتے، آپ کی ذات پیکر ایثار تھی، زندگی ہی میں اپنے بڑے لڑکے پیر بساون کو مشائخ کی تمام امانتیں حوالہ کردیں اور خرقۂ خلافت پہنا کر اپنے سجادہ پر بیٹھا دیا اور خود سیر وسیاحت کے لیے نکل پڑے اور باہر ہی کہیں انتقال کیا۔

پیر بساون بڑے صاحب کمال بزرگ تھے، باشندہ ردولی افارت خان نامی شخص نے دہلی میں آپ سے مرید ہونا چاہا، رات کے وقت خواب میں شیخ احمد عبدالحق کے روضہ مبارک کو دیکھا، چاہا کہ اندر داخل ہو اور قبر کی زیارت کرے، انتہائی خوف کی وجہ سے روضہ کے اندر داخل نہ ہوسکا، خاک بوسی کی تمنا کا اظہار کیا، شیخ احمد عبدالحق نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا، اس مقام کا زینہ میرا فرزند پیر بساون ہے، اس کے وسیلہ کے بغیر تم اس روضہ میں داخل نہیں ہوسکتے، شیخ احمد عبدالحق نے شاہ عبدالرزاق بانسوی کو اپنے مزار پر چڑھی ہوئی ایک چادر پیر بساون کی معرفت عطا فرمائی۔

آخری عمر میں اپنے بھتیجے حاجی الحرمین شاہ احمد زماں کو اجداد کی تمام نعمتیں اور امانتیں عطا فرمائیں اور شیخ احمد عبدالحق کی جانشینی کا خرقہ پہنا کر اپنا قائم مقام بنا دیا، تین سال کے بعد رحمت حق کے جوار میں پہنچ گئے۔

شاہ احمد زماں کمال بزرگی کے ساتھ سجادہ نشیں ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالرحمٰن قدوائی رحمۃ اللہ علیہ

جامع جمیع صفات درویشی، مجموعہ سایر نکات عشق و درویشی، مشابہ خضر دائم رہنمائی، رئیس الابرار حضرت شیخ عبدالرحمن قدوائی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ بدھن قدوائی کے صاحب زادے اور شیخ بدھ کے مرید ہیں، آپ کا وطن شریف قریہ بہارہ علاقہ سیلک ہے، آپ نادر زمانہ، عاشق دیوانہ تھے، اہل کمال کی صحبت پائی اور خاص وعام کی نظر میں محبوب ہوئے، شیخ عبدالرحمٰن چشتی مرأۃ الاسرار میں لکھتے ہیں، اگرچہ آپ شیخ بدھ کے مرید تھے، لیکن تربیت وخلافت اپنے مرشدزادہ حضرت شیخ فیض سے حاصل کی، فقیر کو آپ کی صحبت میں کمال محرمیت حاصل تھی، جس سے بندہ نے بڑے فیوض حاصل کیے، بڑے بابرکت عارف اور تجربہ کار شیخ تھے، ہمیشہ فقر اور گمنامی کی زندگی بسر کی، عمر شریف سو سال سے زیادہ تھی، مردانہ وار اس جہان سے رخصت ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مقتدائے مشائخ کبیر، سلطان وشہریار بے سریر، ہم چشم طائفہ صوفی، قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی بن شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں، شیخ محمد بن عارف بن شیخ احمد عبدالحق کے مرید ہیں، لیکن تمام روحانی تربیت اور سیر وسلوک کی تکمیل شیخ احمد عبدالحق کی روحانیت سے حاصل کی اور فخر مشائخ زمانہ بن گئے،

مرآۃ الاسرار میں ملفوظ کے حوالے سے لکھا ہے، آپ کے والد شیخ احمد عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوائد حاصل کرنے کا ارادہ کیا، ارشاد ہوا تمہاری تربیت کے لیے تمہارے باپ شیخ صفی الدین کافی ہیں، لیکن اس کے بعد تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا، جسے میری تمام نعمتیں حاصل ہوں گی اور وہ سعید ازلی ہوگا۔ جب شیخ عبدالقدوس پیدا ہوئے، جوان ہو کر شیخ کے روضہ اقدس کے مجاور بن گئے، اس سلطان اقلیم عین الیقین کی روحانی تلقین سے مرتبہ تمکین پر فائز ہو کر قطب عالم بن گئے۔

شیخ احمد عبدالحق کے باطنی حکم کی تعمیل میں ان کے پوتے شیخ محمد سے بیعت ہوئے، ایک رات شیخ کی روحانیت سے اذن ہوا کہ ہم نے تم کو "بالا دست" (شمالی پہاڑی علاقہ) کا صاحب ولایت بنایا، ۸۹۶ھ سکندر لودی کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں لشکر سلطانی کے امیر اعظم عمر خان کاسی کی درخواست پر جو آپ کا معتقد تھا، تمام اہل وعیال کے ساتھ ردولی سے نواح دہلی شاہ آباد تشریف لے گئے، تیس سال سے زیادہ عرصے تک سکندر لودی کے زمانہ حکومت میں وہاں رہے اور پوری شہرت حاصل کی، بابر بادشاہ کے زمانہ میں جب شاہ آباد ویران ہوا، گنگوہ آئے اور مسند فیض وارشاد کو آراستہ کیا، آپ کے روحانی کمالات کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور سلاطین وقت آپ کی بارگاہ میں عقیدت واحترام کے ساتھ حاضر ہوتے، آپ کے عالی مرتبہ خلفا نے طالبان حق کی تربیت کے لیے جگہ جگہ قیام کیا اور مخلوق خدا کو صوری ومعنوی فیض پہنچایا، آپ کی عمر شریف ۸۲ سال ہوئی، ان میں بیس سال ردولی میں روحانی کمالات حاصل کرنے میں گزارے اور پینتیس سال شاہ آباد میں رہے اور چودہ سال گنگوہ میں مسند ہدایت وکرامت کو زینت بخشی۔ آپ کی اتنی کرامتیں ہیں جو اس مختصر رسالہ میں نہیں سما سکتیں اور اس سے بڑھ کر کوئی اور کمال کیا ہو سکتا ہے کہ شیخ عبدالحق کی نعمت حاصل کی اور شیخ جلال تھانیسری جیسا خلیفہ رکھتے تھے، آج تک سلسلہ صابریہ چشتیہ آپ کے خلفاہی کے ذریعہ جاری ہے۔

۹۴۵ھ میں آپ نے وفات پائی، آپ کے تمام صاحب زادے صاحب علم، عابد وزاہد اور مشائخ کے طرز پر زندگی گزارنے والے تھے، ان میں سے شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس جن کا ذکر آگے آئے گا، صاحب کمال عارف تھے، جنہوں نے پدر بزرگوار کے قدم بہ قدم خوارق وکرامت حاصل کی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

نوح طوفان حادثات، خضر چشمہ آب حیات، صدر نشین مقام تمکین، حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

اپنے والد بزرگوار قطب وحدت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے فرزند وخلیفہ ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر آپ چلتے، آپ سے بہت زیادہ کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے سات بھائی تھے، والد بزرگوار نے سب سے پہلے ان کو علم ظاہر کی تعلیم دی، جب اس علم میں ماہر ہو گئے، ایک روز ان کے سامنے وجود باری کے متعلق کلام فرمایا، سب نے علم وعقل کی روشنی میں اس کا انکار کیا، آپ کے والد بزرگوار غضب وجلال کی حالت میں خانقاہ سے باہر آئے اور تھانیسر کی جانب روانہ ہوئے، اچانک شیخ جلال تھانیسری سامنے آئے، اپنا سر مرشد کے گھوڑے کے قدم پر رکھ

دیا، عرض کیا، کہ لوگوں کے قصور کو معاف کردیں، حضرت نے انہیں جس علم ظاہر کی تعلیم دی ہے اسی کے مطابق جواب دیتے ہیں، اور رائے دیتے ہیں، میں ان سب کو آپ کی بارگاہ میں حاضر کرتا ہوں، انہیں علم معنوی کی تلقین کی جائے جب اس روحانی علم کے نکات ومکاشفات سے واقف ہو جائیں گے، حضور کے ارشاد گرامی کا خود بہ خود اقرار کریں گے، شیخ جلال کی گزارش مقبول ہوئی، ساتوں صاحب زادوں کو لے کر حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف کرایا اور انہیں روحانی تلقین وارشاد سے بہرہ ور پا کر مشغول بحق کر دیا۔

حق سبحانہ وتعالی نے شیخ رکن الدین اور ان کے دوسرے بھائیوں کو ولایت کے بلند مقامات پر فائز کیا، ان کے اقوال وانعال سالکین طریقت کے لیے حجت موجب بن گئے، مراۃ جہاں نما میں لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین مریدوں کی تربیت میں بڑی قوت رکھتے تھے اور اس گروہ کی حل مشکلات اور وقائع کی تعبیر میں تمام مشائخ زمانہ کی بہ نسبت آپ کا قول مخصوص ہوتا، آپ کی مصنفات میں مرج البحرین اور بہت سارے مکتوبات ہیں۔

عبدالنبی شہید کے باپ شیخ احمد مصنف کتاب سنن الہدی جن کا مزار شاہ آباد میں ہے۔ ۹۷۰ھ میں انتقال کیا۔

شیخ عبد النبی کے حالات "لجہ چشتیاں" خلفائے بندگی نظام الدین امیٹھی کے تذکرے میں دیکھنا چاہیے۔

صوفیوں کے ہر طبقہ میں شیخ رکن الدین کی اولاد سے سالک، مجذوب اور صاحب مقامات عالیہ بزرگ ہوئے ہیں، اس وقت آپ کے سجادہ نشیں شاہ عماد الدین ہیں، جو کمال صلاح زیور کرامت وعبادت، شب بیداری کے ساتھ کم خوری کا معمول رکھتے ہیں، آپ کے والد گرامی شاہ کمال الدین مرد مرتاض اور کامل وقت تھے۔ ۴ رشوال ۹۸۳ھ میں شاہ رکن امدین نے وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ

سرگروہ سرپرستان عظام محو استغراق مدام، از معبدان کبار، حضرت شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ عبدالکریم بن خواجہ سالار سہارنپوری کے فرزند ہیں، جن کے حالات لجہ سہروردیہ میں آئیں گے۔ مراۃ جہاں نما میں لکھتے ہیں، اس زندہ ولایت وعرفان کے معارف کمالات شرح وبیان سے برتر ہیں، اور اس قدوہ اصحاب فیوضات کے خوارق عادات اندازہ امکان سے باہر ہیں۔ آپ پانچ سال کے تھے، تو شیخ عبدالقدوس گنگوہی سہارن پور تشریف لائے، ان کے والد سے اجازت لے کر اپنی فرزندی میں داخل کیا اور اپنے ہمراہ دلی لائے اور شیخ نصیر الدین بن شیخ سماء الدین دہلوی سے علم ظاہری کی تعلیم دلوائی۔ آپ نے مدتوں تعلیم حاصل کی، شیخ عبدالقدوس کی روحانی تلقین سے خانوادہ چشتیہ قدوسیہ صابریہ میں اپنے کمالات کی بنا پر انگشت نمائے خلق بن گئے، جس وقت شیخ عبدالقدوس ردولی میں شیخ عبدالحق کے مزار پر حاضر ہوئے، آپ اپنے مرشد کے ساتھ تھے، شیخ تو چلے میں بیٹھے اور آپ کو بھی چلہ میں بیٹھایا، چلے کی آخری رات ایک فرشتہ جنت سے دو سیب لے کر حاضر ہوا، شیخ نے ایک سیب خود کھایا، اور دوسرا سیب عبدالستار کو دے کر کہا، لو، یہ سیب کھاؤ، آج کی رات تمام قدوسی نعمت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

آپ کی بزرگی کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے، کہ سکندر لودی بادشاہ آپ کا بہت معتقد تھا، ۹ ررمضان

۹۰۵ھ بروز جمعہ آپ نے وفات پائی، سہارن پور کی خانقاہ میں روضہ خواجہ سے متصل آپ مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ مصطفیٰ بن شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ

قدوہ ابرار، حضرت شیخ مصطفیٰ بن شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ:

متقی، پرہیزگار عالم، شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید کامل ہیں۔ ایک حاکم نے سہارن پور میں آپ پر دعویٰ کیا اور بادشاہ وقت کے دربار میں طلب کرایا، شیخ نے شاہی لشکر میں اپنے ایک مرید کے گھر قیام کیا، وہ مرید تشویش میں تھا کہ بادشاہ شیخ کے حق میں کیا فیصلہ کرے گا، شیخ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ حاکم دریا میں ڈوب گیا، اسی وقت خبر آئی کہ حاکم دریائے جمنا پار کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوا، جب کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی، اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈوب گیا۔

۴ر شعبان ۱۰۰۰ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تاریخ وفات ''شیخ کمال'' ہے۔

شیخ مرتضیٰ بن عبدالستار، عالم باعمل شیخ رکن الدین کے مرید ہیں، بڑے بزرگ تھے، پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف سخاوت کے مالک تھے، ۷ر ربیع الاول ۱۰۱۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالرزاق بن عبدالستار نے بھی شیخ رکن الدین سے خرقہ پایا اور قرآن کریم کی قرأت سیکھی، بلند پایہ بزرگ تھے، شیخ رکن الدین نے ظاہری علم باپ سے حاصل کیا اور خواب میں سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض روحانی حاصل کیا۔ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ

درج صدق ویقین، حضرت شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالستار کے فرزند اور شیخ رکن الدین کے خلیفہ ہیں، جامع فضل وکمال اور صاحب وجد وحال تھے۔ مرأۃ جہاں نما میں لکھا ہے کہ آپ تمام علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، آپ نے آخری سند حدیث محمد عیسیٰ بن قاسم سندھی سے حاصل کی اور انہیں سے طریقہ شطاریہ کی اجازت پائی، وفات کے دن کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دنیا سے جدائی کا وقت قریب آچکا ہے، تو والد بزرگوار کی قبر پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کیا، وہاں سے خوش ہوکر اٹھے کہ والد بزرگوار نے میرے ایمان کے بارے میں نوید یقین عطا فرمائی، پھر چند دیگر اولیائے کرام کی زیارت فرمائی اور جہری ذکر میں مشغول ہوگئے، اسی حال میں جان جان آفریں کے حوالے کی۔

۱۲ر ربیع الاول ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ بدیع الدین اور شیخ جمال الدین آپ کے فرزند ہیں، جن کا ذکر سرہندی خلفا کے تذکرے میں آئے گا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ

خزانہ محبت راساقی، حضرت شیخ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالستار کے فرزند، دیار سعادت کے درویش اور نامور زاہد، ذہین، صاحب اقتدار، شیخ رکن الدین کے خلیفہ ہیں، بچپن میں آپ نے کچھ نہیں پڑھا تھا، جب شیخ رکن الدین کی خدمت میں پہنچے، تو آپ کے لعاب دہن کی برکت سے ایک مہینہ میں قرآن حفظ کر لیا اور سات سال میں تمام علوم حاصل کر لیے، اس کے بعد آپ کی روحانی تربیت وتلقین ہوئی، سخت ریاضت کی اور مرتبہ رشاد پر فائز ہوئے، ۷رجمادی الاولی ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مادہ تاریخ وفات "باقی بہ خدا شد" ہے۔

شیخ منور شیخ عبدالستار کے فرزند اور شیخ رکن الدین کے شاگرد وخلیفہ ہیں۔ مرآۃ جہاں نما میں لکھا ہے کہ شاہ عبدالوہاب سدھوری کے بیٹے شاہ محی الدین سے بھی خرقہ پایا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ بزرگان عالی مقام، محو مشاہدہ مدام، صدر نشین مقام رفیع وبلندی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عقیدت مند مرید ہیں۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ آپ شرف تویت اور جمع وتالیف کا خوب سیقہ رکھتے تھے، بہت سے مفید رسالے تصنیف کیے، مجاہدات کے بعد صاحب مشاہدہ بن گئے۔

مرآۃ جہاں نما میں لکھا ہے، بابا کمال کیتھلی اور میر سید علی عاشقاں رحمۃ اللہ علیہما سے بھی فیض پایا۔ شیخ احمد سرہندی نقشبندی جو حضرت باقی باللہ کے مرید ہیں، آپ ہی کے صاحب زادے ہیں۔ ۱۷رجب ۱۰۰۷ھ میں وفات پائی۔ "آہ شیخ کامل" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

شیخ عبدالقدوس کے ایک مرید وخلیفہ شیخ عمر افغان تھے، مرشد برحق کی اجازت سے شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی کے خلفا میں داخل ہوئے، سلوک کی راہ طے کی، آپ کے حالات خلفا عبدالرزاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری رحمۃ اللہ علیہ

طوطی ترانہ شوق، عندلیب ذوق مافوق، کوہ راسخ صبوری، حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری رحمۃ اللہ علیہ:

اعظم پور توابع سنبھل میں ایک قصبہ ہے، آپ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ ہیں، مجاہد ومشاہد، صاحب علوم، پیرو سنت تھے۔ آپ کی بابرکت صحبت حاضرین کو بہت ہی فیض اور نفع پہنچاتی تھی، اگر طالب میں قوت نہ ہوتی، تو کشش شوق اسے کھینچ لے جاتی اور وہ بے اختیار ہو جاتا۔ اکثر علوم اسلامیہ کا درس دیا کرتے، آپ کی گفتگو شور انگیز دلوں کی راحت کا سامان ہوتی اور آپ کی زبان کرامت بیان مشتاق جانوں کے لیے مرہم تھی، آپ خاص لوگوں کو مرید کرتے اور عام مخلوق کو وعظ ونصیحت فرماتے، تصوف میں چند رسالے تصنیف فرمائے۔ خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے، خواجہ سہیل شیخ عبدالغفور کے غلام تھے، شیخ کو وضو کرانے کی خدمت اپنے ذمہ لی تھی۔ ایک رات شیخ کا عصا، خرقہ اور تسبیح چوری

ہو گئے، شیخ کے لڑکے شیخ بدر نے خواجہ سہیل کو اتنا مارا کہ وہ انتقال کر گئے، جب شیخ کو واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا، کہ جس نے اس غلام کو قتل کیا ہے، وہ بھی ہلاک ہو جائے گا، کچھ دنوں بعد شیخ کے صاحب زادے شیخ بدر ڈاکوؤں کے ہاتھ مارے گئے، خواجہ سہیل کی قبر سنبھل میں خواجہ شہید کی قبر سے مشہور ہے، شیخ عبدالغفور نے ۸۳ سال کی عمر پا کر ۹۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر اعظم پور میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر آیت اللہ نور السموت، محقق ومثبت سائر مقامات، از غایت قرب بالملائکہ جویای ہم سری، قطب العالم حضرت شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ایسے ہما جس کی بلند پروازی کے خیال میں گردش کرنے والا فلک رات دن حسرت کے ساتھ گردش کرتا ہے، ایسے عنقا جس کے گوشہ گزینی کے تصور سے صوامع ملکوت کے ساکن حیرت کی وجہ سے گوشہ نشین ہیں۔ آپ ترجمہ حدیث جمال اور تفسیر آیت جلال تھے۔ آپ ولی اکبر اور مشائخ میں برتر، عاشقان پروردگار کے لیے حجت اور اکابر عرفان اطوار کے مقتدا، بڑی بلند شان، وسیع مرتبہ، قوی احوال اور روحانی دولت کبری کے مالک تھے، کہ تھوڑی توجہ سے عالم سفلی کے باشندوں کو بلند مقامات پر پہنچا دیتے، آپ کی ریاضت کی کوئی انتہا نہیں، سخت بڑھاپے اور بے حد ناتوانی کی وجہ سے جب کہ حرکت نہ کر سکتے تھے، جب اذان کی آواز سنتے تو دوسروں کی مدد کے بغیر کھڑے ہو جاتے، عصا لے کر مسجد تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے، لوگ آپ کو شیخ مشائخ وقت سمجھتے تھے۔ آپ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں، آپ فاروق اعظم کی اولاد سے ہیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور ایک زمانہ تک روزانہ ایک ختم قرآن پڑھتے، علم ظاہری سے فراغت کے بعد مجلس درس قائم کی اور لوگوں کو فتوی دیتے، ایک دن کسی آدمی نے بلند آواز سے غزل گائی، شیخ اسے سن کر بے خود ہو گئے، جب ہوش میں آئے، پیر ومرشد سے بیعت کی اور مجاہدہ وریاضت کی تلقین پائی۔ جس پر پوری زندگی عامل رہے۔ ۱۸ سال بعد مجاہدہ، مشاہدہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ پیر ومرشد کی تمام کیفیت استغراق آپ پر طاری ہو گئی۔ غلبہ حیرت کے کمال کے باوجود عبادت واوراد، آداب شریعت، تواضع اور اخلاق طریقت کو کبھی نہیں چھوڑا۔

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں، اکثر کتب متداولہ پر مشکل کشا تعلیقات وحواشی تحریر فرمائے، دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نماز پڑھتے، تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا تناول فرماتے اور دوسری نمازوں کے بعد درس دیتے۔ جب استغراق کی کیفیت طاری ہوتی، تو نماز کے وقت خدام حق حق کہتے، آپ عالم غیب سے سر اٹھاتے اور نماز ادا کرتے۔

صاحب تاریخ بدایونی لکھتے ہیں، فقیر دو بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بہت لاغر اور کمزور ہو چکے تھے، صرف چمڑا اور ہڈی باقی تھی، پیکر نور نظر آتے تھے۔

روضۃ الحیات میں لکھا ہے، آپ کا ایک لڑکا تھا، جو وفات پا گیا، جب تک اس کا غم باقی رہا، سماع ووجد کی طرف

مائل نہیں ہوئے، کہ کہیں لڑکے کا درد جدائی دردِ الٰہی میں شامل نہ ہو جائے، آپ کے مفید مکتوبات ہیں۔
آپ کے ایک مرید نے عرض کیا، شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ جس شخص پر نظر ڈالتے مرتبہ ولایت تک پہنچادیتے، آپ نے فرمایا، کہ اس وقت بھی ایسے لوگ ہیں، آپ نے اس پر ایک خاص نظر ڈالی، فوراً مرتبہ ولایت تک پہنچ گیا۔
کم وبیش ۱۱۰ رسال کی عمر پائی، ۲۴ رذی الحجہ اور ایک قول کے مطابق ۱۴ رذی الحجہ ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند عبدالنصیر جانشین ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ غلام محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ ارشاد و رہبری، حضرت شاہ غلام محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ:
آپ شیخ جلال تھانیسری کے پوتے تھے، جامع مسجد دہلی شمالی دروازے کے سامنے مقیم تھے، ریاضت، فقر، توکل، تشرع میں اونچا مقام رکھتے تھے۔
صاحب تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں، خاص و عام ہر ایک سے نماز کا محاسبہ کرتے، جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اسے نماز پڑھوا کر واپس جانے کی اجازت دیتے، اگر فرض نماز کا وقت نہ ہوتا، نفل نماز کی ترغیب فرماتے۔
اگر کوئی شخص کپڑے کے نجس ہونے کا عذر کرتا، فرماتے، یہ عذاب مجھ پر ہے، دسویں محرم ۱۱۵۷ھ نماز نفل کی ادائیگی کے دوران مسجد میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ یوسف لنگ بن شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ

مفسر آیات مشکلات تحقیق، مغز حکایات مشاہدہ تدقیق، ببرِ وحدت پلنگ، حضرت شیخ یوسف لنگ بن شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ۔
شیخ داؤد ملتانی کے صاحبزادے ہیں، آپ کے اجداد ملتان سے آکر شہر آگرہ میں سکونت گزیں ہو گئے تھے، باوجود یکہ آپ صاحب مشاہدہ و مجاہدہ ولی تھے، شیخ جلال تھانیسری کے مرید ہوئے، آپ تصوف کے مشکل مقامات کی ایسی تشریح فرماتے کہ کوئی شبہ باقی نہ رہ جاتا، آپ کا قلب نفائس اسرار کا گنجینہ تھا۔ ان کمالات کے باوصف خاکساری، بے تعینی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا، کہ اپنی ضروریات زندگی خریدنے کے لیے خود بازار تشریف لے جاتے، بچے راستے میں آپ کے ساتھ شوخی و شرارت کرتے اور مزاحیہ جملے چست کرتے، مگر آپ کی پیشانی پر شکن نہ ابھرتی، مسکراتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔
آپ کی صحبت و ملازمت سے مخلوق کو بڑا فائدہ پہنچا، آپ تحت قباولی کامل تھے۔ مزار شریف آپ کے تربیت یافتہ محدث میر رفیع الدین دہلوی کے روضہ کے پہلو میں ہے۔
آپ کی تاریخ وفات "لنگ خود راہ گرائے وصل کن" ہے، از گلزار ابرار۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ نظام تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

ذخیرہ معاملات عشق وہدایت، خزینہ مقدمات تصرف وولایت، استاد کارخانہ تلقین ورہبری، قطب الاقطاب حضرت شیخ نظام تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مقدسات، عالی درجات، مشاہد شاہد دم بہ دم، مورد افضال وکرم، بہجت خواطر عارفاں، مسرت قلوب عاشقاں، والی ملک مشاہدات، مورد معاملات وحالات، منظور نظر الٰہی اور واقف اسرار نامتناہی تھے۔ آپ شیخ جلال تھانیسری کے بھتیجے، داماد، خلیفہ اور جانشین ہیں۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے، سلطان ارباب توکل اور علم لدنی کی تعلیم سے فیض یاب تھے۔ ۱۰۰۷ھ میں سفر حرمین کے لیے وطن سے باہر نکلے، کشتی کے ذریعہ حجاز پہنچے اور حرمین شریفین کی زیارت کی۔ ۱۰۲۰ھ میں واپس ہو کر ملک دکن شہر بیجاپور میں وارد ہوئے۔ بیجاپور کے حاکم اور دوسرے بزرگان دین ودولت اور ارباب دولت نے آپ کی آمد کو مبارک خیال کیا اور خوب عزت وتوقیر کی اور بہت زیادہ خاطر مدارات کی، وہاں سے وطن پہنچے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں، آپ صاحب ذوق بزرگ تھے، جو شخص آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوتا، اس کی استعداد کے مطابق اسے فیض یاب کرتے، آپ کی نگاہ قبولیت سے اکثر مریدین ولایت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے بیٹے سلطان خسرو نے ۲۰ رذی الحجہ ۱۰۱۴ھ پہلے سال جلوس میں اپنے باپ سے بغاوت کرکے اکبرآباد سے راہ فرار اختیار کی، اثنائے راہ تھانیسر پہنچا، تو حضرت شیخ نظام کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کی سعادت حاصل کی بعض جھوٹے حاسدوں نے جہانگیر بادشاہ سے کہا، شیخ نظام نے سلطان خسرو کو بادشاہت کی بشارت دی ہے، اس بات سے نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ بن جلال الدین اکبر رنجیدہ خاطر ہوا اور اس نے شیخ نظام کو ہندوستان چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ پھر اس حکم کے بعد شیخ نظام، ولایت بلخ پہنچے اور وہیں مقیم ہو گئے، وہاں بہت زیادہ مشہور ومعزز ہوئے، اگرچہ آپ نے علم ظاہری کی تعلیم حاصل نہ کی تھی، لیکن علم لدنی کے فیض اور صفائے باطن کی قوت سے حقائق ومعارف کی کتابوں کا درس طالبان صادق کو دیتے، ولایت ماوراء النہر کے اکثر لوگ آپ کے حلقہ بگوش ارادت ہو گئے اور بہت سے مریدوں نے ارشاد وتلقین کے بعد خواجگان چشت کا خرقہ زیب تن کیا، دوسرے طالبان حق کی تربیت روحانی میں مصروف ہو گئے۔ امام قلی ازبک بادشاہ بلخ انتہائی عقیدت وارادت کے ساتھ ہفتے میں ایک بار آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا۔ آپ سالہا سال تک ارشاد وہدایت کی مسند پر جلوہ افروز رہے۔

۲۶ رشوال ۱۰۷۶ھ میں وفات پائی اور بلخ میں مدفون ہوئے۔

[جہانگیر بادشاہ کی حکومت ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ ہے، شیخ نظام اسی کے زمانہ میں بلخ گئے، اس لیے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۷۶ھ صحیح نہیں۔ مترجم]

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

امام ارباب تلقین وارشاد، سلطان اصحاب عشق واتحاد، کفیل معاملات وصل الٰہی، دلیل مقدمات حقیقت آگاہی،

جنید عصر وثانی فرید، قطب الا فراد حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ:
آپ نجم سعد، برج اسرار، نیر سعید، آسمان ابرار، واسطہ ہدایت خلق، باعث عنایت شجرہ ودلق، مورد فیض سبحانی،
سیاح مکان لامکانی، مجموعہ کمالات بلند ورسالہ حالات ارجمند تھے۔
حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی حنفی کے پوتے اور محرم اسرار ہیں۔ آپ کی والدہ شیخ جلال تھانیسری کی بیٹی تھیں،
آپ نے اپنے روحانی احوال کو سپہ گری کے بباس میں پوشیدہ رکھا، اس کے بعد عشق الٰہی کا غلبہ ہو. اور تمام دنیاوی علائق
ترک کر کے اپنے نانا شیخ جلال تھانیسری کے دامن سے وابستہ ہوگئے، چوں کہ شیخ جلال بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہو چکے
تھے، اس بے نواسے کی تربیت شیخ نظام کے حوالے فرمائی، ریاضت ومجاہدہ کے بعد شیخ جلال تھانیسری سے خواجگان چشت
کا خرقہ پایا۔ کچھ دنوں کے بعد شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے فرزند شیخ عبدالحمید نے بھی خرقہ خلافت عطا کیا، اس طرح آپ
کی ذات نورٌ علیٰ نور بن گئی۔ قصبہ گنگوہ میں اپنے دادا شیخ عبدالقدوس کی خانقاہ میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے،
بہت شہرت پائی، اکثر عزیزان طریقت آپ کے فیض تربیت سے مستفیض ہو کر صاحب ارشاد ہو گئے۔
شیخ عبدالرحمٰن چشتی مصنف مرأۃ الاسرار سے بے حد محبت ویگانگت تھی، آپ باطنی کمالات کے چھپانے کی حد
درجہ کوشش کرتے۔
نہایت دردمند، صاحب ذوق وعرفان تھے۔ پہلی یا دوسری ربیع الاخری کو اس عالم سے مردانہ وار گئے اور اپنے
جد عالی قدر کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ

مبتلائے درد ومحن، حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ جلال تھانیسری کے مرید اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ ۲۹ ربیع الاول کو وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ فیض اللہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب حالات کمالات معنوی، حضرت شیخ فیض اللہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ:
شیخ محمد شریف باولی کے مرید جو شاہ ابراہیم رام پوری کے مرید اور وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے۔ آپ
کے فرزند میر سعید الدین کہتے ہیں، آپ غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں، اپنے
آباواجداد کا خرقہ خلافت دست بہ دست پایا اور مذکورہ بالا بزرگان چشتیہ صابریہ سے سیر وسلوک کی تکمیل کی، کثرت علوم
وفنون کی وجہ سے طلبہ وفقرا کے مرجع بن گئے تھے۔ مقبولیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، آپ کے جد امجد حضور غوث اعظم
نے بغداد میں اپنے فرزند اور جانشین سے خواب میں فرمایا، کہ وہ فیض اللہ کے لیے خلافت نامہ بھیج دیں، جب آپ کے
پاس خلافت نامہ پہنچا، فقرا کی مجلس منعقد کی اور مجلس سماع وسرود کا اہتمام کیا۔
ایک مرتبہ قصبہ جلال آباد نہاری تشریف لے گئے، جہاں ایک مسجد میں قیام کیا اور وہاں کے کچھ افغان رئیس نشہ

میں مست آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ایسی توجہ فرمائی کہ اسی وقت سب نے شراب نوشی سے توبہ کرلی اور بقیہ عمر شراب نوشی کے مرتکب نہ ہوئے۔۱۱۹۳ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار کاکوری میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ

ناخدائے سفینۂ بحر حقیقت صابری، زنگ زدای آئینہ کیفیت باطنی وظاہری، ساکنان سفلی را بمقام علوی وکیل ورہبر، تبدیل فرمائے مقدمات قضاوقدر، علیل مزاجان خطرات فاسدہ، قلوب راحکیم حاذق، قطب العالم حضرت بندگی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شہود کے بادشاہوں کے بادشاہ، فیض وبہبود کے جاری کرنے کا سبب، اہل اسرار کے محمود، گروہ ابرار کے ممدوح، وصال کی کشتی چلانے والے، ہر بیمار حال کی پشت پناہ، کم نصیب طالبوں کے مددگار، مشیخت وتصوف کے مقامات میں جامع تھے۔ شیخ بوسعید کے برادرزادہ، خلیفہ اور جانشین تھے۔ ذوق وسماع اور سوز عشق میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ پسندیدہ اخلاق والے اور صاحب ہمت تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید کے بعد مسند خلافت وہدایت پر متمکن ہوئے۔ مریدوں کی تربیت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ متبرک اور عظیم القدر تھے۔۱۹ر محرام الحرام کووفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت بندگی شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ

صدرنشین ایوان ولایت، حجت متین مقدمات کرامت، مست جام مشہود، قطب الافراد حضرت بندگی شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ:

بندگی محمد صادق کے خلف اور خلیفہ ہیں۔ اکابر اولیا اہل بہشت اور مشائخ چشت کے اماموں میں سے ہیں۔اقلیم تصوف کے گدی نشیں ہیں۔ سرود وسماع سے بہت مانوس تھے۔آپ کا ایک لڑکا تھا، اسے انتہائی تاکید کے ساتھ رباب بجانے والے کے سپرد کیا، کہ اسے ایک سال میں اتنا سکھادے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہ کیا جاسکے۔ رباب بجانے والے نے عذر کیا، کہ یہ کام مشکل ہے اور صاحب زادے اس فن سے ناآشنا ہیں، محض ایک سال میں ماہر فن نہ بن سکیں گے، آپ نے لڑکے سے فرمایا، یہ وہ چیز ہے جس کے لیے میں نے کئی راتوں میں دعا کی ہے، تم نے اس سازندے کو جس طرح رباب بجاتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح بجاؤ، لڑکے نے ایسا ہی کیا اور چھ مہینے میں استاذوں کا استاذ ہوگیا۔

مرآۃ جہاں نما میں مرقوم ہے، آپ کا تواجد حاضرین کے دل پر اثر ڈال کرانہیں بے خود کردیتا تھا جیسا کہ کتاب مذکور کے مصنف نے بذات خود دیکھا ہے، بہت زیادہ علم ظاہر نہیں رکھتے تھے، پھر بھی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی تفسیر وتاویل بہت عمدہ طریقے سے کرتے تھے، کہ سننے والے کے اندر کی طلب پیدا ہو جاتی تھی۔

شاہ اکرم کے ملفوظ حدائق المجالس میں مرقوم ہے کہ آپ نے اپنے مرید کو چلے پر بیٹھایا، جب وہ شخص کمال جواں مردی کے ساتھ چلہ پورا کرکے آیا، تو حضرت کی بارگاہ میں التماس کیا، کہ ان چالیس دنوں میں میں نے کچھ بھی نہیں کھایا ہے، فرمایا، جھوٹ مت بول، تو نے جو چیز کھائی ہے میں جانتا ہوں، اس نے تعجب کیا، فرمایا، جس درخت سے تم نے اپنا

رزق کھایا ہے، اسی درخت نے مجھے خبر دی ہے، میں تجھے اس کا پتہ بتاتا ہوں، پھر مرید کے ساتھ اس درخت کے سامنے جا کر کہا، اس نے اپنے کھانے کے تعلق سے جو کچھ کہا، اس مقدمے کی گواہی دے، درخت نے فصیح زبان میں گفتگو کی اور کہا کہ اس نے چالیس دنوں میں مرے تمام پتے کھا کر اپنی پرورش کی اور خود کو رونق دی اور مجھے ویران کر کے حیرانی میں ڈال دیا، مرید یہ بات سن کر شرمندہ ہوا، جب مرید بند کمرے کے اندر چلے میں بیٹھا ہوا تھا، اس کے نفس امارہ نے درختوں کے پتے کا قصد کیا تھا۔

حضرت بندگی داؤد کے کمالات حوصلہ تحریر سے زائد ہیں، آپ اپنے وقت کے شیخ المشائخ تھے، حدائق المجالس میں ہے، شیخ جمال نامی شیخ صادق کا ایک مرید تھا، وہ حضرت بندگی داؤد کو دعوت کے طور پر اپنے گاؤں لے گیا، حضرت کا دستور تھا کہ اکثر سیر و شکار کے لیے نکلتے تھے، شکار کے وقت شیخ جمال دوسری سمت چلا گیا، اور دوڑتے ہوئے آ کر کہا، میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا ہے، جس نے مجھ سے گفتگو کی ہے کہ میری ہڈیوں کے علاوہ گوشت نہیں بچا ہے، مجھے قتل کر کے تمہیں کون سی خوشی حاصل ہوگی، حضرت نے فرمایا، جب تک میں اس کی گفتگو نہیں سن لوں گا، اعتبار نہ کروں گا، شیخ جمال حضرت کو وہاں سے لے گیا، جہاں خرگوش تھا، شیخ جمال نے خرگوش سے کہا، تم نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے، میرے شیخ کو بھی بتا دو، خرگوش بولا، شیخ جمال نے صحیح کہا ہے کہ میرے قتل سے اسے کیا فائدہ ہوگا، محض خرگوش کی بات سن کر حضرت بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا، تو حضرت نے اس وقت سے بقیہ عمر سیر و شکار چھوڑنے کا عہد کر لیا۔ ۶ر رمضان ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

یادگار کمالات سلف، در چشت خلیفہ خلف، بدروشی و خوارق امجد، ابدال وقت حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاہ شرف الدین کے مرید تھے، وہ شاہ غازی کے، وہ شاہ چاند کے، وہ شیخ بندگی داؤد کے مرید تھے، شیخ احمد عبدالحق کے سجادہ نشیں شاہ احمد زماں کہتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام محمد ہندوستان کے شرفا میں سے ہیں۔ اپنی ماں کے ساتھ شاہ غازی کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے، شاہ غازی نے انہیں اپنے خلیفہ شاہ شرف الدین سے مرید کرا کر مشغول کر دیا، پھر اپنے مرشد کی اجازت سے ردولی آئے، ایک سال تک شیخ احمد عبدالحق کے روضے پر مجاور رہ کر فیض یاب ہوئے اور اپنے وطن کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ جب فقیر حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کے ارادے سے اپنے وطن سے مراد آباد سنبھل میں آپ کے پیر شاہ شرف الدین اجمیری کے دائرے میں پہنچا، شیخ غلام محمد نے کہا، مجھے بھی ساتھ لے لو، فقیر نے ان کے پیر سے اجازت لے کر انہیں مختار بنایا، وہ ردولی آئے اور فقیر اجمیر چلا گیا۔

ان کی ریاضت کا طریقہ یہ ہے کہ بارہ سال تک ذکر جہر میں صائم الدہر اور قائم اللیل رہ کر شبانہ روز دو گھڑی قیلولہ کرنا ان کا معمول تھا، پھر شہر کے باہر ایک زاویہ بنا کر مقیم ہو گئے، ۱۵ر سال تک مشغول بحق رہ کر بلند خوارق و کرامت کے مالک ہو گئے۔

ان کا ایک افغانی مرید سفر کے ارادے سے رخصت لینے گیا، تو ان کی کٹیا پر عالی شان مسجد دیکھی اور اس میں

حضرت شاہ غلام محمد کے ہاتھ پاؤں الگ الگ پڑے ہوئے تھے، وہ تھوڑی دیر ٹھہرا رہا تاکہ حضرت اپنی اصلی حالت میں آئیں اور رخصت عطا کریں۔

ایک دفعہ مدد علی نامی ردولی کا باشندہ حاضر تھا، اتنے میں حاکم شہر آیا، حضرت کو اس سے رنج ہوا، فرمایا، یہ کیوں آگیا؟ اگر یہ تم سے فقیر کے بارے میں پوچھے کہ حضرت کہاں ہیں؟ تو اسے پتہ نہ بتانا، حاکم آیا اور حضرت کو دیکھ نہ سکا، اس نے مجھ سے پوچھا، حضرت کہاں ہیں؟ میں نے کہا، میں نہیں جانتا، حالاں کہ حضرت میرے سامنے حاضر تھے اور مجھ سے گفتگو کر رہے تھے۔ ۱۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

موج :۔ احوال حضرت صوفی سوندھا سفیدونی رحمۃ اللہ علیہ

اقدس سلسلہ قدوسی واحمدی، مقدس زمرہ عاشقان سرمدی، آفتاب کمالات، فلک آفتاب حالات، واقف اسرار بیچونی، حضرت صوفی سوندھا سفیدونی رحمۃ اللہ علیہ:

سفیدون کرنال کے نواح میں ایک قصبہ ہے۔ آپ حضرت بندگی شیخ داؤد کے خلیفہ اکبر اور رب معبود کے عاشق اعظم تھے، آپ ملک تجرد کے بادشاہ، کشور تفرد کے سلطان، خرق وکرامت کے ملکوں کے مالک، فیض خداشناسی کے فوارہ، ہموارہ بتلاش خود تراشی، ولایت صابری کے وارث وصابر، ہدایت ورہبری کے ہادی، قاف قدوسی کے سیمرغ، اسرار فصوصی کے محرم راز، کلمہ توحید کے ہزار اسرار جاننے والے، مقام تفرید کا قبلہ درست کرنے والے، شیخ فرید کے فضائل کی دلیل، شیخ محمد سعید کے کمالات کا مظہر تھے۔ شراب وصال کی تلچھٹ پینے والے، اس رہبر ورہنما کے بلند حالات، وسیع مقامات اس مختصر میں بیان نہیں کیے جاسکتے۔

قاضی امیر گوپاموی کہتے ہیں، کہ ایک دفعہ حالت سماع میں حضرت کنویں میں گر پڑے، لوگوں نے آپ کو نکالنے کی تدبیر کی، جب قوال سرود میں مشغول ہوئے، حضرت نے کنویں کی تہہ سے ایک جست لگائی اور اوپر آگئے۔

ایک بار عین حالت سماع میں بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی میں گر گئے، آگ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکی۔

آپ کو اللہ نے ولایت یوسفی اور خلعت خلیلی عطا فرمائی تھی، شیخ جمال الدین مصنف اقتباس الانوار لکھتے ہیں، کہ میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ میری نظر کسی ایسے درویش پر پڑ جائے کہ وہ خود سے مجھے اپنا مرید بنائے اور میں اس سے بیعت ہوجاؤں، میں نے چند درویشوں سے ملاقات کی، لیکن حضرت صوفی سوندھا کے علاوہ کسی نے مجھ سے اس بارے میں کوئی خواہش ظاہر نہیں کی، میں صوفی سوندھا سے مرید ہوگیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ

محیط کمالات اقطابی، متصرف معاملات احبابی، فی زماننا محتشم ومکرم، سرحلقہ اقطاب حضرت شاہ محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اصحاب زہد وورع کے مقتدا، تصرف وخوارق میں انتہائی شان والے تھے، تسلیم ورضا اور کرامت ان کا

خاصہ اور شعار تھا، باغ چشت کے سردار اور سرو آزاد، روضہ بہشت کے شمشاد تھے۔ ترانہ شوق میں منہمک رہنے والے، صاحب صحو بمشاہدہ فوق، ولایت قدوسی کے وارث ومحرم اسرار، عاشق اکبر اور ولی بر تر تھے۔

آپ کے والد بزرگوار کا نام قطب المشائخ شاہ محمد علی بن قطب الاقطاب شاہ الہ بخش مذہبا حنفی، نسبا مالوسی اور مشربا صابری چشتی۔ آپ کا مولد کرنال اور وطن راسوی۔ الغرض آپ بلند پایہ صوفی باصفا اور زہد وورع کے اہم مجاہد، طالبان حق کی روحانی تربیت میں خاص قوت وملکہ رکھتے تھے۔ اکثر سچے عاشقوں کو عالم رنگا رنگ سے بے رنگی کی وادی میں پہنچادیا۔

حدائق المجالس میں ان کے ملفوظ کلمات تامہ کا صحیفہ ہیں۔ اس میں خوارق عادات اور کرامات اس قدر مندرج ہیں، کہ وہ آپ کی بلندی مراتب کی دلیل قاطع ہے۔ آپ کے ہدایت سرشت نکتے جو اس کتاب میں مندرج ہیں بلا اختلاف اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کے لیے کسی ظاہری رہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مشاہدہ، مجاہدہ، مخلوق کے افادے کی کثرت اور نفلی عبادات میں ہر طرح کی جامعیت رکھتے ہیں، آپ کا ذکر اس مرتبہ پر غالب اور ظاہر تھا کہ آپ کے ساتھ بیٹھنے والا دور ونزدیک سے حرکت قلب وجوارح کی آواز سنتا، جب کہ آپ کے قلب وجوارح ہر لحہ ذکر میں مصروف رہتے۔ اکثر طالبین حق اس فیض عالم کے فیض سے دولت ابدی سے بہرہ مند ہوئے، چنانچہ ایک دن ایک مرید کو اپنے حضور ذکر میں مشغول کیا، چوں کہ اس مقام میں ہمہ ادست کا تصور غالب ہے، اس مقدمہ کی تدقیق کی وجہ سے اس کے دل میں ذکر جاگزیں نہ ہوسکا، اتفاقا حجرے کے درودیوار سے حضرت کی چند صورتیں ظاہر ہوکر یک جا ہوگئیں۔

ان کے متبرک انفاس میں سے ایک نفس یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے کو آتشیں تنور تصور کرے اور اپنی ذات کو آگ سے بھرپور چیز سمجھے، یہ خیال کرے کہ آگ کے شعلے اس کی آنکھوں کے منفذ سے باہر نکل کر پورے عالم کو گھیرے ہوئے ہیں، ایسا مراقبہ کرے کہ عالم کے تمام تعینات اس کی نظر شہود میں خاکستر ہوجائیں، بلکہ تعین ناری بھی جل بھن جائے، جیسے کہ عارف رومی کہتے ہیں۔

فرد

عشق چوں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق بودہ جملہ سوخت

مشغویت کے دوران آپ کا جسم اس قدر بڑھ جاتا کہ حجرہ تنگ پڑ جاتا اور ساری چیزیں درہم برہم ہوجاتیں، آپ کے مناقب اتنے ہیں، کہ اس مختصر کتاب میں بیان نہیں کیے جاسکتے، ۶ محرم ۱۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ دہلی کے محلہ کھتری ٹولہ میں جہاں آپ سکونت گزیں تھے۔ قدم رسول کی پشت پر مدفون ہوئے۔ شادی کی تھی اور اپنے بعد بیٹے بیٹیاں چھوڑیں۔

موج :۔ احوال حضرت فیاضی قاضی محمد مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عالم علوم، واقف اسرار غیر معلوم، مقبول اللہ عز وتبارک، حضرت فیاضی قاضی محمد مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کو گوپامئوی کہتے ہیں، قاضی مبارک ثانی کے فرزند تھے، جن کا بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی کے خلفا میں ذکر ہو چکا ہے، ظاہری اور باطنی علوم کے بہت بڑے عالم تھے، مجاہدہ ومشاہدہ والے اور حالات ومقامات میں بلند تصرفات رکھتے تھے۔ شیخ اکرم کے مرید ہیں۔ اپنے مرشد کی بارگاہ میں آپ کو ایک مخصوص مقام حاصل تھا۔ علم ظاہری کا درس دیتے تھے۔ ہمیشہ اپنے معشوق حقیقی کے ذکر وفکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ان کی مصنفات یہ ہیں:

(۱) شرح سلم جسے مشرق سے لے کر مغرب تک شہرت حاصل ہے (۲) حاشیہ میر زاہد (۳) شرح مواقف (۴) حاشیہ میر زاہد ملا جلال۔ ان کے علاوہ دوسرے، بہت سے رسائل آپ نے یادگار چھوڑے۔

۵ر شوال ۱۱۶۲ھ کو وفات پائی اور گوپامئو کے اندر اپنے دادا کے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے خلف ارشد قاضی محمد امیر الدین حضرت شاہ اکرم کے مرید ہیں۔ طریقتاً چشتی اور مولداً کرمانی ہیں۔ ان کی قبر دہلی میں محلّہ کھتری ٹولہ میں قدم رسول کی پشت پر واقع ہے۔ صاحب ریاضت، بانت حقیقت ومعاملت اور صوفیا سے کسب فیض کی طرف مائل تھے اور ان سے اکتساب کرتے تھے۔ علم ظاہر میں سبقت کی گیند لے گئے تھے۔ آپ کی گفتگو بڑی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوتی تھی۔ خاص وعام کے درمیان مقبول تھے۔

ایک دن امیر نے ان سے کہا، مجھے افسوس ہے کہ آپ جیسا شخص سنی عالم ہے، فرمایا، اس میں کون سی برائی ہے؟ امیر نے جواب دیا، آپ کا حشر معاویہ کے ساتھ ہوگا، فرمایا، معاویہ کون تھے؟ امیر نے کہا، ظالم وجابر امیر، فرمایا، اے نواب! تیرے ساتھ کیسا حشر کیا جائے گا؟ امیر نے کہا، میرا حشر حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ ہوگا، آپ نے پوچھا، علی مرتضٰی کون تھے؟ امیر نے جواب دیا، درویش، فقیر، بیکس، قاضی صاحب نے فرمایا، یہ بات تو ظاہر ہے کہ امیروں کا حشر امیر کے ساتھ اور فقیروں کا حشر فقیر کے ساتھ ہو، پوری مجلس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ آپ دین ودیانت کے معاملے میں امیر وغریب سے سوال وجواب میں کبھی پیچھے نہ رہے۔ یہ گفتگو آپ کے حصول معرفت پر دلالت کرتی ہے۔ بہت متوکل، متورع تھے۔ کاتب الحروف پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ گدا رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عاشقان بے اختیار، مرتاض عارفان صاحب اسرار، مست بادہ توحید خدا، عاشق صادق حضرت شاہ گدا رحمۃ اللہ علیہ:

اہل صفا محققین صوفیا میں سے ہیں۔ عظیم شان، قوی حال، دل پسند اخلاق، خوارق عادات بہت زیادہ رکھتے تھے۔ فقر وفنا، زہد وورع، ترک وایثار، عشق وانکسار میں بے نظیر زمانہ تھے۔ حضرت شاہ محمد اکرم کے مرید ہیں۔ ابتدا میں لوگ آپ کو "بلاق بیگ" کہتے تھے، آخر میں اپنے مرشد سے "شاہ گدا" کا لقب پایا۔ آپ کے ریاضات ومجاہدات انتہائی اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے، سرود سننے کے بعد آپ پر بے خودی کی ایسی حالت طاری ہوتی، کہ آٹھ آٹھ دن تک ہوش میں نہ آتے۔ ایک دن اسی حالت میں ارشاد فرمایا، کہ کوئی چیز لاؤ، تاکہ میں اس پر ہاتھ رکھ دوں، تو وہ خالص چاندی بن جائے، حاضرین اس بات کو محض ایک سطحی بات سمجھ کر متوجہ نہ ہوئے، ناچار اپنا ہاتھ حقے کی چلم کے سرپوش پر

رکھا، جو تانبے کا تھا، فوراً خالص چاندی بن گیا۔ جب لوگوں نے اس چاندی کو پرکھا، خالص پایا۔ تمام حاضرین نے یہ حالت دیکھ کر اپنے تمام تانبے کے برتن لا کر اس امید پر سامنے رکھ دیے کہ حضرت ان پر اپنا ہاتھ رکھ دیں، آپ نے فرمایا، وہ وقت گزر گیا۔ دلوں کا حال معلوم کر لینا آپ کی ادنیٰ کرامت ہے۔ ایک دن قاضی امیر گوپامئوی کے صاحب زادے قاضی فضل اکرم آپ کی پابوسی کے شرف سے مشرف ہوئے، ان کے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ میں ہمیشہ حضرت کی خدمت میں آتا ہوں، مگر انہوں نے کبھی اپنی کھائی ہوئی چیز کا تبرک عنایت نہ فرمایا، حضرت ان کے خیال پر مطلع ہو کر مسکرانے لگے، ایک لطیف کھانا چھوٹے سے برتن میں عطا کیا، اس میں اتنی برکت ہوئی، کہ تمام حاضرین نے سیر ہو کر کھایا۔

قاضی محمد امیر سے منقول ہے، کہ جس وقت شجاع الدولہ نے حافظ رحمت اللہ خاں وغیرہ افغانیوں سے جنگ کا ارادہ کیا، میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا، کہ حضرت! حق سبحانہ وتعالیٰ کسے فتح عطا فرمائے گا؟ فرمایا، فقیر نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایک گاڑی پر سوار ہوں، میں اس گاڑی کو اس بلندی پر لے جا رہا ہوں، جہاں پہنچنا ناممکن ہے، بفضل الٰہی گاڑی بلندی پر پہنچ گئی، فی الحال استقامت شجاع الدولہ کے لشکر کو حاصل ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ اسی کو فتح حاصل ہوگی۔ آپ نے جیسا کہا ویسا ہی ہوا۔

شجاع الدولہ کے بیمار پڑنے کے بعد میں نے اس کی موت اور زندگی اور شجاع الدولہ کے بعد ریاست کے نواب کی تقرری کے بارے میں سوال کیا، ارشاد فرمایا، میں نے دیکھا ہے، کہ ایک مکان میں شجاع الدولہ کنارے بیٹھا ہوا ہے اور اس کا لڑکا آصف الدولہ بساط حکومت پر ہے، چند دن کے بعد ایسا ہی ہوا۔ یہ حالات تحریر کرنے کے وقت تک آپ بقید حیات تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

جام جہاں نما، سالک بادیہ پیما، خاصہ بندہ غفور الرحیم، حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:

خلاصۃ التواریخ میں لکھا ہے، کہ شیخ محمد صادق کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے، وجد وسماع اور زہد وورع میں بہت وسیع مرتبہ رکھتے تھے۔ مدتوں مرشد کی خدمت میں رہ کر فیوض حاصل کیے، شروع میں پیشاور کی قوم یوسف زئی سے نکل کر لاہور پہنچے اور علم ظاہر حاصل کیا۔ جب ان پر جذبہ حق طاری ہوا، جہاں کے مشائخ کے بارے میں سنتے وہاں ان کی خدمت میں پہنچ جاتے، بالآخر شیخ آدم بنوری کی خدمت میں پہنچے، ایک دن محل میں اسم اللہ کی تکرار ہوئی، شیخ پر اس کے سننے سے وجد طاری ہو گیا، اس دوران حضرت شیخ صادق کا ایک مرید حاضر تھا، اس نے کہا، تمہیں جب اس قدر درد طلب اور شوق حاصل ہے، تو شیخ محمد صادق کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، رات کے وقت شیخ محمد صادق کو خواب میں دیکھا، پوچھا، آنجناب کا نام کیا ہے؟ فرمایا، مجھے ناظر محمد کہتے ہیں، پھر گنگوہ کا عزم سفر کر لیا، جب شیخ محمد صادق کی خدمت میں پہنچے، تو وہی صورت نظر آئی، جو خواب میں دیکھی تھی، عرض کیا، آنحضرت نے خواب میں مجھے اپنا نام ناظر محمد بتایا تھا اور یہاں پر لوگ آپ کو محمد صادق کہتے ہیں، اس میں کون سا راز ہے؟ فرمایا، اُس جہان میں لوگ مجھے ناظر محمد کہتے ہیں اور

اس جہان کے لوگ محمد صادق۔ پھر وہ شیخ کے مرید ہو گئے اور بہت زیادہ ریاضت ومجاہدہ کرنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں آپ پر معرفت کا دروازہ کھل گیا اور آپ کے سیر وسلوک مکمل ہو گئے، مرشد سے رخصت ہو کر مراد آباد جا کر اقامت گزیں ہو گئے۔

دوریاض درویشی پہ تحمل بندی، حضرت شاہ علی رضا سر ہندی، شیخ ابراہیم مراد آبادی کے مرید ہیں، بہت بزرگ تھے۔ ۱۲ ذی قعدہ کو وفات پائی۔ سید ابراہیم مرتضی سرہندی گجراتی بھی اسی سلسلہ کے بزرگ تھے۔

موج احوال حضرت شاہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

درویش مستند، عاشق دردمند، بادلیائے الٰہی محرم وندیم، کامل زمانہ حضرت شاہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی جائے ولادت گوپامئو ہے، جو صوبہ اودھ کے مضافات خیرآباد کے ماتحت ہے۔ آپ حضرت شاہ دولت کے مرید، وہ سید غریب اللہ کے مرید اور سید غریب اللہ، شیخ محمد صادق کے خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے بزرگوں اور سخت مجاہدہ کرنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ فقر اور نامرادی میں امتیازی شان اور مرتبہ رکھتے تھے۔ عاشقانہ رجحان کھلے طور پر آپ سے اکثر ظاہر ہو جایا کرتا تھا۔ آشفتگی اور عشق کے ایام میں آپ پر صوری مظاہر نمایاں ہوا کرتے تھے۔ جس زمانے میں آپ اکثر ردولی میں قیام کرتے تھے، اودھ کے باشندے حبیب اللہ نامی ایک گانے والے لڑکے پر فریفتہ ہو گئے، جس کی وجہ سے اس لڑکے کے رشتہ داروں کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں، بالآخر اس لڑکے نے بھی درویشی کا لبادہ اوڑھ کر آپ کی صحبت اختیار کر لی اور آپ سے باطنی توجہ چاہی۔ ابھی آپ کی زندگی کے تھوڑے ہی دن گزرے تھے، کہ ایک گانے والی عورت کی خوش الحانی سے متاثر ہو کر اس سے دل لگا بیٹھے، اس عورت کے رشتہ داروں نے ہر چند زدوکوب کر کے اس بات کی کوشش کی کہ آپ اپنے خیال سے باز آجائیں، مگر ان کی یہ کوشش فائدہ مند نہ ہوئی، ایک ہفتہ تک بے آب ودانہ رہے، بالآخر اس عورت کے دل پر آپ کا تصرف کارگر ہو گیا اور وہ بے اختیار کھانا پانی ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساتھ رہنے لگی، چند دنوں بعد شریعت کے اس حکم کا لحاظ کرتے ہوئے کہ بیگانہ مرد کو عورت کی آواز سننا اور اس کی صورت دیکھنا جائز نہیں، شرعی حکم کے مطابق نکاح کر لیا۔ سرود سنتے تو آپ پر ایسا حال طاری ہو جاتا، کہ عاشق بے گانہ ہو جاتے۔ تحریر کے وقت بقید حیات ہیں۔

موج احوال حضرت شاہ عبدالجلیل الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

منتہی بمقام ولایت فی اول یومہ، ترجمہ حدیث شریف الشیخ فی قومہ، مستغرق لجۂ استغراق، سلطان المشاہدین بالاتفاق، بطائفہ صوفیہ ثانی جنید بغدادی، قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالجلیل الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ محمد صادق کے اکابر مریدین اور بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ قرب خاص حاصل کرنے والے مجاہدین میں اعلیٰ انوار، اختصاص کے اخلاص کے ساتھ مشاہدہ کرنے والوں میں اکبر، درگاہ والا کے واصلین کے امام، اور بارگاہ معلی کے عاشقوں کے تاجدار تھے۔ ایسے شیر کہ آپ کے کمالات کے آفتاب کی تحویل ساکنان برج اسد کے کام ودہن

میں ہے۔ ویران نیستان سے قلم تلاش کرنا خیال خام ہے۔ ایسے جواں مرد کہ جن کی جانبازی کے اوصاف کا حلول ہیولائے مرزخ کے تنگ سینہ میں ہوتا ہے۔ اسے سادہ کاغذ کے صفحہ پر ڈھونڈنے کی گنجائش نہیں۔ آپ شیخ احمد عبدالحق کے خانوادے کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ درجہ محبوبیت کے مستحق تھے۔ آپ کے ملفوظ میں مرقوم ہے کہ آپ کے والد ماجد قاضی صدرالدین بن قاضی سراج الدین بن قاضی سلطان، قاضی حسام الدین کو ہی کے پوتے ہیں۔ جس وقت سے حضرت قطب وحدت شیخ حسام الدین مانک پوری کی ولایت کے انوار درخشاں ہیں، اس علاقے میں خصوصا حضرت کے وطن مئو اور مندورہ کے باشندے بالاتفاق طبقہ بہ طبقہ اس عالی شان خاندان کے سجادہ نشینوں کے ہاتھوں میں دست بیعت دیتے چلے آرہے ہیں۔ قطب وحدت شاہ حسام الدین مانک پوری کے سجادہ نشیں حضرت شاہ علی اصغر کے عہد میں حضرت شاہ عبدالجلیل الہ آبادی کے والد قاضی صدر لدین جس وقت پابوسی کی سعادت حاصل کرنے حاضر ہوتے حضرت سجادہ نشیں ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ دوسرے لوگ مارے حسد کے اس بات کی ٹوہ میں پڑ گئے، کہ ان کی تعظیم واحترام کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟ فرمایا، ان کی پشت میں دو ولی ہیں، جن کی میں تعظیم کرتا ہوں، چنانچہ قاضی صدرالدین کے گھر دو عظیم فرزند عبدالحکیم اور عبدالجلیل پیدا ہوئے اور ریاضات شاقہ کرکے مرتبہ ولایت حاصل کیا۔

قطب الاقطاب شاہ عبدالجلیل بھی تین دن ہی کے ہوئے تھے، کہ آپ کی والدہ انتقال کر گئیں، بیوی بلھی نامی سیدہ جو ایک مدت سے بیوہ ہوگئی تھیں، قاضی صدر لدین کے گھر رہتی تھیں، قاضی صاحب کی اجازت سے انہوں نے حضرت قطب الاقطاب کو گود لے لیا، تین دن کے بعد خلاف عادت وقیاس سیدہ کو دودھ اتر آیا، جو پورے ایام رضاعت تک اس مادر زاد ولی کی غذا بنا رہا۔ حضرت رمضان المبارک کا پورا مہینہ اور ہر ماہ جمعرات کے دن افطار کے وقت تک دودھ نہ پیتے تھے۔ جب سات سال کے ہوئے نماز پنجگانہ کے پابند ہوگئے اور صحرا میں جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے، آپ محتاجوں کو لذیذ کھانا کھلاتے مگر خود نہ کھاتے اور فرماتے کہ دوسرے لوگ کھاتے ہیں اور مجھے لذت ملتی ہے، جب بارہ سال کے ہوئے اپنے والد ماجد سے اجازت لے کر علم ظاہر حاصل کرنے کے لیے رخصت ہوئے، قصبہ مئو میں ملا وان اور ملا جمیل سے مختصرات کی تعلیم حاصل کی اور دوسری جگہوں پر مطولات پڑھیں۔ پھر دہلی جاکر حضرت شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ شیخ عبدالحق نے بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی، آپ نے فرمایا، میرا دل اسرار الٰہی سے بھرا ہوا ہے، مگر مقفل ہے، اس کی چابی ویرانے میں فقرا کے دلوں میں رکھی ہوئی ہے، شیخ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔

حضرت شاہ عبدالجلیل کے خلیفہ شیخ محمد عاشق دہلوی کے نام جو خط لکھا، اس میں مذکور ہے کہ ایک رات میں مراقبہ میں تھا، تمام ہندو پنڈت جمع ہوکر فقیر کے سامنے آئے اور کرتب دکھایا، پھر چلے گئے۔ ۲۹ محرم کو بدستور تمام انبیا اور جملہ اولیا امت بھی آئے، ایک ساعت کے بعد جمال جہاں آرا محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا، جس سے تمام عالم منور ہوگیا، میں نے زمیں بوس ہوکر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھ دیا۔ اس نورانی پیکر قدم نے مجھے اس طرح مس کیا، کہ میں نے ایسے ایسی سخت اور حاقت در محسوس کیا، جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حضور نے اپنا دست حق پرست میری پشت پر رکھا اور فرمایا، انت عاشق اللہ وانت مقبول اللہ وانت کاشف اللہ، پھر فرمایا تم عالم بالا کی سیر کرو پھر حضور روانہ

ہوئے اور میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، میرے قدم لرز رہے تھے، فرمایا، پکارو یارسول اللہ! میں نے یہ نام تعظیماً بہ طور درود پڑھا، پھر وہاں سے اس مقام پر پہنچا، کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد صادق کی بارگاہ میں آپ کی بیعت کا سبب اس طرح لکھا ہے، کہ آنحضرت نے خواب میں شیخ کو گنگوہ سے طلب کیا اور بیعت کی بشارت دی، جیسا کہ ان کی اس تصنیف سے ظاہر ہے۔ غزل یہ ہے ؎

شکر حق را یک شبے دیدم بخواب　　پیر مردے خوبرو تر ز آفتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں آفتاب سے زیادہ خوب صورت بزرگ ہستی کو دیکھا۔

نور خالص بد چو آمد در حضور　　من زسر تا پائے گشتم غرق نور

جب وہ سامنے آیا تو نور خالص تھا، جس کی وجہ سے میرا وجود سر سے پاؤں تک نور میں غرق ہو گیا۔

دو سہ بیت از بہر تعلیم بخواند　　وز تہ فرشم زعرشم بگذراند

تعلیم کے لیے دو تین اشعار پڑھے، زمین سے اٹھا کر مجھے عرش سے اوپر لے گئے۔

در گزشتم در خیال از نہ طبق　　خواب میخوانم بہ معراج حق

میں خیالات میں نو طبقات سے آگے بڑھ گیا، خواب کی حالت میں معراج حق کرتا رہا۔

قطرہ من گم شدہ در بحر راز　　بیش ازیں رازم نشاید گفت باز

میرا قطرہ وجود بحر راز میں گم ہو گیا، اس سے بڑھ کر پھر کوئی راز بیان نہ ہو سکے گا۔

گفتمش نامت چہ باشد اے ولی　　کز تو مرآۃ دلم شد منجلی

میں نے ان سے کہا، اے اللہ کے ولی! آپ کا نام کیا ہے کہ آپ کی وجہ سے میرے دل کا آئینہ روشن ہو گیا ہے۔

گفت من ہادی مرد عاشقم　　صادقم من صادقم من صادقم

فرمایا، میں ہدایت دینے والا مرد عاشق ہوں، میں صادق ہوں، میں صادق ہوں، میں صادق ہوں۔

زود رو اے طالب ذات الٰہ　　منتظر بہر توام در خانقاہ

اے ذات الٰہی کے طلب گار جلد چلے آؤ، میں اپنی خانقاہ میں تمہارا منتظر ہوں۔

جانب گنگوہ چوں بشتافتم　　صورت مرئیہ را در یافتم

جب میں گنگوہ کی جانب چلا، میں نے خواب میں جو صورت دیکھی تھی، وہی بیداری میں پائی۔

پس صبح کے وقت دہلی کے درویشوں اور بزرگوں کی خانقاہوں میں خواب میں دیکھی ہوئی شبیہ ڈھونڈی مگر نہیں پائی، ایک شخص سے یہ اشارہ پا کر کہ شیخ محمد صادق گنگوہ میں ہیں، روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر وہی شکل جو خواب میں دیکھی تھی پا گئے، بیعت کی، طرح طرح کے اذکار جہر مثلاً سہ پایہ، جاروب وحدادی، نماز معکوس، پاس انفاس، نصیر المحمود، مراقبہ فنا اور مراقبہ بقا کی تعلیم پائی۔ ۳۲ سال تک پیر کی خدمت میں رہ کر سخت مجاہدے کیے۔ چنانچہ ان کے معمولات کچھ اس طرح ہیں، روزانہ بلا ناغہ چالیس ہزار ذکر جہر، بارہ ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات، ذکر اثبات پندرہ ہزار مرتبہ اور ذکر اسم ذات چالیس ہزار مرتبہ کرتے تھے۔ اس وقت قطب الاقطاب کے خلعت سے مشرف ہوئے۔ عالی شان خاندان

کی وہ تمام دعائیں، جو خلق کی حاجت روائی کے لیے معمول ہیں، مثلاً دعائے سیفی، دعائے حیدری، دعوت سیر الاسماء، چہل اسماء، ننانوے اسمائے حسنٰی باری عزاسمہ سے بہرہ مند ہو کر خرقہ خلافت کے ساتھ رخصت ہوئے اور باقی زندگی اس طرح عبادتوں میں گزار دی، کہ ایک ہی سانس میں پوری رات ختم کر دیتے اور ہمیشہ ذات مطلق کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کے صاحب زادے شاہ عباد اللہ تین مرتبہ لفظ حق حق کہہ کر افاقہ میں لاتے اور حاضرین کو حضرت کی پابوسی سے مشرف کرتے۔

چنانچہ ناظم بنگال رحیم خان افغان کی بغاوت کے سبب بادشاہ محمد بہادر شاہ نے اپنے لڑکے عظیم الشان کو اس کے استیصال کے لیے بنگال رخصت کیا اور کہا، جب تم الہ آباد میں شاہ عبد الجلیل کی خدمت میں پہنچو، میری مہمات کے فتح کی درخواست کرنا اور رحیم خان پر اپنی فتح کی التجا کرنا، ان کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ رہنا، جب شاہزادہ الہ آباد پہنچا، شاہ عبد الجلیل کی خدمت میں حاضر ہوا، شاہ عبد اللہ حق حق کی آواز لگا کر عالم ناسوت میں لائے، پھر شاہزادے کے آنے کی خبر دی۔ آپ نے نعرہ لگایا اور فرمایا، کیا ہی عظیم الشان ہے، پھر عالم استغراق میں چلے گئے پھر کلمہ حق حق کے ذریعہ افاقہ ہوا، شہزادے نے اپنے والد کی تمناؤں کا اظہار کیا، حضرت نے اس کی مہمات کی فتح کی دعا کی، شاہزادے نے اپنی مہم کی فتح کی التماس کی، فرمایا، اللہ تعالیٰ مدد چاہنے والوں کی مدد فرماتا ہے، پس ایسا ہی ہوا، شاہزادے نے خانقاہ کے مصارف کے لیے معاش کثیر پیش کرنے کی گزارش کی، جسے آپ نے قبول کر لیا، جب پروانہ لکھ کر لوگوں نے بھیجا تو فرمایا، "پرواہ ندارم" میں پرواہ نہیں کرتا۔ فرخ سیر بن عظیم الشان نے حضرت کا پائے مبارک اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا، فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا، دین اور دنیا، مسکرا کر فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے (دین و دنیا) دونوں عطا کر دے، پھر کیا تھا، فرخ سیر پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سلطان معز الدین پر جو کہ یک لاکھ سواروں کے ساتھ تھا، غالب آ کر دہلی کے تخت پر قابض ہو گیا اور سات سال کے بعد اپنے نوکروں کے ہاتھ انتہائی بے رحمی کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔

حضرت شاہ عبد الجلیل کی کرامات اور خوارق عادات بے نظیر زمانہ، حدود تحریر سے بڑھے ہوئے ہیں، کشمیر کی سیر میں آپ کا ایک پائے مبارک اس طرح برف کی زد میں آیا کہ بالکل حرکت نہیں کرتا تھا۔

سرود سننے میں جب وجد طاری ہوا، قوالوں کے ساتھ ایک روز تک حالت وجد ہی میں رہے اور وجد کے بعد بدستور آپ کا پائے مبارک معطل ہو گیا۔

کثرت علوم کی وجہ سے آپ کی مصنفات کی تعداد کثیر ہے، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے (۱) چہاردہ علمی (۲) ہدایت صوفیہ (۳) معدن الدقائق (۴) حل مشکلات فیوضات (۵) علم الثقات (۶) علم النکات (۷) مثنوی اسرار العاشقین در بیان سر دو ذات در تعینات اور اس کے علاوہ زاد مشائخ، زاد لا زاد، نغمات حالات۔

وہ حالات جو راقم السطور (وجیہ الدین اشرف) پر خود گزرے انہیں لکھتا ہے، صاحب کمال حضرت شاہ عبد الجلیل کے احوال میں نے انتہائی شوق کے ساتھ ہر جگہ تلاش کیے، ایک بزرگ کو جو کچھ یاد تھا، انہوں نے بیان فرمایا، اس رات میں نے خواب میں دیکھا، کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ شاہ عبد الجلیل تجھ سے رنجیدہ ہیں، میں سمجھ گیا، کہ ان کا رنج اس وجہ سے ہے، کہ یہ احوال جو میں نے ایک بزرگ سے سنے ہیں، اس کے برخلاف ہیں، پس الہ آباد سے ان کا ملفوظ شریف

طلب کیا اور میں نے آپ کے اسم مبارک کے ساتھ القاب میں لفظ قطب کا اضافہ کردیا، جب میں سویا تو اس شخص کو دیکھا، میں نے کہا، شیخ عبدالجلیل کے احوال پڑھو، جب میں نے ان کے اسم مبارک کو "قطب" کے اضافے کے ساتھ پڑھا، اس نے کہا، شاہ میرلاہوری کے حالات پڑھیے، میں نے ان کو قطب الاقطاب لکھا تھا، فرمایا، جو لقب تم نے شاہ پیرلاہوری کے لیے لکھا ہے، وہی ان کے لیے لکھو، جب میں بیدار ہوا، حضرت شاہ عبدالجلیل کے نام کے ساتھ قطب الاقطاب کا لفظ لکھا۔ یہاں اس بات کی تصدیق ہوگئی، کہ شاہ میرلاہوری اور حضرت شاہ عبدالجلیل دونوں بزرگ قطب الاقطاب ہیں۔ آپ کے کمالات والا مناقب بیان کے محتاج نہیں ہیں۔ ایک سو بائیس سال کی عمر پائی۔ بتیس سال علم ظاہر کی تحصیل میں، تیس سال پیر کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ میں، ساٹھ سال مسند ارشاد وہدایت پر بیٹھ کر دنیا کو فیض پہنچانے میں گزارے۔ ۶ ر شعبان ۱۱۴۲ھ کو رحمت حق کے جوار میں پہنچ گئے۔ "ذات احمد بلا میم" سے مادہ تاریخ وفات نکلتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالجلیل کے تین فرزند تھے۔ (۱) شاہ حکمت اللہ جو فاضل اور درویش تھے، والد بزرگوار کی حیات ہی میں ملاء اعلیٰ کی طرف کوچ کر گئے۔ علم ظاہر و باطن کے عالم تھے۔

(۲) شاہ غلام محی الدین جو نورالعین کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ قطب الاقطاب کے محبوب ترین فرزند تھے۔ خرقہ خلافت سے ممتاز ہوئے۔ صاحب مجاہدہ ومشاہدہ تھے۔ یہ شعر آپ کے احوال کے بارے میں کافی ہے ۔

آں ولد چوں غیب سراب شدہ   ذکر او وریں ذکر دے بدہ

(۳) شاہ قدرت اللہ جو علم ظاہر و باطن دونوں کے واقف اسرار اور عالم کو فیض پہنچانے میں حقیقتاً قدرت اللہ تھے۔ شاہ عالم بن بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے والد کی حیات میں خدا کے ساتھ یہ عہد کیا تھا، کہ اگر میرے والد کے بعد تمام بھائیوں میں سے مجھے بادشاہ بنایا گیا، تو کسی کے سوال کو رد نہ کروں گا۔ اسی طرح شاہ قدرت اللہ نے اپنی انتہائی سخاوت وفیاضی کے سبب اپنے بچپن میں یہ عہد کیا تھا، کہ اگر کسی بادشاہ کے ساتھ میری موافقت ہو جائے گی، تو میں اسے ضرورت مندوں کا حاجت روا بناؤں گا۔ تقدیر کے چلتے دونوں بادشاہوں میں محبت پیدا ہوگئی، پھر کیا تھا، عہد کے مطابق دنیا والوں کی مشکلات حل ہونے لگیں، کوئی بھی جس دن اپنے احوال بیان کرتا، اسی دن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا، آئندہ روز کے لیے اس کی بات ٹالی نہیں جاتی تھی۔

شاہ غلام محی الدین کی اولاد اب بھی الہ آباد میں موجود ہے۔ قطب الاقطاب شاہ عبدالجلیل کے خلفا شاہ جانجی ناں طیبل میں، شاہ اوجھانی بدایوں میں، قاضی عبدالرحمٰن گجراتی اور شاہ سرمست خاں بھیلسہ میں، شاہ جناحق نجور میں، شاہ محمد زاہد سہسرام میں، شاہ نور جی سندیلہ میں، مخدوم شاہ الہ دیہ اور شاہ عبدالمطول کے فرزند خیرآباد میں جو بڑے صاحب کرامت اور بلند خوارق عادات کے مالک ہیں، مجاہدین کے بادشاہ اور مکاشفین کی برہان ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

درویش ارشاد عنوان، صاحب کمال بے گمان، بلند ہمت علوی اوجی، حضرت شاہ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ:

قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالجلیل کے بزرگ خلیفہ ہیں۔قوی حال، بلند ہمت اور اہل صفا صوفیا کے پیشوا ہیں، طالبین کی تربیت میں بڑا مضبوط ہاتھ رکھتے تھے۔اکثر طالبین آپ کی تلقین کی برکت سے معرفت کی تکمیل کے مرتبہ کو پہنچے۔شروع میں علم ظاہر کے حصول کی طرف مائل تھے، لیکن جس طرح چاہتے تھے، کتاب کا مطلب نہیں سمجھ پاتے تھے، اسی وجہ سے بہت دکھی رہتے تھے۔

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنا عریضہ پیش کیا، کہ میں بڑی خواہش اور سخت محنت کے باوجود بھی کتاب کا مطلب نہیں سمجھ پاتا، شاید میں جاہل رہ جاؤں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈال دیا۔صبح جب بیدار ہوئے، تو تمام علوم آپ کی زبان پر جاری تھے۔تمام عمر طلبہ کی تدریس کے ساتھ عبادت میں گزار دی اور ایک عالم کو علم ظاہر و باطن سے بہرہ مند کیا۔۱۱۰۰ھ میں عالم قدس کی طرف کوچ کر گئے۔آپ کا مزار قنوج میں ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ

زوار خانہ مقصود، خانہ لائق زیارت ہر محمود، کعبہ دل راشریف، حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا مولد و منشا امروہہ ہے۔نسب شریف عبداللہ معروف بشیخ ابن امروہی تک پہنچتا ہے۔بلند مقام اکابر اولیا میں سے تھے۔شیخ حبیب اللہ قنوجی کے مرید ہیں۔شروع میں بلگرام اور قنوج میں تحصیل علم کیا، بالآخر شیخ حبیب اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت اور سخت ریاضت کی۔جب ان کا مجاہدہ، مشاہدہ تک پہنچ گیا، حرمین شریفین چلے گئے اور وہیں مقیم ہوئے، گیارہ سال کے بعد اپنے والد کو مکہ لے جانے کے ارادے سے وطن کا عزم سفر کیا۔منزل مقصود پر پہنچے تو والد کو زندہ نہ پایا، پھر مکہ چلے گئے، جب سے آپ وہاں گئے، تقریباً پچاس سال وہیں بسر کیے اور ہر سال مناسک حج ادا کرتے رہے، تیس بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی زیارت کی۔پیر غلام علی آزاد بلگرامی مکہ معظمہ میں ان کی خدمت میں پہنچے تھے، وہ کہتے ہیں، کہ بڑے لطیف الطبع، رقیق القلب انسان تھے۔مروت اور قدردانی میں افضل زمانہ تھے، ۱۱۵۷ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔"بہشت نشیمن" آپ کا مادہ تاریخ وصال ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد عاشق رحمۃ اللہ علیہ

شیر بزکرامت، نہنگ بحر وحدت، ذخیرہ تعارف بے شق، حضرت شیخ محمد عاشق رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ عبدالجلیل کے محبوب ترین مرید اور خلیفہ کبریٰ ہیں۔اپنے عہد میں کرامت و کمال میں مشہور عالم تھے، آپ کے اکثر مریدین سے عظیم الشان خوارق کا صدور ہوا جیسا کہ شیخ محمد معشوق کے احوال میں ذکر کیا جائے گا، قطب الاقطاب نے از راہ نوازش حقائق و معارف سے لبریز تیس خطوط شیخ محمد عاشق کو تحریر کیے۔حضرت قطب الاقطاب کے تمام خلفا میں ان کی طرح کسی کو نہیں سمجھا جاتا۔

موج :۔ احوال حضرت شیخ محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

خلیل سیرت، جلیل بصیرت، مستحکم وثوق، حضرت شیخ معشوق رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ محمد عاشق کے خلیفہ، عظیم الشان عارفین حق میں سے اور کرامت میں اپنے والد کے ہم پلہ تھے، آپ کے تکیہ کے پاس اینٹ پکانے کے لیے آگ روشن کی گئی۔ آپ حالت سکر میں وہاں جا کر آگ کے بیچ میں کھڑے ہو گئے اور تین شبانہ روز وہاں وجد کی حالت میں رہے۔ جب باہر نکلے، تو آپ کے پیرہن تک کو آگ سے کوئی نقصان نہ پہنچا تھا، تو جسم کو کیسے ضرر پہنچتا۔ انتہائی مغلوب الحالی کی وجہ سے مسلسل سرود وسماع میں رہا کرتے تھے۔ بادشاہ وقت نے سرود بند کرا دیا، تو نعرہ مرغان سحر کی آواز سے آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔

موج:۔ احوال حضرت شاہ علی رحمۃ اللہ علیہ

مستجاب الدعوات، ناقل کلمات حالات، بے شبیہ ولی، حضرت شاہ علی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی نسل سے ہیں۔ خرقہ اپنے آبا و اجداد سے دست بدست پایا۔ حضرت قطب الاقطاب شاہ عبدالجلیل الہ آبادی سے اجازت اور ارشاد رکھتے تھے۔ شاہ فقیر احمد بن شیخ احمد عبدالحق، حضرت شاہ علی کے مرید شاہ محمد خان کا قول نقل کرتے ہیں، کہ حضرت شاہ علی ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہتے تھے۔ اپنے دیار کی مخلوق خدا کے مرکز عقیدت تھے۔ دنیا کو آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کا یقین تھا۔ ایک دن لوگوں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا، کہ حضرت خلوت سے باہر کیوں نہیں نکلتے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تنہائی میں بے وسوسہ مشغول رہتے ہیں؟ فرمایا، مشغولان خدا کم پیدا ہوتے ہیں، فقیر کو درجہ مشغولی کہاں سے مل سکتا ہے، میرے باہر نہ نکلنے کا سبب یہ ہے کہ آپ لوگوں جیسے اکثر اشخاص فقیر سے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں اور میرے اقوال کی اقتدا کرتے ہیں (میرا خیال ہے) کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا کوئی فعل یا قول سنت نبوی کے خلاف واقع ہو جائے اور لوگ اس کی پیروی کر کے گنہ گار ٹھہریں، فقر ودرویشی کا سارا کاروبار، سارا ولولہ اور درویشی اتباع سنت میں ہے، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

اقتدا کن بہ پیمبر کہ در اندازہ شوق ہر کہ در سیرت معشوق بود معشوق است

سبحان اللہ! حضرت کو یہ مرتبہ حاصل تھا، اسے صوفیا کی اصطلاح میں مقام فنا فی الرسول کہتے ہیں، علاوہ ازیں اس سے بڑھ کر کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت مولوی شہاب الدین جو حضرت شاہ علی کے بھتیجے اور فیض یافتہ ہیں۔ بابرکت اور صاحب عبادت وتصرف بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شاہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ نکات محبت ودرد، محبت مورد احترام آفتاب فرد، فائز بہ مقام علی، حضرت شاہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ محمد صدیق دیوتانوی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں۔ شاہ محمد صدیق، شاہ محمد عاشق، خلیفہ شاہ عبدالجلیل الہ

آبادی کے اعلیٰ خلف میں ہیں۔ شاہ محمد رضا اخلاق حمیدہ اور انتہائی اوصاف پسندیدہ کے حامل تھے۔ آپ کے طور طریقے ذرا بھی صوفیا کی اصطلاح کے خلاف نہ تھے۔ بڑے بزرگ آدمی اور صاحب کرامت تھے۔ آپ کے دیار کی مخلوق خدا آپ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتی تھی۔ آپ کے والد حضرت شاہ محمد صدیق کو وہ مخصوص قبولیت حاصل تھی کہ جب جب دیوتانہ سے شاہ عبد الجلیل الہ آبادی کی پابوسی کے ارادے سے چلتے اور الہ آباد کے قریب پہنچتے، قطب الاقطاب آپ کے انتہائی اعزاز واکرام کی وجہ سے استقبال کے لیے باہر نکل آتے اور اپنی خانقاہ میں لے جا کر طرح طرح سے دل جوئی اور خاطرداری کرتے، انتہائی اخلاق کے ساتھ فرماتے، اگر آپ میرے خلیفہ کے مرید نہ ہوتے تو میں آپ سے بیعت ہو جاتا، میں نے آپ کی تصانیف سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

شاہ محمد صدیق کے بڑے صاحب زادے شاہ عین اللہ بھی اپنے والد کے خیفہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ بہت ہی بزرگ اور بابرکت شخص تھے۔ مشرب تصوف سے کامل چاشنی حاصل کی تھی۔ نسخہ روشن ضمیر کے مصنف ہیں۔

درعشق ومحبت مسرور شاہ عبد الشکور اور شاہ عبد القوی، شاہ محمد صدیق کے چھوٹے بھائی ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی شاہ محمد صدیق سے بیعت ہونا پسند نہ کیا اور اجمیر گئے، چند چلے کیے، خلوت نشینی اور ریاضات شاقہ کیں، وہ خواجہ بزرگ غریب نواز کے سجادہ نشیں سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ انہیں بشارت ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اپنے بھائی محمد صدیق سے بیعت کرو، ناچار وطن آ کر شاہ محمد صدیق سے بیعت ہوئے۔ سخت ریاضتوں اور فوق الطاقۃ مجاہدات کے ذریعہ تکمیل تصوف کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

فرمان فرمائے اقلیم طریقت، مجتہد کلمات تصوف وحقیقت، مرشد روزگار وہادی، قطب جہانیاں حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

بلند مقام مناقب رکھنے والے صوفیوں میں سے ہیں۔ متبحر عالم تھے۔ علم تصوف میں ان کی لاتعداد اور بے شمار کتابیں ہیں۔ ہم نے اپنے طریقے کے مطابق ان میں سے چند کے اسما آپ کے احوال کے خاتمے میں تحریر کر دیے ہیں۔ شیخ ابوسعید گنگوہی کے مرید ہیں۔ اپنے حالات پر مشتمل ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ شیخ فریدالدین گنج شکر فاروقی کی نسل سے ہیں، حضرت گنج شکر کے زمانے سے آپ کے عہد تک آپ کے اجداد میں سے کوئی بھی دنیا کی طرف مائل اور راغب نہ ہوا۔ آپ اپنے زمانے میں علوم ظاہر وباطن کی تحصیل کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہ رکھتے تھے۔

حضرت شیخ عنفوان جوانی میں اپنے وطن قصبہ صدر پور سے جو اودھ کے مضافات خیر آباد کے ماتحت ہے، علم ظاہر حاصل کرنے کے لیے لاہور گئے اور تحصیل علم کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر دہلی آئے۔ سعد اللہ خان وزیر جو طالب علمی ہی کے زمانے سے حضرت سے واقف تھا اس نے چاہا کہ آپ کو حکومت کے کسی مناسب منصب پر فائز کرے۔ حضرت کو حضرت قطب الاسلام بختیار اوشی کی روح پر فتوح سے اشارہ ملا، کہ اس وقت شیخ علی صابر کلیری کا سلسلہ گرم ہے، گنگوہ جاؤ اور طریقہ بیعت وارادت حاصل کرو پھر کیا تھا، آپ وزیر کی تمام تمنائیں پس پشت ڈال کر گنگوہ گئے، رات میں آپ

کے مرشد کو کشف کے ذریعہ آپ کے آنے کی خبر ہو چکی تھی، انہوں نے اپنے خادم کو حکم دیا، کہ نماز فجر کے وضو کے لیے گرم پانی سے بھرا ہوا دو لوٹا حاضر کرو اور معمولی حلوہ جو درویشوں کے لیے پکایا جاتا ہے، کچھ زیادہ مقدار میں لاؤ، رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ حضرت شیخ محب اللہ پہنچ گئے اور مرشد کے دروازے پر دستک دی۔ شیخ ابو سعید باہر نکلے، آپ سے ملاقات کی، وضو کرایا اور فجر کی سنت وفرض کے درمیان آپ کو شرف بیعت سے مشرف کیا اور حلوہ حاضرین کے درمیان تقسیم کر دیا، اپنے خاندان کے اذکار واشغال کی تلقین کر کے چلے پر بیٹھا دیا، ابھی چلہ ختم بھی نہ ہوا تھا، کہ ایک دن آپ کے مرشد نے چلہ گاہ کے دروازہ پر آ کر آواز دی، اے محب اللہ! تھوڑی دیر کے بعد آپ نے جواب دیا، کہ محب اللہ کہاں ہے؟ فرمایا، تمہارا کام پورا ہو گیا، حجرے سے باہر آؤ، چلہ پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ حجرے سے باہر آئے، کچھ دنوں پیر کی خدمت میں رہے۔ اس دوران اکثر و بیشتر مرشد کی زبان پر آتا، محب اللہ الہ آبادی پھر خرقہ خلافت، نعمت امانت اور عمدہ وصیتیں کر کے وطن واپس ہونے کی اجازت دی۔ آپ صدر پور پہنچے، چند دنوں کے بعد الہ آباد کا عزم سفر کیا، جب مانک پور پہنچے، شیخ حسام الدین مانک پوری کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ حسام الدین علیہ الرحمہ کے باطنی اشارے پر آپ کے سجادہ نشیں شاہ جمال الدین نے حضرت کو اپنے سر کی دستار اور دو روپے نذر کیے، اس دستار سے اپنے سر افتخار کو آسمان پر پہنچایا اور روپے جھولی میں رکھ کر الہ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ جب الہ آباد پہنچے، پرانے اور نئے شہر کے درمیان دریائے جمنا کے کنارے ایک صاف ستھرا بلند مقام تجویز کر کے اقامت اختیار کر لی اور مخلوق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی لکھتے ہیں، شیخ محب اللہ حضرت قطب ابدال شیخ احمد عبدالحق کی زیارت سے ردولی میں مشرف ہوئے، فقیر بھی وہاں موجود تھا، پسندیدہ اطوار دیکھ کر میں ان کا گرویدہ ہو گیا، کچھ عرصہ بعد جب رخصت کی بشارت پائی، فقیر ان کے ہمراہ ہو گیا، اپنے قصبے میں آیا، انتہائی شفقت کی وجہ سے فقیر کے گھر جانے سے انکار نہ کیا، ان دنوں سید عبدالحکیم پٹنوی ان کے رفیق تھے۔ پھر فقیر کے گھر سے الہ آباد چلے گئے۔ شروع میں فقر وفاقہ کا سامنا رہا۔ آپ نے خوب استقامت دکھائی، پھر دنیا والے آپ کی طرف متوجہ ہوئے، تو تنگ دستی بہت فارغ البالی میں تبدیل ہو گئی۔ حقائق ومعارف کے بیان میں مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کی گفتگو بڑی تاثیر بخش تھی۔ اکثر علمائے فحول جو ارباب توحید کے مشرب کا انکار کرتے تھے، آپ کی صحبت کے فیض سے سب نے آپ کے خاص مشرب کو اختیار کر لیا۔

رسالہ میں مرقوم ہے کہ حقائق توحید سے متعلق آپ کی بہت سی کتابیں ہیں، جو اسرار الٰہی کے حقائق کا گنجینہ اور دقائق کا خزینہ ہیں۔ ان کتابوں کے مقالات احوال کے ادراک سے ظاہر ہے کہ آپ کا اجتہاد صوفیا اہل صفا کے مشرب سے مشرف ہے۔ اسی لیے شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبر اور آپ کو شیخ کبیر کا لقب ملا ہے۔ آپ کا قول ہے، میں نے صوفیوں کی زبان میں اتنی کتابیں لکھی ہیں، کہ کسی نے ان کا مطالعہ نہ کیا ہو گا، پہلے دن جب کہ میرے شیخ نے مجھے کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کی، اس کلمہ کے فیض سے میں نے یہ تمام باتیں تحریر کیں۔ اس سے بڑھ کر اور کرامت کیا ہو گی، کہ اہل صفا صوفیا میں مجتہد کے مقام پر فائز تھے۔ ان کی جملہ کتابوں میں سے جو راقم کو ملیں وہ یہ ہیں:

شرح فصوص بزبان عربی، شرح فصوص فارسی، رسالہ ہفت احکام، غایت الغایات، مغالیط عامہ، شرق الخواص،

عبادت الخواص، عبادت اخص الخواص، منظر اخص الخواص، رسالہ تسویہ، رسالہ سہ رکنی، ترجمہ کتاب رسالہ وجود مطلق یعنی تحقیق وجود مطلق۔

بیس سال تک الہ آباد میں مسند ہدایت وتلقین پر متمکن رہ کر ۹ ر رجب ۱۰۵۰ھ میں مغرب کے وقت عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔آپ کا مزار شریف الہ آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔شادی شدہ تھے، آپ کی اولاد موجود ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت قاضی گھاسی رحمۃ اللہ علیہ

عالم صوری ومعنوی، حضرت قاضی گھاسی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے شیخ محب اللہ کی بیعت کی، بہت بزرگ تھے، عمدہ شمائل اور اچھے فضائل کے حامل تھے۔رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ کے والد قاضی داؤد بہت مالدار اور کشادہ معاش تھے۔الہ آباد کے منصب قضا پر فائز تھے۔ قاضی گھاسی کی عمر ابھی چودہ سال کی تھی، وہ طلب علم میں مشغول تھے کہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اور طلب پیدا ہوگئی۔ایک دن خوب میں دیکھا کہ بعض لاینحل علمی مقدمات جن سے متعلق استاذ سے بحث کر چکے تھے، مگر وہ حل نہیں ہوئے، جن کی وجہ سے کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے، ان مسائل کے بارے میں کسی نے کہا، آپ کے یہ مقدمات اس استاذ کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتے اس شکل وصورت کا ایک شخص دریائے جمنا کے کنارے اقامت گزیں ہے، اس سے جا کر پوچھ لو! بیدار ہوئے، تو استاذ سے خواب بیان کیا، انہوں نے کہا، اس دیار میں جون پور کان علم ہے، وہاں گومتی ندی کے کنارے جانا چاہیے، استاذ کی رفاقت میں جون پور کا عزم سفر کیا، زادراہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس ہوگئے اور شیخ محب اللہ کی بارگاہ میں پہنچے، جو شکل خواب میں دکھائی گئی تھی، بعینہ اسی کو پایا، سر قدموں میں رکھ کر مرید ہوگئے سخت ریاضتیں کر کے مشاہدہ کے مرتبہ پر فائز ہوگئے، استغراق اس قدر غالب ہوتا تھا کہ آپ نے لوگوں کو بتادیا تھا کہ تین دن تک فقیر پر سکتہ طاری رہے گا، تجہیز وتدفین کی کوشش نہ کرنا، لوگوں نے ایسا ہی کیا، چنانچہ یک بار اکیس دن تک استغراق میں رہے اور یوں ہی پڑے رہے، دوبارہ فرمایا، جب اس طرح کی حالت ہو جائے، مجھے دفن کر دینا، لوگوں نے ایسا ہی کیا، باوجودیکہ علم طب نہ پڑھا تھا، کسی مریض کے لیے جو دوا تجویز کرتے اسے اسی دوا سے شفامل جاتی اور جس کے لیے شہد اور انار تجوید کرتے تو یقین ہو جاتا کہ اس کی موت کا وقت آچکا ہے۔غرض کہ آپ ایسے انسان تھے، جن کے کمالات احاطہ تحریر سے زائد ہیں۔ شیخ محب اللہ کے افضل خلیفہ تھے۔آپ کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے لڑکے شیخ محی الدین یکتا موتی تھے۔تمام علوم ظاہری وباطنی میں اپنے والد کے وارث تھے۔ان پر بھی استغراق غالب تھا۔ان کی ایک لڑکی اپنے زمانہ کی ولیہ ہوئیں جن کا ذکر بذ نساء میں کیا جائے گا۔

موج :۔ احوال حضرت میر سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محب اللہ الہ آبادی کے خلیفہ اکبر ہیں، قنوج کے سادات سے ہیں، عالم علوم تھے، طریقہ تصوف میں بہت ہی

مرتاض وممتاز بزرگ۔ عالم گیر بادشاہ کے شاگرد تھے، جب انہوں نے اپنے والد شاہ جہاں بادشاہ کو قید کر دیا، حضرت کو اپنے والد کی محبت داری کے لیے مقرر کیا۔ شاہ جہاں نے ایک مدت کے بعد حضرت والا سے کہا، میں آپ سے بہت خوش ہوں، مجھ سے جو مانگنا ہو مانگ لو، اگر چہ میرا کوئی اختیار باقی نہیں، مگر حتی المقدور اسے انجام دینے کی کوشش کروں گا، آنحضرت نے تین بار اقرار لے کر عالم گیر بادشاہ کی تقصیرات کی معافی کی درخواست کی، شاہ جہاں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر خدا اور رسول کو یاد کر کے دستخط کیا۔ اکثر بزرگوں کا یہ مذہب ایثار ہے، کہ دوسرے کے نفع کو اپنے نفع پر مقدم رکھتے ہیں، اسی طرح آنحضرت نے بھی اپنے نفع پر عالم گیر کے نفع کو مقدم کیا، اس طرح اس کو آخرت کی سزا و مواخذہ سے بچا لیا۔

ان کے کمالات کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب عالم گیر بادشاہ نے شاہ سرمد کو قتل کیا، ان کے دل کے اندر تشویش پیدا ہوئی، کہ میں اللہ کے ایک ولی کو قتل کر کے دنیا و آخرت میں امان کا کون سا سامان پاؤں گا، اپنے جرائم کی معافی کے لیے حضرت سے درخواست کی، حضرت نے فرمایا، کہ دہلی کے فلاں محلے میں ایک بریان فروش ہے، اس کے گھر میں ایک مزدور ہے، جو گوشت بھونتا ہے، اگر وہ دعا کر دے، تو ضرور اثر کرے گی، آدھی رات کو بادشاہ اس کی خدمت میں گیا، گڑ گڑا کر اپنا مطلب بیان کیا، اس نے کہا میر صاحب میری بریان گری نہیں دیکھ سکے۔ عاقبت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اگر تو دہلی میں نہ رہے، تو تیری بادشاہی پوری عمر باقی رہے گی، اسی وجہ سے عالم گیر بادشاہ نے پوری عمر دکھن میں گزار دی۔ شادی شدہ تھے، ان کے فرزند اب بھی مسند ریاضت و مشیخت کو زینت بخش رہے ہیں۔

شیخ عبد الرحمن چشتی دینٹھوی لکھتے ہیں، میر سید حاجی احمد عارف سیاح جہاں دیدہ و کار کردہ نے حضرت شیخ تمسی کا رکردنی سے پیران چشتیہ و قادریہ کا خرقہ خلافت پایا۔ ولایت دکھن اور گجرات کی سیر کر کے اس دیار میں آئے، میر سید محمد قنوجی سے خرقہ حاصل کر کے اودھ کے مضافات سیلک کے توابع قصبہ سہالی میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی ذات اتنی پاکیزہ تھی، کہ نباتات آپ سے ہم کلام ہوتے، کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں اور فلاں مرض کے لیے شفا ہوں، اسی وجہ سے آپ کو کوئی بھی بیماری لگ جاتی، شفا پا لیتے۔ قصبہ ملاوہ میں ایک مردہ کو زندہ کر دیا، جس کی وجہ سے آپ کو بڑی شہرت حاصل ہو گئی۔ اس فقیر (یعنی شیخ عبد الرحمن چشتی دینٹھوی) کی پیدائش کی خوش خبری انہوں نے فقیر کے والدین کو سنائی تھی، بابرکت آدمی تھے، جب انہوں نے وصال کیا، سہالی میں مدفون ہوئے، ان کے صالح اور متقی فرزند اب بھی وہاں موجود ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید اجمل جہاں کی اولاد میں سے طاہر، میر سید محمد قنوجی کے بلا واسطہ مرید ہیں، بڑے بزرگ اور صاحب قوت تھے، ایک بار چادر آپ کی کمر سے آر پار ہو گئی مگر جسم چاک نہ ہوا۔ یہ کرامت حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسوی کے بعد آپ ہی کے متعلق سنی گئی، چوں کہ آپ کی والدہ میر سید علی عاشقان سرائے میری کی اولاد سے ہیں، آپ نے وہیں وفات پائی اور سرائے میر میں مدفون ہوئے۔

شیخ محمد فیض شیخ محب اللہ الہ آبادی کے بزرگ خلیفہ ہیں، طلب علم کے لیے اپنے وطن سے الہ آباد گئے، طبیعت میں ذکاوت نہ تھی، اسی وجہ سے دوسرے طلبہ مذاق اڑاتے تھے اور انہوں نے ان کا سبق بند کر دیا تھا، روتے ہوئے، شیخ محب

اللہ کی بارگاہ میں گئے اور حقیقت حال بیان کر کے وطن واپس جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے فرمایا، میں تمہیں سبق دوں گا، چار چھ گھڑی تک سبق کی تکرار کی پھر بھی انہیں یاد نہ ہوسکا، رات کے وقت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پر فضل ہوا، حضور نے دہن مبارک کا لعاب ان کے منہ میں ڈالا، تمام علوم کے دروازے ان کے لیے کھل گئے۔

موج :۔ احوال حضرت ملا قطب الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

مقتدائے مقدسین ہر علوم، پیشوائے مکاشفان اسرار نا معلوم، اعظم وحید، حضرت ملا قطب الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ: قصبہ سہالی کے رہنے والے اور ملا نظام الدین کے والد تھے، اساتذہ میں بزرگ ترین، تلامذہ کے مقتدا، علوم عقلیہ کے معدن اور فنون نقلیہ کے مخزن تھے، حضرت بوایوب انصاری کے بزرگ نسب سے ہیں، ملا عبدالسلام دیوہ کے شاگرد ملا دانیال چوراسی کی خدمت میں کسب کمال کیا۔ قاضی گھاسی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، مقصود ریاضت حاصل کرنے کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اپنے ظاہری و معنوی فیوض سے ایک عالم کو فیض یاب کیا اور صفائے باطن میں ملا قطب شہید آئینہ انوار محبوب تھے۔ انتہائی وفور علم کی وجہ سے ملک ہندوستان کے اکثر علما ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ان کے کمالات اور خوارق عادات احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے، پھر بھی اپنی محرومی کو دور کرنے کے لیے یہ چند اوراق لکھ رہا ہوں کہ ان کے لڑکے کی بیوی حاملہ تھی، جب وہ وضع حمل کے قریب ہوئی، تو ایک دن ملا نے اپنی والدہ سے کہا، اگر ہمارے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی تو اس کا نام شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے نام پر رکھوں گا کیوں کہ وہ میرے بزرگ ترین مرشدین میں سے ہیں، ان کی ماں نے انتہائی تعجب وحیرت کا اظہار کیا اور سوچا کہ یہ ابھی سے فرزند کی زندگی، پیدائش کے بارے میں صبح وشام ایسی بات کہتا ہے، جو بلا وجہ نہیں۔

جب بحث وتکرار زیادہ ہوئی، کہا، میں نے بات برسبیل حکایت کہی، ایک شب عثمانی شیخ زادے زمینداری کی شرکت کی غرض سے ملا کے پاس شبخون مارنے کے لیے آئے، کثیر مخلوق کے شور شرابے کی وجہ سے ملا اپنے حجرہ سے ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے باہر آئے اور انہوں نے انہیں شربت شہادت پلا دیا اور پورے گھر میں آگ لگا دی، اس رات کی صبح ان کے پوتے ملا عبدالحق کی ولادت ہوئی، جن کا ذکر شاہ عبدالرزاق بانسوی کے خلفا میں ہوگا۔ ۱۱۰۳ھ میں ملا کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، میر غلام علی آزاد نے ان کی تاریخ کہی ہے۔ فرد:

علامہ بحر زاخر فضل وہنر	در دامن ارباب طلب ریخت گہر
دل خون شد و تاریخ وفاتش فرمود	قطب عالم شدہ شہید اکبر

ملا نے علامہ دوانی کی شرح عقائد پر ایک دقیق حاشیہ تحریر کیا ہے، ملا کی شہادت کے بعد جب آپ کے گھر کو آگ لگائی گئی تو وہ حاشیہ بھی جل گیا۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ لطف اللہ فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ

قانع برضائے دوست، متصرف مقام ہمہ اوست، کامل علوم معنوی وصوری، فارغ از مشاہدہ اغیار حضرت شاہ

لطف اللہ فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ حبیب اللہ کے مرید اوران کے مقبول نظر ہیں۔منقول ہے کہ ان کے جداعلی سلطان شرقی جون پوری کے عہد میں ولایت بالا دست سے آکر فتح پور میں اقامت گزیں ہو گئے۔ان کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، بیعت وخلافت کی نسبت اپنے عالی قدر والد شاہ حیات اللہ سے رکھتے ہیں، جن کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی تک پہنچتا ہے۔آپ کا شمار محققین اطوار، عارفین اسرار میں ہوتا ہے۔عظیم شان اور بلند ہمت کے مالک تھے۔عشق وافر رکھتے تھے۔ترک وتوکل کے ساتھ اتنے ریاضات ومجاہدات کیے کہ قلم جن کی تحریر وتقریر سے قاصر ہے، عہد طفولیت میں اپنے والد محترم سے بیعت ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ کے والد جو بڑے عابد وزاہد اور صاحب احوال بزرگ تھے، جوار رحمت خداوندی میں پہنچ گئے اور فتح پور میں مدفون ہوئے۔وہ کمال عشق کے غلبہ کے سبب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد وتربیت پا کر مرتبہ تکمیل کو پہنچے اور اپنے وقت کے شیخ بن گئے۔علم ظاہر کی جامع فضیلت مانک پور میں مولوی غلام علی سے حاصل کی، مدتوں وہیں مقیم رہے۔ان ہی دنوں وہاں ایک مجذوب سے ملاقات کی اور حصول معاش کی اجازت چاہی، کہ میں کس طرف جاؤں؟ انہوں نے فرمایا،''الدنیا جیفة وطالبها کلاب'' دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔اگر فکر معاش منظور ہے تو میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ کسی جگہ کا کتا اپنے رزق کے لیے کہیں دور دراز جگہ گیا ہو، رزاق اتنا قادر ہے کہ کوئی کہیں بھی ہو اس کا رزق عطا فرماتا ہے، اگر تجھے خدا کی طلب ہو تو مکہ ومدینہ چلے جاؤ، یا کسی گزرے ہوئے یا زندہ درویش کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، پس وہ یہ بات سن کر جوان کے لیے تازیانہ عشق تھا، عظیم آباد پٹنہ چلے گئے اور حضرت شاہ ارزاں کی درگاہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔انہوں نے چلہ کا ارادہ کیا، پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ عمل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر کرنا چاہیے، حج وزیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے چل پڑے، دہلی پہنچے، اس دن شب برات تھی، قدم رسول کی زیارت اور خواجگان چشت کے مزارات کی حاضری کے بعد ایک جگہ قیام کیا، ایک بزرگ آدمی آئے اور ان سے ملاقات کی اور اپنی بغل سے چھ روٹیاں نکال کر ان کو دیں، انہوں نے کہا، کہ اس کھانے میں آپ بھی ہمارے شریک ہوں، وہ بزرگ بھی کھانے لگے، اس کے بعد انہوں نے کہا، کہ آپ اپنے وطن جا کر بیٹھ رہو، دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ حکم تو ہمیں حرمین شریفین کی زیارت سے محروم کر رہا ہے اور وہاں کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے، اب کیا ہوگا، وہ صاحب کمال آپ کے اس دلی خیال پر مطلع ہو گئے اور اپنی بغل سے نصف فلوس کوڑی (پیسہ) نکال کر دیا اور فرمایا، کہ دنیا صبح کی ہوا ہے، جاؤ، سب کچھ آسان ہو جائے گا۔آپ کہتے ہیں کہ اس جملہ سے مجھے اتنا سکون، خوشی اور دلی نشاط حاصل ہوا، کہ معاش کے وہ تمام خیالات جو میرے دل میں تھے، اسی وقت دور ہو گئے اور اب بھی جب وہ بات یاد آتی ہے، تو بے پناہ مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد معاش کی تلاش کا خیال میرے دل میں پیدا نہ ہوا، آپ وہاں سے فتح پور چلے آئے، اس وقت عمر پچیس سال تھی، ریاضت ومجاہدات میں مشغول ہو گئے، تہتر سال کی عمر تک پوری ہمت وجوانمردی کے ساتھ سیر وسلوک طالبین کی تربیت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی آپ کا کام رہا۔ تصرفات اور خوارق عادات کی طرف کچھ بھی میلان نہ رکھتے تھے۔بلکہ ان کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے، مگر بعض

اوقات بے اختیار کرامت ظاہر ہو جاتی تھی، چنانچہ جس وقت برہان الملک سعادت خاں راجہ رام نگر کو جو تخت کا فرتھا، باہر نکال کر واپس لوٹا اور فتح پور میں ڈیرہ ڈالنے کا قصد کیا، ایک ضعیفہ نے کہا، کہ زمین کے ایک حصہ پر میرا گیہوں بویا ہوا ہے، بادشاہ کے نزول کے لیے وہی جگہ مقرر ہوئی، فرمایا، اگر تو اس جگہ کا نگہبان رکھتی تو اسے اجرت میں کیا دیتی؟ اس نے کہا، ہاں! دیتی، آپ نے کہا، اگر یہ فقیر تیری کھیتی کی نگہبانی کرے تو اسے کون سی چیز دے گی، کہا حلوا اور روٹی جو مزاج مبارک کو مرغوب ہیں، جب حلوا تیار ہو جائے اور اس گیہوں کی روٹی پکالی جائے، میں حاضر ہو جاؤں گا۔ فرمایا، جاؤ، مطمئن رہو، ایسا اتفاق ہوا، کہ اس ضعیفہ کی کھیتی کی زمین امیر کے دروازے پر پڑگئی، امیر نے اس کی سرسبزی کا لحاظ کرتے ہوئے یہ احتیاط کی کہ پامالی سے محفوظ رہے۔

ایک مرتبہ فتحپور میں اپنے کسی مرید کو شیر کے حملے سے محفوظ رکھا، چند دنوں کے بعد مرید نے آکر حقیقت حال بتائی، تو حاضرین کو حضرت کے رشاد کی تصدیق حاصل ہوگئی، آپ کی بہت سی کتابیں ہیں، ان ہی میں یہ ورد بہت قبولیت رکھتا ہے، قرآن کے ایک پارے کی بقدر ورد حروف تہجی کے طریقے پر لکھا گیا ہے، ان میں سے حرف الف لکھا جارہا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم صل علی احمد حبیبک اکرم عبیدک اعز خلقک افضل رسلک احل عبادک امن بلادک اشرف انبیائک اصفی اصفیائک اعظم خلیفتک اعجب سرؤیتک انور انوارک اشرف اشرافک آمین وحیک امان عذابک امام امتک امیم امرک اعبد عبادک ارھد زھادک ابقی سمائک اثنی ارضک اول اولیائک اوسط ضیائک اخر انبیائک وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

۳/ رجمادی الاخری ۱۱۷۲ھ میں جوار رحمت حق سے جاملے اور فتح پور میں مدفون ہوئے۔ "وصل عاشق بہ معشوق" آپ کا مادہ تاریخ وصال ہے۔ شادی شدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیک اولاد عطا کی، چنانچہ لطف رسول اور عطف رحمان آپ کے دونوں صاحبزادے صلاح وتقویٰ کے زیور سے آراستہ ہو کر مسند خلافت پر متمکن ہیں، اپنے والد بزرگوار کی سنت کے مطابق حاکموں اور زمینداروں کی درخواست کے باوجود کوئی بھی معاش قبول نہ کیا، انہوں نے اپنی ساری نظر رزاق مطلق کی رزاقی پر مرکوز رکھی ہے۔ اخلاق حمیدہ اور بذل وایثار کی پسندیدگی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، ان کی ہمت، استقامت اور توکل پر دنیا کو حیرت ہے، حق تعالیٰ عالم غیب سے انہیں روزی عطا فرماتا ہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ صفا رحمۃ اللہ علیہ

عشق دوست خانہ برباد، از علایق بیش وکم آزاد، بغایت موحد ومصفا، حضرت شاہ صفا رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ غلام محمد کے مرید اور حضرت شاہ جلال تھانیسری کے فرزندوں میں سے ہیں، جو دہلی کی جامع مسجد میں سکونت گزیں تھے، کشمیر سے دنیاداری کے لباس میں آئے اور اپنے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی، سلسلہ قادری کی اجازت بھی پائی، کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا، پھر لکھنؤ کے ارادے سے چل پڑے، ملانوہ سے متصل بھونت

گھر میں پہنچے، تو ایک پرانی مسجد میں ایک مجذوب کے متعلق معلوم ہوا، کہ وہ شاہ خاکا ہیں، ان کی خدمت میں پندرہ روز تک رہے اور ان کی فرمانبرداری کی طریق طریقت میں ان کے تابع ہو گئے، پھر ان سے رخصت لے کر لکھنؤ آئے، مکارم نگر شاہ مبتلا کے تکیہ میں جوان کے شناسا تھے، پچیس سال تک وہ دونوں ایک ساتھ رہے، اس مدت میں ان کے درمیان کوئی رنج وخلش نہ ہوئی، جب شاہ مبتلا کا آخری وقت آیا تو کہا، میری ہڈیاں دریا کے کنارے خراب اور ضائع ہو جائیں گی، ہاں اگر تم نگہبانی کرو گے تو میری قبر کا نشان ضرور باقی رہے گا، شاہ صفا کے اتحاد پر آفریں کہ یہ بات انہوں نے قبول کر لی اور اس کے بعد اپنی بقیہ پچیس سالہ عمر شاہ مبتلا کی قبر پر گزار دی اور کسی دوسری جگہ منتقل نہ ہوئے اور ان کے مزار کا احترام جو خدمت دوستی کا لازمہ تھا، بخوبی انجام دیا، آداب کا لحاظ کرتے ہوئے، ان کے مزار کی طرف پشت نہ کی، لوگ جانتے ہیں کہ شاہ صفا مبتلا کے مرید ہیں، لیکن ایسا نہیں، یہ تمام آداب دوستی کی وجہ سے تھے۔ شاہ صفا انتہائی مستغنی المزاج، کم گو، کم سخن تھے۔ سر پر چادر رکھتے تھے، خاموش رہا کرتے تھے، رات اور دن میں، اگر کوئی سوال کرتا تو بطور جواب چند کلمات بول لیا کرتے تھے، شب و روز ''نصیرالمحمودا'' کے ذکر میں منہمک رہتے تھے۔ انہیں نذر و فتوح بہت پیش کیے جاتے تھے۔ ۱۷ ربیع الآخری ۱۲۰۱ھ میں جوار رحمت الٰہی میں پہنچ گئے۔ مبتلا کی قبر کے برابر دفن کیے گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

واضح ہو کہ شاہ مبتلا سید زادے اکبر آبادی بہت قابل، خوش نویس اور مثنوی مولوی معنوی میں بھی دخل رکھتے تھے۔ سیر وسیاحت کے لیے کہنہ شاہ جہاں آباد اور دوسری جگہوں پر پہنچے، بالآخر جون پور سے متصل سرائے میں موجود شاہ عابد نامی خرقہ پوش سے بیعت ہوئے اور مخلوق خدا کے مقتدا بنے۔ شاہ عابد کا سلسلہ چند واسطوں سے شاہ قطب عالم کبری تک پہنچتا ہے۔ اس وقت شاہ قطب عالم کا تکیہ کٹرہ میں مشہور ہے، شاہ مبتلا آزاد خرقہ پوش درویش، پاک طبیعت تھے۔ بے قیدوں کی جملہ رسومات سے آزاد تھے۔ بہت معقول گو معقول سخن تھے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ مراد خاں رحمۃ اللہ علیہ

ولی بدلائل، کمالات فضائل، فارغ از رسم ایں و آں، حضرت شاہ مراد خاں رحمۃ اللہ علیہ:
سون برس الہ آبادی کے مرید ہیں، بزرگ انسان، بہت زیادہ ریاضت کرنے والے، اشیا و اسما کے خواص کے واقف کار، ظاہراً کیمیا بناتے تھے۔ مولوی روم فرماتے ہیں ۔

کیمیا و ریمیا و سیمیا ایں نمی داند کسے جز اولیا

شروع میں سپہ گری کے پردے میں زندگی گزارتے تھے، کسی کو ان کے احوال کی خبر نہ تھی، بعض تصرفات کی وجہ سے کرامت میں انگشت نما ہو گئے اور سپہ گری کی وادی کو ترک کر دیا، موہان میں مقیم ہو کر مشغول بحق ہو گئے، کچھ عرصہ بعد وہاں سے آکر سہالی میں اقامت گزیں ہوئے، بقیہ عمر وہیں گزار دی، سخاوت اور اخلاق کے باب میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے، ان کے جملہ خوارق عادات میں سے چند کو نقل کیا جا رہا ہے، سہالی میں کچھ لوگوں کو آپ کی توجہ اور دعا سے فرزند ملے، جو اب بھی موجود ہیں، انتہائی قوی کشف رکھتے تھے، حتیٰ کہ ہر قسم کا مریض جو آپ کی خدمت میں پہنچتا،

اس کو دیکھتے ہی بتا دیتے کہ فلاں مرض میں مبتلا ہے اور ایک سبز ڈبیہ رکھتے تھے، جس میں سے دنیا کے ہر مرض کی دوا نکال کر دیتے اور مریض کو شفا حاصل ہوتی، چنانچہ کثیر برص اور جذام کے مریضوں نے صحت کامل پائی ہے۔ آپ مجوبہ روزگار تھے، جس سال نواب شجاع الدولہ کی وفات ہوئی، اس سال ماہ رمضان میں آپ بھی رحمت حق کے جوار میں پہنچ گئے، قصبہ سہالی میں آپ کا مزار وہاں کی مخلوق خدا کا حاجت روا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت سید ابو سعید عرف شاہ بھیکہ سوانوی رحمۃ اللہ علیہ

معنی حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ،کعبہ قرب وقائم مقام حضرت ابراہیم، کاشف دقائق علم صوری ومعنوی، بے نظیر زمانہ حضرت سید ابو سعید عرف شاہ بھیکہ سوانوی بن یوسف بن غلام محمد بن افضل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نسب حضرت زید شہید بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کے جداعلی سید افضل ترمذ سے بارہ ہزار لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ قصبہ سوانہ جو سیانہ کے نام سے موسوم تھا، وہاں کی ایک چوتھائی آبادی کو قتل کر کے دین محمدی کو آشکار کیا اور وہ علاقہ نور اسلام سے منور ہو گیا۔

سید بھیکہ شاہ ابوالمعالی سے بیعت تھے، جو فقر و گمنامی، کشف و کرامت میں عالی شان، مرتاض بزرگوں اور بندگی شیخ داؤد کے اہم خلیفہ میں تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ قصبہ رمنہ میں مدفون ہوئے۔ الغرض سید بھیکہ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم شان، کثیر کرامات، اخلاق وافر، فقر کامل اور عشق صادق عطا فرمایا تھا، بالاتفاق ہندوستان کے تمام لوگ ان کے کمال ولایت کے قائل ہیں، ان کے ریاضات ومجاہدات کی انتہا نہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی اتباع کی، مشائخ چشتیہ میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے علاوہ بہت کم لوگوں میں ایسا جذبہ اتباع سنت پایا گیا۔ سید محمد صابر نبیرہ سید علیم اللہ ساکن بریلی کہتے ہیں، میں نے آپ کو دیکھا ہے، ان کے پیروں کے طریقے کے مطابق ان کے دل پر صدائے سرود کا غلبہ تھا، علاوہ ازیں میں نے سنت کی متابعت میں کسی طرح کا کوئی اختلاف آپ کے اندر نہ پایا۔

ان کی فیاضی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بادشاہوں، امیروں اور امیر روشن الدولہ کے گھروں سے ان کی خانقاہ میں سولاکھ روپے نذر وفتوح آئے، ان میں سے اپنی ضروریات کے لیے ایک حبہ بھی خرچ نہ کیا، سب کا سب ضرورت مندوں اور شرعی حق داروں کو دے دیا، جس دن جو کچھ آپ کو ملتا، اسی روز اسے لوگوں کو عطا کر دیتے، دوسرے دن تک اپنے پاس باقی نہ رکھتے، سوانہ سے باہر کم نکلتے، مگر بزرگوں کی زیارت کے لیے اکثر و بیشتر دہلی اور پانی پت تشریف لے جاتے، جو بھی ایک بار ان سے ملاقات کر لیتا یا ان کا نام سن کر ان کے بارے میں آگاہ ہو جاتا، اگر وہ دوبارہ کچھ دنوں یا زیادہ دنوں کے بعد بارگاہ میں حاضر ہوتا، اس کا نام لے کر سلام میں سبقت کرتے۔

خواجہ مظفر عہد طفلی میں ان سے بیعت ہوئے، ان کی عنایت کی برکت سے سلطان امیر اعظم بن طرہ باز خاں کی بارگاہ سے روشن الدولہ کا خطاب پایا۔ اپنے ہاتھ سے برتنوں، کپڑوں، دستار، در و دیوار، گھر کے طاق کے سامنے اور تمام سامانوں پر بھیکہ کا نام تحریر کیا۔ شاہ بھیکہ ایک دن اپنے زاویہ عبادت سے باہر نکلے اور دیکھا کہ ایک درویش بھنگ جو

ایک سبز نشہ آور گھاس ہے، گھس رہا ہے، شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے منع فرمایا، درویش چلا گیا، خود بھی واپس ہوگئے، آپ کی آنکھیں نابینا ہوگئیں، ایک شخص نے کہا، جس درویش کو آپ نے بھگایا، اور بھنگ گھسنے کی وجہ سے اس پر ناراض ہوئے، اسی درویش کی ناراضگی کی وجہ سے آپ کی آنکھ کی روشنی ختم ہوگئی ہے، فرمایا، الحمد للہ والمنہ! کہ فقیر کی آنکھیں شرعی احکام کی بجا آوری میں روشنی سے محروم ہوئیں، ان کے بہت سے عالی کمالات ہیں، ۵؍رمضان المبارک ۱۰۳ھ میں وفات پائی، قصبہ کہرام میں مدفون ہوئے، جو سوانہ سے تین کوس (گیارہ کیلومیٹر) کے فاصلے پر ہے، مدت العمر بجرد بلکہ محصور رہے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ اورنگ رحمۃ اللہ علیہ

دائم بیاد دوست یک رنگ، حضرت شاہ اورنگ رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبداللہ تھسوی کے بھتیجے اور سید بھیکہ کے مرید تھے، اپنے مرشد سے بہت فیض حاصل کیا، صاحب ارشاد ہوئے، خلاصۃ التواریخ میں مذکور ہے کہ آپ ابتدا میں فوجداری کی نوکری کرتے تھے، مطالبہ کے سبب بنور میں حاکم کی قید میں تھے، آپ کے پیر نے کشف سے اس مقدمہ کی آگاہی حاصل کرلی اور سفر کرکے بنور پہنچے، آپ کو قید خانہ سے باہر نکال لائے، امیر اور اس کے نوکروں کے اندر روکنے کی ہمت نہ ہوئی، سید نے آپ کی تلقین فرما کر صاحب مقام بنادیا اور بنور کی ولایت کا والی مقرر کیا، آپ مدت العمر وہیں رہ کر علم ظاہری کے درس اور علم باطنی کے افادے سے مخلوق کو فیض پہنچاتے رہے۔ وفات کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ نعیم رحمۃ اللہ علیہ

بصدف درویشی در یتیم، حضرت شاہ نعیم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید بھیکہ کے مرید ہیں، آپ کے والد جون پور کے قاضی تھے، والد کی وفات کے بعد وراثتاً منصب قضا کی امید لے کر سید بھیکہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے جون پور کے منصب قضا کی آرزو ظاہر کی، حضرت نے ارشاد فرمایا، قضا فانی ہے، باقی کی فکر کرو، پھر آپ نے بیعت کی، مجاہدہ کیا، صاحب راز دار معرفت ہوگئے، ہمیشہ سوزناک نعرے بلند کرتے۔

روشن الدولہ مظفر خاں جو سید بھیکہ کا مرید تھا، اگرچہ وہ دنیادار تھا، مگر اپنے پیر سے اتنی عقیدت رکھتا تھا، جو اہل سلوک کو میسر نہ ہوتی۔ منکر کرامت کو شقی اور کرامت کا اقرار کرنے والے کو متقی کہتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

موج :۔ احوال حضرت علیم سادات رحمۃ اللہ علیہ

متصرف مقامات، حضرت علیم سادات رحمۃ اللہ علیہ،

آپ شاہ نصیر الدین کے مرید جو شیخ محمد، شیخ ابراہیم کے مرید اور وہ شیخ ابوسعید گنگوہی کے مرید تھے، بڑے

بزرگ، صاحب حالات ومعاملات، وجد وسماع اور تصرف کے مالک تھے۔ دہلی میں آپ کی وفات ہوئی، وہیں مدفون ہوئے۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

بکمال متین، حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ:
اپنے والد شاہ محمد حیات کے مرید، وہ اپنے والد حضرت بندگی داؤد کے مرید ہیں، وجد، سماع، شوق، ذوق، عبادت وتلاوت والے بزرگ تھے۔ شب بیدار اور متوکل تھے۔ لکھنؤ میں مخدوم شیخ مینا صاحب ولایت کی خانقاہ میں رہتے تھے، ایک دن ایک شخص نے بحر زخار کے مولف سے بیان کیا، کہ وہ شیخ احمد عبدالحق کے کمالات کو سلطان سید اشرف جہانگیر کے فضائل پر ترجیح دیتے ہیں، فقیر اس بات کی وجہ سے ان سے متنفر ہو، رات کے وقت خواب دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر زبان حال سے معذرتیں کر رہے ہیں، اپنے لڑکے کو سامنے رکھے ہوئے ہیں، اس دن سے میں ان کے باطنی کمال کی قوت کا قائل ہو گیا، یہ احوال تحریر کرنے کے وقت وہ باحیات ہیں۔

موج :۔ احوال حضرت شاہ علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

مورد حال ابیت عند ربی، بشوق جمال ولاینام قلبی، سرمایہ صدق وصفا، حضرت شاہ علی رضا رحمۃ اللہ علیہ:
شاہ جلال پانی پتی کی اولاد سے ہیں، ان کے عجیب تصرفات اور غریب حکایات سنے گئے ہیں، کسی کو بھی یہ نہیں معلوم کہ آپ رات میں کہاں رہتے ہیں، تیس سال تک آپ کا یہی طریقہ رہا، شیخ عبدالکریم جن کا ذکر میر سید علیم اللہ بریلی کے فرزندوں کے خلفا میں کیا جائے گا، کہتے ہیں، میں نے انہیں دہلی میں دیکھا ہے، میں نے انہیں بزرگ بلند مقامات والا پایا، انہوں نے مجھ سے پوچھا، تمہارا وطن کہاں ہے؟ میں نے کہا، ''چوراس'' انہوں نے فرمایا، وہی چوراس جس کے کنارے ایک نہر ہے اور وہ ایسا ہے ویسا ہے، اس قصبہ کے کچھ نشانات واثرات اس طرح بیان کیے گویا ان کا دیکھا بھالا ہے۔ انہوں نے یہ سب چیزیں اپنے کشف سے بیان کی تھیں۔ بہت ہی زیادہ تواضع واخلاق کے حامل تھے۔ ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔

حواشی

لجہ اول

( ) ارباب سیر کے نزدیک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے، متفقہ طور پر آپ کی چھ اولاد ہیں، حضرت قاسم، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن، ابن اسحاق نے مزید دو صاحبزادوں طاہر، طیب کا نام لیا ہے، جس کی بنا پر چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔
حضرت قاسم سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، جو حضرت خدیجہ کے بطن سے قبل بعثت پیدا ہوئے اور وفات بھی اعلان نبوت سے پہلے پائی، آپ ہی کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" ہے، جسے آپ بہت پسند فرماتے تھے۔
دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ جو اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب طیب و طاہر تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فرزند ہیں جو ذی الحجہ ۸ھ میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ام سیف حضرت ابراہیم کی دایہ عوالی مدینہ میں رہتی تھیں، سرکار وہاں جاتے، ابراہیم کو گود میں لے کر چومتے۔ آپ کا انتقال ام سیف ہی کے گھر ہوا، نزع کی حالت میں سرکار وہاں تشریف لے گئے اور صاحبزادے کو گود میں اٹھا لیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا، یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ رحمت ہے۔
ابوداؤد و بیہقی کی روایت کے موافق، دو مہینے دس دن کی عمر پائی اور حضرت عائشہ کے بقول سترہ یا اٹھارہ مہینہ تک زندہ رہے۔

(۲) ہجرت حبشہ میں بی بی رقیہ حضرت عثمان کے ساتھ تھیں، وہیں صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے، جنہوں نے چھ سال کی عمر ہی میں وفات پائی۔

(۳) ۲ھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لیے روانہ ہو رہے تھے، اسی دوران حضرت رقیہ سخت بیمار ہو گئیں، سرکار نے حضرت عثمان کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا، جس دن زید بن حارثہ نے مدینہ پہنچ کر غزوہ بدر میں کامیابی کا مژدہ سنایا، اسی دن حضرت رقیہ جاں بحق ہوئیں، جب سرکار تشریف لائے تو رنجیدہ ہوئے۔ حضرت عثمان کو بدر کا مال غنیمت عطا فرمایا۔

(۴) اصابہ ج ۸ ص ۶۰ میں ہے، مہر خدیجہ ۵۰۰ طلائی درہم مقرر ہوئے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ کے فضائل بے شمار ہیں، انہوں نے بعثت کے بعد نامساعد حالات میں مونس و غمخوار کی حیثیت سے حق رفاقت ادا کیا اور جب سارا مکہ دعوت حق کا منکر تھا، آپ نے لبیک کہا اور سارا مال دین حق کے لیے خرچ کر ڈالا۔ حضرت خدیجہ نے اعلان نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی۔ دولت و ثروت کی بہتات کے باوجود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، گو میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا، مگر مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ میں نے اس پر ایک دفعہ آپ کو رنجیدہ کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲) حضرت عائشہ نے ایک موقع پر عرض کیا، آپ کیا ایک بڑھیا کو یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکی ہیں اور خدا نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دی ہیں، حضور نے فرمایا، ہرگز نہیں، جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور میری اولاد انہیں سے ہوئی۔ حضور نے فرمایا، دنیا میں افضل ترین عورت مریم اور خدیجہ ہیں۔ (صحیحین) حضرت خدیجہ مکہ کی نہایت معزز متمول خاتون تھیں۔ آپ کا پہلا عقد ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا، ان سے دو لڑکے ہند اور حارث پیدا ہوئے، ان کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام بھی ہند تھا۔ عتیق کے انتقال کے بعد سرکار کی زوجیت میں آ گئیں۔

(۵) ام المومنین حضرت عائشہ علم و فضل میں نہ صرف ازواج مطہرات بلکہ باستثنائے چند اصحاب رسول امتیازی شان رکھتی تھیں۔ حدیث و فقہ کے علاوہ انساب، شعر عرب میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ آپ کی بارگاہ فقہ و فتا کی مرکز تھی، جہاں لوگ دینی مسائل معلوم کرنے اور فقہ و حدیث کا درس لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ جب صحابہ کسی پیچیدہ مسئلے میں مختلف الرائے ہوتے تو آپ کی طرف رجوع کرتے اور اس کا حل پاتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں: "ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی، جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس سے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں"۔ امام زہری کہتے ہیں: "عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے"۔ عروہ بن زبیر کا قول ہے: "میں نے قرآن، فرائض، حلال، حرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا"۔

(۶) حضرت خدیجہ کے بعد صرف حضرت زینب کا انتقال حضور کی حیات ظاہری میں ہوا۔ سرکار سے پہلے آپ کا عقد عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا، انہوں نے

جنگ احد میں شہادت پائی پھر ان کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ (سیر الصحابیات ص ۲۸)

(۷) حضور نے حضرت زینب کا نکاح پہلے اپنے متبنیٰ اور آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کر دیا تھا، لیکن ازدواجی تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے حضرت زید نے طلاق دے دی۔ اس طلاق سے حضرت زینب کو صدمہ پہنچا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کرنا چاہتے، مگر عرب متبنیٰ کو حقیقی بیٹے ہی کی طرح جانتے تھے، اس لیے حضور کو نکاح میں تامل تھا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ یعنی اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہیں، جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالاں کہ خدا سے ڈرنا چاہیے۔ نکاح کے بعد سرکار نے ولیمہ کیا، تین سو آدمیوں نے کھانا کھایا اور دوسری کے دن آیت حجاب نازل ہوئی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الخ۔

(۸) حضرت سودہ کی پہلی شادی سکران بن عمرو سے ہوئی تھی، جن سے ایک لڑکے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تھے، جو جنگ جلولا میں شہید ہوئے۔ حضرت سودہ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، واپسی کے بعد ان کے شوہر کا وصال ہو گیا۔ بحر زخار میں حضور سے نکاح کا سن "دو سال دہم از ہجرت" لکھا ہوا ہے جو سہو کاتب ہے بلکہ آپ کا نکاح قبل ہجرت رمضان ۱۰ نبوی میں ہوا۔ حضرت سودہ کو ہجرت مدینہ کا بھی شرف حاصل ہوا۔ ایک روایت کے مطابق وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں ہوئی۔ آپ اطاعت و فرماں برداری میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں، سرکار نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا، چنانچہ حضرت سودہ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا، کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

(۹) حضرت صفیہ کا اصلی نام زینب تھا، آپ کا باپ حی بن اخطب بنو نضیر کا سردار حضرت ہارون کی نسل سے تھا۔ ماں ضرہ بنت سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی۔ حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی، طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ اور حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی جنگ خیبر میں کام آئے اور صفیہ گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں۔ عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصے کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا "صفیہ" کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ حضرت صفیہ کو حضور سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے، تو نہایت حسرت سے بولیں "کاش آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی" ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو حضور نے فرمایا "یہ سچ کہہ رہی ہیں" آپ نہایت حسین، باوقار، صاحب علم و فراست خاتون تھیں، لوگ آپ کے پاس مسائل دریافت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی غایت درجہ غم گساری فرماتے۔ حضور ایک بار حضرت صفیہ کے پاس پہنچے تو آپ رو رہی تھیں، سبب پوچھا، عرض کی، عائشہ اور زینب کہتی ہیں، ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا "تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ ہارون میرے باپ، موسیٰ میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں، اس لیے تم کیوں کر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟" ایک موقع پر حضرت زینب نے آپ کو یہودیہ کہا، تو سرکار اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینہ تک حضرت زینب کے پاس نہ گئے۔

(۱۰) حضرت ام حبیبہ کا نام رملہ تھا، بعثت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئیں، عبیداللہ بن جحش کے ساتھ پہلا نکاح ہوا، انہیں کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی، جہاں عبیداللہ عیسائی ہو گئے، مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں، عبیداللہ کی موت کے بعد حضور نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا، نجاشی نے حبشہ کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور حضور کی طرف سے چار سو دینار مہر دیا، جہاز میں بیٹھا کر مدینہ کو روانہ کر دیا، پہلے شوہر سے دو بچے عبداللہ اور حبیبہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ سے پینسٹھ حدیثیں مروی ہیں، حدیث نبوی پر بڑی سختی کے ساتھ عمل کرتی تھیں۔ حضور کے فرمان کے مطابق روزانہ بارہ رکعت نفل ادا کرتیں، ابوسفیان کا انتقال ہوا، تو خوشبو منگا کر چہرے پر ملی اور کہا، حضور کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے، البتہ شوہر کے لیے چار مہینہ دس دن سوگ کرنا چاہیے۔

(۱۱) حضرت حفصہ: آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ پہلا نکاح خنیس حذافہ سہمی سے ہوا، ماں باپ شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں، شوہر کے ساتھ مدینہ ہجرت کی، شوہر غزوہ بدر میں شہید ہوئے، پھر حضور کے عقد میں آئیں، کوئی اولاد نہیں چھوڑی، آپ سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں، صائم الدہر، قائم اللیل تھیں، اختلاف سے سخت نفرت تھی۔

(۱۲) حضرت جویریہ قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں، ان کا باپ حارث بن ابی ضرار خاندان کا سردار تھا۔ جویریہ کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ شعبان ۵ھ میں جنگ مریسیع ہوئی، کفار نے شکست کھائی، اموال غنیمت کے علاوہ چھ سو افراد اسیر ہوئے، انہیں میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ گرفتاری کے بعد آپ کا باپ حارث حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے، آپ اس کو آزاد کر دیں۔ حضور نے فرمایا یہ معاملہ جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دو۔ حضرت جویریہ نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ حضور نے ان سے شادی کر لی۔ اس عقد سعید کی برکت یہ ہوئی کہ جویریہ کے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو صحابہ نے یہ کہہ کر آزاد کر دیا، کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی وہ غلام نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) قبیلہ قریش سے نسبی تعلق تھا۔ والد کا نام حارث تھا۔ والدہ قبیلہ حمیر سے تھیں، ان کا نام ہند تھا۔ پہلی شادی مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے ساتھ ہوئی، پھر

ابورحم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ذی قعدہ ۷ھ میں ابورحم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ یہ حضور کا آخری نکاح تھا۔ آپ سے چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ آپ خدا سے بہت ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

(۱۴) ام سلمہ، ہند نام، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں۔ عبداللہ بن عبدالاسد سے نکاح ہوا۔ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں اور انہیں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اہل سیر کے نزدیک پہلی عورت ہیں، جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ شوہر ابوسلمہ نے جب وفات پائی تو حضور نے پیغام نکاح بھیجا۔ شوال ۴ھ میں حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ حضرت عائشہ کے بعد علم وفضل میں آپ کا رتبہ تمام ازواج سے برتر تھا۔ آپ سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کا شمار محدثین صحابہ کے تیسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔ فقہ میں ممتاز تھیں۔ قرآن شریف حضور کے طرز میں پڑھتی تھیں۔ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، مہینے میں تین دن روزے رکھتیں، اچھے کاموں کی جستجو کرتیں۔ آیت تطہیر آپ ہی کے حجرے میں نازل ہوئی۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ حضور سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا موئے مبارک محفوظ رکھا تھا اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتیں۔

(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل ومحامد بے شمار ہیں۔ ان سے آگاہی کے لیے راقم کی کتاب "تذکرہ خلفائے راشدین" کا مطالعہ کریں!

(۱۶) حضرت عمر کے فضائل وکمالات اور آپ کی دینی وعلمی خدمات کی تفصیل جاننے کے لیے "تذکرہ خلفائے راشدین" ملاحظہ فرمائیں! آپ کا سن شریف جمہور ارباب سیر کے نزدیک ۶۳ سال، اور بعض کے نزدیک ۵۸، ۵۷، ۵۵ مختلف بتایا جاتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

(۱۷) حضرت عثمان غنی کے تفصیلی حالات وواقعات "تذکرہ خلفائے راشدین" میں پڑھیں!

(۱۸) ابوذر، آپ کا اسم گرامی جندب، کنیت ابوجنادہ اور لقب مسیح الاسلام ہے۔ والدہ کا نام رملہ تھا۔ عرب کے مشہور قبیلے غفار سے تعلق تھا، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، اس کا پیشہ رہزنی تھا، ابوذر بھی ابتدا میں یہ کام کرتے تھے، لیکن اچانک ان کی زندگی میں انقلاب رونما ہوا، انہوں نے یہ کام ترک کر دیا اور خدا پرستی کی جانب مائل ہوئے، بتوں کی پوجا نہ کرتے، حق کی تلاش تھی، جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان حق وصداقت کا علم ہوا تو مکہ آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

سرکار نے قبیلے میں واپس جانے کا حکم دیا تو فرمایا، میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا، ابھی لوگوں کے سامنے اعلان کروں گا، یہ کہہ کر حرم کعبہ میں آئے اور قریشیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا، کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی قریش آپ پر لوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا۔ حضرت عباس نے کہا، تم لوگ ابوذر غفاری کی جان لینا چاہتے ہو، حالاں کہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کی گزرگاہ پر آباد ہے، کفار نے چھوڑ دیا۔ مگر دوسرے دن پھر آپ نے اعلان حق وصداقت کیا اور کافروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے۔ پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے قبیلے میں جا کر دین کی تبلیغ کرنے لگے، غزوہ خندق کے بعد مدینہ آئے اور بارگاہ نبوی کے حاضر باش بن گئے۔ سرکار نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا تھا "خدا ابوذر پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہیں اور تنہا مریں گے، قیامت کے دن تنہا اٹھیں گے"۔

حضرت ابوبکر کے وصال کے بعد شام چلے آئے، عہد عثمان میں لوگوں کے اندر دولت کی وجہ سے عیش وتنعم کے آثار ظاہر ہوئے، عہد رسالت اور عہد شیخین کی سادگی باقی نہ رہی تو آپ امراء اور اہل ثروت پر نکتہ چینی کرنے لگے، وہ ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنے کو شان زہد کے منافی سمجھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ کی شکایت پر مدینہ چلے آئے، مدینہ میں بھی مالداروں کا یہی رنگ دیکھا تو ایک دیہات ربذہ میں بود وباش اختیار کر لی، جہاں بحالت غربت وتنہائی ۳۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے۔

(۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص سے ہوئی، ہجرت کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ مکہ ہی میں رہیں۔ غزوہ بدر میں آپ کفار کے ساتھ شریک ہوئے، عبداللہ بن زبیر نے آپ کو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہا کیے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینب کو بھیج دیں گے، آپ مکہ گئے اور حضرت زینب کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا، اگرچہ اس سلسلے میں کفار قریش نے شدید مزاحمت کی۔ حضرت زینب مدینہ میں آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑ دیا۔ جمادی الاولیٰ ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، سرکار نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ بھیجا، مقام عیص میں قافلہ ملا، کچھ لوگ گرفتار کیے گئے، انہیں میں ابوالعاص بھی تھے، ابوالعاص آئے، تو حضرت زینب نے ان کو پناہ دی، ابوالعاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں حوالے کیں اور اسلام لائے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت زینب کے ساتھ دوبارہ نکاح ہوا۔ ابوالعاص نے حضرت زینب کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا، سرکار نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی۔

(۲۰) اسم گرامی ابی، ابومنذر اور ابوطفیل کنیت ہے۔ سید القراء، سید الانصار القاب ہیں۔ قبیلہ خزرج کی شاخ نجار سے تعلق تھا۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ نے عقبہ ثانیہ میں مکہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ بدر سے لے کر غزوہ طائف تک تمام غزوات میں مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا۔ عہد رسالت کے بعد خلافت راشدہ میں آپ نے بڑے اہم دینی وملکی کارنامے انجام دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قرآن کی تدوین شروع ہوئی، تو آپ مدونین قرآن کے امیر مقرر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو مجلس شوریٰ قائم کی تھی، آپ اس کے ایک اہم

رکی تھے۔ حضرت عمر نے جب تراویح باجماعت قائم کی تو آپ کو امام بنایا۔ آپ کی مرویات ۱۶۴ ہیں۔

(۲۱) اسامہ بن زید: بعثت نبوی میں مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے، آپ نے اسلام کے گہوارے میں آنکھ کھولی، ہجرت کا شرف سرکار کے ساتھ حاصل کیا، فتح مکہ کے بعد بیت اللہ میں اس شان کے ساتھ داخل ہوئے کہ آپ سرکار کی سواری پر ان کے ساتھ سوار تھے، کیوں کہ آپ سرکار کے بہت محبوب تھے اس لیے سرکار کے جانشینوں نے بھی آپ کا بڑا خیال کیا، چنانچہ جب حضرت عمر نے تمام صحابہ کے وظائف مقرر کیے تو آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کا ڈھائی ہزار اور اسامہ کا تین ہزار مقرر کیا، عبداللہ نے عرض کی اس تفریق کا کیا سبب ہے؟ جب کہ میں تمام غزوات میں اسامہ کے ساتھ رہا اور آپ ان کے والد زید سے بھی پیچھے نہ تھے، فرمایا سچ ہے مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تم سے اور ان کے والد کو تمہارے والد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔

(۲۲) اشج عبدی: آپ قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتے ہیں، عبدالقیس کے وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے، انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ دو خصلتیں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، بردباری اور عاقبت اندیشی۔ یا یہ فرمایا کہ بردباری اور حیا، اشج نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ دونوں باتیں مجھ میں اب پیدا ہو گئی ہیں یا پہلے ہی سے تھیں، حضور نے فرمایا کہ ہمیشہ سے ہیں، اشج کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے، جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا، جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ (اسد الغابہ ج۱ ص ۱۷۱)

(۲۳) اشعث بن قیس: آپ کا نام معدی کرب بن قیس ہے، کنیت ابو محمد، قبیلہ کندہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں ۱۰ھ میں آئے، ان کی تعداد ساٹھ تھی، سب مشرف باسلام ہوئے، اشعث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور ہمارے قبیلہ میں سے ہیں؟ حضرت نے فرمایا نہیں ہم نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں، نہ ہم اپنی ماں کو گالی دیتے ہیں، نہ اپنے باپ سے علاحدہ ہوتے ہیں۔ اشعث کہا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص آئے گا جو قریش کو نضر بن کنانہ کی اولاد سے خارج کرے گا تو میں اسے درے ماروں گا، اسلام کے بعد حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ سے نکاح کیا، پھر یمن لوٹ گئے۔ رحلت نبوی کے بعد مرتد ہو گئے تھے، گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے، توبہ کی اور اسلام قبول کیا، جنگ یرموک میں شریک ہوئے، جس میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی، عہد فاروقی میں جنگ قادسیہ، مدائن، جلولا اور نہاوند میں شریک ہوئے، کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اور تحکیم میں حضرت علی کو اختیار کیا تھا، حضرت عثمان نے آپ کو آذربائیجان کا عامل بنایا تھا۔ ۴۰ھ میں وفات پائی۔ حضرت حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ ج۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

(۲۴) انس بن مالک: آپ کی والدہ حضرت ام سلیم عقبہ ثانیہ میں ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں، انس کے والد مالک مشرک تھے، ناراض ہو کر شام چلے گئے، تو ام سلیم نے ابوطلحہ سے اسلام لانے کی شرط پر نکاح کر لیا، حضور جب مدینہ تشریف لائے تو ابوطلحہ حضرت انس کو بارگاہ رسالت میں لائے اور عرض کیا، اسے اپنی غلامی میں قبول کر لیں، اس طرح انس خدام خواص کے زمرے میں داخل ہوئے۔ معمول یہ تھا نماز فجر سے پہلے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاتے، دوپہر کو گھر واپس جاتے، پھر حاضر ہوتے، عصر پڑھ کر گھر جاتے، سفر و حضر میں ساتھ رہتے، حضور نے ایک موقع پر انس کے لیے دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ" اس دعا کا اثر ہوا کہ انصار میں آپ سب سے زیادہ مالدار تھے اور آپ کی اولاد و احفاد میں اسی لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔

(۲۵) اوس بن ثابت انصاری: آپ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے، عبداللہ بن محمد بن عمارہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ یہ اوس جنگ احد میں شہید ہوئے، واقدی کے بقول یہ جنگ بدر، احد، خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت عثمان کی خلافت میں مدینہ میں وفات پائی، ابوعمر نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک عبداللہ کا قول صحیح ہے واللہ اعلم۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے، یہ جنگ بدر میں شریک تھے اور احد میں شہید ہوئے، کوئی اولاد نہیں چھوڑی، ان کے اور ان کی بیوی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال سے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑیں۔ (اسد الغابہ ج۱ ص ۱۴۴)

(۲۶) انس بن نضر: بنی نجار سے تھے، حضرت عبدالمطلب کی والدہ اسی خاندان سے تھیں، جو رشتہ میں انس کی پھوپھی تھیں، آپ خاندان کے رئیس تھے، عقبہ ثانیہ میں مشرف باسلام ہوئے، جنگ احد میں شہادت پائی، غزوہ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ ہو سکے، حضور سے معذرت کی، یا رسول اللہ! افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ پہلے غزوہ میں موجود نہ تھا، لیکن اگر زندگی باقی رہی تو لوگ آئندہ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ غزوہ احد ۳ھ میں لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، صرف چند آدمی حضور کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، حضرت انس نے میدان خالی دیکھا تو آگے بڑھے، سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی، تو ان سے کہا، کہ کہاں جاتے ہو؟ جنت وہ ہے، خدا کی قسم میں احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں، یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ میدان کا قصد کیا، اور بڑی پامردی سے لڑ کر شہادت پائی، آپ کے جسم پر اسی زخم لگ چکے تھے، کفار نے آپ کی لاش کا مثلہ کر دیا تھا، آپ کی بہن ربیع بنت نضر نے انگلی دیکھ کر بھائی کی لاش پہچانا۔ (بخاری ج۲ ص ۶۵)

(۲۷) مالک بن ربیعہ: قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے مالک بن ربیعہ بن بدن بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن خزرج اکبر۔

ہجرت سے پہلے ہی اسلام لائے، سرکار سے چند حدیثیں روایت کیں۔

(۲۸) حضرت ابوایوب نے ہجرت سے پہلے مکہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا، بیعت عقبہ سے واپس ہوئے تو مدینے میں اسلام کی تبلیغ شروع کی، ہجرت کے بعد حضور نے تقریباً چھ ماہ آپ کے گھر پر قیام کیا، اور آپ نے حق ضیافت ادا کیا، حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، خلافت راشدہ میں بھی اکثر جہاد میں شریک ہوئے، جنگ قسطنطنیہ ۵۲ھ میں شریک ہوئے، محاذ جنگ ہی پر وفات پائی، وصیت کے مطابق قلعہ کے نیچے دفن کیے گئے، رومیوں کو اس بات کا علم تھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابی تھے، چنانچہ قحط کے زمانے میں آپ کی قبر پر حاضر ہو کر آپ کے وسیلے سے باران رحمت مانگتے اور خدا کے لطف وکرم کا تماشہ دیکھتے۔ فضل وکمال کا یہ عالم تھا کہ صحابہ مسائل فقہیہ میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔

(۲۹) ابان بن سعید۔ ماں کا نام ہند بنت مغیرہ تھا، جن کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف تک سرکار سے مل جاتا ہے، قبول اسلام سے پہلے آپ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، چنانچہ ان کے بھائی عمرو اور خالد نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سرکار نے حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیجا تھا تو ابان ہی کے یہاں مہمان ہوئے تھے اور ابان نے حضرت عثمان کو اپنا گھوڑا سواری کے لیے دیا اور کہا کہ آپ بے خوف وخطر مکہ میں جہاں چاہیں جائیں۔

قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے، شام کے سفر میں کسی راہب سے ملاقات ہوئی، کہا، میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوں، اس قبیلے کا ایک شخص اپنے کو خدا کا فرستادہ ظاہر کرتا ہے۔ راہب نے نام پوچھا، انہوں نے کہا محمد، راہب نے آسمانی صحیفوں کی رو سے نبی مبعوث کا سن اور نسب وغیرہ بتایا۔ ابان نے کہا، یہ تمام باتیں، اس شخص میں موجود ہیں، راہب نے کہا، خدا کی قسم وہ شخص تمام دنیا پر چھا جائے گا، تم واپس جانے کے بعد اس نیک بندے کو میرا سلام کہنا، چنانچہ ابان واپس ہوئے تو ان کے دل میں انقلاب برپا ہو چکا تھا اور کچھ ہی دنوں کے بعد اسلام قبول کر لیا، اسلام لانے کے بعد سرکار نے ایک سریہ کا امیر بنا کر نجد روانہ کیا، وہاں سے کامیاب ہو کر واپس ہوئے، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جنگ یرموک میں آپ شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۹۴)

(۳۰) ابو بردہ بن قیس۔ آپ کا نام عامر اور کنیت ابو بردہ تھی، ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ اسلام لائے اور انہی کے ساتھ حبشہ گئے، پھر وہاں سے حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ آئے۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹۷)

(۳۱) سلسلہ نسب یہ ہے نضلہ بن عبید اللہ بن حارث بن حبال بن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن افصی اسلمی۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کیا، تمام غزوات میں حضور کے ہمرکاب رہے، فتح مکہ میں رحمت عالم نے تمام کفار ومشرکین کو امن دے دیا تھا، چند معاندین جن کا عناد اور جن کی سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی، البتہ اس سے مستثنیٰ تھے اور ان کا خون مباح کر دیا گیا تھا، ان میں ایک عبد اللہ بن خطل تھا، یہ پہلے اسلام لا چکا تھا، لیکن اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر دیا اور قصاص سے ڈر کر مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا، اس کی دو طوائفیں تھیں، جو بازاروں میں حضور کی ہجو گایا کرتی تھیں، فتح مکہ کے دن عبد اللہ امن کے لیے غلاف کعبہ پکڑ کر لٹک گیا، لوگوں نے سرکار سے عرض کیا کہ وہ کعبہ کی پناہ میں ہے، آپ نے حکم دیا، کہ اس کو قتل کر دو، یہ سنتے ہی ابو برزہ نے اسے قتل کر دیا، ابو برزہ حضور کے وصال تک مدینہ ہی میں رہے، عہد فاروقی میں بصرہ کے اندر مقیم ہو گئے، جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، جنگ نہروان میں خارجیوں سے مقابلہ کیا، پھر خراسان کی جنگوں میں داد شجاعت دی۔ ابو برزہ کو سرکار کی صحبت کا بڑا عرصہ میسر آیا، اس لیے حدیث نبوی کی معتد بہ تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۴۶ ہے۔ ان میں سے ۲۷ متفق علیہ ہیں ان کے علاوہ ۲ میں بخاری اور ۴ میں مسلم منفرد ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق ۶۵ھ میں وفات پائی کیوں کہ مروان اور ابن زبیر کے ہنگامے تک زندہ تھے اور کہتے پھرتے تھے، یہ سب دنیا کے لیے لڑتے جھگڑتے ہیں، آپ کے اندر زہد وانفاق کا پہلو بہت زیادہ تھا، نہ کبھی بیش قیمت کپڑا پہنا اور نہ گھوڑے پر سوار ہوئے، گیروے رنگ کے دو کپڑوں سے ستر پوشی کرتے تھے۔

(۳۲) ابو حذیفہ ہاشم۔ آپ کا باپ عتبہ بن ربیعہ اسلام کا بدترین دشمن تھا، لیکن مشیت ایزدی میں کون حائل ہو سکتا ہے؟ حضرت ابو حذیفہ نے اس وقت اسلام قبول کیا، جب بظاہر اسلام کی کامیابی کے امکانات مفقود تھے اور مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد اسیر پنجہ ظلم وستم تھی، آپ نے حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، آپ کی بیوی سہلہ بنت سہیل بھی رفیق سفر تھیں، چنانچہ محمد بن حذیفہ وہیں پیدا ہوئے، جب مدینہ ہجرت کی تو سرکار نے عباد بن بشر کے ساتھ آپ کی مواخات قائم کر دی، عہد نبوی کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوہ بدر میں عجیب منظر تھا، باپ عتبہ اسلام کے خلاف شمشیر بکف تھا، تو بیٹے ابو حذیفہ پیغمبر اسلام کی حمایت میں داد شجاعت دے رہے تھے، ابو حذیفہ اخلاق وکردار، شفقت ومروت اور جوش ایمان میں صحابہ کے درمیان امتیازی شان رکھتے تھے۔

(۳۳) ابو امامہ باہلی۔ آپ کا نام صدی بن عجلان ہے، قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے پھر بیعت رضوان میں شریک ہوئے، جب مسلمانوں کو رضوان الٰہی "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" کی سند ملی تو ابو امامہ نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں بھی

ان لوگوں میں سے ہوں جو بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، تو حضور نے فرمایا تم مجھ سے ہو، میں تم سے ہوں۔ سرکار نے آپ کو باہلہ میں تبلیغ دین کے لیے روانہ فرمایا، اپنے قبیلہ میں پہنچے تو لوگوں نے "مرحبا بالصدی بن عجلان" صدی بن عجلان خوش آمدید کہہ کر استقبال کیا، لیکن جب آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ آپ کے دشمن ہو گئے، لیکن آپ کوشش کرتے رہے، بالآخر قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا۔ علم و فضل میں بلند پایہ تھے، حدیث کی اشاعت آپ کا محبوب مشغلہ تھا، سلیم ابن عامر کا بیان ہے، جب ہم لوگ ابوامامہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث کی بہت اہم بات سناتے اور کہتے، ان کو سنو اور سمجھو، جو سنتے ہو اسے دوسروں تک پہنچاؤ، تابعین حدیثیں سننے کے لیے آپ کے گرد جمع ہوا کرتے تھے، آپ کی کل مرویات ۲۵۰ ہیں، ۵ روایتیں بخاری میں اور ۳ مسلم میں ہیں۔

(۳۴) ابو دجانہ: آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن خزرج اکبر۔ ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے، تمام غزوات میں شریک ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں ایک تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے گا؟ ابو دجانہ بولے میں ادا کروں گا، حضور نے تلوار عنایت فرمائی، معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافروں کو قتل کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے بہت سے زخم کھائے مگر بھی میدان سے منہ نہ موڑا، تمام غزوات میں بڑی جانبازی سے لڑتے تھے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں: له مقامات محمودة في مغازي رسول الله صلی الله علیه وسلم جنگ یمامہ میں بڑی جانبازی دکھائی اور شہید ہو گئے۔ بہادری کے علاوہ فضل و کمال میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں وهو من فضلاء الصحابة و اکابرهم یعنی وہ فضلائے صحابہ میں تھے اور بڑے مرتبہ کے شخص تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵۲)

(۳۵) ابوطلحہ زید: زید بن سہل نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، آپ کا خاندان مدینہ میں معزز تھا، عنفوان شباب میں اسلام کی روشنی مدینہ میں پہنچ چکی تھی، ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا، میں اس شرط پر تم سے نکاح کروں گی، کہ تم اسلام قبول کر لو اور تمہارا اسلام ہی میرا مہر ہوگا، چنانچہ ابوطلحہ نے اسلام قبول کر لیا، اس وقت حضرت مصعب مدینہ میں اسلام کے داعی تھے، مدینہ سے بیعت کے لیے جو مختصر قافلہ روانہ ہوا، اس میں حضرت ابوطلحہ بھی شریک تھے، بیعت عقبہ میں حضور نے آپ کو انصار کا نقیب بنایا، ہجرت کے بعد حضور نے ابوعبیدہ بن الجراح کی مواخات کرائی، تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، حضرت ابوطلحہ سرکار کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے کہ جو تیر آپ کی طرف چلائے جائیں، ان کا نشانہ ابوطلحہ کی ذات ہو، آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

نفسی لنفسک الفداء　　　　وجهی لوجهک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال ہو۔

جب سرکار مشرکین کو دیکھنے کے لیے سر اٹھاتے، ابوطلحہ عرض کرتے: "نحری دون نحرک" "میرا گلا آپ کے گلے سے پہلے ہے۔ سرکار خوش ہو کر فرماتے، فوج میں ابوطلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے، آپ نے اپنی تیراندازی سے سخت دفاع کیا، دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، سرکار کی حفاظت میں جس ہاتھ پر دشمنوں کے وار روکے وہ ہاتھ زخم کھاتے کھاتے شل ہو گیا تھا، مگر انہوں نے اف تک نہ کی۔ حضور کے دفن کے لیے ابوطلحہ کو بغلی قبر کھودنے کا شرف حاصل ہوا تھا، وصال نبوی کے بعد شام چلے گئے، لیکن قبر انور کی زیارت کے لیے مدینہ آیا جایا کرتے تھے، حضرت عمر نے اپنی وفات سے پہلے مسئلہ خلافت پر جو شوریٰ نامزد کی، اس کے ایک رکن ابوطلحہ بھی تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا پایہ بھی بہت بلند ہے، ۹۲ حدیثیں آپ سے مروی ہیں، محبت رسول آپ کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، اخلاص کا پیکر تھے، ریا و نمود سے ہمیشہ اجتناب کرتے، حضور کے بعد تقریباً ۴۰ سال زندہ رہے اور یہ پوری مدت روزوں میں بسر کی۔

(۳۶) ابوطفیل عامر بن واثلہ: غزوہ احد ۳ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں سکونت گزیں ہو گئے تھے، حضرت علی کے بڑے جاں نثار تھے، ان کی شہادت کے بعد مکہ میں رہنے لگے اور وہیں وفات پائی۔

(۳۷) ابو کبشہ سلیم مولا: ابن ہشام کے مطابق آپ اہل فارس سے تھے اور بعض لوگوں کے مطابق دوسی تھے، ایک روایت کے مطابق آپ کا مولد مکہ تھا، بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے، وفات ۱۳ھ میں حضرت عمر کی خلافت کے پہلے دن ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۱۴)

(۳۸) ابوموسیٰ اشعری: وطن یمن تھا، قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتے ہیں، یمن سے مکہ آئے اور مسلمان ہوئے، یمن میں جا کر تبلیغ دین کی، پچاس مسلمانوں کے ساتھ کشتی کے ذریعہ حجاز کے لیے روانہ ہوئے، کشتی حبشہ پہنچ گئی، جہاں مہاجرین حبشہ سے ملاقات ہوئی اور انہیں کے ساتھ فتح خیبر کے سال مدینہ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اور آپ کے تمام ساتھیوں کو مال غنیمت سے حصہ عطا کیا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، حضرت عمر کے زمانہ میں بصرہ کے والی مقرر ہوئے، اپنی ولایت کے زمانے میں دجلہ کی ایک شاخ سے ایک نہر نکالی جو اب تک ابوموسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۴ھ میں کوفہ کے والی مقرر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب اصحاب میں تھے، اس لیے آپ کا دامن فضل و کمال سے مالا مال تھا، عہد رسالت میں ان چھ فقہائے صحابہ میں شامل تھے، جن کو فتویٰ دینے کی اجازت تھی، آپ سے ۳۶۰ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳۹) ابو محذورہ اسلمی: ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، ٹھیک اسی وقت رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک مقام پر فروکش ہوئے، موذن نبوی نے نماز کے لیے اذان دی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی، تو بطور مسخرہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت دل کش تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے، آپ نے پوچھا، کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی؟ ابو محذورہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا، آپ نے سب کو واپس کر دیا اور ابو محذورہ کو روک لیا اور اذان دینے کی فرمائش کی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا، انہوں نے آپ کی زبان سے سن کر اسے دہرایا، زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز تھا کہ اس مرتبہ اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی اور ان کی پیشانی سے لے کر ناف تک پھیر کر برکت کی دعا کی۔ (استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰)

(۴۰) ابو مسعود عقبہ انصاری آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی، عہد نبوت اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ میں اقامت پذیر رہے، حضرت علی کے دور خلافت میں کوفہ منتقل ہو گئے اور یہیں مکان بنوا لیا تھا۔ جناب امیر کے احباب خاص میں تھے، جب آپ جنگ صفین کے لیے روانہ ہوئے تو انہیں کوفہ میں اپنا جانشین بنا کر گئے اور آپ کی واپسی پر کوفہ انہیں کی ذات سے مرکز امارت رہا۔ جنگ صفین کے بعد مدینہ لوٹ گئے۔

(۴۱) ابو ہریرہ: آپ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے، نام کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عبد الشمس نام تھا، اسلام لائے تو عبد اللہ یا عبد الرحمن سے موسوم ہوئے۔ کنیت "ابو ہریرہ" اتنی مشہور ہوئی، کہ لوگوں کو نام یاد نہ رہا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور شب و روز حاضر رہ کر علوم نبویہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ حضور نے حافظے کے لیے دعا کی، کتب احادیث میں آپ سے ۵۳۷۴ حدیثیں منقول ہیں۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بحرین کے عامل مقرر ہوئے۔ عہد عثمانی میں عزلت نشیں رہے۔ مگر فتنہ و شورش کے وقت حضرت عثمان کی محافظت و معاونت کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے رہے۔ پوری زندگی احادیث نبویہ کی اشاعت کرتے رہے۔

(۴۲) ابو الہیثم مالک۔ آپ کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے، آپ دور جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے، اسعد بن زرارہ چھ آدمیوں کے ساتھ جب مکہ سے مسلمان ہو کر آئے تو ابو الہیثم سے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا اور اسلام کی تعلیم پیش کی۔ ابو الہیثم پہلے ہی دین فطرت کے متلاشی تھے، فوراً اس صدا پر لبیک کہا۔ اس کے ایک سال بعد بارہ آدمیوں کا وفد مکہ گیا، ابو الہیثم اس میں شامل تھے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دوسرے سال ساٹھ ستر آدمیوں کے ساتھ گئے اور بیعت حرب میں شریک ہوئے، بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا، اس منصب کے لیے آپ کا نام بھی پیش کیا گیا۔ عثمان بن مظعون سے رشتہ اخوت قائم ہوا۔ عہد نبوت کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(۴۳) ابو الیسر کعب بن عمرو آپ بنو سلمہ سے تھے۔ عقبہ ثانیہ میں اسلام لائے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ معرکہ خیبر میں جب کہ صحابہ قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، ایک رات کسی یہودی کی بکریاں قلعہ میں جا رہی تھیں، سرکار نے فرمایا، ہم کو اس کا گوشت کون کھلائے گا؟ ابو الیسر نے کہا، میں، اور اٹھ کر نہایت تیز دوڑتے ہوئے، پہنچے، دو بکریاں پکڑ لیں، لا کر ذبح کیا، گوشت پکایا، صفین وغیرہ میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۲۷)

(۴۴) ابو درداء قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، ۲ھ میں اسلام قبول کیا۔ پیشہ تجارت تھا۔ جب عبادت میں خلل پڑنے لگا، تو تجارت چھوڑ دی اور متوکل ہو گئے۔ کہا کرتے تھے، کہ مجھے ایسی دکان بھی پسند نہیں جس میں چالیس دینار یومیہ نفع ہو، جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہوں اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا، قیامت کے حساب کا خوف ہے۔ سرکار نے آپ کو سلمان فارسی کا اسلامی بھائی بنایا۔ سرکار کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا، شام جا کر مقیم ہو گئے۔ دمشق میں ان کا وقت زیادہ تر درس و تدریس، احکام شریعت کی تلقین اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ حضرت عمر جب شام گئے، تو وہاں مسلمانوں کو خوش حال زندگی بسر کرتے ہوئے پایا، مگر جب ابو درداء کے گھر گئے، تو ترک و احتشام، زینت و آرائش تو ایک طرف، مکان میں چراغ تک نہیں تھا۔ کشور دین و ملت کا تاجدار تاریک مکان میں ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا۔ حضرت عمر نے یہ حالت دیکھی، تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پوچھا، اس قدر تنگی سے زندگی بسر کرنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں ہم کو اتنا سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کے لیے درکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے۔ اس پر اثر فقرے کا اثر یہ ہوا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۷۸)

عہد عثمانی میں دمشق کے قاضی بنائے گئے۔ آپ بہت بڑے عالم و فقیہ تھے۔ حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا تھا، کہ ابو درداء سے علم حاصل کرو۔ حضرت ابوذر نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا "وما حملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منک یا ابا الدرداء" یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ آپ سے ۱۷۹ احادیث مروی ہیں۔

(۴۵) آبی اللحم غفاری: آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے خلف بن مالک بن عبداللہ بن غفار غفاری معروف بہ آبی اللحم۔ اس (آبی) کا مادہ "اب ی" ہے یعنی انکار کرنا، چوں کہ یہ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے، اس سبب سے آپ آبی اللحم کہے جاتے ہیں۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۲۹۶)

صاحب بحر زخار نے ابی اللحم کی وجہ تسمیہ زیادہ گوشت کھانا بتایا ہے، شاید یہ ان کا قیاس ہے، انھوں نے آبی اللحم کو ابی اللحم خیال کیا۔

(۴۶) عکاشہ بن محصن: سلسلہ نسب یہ ہے، عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی۔ ایام جاہلیت میں بنی عبد شمس کے حلیف تھے۔ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا اور صحابہ کے ساتھ مدینہ کی ہجرت کی۔ تمام غزوات میں بہادری کے ساتھ کافروں سے جنگ کی۔ جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ کی سرکوبی کے لیے حضرت ابو بکر نے ایک دستہ روانہ کیا، حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت بن ارقم رات میں گشت کر رہے تھے، طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بن خویلد سامنے آئے لڑائی ہوئی اور دونوں صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(۴۷) آپ عقبہ اولیٰ میں چھ آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، عقبہ ثانیہ میں بارہ انصار کے ساتھ حاضر ہوئے، تیسرے سال عقبہ اخیرہ کی بیعت میں بھی شریک تھے۔ حضور نے آپ کو بنی نجار کا نقیب مقرر کیا۔ آپ نقباء میں سب سے کم سن تھے۔

(۴۸) اسیر بن عروہ صاحب اسد الغابہ نے نام اسیر بن عروہ ہی لکھا ہے، ان کے بقول ابو موسیٰ نے آپ کا نام اسیر ابن عمرو لکھا ہے اور کہا، بعض لوگوں کا بیان ہے، یہ اسیر بن عروہ ہیں اور ابو عمر نے ان کو صرف اسیر بن عروہ لکھا ہے، یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۱۰۷)

(۴۹) اسود بن سریع: بحر زخار کے زیر نظر تینوں نسخوں میں نام اسد لکھا ہے، جب کہ اسد الغابہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں اسود ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔ شہادت عثمانی کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ جامع بصرہ کے اندر قضا کے فرائض انجام دیتے۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۱۵۸)

(۵۰) ابو قرصافہ: نام و نسب یہ ہے، جندرہ بن خیشنہ بن نقیر بن مرہ بن عرنہ بن وائلہ بن فاکہ بن عمرو بن حارث بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ آپ کی بہت سی حدیثیں اہل شام نے روایت کی ہیں۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۳۰)

(۵۱) ابو الاعور سعید بن زید بن عمر بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی قرشی۔ سعید کے والد زید نے زمانہ جاہلیت میں فطرت سلیم کی بنا پر بت پرستی اور کافرانہ رسوم کو ترک کر دیا تھا۔ وہ حق کی جستجو میں ملک شام گئے، جہاں انہیں دین حنیف کی حقانیت کا سراغ ملا، مکہ آ کر خانہ کعبہ سے پشت لگا کر کہا، اے گروہ قریش! میرے سوا تم میں کوئی بھی دین حنیف پر قائم نہیں ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے ہی انتقال کیا۔ حضرت سعید کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ حضرت سعید ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور رفاعہ ابن منذر کے مہمان ہوئے، آپ جنگ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ فتوحات شام میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ فتح شام کے بعد وہیں تا دم مرگ قیام کیا۔ آپ زہد و ورع کا پیکر تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

(۵۲) حارث بن ربعی: قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، ہجرت نبوی سے دس سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے، عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں جاں فروشی کے جوہر دکھائے۔ غزوہ ذی قرد ۶ھ میں نمایاں کام انجام دیا، جس پر سرکار نے فرمایا: "کان خیر فرساننا الیوم ابو قتادۃ" یعنی ابو قتادہ آج ہمارے بہترین شہ سوار تھے۔ (صحیح مسلم) حضرت علی کے زمانے میں مکہ کے امیر بنائے گئے۔ صفین اور جمل میں حضرت علی کی حمایت میں لڑے۔ بیان حدیث میں بہت محتاط تھے، آپ کی کل مرویات ۱۷۰ ہیں۔

(۵۳) اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل۔ ماں کا نام ام اسید بنت اسکن۔ آپ کے والد قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ ایام جاہلیت میں اوس و خزرج کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیری کے زیر قیادت ہوئیں۔ اسید بن مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ہجرت کے بعد سرکار نے زید بن حارثہ کو آپ کا اسلامی بھائی بنایا۔ بڑے صاف گو حق پرست واقع ہوئے تھے۔ عبادت و ریاضت خاص شغل تھا۔ سرکار نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا "نعم الرجل اسید بن حضیر"

(۵۴) قتادہ بن نعمان: قتادہ نام، ابو عمرو کنیت۔ قبیلہ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں۔ ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا، جو قبیلہ نجار سے تھیں اور حضرت ابو سعید خدری کی والدہ تھیں، اس بنا پر ابو سعید اور قتادہ اخیافی بھائی ہوتے ہیں۔ آپ نے عقبہ ثانیہ میں بیعت کی، تمام غزوات کے ساتھ جیش اسامہ میں بھی شامل تھے۔ آپ فضلائے صحابہ میں تھے، صحابہ آپ سے فتویٰ پوچھتے تھے۔ ۶۵ رسال کی عمر میں وفات ہوئی، حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۵۵) اسلم یمن کے قیدیوں میں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے، ۱۱ھ میں جب حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو امیر حج بنایا تو اسلم ان کے ساتھ تھے۔ اسلم حبشہ کے رہنے والے تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا ہے کہ اسلم نے اسی ہجری میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۱۳۰) اس لحاظ سے

بحر زخار کے نسخے میں سہو کاتب سے بشار کے بجائے بشتم لکھ گیا ہے، جو غلط ہے۔

(۵۶) بلال بن رباح۔ آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا، تو امیہ نے آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا تم اس تکلیف سے مر جاؤ، زندگی عزیز ہے، تو اسلام چھوڑ کر لات وعزی کی پرستش کرو۔ حضرت بلال مظالم کی چکی میں پستے رہے اور حق کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر نے بلال کو مبتلائے مصائب دیکھا، تو بڑی رقم دے کر آپ کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت بلال نے غزوہ بدر میں امیہ بن خلف کو قتل کر دیا۔ حضرت بلال کی وفات دمشق کے اندر بقول صحیح ۲۰ھ میں ہوئی۔

(۵۷) براء بن عازب اپنے والد عازب، ماموں عقبہ کی صحبت میں ہجرت سے پہلے ہی مشرف باسلام ہوئے اور مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم کی درسگاہ سے قرآن اور شریعت کا علم حاصل کرنے لگے۔ بدر میں صغرسنی کی وجہ سے حضور نے واپس کر دیا۔ غزوہ احد، خندق، حدیبیہ، خیبر میں شرکت کی۔ ۲۴ھ عہد فاروقی میں "رے" فتح کیا۔ جنگ تستر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ رہے۔ حضرت علی کے زمانے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں، سب میں حضرت علی کے ساتھ رہے۔ کوفہ میں ایک مکان بنایا، وہیں قیام کیا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۳۰۵ رہے۔ ان میں سے ۲۲ پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے۔

(۵۸) براء بن مالک نے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگ یمامہ میں بڑی بہادری سے لڑے۔ عہد فاروقی ۲۰ھ میں جنگ تستر میں شرکت کی اور زخمی ہوئے۔ کوشش کے باوجود تستر فتح نہ ہوا، تو لوگ آپ کے پاس آئے کہ آپ آج خدا سے قسم کھائیے۔ عرض کی "اے خدا! میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرما" پھر لوگوں کو لے کر میدان جنگ میں آئے اور لڑتے بھڑتے قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے، جہاں ہرمز سے ان کا مقابلہ ہوا اور آپ شہید ہو گئے، قلعہ فتح ہو گیا، اس طرح براء کی قسم اللہ تعالیٰ نے پوری کی۔ براء مخصوص اصحاب رسول میں تھے۔

(۵۹) یعلی بن امیہ بن ابی عبیدہ بن ہمام بن حارث بن بکر بن زید بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم التمیمی حنظلی، کنیت ابوصفوان یا ابوخالد، ان کا عرف یعلی بن منیہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شریک رہے۔ حضرت عثمان نے صنعاء کا والی مقرر کیا۔ مدائنی لکھتے ہیں، یعلی یمنی افواج کے کماندار تھے۔ انہیں حضرت عثمان کی شہادت کی خبر ملی، مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، رستے میں اونٹ سے گر پڑے اور ان کی ران ٹوٹ گئی۔ ایام حج کے بعد مکہ آئے لوگ ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، تو فرمایا کہ جو شخص بھی حضرت عثمان کا انتقام لینے کے لیے روانہ ہوگا، اس کے ساز وسامان کی فراہمی ان کے ذمہ ہوگی، چنانچہ انہوں نے زبیر بن عوام کو ایک ہزار چار سو اونٹ نیز قریش کے ستر آدمیوں کو اور ام المومنین عائشہ کو وہ اونٹ فراہم کیا، جس پر وہ سوار تھیں، جس کا نام عسکر تھا۔ آپ بڑے سخی اور کریم تھے۔ بعد میں حضرت علی کے حامی بن گئے۔ جنگ صفین میں ان کا ساتھ دیا۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۴) صاحب بحر زخار نے نام یعلی بن امیہ لکھا ہے جو غلط ہے۔

(۶۰) یعلی ثقفی بن مرہ بن وہب بن جابر بن عتاب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف الثقفی، اسلام لانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ، بیعت رضوان، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ ہوازن اور طائف کے معرکہ میں شریک تھے۔ حضور کے افاضل صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابوالمرز اور والدہ کا نام سیابہ تھا۔ حضرت علی کے حامی تھے۔ کوفہ یا بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۵)

(٦) براء بن معرور، ابوبشر کنیت۔ قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں۔ والدہ کا نام رباب تھا، جو حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ حضرت براء اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ عقبہ کبیرہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بیعت عقبہ میں سرکار نے آپ سے فرمایا، میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری اس طرح حفاظت کرو گے، جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی کرتے ہو۔ براء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق وصداقت کے ساتھ مبعوث کیا، ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے، یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لے لیجیے! خدا کی قسم ہم ایک مسلح جماعت ہیں اور ہم نے ہتھیار اپنے باپ دادا سے وراثت میں پایا ہے۔ یہ کہہ کر حضور سے بیعت کی، پھر تمام مجمع بیعت کے لیے بڑھا، بیعت کے لیے نقبا کا انتخاب ہوا، حضرت براء بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے۔ ذی الحجہ میں بیعت کی، اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال کیا۔ ربیع الاول ۱ھ میں سرکار مدینہ آئے تو آپ کی قبر پر صحابہ کو لے کر حاضر ہوئے اور چار تکبیروں سے جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۷۳)

(۶۲) بریدہ بن حصیب بن عبداللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر اسلمی۔ اثنائے ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی بستی سے گزر ہوا، تو اسی خاندانوں نے اسلام قبول کیا اور حضور کی اقتدا میں عشاء کی نماز پڑھی۔ عہد فاروقی میں بصرہ چلے گئے، وہاں سے جہاد کے لیے خراسان پھر مرو آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۷۶)

(۶۳) بشیر بن سعد بن نعمان بن اکال: احد اور خندق اور تمام مشاہد میں اپنے والد کے ہمراہ شریک ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۹۰)

(۶۴) بلال بن حارث بن عصم بن سعید بن قرہ بن خلاوہ بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن اود بن طابخہ۔ کنیت ابوعبدالرحمن مزنی۔ رجب ۵ھ میں اپنے قبیلہ مزینہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ سرکار نے وادیٔ عقیق آپ کو معافی میں دی۔ اخیر عمر میں بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ۸۰ سال عمر پا کر

ہانی۔(اسد الغابہ ج ا ص ۲۵)

(۶۵) تمیم داری بن اوس بن خارجہ بن سود بن جزیمہ بن ذراع بن عدی بن دار بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم بن عدی بن عمر بن سبا کنیت ابو رقیہ ہے۔شام کے باشندے تھے۔۹ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفاف کے بیت جبرون کا ایک حصہ آپ کو دیا تھا اور اس کی سند بھی لکھ دی تھی۔لیکن دیار حبیب چھوڑنا گوارا نہ کیا۔شہادت عثمان کے بعد بادل ناخواستہ اپنے وطن چلے گئے۔آپ جب شام سے مدینہ آئے تو اپنے ساتھ کچھ قندیلیں اور تھوڑا سا تیل بھی لے آئے، مدینہ پہنچ کر قندیلوں میں تیل ڈال کر مسجد نبوی میں لٹکا دیں، جب شام ہوئی تو انہیں جلا دیا، اس سے قبل مسجد میں روشنی نہیں ہوتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد میں روشنی کس نے کی ہے؟ تو صحابہ کرام نے حضرت تمیم کا نام بتایا، آپ بے حد خوش ہوئے، ان کو دعائیں دیں اور فرمایا، اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو میں تمیم سے اس کا نکاح کر دیتا۔مدینہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور آخری عمر تک زاہدانہ و درویشانہ زندگی بسر کی۔۴۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور بیت جبرون میں دفن ہوئے۔اسلام سے قبل آپ کا شمار علمائے نصاریٰ میں تھا۔ قبول اسلام کے بعد علمی ذوق قرآن کی طرف منتقل ہو گیا، قتادہ کا قول ہے، آپ کا شمار انجیل و قرآن کے علماء میں تھا۔(تہذیب التہذیب ج ا ص ۵۱۲)

(۶۶) ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج۔ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔سرکار جب مدینہ تشریف لائے، اہل مدینہ نے پرتپاک خیر مقدم کیا، اس موقع پر ثابت نے خطبہ دیا، جس کا ایک فقرہ یہ ہے:

نمنعک مما نمنع انفسنا و اولادنا فمالنا

سرکار نے فرمایا "الجنۃ" لوگوں نے عرض کیا، ہم راضی ہوئے۔

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو ان کے خطیب عطارد بن حاجب نے بنو تمیم کے فضائل بیان کیے، سرکار نے جواب میں ثابت بن قیس کو کھڑا کیا، آپ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا، کہ اقرع بن حاجب بول اٹھے، کہ اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے، حضرت ثابت بڑے فصیح اللسان خطیب تھے، بارگاہ رسالت کا حد درجہ احترام کرتے، سرکار نے انہیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت سے نوازا، ایک بار بیمار پڑے، تو حضور عیادت کے لیے تشریف لائے اور یہ دعا فرمائی۔ اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس ۔(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲)

(۶۷) ثابت بن ضحاک: آپ کا تعلق قبیلہ اشہل سے ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل۔بعثت نبوی کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔غزوہ حمراء الاسد میں شریک تھے۔خندق میں حضور کے ساتھ سوار تھے۔عہد نبوی کے بعد ملک شام میں مقیم ہوئے، پھر وہاں سے بصرہ چلے آئے، بعض لوگوں نے سال وفات ۶۴ھ بتایا ہے۔آپ سے ۱۴ حدیثیں مروی ہیں۔

(۶۸) ثعلبہ بن غنمہ۔ بحر زخار کے مخطوطہ میں کاتب نے ثعلبہ کے والد کا نام غنمہ کے بجائے غنم لکھ دیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک تھے۔ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی نے انہیں شہید کیا تھا۔عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آیت کریمہ "یسئلونک عن الاھلۃ" معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنمہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔یہ دونوں انصاری تھے، انہوں نے کہا تھا، یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ چاند جب نیا نکلتا ہے تو باریک نکلتا ہے، پھر بڑھتے بڑھتے بڑا ہو جاتا ہے اور یوں گول ہو جاتا ہے، پھر گھٹنے لگتا ہے، یہاں تک کہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔(اسد الغابہ ج ا ص ۲۵۴)

(۶۹) ثوبان حکمی: آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور والد کا نام بجدد ہے۔یمن کے قبیلہ حمیر سے آپ کا تعلق ہے۔گرفتار کر لیے گئے تھے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مول لیا اور انہیں آزاد کر دیا، اور ان سے فرمایا، اگر تم چاہو تو اپنے خاندان کے لوگوں سے جا کے مل جاؤ، اگر چاہو تو ہمارے اہل بیت میں سے ہو جاؤ، چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولاء پر قائم رہے۔فتح مصر میں آپ شریک تھے۔سرکار سے مختلف حدیثیں روایت کیں۔(اسد الغابہ ج ا ص ۲۵۷)

(۷۰) ثابت بن ہزال: آپ کا تعلق قبیلہ بنی عمر بن عوف بن خزرج سے ہے، جنگ بدر میں شریک تھے، یہ بیان زہری کا ہے اور ابو عمر کے مطابق آپ بدر اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔(اسد الغابہ ج ا ص ۲۳۸)

(۷۱) جعفر طیار: آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا، جب مسلمانوں کی تعداد اکتیس، بتیس تھی۔مشرکین قریش کی ستم رانیوں سے تنگ آ کر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبشہ کو ہجرت کی تو حضرت جعفر بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔لیکن قریش نے یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔اہل مکہ نے گراں قدر تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا، اس وفد نے پادریوں کو پہلے اپنا ہمنوا بنایا، پھر نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر درخواست کی، کہ ہماری قوم کے چند نا سمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے قلمرو حکومت میں آ گئے ہیں، انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے، جس کو پہلے کوئی نہیں جانتا تھا، ہم کو ان کے بزرگوں اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں۔درباریوں نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی۔نجاشی نے مسلمانوں سے بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا نیا مذہب

ہے، جس کے لیے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟

مسلمانوں نے نجاشی سے گفتگو کے لیے اپنی طرف سے حضرت جعفر کو منتخب کیا۔ انہوں نے اس طرح تقریر کی: "بادشاہ سلامت ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ستاتے تھے، طاقتور کمزوروں کو کھا جاتا تھا، غرض ہم اسی بدبختی میں تھے، کہ خدا نے ہماری جماعت سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا، ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی۔ راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، بے وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، بت پرستی چھوڑ دیں، ایک خدا پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے، ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی، اس نے طرح طرح سے ظلم و تشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا، یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے"۔

نجاشی نے کہا: تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ، حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتیں تلاوت کیں، تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی، اس نے قسم کھا کر کہا، خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں اور قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا، واللہ! میں ان کو کبھی واپس جانے نہ دوں گا۔

سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار میں باریاب ہو کر عرض کی، حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق ان لوگوں کا کیا خیال ہے؟ نجاشی نے جواب دینے کے لیے مسلمانوں کو بلایا، ان لوگوں کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب دیں، حضرت جعفر نے کہا، کچھ بھی ہو، خدا اور رسول نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے منحرف نہیں کریں گے، غرض دربار میں پہنچے، نجاشی نے پوچھا: "حضرت عیسیٰ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟" حضرت جعفر نے کہا: "ہم ان کو خدا کا بندہ، پیغمبر اور اس کی روح، نتے ہیں" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا "واللہ! جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ بن مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں" یہ سن کر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے، نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، لیکن نجاشی نے کچھ پروا نہ کی اور قریش کی سفارت ناکام واپس لوٹی۔

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوہ موتہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کیا، حضرت زید بن حارثہ کو علم دے کر فرمایا، اگر یہ شہید ہو جائیں، تو جعفر اور اگر جعفر بھی شہید ہوں، تو عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔ یہ بھی شہید ہو جائیں تو خالد امیر لشکر ہوں گے، چنانچہ معرکہ کارزار میں جب زید بن حارثہ شہید ہوئے تو حضرت جعفر نے علم سنبھالا اور بہادری کے ساتھ جنگ کی۔ پورا جسم زخمی ہوگیا اور دونوں ہاتھ بھی کٹ گئے، جام شہادت نوش کیا۔

حضرت جعفر بڑے سخی، کشادہ دست تھے، محتاجوں کو کھلانے میں ان کو بہت زیادہ لطف آتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ابو المساکین کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جعفر تم میری صورت اور سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔ (بخاری شریف)

(۷۲) جابر بن عبداللہ۔ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، عقبہ اولیٰ میں اسلام قبول کیا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۶۵)

(۷۳) جریر بن عبداللہ: یمن کا بت خانہ ڈھانے کی خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سپرد کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب عراق پر فوج کشی ہوئی تھی تو حضرت عمر نے قبیلہ بجیلہ کا سردار آپ ہی کو بنایا تھا، جنگ یرموک میں بھی جریر نے کارہائے نمایاں انجام دیے، یرموک کے بعد کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا، اس کے بعد عمرو بن مالک نے جلولہ کی مہم سر کی اور جریر کو چار ہزار مسلح فوج کے ساتھ جلولہ کی حفاظت پر متعین کر دیا، حضرت عثمان کے زمانے میں ہمدان کے گورنر رہے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علی کی بیعت کر لی، مگر جنگ صفین میں کوئی حصہ نہ لیا۔ آپ سے ۱۰۰ احدیثیں مروی ہیں۔

(۷۴) جابر عبداللہ آپ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ والد مدینہ کے رئیس تھے۔ عقبہ ثانیہ میں جابر اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے والد بنو حرام کے نقیب مقرر ہوئے۔

(۷۵) جبجاہ بن سعید: اکثر لوگوں نے والد کا نام قیس لکھا ہے۔ آپ اہل مدینہ میں سے ہیں۔ بیعت رضوان اور غزوہ مریسیع میں شریک تھے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۳۲)

(۷۶) جابر بن صخر بن امیہ بن خنسہ بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن مسلمہ۔ آپ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ بدر میں شریک نہیں ہوئے، احد میں شریک ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۶۳)

(۷۷) جعفر بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب ۔ آپ کے والد کا نام مغیرہ ہے، مگر وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ والدہ کا نام جمانہ بنت ابی طالب بن عبدالمطلب ہے۔ واقدی کے بقول آپ حضرت معاویہ کے زمانے تک باقی رہے اور ان کی خلافت کے درمیانی زمانے میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۰۲)

(۷۸) جابر بن سمرہ العامری :۔ ان کی کنیت ابو خالد اور ابو عبداللہ بیان کی گئی ہے۔ یہ بنی زہرہ کے حلیف ہیں۔ ان کی والدہ خالدہ بنت ابی وقاص ہیں۔ کوفہ میں رہتے تھے، وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ بشر بن مروان جب حاکم کوفہ تھا، اس وقت انہوں نے وفات پائی۔ ان کے جنازے کی نماز عمرو بن حریث مخزومی نے پڑھائی اور بعض لوگوں کے بقول ۶۶ھ مختار کے زمانے میں انہوں نے وفات پائی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۶۳)

(۷۹) جنادہ بن امیہ ازدی ۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ مصر میں مقیم تھے اور ان کی اولاد کوفہ میں تھی۔ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں چند لوگوں کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں پہنچا، حضور نے جمعہ کے دن ان کے سامنے کھانا رکھوایا اور فرمایا کہ کھاؤ، ہم لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ روزہ دار ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا، اس کے بعد راوی نے حدیث بیان کی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۱۹)

(۸۰) جنادہ لوسی ان کا نام کبیر ہے۔ ابو عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ جنادہ نے کچھ لوگوں کی امامت کی، جب یہ نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو اپنی داہنی جانب مڑ کر دیکھا اور پوچھا کہ تم لوگ میری امامت پر راضی ہو، ان لوگوں نے کہا، ہاں! اسی طرح بائیں جانب کے لوگوں سے بھی سوال کیا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو شخص کسی قوم کا امام بنے اور لوگ اس کی امامت سے ناخوش ہوں تو اس کی نماز اس کی گردن سے نیچے نہ اترے گی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۱۸)

(۸۱) حضرت حمزہ عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ جس زمانے میں حضور اور مٹھی بھر مسلمان دار ارقم میں تھے۔ ایک دن حضرت حمزہ جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، شکار سے واپس لوٹے، تو ایک باندی نے بتایا کہ تمہارے بھتیجے محمد خانہ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل نے آپ کو گالیاں دیں اور بہت ستایا۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ رگ حمیت جوش میں آئی، خانہ کعبہ میں گئے، اور ابوجہل کے سر پر کمان دے ماری، جس سے وہ زخمی ہو گیا، بنو مخزوم کے لوگ اس کی حمایت کو دوڑے اور کہا، حمزہ! شاید تم بھی بددین ہو گئے ہو، فرمایا، جب محمد کی حقانیت مجھ پر عیاں ہو گئی ہے، تو کون سی چیز ایمان لانے سے روک سکتی ہے؟ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں، سب حق ہے۔ اب میں اس سے پھر نہیں سکتا۔ تم سچے ہو تو روک کر دیکھو! ابوجہل نے کہا، ابو عمارہ کو چھوڑ دو! حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو تقویت ملی اور مشرکین کی ایذا رسانی کا کچھ سدباب ہو گیا۔

بعثت کے تیرہویں سال ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، سب سے پہلے پرچم اسلام انہیں کو دیا گیا، غزوہ ابوا اور غزوہ عشیرہ میں بھی پرچم اسلام آپ کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ بدر ۲ھ میں صف آرائی کے بعد مشرکین کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید باہر نکلے، انہوں نے مبارز طلب کیا، سرکار نے حمزہ، علی اور عبیدہ کو مقابلہ میں بھیجا۔ حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کر ڈالا۔ حضرت علی نے شیبہ کو لیکن ولید نے عبیدہ کو زخمی کر دیا، یہ حال دیکھ کر علی اور حمزہ آگے بڑھے اور ولید کا کام تمام کر دیا۔ غزوہ بنو قینقاع میں بھی آپ علم بردار تھے۔ غزوہ احد ۳ھ میں جب دونوں طرف سے صفیں آراستہ ہوئیں، کفار کی طرف سے سباع نے مبارز طلب کیا، حضرت حمزہ آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اسے واصل جہنم کر دیا۔ جب گھمسان کا رن پڑا، حضرت حمزہ مشرکین کی صفوں میں گھس گئے اور بڑی بے جگری کے ساتھ کفار کو قتل کرنے لگے۔ غزوہ بدر میں آپ نے صنادید قریش کو قتل کیا تھا، اس لیے جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام کے لیے وحشی کو آزادی کا لالچ دے کر حضرت حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا، وہ احد میں چٹان کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا، جب حضرت حمزہ ادھر سے گزرے، تو وحشی نے نیزہ پھینک کر مارا، جس کے صدمے سے آپ شہید ہو گئے۔ ہندہ بنت عتبہ نے آپ کے کان ناک کاٹ کر زیور بنائے اور کلیجے کو چبایا، حضور کو آپ کی شہادت کا حد درجہ ملال ہوا۔

(۸۲) حارث بن ہشام: آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ والدہ کا نام ام جلاس اسماء بنت مخرمہ۔ ابوجہل کے حقیقی بھائی ہیں۔ مکہ کے بڑے مخیر اور فیاض آدمی تھے۔ صدہا غریبوں کی روزی ان کی ذات سے چلتی تھی۔ حضور کو ان کے اسلام کی بڑی خواہش تھی، ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا تو فرمایا، کاش خدا ان کو اسلام کی ہدایت دیتا، بدر و احد میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ حنین کے بعد مکہ لوٹ گئے۔ سرکار کی وفات تک مدینہ ہی میں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے جب شام پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو تمام بڑے بڑے سرداروں کو اس میں شرکت کی دعوت دی، حارث کو بھی ایک خط لکھا، آپ جانے کے لیے فوراً آمادہ ہو گئے، چوں کہ آپ کی ذات سیکڑوں غریبوں کے لیے سہارا تھی، اس لیے مکہ ماتم کدہ بن گیا، آپ نے لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، لوگو! میں تم سے اس لیے نہیں جدا ہو رہا ہوں کہ مجھ کو تمہارے بجائے ذاتی منافع مقصود ہیں یا تمہارے شہر کے مقابلہ میں دوسرا شہر پسند ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس میں قریش کے بہت سے ایسے اشخاص شریک ہو چکے ہیں جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے، اگر ہم نے اس زریں موقع کو چھوڑ دیا تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہو جائیں اور سب کو خدا کی راہ میں خیرات کر دیں، تب بھی اس کے ایک دن کے برابر اجر نہیں پا سکتے۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم از کم آخرت کے اجر میں تو شریک ہو جائیں۔

(۸۳) خزیمہ بن ثابت: کنیت ابو عمارہ، لقب ذوالشہادتین ہے۔ والدہ کا نام کبشہ بنت اوس ہے۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، عمیر بن عدی کو ساتھ لے

کی تعداد ۱۳۸ ہے۔ آپ کی مرویت حضرت علی کے ساتھ تھے جنگ جمل میں ہاتھ میں تھا۔ آپ کے موقع پر بنی خثعم کا علم فتح مکہ کے بت توڑے۔ کر اپنے قبیلے کے
صاحب بحر زخار نے نام میں غلطی کی ہے، "خزیمہ" کے بجائے "خزیمہ" لکھا ہے۔ یہ سہو کاتب نہیں، بلکہ مدون یا مولف کی غلطی ہے، کیوں کہ ان کے ترجمے کا

اندراج "حرف الخاء" کے ذیل میں کیا گیا ہے۔ حمزہ بن عمرو بن عویمر حارث اعرج بن سعد بن رزاح بن عدی بن سہل بن مازن بن حارث بن
(۸۴) حمزہ بن عمرو: کنیت ابو صالح، سلسلہ نسب یہ ہے:
سلامان بن اسلم بن افصی بن حارثہ اسلمی۔ فتح مکہ یا اس کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔ عہد فاروقی میں
شام کی فوج کشی میں شریک ہوئے، چنانچہ، جنادین کی فتح کا مژدہ بھی لائے تھے۔ آپ سے ۹ احدیثیں مروی ہیں۔ ۶۱ھ میں، ۷۱ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔
(۸۵) حکیم بن حزام۔ آپ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت و زمانہ اسلام دونوں میں قریش کے اشراف اور ذی وجاہت لوگوں میں سے تھے۔ پہلے
مولفۃ القلوب میں تھے۔ جنگ حنین کے موقع پر حضور نے انہیں سو اونٹ عنایت فرمائے تھے۔ دار الندوہ انہیں کے قبضہ میں تھا۔ انہوں نے اس کو حضرت امیر معاویہ کے
ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا تھا اور یہ پوری قیمت خیرات کر دی۔ آپ بڑے سخی اور فیاض تھے۔ حج کے موقع پر جب عرفہ میں وقوف کیا، تو سو غلام کو آزاد کیا اور ایک ہزار
بکریاں خیرات کیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۹۷)
(۸۶) حسان بن ثابت۔ آپ بنی خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا نام فریعہ بنت خالد ہے۔ حسان کے دادا منذر اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت حسان
کے والد ثابت، دادا منذر اور پردادا حرام بن عمرو ان چاروں نے ایک سو بیس بیس سال عمر پائی۔ عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں۔
حسان بوقت ہجرت ۶۰ سال کے تھے۔ بڑھاپے میں اسلام قبول کیا۔ اپنی شاعری کے ذریعہ دشمنان رسول کا دفاع کیا کرتے تھے۔
(۸۷) حارث بن نوفل۔ آپ کے والد نوفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھتیجے تھے۔ اس رشتے سے حارث آپ کے پوتے ہوئے، غزوہ خندق سے پہلے
حارث اپنے باپ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے۔ سرکار نے حارث کو جدہ کی امارت تفویض کی تھی، اس لیے وہ جنگ حنین میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ بصرہ میں گھر بنا کر
مقیم ہو گئے تھے۔ ۷۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ بحر زخار میں نام "حرث" لکھا ہے، جو سہو کاتب ہے۔ صحیح نام "حارث" ہے۔
(۸۸) حارث بن سراقہ۔ آپ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتے ہیں، ماں کا نام ربیع بنت نضر ہے۔ آپ نے اپنی والدہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔
غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ جس روز کوچ کا حکم ہوا، سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، سرکار نے انہیں ناظر و نگراں بنا کر ساتھ لیا، ایک حوض پر پانی پی رہے
تھے، کہ حبان بن عرقہ نے تیر مارا اور آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ انصاریوں میں سب سے پہلے شہادت کی سعادت آپ کے حصے میں آئی۔ بدر سے واپسی کے وقت
حارثہ کی ماں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا، کہ حارثہ سے مجھ کو جس قدر محبت ہے، آپ کو معلوم ہے، اگر وہ جنت میں گئے ہوں، تو میں صبر کروں گی، ورنہ آپ دیکھیں
گے، کہ میں کیا کرتی ہوں۔ ارشاد ہوا، کیا کہہ رہی ہو، جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۷)
(۸۹) حجر بن عدی۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: حجر بن عدی بن حارث بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ اکبر بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ
کندی۔ ۹ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ ایران کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوتے۔ قادسیہ اور اس کے بعد مدائن میں بھی شریک ہوئے۔ حجر، امیر معاویہ کے سخت مخالف تھے۔
جب امیر معاویہ نے زیاد کو عراق کا والی بنایا تو زیاد کی بد اخلاقی کی وجہ سے اس میں اور حجر میں مخالفت شروع ہو گئی۔ ایک دن زیاد کو کوفہ کی جامع مسجد میں علی رؤس الاشہاد
آپ نے اس کی غلطی پر تنبیہ کی۔ زیاد نے بڑی حاشیہ آرائی کے ساتھ بڑھا چڑھا کر ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ چنانچہ امیر معاویہ نے ان کو بلا بھیجا۔ حجر اور دوسرے گیارہ آدمی
پابجولاں شام روانہ کیے گئے۔ امیر معاویہ نے ان میں سے چھ آدمیوں کو رہا کر دیا، اور چھ کو جس میں حجر بھی تھے قتل کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۵۱ھ میں پیش آیا۔ بوقت شہادت آپ نے
وصیت کی تھی، کہ میری بیڑیاں نہ اتارنا اور خون نہ دھونا، میں اسی حالت میں پل صراط پر معاویہ سے ملوں گا۔ آپ کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا، چنانچہ جب حضرت عائشہ کو ان کی
گرفتاری کی خبر ملی تو عبد الرحمن بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا، کہ وہ حجر اور ان کے رفقا کے معاملے میں خدا کا خوف کریں، لیکن یہ اس وقت پہنچے، جب حجر قتل ہو چکے تھے۔
عبد الرحمن نے معاویہ سے کہا، کہ ابو سفیان تو حجر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت بردباری کرتے تھے، یہ بات تم میں کیوں نہ ہوئی؟ حضرت امیر معاویہ نے کہا، اس وقت
میری قوم میں تمہاری طرح نیک مشورہ دینے والے لوگ نہ تھے۔ عبد الرحمن نے کہا، خدا کی قسم اب اہل عرب تم کو حلیم نہیں سمجھیں گے، تم نے ایسے لوگوں کو قتل کر دیا، جو مسلمان
تھے اور تمہارے پاس قید کر کے بھیجے گئے تھے۔ حضرت معاویہ نے کہا، میں کیا کرتا، زیاد نے مجھے ان کے سخت حالات لکھ بھیجے تھے۔ (استیعاب ج ۱ ص ۱۳۸)
(۹۰) حذیفہ بن اسید بن خالد بن اغوز بن واقعہ بن حرام بن غفار بن ملیل۔ کوفہ میں رہتے تھے، وہیں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت زید بن ارقم نے چار
تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۳۰)
(۹۱) حذیفہ بن حسیل (یمان) بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن جروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ آپ کی کنیت

ابوعبداللہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ حضور نے ان کو ہجرت اور نصرت کے درمیان اختیار دیا تو انہوں نے نصرت کو اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کے علاوہ کسی اور کو منافقین کے حالات سے آگاہ نہیں فرمایا۔ حضرت عمر نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا، کیا میرے عمال میں کوئی منافق ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا ہاں! ایک ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا، میں یہ نہ بتاؤں گا۔ حضرت حذیفہ کہتے تھے کہ حضرت عمر نے اس منافق کو معزول کر دیا، گویا ان کو کسی نے بتا دیا۔ حضرت عمر کی عادت تھی، کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو حذیفہ سے پوچھتے تھے، اگر وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے تو حضرت عمر اس کے جنازہ کی نماز پڑھاتے اور اگر حضرت حذیفہ شریک نہ ہوتے تو خود بھی نہ جاتے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۳۲)

حضرت عثمان کے زمانہ میں جمع قرآن کی تحریک حضرت حذیفہ ہی نے کی۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپ آذربائیجان اور آرمینیا کے محاذ جنگ پر تھے، لشکر میں عراق اور شام کے مسلم مجاہدین تھے۔ شامیوں کی ایک جماعت حضرت مقداد بن اسود اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کی قرأت پر قرآن پڑھتی تھی اور عراقیوں کی ایک جماعت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی قرأت پر قرآن پڑھتی تھی۔ معاملہ یہ تھا، کہ یہ دونوں گروہ اپنی قرأت کو دوسرے کی قرأت پر فضیلت دیتے، یہ معاملہ مبالغہ کی حد تک پہنچ گیا، جس کی وجہ سے ان کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا، جو فتنہ اور شورش کی حدوں کو چھونے لگا۔ حضرت حذیفہ نے شدید اختلاف کی نوعیت دیکھی تو مدینہ پہنچے، حضرت عثمان سے عرض کیا، اے امیر المومنین اس امت کی خبر لیجیے قبل اس کے کہ وہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کرنے لگیں، جس طرح یہود ونصاریٰ نے اختلاف کیا تھا۔ حضرت عثمان نے مشورہ قبول کیا اور لوگوں کو قرأت قریش پر متفق کرنے کے لیے صحابہ سے رائے لی، انہوں نے تائید کی تو مصحف صدیقی کو جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا، منگا کر ایک ہی صحیفے میں قرآن کریم کی تمام سورتوں کو قریش کی قرأت پر نقل کرنے کا انتظام کیا۔

(۹۲) حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ ابو عامر قبیلہ اوس کا بااثر اور معزز شخص تھا۔ بعثت نبوی کا قائل تھا، اسی مذہبی جذبے نے راہب بنا دیا۔ چنانچہ ٹاٹ پہن کر گوشہ عزلت اختیار کیا، لیکن ہجرت کے بعد سرکار نے جب خلافت الٰہیہ کی مدینہ میں بنیاد رکھی تو ابو عامر اور عبداللہ بن ابی کی سیادت میں رخنہ پڑا۔ ابن ابی نے تو منافقانہ طرز اختیار کیا۔ ابو عامر مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ غزوہ احد میں قریش مکہ نے جب حملہ کیا، تو ابو عامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا، سرکار نے اس کے لیے فاسق کا لقب تجویز کیا، جس سے تاریخ اسلام میں وہ اب تک مشہور ہے۔ فتح مکہ ۸ھ میں وہ روم چلا گیا اور ہرقل کے دامن میں پناہ لی اور ۹ھ میں میں وہیں مرگیا۔ ابو عامر کی اسلام دشمنی کی یہ حالت تھی اور اس کے بیٹے حضرت حنظلہ کے جوش ایمانی کا یہ عالم تھا، کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کر دوں، لیکن حضور نے منظور نہ کیا۔ احد ۳ھ میں شریک ہوئے، جو آپ کا پہلا اور آخری غزوہ تھا۔ بوقت شہادت جنابت کی حالت تھی، اس لیے آپ کی مبارک لاش کو فرشتوں نے غسل دیا جس کی وجہ سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ ہوا۔

(۹۳) حکم بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہجرت کر کے آئے، حضور نے ان سے پوچھا، کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حکم! سرکار نے فرمایا نہیں! تمہارا نام عبداللہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں عبداللہ ہوں۔ آپ کی شہادت باختلاف روایت جنگ بدر، موتہ یا یمامہ میں ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۸۶)

(۹۴) حویطب بن عبد العزیٰ: ظہور اسلام کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ صلح حدیبیہ کی کارروائی میں شروع سے آخر تک شریک رہے۔ قبول اسلام کے بعد حنین اور طائف کے غزوات میں سرکار کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انساب عرب کی تجدید کے لیے جو جماعت مقرر کی تھی، اس کے ایک رکن حویطب بھی تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے دن حرم رسول میں قیامت برپا تھی، مدینہ باغیوں کے قبضہ میں تھا، مظلوم خلیفہ کی لاش بے گور وکفن پڑی تھی، باغیوں کے خوف سے کسی کو دفن کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی، دوسرے دن چند مسلمانوں نے جان پر کھیل کر لاش دفن کی، ان دلیروں میں حویطب بھی تھے۔ حویطب انتہائی نڈر اور بے باک تھے، حقیقت میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، مدینہ کے گورنر مروان نے آپ سے طنز کرتے ہوئے پوچھا، کہ تم نے اسلام قبول کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ تو آپ نے جواب دیا، میں نے بارہا ارادہ کیا، مگر تمہارے باپ نے ہر مرتبہ مجھے غیرت دلا کر روکا، یہ سن کر مروان چپ ہو گیا اور شرمندہ ہوا۔ حویطب نے اسی جواب پر بس نہ کیا، بلکہ فرمایا، تمہیں بتاؤں کہ تمہارے باپ نے عثمان پر اسلام کے جرم میں کیا کیا سختیاں کیں، اس اظہار حقیقت پر مروان بہت شرمسار ہوا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۴۹۲)

(۹۵) خالد بن ولید: ماں کا نام لبابہ تھا، جو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی رشتہ میں بہن تھیں۔ آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آرہا تھا۔ فوج کی سپہ سالاری اور فوجی انتظام کی ذمہ داری انہیں کے خاندان میں تھی۔ ظہور اسلام کے وقت خالد اپنے موروثی عہدے پر فائز تھے۔ غزوہ احد میں آپ ہی کی فوجی حکمت عملی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ جب اسلام قبول کیا تو مدینہ ہی میں مقیم ہو گئے اور اسلام کی حمایت ونصرت کے لیے اپنی شجاعت وقف کر دی۔ سب سے پہلے غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور پے در پے تین سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد علم ہاتھ میں لیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کے نرغے

سے اسلامی فوج کو نکال لیا۔ اس جنگ میں آپ کے ہاتھوں سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں، جس کی بنا پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "سیف اللہ" کے لقب سے سرفراز
فرمایا۔ اس کے بعد فتح مکہ، غزوہ حنین، طائف، تبوک، سریہ ہو خزیمہ، سریہ نجران، سریہ یمن، میں امیر لشکر رہے۔ عہد صدیقی میں مرتدین کی سرکوبی کی۔ جھوٹے مدعیان
نبوت طلیحہ، مسیلمہ کذاب کے بالمقابل داد شجاعت دی اور ان فتنوں کا خاتمہ کیا۔ طبری لکھتے ہیں:

ان الفتوح فی اهل الردة كلها كانت لخالد بن وليد و غيره۔

یعنی ارتداد میں جتنی فتوحات ہوئیں، وہ خالد بن ولید وغیرہ کا کارنامہ ہے۔
فتوحات عراق میں مثنی بن حارثہ کے بعد تمام جنگوں میں علم قیادت آپ کے ہاتھ میں رہا۔ جنگ حزار، جنگ کسکر، جنگ لیس، امغیشیا، صلح حیرہ، انبار، عین
التمر، جنگ حصید وخنافس، جنگ مثنی، دبشر، جنگ فراز میں کامیابیاں آپ ہی کی رہین شجاعت ہیں۔ شام پر جب اجتماعی فوج کشی کی گئی تو پرچم قیادت آپ ہی کے ہاتھوں
میں تھا۔ بصری، جنادین، دمشق، فحل، حمص، یرموک، حاضر، قنسرین، بیت المقدس کی لڑائیاں آپ ہی کی قیادت میں لڑی گئیں۔ ۱۷ھ میں حضرت عمر نے آپ کو سپہ
سالاری سے معزول کر دیا۔ پھر بھی آپ شام کے معرکوں میں ابو عبیدہ بن الجراح کے زیر قیادت فوج میں داد شجاعت دیتے رہے۔ معزولی کے بعد حضرت عمر نے حران،
آمد اور موتہ کا گورنر مقرر کیا۔ صحیح قول کے مطابق ۲۲ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور متعلقات سے انہیں عشق تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک آپ کے پاس تھا، جسے حصول برکت کے لیے ٹوپی
میں سل لیا تھا۔ یرموک کی جنگ میں ٹوپی گر گئی، تو جان کی پرواہ کیے بغیر گھوڑے سے کود پڑے اور ٹوپی تلاش کی، انہیں جان دینا گوارا تھا، مگر موئے مبارک کو پامال ہونا ایک
لمحے کے لیے گوارا نہ تھا۔ آپ نے اشاعت اسلام کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بہادری کی مدح کیا کرتے تھے۔

(۹۶) خفاف بن ندبہ، آپ مشہور شاعر تھے۔ فتح مکہ میں حضور کے ہمراہ تھے اور بنی سلیم کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ حنین اور طائف میں بھی شریک
تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۱)

(۹۷) خباب بن ارت ام انمار بنت سباع خزاعیہ کے غلام تھے (جس نے بعد میں آزاد کر دیا تھا) جو بنو زہرہ کی حلیف تھی، اس طرح خباب تمیمی النسب
خزاعی الولاء اور زہری الحلف ہیں۔ حضرت عمر نے ایک بار حضرت خباب سے مصائب کی کیفیت پوچھی، جو انہیں مشرکین سے پہنچی تھیں۔ خباب نے کہا، اے امیر
المومنین! میری پیٹھ دیکھیے! حضرت عمر نے پیٹھ دیکھی، تو کہا، میں نے ایسی پیٹھ کسی کی نہ دیکھی۔ خباب نے کہا، کہ آگ روشن کی جاتی تھی اور اس میں لٹا دیا جاتا تھا، یہ آگ
میری پیٹھ کی چربی سے بجھ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضور نے تمیم بن جبر کے ساتھ رشتہ اخوت قائم فرمایا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۶)
آپ ایک مرتبہ جہاد کے لیے نکلے، تو ایسے مقام پر پہنچے، جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا، جب یہ اور ان کے ساتھی پیاس سے تڑپنے لگے، تو آپ نے ایک ساتھی
کی اونٹنی کو بٹھایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن کو ہاتھ لگایا، تو اس کا تھن دودھ سے لبریز ہو گیا۔ تمام ساتھیوں نے جسے شکم سیر ہو کر پیا۔
صاحب بحر زخار نے لکھا "مادرش ادرا از خراع خرید و آزاد ساخت" حالاں کہ ان کی مالکہ ام انمار ہی نے ان کو آزاد کیا۔

(۹۸) جبیر بن نعمان، قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے، حضور نے مدینہ لوٹا دیا، مجاہدین کے
ساتھ غنیمت میں حصہ لگایا۔ احد اور باقی غزوات میں شرکت کی۔ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک تھے۔ وفات کے وقت ۷۰ سال عمر تھی۔ امام بخاری نے ان کا یہ
حکیمانہ مقولہ نقل کیا ہے:

نوم اول النهار خرق واوسطه خلق وآخره حمق

دن کے پہلے حصے میں سونا بدتمیزی، درمیانی حصہ میں مناسب اور آخری حصہ میں بے وقوفی ہے آپ بہت بہادر تھے، حضور نے انہیں اپنا
سوار بنایا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۵)

(۹۹) دحیہ کلبی دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امرء القیس بن خزرج بن عامر بن بکر بن عامر اکبر بن بکر بن عوف بن الازرہ بن زید لات بن رفیدہ
بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔ صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قاصد بنا کر قیصر کے پاس بھیجا، قیصر ان کے اوپر ایمان لائے، مگر وہاں کے علماء نے
انکار کیا۔ دحیہ نے یہ سب حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ اس کی سلطنت کو قائم رکھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰۶)

(۱۰۰) عمیر بن عبد عمر بن نضلہ بن عمرو بن غبشان بن سلیم بن مالک بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر (اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۴۰)
صاحب بحر زخار نے آپ کو ذوالیدین بھی لکھا ہے، جب کہ ذوالیدین دوسرے صحابی ہیں جن کا نام خرباق ہے۔ جو خیبر کے سال مشرف باسلام ہوئے۔

(۱۰۱) عبداللہ ذوالبجادین، سلسلہ نسب، عبداللہ بن عبد نہم بن عفیف بن سحیم بن عدی بن ثعلبہ بن سعد بن عدی بن عثمان بن عمرو۔ صغر سنی میں یتیم ہو گئے، چچا نے

کفالت کا ذمہ لیا اور پوری فراخ دلی سے بھتیجے پر مال خرچ کرنے لگے۔ آپ کے دل میں قبول حق کا جذبہ بیدار ہوا، اسلام قبول کر لیا، جب چچا کو معلوم ہوا تو سخت برہمی کا اظہار کیا اور جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا، یہاں تک کہ جسم کے کپڑے اتروا لیے، اسی حال میں ماں کے پاس پہنچے، انھوں نے ایک چادر کو دو ٹکڑے کر کے لخت جگر کو دیا۔ آپ نے ایک کا تہ بند بنایا اور دوسرا اوڑھ لیا۔ نماز فجر کے وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، نماز سے فراغت کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا، تم کون ہو؟ آپ نے عرض کی، عبدالعزیٰ! فرمایا تم عبداللہ ذوالبجادین ہو، تم میرے دروازے پر رہا کرو۔ آستانہ نبوی کی دربانی سے بڑھ کر کیا ہو سکتا تھا، چنانچہ عبداللہ باب نبوی پر رہنے لگے اور جب تک زندہ رہے، اس کی دربانی نہ چھوڑی۔ غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ پیغام اجل آ پہنچا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں ابوبکر و عمر کے ساتھ مل کر قبر کھودی اور اپنے دست مبارک سے عبداللہ کی لاش قبر میں اتار کر یہ دعا فرمائی "خدایا! میں اس سے راضی تھا، تو بھی اس سے رضامندی ظاہر فرما"۔ اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "مجھے عبداللہ کی موت پر اتنا رشک آیا کہ دل نے کہا، کاش ان کے بجائے میں مرا ہوتا"۔

(۱۰۲) زرعہ بن عامر بن مازن بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم اسلمی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع زمانے میں رہے۔

صاحب عزز خار نے ان کا ترجمہ حرف الذال کے تحت فرمایا ہے جب کہ ان کا صحیح نام "زرعہ" زاء کے ساتھ ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۱)

(۱۰۳) ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بنی امیہ کے حلیف تھے۔ حارث یہودی نے قلعہ نطاۃ میں جو خیبر کے قلعوں میں ایک قلعہ ہے شہید کر دیا۔ ابن اسحاق کے مطابق آپ قبیلہ بنی اسد کے ان بارہ آدمیوں میں تھے، جو بدر میں شریک تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۵۰)

(۱۰۴) حضور کے مدینہ تشریف لانے کے بعد اسلام لائے، مفلس و نادار تھے، اس لیے اصحاب صفہ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ ملازمت نبوی کے باعث مدینے میں گھر بنالیا تھا۔ ازدواجی زندگی کا خیال ترک کر کے مستقلاً کاشانہ نبوی پر حاضر رہتے، سفر و حضر میں ساتھ رہتے، حضور نے آپ کی گزر اوقات کے لیے تھوڑی سی زمین عطا فرمادی تھی۔ واقعہ حرہ کے بعد ۶۳ھ میں انتقال کیا۔

(۱۰۵) رافع بن خدیج کنیت ابو عبداللہ سلسلہ نسب یہ ہے: رافع بن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود تھا۔ رافع کے آباؤ اجداد بنو حارثہ کے رئیس تھے۔ باپ اور چچا کے بعد آپ کو یہ عزت نصیب ہوئی، اس سرداری پر پوری عمر برقرار رہے۔ سب سے پہلے پندرہ سال کی عمر میں غزوہ احد میں شرکت کی، اس کے بعد دوسرے غزوات میں اور عہد شیخین میں بہت سی جنگوں میں شرکت کی۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ صحبت رسول کی برکت نے آپ کے دامن فضل و کمال کو مالا مال کر دیا۔ کتب حدیث میں آپ سے اٹھہتر حدیثیں منقول ہیں۔ غزوہ احد میں جو تیر لگا تھا، اس کی نوک جو سینے میں رہ گئی تھی، عرصہ دراز کے بعد اس نے سینہ میں زخم پیدا کر دیا، جس کے صدمہ سے وصال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۰۶) رفاعہ بن رافع: والدہ کا نام ام مالک بنت ابوسلول تھا۔ آپ کے والد رافع قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ بیعت عقبہ سے دو سال پیشتر پانچ چھ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ماں بھی مسلمان ہو چکی تھی۔ حضرت رفاعہ نے عقبہ ثانیہ میں اپنے باپ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت رفاعہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ صحیحین میں چند حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے تین میں امام بخاری منفرد ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۷)

(۱۰۷) رفاعہ بن عمرو بن نوفل بن عبداللہ بن سنان۔ آپ بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور احد میں شریک تھے، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

(۱۰۸) رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ قریشی مطلبی۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے حضور سے درخواست کی تھی کہ آپ مجھے کوئی معجزہ دکھایئے تو میں ایمان لاؤں، وہاں قریب ہی ایک درخت تھا، جس کی شاخیں بڑی بڑی تھیں، سرکار نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، کہ اللہ کے حکم سے ادھر آ جا، پس وہ درخت دو حصوں پر منقسم ہو گیا اور اس کا نصف حصہ شاخوں سمیت حضور کے سامنے چلا آیا، رکانہ نے کہا، آپ نے مجھے بڑی بات دکھائی، اب اسے حکم دیجیے کہ وہ لوٹ جائے، نبی نے ان سے عہد لیا کہ اگر وہ میرے حکم سے لوٹ جائے تو اسلام لے آنا، آپ نے اسے حکم دیا، تو وہ اپنے دوسرے حصے سے جا کر مل گیا، مگر یہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے۔ اس کے بعد اسلام لائے اور مدینہ کی سکونت اختیار کی

(۱۰۹) رویفع بن ثابت۔ آپ قبیلہ خزرج کی شاخ نجار سے تعلق رکھتے ہیں۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ وصال نبوی کے بعد مصر میں قیام کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے ۴۶ھ میں طرابلس کا حاکم بنایا، جس کا دارالسلطنت برقہ تھا۔ ۴۷ھ میں حاکم مصر حضرت مسلمہ بن مخلد نے افریقہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا، تو رویفع کو اس مہم پر مامور کیا، انھوں نے بہت سی فتوحات کیں، جربہ کو آپ نے فتح کیا۔ دس سال تک طرابلس کے والی رہے۔ حدیث کی روایت میں بہت محتاط تھے۔ اسوۂ رسول پر عامل تھے۔ جہاد کے دوران جو خطبے دیے، ان میں تمام لوگوں کو کتاب و سنت کی دعوت دیتے، اوامر و نواہی کے امتثال و اجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا۔

(۱۱۰) زید بن حارثہ آپ کی والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا، جو قبیلہ "طے" کی ایک شاخ بنی معن سے تھیں۔ والد حارثہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے، جو یمن کا

ایک معزز قبیلہ تھا۔ آپ کی ماں ایک مرتبہ صغرسنی میں آپ کو میکے لے کر گئیں، اسی اثنا میں بنو قین کے سوار جو غارت گری سے واپس آ رہے تھے، اس نونہال کو خیمے کے سامنے
سے اٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں لائے جسے حکیم بن حزام نے ۴۰۰ درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کی خدمت میں پیش کیا،
جن کی وساطت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ والد حارثہ کو بیٹے کی گمشدگی کا سخت صدمہ ہوا، بے قرار رہنے لگے، جب معلوم ہوا کہ آپ مکہ میں
ہیں، تو اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر مکہ آئے، حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مدعا پیش کیا، کہ میرا بیٹا زید آپ کی غلامی میں ہے، جتنا بھی زر فدیہ مقرر کریں دینے کو تیار ہوں،
آپ اسے آزاد کر دیں۔ سرکار نے فرمایا، بہتر ہے، زید کو بلا کر اختیار دو، اگر وہ تمہیں پسند کرے، تو وہ تمہارا ہے، اگر مجھے ترجیح دے گا تو میں اس پر تم کو ہرگز ترجیح نہیں دوں
گا۔ حضرت زید بلائے گئے، حضور نے حارثہ اور کعب کی طرف اشارہ کر کے پوچھا، کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کی ہاں ایک میرے باپ اور میرے چچا ہیں، آپ نے
ان کے ہاتھ قرعہ انتخاب دے کر فرمایا، میں کون ہوں؟ مجھے بھی تم جانتے ہو؟ اب تمہیں اختیار ہے، چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونوں کو۔ بولے میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں
دوں گا۔ آپ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ زید کی اس وفا شعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محو حیرت کر دیا۔ انہوں نے کہا، افسوس ہے تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔
فرمایا، ہاں، مجھے اس ذات پاک میں ایسے ہی محاسن نظر آئے ہیں کہ میں اس پر کسی کو کبھی بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ حضور اس جواب پر بے حد مسرور ہوئے کہ زید کو خانہ کعبہ میں
مقام حجر اسود کے پاس لے جا کر اعلان فرمایا، کہ زید آج سے میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث ہوں گا، وہ میرا وارث ہوگا۔ اس اعلان سے حارثہ اور کعب کے افسردہ دل مسرور
ہو گئے اور اپنے لخت جگر کو ایک مشفق و معزز ہستی کی آغوش عاطفت میں دے کر واپس لوٹ گئے۔ اعلان نبوت کے بعد غلاموں میں سب سے پہلے زید نے اسلام قبول کیا
۔ جب حضرت حمزہ ایمان لائے، تو حضور نے ان دونوں میں بھائی چارہ کرا دیا۔ جب ہجرت کی تو مدینہ میں حضرت اسید بن حضیر انصاری سے آپ کی مواخات کرائی گئی۔
غزوہ بدر سے لے کر جنگ موتہ تک تمام معرکوں میں داد شجاعت دی، ان جنگوں کے علاوہ متعدد مہمات خاص ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں، اس طرح ۹ بار سپہ سالار
منتخب ہوئے۔ جنگ موتہ میں سرکار نے تین ہزار مجاہدین پر حضرت زید بن حارثہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا، اگر زید شہید ہو جائیں، تو جعفر طیار علم سنبھالیں، وہ شہید ہوں، تو عبداللہ
بن رواحہ، یہ بھی شہید ہو جائیں تو خالد بن ولید سپہ سالاری کریں، جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اسی مہم میں حضرت زید نے شہادت پائی۔

(۱۱) زید بن ثابت، آپ کی کنیت، ابو سعید، ابو خارجہ، ابو عبدالرحمن، مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبر الامۃ تھے۔ قبیلہ بنی خزرج کی شاخ بنی نجار سے نسبی تعلق رکھتے
تھے۔ ولادت ہجرت نبوی سے ۱۲ سال قبل ہوئی۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ والدہ نے کفالت کی۔ ۱۱ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور قرآن یاد کرنا شروع کیا۔ حضور مدینہ
تشریف لائے تو آپ سے قرآنی سورتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، تم یہودیوں کی تحریر سیکھو، چنانچہ ۱۵ دن میں سریانی زبان سیکھ لی۔ غزوہ خندق میں پہلی بار شریک
جہاد ہوئے، غزوہ تبوک میں بھی شریک ہوئے۔ جنگ یمامہ میں بہادرانہ کارنامہ انجام دیا۔ عہد فاروقی میں وہ مدینہ کے قاضی و مفتی اور حضرت عمر کے مشیر تھے۔ حضرت عثمان،
حضرت علی، حضرت امیر معاویہ کے زمانوں میں عہدہ قضا پر فائز رہے۔ ۳۱ھ میں حضرت عثمان نے آپ کو بیت المال کا افسر مقرر کیا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان جب مدینہ
سے باہر جاتے، تو حضرت زید کو مدینہ کی امارت تفویض کر جاتے۔ آپ راسخ فی العلم تھے، قرآن، حدیث، قرأت، فقہ و فرائض کے زبردست عالم تھے۔

قرآن مجید کی آیتیں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہڈی، کھال، کھجور کی چھال پر لکھی جاتیں اور صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت نے اسے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا
تھا۔ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ ہوئی، جس میں ستر حافظ قرآن صحابہ شہید کر ڈالے گئے۔ حضرت عمر کو احساس ہوا، کہ حفاظ صحابہ اس طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن محفوظ نہیں
رہے گا، تو انہوں نے حضرت ابوبکر سے ذکر کیا، تو اولاً وہ تدوین قرآن کے لیے آمادہ نہیں ہوئے، پھر اس امر میں انہیں شرح صدر ہوا، اور حضرت زید بن ثابت انصاری
کو (جنہیں کتابت وحی اور حفظ قرآن کا شرف حاصل تھا) علمائے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ قرآن کی تدوین پر مقرر کیا۔ چنانچہ زید نے قرآنی آیات کے نوشتوں اور حفاظ
کی یادداشتوں کی روشنی میں قرآن حکیم کو جمع کر دیا اور یہ مصحف حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر کے پاس، ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس
رہا۔ عہد عثمانی ۲۵ھ میں آذربیجان اور آرمینیا کے محاذ جنگ پر شامی اور عراقی مجاہدین اسلام میں قرآن مجید کی اختلاف قرأت کا فتنہ اٹھا تو حضرت حذیفہ بن یمان دربار عثمانی میں
حاضر ہوئے، صورت حال سے واقف کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ تمام امت کو تلاوت قرآن میں قریش کی قرأت پر جمع کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمان غنی نے زید بن ثابت
کی سربراہی میں عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی، صحیفہ صدیقی منگایا گیا اور پورے قرآن کو ایک صحیفہ میں
قریش کی قرأت پر جمع کر دیا گیا، جس کی نقلیں (تیار ہوئیں) مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ ایک ایک نسخہ بھیجا گیا اور ایک نسخہ مدینہ میں موجود رہا۔

(۱۲) زید بن ملحان بن خالد بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔ ام سلیم کے بھائی ہیں۔

(۱۳) زبرقان بن بدر بن امرء القیس یہ بنو تمیم سے تھے، اپنے قبیلے کے سردار اور شاہی خاندان کے رکن تھے۔ اسلام کے بعد بھی اس اعزاز پر
برقرار رہے۔ ۹ھ میں بنو تمیم کے شاہی وفد میں شاہانہ کر و فر کے ساتھ مدینہ آئے تعلی اور تفاخر کے لیے اپنی پسند کے شعرا ساتھ تھے۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو
اجازت طلب کی:

محمد! ہم تم سے مفاخرہ کے لیے آئے ہیں، ہمارے شاعروں کو اجازت دو۔ بزم مفاخرہ منعقد ہوئی، شعرائے بنو تمیم کی عالی نسبی، دوشاہی اور اشہ افتدار کے ترانے گائے، زبرقان بن بدر نے بھی اسی قسم کا ایک قصیدہ سنایا۔ حضرت حسان بن ثابت نے ان کا جواب دیا، آپ کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر ارکان افتد دنگ رہ گئے اور اقرع بن حابس کی تحریک پر سب نے اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے بعد حضور نے زبرقان کو بنی سعد کا امیر مقرر فرمایا، حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں جب مختلف قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اس وقت زبرقان نے اپنے قبیلہ بنی سعد کو اس وبا سے بچائے رکھا، اس خدمت کے صلے میں صدیق اکبر نے انہیں ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں بھی اس عہدے پر قائم رہے۔ امیر معاویہ کے عہد تک آپ کی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

(۱۱۴) زید بن خارجہ۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے، زید بن خارجہ بن زید بن ابوزہیر بن مالک بن امرؤ القیس بن مالک بن اغر بن ثعلبہ بن خزرج بن حارث بن خزرج۔ آپ انصاری خزرجی حارثی ہیں۔ یہ وہی زید ہیں، جن کا بعد وفات گفتگو کرنا، اکثر روایات میں مشہور ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۸۳۰)

(۱۱۵) زہرہ بن حویّہ بن عبداللہ بن قتادہ بن مرثد بن معاویہ بن قطن بن مالک بن ازنم بن جشم بن حارث بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آئے تھے، ہجر کے بادشاہ نے ان کو بھیجا تھا، انھوں نے اسلام قبول کر لیا، اہل فارس کی جنگ میں حضرت سعد کے آگے والے لشکر کے یہ سردار تھے۔ اور انھوں نے جالینوس فارسی کو جنگ قادسیہ میں مار کر اس کے اسباب لے لیے تھے، جس کی قیمت دس ہزار تھی، جب کہ بعض لوگوں نے بشر بن شہاب کو اس کا قاتل بتایا ہے۔ سیف طبری، کلبی، ابن حبیب اور دار قطنی کے بقول، بشیر بن یزید خارجی نے ان کو بازار عکہ میں حجاج کے عہد میں شہید کیا۔ (ایضاً ص ۸۰۲)

(۱۱۶) زید بن صوحان بن حجر بن حارث بن ہجرس بن صبرہ بن حدرجان بن اساس بن لیث بن حداد بن ظالم بن ذہل بن عجل بن عمرو بن ودیعہ بن لکیز بن افصیٰ بن عبدالقیس ربعی عبدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ بڑے فاضل، دین دار اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ جنگ جمل میں قبیلہ عبدالقیس کا علم ان ہی کے پاس تھا۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، کہ ایک مرتبہ سر جھکا لیا اور کہنے لگے زید ما زید جندب ما جندب لوگوں نے آپ سے اس کا مطلب پوچھا، فرمایا، یہ میری امت کے دو شخص ہیں، ان میں سے ایک کا ہاتھ جنت میں تمام بدن سے پہلے جائے گا پھر باقی بدن جائے گا اور وہ دوسرا ایک ایسی تلوار مارے گا جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے گا، چنانچہ زید کا ہاتھ جنگ جلولا یا قادسیہ میں فارسیوں کے مقابلے پر شہید ہوا اور خود جنگ جمل میں شہید ہو گئے اور جندب نے ولید بن عقبہ کے سامنے جادوگر کو مار ڈالا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۸۲۸)

(۱۱۷) آپ صغرسنی میں یتیم ہو گئے، چچا عبداللہ بن رواحہ نے پرورش کی۔ انہیں کے ذریعہ دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ بدر و احد کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ کوفہ کے اندر بنی کندہ میں مکان بنا کر وہیں سکونت اختیار کی۔ آپ کی ذات مرجع علم بن گئی تھی۔ حدیث کی روایت میں حد درجہ محتاط تھے۔ کتب حدیث میں آپ کی سند سے ۹۰ حدیثیں مرقوم ہیں۔ حق گوئی و بے باکی آپ کا شیوہ تھا۔ سنت کا اتباع طرہ امتیاز تھا۔

(۱۱۸) زید بن سہل ابوطلحہ کا تذکرہ پچھلے صفحات میں ان کی کنیت ابوطلحہ سے آیا ہے، یہاں صاحب بحر زخار نے ان کا تذکرہ ان کے نام زید سے کیا ہے، مبادا مصنف نے ان کو الگ الگ دو شخصیت سمجھا۔

(۱۱۹) سعد بن معاذ والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا، جو حضرت ابو سعید خدری کی بہن تھیں۔ خاندان اشہل قبائل اوس میں سب سے معزز تھا اور سیادت عامہ وراثتاً اسی قبیلے میں چلی آرہی تھی، چنانچہ حضرت سعد کے آباواجداد سردار قوم تھے۔ ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیر جب اشاعت اسلام کے لیے مدینہ آئے اور اسلام پھیلنے لگا، تو سعد کو اس پر غصہ آیا، لیکن تابہ کے؟ ایک دن سعد مصعب کے پاس پہنچے، تو آپ نے کہا، اے سعد! میری ایک بات سن لو! چنانچہ ان کے سامنے قرآن کی کچھ آیتیں پڑھیں اور اسلام کی حقیقت بیان کی، سعد مسلمان ہو گئے، پھر آپ کے پورے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔ اشاعت اسلام کے لیے آپ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دیا۔ غزوہ خندق میں آپ کو کاری زخم لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم کو داغ دیا، کچھ دنوں بعد زخم پھٹا اور اس کثرت سے خون بہا، کہ آپ جاں بحق ہو گئے، جس کے صدمے سے عرش الٰہی جنبش میں آ گیا، جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی۔

(۱۲۰) سلمان فارسی۔ آپ کا خاندان آتش پرست تھا، مجوسی نام "مابہ" تھا۔ اسلامی نام سلمان رکھا گیا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے "سلمان الخیر" کا لقب ملا۔ کنیت ابو عبداللہ، والد اصفہان کے "جی" نامی قریہ کے باشندے اور وہاں کے زمیندار تھے۔ آپ کو ایک دن عیسائیوں کے گرجا گھر میں جانے کا اتفاق ہوا، ان کی عبادت دیکھ کر متاثر ہوئے اور ایک قافلہ کے ساتھ شام پہنچے، تاکہ عیسائی مذہب کی تعلیمات حاصل کریں، اس غرض سے انہوں نے موصل، نصیبین، عموریہ کا سفر کیا اور حق کی جستجو میں لگے رہے۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا، تو عرب آئے، جہاں غلام بنائے گئے۔ مدینہ میں اپنے آقا کے ساتھ تھے، کہ حضور کی آمد کا علم ہوا، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین اسلام قبول کیا۔ غلامی کی وجہ سے بدر و احد میں شریک نہیں ہوئے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "آقا کو معاوضہ

دے کر آزادی حاصل کرو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، حضور نے مسلمانوں سے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو، صحابہ نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طرح تین سو درخت ان کو مل گئے، ایک شرط تو پوری ہوگئی، کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا حاصل ہوا، آپ نے سلمان کو دے دیا، جو ٹھیک چالیس اوقیہ وزن کا تھا۔ اس طرح سلمان نے غلامی سے نجات پائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء کے ساتھ آپ کا بھائی چارہ قائم کیا، غزوہ خندق میں شرکت کی، اس غزوہ میں عرب کی تمام اسلام مخالف قوتیں متحد ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ مقابلہ بہت سخت تھا، حضرت سلمان فارسی نے مدافعانہ جنگ کا مشورہ دیا اور فرمایا مدینہ کے گرد خندق کھود کر شہر کو محفوظ کر لینا چاہیے، اس تدبیر پر عمل کیا گیا۔ جب مشرکین کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچا، تو وہ خندق عبور نہ کر سکا۔ ۲۱، ۲۲ روز تک مشرکین خندق پار کر کے مدینہ میں گھسنے کی کوشش کرتے رہے۔ مجاہدین اسلام نے ان کی ہر کوشش ناکام بنادی، پھر ایک روز سخت آندھی آئی، مشرکین کے خیمے اڑ گئے، ان کے سوستی تتر بتر ہو گئے، اس طرح احزاب عرب پراگندہ ہو کر لوٹ گئے حضرت سلمان کی حسن تدبیر سے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ خندق کے بعد تمام غزوات میں داد شجاعت دی، عہد فاروقی میں مدائن کے گورنر مقرر ہوئے۔ تقرب نبوی نے آپ کو علم و فضل کے بلند مقام پر فائز کر دیا تھا، حضرت علی نے آپ کے علم و فضل کے بارے میں فرمایا "سلمان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، وہ ایسا دریا تھے، جو پایاب سے نا آشنا ہو، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے"۔ دوسری روایت میں ہے "آپ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے، آپ کی مرویات کی تعداد ساٹھ ہے"۔ سترہ ہجری میں عہد فاروقی تھا، وفات عہد عثمانی میں بتائی گئی ہے، سن وفات میں مصنف کا تسامح ہے، صحیح یہ ہے کہ عہد عثمانی کے آخر دور ۳۵ھ میں وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۵۳)

(۱۲۱) سہل بن رومی بن وقش بن زغبہ، جنگ احد میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۹۶)

(۱۲۲) سہل بن عدی بن زید بن عامر بن عمرو بن جشم، آپ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (ایضاً ص ۹۹۹)

(۱۲۳) سہل بن قیس، ابو احمد عسکری نے اپنی سند سے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے، ہم سے طالب بن حبیب بن قیس نے بیان کیا، وہ کہتے تھے، ہمیں ہمارے دادا نے خبر دی، تو انہوں نے کہا، میں اپنے والد کے ساتھ ایام حرہ میں نکلا انہیں پتھر لگا، انہوں نے کہا، ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا، میں نے پوچھا، یہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، جس شخص نے اہل مدینہ کو پریشان کیا، اس نے میرے دل کو پریشان کیا۔ (ایضاً ص ۱۰۰۰)

(۱۲۴) سہل بن سعد، آپ کے والد سعد نے ہجرت نبوی سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا، سہل نے اسلامی ماحول میں آنکھ کھولی، باپ کی طرح خود بھی صحابیت کا شرف پایا۔ خندق میں کم سنی کے باوجود خندق سے مٹی اٹھا کر پھینکتے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعض معرکوں میں شریک ہوئے۔ آپ قوت حفظ اور فطرت سلیم کے مالک تھے، کم سنی کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے سینے میں محفوظ کر لیا تھا، کتب احادیث میں آپ کی مرویات ۱۸۸ ہیں، جن میں ۲۸ متفق علیہ ہیں۔

(۱۲۵) سمرہ بن جندب آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن، بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ ان کو لے کر مدینہ آئیں اور مری بن شیبان سے شادی کر لی۔ سمرہ نے انہیں کے سایہ میں تربیت پائی۔ حضور مدینہ آئے، تو آپ ایمان لائے، سب سے پہلے غزوہ احد میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے، عہد فاروقی میں بصرہ جا کر مقیم ہوئے۔ ۵۰ھ میں زیاد بن سمیہ کوفہ اور بصرہ دونوں جگہوں کا حاکم مقرر ہوا، وہ چھ مہینہ کوفہ میں اور چھ مہینہ بصرہ میں رہتا، اس کی عدم موجودگی میں سمرہ اس کی نیابت کے فرائض انجام دیتے۔ ۵۳ھ میں معزول کر دیے گئے۔ آپ فضلائے صحابہ میں سے ہیں، کثیر احادیث نبوی کے حافظ تھے، کتب احادیث میں آپ کی کل ۱۲۳ مرویات پائی جاتی ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق ۵۸ھ میں وفات ہوئی۔

(۱۲۶) سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں، ابن اسحاق اور واقدی کے بقول سکران مکہ کی طرف لوٹ آئے تھے اور یہیں ہجرت مدینہ سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۴۵)

(۱۲۷) اپنے والد کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، مدینہ ہجرت کی، بدر، احد، خندق، حدیبیہ، فتح مکہ اور دیگر غزوات میں حضور کے ہم رکاب رہے۔

(۱۲۸) سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ آپ حارثی انصاری ہیں۔ مدینہ شریف کے رہنے والے ہیں، بنی عبید کے حلیف تھے، جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

(۱۲۹) ۱ھ میں پیدا ہوئے، ماں کا نام ام کلثوم تھا۔ بنی امیہ میں سعید کے باپ دادا بڑی شوکت و دبدبہ کے مالک تھے۔ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان نے ۲۹ھ میں آپ کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ اسی سال جرجان، طبرستان پر فوج کشی کی، اس مہم میں حضرت حسین، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر رضی

اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ طبسین، نہاوند، ہمدان اور دیناور فتح کر لیا اور جرجان کے فرماں روا کو مطیع کر لیا۔ آذربائیجان کی بغاوت کو فرو کیا۔ ۲۴ھ میں معزول ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کا عامل بنایا۔ کچھ دنوں بعد معزول کر دیے گئے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ آپ بہادری، فیاضی، حق گوئی کا پیکر تھے۔ حضرت عمر، عائشہ، عثمان رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔

(۱۳۰) سویبط بن سعد حرملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی، عبدری قریشی، مہاجر ہیں۔ آپ جنگ بدر میں شریک تھے۔

(۱۳۱) صاحب بحر زخار نے شواہد کے حوالے سے ان کا جو واقعہ شہادت نقل کیا ہے، وہ کتب رجال و سیر میں نہیں، مزید براں شہادت غزوہ احزاب میں تیر لگنے سے بتائی، جو پانچ ہجری میں ہوا، نیچے لکھا کہ آپ کی وفات ۵ھ میں ہوئی، یہ صریح تضاد ہے، ہاں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۱۵ھ کتب سیر میں ضرور مرقوم ہے، اس لحاظ سے شواہد کی روایت سعد بن عبادہ کے تعلق سے بے اصل ہے، بلکہ یہ واقعہ شہادت سعد بن معاذ کا ہے۔

آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہے، عرب کے قاعدے کے مطابق آپ کو تیر اندازی اور تیرا کی سکھائی گئی، عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ خندق میں انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھوں میں تھا، حدیبیہ میں شریک تھے، غزوہ خیبر میں اسلامی لشکر کے تین پرچم تھے، ایک پرچم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا، فتح مکہ میں پرچم رسول آپ کے ہاتھ میں تھا، غزوہ حنین میں قبیلہ خزرج کا جھنڈا آپ کے پاس تھا، ان غزوات کے علاوہ عہد نبوی کے دوسرے غزوات و مشاہدات میں حضرت سعد کی شرکت نمایاں ہے۔ حضور کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہوئے، سعد نے تقریر کی، جس کا ماحصل تھا، انصار یو! تم نے رسول اللہ کی ہر طرح مدد کی اب ان کے بعد خلافت کے تمہیں مستحق ہو، تمام انصار نے کہا، ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے، حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس مجمع میں تشریف لے گئے، بحث و مباحثہ کے بعد انصار حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو گئے، سعد اٹھ کر اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور حضرت ابو بکر کی بیعت نہ کی، عہد صدیقی تک مدینہ ہی میں رہے، پھر شام چلے گئے، دمشق کے قریب حوران میں قیام کیا۔ ۱۵ھ میں پر اسرار طریقہ پر وفات ہوئی۔ کسی نے قتل کر کے غسل خانے میں ڈال دیا، قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔

(۱۳۲) سوید بن نعمان: آپ انصاری اوسی حارثی ہیں۔ آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ آپ سے حضور کی یہ حدیث منقول ہے، کہ سرکار صہباء میں پہنچے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر کھانا منگوایا، تو ستو کے علاوہ کچھ نہ تھا، آپ نے اسے گھولنے کا حکم دیا، لوگوں کے ساتھ تناول فرمایا، پھر مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے کلی کی نماز پڑھی، مگر وضو نہ کیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱۶)

(۱۳۳) سہل بن بیضاء: بیضاء آپ کی والدہ کا نام ہے، والد کا نام وہب بن ربیعہ تھا، یہ بھی اپنے بھائی سہیل اور صفوان کی طرح اپنی والدہ کے نام سے مشہور تھے، یہ ان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے مکہ میں اپنا اسلام ظاہر کیا تھا، اور یہ وہی شخص ہیں، جو ان لوگوں کے پاس گئے تھے، جنہوں نے اس عہد نامے کے توڑنے کا ارادہ کیا تھا، جس کو مکہ کے منکروں نے بنی ہاشم کے خلاف لکھا تھا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس عہد نامہ کو توڑ ڈالا، سرکار کی زندگی میں مدینہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی، سرکار نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور کے بعد بھی زندہ رہے۔ (ایضاً ص ۹۹۲)

(۱۳۴) سہل بن حنیف: آپ ہجرت سے قبل مشرف با سلام ہوئے، حضرت علی کے ساتھ مواخات قائم ہوئی، غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو تیر آتے، ان کا جواب دیتے، حضرت علی کے زمانہ میں مدینہ کے امیر تھے۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین کے بعد واپس کوفہ چلے گئے۔ اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے، لیکن اہل فارس نے سرتابی کر کے خارج البلد کر دیا۔ راویان حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

(۱۳۵) شیبہ بن عثمان آپ کی کنیت ابو عثمان ہے، شیبہ بہت دنوں تک زندہ رہے، لیکن کسی اہم واقعہ میں نظر نہیں آتے، ہاں ۳۹ھ میں حضرت علی نے قثم بن عباس کو امیر حج بنا کر مکہ بھیجا اور امیر معاویہ نے یزید بن شجرہ کو امیر الحج مقرر کیا، دونوں میں سخت کش مکش ہوئی، تو حضرت ابو سعید نے جھگڑا ختم کرنے کے لیے شیبہ بن عثمان کو امیر حج بنایا، دونوں فریقوں نے ان کی امارت میں حج ادا کیا۔ حدیث کی کتابوں میں آپ کی مرویات نظر نہیں آتی ہیں۔

(۱۳۶) شرحبیل بن حسنہ: کنیت ابو عبداللہ ہے۔ والد عبداللہ آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ان کی ماں حسنہ نے سفیان انصاری سے شادی کر لی، اسی بنا پر ماں کی طرف منسوب ہوئے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ گئے، پھر مدینہ پہنچے۔ عہد رسالت کے غزوات میں نظر نہیں آتے۔ چوں کہ آپ نے حبشہ میں طویل زمانہ تک قیام کیا تھا، عہد صدیقی میں شام کی لڑائیوں میں خوب داد شجاعت دی اور بہت سی مہموں میں سالار فوج تھے۔ آپ کی قیادت میں بیسان، طبریہ، صوبہ اردن میں، سوسہ، افیق، جرش، بیت ہواس، قدس، جولان، فتح ہوئے۔ جنگ یرموک میں میمنہ اور میسرہ پر شرحبیل اور عمرو بن عاص امیر مقرر ہوئے تھے۔ اس تاریخی جنگ میں شرحبیل نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ رومیوں کو شکست دی۔ ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۱۳۷) شداد بن اوس کنیت ابو یعلیٰ و ابو عبدالرحمن ہے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں حسان بن ثابت کے بھتیجے ہیں۔ والد اوس بن ثابت کو عقبہ ثانیہ اور بدر کی شرکت کا فخر حاصل تھا۔ غزوہ احد میں شہادت پائی۔ والدہ کا نام صریمہ تھا اور بنو نجار کے خاندان عدی سے تھیں۔ شداد نے باپ اور چچا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

عہد نبوی کے بعد شام میں سکونت اختیار کی۔ آپ علم و حکمت کا پیکر تھے۔ طالبان علم نے آپ سے خوب فیض پایا۔ حدیث میں فہم و بصیرت پائی تھی۔ آپ سے ۵۰ حدیثیں کتب حدیث میں منقول ہیں۔ بڑے عابد و زاہد شب زندہ دار تھے۔ نہایت کم سخن اور حلیم الطبع تھے۔

(۱۳۸) صفوان بن امیہ۔ کنیت ابو وہب۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا خاندان بہت معزز تھا۔ امیہ رئیس مکہ تھا، جو اسلام کی دشمنی میں پیش پیش رہتا۔ غزوہ بدر میں مارا گیا۔ صفوان اپنے باپ کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ اسلام دشمنی رگ و پے میں سرایت تھی۔ عمیر بن وہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر آمادہ کیا اور زہر میں بجھی ہوئی تلوار دے کر مدینہ بھیجا، راز فاش ہوگیا۔ عمیر ایمان لائے۔ اس ناکامی کے بعد صفوان نے بدر میں مارے جانے والے کفار کے ورثہ کو ساتھ لیا اور ابوسفیان کو مقتولین بدر کے انتقام کے لیے ابھارا، جس کا نتیجہ غزوہ احد کی شکل میں ظاہر ہوا۔ صفوان بھی اس لڑائی میں نبرد آزما رہے۔ قراء صحابہ کی ایک جماعت پر بنولحیان نے حملہ کر کے اکثر کو شہید کر ڈالا اور بعض کو قید کیا۔ انہیں قیدیوں میں زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جن کو صفوان نے خرید کر اپنے باپ امیہ کے انتقام میں شہید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد صفوان کی عداوت کا جوش سرد پڑ گیا۔ انہوں نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند زرہیں عاریتاً دیں۔ کچھ زرہیں ضائع ہوگئیں، تو حضور نے تاوان دینا چاہا، صفوان نے قبول نہیں کیا اور کہا، یا رسول اللہ آج اسلام کی جانب میرا میلان ہو رہا ہے، مگر اسلام نہ لائے۔ فتح مکہ کے دن جان کے خوف سے جدہ چلے گئے۔ ان کے ساتھ عمیر بن وہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سردار قوم صفوان آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، "وہ مامون ہیں" اس لطف و کرم نے صفوان کو نرم تو کر دیا، مگر وہ ابھی اسلام نہ لائے، حنین اور طائف کی جنگوں میں اسلحوں سے حضور کی مدد کی۔ حنین کے مال غنیمت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰۰ اونٹ صفوان کو دیے۔ یہ عنایت دیکھ کر صفوان نے کہا، ایسی فیاضی نبی ہی کر سکتا ہے۔ غزوہ طائف کے بعد صفوان مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملک شام کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں ایک دستہ کے افسر تھے۔

(۱۳۹) صہیب بن سنان۔ آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ ہے۔ کنیت ابو یحییٰ ہے۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ جب آپ بڑے ہوئے، تو روم سے بھاگ کر مکہ چلے گئے، ابن جدعان سے انہوں نے دوستی کی تھی، اور انہیں کے ساتھ رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، تو یہ اسلام لائے۔ واقدی کے بقول صہیب اور عمار ایک ہی دن ایمان لائے تھے۔ یہ مکہ میں ان کمزور آدمیوں میں تھے۔ جن کو راہ خدا میں تکلیف دی گئی۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور نے ان کے اور حارث بن صمہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ آپ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں حضور کے ہم رکاب رہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر باختلاف روایت ۷۰ یا ۷۳ برس تھی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۸۴)

(۱۴۰) صلہ بن اشیم۔ آپ عدی رباب کے خاندان سے ہیں۔ یہ عدی بیٹے ہیں عبد مناف بن اد بن طابخہ کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلہ کا ذکر کیا کرتے تھے چنانچہ یزید بن جابر نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا، صلہ اس کی شفاعت سے جنت میں اس قدر لوگ داخل ہوں گے۔ (ایضاً ص ۸۰)

(۱۴۱) ضرار بن مقرن بقول طبری خالد بن ولید کے ساتھ جنگ حیرہ میں شریک تھے، جو بارہ ہجری میں ہوئی جس سے ۱۲ھ تک زندہ رہنا ثابت ہے جب کہ صاحب تجرید نے وفات کا سن ۲ھ لکھا ہے۔ آپ کے دس بھائی تھے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۳)

(۱۴۲) ضمام بن ثعلبہ بنی سعد سے تعلق رکھتے تھے۔ دور جاہلیت میں بھی ضمام کا دامن برائیوں سے پاک رہا۔ ۹ھ میں قبیلے والوں نے آپ کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کوائف معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ بھیجا۔ ضمام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توحید، روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کے بارے میں سوالات کیے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ ضمام پر صداقت اسلام واضح ہوگئی۔ بول اٹھے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله جب قبیلے میں پہنچے لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا لات و عزیٰ کا برا ہو۔ قبیلے والوں نے یہ بات سنتے ہی ضمام کو خاموش کرانا چاہا۔ لیکن آپ اسلام کی حقانیت واضح کرتے رہے۔ شام تک پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ آپ فہم و فراست کے پیکر تھے۔

(۱۴۳) طارق بن شہاب بن عبد شمس بن سلمہ بن ہلال بن عوف بن جشم بجلی احمسی آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۰۴)

(۱۴۴) طفیل بن حارث اور ان کے دونوں بھائی عبیدہ اور حصین نے بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کی۔ طفیل کی وفات ۳۱ھ میں ہوئی۔

(۱۴۵) طفیل بن عمرو آپ کا لقب ذوالنون تھا۔ آپ یمن کے ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب مکہ پہنچے تو کفار قریش نے بتایا کہ ایک نوجوان نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، جو اس کا کلام سنتا ہے، گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہماری قوم میں سخت انتشار برپا ہے۔ لہٰذا تم نہ اس سے ملنا اور نہ اس سے باتیں کرنا۔ قریش کی ان باتوں کا ان پر اتنا اثر ہوا، کہ کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سن سکیں۔ طفیل کہتے ہیں ایک صبح میں [illegible]

وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، میں بھی ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا، پس اللہ نے بے اختیار ان کی بات مجھے سنا دی۔ میں نے ان سے نہایت عمدہ کلام سنا، میں نے سوچا یہ عجیب بات ہے واللہ میں شاعر ہوں، عقلمند ہوں، اچھی بری باتیں جانتا ہوں، پھر کیوں نہ اس شخص کی تقریر سنوں، جو باتیں ان کی اچھی ہوں گی، اس کو قبول کروں گا اور جو بری ہوں گی ان کو ترک کر دوں گا۔ پس میں وہیں ٹھہر ا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے گھر لوٹے میں بھی کاشانہ نبوی پر پہنچا، سرکار نے اسلام پیش کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔ عہد صدیقی میں مرتدین نے سر اٹھایا تو ان کی سرکوبی کی۔ جنگ یمامہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے بیٹے زخمی ہوئے مگر بچ گئے۔ جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

(۱۳۶) ظہیر بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو۔ آپ انصاری اوسی ہیں عقبہ ثانیہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں بھی شریک ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۲)

(۱۳۷) عباس بن عبدالمطلب: بچپن میں آپ غائب ہو گئے تو ماں نتیلہ نے منت مانی تھی، کہ عباس مل جائیں گے تو میں خانہ کعبہ کو غلاف پہناؤں گی۔ چنانچہ جب عباس مل گئے تو ان کی والدہ نے خانہ کعبہ پر بار ہا خوب صورت غلاف چڑھائے۔ غزوہ بدر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے، لیکن اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس لیے قریش آپ کو جبراً بدر میں لائے اور گرفتار ہوئے۔ آپ نے اپنے ساتھ اپنے بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں فرمایا تھا کہ کوئی عباس کو پائے تو انہیں قتل نہ کرے، کیوں کہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں۔ فتح مکہ سے قبل اسلام کو ظاہر کیا۔ مدینہ ہجرت کی۔ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا، "لوگو! جس کسی نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی گویا اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی، اس لیے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے" ایک بار سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا اور خلیل علیہ السلام کا مقام جنت میں آمنے سامنے ہوگا اور عباس کا ہم دونوں کے درمیان ہوگا۔ کیا خوب ایک مومن دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عباس قریش میں سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر کے زمانہ میں سخت قحط پڑا، تو حضرت عمر نے حضرت عباس کے وسیلے سے بارش کی دعا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا، زمین سرسبز و شاداب ہو گئی عمر نے فرمایا، واللہ! یہ خدا کی طرف پہنچانے کے لیے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ہیں۔

(۱۳۸) عمار بن یاسر: آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے، بنی مخزوم سے نسبت ولاء رکھتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ عمار کے والد یاسر قحطانی مذحجی النسل تھے، جو قبیلہ عنس کی ایک شاخ ہے، مگر حضرت عمار بنی مخزوم کے غلام تھے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے والد نے قبیلہ بنی مخزوم کے کسی شخص کی لونڈی سے نکاح کر لیا تھا، حضرت عمار اسی سے پیدا ہوئے (لہٰذا لونڈی کے آقا نے عمار کو بھی اپنا غلام بنا لیا) حضرت یاسر کے مکہ آنے کا سبب یہ ہوا، کہ وہ اور ان کے دو بھائی، جن کا نام حارث اور مالک تھا، اپنے چوتھے گم شدہ بھائی کی تلاش میں نکلے (تلاش کرنے کے بعد) حارث اور مالک تو لوٹ گئے مگر یاسر مکہ میں ہی رہ گئے اور انہوں نے ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے حلف کی دوستی کر لی اور انہی کی لونڈی سے نکاح کر لیا، جن کا نام "سمیہ" تھا۔ حضرت عمار انہیں سے پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد ابوحذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا، اسی وجہ سے عمار بنی مخزوم کے غلام کہے جاتے ہیں۔ حضرت عمار اور صہیب بن سنان ایک ساتھ اسلام لائے تھے، جب کہ مسلمانوں کی تعداد ۳۰، ۳۱ سے زیادہ نہ تھی، مجاہد نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا، سات آدمی تھے (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) ابوبکر (۳) بلال (۴) خباب (۵) صہیب (۶) عمار (۷) عمار کی بلند اقبال والدہ سمیہ۔ حضرت عمار اور ان کا خاندان کفار کا مشق ستم بنتے رہے۔

(۱۳۹) عبداللہ بن ام مکتوم: آپ ماں کی نسبت سے مشہور ہیں، والد کا نام قیس تھا۔ ابتدائے اسلام میں سرزمین مکہ پر مشرف باسلام ہوئے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: عمر بن قیس بن زائدہ بن عثم بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عدی بن معیص بن عامر بن لوی القرشی۔ ہجرت کے بعد موذنی کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کی اذان رمضان میں اختتام سحری کا اعلان ہوتی تھی، اس کے بعد لوگ کھانا پینا بند کر دیتے تھے، اگرچہ ابن ام مکتوم اپنی معذوری کے باعث اکثر جہاد کے شرف سے محروم رہتے تھے، لیکن اس سے بڑھ کر شرف یہ حاصل ہوتا تھا، کہ جب سرکار بنفس نفیس اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ کہیں باہر تشریف لے جاتے، تو ابن ام مکتوم کو امامت کی نیابت کا شرف عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ غزوہ ابواء، بواط، ذوالعشیرہ وغیرہ میں ان کو یہ منصب عطا ہوا۔

(۱۵۰) عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ بن عیاش بن عبید بن ناصرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کنانی جنگ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوامیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک مرتبہ کافروں کے پاس جاسوس بنا کر بھیجا، چنانچہ آپ حضرت خبیب کی لاش مبارک صلیب سے اتار کر لائے تھے۔ ایک بار نجاشی بادشاہ کے پاس وکیل بنا کر بھیجا، سب سے پہلے غزوہ بئر معونہ میں شریک ہوئے، آپ کا وصال عہد معاویہ میں ۶۰ھ سے پہلے ہوا۔

(۱۵۱) عامر بن فہیرہ: آپ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جس کی بنا پر آپ کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، لیکن استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ہجرت کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو آپ کے متعلق یہ خدمت تھی، کہ وہ دن بھر مکہ کی چراگاہ میں حضرت ابوبکر کی

کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نوش فرماتے۔ غزوہ بدر واحد میں شریک تھے۔
بکریاں چراتے، شام کو غار کے پاس لے جاتے، یہاں ان کا دودھ دوہ بن تشیر بن تمیم بن عوذ بن سنات بن تیم بن امر شہ بن عامر بن صحلہ
(۱۵۲) عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزمہ بن عمر بن عمارہ بن، ملک بن عمر بن بشیرہ بن شنوہ
اور غزوہ احد (۳ھ) میں شہید ہوئے۔
بن تشمیل بن فراز بن قیح بنی سالم کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ بن یزید بن جشم بن خزرج۔ آپ کی کنیت ابو جابر
(۱۵۳) عبداللہ بن عمر بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ
ہے۔ بیعت عقبہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ سرکار نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب بنایا۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد ۳ھ میں شہید ہوئے۔ مکارم ومحاسن کے لحاظ سے
حضرت عبداللہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بنوسلمہ میں اشاعت اسلام کے لیے انہوں نے جو کوششیں کیں، ان کا اعتراف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا سنن نسائی میں ہے
جزی اللہ الانصار عنا خیرا لاسیما آل عمرو بن حرام وسعد بن عبادہ اللہ تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے بالخصوص عبداللہ اور سعد بن عبادہ
کو۔ ترمذی میں ہے کہ واقعہ احد کے بعد سرکار نے حضرت جابر کو غمزدہ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے عرض کی باپ قتل ہوئے اور بہت سے بچے چھوڑ گئے ہیں انہیں کی فکر دامن
گیر ہے۔ فرمایا کہ تم ایک خوش خبری سنو خدا کی قسم خدا بے پردہ گفتگو نہیں کرتا لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ بات کی اور فرمایا جو مانگو دیا جائے گا انہوں نے کہا میری
تمنا یہ ہے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جا کر پھر شہید ہوں ارشاد ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے عرض کی تو میری نسبت سے کچھ وحی بھیج دی جائے، اس وقت سرکار پر یہ آیت نازل ہوئی
"ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء الآیۃ" یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ حضرت عبداللہ کے لیے
اس سے زیادہ اور کیا چیز قابل فخر ہو سکتی ہے کہ ان کی وفات کو تیرہ سو سال سے زائد مدت گزر چکی ہے تاہم ان کا نام آج بھی زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔ صاحب
بحر ذخار نے آپ کے بارے میں لکھا صحیحین میں ان سے بہت سی روایتیں ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ عبداللہ کے بیٹے حضرت جابر کثیر الروایہ صحابی ہیں۔
(۱۵۴) عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امراء القیس، بنی ثعلبہ بن عمر سے تعلق تھا، بیعت عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تیر اندازوں پر جو پچاس آدمی تھے، آپ کو سردار بنا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم لوگ ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اگر چہ تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں، مگر جب
مشرکوں نے شکست کھائی، تو لوگ عبداللہ بن جبیر کو چھوڑ کر غنیمت لینے کو چلے تو عبداللہ نے ان ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ سرکار کے حکم کا کیا جواب دو گے مگر انہوں نے
نہیں مانا بالآخر سب لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے، اتنے میں مشرکوں نے ان کو آ کر شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۲)
(۱۵۵) عمرو بن جموح بن زید بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے تعلق رکھتے ہیں، ہجرت سے قبل ہی اسلام
قبول کیا، جنگ احد میں شہادت پائی۔ آپ جود وسخا کے پیکر تھے، اسی وجہ سے سرکار نے ان کو بنو سلمہ کا سردار بنا دیا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۸۷)
(۱۵۶) عمرو بن حمام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی سلمہ سے ہے یہ ان رونے والوں میں سے تھے جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "ولا علی الذین اذا ما اتوک
لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیه تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزنا" یعنی ان لوگوں پر کچھ گناہ نہیں جو اے نبی تمہارے پاس آتے ہیں تا کہ تم ان
کو جہاد میں جانے کے لیے سواری دو، تو تم کہہ دیتے ہو کہ سواری میرے پاس نہیں ہے بس وہ روتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے یہ لوگ بہت تھے۔
(اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۹۵)

(۱۵۷) عتبہ بن ربیع بن رافع بن عبید بن ثعلبہ بن عبد بن ابجر یہ انصاری خدری ہیں غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۹۷)
(۱۵۸) عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بلوی آپ کی کنیت ابو محمد ہے، والدہ عنقدہ بنت عدی ہیں جنگ بدر میں شریک تھے
اور احد میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۹)
(۱۵۹) عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج بن ثعلبہ انصاری خزرجی۔ بیعت عقبہ میں
شریک تھے۔ آپ انصاری بھی ہیں اور مہاجر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون سے مواخات قائم کی۔ (ایضا ص ۲۸۴)
(۱۶۰) عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرء القیس بن عمرو بن امرء القیس الاکبر بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔ آپ کی کنیت
ابو محمد ہے، لقب شاعر رسول اللہ، لیلۃ العقبہ میں بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے، مقداد بن اسود کندی سے سلسلہ اخوت قائم ہوا، بدر، حدیبیہ، بیعت رضوان میں شریک تھے
۔ عمرۃ القضاء میں سرکار مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے خیبر فتح ہونے کے بعد سرکار نے پھلوں کا اندازہ کرنے کے لیے انہی کو روانہ کیا تھا۔ آپ
سرکار کے کاتب تھے، انتہائی زاہد، عابد اور مرتاض تھے۔ سرکار فرماتے ہیں کہ خدا عبداللہ بن رواحہ پر رحم کرے وہ انہیں مجلسوں کو پسند کرتے، جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔
جہاد کا بہت شوق تھا، یہی وجہ ہے کہ بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہو۔
(۱۶۱) عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف بن عمر بن عوف بن خزرج آپ کی کنیت ابو الولید والدہ کا نام قرۃ

امین تھا۔ انصار کے وفد تین سال تک مدینہ سے مکہ آئے تھے، سب میں شامل تھے۔ پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا، وہ ان میں شامل تھے، اور چھ اشخاص نے سرکار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، غزوہ بدر میں آپ نے شرکت کی بیعت رضوان میں آپ شریک تھے سرکار نے حضرت عبادہ کو صدقہ کا عامل بنا دیا تھا۔ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں فلسطین کا قاضی بنایا۔ آپ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ قرأت آپ کا خاص فن تھا، آپ نے سرکار کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا، اصحاب صفہ کی درسگاہ آپ ہی کے زیر ریاست تھی، اہل صفہ آپ سے تعلیم پاتے تھے، یہاں قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا، چنانچہ بہت سے لوگ قرأت اور کتابت سیکھ کر یہاں سے نکلتے تھے۔ عہد نبوی کے بعد حضرت عمر نے شامیوں کی تعلیم کے لیے ملک شام روانہ کیا، اشاعت حدیث کا خاص اہتمام فرماتے، آپ کی مرویات ۱۸۱ ہیں۔

(۱۶۲) آپ کا نام عبداللہ بن عباد بن اکبر بن ربیعہ بن مالک بن کبیر بن عویف بن مالک بن خزرج بن عطا بن صدف تھا۔ بعض لوگوں نے ان کا نام عبداللہ بن عمار بیان کیا ہے، آپ قبیلہ حضر موت سے تھے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ سرکار نے آپ کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہیں تھے، حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر نے اسی عہدے پر آپ کو قائم رکھا۔ بحرین میں مرتدین سے قتال کیا تو کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔

(۱۶۳) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہزیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ والدہ کا نام ام عبد تھا۔ ایک بار آپ بکریاں چرا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے ساتھ ادھر سے گزرے، حضرت صدیق اکبر نے فرمایا صاحبزادے تمہارے پاس دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ! کہا یہ دوسرے کی امانت ہے۔ حضور نے فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچہ نہ دیا ہو، عرض کی ہاں! تو حضور نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، تو اس کے تھن سے اتنا دودھ نکلا، کہ تینوں نے شکم سیر ہو کر پیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود بہت متاثر ہوئے اور عرض کیا، مجھے اس موثر کلام کی تعلیم دیجیے، حضور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا "انت غلام معلم" اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اختیار کرلی۔ ایک دن ایمانی جوش سے لبریز ہو کر حرم کعبہ میں کفار قریش کے سامنے بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی سنتے ہی کفار آپ پر ٹوٹ پڑے، اتنا مارا کہ آپ کا چہرہ سوج گیا۔ بعد میں کفار کے مظالم کی شدت بڑھی تو دوبار حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ کی ہجرت کی۔ بدر سے لے کر تمام غزوات میں بہادری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، عہد فاروقی ۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی، خزانہ کی افسری، مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور والی کوفہ کے وزارت کے فرائض آپ کو تفویض کیے گئے۔ دس سال تک فرائض منصبی خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور ہزاروں تشنگان علوم نبوی کو سیراب کیا۔ علم وفضل میں آپ اکابر صحابہ کی صف میں نمایاں ہیں، معلم امت کے لقب سے سرفراز ہوئے، قرآن حکیم اور سنت رسول کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ آپ کے تبحر علمی اور ملکہ اجتہاد کے تمام صحابہ کرام معترف تھے۔ حضرت عمر جب ان کو دیکھتے تو خوش ہو جاتے اور فرماتے، ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔

(۱۶۴) عبداللہ بن زید، کنیت ابومحمد، صاحب الاذان لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن خزرج۔ بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر بنو حارث بن خزرج کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ عہد عثمانی میں وفات پائی اور حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۶۵) عبداللہ مصعہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاری خزرجی ثم نجاری۔ احد اور اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک ہوئے اور جنگ خیبر میں شریک ہوئے۔

(۱۶۶) عمارہ بن عقبہ بن حارثہ غفاری بن ملیل الکنانی۔ غزوہ خیبر میں تیر لگنے سے آپ کی شہادت ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۳۸)

(۱۶۷) عبداللہ بن ابی امیہ بن وہب بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی کے حلیف تھے اور ان کے بھانجے تھے۔ (ایضاج ۳ ص ۱۹۷)

(۱۶۸) عبداللہ بن سہل بن زید انصاری حارثی عبدالرحمٰن کے بھائی اور حویصہ اور محیصہ کے بھتیجے ہیں اور انہیں کی وجہ سے قسامت ہوئی تھی یہ خیبر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے تھے یہ لوگ خرمے چکانے گئے تو یہ ایک چشمہ میں ملے ان کی گردن توڑ کر کسی نے ان کو اس میں ڈال دیا تھا۔ ان لوگوں نے ان کو اس میں دفن کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو ان کے حال سے آگاہ کیا۔

(۱۶۹) عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو ذکوان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔

(۱۷۰) عمر بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالعام بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمر بن مالک بن اوس انصاری۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ جسر ابوعبید کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

(۱۷۱) عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو۔ آپ نے مدینہ میں مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر واحد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ آپ فضلائے صحابہ سے تھے۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباد بن بشر کی آواز سنی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ عباد پر اپنی رحمت نازل کر۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۴۵ سال تھی۔ (ایضاج ۳ ص ۱۷۳)

(۱۷۲) عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرء القیس بن عدی بن ربیعہ بن جرول بن ثعل عمرو بن یغوث بن طے بن عوج بن زید بن کہلان۔ مشہور عالم سخی حاتم طائی کے بیٹے ہیں۔ اسلام سے پہلے عیسائی تھے۔ قبیلہ طے کی حکمرانی وراثت میں ملی تھی۔ قبول اسلام کے بعد حضور نے قبیلہ طے کی امارت پر بحال رکھا۔ فتنۂ ارتداد کے موقع پر آپ کا قبیلہ محفوظ رہا۔ ۱۲ھ میں حضرت عمر نے عراق پر چڑھائی کی، تو حضرت عدی بھی اپنے قبیلے کے ساتھ اسلامی لشکر میں شریک ہوئے اور اسلامی سپہ سالار، حضرت مثنیٰ کے ساتھ حیرہ، جنگ جسر اور قادسیہ میں شریک ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں قادسیہ، مدائن پر فوج کشی ہوئی، اور ان کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکوں میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت علی کے زبردست حامی تھے۔ ان کی شہادت کے بعد گوشہ نشیں ہو گئے۔ آپ کا دامن اخلاق، علم و فضل، شجاعت وبے باکی کے پھولوں سے مالا مال ہے۔ کتب حدیث میں آپ سے ۶۶ حدیثیں منقول ہیں۔

(۱۷۳) عکرمہ بن ابی جہل، اپنے باپ کی طرح اسلام دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہے، غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک اسلام کے خلاف بہت پرجوش رہے۔ قبول اسلام کے بعد اسلام دشمنی کی تلافی کا عزم بالجزم کیا۔ فتنۂ ارتداد میں حضرت عکرمہ نے مرتدین کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ شام کی مہم میں شریک ہوئے۔ یرموک کے معرکہ میں اس بہادری اور شجاعت سے لڑے۔ ایک مرتبہ لڑتے مارتے ہوئے بے تحاشہ صفوں کے اندر گھس گئے، سر اور سینہ زخموں سے چور ہو گیا۔ لوگوں نے کہا، عکرمہ خدا سے ڈرو، اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، ذرا نرمی اختیار کرو۔ جواب دیا، میں لات وعزیٰ کے لیے تو جان پر کھیلا کرتا تھا اور آج خدا اور رسول کے لیے جان بچاؤں، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اس مجاہد اسلام نے لڑتے لڑتے کسی معرکہ میں جام شہادت نوش کیا۔ مورخین کا اختلاف ہے، بعض فحل، بعض نے اجنادین، بعض نے یرموک بتایا۔ صحیح قول کے مطابق یرموک ہی میں شہادت پائی۔

(۱۷۴) عروہ بن مسعود ثقفی، ابو مسعود کنیت، نسب نامہ یہ ہے عروہ بن مسعود بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان۔ ۸ھ میں آپ مشرف باسلام ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد حضور کی اجازت سے اپنے قبیلہ میں اشاعت اسلام کی، ان کی دعوت کا جواب بجائے زبان کے تیروں سے ملا، ایک تیر آ کر عروہ کو لگا، جس سے آپ کی شہادت ہو گئی، وصیت کے مطابق گنج شہیداں میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

(۱۷۵) عکاشہ بن محصن اسدی، آپ کا تذکرہ باب الالف میں ابو محصن کے ذیل میں گزر چکا ہے، یہاں نام کے ساتھ ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ صاحب بحر زخار نے ایک ہی شخصیت کو دو سمجھ کر تذکرہ کیا، جو ان کا سہو ہے۔

(۱۷۶) عمرو بن حمق بن کاہن بن حبیب بن عمر بن قین بن عمر بن سعد بن کعب بن ربیعہ خزاعی۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لائے اور مدینہ آ گئے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد کوفہ چلے آئے اور حضرت علی کے پرجوش حامی رہے۔ جمل، صفین، نہروان میں شریک رہے۔ حضرت علی کے بعد بھی بنو امیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہے اور حضرت حجر بن عدی کے ساتھ ہو گئے۔ زیاد عراق کا حاکم ہوا، تو عمرو عراق چھوڑ کر موصل چلے گئے اور ایک غار میں پناہ لی، وہیں ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا، جہاں آپ کی شہادت ہوئی، زیاد کے حامیوں نے سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا، عمرو کوفہ کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے۔

(۱۷۷) عمرو بن معدیکرب بن عبداللہ بن عمرو بن عصم بن عمرو بن زبید، مذحجی۔ قبیلہ مراد کے وفد کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔ قبیلے کی طرف لوٹ گئے، اسود عنسی کے ساتھ اسلام سے پھر گئے۔ جب یمن میں حضرت ابوبکر نے چڑھائی کی، پھر اسلام کی طرف لوٹے، مہاجر بن امیہ نے ان کو باندھ کر حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے توبہ کی اور عہد کیا، کہ اب دین سے انحراف نہ کروں گا، حضرت ابوبکر نے شام کی مہم پر بھیجا، جنگ یرموک میں شریک ہوئے، حضرت عمر نے قادسیہ کی مہم پر روانہ کیا اور حضرت سعد کا مشیر بنایا اور اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۶)

(۱۷۸) عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب قریشی سہمی۔ کنیت ابو عبداللہ، والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ اسلام لانے سے پہلے آپ پیغمبر اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھے۔ آپ کا ہر قدم اسلام کے خلاف اٹھتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کفار قریش کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجے گئے تاکہ نجاشی سے کہہ سن کر مسلمانوں کو وہاں سے نکلوائیں، چنانچہ حبشہ پہنچ کر بھرپور کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوئے، نجاشی نے کہا، اے عمرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے چچا کے بیٹے ہیں، ان کا حال تم سے کیوں مخفی ہے، اللہ کی قسم وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے کہا، کہ آپ ایسا کہتے ہیں۔ نجاشی نے کہا، ہاں خدا کی قسم تم میرا کہا مانو تو یہاں سے ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے اور اس شرط پر مشرف باسلام ہوئے کہ جس قدر پہلے گناہ ہوئے تھے، معاف ہو جائیں، سرکار نے فرمایا کہ اسلام اور ہجرت اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ سرکار نے سریہ ذات السلاسل میں آپ کو امیر بنا کر بھیجا، اس کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی امارت تفویض فرمائی۔ فتح مکہ کے بعد سرکار نے عمان کے حاکموں عبید اور جیفر کے پاس خط لیجانے کی خدمت سونپی اس شرط پر یہ دونوں مسلمان ہوئے اور سرکار نے آپ کو عمان کا حاکم بنا دیا۔ عہد صدیقی میں ارتداد کا فتنہ اٹھا تو آپ نے بڑی جرأت سے اسے کچلنے کی کوشش کی۔ حضرت ابوبکر نے آپ کو ملک شام میں فلسطین کی مہم پر روانہ کیا۔ اجنادین، دمشق، فحل، یرموک کی جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ پھر فلسطین کے بقیہ حصوں کو فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل

کرلیا۔ فتح شام کے بعد مصر کی طرف توجہ کی اور حضرت عمر کی اجازت سے مصر اور اسکندریہ کے شہروں کو فتح کیا، پھر برقہ نابلس طرابلس بربر فتح کیا۔ حضرت عمر نے آپ کو مصر اور افریقہ کے مفتوحہ شہروں کا امیر بنادیا۔ ۲۶ھ میں حضرت عثمان نے ان کو معزول کردیا۔ معزولی کے بعد فلسطین میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ کبھی کبھی مدینہ آجاتے لیکن جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کا ساتھ دیا اور اختتام جنگ پر امیر معاویہ کی جانب سے حکم مقرر ہوئے، تو انہوں نے امیر معاویہ کی طرف داری کی اور دوبارہ مصر کے حاکم بنادیے گئے۔ بقول صحیح ۴۳ھ میں وفات پائی۔ حالت مرض میں اپنی گزشتہ لغزشوں پر بہت نادم تھے۔

(۱۷۹) عباد بن حارث بن عدی بن اسود بن اصرم بن جحجبی بن کلفہ بن عوف انصاری اوسی آپ سوار ذی خرق کے لقب سے مشہور تھے۔ ذی خرق ان کے گھوڑے کا نام تھا، جس پر سوار ہوکر جہاد کیا کرتے تھے۔ غزوہ احد اور کل غزوات میں شریک رہے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۴)

(۱۸۰) حضرت عامر بن ثابت انصاری بنی جحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ غزوہ احد میں شریک تھے۔ (ایضاً ص ۱۴۳)

(۱۸۱) عبدالرحمٰن بن قیظی بن قیس بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ انصاری۔ غزوہ احد میں اپنے والد کے ہمراہ شریک ہوئے۔ (ایضاً ص ۴۴۳)

(۱۸۲) عتاب والد سعید بن کعب، عتاب بن سلیم بن قیس بن خالد بن مدلج یعنی ابوالحشر بن خالد بن عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ قریشی بھی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

(۱۸۳) علی بن ابی العاص: والدہ کا نام زینب بنت رسول اللہ، قبیلہ بنی غاضرہ میں دودھ پیا تھا، بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ان کے باپ اس زمانہ میں مشرک تھے سرکار نے فرمایا، جو میری اولاد میں شریک ہو تو مجھ کو اس پر اس سے زیادہ حق ہے اور جو کافر کسی چیز میں کسی مسلمان کا شریک ہو تو مسلمان اس سے زیادہ کا حقدار ہے اور جب حضور فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھا لیا، ایک روایت کے مطابق حضور کی حیات میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۲۶)

(۱۸۴) عبداللہ بن سعد بن خیثمہ بن مالک بن حارث بن نحاط بن کعب بن عمرو۔ خاندان بنی عمرو بن عوف سے ہیں۔ جنگ بدر، احد اور بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۴)

(۱۸۵) عبداللہ بن عتیک بن قیس انصاری بن اسود بن مرو بن کعب بن غنم بن سلمہ، ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے، احد اور باقی غزوات میں شریک تھے، ابورافع بن ابی الحقیق کو قتل کیا۔ اس کے محل کے زینہ سے اترتے ہوئے نیچے گر گئے، آپ کی پنڈلی ٹوٹ گئی گھسٹتے ہوئے باہر آئے، جب اعلان ہوا کہ ابی رافع مرگیا ہے تو پنڈلی کو عمامہ سے باندھا اور حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور نے اپنا دست مبارک پنڈلی پر پھیر دیا (تو آپ اچھے ہوگئے) یہ کہتے تھے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس میں کبھی درد ہی نہیں ہوا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۸)

(۱۸۶) عمارہ بن حزم انصاری بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار انصاری خزرجی۔ ماں کا نام خالدہ بنت انس ہے۔ یہ ان ستر اصحاب میں سے ہیں، جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، سرکار نے ان کے اور محرز بن فضلہ کے درمیان مواخات کرادی تھی۔ جنگ بدر، احد، خندق اور تمام جہادوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور فتح مکہ میں بنی مالک بن نجار کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ خالد بن ولید کے ساتھ مرتدین کے قتال میں شریک تھے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۶۳۵)

(۱۸۷) عمر بن طفیل۔ سرکار نے آپ کو خیبر سے ان کی قوم کے پاس بھیجا، تاکہ وہ ان سے مدد لیں، تو انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب لڑائی کا وقت آتا ہے، تو آپ مجھے یہاں سے ہٹا دیتے ہیں، تو رسول اللہ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ رسول اللہ کے قاصد ہو؟ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے، تو اسی دن آپ کا ہاتھ کٹ گیا تھا جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۱۲)

(۱۸۸) عبداللہ بن بدیل بن ورقہ: صحیح روایت کے مطابق آپ فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام لاچکے تھے، آپ فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک میں شامل تھے۔ آپ کے پاس کھجور کے بہت باغات تھے۔ حضرت علی کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ عبداللہ بن عامر کے ہمراہ ہوکر ۲۹ھ میں حضرت عثمان کے عہد خلافت میں آپ نے اہل اصبہان سے مصالحت کی تھی۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۰۳)

(۱۸۹) حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید بن مغیرہ قریشی مخزومی۔ آپ نے حضور کا زمانہ پایا اور زیارت بھی کی، آپ کی کنیت ابو محمد تھی، قریش کے شہسوار اور بہادروں میں سے تھے۔ صاحب فضل وکرم اور نیک سیرت تھے۔ واقعہ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔ حمص میں سکونت اختیار کی تھی۔ یرموک میں بھی شامل تھے۔ حضرت معاویہ نے ان کو روم میں عامل بنایا تھا۔ اہل روم کے ساتھ انہوں نے خوب جنگ کی۔ جب عباس بن ولید حمص کے حاکم ہوئے، تو انہوں نے اہل حمص کے سرداروں سے پوچھا، کہ جس قدر تم عبدالرحمٰن کو یاد کرتے ہو اور کسی حاکم کو یاد نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے؟ بعض لوگوں نے جواب دیا، وہ ہمارے سرداروں کو قریب جگہ

دیتے تھے۔ ہماری خطائیں معاف کرتے، ہمارے مکانوں میں آکر بیٹھا کرتے، ہمارے بازاروں میں جاتے تھے اور مظلوموں کا انصاف کرتے تھے۔ مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۵)

(۱۹۰) حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ بن یزید بن سہم بن عمرو بن ثعلبہ بن غنم بن قتیبہ بن معن باہلی۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو دیار قادسیہ کا عامل بنا کر بھیجا، تو عبدالرحمان بن ربیعہ کو وہاں کا قاضی بنایا تھا۔ مال غنیمت کی تقسیم اور وصولی ان کے سپرد کی تھی۔ پھر حضرت عمر نے ان کو شہر باب ابواب اور ترکستان کے معرکہ جنگ پر حاکم بنایا تھا۔ (ایضاً ۳۰۹)

(۱۹۱) عبدالرحمن بن عائذ آپ غزوہ احد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ (ایضاً ص ۴۲۳)

(۱۹۲) عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی زہری۔ آپ واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے تھے۔ صدیق اکبر کی رہنمائی سے اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد پہلے حبشہ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ سعد بن ربیع انصاری کے ساتھ آپ کا رشتہ اخوت قائم ہوا۔ سعد بن ربیع انصاری نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ میں اپنا نصف مال ومتاع تمہیں دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، دیکھو جو پسند آئے، میں اسے طلاق دے دوں گا، عدت کے بعد نکاح کر لینا، لیکن عبدالرحمن کی غیرت نے گوارا نہیں کیا، جواب دیا، خدا تمہارے مال اور اہل وعیال میں برکت دے، مجھے بازار کا راستہ دکھاؤ، لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا، اس کے بعد آپ نے باقاعدہ تجارت شروع کر دی۔ بدر، احد اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ شریک رہے۔ شعبان ۶ھ میں دومۃ الجندل پر مامور ہوئے۔ خلیفہ اول کے عہد میں حضرت عبدالرحمن ایک مخلص مشیر اور صاحب الرائے رکن کی حیثیت سے ہر قسم کے مشوروں میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں جب حضرت عمر نے بحث ومباحثہ کے لیے ایک مستقل مجلس شوریٰ قائم کی، تو حضرت عبدالرحمن کو اس کا رکن بنایا۔ خدائے تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمن کو اصابت رائے، بخن فہمی اور دوراندیشی کا انتہائی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت مستحقین خلافت پر ریمارک کرتے ہوئے فرمایا تھا، عبدالرحمن نہایت صائب الرائے، ہوش مند اور سلیم الطبع ہیں، ان کی رائے کو غور سے سننا، اگر انتخاب میں مخالفت پیدا ہو جائے تو جس طرف عبدالرحمن ہوں، ان کا ساتھ دینا۔ عہد عثمانی میں حضرت عبدالرحمن نے نہایت خاموش زندگی بسر کی۔ ملکی مہمات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔ ۷۵ برس کی زندگی پا کر صحیح روایت کے مطابق ۳۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۱۹۳) عبداللہ بن انیس جہنی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ بنی سلمہ انصاری کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر، احد اور باقی غزوات میں بھی شریک تھے۔ یہ وہی صحابی ہیں، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ میرا مکان فاصلہ پر ہے تو آپ لیلۃ القدر کو بتا دیجیے کہ میں بھی اس شب میں حاضر ہوں، حضور نے فرمایا جاؤ، ۲۳ کی شب میں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جو بنو سلمہ کے بتوں کو توڑا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۹)

(۱۹۴) عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم بن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب عمرو خزاعی کعبی۔ فتح خیبر کے سال مشرف باسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے۔ آپ کو حضرت عمر بن خطاب نے بصرہ بھیجا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو علم دین سکھائیں عبداللہ بن عامر نے ان کو بصرہ کا قاضی بنایا تھا۔ چند روز وہاں رہے اس کے بعد استعفیٰ دے دیا۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۳)

(۱۹۵) عبداللہ نام، کنیت ابو العباس، والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی۔ آپ نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ابن عباس اکابر صحابہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن وحدیث کی تحصیل فرمایا کرتے تھے۔ طلب علم کا شوق اس درجہ بڑھا ہوا تھا، کہ جس کے پاس بھی حضور کی کسی حدیث کا پتہ چلتا، اس کے پاس جا کر معلوم کرتے، شہادت عثمان غنی تک آپ علمی اور دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں طائف میں سکونت اختیار کی۔ ۶۸ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کہا "الیوم مات ربانی ھذہ الامۃ" آج اس امت کا ربانی وفات پا گیا آپ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، چنانچہ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، ادب شاعری، انساب وفرائض میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر وتاویل میں جو مہارت اور آیت قرآنیہ کی شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت نظر اور ژرف نگاہی آپ کو ملی تھی، وہ کم ہی کسی کے حصے میں آئی۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔

(۱۹۶) عبداللہ بن ابی اوفیٰ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم۔ کنیت ابو معاویہ ہے۔ صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر اور دیگر غزوات میں شریک تھے۔ آپ ہمیشہ مدینہ میں رہے۔ جب حضور نے پردہ فرمایا، تو کوفہ چلے گئے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۰۱)

(۱۹۷) عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی ہاشمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ بہت بڑے سخی تھے۔ آپ کی سخاوت ضرب المثل تھی۔

(۱۹۸) عبداللہ بن مغفل بن عبدنہم بن عفیف بن اسحم بن ربیعہ بن عداء بن عدی بن ثعلبہ بن ذویب مزنی۔ کنیت ابوسعید ہے۔ آپ ان اہل بکاء میں ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی "ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الآیۃ" "ان لوگوں پر بھی کچھ گناہ نہیں ہے جو اے نبی تمہارے پاس آئیں گے کہ تم ان سے کہہ دو کہ میرے پاس کوئی جانور نہیں ہے، جو تمہیں سواری کے لیے دوں تو وہ واپس ہو جاتے ہیں، اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے مارے غم کے آنسو جاری رہتے ہیں۔ ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ، غزوہ خیبر، غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ عراق کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۴۳ ہے۔

(۱۹۹) عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ کنیت ابو محمد اور ابو عبدالرحمٰن ہے۔ والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعد بن سہم بن عمر بن حصیص بن کعب لوی قرشی۔ آپ اپنے والد سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ حضور کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنتے اس کو لکھ لیتے، عہد نبوت کے بعض غزوات میں شریک تھے۔ جنگ یرموک میں نہایت جاں بازی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے۔ عمرو بن عاص نے اس جنگ میں اپنا علم قیادت آپ کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۷۰۰ ہے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۴)

(۲۰۰) عبداللہ بن قرط ازدی۔ جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک تھے۔ یزید بن ابو سفیان نے ان کے ہاتھ اپنا خط حضرت ابو بکر صدیق کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ نے آپ کو ۲ مرتبہ حمص کا حاکم بنایا۔ حضرت ابو عبیدہ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے بھی آپ کو حمص کا حاکم مقرر کیا۔ (ایضاً ج ۳ ص ۳۴۶)

(۲۰۱) عثمان بن عامر قرشی بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی تیمی ہیں۔ والدہ کا نام آمنہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۱۴)

(۲۰۲) عثمان بن ابی العاص بن بشر بن عبد بن دہمان بن عبداللہ بن ہمام بن ابان بن سیار بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف ثقفی۔ کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ وفد ثقیف میں حضور کے پاس آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ حضور نے آپ کو طائف کا عامل مقرر کیا۔ عہد فاروقی تک وہیں فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ پھر حضرت عمر نے آپ کو بحرین کا عامل بنا دیا۔ اس کے بعد بصرہ کی سکونت اختیار کر لی۔ وصال نبوی کے بعد اہل طائف کو مرتد ہونے سے روکا تھا اور ان لوگوں نے آپ کی فرماں برداری کی تھی۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۱۳)

(۲۰۳) عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ یعنی عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ قریشی عبدری حجبی ہیں۔ والدہ کا نام ام سعید تھا۔ آپ خالد بن ولید کے ہمراہ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے آئے تھے۔ آپ نبی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں رہنے لگے اور حضور کے ساتھ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ حضور کی وفات کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کر لی۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۱۲)

(۲۰۴) عرباض بن ساریہ۔ کنیت ابو نجیح تھی۔ آپ شام میں رہتے تھے۔

(۲۰۵) عبید بن زید انصاری بن عامر بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق انصاری زرقی ہیں۔ غزوہ بدر و احد میں شریک تھے۔

(۲۰۶) عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی۔ یہ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ کنیت ابو یزید تھی۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بنت ہاشم تھا۔ ان سے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں تم سب کو دو محبتوں کی وجہ سے بہت زیادہ محبوب رکھتا ہوں، ایک تو حب قرابت دوسرے یہ کہ تم سے اپنے چچا کی محبت کا زیادہ عالم ہوں۔ آپ مشرکین کے ساتھ غزوہ بدر میں جبراً شریک تھے اور اسی روز قید کر لیے گئے۔ آپ کے پاس کچھ مال نہ تھا، تو آپ کے چچا عباس نے آپ کا فدیہ دیا تھا۔ پھر حدیبیہ سے قبل مسلمان ہو کر آ گئے تھے۔ ۸ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ حضور نے ان کو خیبر میں ہر سال کے لیے ایک ایک سو چالیس وسق عنایت کیے تھے۔ یہ جواب بہت جلد دیتے تھے، جس سے دشمن چپ ہو جاتے تھے۔ قریش کے نسب اور وقائع کو ان سے زیادہ جانتے تھے، مگر قریش ان سے دشمنی رکھتے تھے، کیوں کہ وہ ان کی برائیاں شمار کرتے تھے۔ پھر حضرت معاویہ کے پاس شام چلے گئے۔ ایک روز حضرت معاویہ نے ان سے کہا کہ ابو یزید اگر یہ جانتے کہ میں بہتر ہوں ان کے لیے ان کے بھائی سے تو یہ ہمارے پاس نہ رہتے تو عقیل نے کہا کہ میرا بھائی حالت دینی میں میرے لیے بہتر ہے اور تم دنیا میں میرے لیے بہتر ہو، دنیا تو میری بہتر ہو گئی اور اللہ سے اس کے احسان کے بدلے خاتمہ بالخیر چاہتا ہوں۔ یہ حضرت معاویہ کے پاس اس لیے گئے تھے کہ وہ ان کے خالو ہوتے تھے۔ ان کی خالہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ تھیں۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۷۴)

(۲۰۷) عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی مطلبی، ماں کا نام اسماء بنت عمیس ہے۔ ۷ھ میں جعفر اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ آئے، اس وقت عبداللہ کی عمر سات سال تھی۔ جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار شہید ہوئے، تو یتیم عبداللہ پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفقت فرمانے لگے۔ اسی زمانہ میں فرمایا، کہ عبداللہ صورتاً و سیرتاً مجھ سے مشابہ ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی، اے خدا! ان کو جعفر کے گھر کا صحیح جانشین بنا اور ان کی بیعت میں برکت عطا فرما۔ اور میں دنیا اور آخرت دونوں میں آل جعفر کا ولی ہوں۔ جنگ صفین میں اپنے چچا حضرت علی کے ساتھ تھے۔ حضرت علی کے بعد حضرت امیر معاویہ ان پر

بے حد شفقت و کرم فرماتے اور خوب نوازتے تھے۔ فیاضی اور سخاوت کا وصف آپ کے اندر اتنا غالب تھا، زمانہ اسلام میں جزیرۃ العرب میں دس فیاض مشہور تھے لیکن عبداللہ ان میں سب سے زیادہ فیاض تھے اور ان کی فیاضی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وفات پر پورا مدینہ سوگوار ہو گیا۔ ابان بن عثمان نے غسل دیا، نماز جنازہ پڑھائی، مٹی دیتے وقت روتے جاتے اور یہ فرماتے تھے، خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم میں مطلق شر نہ تھا، تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کیا کرتے تھے، تم نیک تھے۔ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں، عبداللہ کریم النفس، فیاض، خوش طبع، خوش خلق، عفیف، پاکدامن اور سخی تھے۔ (استیعاب ج۱ ص۳۵۴)

(۲۰۸) عدی بن حاتم طائی کا تذکرہ پچھلے صفحات میں بھی آچکا ہے یہاں مکرر ہے۔

(۲۰۹) عوف بن مالک اشجعی بن ابی عوف اشجعی، کنیت ابو عبدالرحمن، ابو حماد، ابو عمرو، سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، آپ سے متعدد صحابہ اور تابعین نے روایت کی، آپ کی ایک روایت یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ نصف امت کا جنت میں جانا قبول کیجیے یا شفاعت کا اختیار لے لیجیے، میں نے شفاعت کا اختیار لے لیا، میں ان تمام لوگوں کے لیے شفاعت کروں گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں۔ (ایضاً ج۳ ص۷۶۷)

(۲۱۰) عدی بن عمیرہ بن فروہ کندی، کنیت ابو زرارہ، آپ نے مقام رحاء میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ج۳ ص۵۳۰)

(۲۱۱) عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی بن غالب قریشی جمحی، آپ کی کنیت ابو سائب تھی، ماں کا نام سخیلہ بنت عنبس تھا، آپ شروع زمانہ میں اسلام لائے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں معلوم ہوا کہ سب اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے، تو آپ مکہ واپس آئے اور ولید بن مغیرہ کی امان میں رہنے لگے، مگر غیرت ایمانی دیکھیے جب حضور اور آپ کے صحابہ پر مظالم کی شدت ہوئی، تو ولید بن مغیرہ کی امان واپس کر دی اور اللہ کی امان میں آگئے۔ ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، عبادت میں تمام لوگوں سے زیادہ کوشش کرتے تھے، دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ خواہشات نفسانی سے پرہیز کرتے اور عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔ آپ نے ترک دنیا اور خصی کر دینے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی، مگر آپ نے اس سے منع کر دیا۔ (اسد الغابہ ج۳ ص۵۲۷)

(۲۱۲) عبداللہ بن قیس: ان کا تذکرہ ان کی کنیت ابو موسیٰ اشعری سے پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ یہاں مکرر ہے۔

(۲۱۳) عبداللہ بن خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو ربیعہ خزاعی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دیوان بصرہ کے کاتب تھے۔ آپ کی والدہ صفیہ بنت ابی طلحہ عبدری ہیں۔ (ایضاً ج۳ ص۲۳۷)

(۲۱۴) عبداللہ بن حارث بن جز بن عبداللہ بن معد یکرب بن عمرو بن عصم، آپ ابو وداعہ کے حلیف تھے۔ آپ کی کنیت ابو حارث ہے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ (ایضاً ص۲۲۰)

(۲۱۵) عبداللہ بن عمر: آپ نے علم و فضل، زہد و ورع، پاکیزگی نفس، اتباع سنت، تفقہ، عشق رسول کا پیکر بن کر زندگی کے ایام بسر کیے اور امت کے لیے چراغ ہدایت بنے رہے۔ امت مسلمہ کے اکابر نے آپ کی شان میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ محمد بن حنفیہ آپ کے بارے میں کہتے تھے "کان ابن عمر حبر هذه الامة" آپ قرآن، فقہ، حدیث، تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۲۶۳۰ رہے۔

(۲۱۶) عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اسدی۔ آپ کی والدہ اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافہ ہیں، جو ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہیں۔ جب آپ ۷، ۸ برس کے ہوئے تو ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کو لے کر بیعت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ کے وصال کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو ان کی طرف بھیجا، اس نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل مدینہ کے ساتھ بہت ظلم کیا، جو واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت ابن زبیر نے مکہ میں اپنی امارت قائم کر لی تھی۔ حصین بن نمیر مکہ کی طرف بڑھا اور ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ حصار ۲۶ محرم ۶۴ھ میں ہوا تھا۔ اسی محاصرہ میں خانہ کعبہ اور حضرت اسماعیل کے مینڈھے کے سینگ جل گئے۔ یہ محاصرہ یزید کی موت تک برابر قائم رہا، یزید کا انتقال نصف ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا، اس کے بعد حصین نے عبداللہ کو بلایا تاکہ ان سے بیعت کرے اور ان کو ساتھ لے کر شام جائے اور جو کچھ مکہ اور مدینہ میں کشت و خون ہوا ہے در گزر کیا جائے۔ ابن زبیر نے خانہ کعبہ کو از سر نو بنوایا اور حجر (حطیم) کو کعبہ کی عمارت میں شامل کیا۔ جب ابن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک بن مروان نے حکم دیا کہ کعبہ جیسا تھا ویسا بنا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اب تک ویسے ہی موجود ہے۔ ابن زبیر کی خلافت عبدالملک بن مروان کی تخت نشینی تک رہی۔ جب عبدالملک تخت نشین ہوا اور مصر و شام میں پورا تسلط ہو گیا تو عراق پر فوج کشی کی اور مصعب بن زبیر کو قتل کر ڈالا اور حجاج بن یوسف کو حجاز کی طرف روانہ کیا، اس نے جا کر یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کر لیا اور ابن زبیر کی شہادت تک محاصرہ قائم رہا۔ ۱۵ جمادی الاخریٰ ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ ج۳ ص۲۵۲)

(۲۱۷) عبداللہ بن سہل: بدر میں شریک ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۴۳)

(۲۱۸) عمارہ بن حارثہ بن عتبہ بن حارثہ۔ جنگ خیبر میں آپ کو ایک تیر لگا، جس سے شہید ہوئے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۶۳۸)

(۲۱۹) عکرمہ بن ابی جہل: تذکرہ گزر چکا ہے۔

(۲۲۰) عبداللہ بن جعفر طیار، گزشتہ صفحات میں ان کا تذکرہ آچکا ہے یہاں مکرر ہے۔

(۲۲۱) عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی. کنیت ابو معاویہ سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن ابی اوفی بن علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن اقصی بن حارثہ اسلمی۔ حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، پھر غزوہ حنین میں داد شجاعت دی۔ جس میں ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ نشان زخم مدتوں تک باقی رہا، عہد فاروقی میں جب کوفہ آباد ہوا تو وہاں آپ نے قبیلہ بنو اسلم میں مکان بنا کر مستقل بود وباش اختیار کر لیا۔ جنگ نہروان میں خارجیوں کے خلاف خود بھی جہاد کیا اور دوسروں کو بھی اس میں شرکت کے لیے برانگیختہ کیا۔ آپ کا دامن اخلاق، زہد وورع، عبادت وریاضت فیاضی اور کرم کے پھولوں سے معمور تھا۔ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ فرمان نبوی کی پاسداری نازک سے نازک موقعوں پر کرنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۹۵ ہے۔

(۲۲۲) فضل بن عباس، کنیت ابو محمد، بدر سے پہلے اسلام لائے، لیکن مکہ ہی میں رہے، فتح مکہ سے کچھ پہلے اپنے والد عباس کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ سب سے پہلے فتح مکہ میں شریک ہوئے، حضور نے مسلمانوں میں جو آخری خطبہ دیا، حجرہ عائشہ سے مسجد تک آپ کے سہارے آئے۔ وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے میں بھی شریک ہوئے، آپ سے چوبیس حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں تین حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

(۲۲۳) فیروز دیلمی، کنیت ابو عبداللہ حمیری قبائل کے ساتھ رہتے تھے، قبول اسلام کے وقت دو حقیقی بہنیں آپ کے نکاح میں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک کو طلاق دے دو۔ صنعاء میں انگور کے باغات تھے، جن سے شراب بنتی تھی، شراب حرام کر دی گئی، تو آپ نے انگور کا مصرف پوچھا سرکار نے فرمایا، انگور خشک کر لو اور ان کی نبیذ استعمال کرو۔ یمن کے جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کو آپ ہی نے قتل کیا۔

(۲۲۴) فضالہ بن عبید: فضالہ کے والد اپنے قبیلے کے سردار تھے، بڑے بہادر شہسوار تھے، اچھے شاعر بھی تھے، جب مدینے میں اسلام کی روشنی پھیلی تو فضالہ مسلمان ہو گئے۔ کسی بنا پر غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، عہد نبوی کے بعد شام کی جنگ میں شریک ہوئے۔ فتوحات مصر میں بھی شریک تھے۔ قاضی دمشق ابو درداء رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، تو ان کے جانشین بنائے گئے، صفین کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، تو آپ کو اپنا نائب بنایا تو فرمایا، میں نے آپ کو اپنا جانشین نہیں بلکہ جہنم کے مقابلے میں سپر بنایا۔ امیر معاویہ نے ۴۹ھ میں روم پر فوج کشی کی تو آپ ہی کو سالار لشکر بنایا، آپ درب کے حاکم بھی رہے۔ آپ علم وفضل کے پیکر تھے، لوگ حدیث کی سماعت اور مسائل فقہیہ دریافت کرنے کے لیے جوق در جوق آتے۔

(۲۲۵) قیس بن سعد انصاری: خاندان ساعدہ و بنی خزرج کے معزز رکن تھے، حضرت سعد بن عبادہ انصاری کے فرزند ہیں، ہجرت نبوی سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، تمام غزوات میں شرکت کی، جیش الخبط ۸ھ میں شریک تھے، زاد سفر ختم ہو گیا، تو نو اونٹ قرض لے کر تین دن مسلمانوں کے خورد ونوش کا انتظام کیا۔ فتح مکہ میں سعد بن عبادہ کے بعد پرچم اسلام آپ ہی کے ہاتھوں میں تھا۔ خلافت الٰہیہ کے رکن تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قیس کا دربار رسالت میں وہ درجہ تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولس کے افسر اعلیٰ کا ہوتا ہے۔ حضرت علی کی بارگاہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت علی نے آپ کو مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ قیس مصر سے واپسی کے بعد کوفہ پہنچے، جنگ صفین اور نہروان میں شرکت کی۔ حضرت امام حسن کے ساتھ رہے، تفویض خلافت کے بعد مدینہ چلے آئے، آپ صاحب فضل وکمال تھے۔ حدیث نبوی سے خاص شغف تھا۔ بڑے سخی اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کے بہت سے لوگ آپ کے مقروض تھے۔ چنانچہ جب بیمار ہوئے تو بار قرض کی ندامت کے سبب لوگ آپ کی عیادت سے گریز کرتے، معلوم ہوا تو اعلان کرا دیا کہ میں نے تمام لوگوں کے قرضے معاف کر دیے۔

(۲۲۶) قبیصہ بن ذویب خزاعی: ابو سعید یا ابو اسحاق کنیت تھی، نسباً خزاعی کعبی ہیں، آپ نے ابو ہریرہ، ابو درداء، زید بن ثابت وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ آپ سے زہری رجاء بن حیوہ، مکحول وغیرہ نے روایت کی۔ عبدالملک بن مروان کی خاتم (انگوٹھی) آپ ہی کے پاس رہتی تھی۔

(۲۲۷) قتادہ بن نعمان انصاری: گزشتہ صفحات میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے یہاں مکرر ہے۔

(۲۲۸) آپ کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت حارث حضرت خدیجہ کے بعد اسلام لانے والی سب سے پہلی خاتون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں جو لوگ اترے تھے، ان میں سب سے بعد میں قثم بن عباس باہر نکلے، اس طرح آپ کو سب سے آخر میں زیارت نبوی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علی کے زمانے میں مکہ کے عامل مقرر ہوئے اور امیر بنائے گئے۔

(۲۲۹) کنیت ابو محمد ہے، انصار کے حلیف تھے، ان کا اسلام متاخر ہے، اسلام لانے کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے متعدد حدیثیں مروی

ہیں۔ یہ آیت کریمہ "ففدیة من صیام او صدقة او نسک" آپ ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ کوفہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے، ۲۰ھ یا ۳۰ھ میں مدینہ کے اندر ہوئی۔

(۲۳۰) سلسلہ نسب یہ ہے، کلثوم بن الدم بن امرء القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، بوڑھے ہو چکے تھے، اسلام کی صدا کانوں میں پہنچی، ہجرت سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے قبا پہنچے تو آپ کے مکان پر چار دن قیام فرمایا، پھر ابو ایوب انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے، معرکہ بدر سے پہلے ہی وصال ہوا۔ ہجرت کے بعد صحابہ میں یہ پہلی موت تھی۔

(۲۳۱) سلسلہ نسب یہ ہے۔ لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ العامری، بڑے نامور شاعر تھے۔ اپنی قوم بنی جعفر کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے کے بعد شاعری ترک کر دی۔ انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب صبا (پروائی ہوا) چلے گی تو اونٹ قربان کر کے لوگوں کو کھلاؤں گا پھر اس کے بعد کوفہ چلے گئے، جب صبا چلتی تو مغیرہ بن شعبہ کہتے تھے کہ اے بھائیو! لبید کی مدد کرو تا کہ وہ اپنی نذر میں سچے اتریں ایک روز صبا چلی اور لبید اس وقت کوفہ میں تھے، نہایت تنگدستی وافلاس کی حالت میں تھے، اس کی خبر حاکم کوفہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو پہنچی انہوں نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا لوگو! تم کو معلوم ہے کہ لبید نے کیا نذر مانی تھی لہذا تم لوگ اپنے بھائی کی مدد کرو اس کے بعد ولید نے سو اونٹنیاں اپنے پاس سے بھیجیں اور لوگوں نے بھی اونٹ بھیجے تو لبید نے اپنی نذر پوری کی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن لبید سے کہا مجھے اپنے کچھ اشعار سناؤ، آپ نے کہا کہ میں کوئی شعر نہ کہوں گا بعد اس کے کہ اللہ نے مجھے سورہ بقرہ اور آل عمران کی تعلیم دی ہے یہ سن کر حضرت عمر نے ان کے وظیفہ میں پانچ سو روپیہ اضافہ کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا سب سے اچھی بات جو شاعر کی زبان سے نکلی ہے لبید کا یہ مصرع ہے "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل" (اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۹۶)

(۲۳۲) مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی آپ قریشی عبدی ہیں، آپ نے پہلی مرتبہ حبشہ اور دوسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسلام لانے سے قبل بڑے عیش و عشرت میں زندگی گزارتے تھے۔ اسلام کے آغاز ہی میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ جب گھر والوں کو معلوم ہوا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کو باندھ کر قید کر دیا، کچھ دنوں قید میں رہے، پھر موقع پا کر چھپ کر بھاگ گئے۔ اسلام لانے کے بعد دنیاوی عیش و عشرت کو چھوڑ دیا اور ایسے تارک الدنیا ہوئے کہ موٹے لباس پہنتے پہنتے آپ کا جسم کھردرا ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں کپڑے کی جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے، ان کی اس حالت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر لائے، جنگ احد میں مہاجرین کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

(۲۳۳) معاذ بن جبل۔ معاذ نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، امام الفقہاء، کنز العلماء اور علم ربانی القاب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان اُدَی بن سعد سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدَی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔ مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا آغاز ہوا، تو مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ قدرت نے قبول علم کی بھرپور صلاحیت عطا کی تھی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو معلم کتاب وحکمت سے علم وحکمت کا درس لیا اور جلد ہی اسلامی تعلیم کا نمونہ بن گئے۔ اور آپ کا شمار فضلائے صحابہ میں ہونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے حد درجہ محبت فرماتے، ساتھ رکھتے اور اسرار دین کی تعلیم دیتے۔ ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کی امارت پر مامور کیا۔ جانے سے پہلے پوچھا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ حضرت معاذ نے کہا کہ قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا، اگر اس میں نہ ملے، کہا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق، فرمایا، اگر اس میں بھی نہ ہو، کہا میں خود اجتہاد کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کو وہ خود پسند کرتا ہے۔ پھر اہل یمن کو لکھا "انی بعثت لکم خیر اھلی" یمن میں فرائض منصبی کے علاوہ قضا اور مذہبی امور کی تعلیم کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ جب یمن سے واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ آپ مدینہ سے اہل وعیال کے ساتھ شام منتقل ہو گئے۔ شام کی مہمات میں آپ شریک ہوئے۔ جامع حمص میں قرآن وسنت، اور فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ طاعون عمواس میں حضرت ابو عبیدہ نے انتقال کیا، تو آپ کو اپنا جانشین بنا گئے۔ جب کثرت سے لوگ انتقال کرنے لگے، تو عمرو بن عاص نے کہا کہ یہاں سے نکل چلو، یہ بیماری نہیں آگ ہے۔ حضرت معاذ نے خطبہ دیا اور فرمایا، یہ وبا و بلا نہیں، خدا کی رحمت ہے۔ نبی کی دعوت ہے اور صالحین کے اٹھنے کی ساعت ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے، شام اسلام کے علم کے نیچے آجائے گا۔ پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی، جو اس میں مرے گا، شہید ہوگا، اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے۔ الٰہی اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ تو یہ رحمت میرے، گھر میں بھیج اور مجھ کو اس میں کافی حصے دے، چند دنوں بعد اسی مرض میں مبتلا ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۲۳۴) مقداد بن اسود: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ الخ۔ آپ مقداد بن اسود کے نام سے مشہور تھے۔ یہ اسود وہی ہیں، جن کی طرف اسود بن

بنوث زہری منسوب تھے۔ حضرت مقداد سابقین اولین میں ہیں۔ آپ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ حبشہ کی ہجرت کی پھر مکہ آئے اور وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے نکلے تو معلوم ہوا کہ ابو جہل لشکر لے کر آ رہا ہے۔ سرکار نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر حضرت مقداد نے عرض کیا، یا رسول اللہ! خدا کی طرف سے جو حکم آپ کو ملا، بلا تامل اس پر عمل فرمایئے، بخدا ہماری طرف سے ایسا جواب نہیں دیا جائے گا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیا تھا، جب انہیں عمالقہ کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا تھا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد کو لے چلیں گے، تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے، تا آں کہ آپ فائز المرام ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ان کی تحسین فرمائی اور دعائے خیر کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم دیا کہ میں چار آدمیوں سے محبت کروں، کیوں کہ خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے نام بتایئے فرمایا علی، ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۵۲)

(۲۳۵) محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن عوث۔ آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ بعثت سے ۲۲ سال پہلے پیدا ہوئے، آپ بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے۔ سعد بن معاذ اور عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ابو عبیدہ بن جراح سے برادری قائم ہوئی، غزوہ بدر میں شریک تھے، غزوہ قینقاع میں یہود کا مال آپ ہی نے وصول کیا تھا۔ بدترین یہودی کعب اشرف کو آپ ہی نے قتل کیا تھا۔ بنی نضیر کی جلاوطنی اور ذی القصہ کی مہم سر کی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر سرکار نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں قبیلہ جہینہ کے صدقات آپ ہی وصول فرماتے، عمال کی شکایتوں کی تفتیش کا کام آپ ہی کو سونپا تھا۔ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت تک مدینہ میں رہے۔ پھر ربذہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت علی نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ میرے ساتھ شریک کیوں نہیں ہوئے؟ عرض کی، کہ آپ کے بھائی نے مجھے تلوار دی تھی، اور فرمایا تھا کہ مشرکین سے لڑنا اور جب مسلمان باہم سرگرم پیکار ہوں تو احد پر مار کر پاش پاش کر دینا، جمل اور صفین کے معرکوں میں الگ رہے۔ آپ صحبت نبوی کی برکت سے فضلائے صحابہ کی مجلس میں ممتاز تھے۔ کتب حدیث میں آپ سے چودہ احادیث ہیں۔

(۲۳۶) مسور بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری، آپ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ والدہ کا نام عاتکہ بنت عوف ہے۔ آپ حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے، زبردست فقیہ اور عالم باعمل تھے۔ اپنے ماموں عبد الرحمٰن کے ساتھ ہمیشہ امر شوریٰ میں شریک رہے۔ آپ کا رجحان طبع حضرت علی کی طرف تھا، حضرت عثمان کی شہادت تک مدینہ میں قیام پذیر رہے۔ پھر وہاں سے مکہ چلے گئے، جہاں امیر معاویہ کی وفات تک ٹھہرے رہے، چوں کہ یزید کی بیعت آپ کو ناپسند تھی، اس لیے ابن زبیر کے ساتھ مکہ ہی میں رکے رہے۔ جب حصین بن نمیر شامی لشکر لے کر مکہ پر ابن زبیر سے جنگ کے لیے حملہ آور ہوا تو اس وقت مسور کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے، اسی دوران آپ کو منجنیق کا پتھر لگا، آپ گر پڑے اور اسی صدمہ سے آپ کی شہادت ہوئی۔ ابن زبیر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ایضاً ج ۵ ص ۱۹۲)

(۲۳۷) مقدام بن معد یکرب بن عمر بن یزید بن معد یکرب بن سیار بن عبد اللہ بن وہب بن ربیعہ بن حارث بن معاویہ بن ثور بن عفیر الکندی جو وفد کندہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، یہ اس میں شامل تھے۔ ان کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۴۶)

(۲۳۸) مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن قیس، آپ کا تعلق ہوثقیف سے ہے اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ صلح حدیبیہ میں موجود تھے، اس موقع پر آپ نے عروہ بن مسعود سے مذاکرہ میں حصہ لیا تھا۔ مغیرہ بڑے دانشمند تھے۔ شعبی کا بیان ہے کہ عرب میں چار دانش مند تھے۔ (۱) معاویہ بن ابو سفیان (۲) عمرو بن عاص (۳) مغیرہ بن شعبہ (۴) زیاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ عقیدت تھی، وصال کے بعد جسد خاکی جب قبر میں رکھا گیا اور لوگ قبر سے باہر آئے تو حضرت مغیرہ نے قبر میں اپنی انگوٹھی گرا دی، تو حضرت علی نے کہا، نکال لو تو آپ قبر میں داخل ہوئے اور پائے مبارک کا بوسہ دیا اور جب مٹی ڈالی جانے لگی تو باہر آئے انگوٹھی قصداً گرائی تھی تا کہ یہ شرف ان کے ساتھ مخصوص ہو جائے کہ وہ ذات نبوی سے سب سے آخر میں جدا ہونے والے ہیں۔ عہد صدیقی اور فاروقی کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ اور کارہائے نمایاں انجام دیے۔ شاہ ایران کے دربار میں سفارت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے۔ صفین میں پہلے علی پھر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۳۳ ہے۔

(۲۳۹) یہ مغیرہ بن شعبہ ہی ہیں مولف بحر زخار نے تذکرہ مکرر کر دیا۔ سعید غلطی سے لکھا گیا اور تذکرے میں سعید کے قبول اسلام کے بعد نکاح کا ذکر کیا گیا، حالاں کہ مغیرہ نے قبول اسلام کے بعد تین سو یا ایک ہزار عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۱)

(۲۴۰) نوفل بن حارث. سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، والدہ کا نام غزیہ بنت قیس تھا۔ حالت کفر میں بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے برادرانہ انس تھا۔ غزوہ بدر میں جبراً شریک کیے گئے، گرفتار ہوئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نوفل فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ۔ عرض کی، یا رسول اللہ! میرے پاس فدیہ کے لائق کوئی چیز نہیں۔ فرمایا، وہ تیر جو تم نے جدہ میں رکھے ہوئے ہیں وہ کس کام آئیں گے انہوں نے کہا میرے ان تیروں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، یقیناً آپ اللہ

کے رسول ہیں۔ چنانچہ نوفل مسلمان ہوگئے اور ایک ہزار تیر دے کر رہائی حاصل کی۔ فتح مکہ اور حنین، طائف کی جنگوں میں شرکت کی۔ غزوہ حنین میں آپ نے تین ہزار تیر پیش کیے تھے اور پوری ثبات قدمی سے جنگ کی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۲۶)

(۲۴۱) نوفل بن معاویہ بن عروہ بن صخر بن یعمر بن نفاثہ بن عدی بن الدیل، فتح مکہ میں شریک ہوئے، مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث، عبد الرحمن بن مطیع اور عراک بن مالک نے روایت کی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۲۷)

(۲۴۳) نعیم اپنے بھائی تمیم داری اور چچیرے بھائی ابو ہند کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، جو جاگیر آپ نے مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۰۸)

(۲۴۴) نام ہاشم، ابو عمرو کنیت، ہاشم بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے تھے۔ عہد فاروقی میں داد شجاعت دینے کا موقع ملا، خالد بن ولید کے ساتھ داد شجاعت دی، یرموک کی جنگ میں ایک آنکھ شہید ہوگئی، شام کے علاوہ عراق کے معرکوں میں شریک ہوئے، جلولہ کی جنگ میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوئے، قادسیہ کے فاتحین میں سرفہرست ہیں، وجہ کا پورا ساحلی علاقہ ہاشم کی کوششوں سے فتح ہوا، جنگ جمل میں آپ حضرت علی کے دست راست رہے، صفین میں بھی حضرت امیر کی حمایت میں شامیوں سے لڑے، آپ ہی کے ہاتھ میں لشکر کا سب سے بڑا علم تھا، جنگ صفین میں آپ کا ایک پاؤں کٹ کر گر گیا، پھر بھی جواں مردی کے ساتھ لڑتے رہے، اور شہادت پائی ابن کثیر آپ کے فضائل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ "کان من شجعان الابطال والفضلاء الاخیار" (اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۲۹)

(۲۴۵) واثلہ بن اسقع بن عبد العزی بن عبد یالیل بن ناشب بن عنزہ بن سعد بن لیث بن بکر کنانہ کنیت، ابو قرصافہ، ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر بڑے بے سروسامان تھے، لشکر کوچ کر گیا، تو مدینہ کی گلیوں میں پھر پھر کر یہ صدا لگائی کہ کون مجھ کو میرے مال غنیمت کے بدلے تبوک لے چلتا ہے؟ ایک انصاری بزرگ تیار ہوگئے، وہ ساتھ لے لیا، لڑائی ختم ہونے کے بعد ۶ اونٹنیاں واثلہ کے حصہ میں آئیں، شرط کے مطابق اونٹنیاں انصاری کے پاس لائے، انہوں نے کہا، تمہاری یہ اونٹنیاں اچھی ہیں، واثلہ نے کہا شرط کے مطابق حاضر ہیں۔ انصاری بزرگ نے کہا، بھتیجے! تمہاری یہ اونٹنیاں تمہیں مبارک ہوں تم انہیں لے جاؤ، میرا مقصد صرف ثواب آخرت ہے۔ پہلے بصرہ پھر دمشق اور آخر میں بیت المقدس میں قیام کیا اور وہیں سے جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ واثلہ اصحاب صفہ میں سے تھے، اس وجہ سے انہیں قرب نبوی کا سنہرا موقع ملا، آپ کا سینہ احادیث نبویہ کا گنجینہ بن گیا اور آپ سے بہت سارے تابعین نے درس لیا۔ نماز کے علاوہ اوراد ماثورہ کا عمل برابر جاری رکھتے۔ نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک وظیفہ میں مشغول رہتے۔ صبح و شام لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۵۶ ہے۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۶۲)

(۲۴۶) ولید بن عقبہ آپ کی کنیت، ابو وہب تھی، ولید فرماتے ہیں، کہ جب مکہ فتح ہوا تو اہل مکہ اپنے بچوں کو حضور کی خدمت میں لائے تو آپ نے ان کے سروں پر ہاتھ پھیر ان کے لیے برکت کی دعا کی، مجھے بھی لایا گیا، لیکن میں مخلق تھا تو مجھے نہیں چھوا۔ عثمان کے عہد خلافت میں جب سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی ولایت سے معزول کیا گیا، تو ان کی جگہ آپ ہی کو مقرر کیا گیا۔ آپ کریم النفس، ظریف الطبع، حلیم، بہادر، ادیب اور اچھے شاعر تھے، جب حضرت عثمان شہید ہوئے، تو ولید نے علاحدگی اختیار کر لی ایک روایت کے مطابق جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ شریک ہوئے، بعد میں ولید نے رقہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی اور مقام بلیخ میں دفن ہوئے۔ (ایضاً ج ۵ ص ۳۷۸)

لجہ دوم

(۱) اسم گرامی علی، کنیت ابو الحسن، ابو تراب، لقب حیدر و مرتضی ہے۔ والد کا نام ابو طالب والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ پورا سلسلہ نسب اس طرح ہے، علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ حضرت علی نے آغوش رسالت میں پرورش پائی تھی، اس لیے مردوں میں سب سے پہلے ان کی نگاہیں اسلامی مناظر سے بہرہ مند ہوئیں، چنانچہ بعثت کے ابتدائی ایام میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مصروف عبادت دیکھا، تو حیرت سے دریافت کیا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ رسول گرامی نے ارشاد فرمایا، یہ اللہ کا دین ہے جس کو اللہ نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اسی کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا ہے، میں تم کو بھی خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں، وہ تنہا معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ معاجت رسول کی برکتوں نے فطرت سلیم کو نکھار دیا تھا، ایک شب توقف کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے بہرہ مند

ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو تمام امانتیں سونپ دیں اور حکم دیا کہ ان کے مالکوں کو واپس کرنے کے بعد مدینہ آنا۔ سرکار نے حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ بعد ہجرت رشتہ مواخات قائم کیا۔ ۲ھ میں سرکار نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ سے آپ کا عقد کیا، غزوہ احد سے لے کر تمام غزوات میں داد شجاعت دی، ۷ھ میں سرکار نے خیبر پر حملہ کیا، جس کے متعدد قلعے مسلمانوں نے فتح کر لیے، آخر میں قموص کا قلعہ باقی رہ گیا، جہاں مشہور یہودی مرحب رہتا تھا، ۱۲، ۱۳ روز تک محاصرہ قائم رہا مگر فتح حاصل نہ ہوئی، آخر میں سرکار نے فتح کی دلنواز بشارت اس طرح سنائی، میں کل پرچم اسلام ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے محبوب رکھتے ہیں، کل ہو کر حضور علیہ السلام نے اسلام کا پرچم حضرت علی کو عطا فرمایا۔ آپ اسلامی لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے، گھمسان کی جنگ ہوئی اور خیبر کا مضبوط قلعہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں ان کے مشیر رہے۔ حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو مدینہ میں حضرت علی کو اپنا جانشین بنایا، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ۳۵ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ میں فجر کے وقت ابن ملجم نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس کے صدمے سے ۲۱ رمضان کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

(۲) فاطمہ نام، زہرا لقب تھا۔ آپ حضور کی سب سے چھوٹی اور سب سے افضل صاحب زادی ہیں۔ ایک نبوی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ذی الحجہ ۲ھ میں حضرت علی کے ساتھ نکاح ہوا۔ سرکار مرض الموت میں تھے، حضرت فاطمہ کو بلا بھیجا، تشریف لائیں، تو ان سے کان میں کچھ باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کان میں کچھ کہا، تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ پہلی دفعہ سرکار نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی، تو فرمایا، کہ تم اپنے خاندان میں سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔ آپ سے کتب حدیث میں ۱۸ روایتیں منقول ہیں، جس کو جلیل القدر صحابہ نے آپ سے روایت کیا۔ سرکار نے حضرت فاطمہ کے بارے میں فرمایا، ”فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی“ ”فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا، مجھ کو ناراض کرے گا۔ (بخاری ج اص ۵۳۲)

حضرت فاطمہ کی ذات میں قدرت نے جو فضائل ودیعت کیے تھے، ان کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی، اس بنا پر حدیث میں آیا ہے ”حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیة امراة فرعون“ ”تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔ زہد و ورع کی یہ حالت تھی، کہ حضرت رسالت مآب کے علاوہ اس کی کہیں مثال نہیں مل سکتی۔ سرور کونین کی شہزادی کا حال یہ تھا کہ چکی پیستے پیستے ہاتھ میں گٹے پڑ جاتے، مکان صاف کرنے سے کپڑے میلے ہو جاتے، چولہے کے دھوئیں سے لباس سیاہ ہو جاتا، مگر جبین زہد و ورع پر شکن تک نہ آتی۔ حضرت فاطمہ کو عیش و زیبائش کے جو سامان دوسروں سے ملتے اسے سخت ناپسند کرتیں، حضرت علی نے ایک بار سونے کا ہار دیا، سرکار نے فرمایا کیوں فاطمہ کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت فاطمہ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔ صدق و راستی میں آپ کا کوئی حریف نہ تھا، حضرت عائشہ کا بیان ہے ”ما رایت احدا کان اصدق لهجة من فاطمة الا ان یکون الذی ولدها“ ”میں نے فاطمہ سے زیادہ کسی کو راست گو نہیں دیکھا البتہ آپ کے والد محترم اس سے مستثنیٰ تھے۔ سرکار سے آپ کو بے حد محبت تھی، خود سرکار بھی حضرت فاطمہ کے پاس جاتے اور جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا، وہ بھی حضرت فاطمہ ہی ہوتیں۔ فاطمہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔

(۳) مولف بحر ذخار نے لکھا ہے، پچاس حج پیادہ از مدینہ بجا آوردہ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پچاس حج کیے، جب کہ ارباب سیر و تاریخ نے عمر شریف ۴۸ برس لکھی ہے جس کا اعادہ خود مولف نے بھی کیا ہے۔ آپ کا اسم گرامی حسن، کنیت ابو محمد اور لقب ریحانۃ النبی ہے۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقے میں دو مینڈھوں کی قربانی کی گئی، اور سر کے بالوں کو اتار کر اس کے وزن کے مطابق چاندی خیرات کی گئی، آپ کی تربیت آغوش رسالت میں ہوئی، جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو رسول گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور چھ ماہ بعد خاتون جنت کی آغوش شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ رمضان ۴۰ھ میں جب حضرت علی کی شہادت ہوئی، تو امام حسن کو اپنا جانشین بنایا، ۴۱ھ میں آپ نے منصب خلافت حضرت امیر معاویہ کے حوالے کر دیا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، جو تقریباً چالیس سال پیشتر حضرت حسن کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی ایک دن حضور منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور حسن بن علی آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے سرکار کبھی لوگوں کی جانب نگاہ کرتے اور کبھی حسن کو دیکھتے، پھر ارشاد فرمایا، اے لوگو! اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا، تفویض خلافت کے بعد امام حسن مدینہ منورہ آ کر مقیم ہو گئے۔ حضرت امام حسن کی فضیلت کا طرہ امتیاز نواسہ رسول ہونا ہے اس کے علاوہ جملہ فضائل اور محاسن اخلاق کا مجموعہ تھے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا ”الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة“ ”هذان ابنای وابنا ابنتی اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من یحبهما“ ”باب العلم حضرت علی کے بیٹے اور معلم کتاب و حکمت کے نواسے ہیں۔ علم و فضل میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ فضلائے مدینہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ سے ۱۳ حدیثیں مروی ہیں۔ فیاضی اور کرم و داشت میں ملے تھے۔ صدقات و خیرات میں آپ کی نظیر نہیں۔

موجود ہے۔ جس کی صراحت کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔

(۴) صحیح قول کے مطابق واقعہ کربلا ۶۱ھ میں واقع ہوا، جس کی صراحت کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ علم کی دولت آپ کو وراثت میں

(۵) امام زین العابدین۔ واقعہ کربلا نے آپ کو اس درجہ متاثر کیا، کہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور عبادت کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ اس کے باوجود ان کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔

ملی تھی، لیکن آپ اس درجہ افسردہ خاطر ہو چکے تھے، کہ مجلسوں سے کنارہ کش رہتے، جس کی بنا پر علمی کمالات کا ظہور نہ ہو سکا تھا۔

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں ان سے زیادہ افضل نہیں پایا۔ (تہذیب ۱/۳۰۴ ص ۳۰۴)

ابن سعد لکھتے ہیں

کان ثقة مامونا کثیر الحدیث عالیا رفیعا (تہذیب ج ۷ ص ۲۶۹)

آپ مکارم اخلاق کا پیکر زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے۔ خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا، کہ تیز ہوا بھی چلتی، تو عذاب الٰہی کے خوف سے بے ہوش ہو جاتے، اکثر اوقات

عبادت میں بسر ہوتے، رات دن میں ایک ہزار رکعات نفل پڑھتے، مرتے دم تک اس معمول میں کوئی فرق نہ آیا، جس کی وجہ سے آپ کا لقب زین العابدین ہو گیا۔

(۶) آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر تھا۔ وفور علم کے باعث باقر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام زین العابدین کی آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ حدیث

میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ فقہ میں بھی بڑی شان کے مالک تھے۔ علم و فضل کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ خاندان رسالت کے ہونہار

فرزند تھے۔ عبادت کا ذوق آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ شب و روز میں، ایک سو پچاس رکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۱۵)

(۷) امام جعفر صادق آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ نے علم و فضل کے اس گھرانے میں آنکھ کھولی جس کے ذرے ذرے سے علم و معارف کی شعاعیں

پھوٹتی تھیں۔ امام زین العابدین کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے، آپ کی جلالت، امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ کا شمار مشہور حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔

فقہ میں بھی آپ امتیازی شان رکھتے تھے۔ عبادت و مجاہدہ آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ آپ کی ذات سخاوت و فیاضی کا سرچشمہ تھی۔ بڑے بہادر اور بے باک تھے۔ بڑے

بڑے جابروں کے روبرو بھی حق بولنے سے نہ رکتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے اوپر ایک مکھی آکر بیٹھی، وہ بار بار ہانکتا، مگر وہ آکر بیٹھ جاتی، منصور عاجز آگیا اور امام جعفر

سے پوچھا، کہ مکھی کیوں پیدا کی گئی ہے؟ فرمایا، جابرہ کو ذلیل کرنے کے لیے۔ (صفوۃ الصفوہ ص ۱۴۱)

(۸) آپ کی کنیت ابو الحسن، ابو ابراہیم اور لقب مبارک کاظم تھا، زہد و تقویٰ اور بردباری میں اپنی مثال آپ تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کاظم کے بہترین مصداق

تھے، کیوں کہ آپ نے مستجاب الدعوات ہونے کے باوجود اپنے بدترین دشمنوں سے بھی کمال درجہ حلم و بردباری اور عفو و درگذر سے کام لیا۔ آپ اپنے زمانے کے بہت

بڑے فقیہ، کریم اور سخی تھے۔ کتب سیر میں آپ کے احوال سے متعدد کرامتیں منقول ہیں۔

(۹) آپ کی کنیت ابو الحسن اور لقب رضا تھا۔ خلیفہ مامون رشید نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ جب آپ اس سے ملاقات کے لیے جاتے امراء اور اعیان

سلطنت استقبال کرتے اور سرا پردہ اٹھاتے۔ آپ مامون کے پاس حاضر ہوتے۔ اس عزت و احترام کی بدولت درباریوں کو حسد ہوا اور انہوں نے طے کیا، کہ امام جب

دربار میں آئیں، تو ان کا استقبال نہ کیا جائے اور نہ پردہ اٹھایا جائے۔ ایک دن حضرت تشریف لائے بے اختیار سب نے استقبال کیا اور پردہ اٹھایا اس بات پر سب نے

تعجب کیا اور باہم قسم کھائی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر ایک دن تشریف لائے، تو سب کے سب استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، سلام کیا، لیکن پردہ اٹھانے میں توقف کیا۔

خدائے تعالیٰ نے اس وقت ہوا بھیجی، جس نے پردہ اٹھا دیا اور امام دربار میں تشریف لے گئے۔ جب باہر نکلنے کا ارادہ کیا، پھر ہوا اٹھی اور پردے کو ہٹا دیا اور آپ باہر

تشریف لائے۔ جب سرا نے یہ کرامت دیکھی، کہا کہ امام کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے۔ ہمارے ذلیل کرنے سے ہرگز ذلیل نہ ہوں گے۔ مجبوراً پہلی عادت کے

مطابق استقبال اور پردہ برداری کرنے لگے۔

(۱۰) آپ کی کنیت ابو جعفر، لقب جواد اور تقی ہے۔ عام طور پر آپ کو محمد تقی کہا جاتا ہے۔ والدہ کا نام خیزران یا ریحانہ تھا، جو ام ولد تھیں۔ آپ بڑے جری اور

بے باک تھے حق بات کہنے سے کبھی نہ ڈرتے، مامون الرشید نے اپنی ایک لڑکی ام فضل کی شادی آپ کے ساتھ کی۔ آپ کا مزار مبارک بغداد میں حضرت موسیٰ کاظم

کے مقبرے کے عقب میں ہے۔

(۱۱) آپ کا اسم گرامی علی کنیت ابو الحسن (ثالث) القاب ہادی، عسکری اور النقی ہیں۔ آپ علی النقی یا علی الہادی کے نام سے مشہور ہیں، آپ انتہائی عالی مرتبت

عالم دین تھے۔ رحم دلی، عبادت و ریاضت امانت و دیانت اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ مستجاب الدعوات، مجسمہ خشیت، پیکر صبر و رضا منبع اخلاص و اخلاق

اور صاحب جود و سخا تھے۔

(۱۲) امام حسن عسکری کنیت ابو محمد القاب ذکی، سراج اور عسکری تھے۔ آپ انتہائی درجہ مقرب بارگاہ ایزدی، بلند پایہ عالم دین، عبادت و ریاضت زہد

و تقویٰ، جود و سخا، اخلاق و اخلاص اور صبر و رضا میں یکتائے روزگار تھے۔

صاحب بحرزخار نے ولادت ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ لکھی ہے اور وفات ۲۹۰ھ تحریر کی ہے اور کل عمر شریف ۲۸ یا ۲۹ سال لکھی ہے۔ سال ولادت کو صحیح مانا جائے تو عمر شریف ۵۸ یا ۵۹ سال ہوتی ہے، جو صحیح نہیں۔ سن ولادت میں مولف سے سہو ہوا ہے۔ صحیح سن ولادت ۲۳۲ھ ہے۔

(۱۳) محمد بن حنفیہ: آپ کی کنیت ابوالقاسم، ماں کا نام خولہ معروف بہ حنفیہ تھا۔ عہد فاروقی کے اختتام کے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ان کی پیدائش ۲۱ھ کے آخر یا ۲۲ھ کے شروع میں ہوئی۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے۔ دم آخر حضرت علی نے حسنین کریمین سے یہ فرمایا تھا، کہ محمد بن حنفیہ کے بارے میں میری وصیت ہے کہ وہ تمہارے حقیقی بھائی کے برابر اور تمہارے باپ کے لڑکے ہیں، اس کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ تمہارے باپ ان سے محبت کرتے تھے۔ آپ کو علم کی دولت ورثے میں ملی تھی۔ حدیث میں بھی آپ کا مقام نمایاں تھا۔ علم کے ساتھ وہ بڑے عابد و زاہد بھی تھے۔ قوت و شجاعت بھی ورثے میں ملی تھی۔ اتنے قوی اور طاقت ور تھے، کہ زرہ کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر چیر ڈالتے تھے۔

(۱۴) عائذ بن عبداللہ بن عمرو۔ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ذہبی لکھتے ہیں: "ابو ادریس الخولانی عالم اهل الشام الفقیه احد من جمع بین العلم والعمل" حضرت ابودرداء کے بعد شام میں ان کے جانشین ہوئے۔ امام زہری آپ کو شام کے فقہا میں شمار کرتے ہیں۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں دمشق کے قاضی تھے، اس کے علاوہ پند و موعظت کا بھی فریضہ انجام دیتے تھے۔ مکحول دمشقی کہتے تھے، میں نے ابوادریس سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

(۱۵) ابوامیہ کنیت شریح بن حارث بن قیس بن الجہم بن معاویہ بن عامر بن رائش بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ کندی۔ عہد رسالت ہی میں مشرف باسلام ہوئے، لیکن زیارت رسول سے محروم رہے، تابعین میں بہت ممتاز تھے۔ تاریخ اسلام کے مشہور قاضی ہیں۔ علمی لحاظ سے اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ نووی لکھتے ہیں، کہ شریح کی توثیق دینداری فضل و کمال، ذکاوت ان کی روایت پر سب کا اتفاق ہے۔ حدیث و فقہ کے علاوہ شاعری اور قیافہ میں درک رکھتے تھے۔ فضائل علم کے علاوہ آپ بڑے دیندار اور عبادت گزار تھے۔

(۱۶) احنف بن قیس بن معاویہ بن حصین بن حفص بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی، آپ کی فضیلت کا میدان مسند علم کے بجائے خارزار سیاست تھا، وہ اپنے عہد کے عاقل، مدبر، عالم اور حاکم حلیم تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی، تو مصعب نے کہا، آج سے حزم و ورع کا خاتمہ ہوگیا۔ احنف جس درجے کے مدبر تھے، اتنے ہی زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں ممتاز تھے۔

(۱۷) علامہ نووی لکھتے ہیں، طاؤس صاحب علم و فضل اور کبار تابعین میں تھے۔ ان کی جلالت، فضیلت، وفور علم اور صلاح و حفظ پر سب کا اتفاق ہے۔ فقہ میں بڑا پایہ تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں، کان فقیها جلیل القدر و طیع الذکر علم کے ساتھ طاؤس میں اسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ ۴۰ حج کیے۔

(۱۸) کنیت ابوعمرو آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کا بیان ہے کہ آپ جنگ جلولہ کے سال پیدا ہوئے۔ حبر امت حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں ۸/۱۰ مہینہ قیام کرکے ان کے کمالات سے فیض یاب ہوئے۔ امام ذہبی آپ کو امام حافظ فقیہ اور متقن لکھتے ہیں۔ قرآن، فقہ، حدیث، مغازی، ریاضی اور ادب و شاعری سب میں انہیں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔ مدینہ میں آپ کا حلقہ درس قائم تھا۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں کوفہ کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔

(۱۹) ابن اشعث نے حجاج بن یوسف کے خلاف جنگ کی تھی، اس کا سن ۸۲ھ یا ۸۳ھ ہے۔ تینوں نسخوں میں سہو کاتب سے "دو صد یک دیا دو" لکھا ہوا ہے، جو غلط ہے۔

(۲۰) عبدالرحمٰن بن یسار بن بلال بن بلیل بن احیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجبا بن کلفہ بن عمرو بن عوف اوسی انصاری، ابن ابی لیلیٰ ممتاز تابعین میں سے تھے۔ انہوں نے ۲۰ انصار صحابہ کو دیکھا، قرآن و حدیث اور فقہ جملہ علوم میں درک رکھتے تھے۔ حدیث میں ان کا علم اتنا وسیع اور مسلم تھا، کہ صحابہ ان کے حلقہ درس میں شریک ہوکر ان کی احادیث سنتے تھے۔ کوفہ کے قاضی تھے۔ مزاج میں سادگی تھی، اس کے باوجود لوگوں کے دلوں پر آپ کا علمی رعب قائم تھا۔

(۲۱) آپ ائمہ تابعین میں تھے۔ ان کی علمی جلالت شان تمام علماء و محدثین میں مسلم تھی، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، وہ امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، مجتہد تھے اور رائے میں انہیں خاص بصیرت تھی، اس لیے ربیعۃ الرائے کہلاتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، آپ کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، اس میں مدینہ کے تمام بڑے بڑے علماء و ائمہ اور شرفا شریک ہوتے تھے۔ امام مالک آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں، اس علم کے ساتھ آپ بڑے ہی عابد و زاہد تھے۔ زر و مال سے بے نیاز تھے۔ اپنے مال میں بڑے فیاض اور سیر چشم تھے۔

(۲۲) صاحب بحرزخار نے نام مسلم بن عبداللہ لکھا ہے، جب کہ وہ سالم بن عبداللہ ہے، خانہ کعبہ میں ان کی ملاقات سلیمان بن عبدالملک سے نہیں، بلکہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی، (ابن خلکان) حضرت عمر کے پوتے عبداللہ کے فرزند آپ کی ماں یزدجرد شاہ ایران کی شاہزادی تھیں۔ خاندانی شرافت اور علم وراثت میں ملا تھا۔ حضرت عمر کے نقش ثانی تھے۔ مدینہ کے تابعین میں اقلیم علم و عمل دونوں کے فرمانروا تھے۔ امام نووی لکھتے ہیں، سالم کی امامت، جلالت، زہد و ورع، اور علو مرتبت پر

سب کا اتفاق ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ جملہ علوم میں ان کو یکساں درک تھا۔

(۲۳) علم وفضل، شجاعت واستقامت کا روشن مینار تھے۔ آپ علم وعمل کا مجمع البحرین تھے۔ آپ کے اندر بے پناہ استعداد علم وفن تھی، اپنے فطری ذہن وفہم کو کام میں لاکر طلب علم کی راہ طے کرنا شروع کیا، ان کے عہد میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے جو افراد باقی رہ گئے تھے، ان سے کسب فیض کیا، کبار تابعین کا عہد زریں جستجوئے علم کے لیے انہیں سازگار آیا اور وہ سیر وسیاحت کے ذریعہ علوم اسلامی کے سرچشموں سے سیراب ہوتے رہے۔ فقہ وفتویٰ میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے، کچھ دنوں کوفہ کے عہدہ قضا پر فائز رہے۔ علمی فضل وکمال کے ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی منفرد شان رکھتے تھے۔ خشیت ایزدی، سوز وگداز قلب، شوق عبادت وریاضت درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

(۲۴) آپ ملک یمن کے مشہور قصبہ جند میں ۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ کی علمی وروحانی فضا میں پروان چڑھے اور علم وفضل میں وہ مقام حاصل کیا، کہ بڑے بڑے لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کرنے میں فخر محسوس کیا۔ آپ حدیث وفقہ کے امام تھے، علمی فضائل کے ساتھ زہد وورع اور فضائل اخلاق کی تصویر تھے۔ ان کی مجلس کبھی ذکر الٰہی سے خالی نہ رہتی۔ بکثرت روزے رکھتے اور نوافل ادا کرتے، آپ نے علم کو جاہ ومنصب کی طلب کا ذریعہ کبھی نہ بنایا۔

(۲۵) محمد بن حنفیہ کا تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، مولف کو ترتیب وتہذیب کتاب کا موقع نہ مل سکا، اسی لیے بعض حضرات کے ترجمے مکرر آگئے ہیں۔

(۲۶) آپ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی، قرآن، حدیث، فقہ، انساب اور مغازی میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ یوں تو آپ کو مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی، مگر حدیث وآثار میں آپ امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ فقہ میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ اپنے فقہی کمال کی وجہ سے مدینہ کی مجلس افتا کے صدر نشین تھے۔

(۲۷) نافع بن طاؤس کسی جنگ میں اسیر ہوئے، قسمت کی بلندی نے انہیں عبداللہ بن عمر جیسے صاحب علم وتقویٰ کی غلامی میں دے دیا۔ ابن عمر نے فطری ذہانت اور حصول علم کا شوق دیکھ کر نافع کی تعلیم وتربیت اس انداز سے کی، کہ وہ امام حدیث وفقہ بن کر نجیب الطرفین احرار کے لیے قابل رشک بن گئے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ حدیث میں آپ کا رتبہ اتنا بلند تھا، کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو اہل مصر کی تعلیم سنن کے لیے بھیجا تھا۔

(۲۸) تحصیل علم کا ذوق ورثہ میں ملا تھا، اس کی بدولت اپنے وقت کے جلیل القدر اصحاب علم سے فیض اٹھایا، مدینہ کی معارف پرور فضا اور ہشام کے ذاتی ذوق وشوق نے ان کو اپنے عہد کا ممتاز محدث وفقیہ بنا دیا۔ علمائے فن نے ان کی امامت، ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔ آپ انتہائی سلیم الطبع، پارسا، عبادت گزار اور حد درجہ فیاض واقع ہوئے تھے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے مقروض ہو جایا کرتے تھے، زبان سے کبھی کلمات گلہ نہ نکالتے۔

(۲۹) آپ کی کنیت ابوسلیمان تھی اور نسبی تعلق قبیلہ لیث سے تھا۔ قرآن وحدیث فقہ زبان وادب جملہ علوم کے جامع تھے۔ مرو کے قاضی بھی رہے۔ زبان پر عبور کے ساتھ بڑے فصیح وبلیغ بھی تھے۔ آپ کا شمار ممتاز فقہا میں تھا آپ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ قرآن کو منقوط کرنا ہے۔ ابتدا میں قرآن پاک نقطوں سے خالی تھا، سب سے پہلے آپ نے پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے نقطے لگائے۔

(۳۰) علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ بن سلامان بن کہل بن بکر بن عوف بن نخع، آپ کی ولادت عہد رسالت میں ہوئی، قدرت نے آپ کو فراست وشعور کی دولت سے نوازا تھا۔ حافظہ اتنا قوی تھا، کہ جو بات ایک بار سن لیتے، حافظے میں اس طرح محفوظ ہو جاتی، جو کبھی فراموش نہ ہوتی۔ آپ کی ذات میں علوم اسلامی، قرآن، حدیث، فقہ یکساں طور پر جمع ہو گئے تھے۔ قرآن کے حافظ اور خوش گلو قاری تھے۔ آپ اعلائے کلمہ حق کے لیے جہاد میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ ۳۲ھ میں قسطنطنیہ کی مہم میں شریک ہوئے۔ آپ نے پوری زندگی ارباب دول امرا کی حاشیہ نشینی اور ان سے میل جول کو حد درجہ ناپسند کیا، امیر سے ہدیہ قبول کرنے کی بات تو الگ رہی، طبقہ امرا سے ملاقات کی بھی اپنی بلند قامت اخلاقی شخصیت کے لیے باعث نقصان تصور کرتے تھے۔

(۳۱) آپ ملک شام کے مشہور فقیہ اور عابد وزاہد تھے۔ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ حضرت عمر، حفص بن جمل، ابوعبیدہ کبار صحابہ سے علم حاصل کیا۔ جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین اور دوسرے ائمہ نے آپ کی توثیق کی۔ ابوادریس خولانی، زبیر بن نفیر، عطا، ابوقلابہ جیسے لوگوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

(۳۲) مسروق بن اجدع بن مالک بن امیہ، آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا، مگر عہد رسالت میں مشرف باسلام نہ ہو سکے۔ عہد صدیقی میں دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اور جہاد فی سبیل اللہ خاص طور پر جنگ قادسیہ میں شریک ہو کر داد شجاعت دی۔ اسلام میں جب خانہ جنگی کا دور آیا، تو کسی فریق کی حمایت میں شمشیر بکف ہو کر میدان کارزار میں نہ آئے، آپ نے تحصیل علم میں ذوق بے پایاں اور فطری صلاحیت سے کام لے کر جس انہماک سے علم حاصل کیا، تابعین کی صف اول کے علما میں شامل ہو گئے۔ حدیث وسنت کے باب میں آپ کو خاص کمال حاصل تھا۔ آپ کا خاص فن فقہ تھا۔ فقہ میں ملکہ کے باعث کچھ دنوں تک اموی دور میں عہدہ قضا پر فائز رہے۔ علمی مشغلہ کے ساتھ عبادت وریاضت کا بھی [illegible] شوق تھا۔

(۳۳) آپ کا نام گرامی عبدالرحمٰن کنیت ابوعثمان ہے۔ آپ مخضرمین میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پایا تھا۔ اعلائے کلمۂ حق کے لیے سرفروش مجاہدین کر جہاد میں شریک ہوئے۔ قادسیہ، جلولا، تستر، نہاوند، مرو، دو غیرہ کی جنگ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ عالم، صائم، اور قائم اللیل تھے۔ بڑے بڑے علماء اور فقہاء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ابو حاتم، نسائی، اور ابوزرعہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۳۴) آپ کی ولادت عہد فاروقی کے آخری ایام میں یا خلافت عثمان کی ابتداء میں ہوئی۔ آپ کے والد جلیل القدر صحابی رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا تھیں۔ عروہ نے جب آنکھ کھولی تو پورا مدینہ علم و عرفان کی تابانیوں سے جگمگا رہا تھا، آپ نے انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اصحاب علم و فضل کی بارگاہوں سے فیض اٹھایا۔ آپ قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی تمام مرویات اپنے حافظے میں محفوظ کر لی تھیں۔ فقہ میں بھی آپ کو درجہ امامت حاصل تھا۔ اس فن میں آپ نے اتنا کمال حاصل کر لیا تھا، کہ مدینہ کے فقہائے سبعہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علمی کمالات کے ساتھ زہد و تقویٰ میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ ان تمام محاسن کے ساتھ صبر و استقامت کی غیر متزلزل چٹان تھے، آزمائش کے وقت ضبط و تحمل سے کام لیتے، زبان پر حرف شکایت لانے کے بجائے خدا کا شکر بجالاتے۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ کے ایک مضافاتی گاؤں کے اندر ۹۴ھ میں ہوئی۔

(۳۵) آپ کوفہ میں رہنے والے معمر تابعی ہیں۔ عام الفیل یا اس سے دو سال بعد پیدا ہوئے، یہ بوڑھے ہونے کے بعد اسلام لائے، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، لیکن اس وقت وہاں پہنچے، جب صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب اور دوسرے صحابہ سے علم حاصل کیا۔ آپ ثقہ، شریف، عابد، زاہد، تھوڑی چیز پر قناعت کرنے والے اور جلیل القدر شخصیت کے مالک ہیں۔ ۸۱ھ میں وفات پائی۔ مولف کتاب نے حیات و سال وفات موافق یہ جملہ مکمل لکھا ہے۔

(۳۶) ابوالعالیہ ریاحی: آپ کا اسم گرامی رفیع کنیت ابوالعالیہ باپ کا نام مہران ہے۔ آپ بنو تمیم کی شاخ بنو ریاح کی ایک خاتون کے غلام تھے۔ اس نسبت سے ریاحی مشہور ہوئے۔ آپ کا وطن بصرہ تھا۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا مگر عہد رسالت میں اسلام نہ لا سکے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو تین سال بعد اسلام لائے۔ آپ فطری طور پر ذہین اور فکر رسا کے مالک تھے۔ قبول اسلام کے بعد عہد غلامی ہی میں قرآن و حدیث کی تحصیل کا آغاز کر دیا۔ ابوالعالیہ کو قرآن سے خاص شغف تھا۔ علم و فضل کے ساتھ آپ بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ ریاکاری اور فتنہ و فساد سے بہت متنفر رہتے۔ خانہ جنگی پسند نہ کرتے۔

(۳۷) سعید بن مسیب: کنیت ابومحمد تھی۔ آپ کی ولادت ۲ھ جلوس عمری میں ہوئی۔ آپ فطرتاً علمی ذوق اور طلب علم کا یکساں شوق رکھتے تھے، چنانچہ آپ نے درسگاہ نبوی کے فیض یافتہ اصحاب رسول سے خوب خوب اکتساب فیض کیا۔ ان عمائدین اسلام کے فیض نے آپ کو حدیث و فقہ اور تفسیر کا جامع زہد و ورع، حق گوئی اور صداقت کا پیکر جمیل بنا دیا۔ علمائے اسلام نے آپ کی علمی جلالت اور امامت پر اتفاق کیا۔ آپ فقیہ الفقہاء اور رئیس المدینہ فی العلم بھی تھے۔ قرآن و حدیث اور فقہ کے علاوہ بعض عصری فنون میں بھی کمال رکھتے۔ شعر و ادب اور تعبیر رویا میں ملکہ خاص تھا۔ فضل و کمال اور قوت ایمانی نے آپ کو حق و صداقت کا نورانی پیکر بنا دیا تھا۔ اعلان حق میں بے پناہ جری واقع ہوئے تھے۔ حکومت و اقتدار کے تشدد کے سامنے آپ کی زبان کبھی خاموش نہ رہی۔ آپ کی زاہدانہ زندگی سلاطین وقت سے ہمیشہ بے نیاز رہی۔ کسی خلیفہ کے آستانے پر حاضری تو کیا کسی صاحب اقتدار کو اپنے پاس آنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ ان تمام محاسن کے ساتھ فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال علم و عمل کے تاجدار تھے۔ زہد و تقویٰ میں بلند مقام پر فائز تھے۔

(۳۸) ابراہیم نخعی: اسم گرامی ابراہیم کنیت ابوعمران والد کا نام یزید ہے۔ کوفہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ علقمہ اور اسود کی درسگاہ سے فیض پایا۔ خداداد حفظ و ضبط کی قوت اور قبول علم کی یکساں استعداد کی بنا پر کوفہ کے ممتاز عالم بن گئے۔ آپ کا خاص میدان فقہ تھا۔ اس فن میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ امام نووی آپ کو فقیہ کوفہ اور حافظ ذہبی فقیہ عراق لکھتے ہیں۔ علم و فضل میں کمال کے باوصف مسائل کے جوابات دینے میں محتاط تھے۔ آپ صد درجہ عبادت گزار اور متورع تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔ راتوں کو لوگوں سے چھپ کر عبادت کرتے۔ علم و عمل کے بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود نہایت خاموش طبع، عزلت نشیں، بے تکلف اور سادہ مزاج واقع ہوئے تھے۔ تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا، کہ ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھنا بھی گوارا نہ فرماتے۔ ہر کس و ناکس سے بلا تکلف ملتے۔ حصول اجر کے لیے کبھی کبھی دوسروں کا بوجھ بھی اٹھا لیتے۔ تقریباً پچاس سال کی عمر پا کر ۹۶ھ میں وفات پائی۔

(۳۹) غلامان اسلام میں فضل و کمال کے اعتبار سے جنہیں ممتاز مقام حاصل ہوا اور وہ بڑے بڑے اصحاب امارت و ثروت کے لیے باعث رشک بنے، ان میں ایک معتبر نام "ابوالحجاج حضرت مجاہد بن جبیر" کا بھی ہے، جو قیس بن مخزومی کے غلام تھے۔ آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ وہ غلامی کے باوجود اسلامی نظام تعلیم کی برکتوں سے خوب خوب بہرہ یاب ہوئے اور علم و فضل کا وافر حصہ اپنے دامن میں سمیٹ کر اقلیم علم کے تاجور بن گئے۔ قرآن، تفسیر، قرأت، فقہ میں وہ کامل تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں۔ "کان ثقہ فقیہا عالما کثیر الحدیث" مجاہد ثقہ، فقیہ، عالم اور کثیر الحدیث تھے۔ مجاہد انتہائی خوش گفتار خطیب تھے۔ ان کی نورانی طبع نے نطق کو اس طرح مرصع کر دیا

تھا، کہ جب کلام کرتے، تو ایسا محسوس ہوتا، کہ ان کے الفاظ کی حسن ترتیب سلک گوہر ہو۔ اعمش فرمایا کرتے تھے "فاذا نطق خرج من فیہ اللؤلؤ" جب وہ گفتگو کرتے تو ان کے منہ سے موتی جھڑتے تھے۔ مجاہد کا حلقہ درس مکہ مکرمہ میں قائم ہوتا تھا، جس میں طالبان علوم اسلامی کا ہجوم ہوتا۔ مجاہد علم میں درجہ کمال پر فائز ہونے کے ساتھ عمل صالح، عبادت وریاضت، خلوص وللہیت کا بھی پیکر تھے۔

(۴۰) ولادت ۱۹ھ میں ہوئی۔ ام المومنین حضرت میمونہ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کی صحبت اور دوسرے اکابر امت کی مجالست نے آپ کو علم وفضل کا ظرف بنادیا تھا۔ حدیث، فقہ اور وعظ میں عطا بن یسار کا پایہ بہت بلند تھا۔ آپ کی ثقاہت وجلالت فی الحدیث کے علمائے ملت معترف ہیں۔ ایک سال تک مدینہ منورہ کے عہدہ قضا پر بھی فائز رہے۔ مقام اسکندریہ میں وفات پائی۔ صحیح قول کے مطابق سن وفات ۹۴ھ ہے۔

(۴۱) محمد بن اسحاق مدنی کنیت، ابوعبداللہ یا ابوبکر تھی۔ محمد اسحاق بن یسار بن خیار نسلاً عجمی تھے۔ قدرت نے علمی استعداد اور قوت حفظ وضبط سے بہرہ مند کیا تھا۔ علوم ومعارف کے چشموں سے خوب سیراب ہوئے اور جماعت تابعین میں حدیث بالخصوص سیرت ومغازی میں بلند مقام حاصل کرلیا۔ آپ کو خادم رسول اللہ حضرت انس کی زیارت کا فخر حاصل ہے۔ عبداللہ بن فائد فرماتے ہیں، ہم ابن اسحاق کے پاس بیٹھتے تھے، جب وہ کسی فن میں کلام کرتے تو اسی مجلس میں ختم کرکے اٹھتے، یزید بن ہارون کہتے ہیں، اگر میرے ہاتھوں میں حکومت ہوتی تو محمد بن اسحاق کو محدثین کا سردار بناتا۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں، محمد بن اسحاق سیر ومغازی کے عالم، تاریخ عالم سے باخبر آغاز آفرینش کی تاریخ سے واقف اور انبیائے کرام کے قصوں سے آگاہ تھے۔ آپ نے کتاب المغازی لکھ کر لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واخلاق کے مطالعہ کی جانب مائل کردیا۔

(۴۲) مکحول دمشقی، آپ کا نسبی تعلق ایران کے شاہی خاندان سے تھا۔ قدرت نے انہیں حفظ وضبط کی اعلیٰ قوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہ کہتے ہیں، کہ جس چیز کو میں اپنے سینے میں محفوظ رکھتا تھا، اس کی ضرورت پیش آتی وہ فوراً یاد آجاتی۔ حدیث وفقہ میں کمال رکھتے تھے۔ شام کی مجلس افتا کے صدر نشیں تھے۔ علمی کمال کے ساتھ آپ کی ذات فضائل اخلاق کا مثالی نمونہ تھی۔ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ان کا نمایاں وصف تھا۔

(۴۳) عطا بن ابی رباح کا تذکرہ مکرر ہے۔

(۴۴) ابوعبداللہ کنیت وہب بن منبہ بن کامل بن سیج بن ذی کناز یمنی صنعانی ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی تھے۔ ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام نووی کا بیان ہے کہ آپ جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں صنعاء کے عہدہ قضا پر تھے۔ دوسرے مذاہب کے صحیفوں کے بڑے عالم تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں، وہ بڑے وسیع العلم تھے اور اپنے زمانے میں کعب احبار کی نظیر مانے جاتے تھے۔ مورخ تھے۔ سلاطین حمیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی۔ فطرتاً نہایت صالح تھے۔ عابد شب زندہ دار، بیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

(۴۵) عمرو بن دینار، کنیت ابومحمد باذان کے غلام تھے۔ ۴۶ھ میں ولادت ہوئی۔ مکہ کی روحانی فضا میں کسب علم کیا اور علم وفضل وصلاح وتقویٰ میں کمال حاصل کرلیا۔ حدیث وفقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ دور دور تک شہرت پائی اور جلیل القدر تابعی حضرت طاؤس نے اپنے صاحبزادہ سے وصیت کی کہ مکہ جانا تو عمرو بن دینار سے ضرور ملنا، علمی مشاغل ومعمولات کے باوصف وہ عمل کے بھی بادشاہ تھے۔ رات کو تین حصوں میں تقسیم کرلیتے تھے، ایک حصہ میں آرام فرماتے، دوسرے میں سیکھی ہوئی حدیث دہراتے اور تیسرے حصے میں تہجد اور نماز ادا کرتے۔ بے لوث دینی خدمات خالصتاً لوجہ اللہ انجام دیا کرتے تھے۔

(۴۶) عبداللہ بن زید بن عمر بن نابل بن مالک بن عبید بن علقمہ بن سعد جرمی البصری علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے۔ حدیث کا خاص ذوق تھا۔ ایوب کا بیان ہے، کہ خدا کی قسم ابوقلابہ فقہائے ذوی الالباب میں تھے۔ آپ نے کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ جمع کرلیا تھا۔ ابوقلابہ کے ہاتھ پاؤں سب اعضا بے کار ہوگئے تھے۔ ان حالات کے باوجود ان کی زبان پر کلمہ شکر کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز شامیوں سے فرماتے تھے، کہ جب تک تم میں ابوقلابہ موجود ہیں، اس وقت تک تم بھلائی میں رہو گے۔

(۴۷) کوفہ کے جلیل القدر فقیہ ومحدث ہیں۔ ابراہیم نخعی کے علوم کے حامل اور جانشین تھے حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو سلسلہ فقہ جاری ہوا تھا، اس کا مدار آپ ہی پر تھا۔ آپ کا حلقہ درس جامع کوفہ میں تھا، جس میں بڑے بڑے فقہا ومحدثین شرکت کیا کرتے تھے۔ امام اعظم ان کی زندگی تک حلقہ درس سے وابستہ رہے۔

(۴۸) بصرہ کے محدثین کے پیشوا ہیں۔ آپ سے دو سو پچاس حدیثیں مروی ہیں۔ بکر بن عبداللہ کہتے ہیں، جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عابد دیکھنا چاہتا ہے وہ ثابت کو دیکھ لے، ہر دن اور رات میں ایک دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اس قدر روتے کہ آنکھیں ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا۔

(۴۹) صفوان سلیم ابوعبداللہ کنیت، زہد وورع میں ممتاز تھے۔ علم وفضل سے مالا مال تھے۔ مدینۃ الرسول کے فقہا میں شمار ہوتا ہے۔ خدا کے محبوب ترین بندوں میں سے تھے۔ ان کے وسیلے سے بارش کی دعا کی جاتی تھی۔ انفاق فی سبیل اللہ کا عالم یہ تھا، کہ بدن کے کپڑے اتار کر فقرا کو دے دیتے تھے۔

(۵۰) عبدالرحمن بن قاسم آپ کی کنیت ابومحمد ہے مدینہ کے نامور فقیہ ہیں۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں آپ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے افضل تھے۔ جعفر

صادق کے ماموں ہیں۔آپ کا انتقال حوران میں ہوا۔جب کہ وہاں ولید بن وزیر نے آپ کو کوئی فتویٰ پوچھنے کے لیے بلایا تھا۔

(۵۱) یحییٰ بن کثیر۔کنیت ابونصر یمامہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم ہیں۔مسلم اور نسائی میں آپ کی روایت موجود ہے۔امام احمد فرماتے ہیں، جب یحییٰ اور زہری کے درمیان اختلاف ہو جائے تو یحییٰ کی بات کا اعتبار ہوتا ہے۔بنی امیہ کی تنقیص کرنے کے سبب مصائب میں مبتلا ہوئے۔انہیں زدوکوب کیا گیا اور داڑھی بھی مونڈ دی گئی۔

(۵۲) مسلمہ بن دینار۔ابوحازم کنیت، عجمی ہیں۔ان کے والد ایرانی تھے۔ان کی والدہ رومی۔آپ مدینہ کے شیوخ اور وہاں کے عابد وزاہد علما میں شامل ہیں۔حدیث کے بڑے حفاظ میں تھے۔فقہ میں بھی انہیں پورا درک تھا۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں، وہ فقیہ النفس تھے، ان کے مناقب بہت ہیں، وہ فقیہ، ثبت اور بلند مرتبہ تھے۔مدینۃ الرسول کے قاضی تھے۔مدینہ میں وعظ و پند کے فرائض انجام دیتے تھے۔غرض جماعت تابعین میں ہر اعتبار سے ممتاز تھے۔

(۵۳) اسماعیل بن ابی خالد۔ابوعبداللہ کنیت، قبیلہ بجیلہ کی شاخ بنی احمس کے غلام تھے، اسی نسبت سے احمسی کہلاتے ہیں۔فضل و کمال کے اعتبار سے کبار تابعین میں ہیں۔عامر کہتے تھے، انہوں نے علم کو پی لیا ہے۔حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں، وہ حجت تھے، متقن تھے، بکثرت تھے اور عالم تھے۔علم کے ساتھ عمل کے جامہ سے بھی آراستہ تھے۔علم کو کسب معاش کا ذریعہ نہ بنایا۔آٹا پیسنے کی چکی چلا کر رزق حاصل کرتے تھے۔

(۵۴) زید بن اسلم۔حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر کے چشمہ علم سے فیض حاصل کیا۔ان کے فیض صحبت نے دولت علم و عمل سے مالا مال کر دیا تھا۔قرآن، حدیث، فقہ، جملہ مذہبی علوم میں پورا درک تھا۔فقہ میں خصوصیت کے ساتھ کمال حاصل تھا۔حافظ ذہبی، امام نووی، حافظ ابن حجر سب بالاتفاق آپ کو فقیہ مدینہ لکھتے ہیں۔مسجد نبوی میں ان کا حلقہ درس قائم ہوتا تھا، جس میں چالیس بڑے بڑے فقہا شریک ہوتے تھے۔امام زین العابدین بھی آپ کے درس میں شامل ہوتے تھے۔غلام ہونے کے باوجود علمی جلالت کی وجہ سے سب پر ان کی ہیبت چھائی رہتی تھی۔اس ہیبت کے ساتھ ان کو بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل تھی۔وہ لوگوں کے محبوب القلوب تھے۔علمی کمالات کے ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے۔ابوحازم کہتے تھے، خدایا تو جانتا ہے، کہ میں زید کو اس لیے دیکھتا ہوں کہ ان کو دیکھنے سے تیری عبادت کی طاقت آتی ہے۔

(۵۵) ابن جریج۔عبدالملک نام، ابوالولید اور ابوخالد کنیت، آبائی وطن روم تھا۔مکہ میں ۸۰ھ میں ولادت ہوئی۔شروع میں شعر و ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی اور جوانی کا پورا زمانہ اسی میں گزرا۔عمر کے ڈھلنے کا زمانہ قریب آیا تو علوم دینیہ کی طرف متوجہ ہوئے، اس کے بعد پوری زندگی اسی کی نذر کر دی۔ان کا شمار تبع تابعین کے اس زمرے میں ہوتا ہے، جنہوں نے حدیث کی ترتیب و تدوین میں حصہ لیا۔خاص طور پر علم تفسیر میں معاصرین میں ممتاز تھے۔علم حدیث میں بھی ابن جریج نے امتیازی مقام حاصل کیا۔اس فن میں تقریباً تمام مشہور ائمہ سے استفادہ کیا تھا۔ابن حبان نے آپ کا شمار فقہائے اہل حجاز میں کیا ہے۔علوم دینیہ کی تدوین و ترتیب میں بھی آپ نے حصہ لیا۔ان تمام محاسن کے علاوہ آپ کے اوپر خشیت الٰہی کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی۔

(۵۶) معمر بن راشد۔آپ کی ولادت ۹۵ھ بمقام بصرہ ہوئی۔قوت حفظ و ضبط اور فہم و فراست کی دولت سے مالا مال تھے۔بصرہ اور اس عہد کے دوسرے علمی مراکز سے استفادہ کر کے اپنے وقت کے عظیم محدث و شیخ بن گئے۔علم حدیث میں آپ کا مرتبہ کافی بلند تھا۔ہزاروں حدیثیں آپ کو ازبر تھیں۔علم و فضل کے ساتھ کردار و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری اور صبر و استقامت جیسے مکارم اخلاق کے بھی حامل تھے۔ایک بار معن بن زائدہ نے کچھ سونا آپ کے پاس بھیجا، مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

(۵۷) سعید بن ابی عروبہ۔کنیت ابونضر ہے، اس کتاب میں کنیت ابوسفر لکھی ہوئی ہے، جو غلط ہے۔بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور بلند پایہ حافظ حدیث ہیں۔آپ نے حسن بصری، محمد بن سیرین اور قتادہ جیسے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا۔آپ قتادہ سے روایت کرنے میں دوسرے سب لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں۔۱۵۹ھ میں وفات پائی۔

(۵۸) عبدالرحمٰن بن عمرو۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ، آپ کوفہ کے رہنے والے ہیں، چوٹی کے ائمہ حدیث میں سے ہیں۔اسحاق ازرق نے آپ سے نو ہزار حدیث سیکھی۔عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں، یہ اپنے اہل شہر کی احادیث سفیان ثوری سے زیادہ جانتے ہیں۔عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں، میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا، امام بخاری نے آپ سے استشہاد کیا ہے۔امام مسلم متابعت میں ان کی حدیث اپنی کتاب میں لائے ہیں۔یحییٰ بن معین نے آپ کی توثیق کی ہے۔

(۵۹) محمد بن سیرین۔آپ کی ولادت ۳۵ھ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔حضرت انس بن مالک کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین سے قرآن، تفسیر، حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا۔فقہ میں ابن سیرین کو بلند مقام حاصل تھا۔ابن سیرین جہاں اسلامی علوم و فنون میں مہارت و کمال رکھتے تھے، وہیں عبادت و ریاضت اور زہد و ورع میں بھی ممتاز و منفرد تھے۔آپ کی رگ و ریشہ میں خدا کا خوف بھرا ہوا تھا۔خشیت الٰہی کے وفور نے آپ کو حق و صداقت کا امین بنا دیا تھا۔امرا و خلفا کی دربارداری سے پرہیز کرتے اور کسی امیر و خلیفہ کا ہدیہ قبول نہ کرتے۔شوال ۱۱۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۶۰) عبداللہ بن مبارک: ۱۱۸ھ بمقام مرو آپ کی ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم مرو ہی میں حاصل کی، پھر طلب علم کے شوق میں اسلامی بلاد و امصار کا سفر کیا۔

آپ اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث ،فقیہ، ادیب ، زاہد، متقی اور پرہیز گار تھے۔ آپ کا خاص میدان علم حدیث تھا۔ پوری پوری رات حدیث کے مذاکرے میں
بسر ہوتی ۔ فقہ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ امام اعظم ابو حنیفہ کے ارشد تلمیذ تھے اور فقہ انہیں کی بارگاہ سے حاصل کی تھی ۔ آپ کا دامن اخلاق ، کردار وعمل کے گراں
قدر جواہرات سے مالا مال تھا۔ متعدد کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں۔ ۱۳؍رمضان ۱۸۱ھ میں.........آپ نے انتقال فرمایا۔
(٦١) فتح علی موصلی: ایک بار حضرت بشر حافی کے یہاں آپ تشریف لائے اور فرمایا، اگر کچھ کھانا ہو تو لاؤ! چنانچہ کھانا حاضر کیا گیا، آپ نے کچھ کھایا اور کچھ
کھانا اٹھا کر اپنی گدڑی میں رکھ لیا اور چلے گئے۔ حضرت بشر حافی کی مجلس میں ایک کم عمر لڑکا موجود تھا، اس نے شیخ کے اس فعل پر تعجب کیا اور شیخ نے بشر حافی سے کہا، کہ
لوگ تو کہتے ہیں شیخ متوکلین کے امام ہیں، مگر آپ نے دیکھا ہے، کہ وہ تو کھانا گدڑی میں رکھ کر لے گئے (یہ کیا توکل ہے؟) حضرت بشر حافی نے فرمایا کہ وہ تم کو سکھاتے
ہیں کہ جب توکل اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے، تو اس قسم کی باتوں سے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ (نفحات الانس ص ۱۹۸، ۱۹۹)
(٦٢) ابو ہاشم صوفی آپ کا مسکن و وطن کوفہ ہے۔ مملکت شام کے مرشد و شیخ طریقت شیخ امام دمشقی فرماتے ہیں کہ شیخ ہاشم صوفی جب مرض الموت کی حالت میں
تھے اور میں ان کی خدمت میں موجود تھا، تو میں نے ان سے عرض کیا، کہ آپ خود کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا کہ اس وقت میں اپنے آپ کو ایک عظیم بلا میں دیکھ رہا ہوں، لیکن
محبت اور دوستی اس بلا سے کہیں بڑھ کر ہے، یہ بلا اس کے سامنے بالکل حقیر ہے۔ (نفحات الانس ص ۱۷۸)
(٦٣) سفیان ثوری آپ کی ولادت بمقام شہر کوفہ ۹۷ھ میں ہوئی ۔ابتدا میں آپ نے اپنے والد اور کوفہ کے تمام مشہور شیوخ حدیث سے حدیث وفقہ کا درس
لیا، مگر ان کی علمی پیاس بڑھتی رہی ، انہوں نے کوفہ سے باہر نکل کر مختلف شہروں کے بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔ اس طرح وہ علم و تقویٰ اور فضل و کمال میں شہرۂ آفاق بن
گئے۔ آپ کا اصل میدان حدیث وسنت تھا۔ اس علم میں آپ کو بڑا درک اور وثوق حاصل تھا۔ فقہ میں بھی آپ کو کامل دستگاہ حاصل تھی ور منصب اجتہاد پر فائز تھے۔ سفیان
ثوری ائمہ سلف کی طرح علم و عمل کا پیکر جمیل تھے۔ آپ کے حسن اخلاق زہد وتقویٰ اور عبادت کا زریں نقش خاص وعام کے دلوں میں پیوست تھا۔ حق گوئی اور بے باکی
آپ کا شعار تھا۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا۔
(٦٤) بشر حافی آپ اصول شرع کے بہت بڑے عالم اور کشف ومجاہدہ میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ امام احمد بن حنبل جیسے محدث ومجتہد آپ کی مجلس میں رہتے
تھے، چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا محدث وفقیہ ہونے کے باوجود آپ ایک حبطی کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے اپنے علوم پر تو مکمل عبور حاصل ہے،
لیکن وہ حبطی اللہ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت بلال حواز کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی، تو بلال حواز نے پوچھا، کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے
ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا، وہ اوتاد میں سے ہیں اور جب امام احمد بن حنبل کے متعلق پوچھا، تو فرمایا ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق
پوچھا تو فرمایا کہ وہ منفرد زمانہ ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۷)
(٦٥) داؤد بلخی کامل ہدایت، وارث ولایت، فارغ از حزن دنیٰ مرشد وقت خواجہ داؤد بلخی قدس سرہ ہرات کے قدماء مشائخ میں سے ہیں۔
(٦٦) منصور عمار آپ عراق کے باشندے تھے آپ اپنے دور کے عظیم المثال صاحب کشف بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ راستے سے گزر رہے تھے کاغذ کا ایک ٹکڑا
ملا، جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا، آپ عظمت کے تصور سے اس کو گولی بنا کر نگل گئے، اسی رات خواب میں دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے تیرے لیے حکمت
ودانائی کی راہیں آج سے کھول دیں، کیوں کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی، چنانچہ اس کے بعد عرصہ دراز تک وعظ وتدریس میں مصروف رہے۔ کسی دولت مند نے اپنے
غلام کو بازار سے کچھ خریدنے کے لیے بھیجا، تو وہ غلام راستے میں آپ کا وعظ سننے لگا، وہیں ایک نادار درویش بھی کھڑا تھا، جس کو آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ کون شخص ہے جو
اس کو چار درہم دے کر چار دعائیں لے، یہ سن کر اس غلام نے جو چار درہم کا سامان خریدنے آیا تھا اس درویش کو چار درہم عطا کر دیے اور جب آپ نے غلام سے پوچھا
کہ اپنے حق میں کیا دعائیں چاہتا ہے تو اس نے عرض کیا کہ اول میں آزاد ہو جاؤں، دوم اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے، سوم ان چاروں درہم کے معاوضہ میں
مجھے چار درہم مزید مل جائیں، چہارم اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تمام حاضرین مجلس پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ چنانچہ آپ نے اس کے مطابق دعائیں دیں، وہ غلام جب اپنے
آقا کے پاس پہنچا، تو اس نے خفگی کے ساتھ تاخیر کا سبب دریافت کیا اور جب غلام نے پورا واقعہ بیان کر دیا تو اس کو آزاد کر کے مزید چار سو درہم آقا نے اس کو عطا کیے اور
خود تائب ہو گیا اور اس نے اسی شب خواب میں دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تیری بدخلقی کے باوجود تجھ پر اور تیرے غلام پر نیز منصور اور اہل مجلس پر رحمتوں کا
نزول کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۸)
(٦٧) حارث بن اسد: اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں آپ پر اس قدر تھیں، کہ آپ مشکوک طعام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی انگلیوں کا رنگ متغیر ہو جاتا اور
انگلیوں میں طاقت نہ رہتی کہ اسے لقمہ کو اٹھاتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں، ایک دن آپ میرے پاس آئے چہرے پر
بھوک کے آثار تھے، میں نے کہا، حارث اگر اجازت ہو تو گھر سے کھانے کے لیے لاؤں، آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں، میں گھر گیا، رات ایک شادی کی تقریب سے

ہمارے گھر کھانا آیا تھا، میں اٹھالایا، سامنے رکھا میں نے دیکھا کہ آپ کا ہاتھ اس کھانے تک پہنچنے میں رک رہا ہے، مگر آپ نے میری خاطر زور لگا کر ایک لقمہ اٹھایا اور منہ میں ڈالا میں نے دیکھا کہ وہ لقمہ بھی آپ کی حلق میں پھنس گیا، آخرکار باہر نکال کر پھینک دیا، آپ نے پوچھا کہ جنید یہ کھانا کہاں سے لائے ہو؟ میں نے بتایا کہ ہمسایوں کے یہاں شادی تھی، وہاں سے آیا تھا، آپ نے فرمایا کہ مشتبہ کھانا میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا اور درویشوں کے سامنے ایسی تقریبات کا کھانا نہیں لانا چاہیے، مجھے اپنے گھر لے گئے، اور ایک خشک روٹی کا ٹکڑا پیش کیا، خود بھی کھانے لگے فرمایا یہ خشک ہے مگر حلال ہے، درویشوں کو ایسا کھانا کھانا چاہیے۔ (خزینۃ الاصفیاص ۴۷)

(۶۸) احمد بن عاصم: آپ کا شمار متقدمین مشائخ میں ہوتا ہے اور بہت معمر ہونے کی وجہ سے اکثر تبع تابعین سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سے بزرگان دین کا دور بھی دیکھا۔ آپ کی دانائی اور قیافہ شناسی کا یہ عالم تھا، کہ حضرت سلیمان دارانی جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کو جاسوس القلب کے خطاب سے یاد کرتے تھے، اس کے علاوہ آپ کے اقوال وارشادات بھی لاتعداد ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاص ۱۸۹)

(۶۹) عبداللہ بن وہب: آپ کی ولادت ۱۲۳ھ میں ہوئی، ان کا تذکرہ مکرر ہے۔

(۷۰) صاحب مجزغارنے امام بخاری کا سن ولادت یک صد وچہل ودو لکھا ہے، جب کہ آپ کا سن ولادت ۱۹۴ھ ہے اس لیے عبارت یک صد نود و چہار ہونی چاہیے۔

(۷۱) سال وفات میں ناقل سے سہو ہوا ہے امام نسائی کا سن ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۲ھ ہے۔

(۷۲) خطیب بغدادی: آپ کی ولادت ذی قعدہ ۳۹۲ھ میں ہوئی۔ آپ مختلف شہروں کے علماء محدثین سے اکتساب کر کے پوری دنیائے اسلام کے ممتاز علما کی صف اول میں شامل ہو گئے۔ آپ کا شمار حفاظ محدثین میں ہوتا ہے، علمائے فن نے آپ کے حفظ وضبط ثقاہت واتقان اور روایت ودرایت میں اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔ اسماء الرجال اور علل حدیث کی معرفت میں یگانۂ روزگار تھے۔ فقہ میں بھی آپ امتیازی شان رکھتے تھے۔ حدیث وفقہ کی طرح تذکرہ وتراجم اور تاریخ بھی ان کا خاص موضوع تھا۔ آپ بڑے سخی اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ امراء واعیان حکومت کے ہدیوں اور عطیوں سے ہمیشہ احتراز کیا۔

(۷۳) ابونعیم حماد: کنیت ابوعبداللہ ہے، مرو کے رہنے والے ہیں، علم میراث کے ماہر اور مشہور امام تھے۔ آخر میں مصر جا بسے تھے۔ فرقہ جہمیہ کی سخت تردید کیا کرتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے مسند جمع کی۔ فتنۂ خلق قرآن میں آپ کو ابویعقوب بویطی کے ساتھ بغداد لا کر قید کر دیا گیا اور جیل ہی میں ۲۲۹ھ میں انتقال ہو گیا۔

(۷۴) ابوجعفر احمد: نامور حافظ حدیث اور حجت ہیں۔ ان کے پوتے ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں مجھے اپنے دادا کے متعلق خبر ملی ہے، کہ وہ فرماتے تھے، کہ ۵۰ سال سے میرا معمول ہے کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کرتا ہوں، صالح بن محمد جزری اور دوسرے محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپ کی عمر ۸۴ سال ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۵۵)

(۷۵) حسن بن شجاع: آپ کی کنیت ابوعلی ہے، طلب علم کے لیے بہت سفر کیے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں جو یہ کہا ہے: "حدثنا الحسن حدثنا اسماعیل بن الخلیل" تو اس سے مراد یہی حسن ہیں۔ امام ترمذی ان سے یک واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام قتیبہ فرماتے ہیں، خراسان کے نوجوان چار ہیں، دارمی، بخاری، زکریا لؤلؤی اور حسن بن شجاع۔ امام احمد ان کو حفظ وضبط حدیث میں ابوزرعہ کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ عالم شباب میں فوت ہو جانے کی وجہ سے زیادہ مشہور نہیں ہوئے۔ آپ کی عمر ۴۹ سال تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۹۲)

(۷۶) ابوعلی حسین: آپ ایک جلیل القدر امام، فقہ وحدیث کے جامع، متکلم اہل سنت، نہایت ذی علم وفہم اور فقہ واصول فقہ، حدیث اور علم رجال میں ایک متبحر عالم تھے۔ نہایت متقی، ثقہ، حافظ اور صدوق تھے۔ امام شافعی جب بغداد تشریف لائے، تو آپ ان کے درس میں شریک ہوئے اور بغداد میں فقہ شافعی کے چار ممتاز ترین علما میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ آپ نے امام زعفرانی سے بھی بعض کتابوں کی اجازت حاصل کی تھی۔ آپ ایک بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ابن عبدالبر نے تصانیف کی تعداد تقریباً دوسو بتائی ہے۔ ایک قسم کے کپڑے کرابیس کی تجارت کرتے تھے، جس کی بنا پر کرابیسی مشہور ہوئے۔

(۷۷) ابوعلی حسن: شہر واسط کے رہنے والے ہیں۔ بلند پایہ حافظ حدیث اور سنت کا پہاڑ۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں، ان کو بغداد میں عجیب قسم کی بزرگی حاصل تھی۔ امام احمد ان کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان کی بزرگی کے معترف تھے۔ عبداللہ اپنے والد امام احمد سے بیان کرتے ہیں، کہ ابوعلی بزاز پر کوئی ایسا دن نہ گزرتا تھا، جس میں وہ کوئی نیک کام سرانجام نہ دیتے ہوں۔ ہم ایک شیخ حدیث کے پاس تحصیل علم کے لیے حاضر ہوتے اور اس کے آنے تک بیٹھ کر علمی مذاکرہ کرنے لگتے تو ابن بزاز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے۔ حسن بن صباح خود فرمایا کرتے تھے۔ مجھے تین دفعہ مامون کے سامنے پیش کیا گیا، ایک دفعہ کسی نے شکایت کی، کہ میں امر بالمعروف کرتا ہوں، اور مامون نے اس سے منع کر رکھا تھا، جب میں سامنے آیا تو بولا تم حسن بزاز ہو، میں نے کہا، جی ہاں تم امر بالمعروف کرتے ہو؟ میں نے کہا، جی نہیں، میں تو صرف برائی سے منع کرتا ہوں، اس پر مجھ کو پانچ درے کی سزا دی گئی۔ دوسری دفعہ کسی نے شکایت کی کہ میں حضرت علی کو گالی دیتا ہوں، میں نے حاضر ہو کر عرض کیا، امیر

المومنین میں تو یزید کو اس لیے گالی نہیں دیتا ہوں کہ وہ رشتہ میں آپ کا چچازاد بھائی ہے، پھر میں اپنے آقا اور سردار علی کو کیسے گالی دے سکتا ہوں؟ اور تیسری دفعہ مجھے خلق قرآن کے سلسلے میں اس کے پاس روم بھیجا گیا، آپ نے ربیع الآخر ۲۴۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۶۵)

(۷۸) محمد بن یحییٰ، حافظ نیشاپور کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۱۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، مکہ، مدینہ، شام، بصرہ، عراق، رے، خراسان، یمن اور جزیرہ میں جا کر وہاں کے اساتذہ سے فیض یاب ہوئے۔ فن حدیث میں کمال حاصل کیا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ملک خراسان میں ثقاہت، صیانت، دینداری اور اتباع سنت کے ساتھ ساتھ علم کی سرداری بھی ان پر ختم ہے۔ محمد بن سہل بن عسکر کہتے ہیں، ہم ایک دفعہ امام احمد کی خدمت میں حاضر تھے، امام ذہلی تشریف لائے، تو امام احمد نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا، یہ دیکھ کر لوگ تعجب کرنے لگے، پھر انہوں نے اپنے لڑکوں سے کہا، ابوعبد (ذہلی) کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سیکھو۔ ۹۰ سال کی عمر پا کر ۲۵۸ھ میں انتقال کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۸۵)

(۷۹) ابراہیم بن یعقوب۔ کنیت ابو اسحاق، دمشق کے محدث ہیں، دمشق میں منبر پر بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل ان سے خط و کتابت کرتے تھے، جس سے ان کو بڑی قوت حاصل ہوتی تھی اور مکتوب منبر پر لوگوں کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، ضعفاء کے بیان میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۹۶)

(۸۰) حسن بن محمد، ابوعلی کنیت، لغت کے امام فصیح اللسان، محدث جلیل، القدر فقیہ فقہ شافعی قدیم کے چار اہم راویوں میں سے ایک ہیں۔ شعر و سخن میں ستھرا ذوق رکھتے تھے۔

(۸۱) مسلم بن حجاج۔ ابوالحسن کنیت، عساکر الدین لقب، مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاد، نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۰۶ھ میں ولادت ہوئی، مختلف بلاد اسلامی کے شیوخ سے کسب فیض کیا۔ آپ کی خداداد ذہانت، طباعی کو دیکھ کر اساتذہ ششدر رہ جاتے تھے۔ آپ کے استاذ امام، اسحاق بن راہویہ آپ کے بارے میں کہا کرتے "ای رجل یکون ھذا" "خدا جانے کتنا بلند انسان ہوگا۔ نیشاپور میں حلقہ درس قائم کیا، طالبان علوم کا ہجوم رہتا، حتی کہ آپ کے شیوخ بھی آپ سے سماع حدیث کرتے۔ انتہائی متواضع، خلیق، حلیم اور بردبار واقع ہوئے تھے۔ علمی وجاہت اور تفوق کے باوجود آپ میں کبر و نخوت کا شائبہ نہ تھا۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ پوری زندگی کسی کی غیبت نہ کی اور نہ کسی کو گالی دی۔

(۸۲) یعقوب بن شیبہ۔ کنیت ابو یوسف ہے، بصرہ کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور بہت بڑے عالم ہیں۔ آخر میں بغداد میں جا بسے۔ "المسند الکبیر المعلل" کے مصنف ہیں۔ مالدار اور خوب رو تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۱۴)

(۸۳) عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ مخزومی۔ ۲۰۰ھ میں بمقام رے ولادت ہوئی۔ اپنی ذکاوت و ذہانت اور قوت حفظ کی وجہ سے علماء محدثین کی مجلسوں میں ممتاز تھے۔ بچپن میں ایک بار آپ کے والد آپ کو عبدالرحمٰن دمشقی کی مجلس میں لے گئے، تو انہوں نے آپ کی فراست کو دیکھ کر فرمایا، "ان ابنک سیکون لہ شان" "تمہارے بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ آپ کا حافظہ اتنا قوی تھا، کہ لوگ بلاخوف تردید اس کی قسم کھا لیتے تھے۔ اسلامی بلاد و امصار کے شیوخ سے سماع حدیث کیا۔ امام احمد بن حنبل نے ایک مرتبہ فرمایا، کل صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ سے زائد ہے۔ ان میں سے چھ لاکھ حدیثیں ابوزرعہ کو یاد ہیں۔ کثرت حدیث کے ساتھ اسماء الرجال اور نقد روات میں بھی ملکہ رکھتے تھے۔ رے میں ان کا وسیع حلقہ درس قائم ہوتا تھا۔ دور دور سے لوگ سماع حدیث کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کی "کتاب الضعفاء" مشہور ہے۔ زہد و تقا و دین و اخلاق کے جامع تھے۔ عبادت و ریاضت میں اس درجہ انہماک ہوتا تھا، کہ گرد و پیش کی تمام چیزوں سے بے خبر رہتے۔ دوسروں کی عیب پوشی کا حد درجہ خیال رکھتے۔ لوگوں کی غلطیوں پر تنہائی میں متنبہ کرتے۔ رے میں وفات ہوئی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

(۸۴) امام ترمذی: نام محمد، آپ کی ولادت شہر ترمذ میں ۲۰۹ھ کو ہوئی۔ قدرت نے حفظ و ضبط کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ شیخ حدیث سے فیض پایا اور اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور فقیہ بن گئے۔ امام بخاری کے بعد پورے خراسان میں کوئی صاحب علم آپ کا ہم سر نہ تھا۔ حدیث و رجال پر ان کی چند اہم تصانیف ہیں۔ جامع ترمذی، کتاب العلل، کتاب التاریخ، کتاب الزہد، کتاب الاسماء والکنیٰ، کتاب الشمائل النبویہ۔

آپ کا دامن حیات زہد و ورع، عبادت و ریاضت اور خوف خدا سے مالا مال تھا۔ خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ تھا، کہ روتے روتے بینائی ختم ہو گئی تھی۔ مگر ان کا قلب اور بصیرت تادم مرگ روشن رہے۔

(۸۵) محمد بن نصر: آپ کی کنیت ابوعبداللہ، مرو کے رہنے والے نامور فقیہ اور جلیل القدر حافظ حدیث ہیں۔ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ محمد بن یحییٰ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا، تو فرماتے، ابوعبداللہ مروزی سے پوچھو۔ ابوبکر صفی کہتے ہیں، محمد بن نصر امام ہیں، میں نے کسی آدمی کو ان سے اچھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابن اکرم کہتے ہیں، بسا اوقات مکھی ان کے کان پر بیٹھ کر کاٹتی جس سے خون بہنے لگتا مگر آپ اس کو اپنے بدن سے نہ اڑاتے، لوگ ان کے خشوع اور بہترین طریقے پر نماز پڑھنے سے

تعجب کرتے، اپنی ٹھوڑی سینے سے لگا لیتے اور ایسے کھڑے ہو جاتے جیسے لکڑی کا ستون ہے۔

(۸۶) ابو عبدالرحمن امام نسائی خراسان کے شہر نسا میں پیدا ہوئے، وہیں عنفوان شباب تک قیام کیا، پھر طلب علم میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔ فراغت علم کے بعد مصر میں مستقل بود و باش اختیار کرلی اور وہیں آپ کا حلقہ درس قائم ہوا۔ علمی فضل و کمال اور زہد و تقویٰ میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ قدرت نے آپ کو حفظ و ضبط اور فہم و بصیرت کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ حدیث اور علوم حدیث میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ فن جرح و تعدیل، رجال کی معرفت اور علل حدیث میں کافی درک تھا۔ حدیث کے ساتھ تفسیر اور فقہ میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اسی بنا پر آپ کو حمص کا قاضی مقرر کیا گیا تھا۔ درس و تدریس، جہاد، عبادت و ریاضت کے مشاغل کثیرہ کے باوجود متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں، جن میں سنن نسائی کو بلند مقام حاصل ہوا۔ قدرت نے امام نسائی کو صلاح ظاہر و باطن سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ علمی کمالات کے لحاظ سے وہ معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ صبر و استقامت، ضبط و تحمل، شجاعت و دلیری اور عزم و استقلال جیسے اوصاف حمیدہ سے مالا مال تھے۔

(۸۷) ابو جعفر ۲۲۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابن جریر طبری نے سعی مسلسل سے علم کے مراکز تک رسائی حاصل کی۔ علما، فقہا، محدثین و مفسرین کے دامن فیض سے وابستہ ہو کر علم و فن کا گنج گراں مایہ اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ، تاریخ و ادب، ہر شعبہ علم میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ پوری زندگی قرطاس و قلم سے سروکار رکھا اور گرانقدر عظیم کتابیں آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئیں۔ فن قرأت میں بھی آپ کافی عبور رکھتے تھے۔ تاریخ کی مشہور کتاب تاریخ طبری اور تفسیر طبری آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ حدیث میں تہذیب الآثار آپ کی اہم ترین کتاب ہے۔

(۸۸) امام دارقطنی کا خاص میدان حدیث، رجال، علوم حدیث کی معرفت تھا، مگر وہ نحو، ادب، تفسیر، قرأت اور فقہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ کی کثرت حدیث، معرفت رجال و علل، تعدد طرق اور جرح و نقد حدیث کی صلاحیت کا اعتراف بڑے بڑے محدثین اور علمائے فن نے کیا ہے۔ آپ کا شمار ناقدین حدیث کے زمرے میں ہوتا ہے۔ رجال کی تمام معتبر کتابوں میں ان کے نقد و جرح کے اقوال موجود ہیں۔ علل حدیث میں بھی ان کو کمال حاصل تھا اور وہ سندوں کی خفی علتوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ مختلف علوم و فنون پر اہم تصانیف آپ کی یادگار ہیں، جن میں کتاب العلل اور المؤتلف والمختلف کو خاص مقام حاصل ہوا۔ آپ علم و فضل میں جس قدر بلند مقام رکھتے، سیرت و کردار میں بھی اتنے ہی عظیم تھے۔ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت آپ کا مشغلہ تھا۔ خاموش طبع متواضع اور انتہائی خلیق انسان تھے۔ لیکن دین کے معاملے میں ذرا بھی مداہنت گوارا نہ تھی۔

(۸۹) امام بیہقی نے علوم و فنون کے گراں بہا موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ ان کی نظیر معاصرین میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ وہ شافعیہ کے زبردست فقیہ و محدث گزرے ہیں۔ ان کی مصنفات سے شافعی کتب فقہ کو کافی قوت حاصل ہوئی۔ امام بیہقی اپنے زمانہ میں حفظ میں یکتا اور ضبط و اتقان کے اعتبار سے یگانہ تھے۔ علم حدیث میں انہیں امتیازی مقام حاصل تھا۔ حدیث کے ساتھ فقہ میں بھی امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ نے ایسے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا، کہ تحت ضرورت کے باوجود ان کے زمانے تک ان پر کسی نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ آپ کی تصنیفات میں سنن صغیر اور سنن کبیر اور السنن والآثار کو بڑی شہرت ملی۔ علم و عمل کے ساتھ اخلاق و کردار میں بھی بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ کے عادات و خصائل نہایت عمدہ تھے۔ قناعت و توکل، عفت و عصمت، زہد و تقویٰ آپ کی کتاب زندگی کے درخشاں باب ہیں۔

(۹۰) امام طحاوی ۲۳۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علم و فضل، ورع و زہد و تقویٰ میں بلند مرتبہ حاصل کیا۔ عوام و خواص علما، عمال سبھی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے اور آپ کی جلالت علم کے سامنے جبین عقیدت خم کرتے تھے۔ آپ ایک عظیم المرتبت مصنف تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، رجال و مناقب کے موضوع پر گراں قدر مصنفات یادگار چھوڑیں، جن میں سب سے زیادہ شہرت "شرح معانی الآثار" کو حاصل ہوئی۔ آپ علم و فضل کے ساتھ اخلاق و کردار کے بھی جامع تھے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ سچی بات بلا خوف و خطر بیان کرتے۔ بیاسی سال کی عمر پا کر بمقام قرافہ وفات پائی، حضرت امام شافعی کے مزار سے متصل دفن کیے گئے۔

(۹۱) امام مرغینانی نام علی کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین تھا۔ مرغینان شہر کے باشندے تھے۔ ۵۱۱ھ میں ولادت ہوئی اپنے زمانہ کے امام، فقیہ، محدث، مفسر، جامع العلوم، محقق، مدقق، اصولی، ادیب، شاعر اور فاضل ماہر تھے۔ علوم و ادب کے ساتھ ساتھ زہد و ورع میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ فقہ میں ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ مگر محققین علما نے آپ کا شمار مجتہدین فی المذہب میں کیا ہے۔ سمرقند کے اندر ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔

(۹۲) ابن ابی وہب کے بجائے ابن ابی ذئب ہیں۔ وفیات الاعیان میں ابن وہب کا قول ہے وہ کہتے ہیں میں نے مدینہ میں منادی کرنے والے کو سنا کہتا تھا

"لایفتی الناس الا مالک بن انس و ابن ابی ذئب" (وفیات الاعیان ج ۲ ص ۳۰۰)

(۹۳) عبداللہ بن حکم، مولف بحر زخار نے سن وفات ۱۰۵ھ یا ۱۵۵ھ تحریر کیا ہے، جو غلط ہے، آپ کی وفات ۲۱۴ھ میں ہوئی ہے۔ (تاریخ علم فقہ ص ۹۸)
مصر میں اشہب متوفی ۲۰۴ھ کے بعد فقہ مالکی کے مصری رئیس ہوئے، جس کا تذکرہ خود مولف بحر زخار نے بھی کیا ہے، اس لیے ان کی وفات ۱۰۵ھ یا ۱۵۵ھ سہو کتابت ہے۔

مترجم : ایک تعارف

ازقلم : نعیم الاسلام قادری کریم الدین پور گھوسی مئو

مشرقی یوپی کے قصبہ گھوسی کو شہر علم وحکمت اور طیبۃ العلما ہونے کا شرف حاصل ہے، اس سرزمین نے علم ودانش کے متعدد ایسے چراغوں کو روشن کیا، جن کی شعاعوں سے اقصائے عالم ضیابار ہوئے، روئے زمین کا یہ خطہ فکر وآگہی کی ایسی کوہ پیکر ہستیوں کے وجود سے بوجھل ہوا، جن کے رشحات علم وقلم سے اہلسنت کا ہر طبقہ فیض یاب وشاد کام ہوا اور جن کی آغوش سے نکلے ہوئے بہت سے علمی آبشاروں نے مختلف بلاد وامصار سے گزر کر بحر وبر کی سرحدوں کو عبور کیا، یہاں کی خاک نے ایسے افراد کو جنم دیا، جو بذات خود علم کی ایک لائبریری اور فکر وفن کا ایسے پاور ہاؤس تھے، جہاں سے علم وادب کی روشنی سپلائی ہوئی۔

علامہ غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی، حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی حکیم امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت، خیر الاذکیا علامہ غلام یزدانی اعظمی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، شارح بخاری فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی، سید المحدثین والمفسرین علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، فخر المحدثین سلطان الواعظین علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی اور موجودہ عہد میں محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی وہ شخصیتیں ہیں، جو افق گھوسی پر علم وادب کا آفتاب عالم تاب بن کر چمکیں اور درس وتدریس، تقریر وتحریر کے ذریعہ پوری دنیا کے طالبان علوم کے افکار ونظریات کو منور ودرخشاں کیا، یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، اور انشاء اللہ کل بھی جاری رہے گا، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی، بحر زخار کے مترجم نازش علم وفن شہریار تحریر وقلم مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی کی ذات گرامی ووقار ہے۔

ولادت:- علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی گہوارہ علم وادب گھوسی مئو یوپی کے مردم خیز خطہ محلہ کریم الدین پور میں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ کو جلوہ آرائے گیتی ہوئے۔

خاندان:- دوہری گھاٹ سے مدھوبن جانے والی سڑک کے جنوبی کنارے پر ایک قدیم بستی قرولی باسی ہے، جو دوہری گھاٹ سے تقریباً پانچ کلومیٹر جانب مشرق واقع ہے، آپ کا خاندان صدیوں پہلے یہیں آباد تھا، برادران وطن کے ساتھ کسی مسئلہ میں تنازع کی وجہ سے آبادی کے دوسرے مسلمان خانوادوں کے ساتھ ترک وطن کرکے محلہ کریم الدین پور گھوسی میں آباد ہو گیا، آپ کے اجداد سیدھے سادے راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھے، پارچہ بافی کی صنعت سے معاشی ضروریات پوری کرتے تھے، پردادا جناب محمد عباس مرحوم فن سپہ گری اور شمشیر زنی میں ماہر تھے، انھوں نے ۱۸۹۳ء میں آبادی پر حملہ آور بلوائیوں کا بڑی جاں بازی کے ساتھ مقابلہ کیا تھا اور ان کے ہیرو کو مار کر ان کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا، دادا جان محمد عمر مرحوم کم خواندہ مگر متدین اور سچے پکے مسلمان تھے، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ان کو احتراماً "گرو جی" کہہ کر پکارتے تھے، ان کے چھ صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی تھیں۔

والد گرامی:- حضرت ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی کے والد محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ متدین عالم دین تھے، انھوں نے ابتدائی تعلیم گھوسی میں پائی، پھر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخل ہو کر متوسطات تک تعلیم حاصل کی، بعدہ مزید تعلیم کے لیے مرکزی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور وہیں سے ۱۳۶۴ھ میں سند فراغت حاصل کی، آپ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مرید خاص اور منظور نظر تھے، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو خدمت دین کے لیے پالی مارواڑ راجستھان بھیجا، جہاں آپ نے ۱۹۴۶ء تا ۱۹۸۸ء مدرسہ امجدیہ مسجد چھیپان میں تقریباً ۴۲ سالوں تک ناقابل فراموش دینی وعلمی کارنامے انجام دیے، اہلیان پالی ان

کے باراحسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، ۱۹۸۸ء کے بعد خرابی صحت کی وجہ سے مستقل طور پر وطن مالوف گھوسی ہی میں قیام پذیر ہے اور یہیں ۱۵رصفر ۱۴۲۴ھ/۱۸راپریل ۲۰۰۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

والدہ محترمہ:۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی کی والدہ محترمہ کبیر النساصاحبہ بنت جناب عبدالاحد بن عبدالصمد ادری ہیں، اللہ تعالی موصوفہ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، کہ والد صاحب کے باہر میں دینی خدمات میں مصروف رہنے کی وجہ سے تعلیم و تربیت کا سارا بار والدہ محترمہ کے دوش ناتواں نے برداشت کیا، علامہ موصوف اور ان کے برادران ماسٹر محمد قاسم صاحب اور ڈاکٹر محمد قائم اعظمی صاحب کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت گھر کے دیگر کاموں کے ساتھ جس خوش اسلوبی اور احسن طریقے سے محترمہ نے فرمائی، وہ انھیں کا حصہ ہے، موصوفہ کا یہ کارنامہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے، یہ ان کے فیضان تربیت کا ہی کرشمہ ہے، کہ دنیا علامہ موصوف کو محقق ومورخ، ادیب وقلمکار اور ذی وقار عالم سے یاد کرتی اور ڈاکٹر محمد قائم صاحب اعظمی کو تجربہ کار طبیب اور ماہر صاحب قلم جانتی مانتی ہے۔

تحصیل علم:۔ ۱۹۵۴ء میں علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی نے جب سن شعور میں قدم رکھا اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئے، تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کا داخلہ وطن کے قدیم اور مرکزی ادارہ دار العلوم اہلسنت جامعہ شمس العلوم گھوسی میں کرا دیا گیا، جہاں آپ نے قاعدہ بغدادی اور قرآن مجید ناظرہ خوانی کے ساتھ درجات پرائمری میں چہارم تک اردو، ہندی، ریاضی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی، پھر فارسی وقواعد فارسی اور ابتدائی عربی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے، گلستاں، بوستاں، میزان ومنشعب، صرف میر، دروس الادب اور اخلاق محسنی کا درس وہاں کے مایہ ناز اساتذہ سے حاصل کیا۔

۱۹۶۳ء میں جماعت منشی میں داخل ہوئے، کورس کی کتابوں کے ساتھ ریاضی، الجبرا، تاریخ اور جغرافیہ بھی پڑھا، اسی دوران خارجی کتابوں کے مطالعے کا احساس ہوا اور خارجی اوقات میں غیر درسی کتابوں کے مطالعے کے عادی ہو گئے، منشی کے بعد کامل، مولوی اور عالم کی باقاعدہ تعلیم اسی ادارے میں ہوئی، چونکہ اس وقت جامعہ شمس العلوم کا معیار تعلیم بہت بلند نہ تھا، اسی لیے عالم پاس کرنے کے بعد تعلیمی سلسلہ کچھ رکی سارہا، اور باضابطہ دورہ حدیث نہ ہوسکا، پھر بھی آپ نے ذاتی ذوق وشوق، جد وجہد، محنت ولگن اور مخلص ومہربان اساتذہ کی خصوصی توجہ وعنایت سے بخاری شریف، بیضاوی شریف اور ہدایہ اولین وغیرہ کے متعدد اسباق پڑھے اور تحصیل علوم وفنون سے اعلیٰ پوزیشن پر فارغ ہو کر ۱۹۶۹ء میں سند فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔

اساتذہ:۔ آپ نے جن اساتذہ سے کسب علم وفضل کیا، ان کے اسما ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ قمر الدین صاحب قمر اشرفی علیہ الرحمہ، حضرت مفتی وکیل احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا محمد رمضان صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ، جناب مولوی محمد یوسف صاحب علیہ الرحمہ، جناب ماسٹر اعجاز احمد صاحب مرحوم، جناب حافظ قمر الحق صاحب مرحوم، جناب منشی شرف الدین صاحب، جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب مرحوم۔

ڈگریوں کا مینا بازار:۔ درس نظامی کی اعلیٰ سند کے علاوہ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم اردو اور عربی وفارسی بورڈ الہ آباد سے منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل دینیات، فاضل ادب اور فاضل طب کی اسناد حاصل کیں، اس کے باوجود آپ کی علمی تشنگی نہ بجھی اور تدریسی مصروفیات میں بھی بی۔اے، ایم۔اے کی ڈگریاں گورکھپور یونیورسٹی، بی۔ٹی۔ایچ، ایم۔ٹی۔ایچ کی ڈگریاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری پٹنہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ بقول حضور بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ شمس العلوم گھوسی "اس طرح مولانا موصوف کی ذات علوم وفنون کا ایک سرسبز گلزار اور سندوں ڈگریوں کا مینا بازار ہے"۔ (تفہیم الفرائض ص ۸)

درس و تدریس:۔ جنوری ۱۹۷۰ء میں حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی کا تقرر بحیثیت مدرس دار العلوم اسحاقیہ جودھپور میں ہوگیا، چونکہ وطن سے دور رہنے کا یہ پہلا اتفاق تھا، اس لیے یہاں جی نہ لگا اور حضرت قبلہ ڈیڑھ مہینے بعد گھر آگئے، ارادہ یہ تھا، کہ خاندانی پیشہ سے وابستہ ہوکر زندگی گزاریں گے، چنانچہ عملی زندگی میں سرگرم بھی ہوگئے، مگر اسی دوران دار العلوم فیض الاسلام جامع مسجد گھوسی کا قیام عمل میں آیا، جس کے بانی حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی علیہ الرحمہ کی خواہش پر جنوری ۱۹۷۱ء میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، لیکن بدستور خاندانی پیشے سے بھی جڑے رہے، صبح ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے تک تدریسی فرائض انجام دیتے اور باقی دن گھر کا کام کرتے، یہ سلسلہ ۱۴؍جنوری ۱۹۷۲ء تک جاری رہا۔

جامعہ شمس العلوم میں:۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۷۲ء کو جامعہ شمس العلوم گھوسی میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا، تقریباً چھ ماہ اس عہدہ کو سنبھالنے کے بعد نامساعد حالات کے سبب اس منصب جلیل سے استعفا دے دیا اور مدرس عالیہ کی مسند تدریس کو زینت بخشی، اس طرح تادم تحریر مسلسل ۴۵ برسوں سے اسی جامعہ میں ایک کامیاب مدرس اور سینئر استاذ کی حیثیت سے تدریس میں مصروف ہیں ۱۹۹۹ء میں جب جامعہ شمس العلوم کے پرنسپل علامہ قمر الدین صاحب قبلہ قمر اشرفی ریٹائرڈ ہوگئے، تو آپ نے عارضی طور پر اس عہدہ کو سنبھالا، لیکن جب مستقلاً اس منصب کی پیش کش ہوئی، تو تلخ تجربات اور دور بین نگاہ نے اس ذمہ داری کے عدم قبول کا فیصلہ کیا اور بدستور محض تدریسی ذمہ داریوں کو ترجیح دی۔ ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/۲۹؍نومبر ۲۰۱۲ء کو جامعہ شمس العلوم کے شیخ الحدیث استاذ گرامی حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کا وصال ہوا، تو جامعہ کے ارباب حل وعقد نے آپ کو شیخ الحدیث منتخب کیا۔ جون ۲۰۱۴ء میں سرکاری ملازمت سے وظیفہ یاب ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اسی ادارے میں بحیثیت شیخ الحدیث خدمت تدریس میں مصروف ہیں۔

تلامذہ:۔ آپ نے فقط بطور ملازم جامعہ شمس العلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام نہیں دی، بلکہ دین کے خادم کی حیثیت سے اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی تشنگان علوم کی علمی پیاس بجھائی، اپنے گھر کو مدرسہ اور دار المصنفین بنایا، قوم کے نونہالوں کی علمی ترقی کے لیے عملی تدبیریں اختیار کر کے ان کو زیور علم و ہنر سے مزین و آراستہ کیا، دوران تصنیف بہتوں کو خدمت میں رکھ کر نہ صرف قلم پکڑنا بلکہ عمدہ سے عمدہ لکھنا سکھایا، مضمون نگاری کے آداب، مقالہ نویسی کے اصول وقوانین اور تحریر وقلم کے اسرار ورموز سے آگاہ کیا، دینی علوم کی تحصیل کرنے والوں کے علاوہ بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں عصری علوم وفنون کی تعلیم لینے والے طلبہ کی بھی خوب سے خوب تر رہنمائی فرمائی، حوصلہ بخشا، دعاؤں سے نوازا، شاہراہ فوز وفلاح پر گامزن کیا، یہی وجہ ہے، کہ حضرت قبلہ کے تلامذہ میں جہاں مقررین ومدرسین کی بڑی تعداد ہے، ڈاکٹروں اور قلمکاروں کی لمبی قطار بھی ہے، الحمد للہ کہ مجھے بھی زمانہ طالب علمی میں تقریباً ساڑھے تین سال خارج اوقات مدرسہ حضرت کے دولت کدہ پر خدمت میں رہ کر بیکراں علم و ہنر سے استفادہ کا شرف حاصل ہے، ہزاروں شائقین علوم آپ کی بارگاہ میں سیراب ہوئے، آپ کے خرمن علم سے وقت کے مستند علما اور معتبر فضلا کی ایک جماعت نے خوشہ چینی کی، متعدد دانشوروں اور ادیبوں نے استفادہ کیا، حلقہ تلامذہ کا معتد بہ حصہ ملک و بیرون ملک میں علمی و دینی، عصری و سماجی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہے، چند تلامذہ کا نام درج ذیل ہے۔

(۱) مولانا عبد الرشید اعظمی صاحب مرحوم سابق نائب شیخ الحدیث جامعہ لطیفیہ سراج العلوم نہال گنج (۲) مولانا فروغ احمد اعظمی صاحب پرنسپل دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی (۳) مولانا امتیاز احمد صاحب اعظمی پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بہرائچ شریف (۴) مولانا فیض الحق صاحب اعظمی پرنسپل دار العلوم فیض العلوم محمد آباد گوہنہ (۵) مولانا فیضان المصطفیٰ قادری شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ گھوسی (۶) مولانا اختر کمال صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۷) مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب پرنسپل مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی (۸) مولانا نعمان احمد صاحب ازہری پرنسپل جامعۃ البرکات علی گڑھ (۹) پروفیسر خواجہ اکرام صاحب جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی (۱۰) مولانا وصی احمد صاحب شمسی شیخ الادب جامعہ شمس العلوم گھوسی (۱۱) مولانا مقصود اختر صاحب اشرفی گھوسی (۱۲) مولانا جمال مصطفیٰ صاحب قادری پرنسپل جامعہ امجدیہ گھوسی (۱۳) مولانا علاء المصطفیٰ صاحب قادری ناظم اعلیٰ جامعہ

امجدیہ گھوسی (۱۴) مولانا عرفان المصطفیٰ صاحب ازہری استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی (۱۵) مولانا شہباز عالم صاحب پرنسپل دارالعلوم امیر العلوم کچھوچھہ (۱۶) مفتی محمد حسان صاحب شمسی استاذ دارالعلوم مجاہد ملت اڑیسہ (۱۷) مفتی محبوب عالم علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الصابرہ گوپی گنج (۱۸) مولانا اسلم بنائی کلکتہ (۱۹) مولانا قاسم ضیا شیخ الادب دارالعلوم حبیبیہ گوپی گنج (۲۰) مولانا اخلاق احمد صاحب استاذ دارالعلوم فاروقیہ بنارس (۲۱) مولانا خورشید عالم صاحب شیخ الادب جامعہ عربیہ مدینۃ العلم بھدوہی (۲۲) مولانا نعیم الحق ازہری جامعہ ازہر مصر (۲۳) مولانا رجب القادری پرنسپل جامعہ رضویہ چھپرہ بہار (۲۴) مفتی منظر رضا صاحب پرنسپل دارالعلوم گلشن مدینہ جوگیشوری بمبئی (۲۵) مولانا اشتیاق احمد صاحب مصباحی استاذ دارالعلوم ضیاء العلوم گونڈا (۲۶) مولانا نذیر احمد صاحب منانی شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء العلوم خیرآباد (۲۷) مولانا محمد ہارون صاحب پرنسپل ضیاء العلوم گونڈا (۲۸) مولانا کمال اختر اشرفی گھوسی (۲۹) مولانا امیر الدین شمسی گھوسی (۳۰) مولانا عاقل امام شمسی استاذ جامعہ شمس العلوم (۳۱) ڈاکٹر بلیغ اصغر گھوسی (۳۲) ڈاکٹر قائم اعظمی مہراج گنج (۳۳) ڈاکٹر امتیاز احمد گھوسی (۳۴) ڈاکٹر انجم گھوسی (۳۵) ڈاکٹر کمال اصغر گھوسی (۳۶) ڈاکٹر کلیم احسن گھوسی (۳۷) ڈاکٹر زاہد مہراج گنج (۳۸) ڈاکٹر جاوید احمد گھوسی (۳۹) ڈاکٹر محمد وزیر علی گڑھ (۴۰) ڈاکٹر کلیم الحق اعظمی گھوسی (۴۱) مولانا محمد احمد وارثی پرنسپل جامعہ عربیہ سلطان پور (۴۲) مولانا ریاست حسین پرنسپل مدرسہ تنویر العلوم جین پور (۴۳) مولانا کلیم الدین شمسی پرنسپل جامعہ غوثیہ غازی پور وغیرہم۔

انداز تدریس:۔ آپ کا انداز تدریس نرالا اور موثر ہوا کرتا ہے، کوئی طالب علم عبارت خوانی کرتا ہے پھر آپ عبارت کا سلیس بامحاورہ اور فصیح ترجمہ کرتے ہیں بعدہ سنجیدہ لب ولہجہ میں ایسی تشریح فرماتے ہیں کہ مصنف کا مقصود ومطلوب بالکل آشکار ہو جاتا ہے، مغلق مقامات کی توضیح اتنے سہل طریقہ پر فرماتے ہیں کہ ادنیٰ فہم رکھنے والا طالب علم بھی تھوڑی توجہ کے بعد عبارت کی تفہیم پر قادر ہو جاتا ہے، اثنائے تدریس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی عبارت کے مفاہیم حضرت کی تقریر میں ڈھلتے چلے جا رہے ہیں، میرا احساس ہے کہ آپ طلبہ کی نفسیات سے آشنا اور مختلف درجے کی استعداد کے لڑکوں کی تدریس کے گر سے واقف ہیں، بلاشبہ آپ جس فن کی تعلیم دیتے ہیں اس فن کی معرفت کی صحیح استعداد طلبہ میں پیدا فرما دیتے ہیں۔

درس نظامیہ کے جملہ علوم وفنون کی کتابیں حسب موقع پڑھاتے ہیں لیکن حدیث و میراث آپ کے خاص فن ہیں بالخصوص میراث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، اس کی تدریس میں آپ کا جواب نہیں، بلیک بورڈ کے سہارے مسائل میراث کو مثالوں کے ذریعہ خوب واضح فرما دیتے ہیں اس طرح طلبہ بآسانی قوانین میراث اور استخراج مسائل کے اصول کو ضبط کر لیتے ہیں، حدیث کی توضیح وتشریح بھی حسن تفہیم کے ذریعہ خوب فرماتے ہیں، مسائل مستخرجہ کے بیان کے ساتھ اختلاف ائمہ پر بھی بھرپور روشنی ڈالتے اور مذہب احناف کی قوت وصحت کو دلائل وبراہین سے ثابت فرماتے ہیں، فقہ وتفسیر پر بھی گہری نظر ہے اور ان کی تدریس کا انوکھا اسلوب آپ کے یہاں پایا جاتا ہے، غرض وہ کون سا فن ہے جس کی تعلیم وتدریس میں مہارت نہ رکھتے ہوں۔

مادر علمی سے قلبی لگاؤ:۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی نے ز ابتدا تا انتہا جامعہ شمس العلوم میں تعلیم پائی اور فراغت کے بعد مسلسل ۴۵ سالوں سے اس کے شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں اور یہ وابستگی حد جنون تک پہنچی ہوئی ہے، چنانچہ تحصیل و تدریس علم کے فرض وقرض نے ہمیشہ آپ کو حساس رکھا، اور آپ اس بار سے سبکدوشی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے، مادر علمی سے جدا ہونا کبھی گوارا نہیں کیا، ۱۹۷۲ء میں جب شمس العلوم گھوسی کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، مجلس عاملہ کے ایک رکن کی حیثیت سے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور اپنے گہوارۂ علم وادب کی تعمیری ترقی اور تعلیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا موقع ہاتھ لگا، جسے آپ نے بسروچشم قبول کیا اور جامعہ کی فلاح وبہبود اس کے نظم ونسق اور معیار تعلیم وتدریس کو موثر وبہتر بنانے میں تمام جدوجہد مصروف اور سرگرداں ہو گئے۔

طلبا کی تعلیم وتدریس کے ساتھ دیگر امور بھی پوری تندہی کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور مادر علمی کے لیے ہر ممکن جہت سے کوشش کرتے ہیں، جامعہ شمس العلوم میں جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کے سینٹر کی منظوری آپ ہی کی سعی جمیل کا نتیجہ ہے، آپ صرف

جامعہ کے اوقات درس ہی کے پابند نہ رہے بلکہ خارجی اوقات میں بھی طلبا کو سنوارنے اور سدھارنے کا کام کیا، جامعہ شمس العلوم میں مدرسہ کی درسی لائبریری کے علاوہ غیر درسی لائبریری ''کہکشاں لائبریری'' آپ ہی کی قائم کردہ ہے، اور اس کا مکمل انتظام و انصرام بھی آپ فرماتے تھے، جس سے طلبا و مدرسین کے علاوہ عوام بھی مستفید ہوتے ہیں۔

دار العلوم اہلسنت جامعہ شمس العلوم سے متعلق جامعۃ البنات کے قیام میں بھی آپ کا بہت اہم رول رہا ہے، یہ آپ کی مادر علمی سے سچی محبت اور قلبی لگاؤ ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ نے اس کے لیے اس طور پر راہ ہموار کی کہ ایسے ماحول میں جہاں بچیوں کی اعلی تعلیم سے گریز کیا جاتا تھا، لوگوں سے مل مل کر اعلی نسواں تعلیم کی اہمیت بیان کی اور مفت میں بچیوں کو کوچنگ کرایا، جس سے خوابیدہ ماحول بیدار ہوا، پھر لڑکیوں کی تعیم کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، آپ نے چند ایسی لڑکیوں کو تیار کیا جو تدریسی فرائض انجام دے سکیں، چنانچہ جب جامعۃ لبنات شمس العلوم میں تعلیمی افتتاح ہوا، تو آپ ہی کے پاس کوچنگ کرنے والی بچیوں کو تدریس کے لیے منتخب کیا گیا، جنھوں نے آپ کی ہدایت و رہنمائی میں عمدہ کارکردگی دکھائی اور تعلیم نسواں عام سے عام تر ہو گئی۔

<u>کہکشاں لائبریری:۔</u> مدارس میں عام طور پر جو کتب خانے ہوتے ہیں، ان میں نصابی کتابیں ہی مہیا کی جاتی ہیں، خارجی کتابوں کی فراہمی پر توجہ نہیں دی جاتی، جبکہ طلبا میں مطالعے کے شوق اور ہر موضوع سے متعلق معلومات کے لیے ایک ایسا دار المطالعہ ضروری ہے جس میں ہر قسم کی کتابیں اور رسائل دستیاب ہوں، اسی احساس کے ساتھ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی نے ۱۹۷۳ء میں جامعہ شمس العلوم کے اساتذہ اور طلبا کے تعاون سے ''کہکشاں لائبریری'' کی بنیاد رکھی، ابتدا میں آپ نے جامعہ اردو علی گڑھ کے نصاب کی کتابیں اور چند دوسری اپنی ذاتی کتابیں اس لائبریری کو وقف کیں، پھر آپ کے مخیر احباب نے وقتاً فوقتاً کتابوں کے کچھ عطیے دیے، اس لائبریری کے لیے آپ نے اجتماعی چندہ کبھی بھی نہیں کیا، اساتذہ و طلبا کی ممبری فیس، ادارے کے مالی تعاون اور گاہے بگاہے یوپی اردو اکیڈمی کی امداد نیز امتحانات جامعہ اردو میں شریک ہونے والے طلبا کی ممبری فیس اور عطیات سے اس لائبریری کو آگے بڑھاتے رہے۔

قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے، کی مثال اس لائبریری پر صادق آتی ہے، آمدنی کی قلت کے باوجود آج زبان و ادب، تاریخ، سیاسیات، طب، سائنس، سیرت و سوانح، تصوف و اخلاق، معاشیات و اقتصادیات، فقہ و عقائد، حدیث و تفسیر اور دوسرے موضوعات پر ہزاروں کتب و رسائل کا بیش قیمت ذخیرہ آپ نے اس لائبریری کے لیے مہیا کر دیا ہے، بے سروسامانی کے عالم میں اتنا وقیع سرمایہ یقیناً حیرت انگیز ہے مگر یہ اللہ کے فضل کا کرشمہ اور آپ کے جذبۂ ایثار اور پرخلوص کوششوں کا نتیجہ ہے۔

<u>ذاتی لائبریری ''بیت الحکمت'':۔</u> کتابوں کی خرید اور ان کی حفاظت کا شوق بچپن سے رکھتے ہیں، آپ کو تہوار پر جو پیسے ملتے، انھیں بے مقصد چیزوں میں ضائع کرنے کی بجائے ان سے درسی و غیر درسی کتابیں خریدتے تھے، جب ملازمت کے دوران خود کی ایک مستقل آمدنی ہو گئی، تو تنخواہ کا ایک حصہ کتابوں کی خریداری کے لیے مخصوص کر لیا، آج بھی یہ ذوق بدستور باقی ہے، جو اچھی کتاب سامنے آتی ہے، جیب اجازت دے یا نہ دے ان کو خریدنا آپ کا امتیازی وصف ہے، کتابوں کو مستعار لے کر پڑھنے سے بہتر خریدنا سمجھتے ہیں، چنانچہ ادیب و منشی بلکہ ابتدائی سے لے کر پی، ایچ، ڈی تک نصاب کی کتابیں آپ نے خود خریدیں اور آپ کی کتابوں سے دوسرے لوگ مستفید ہوئے، یہ خصوصیت دیگر اسکالروں کے یہاں کمیاب ہے۔

مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہزاروں کتابوں کی خرید کے ساتھ بعض ایسے نادر و نایاب قلمی نسخے بھی آپ نے زیروکس کرائے ہیں جن کے دیدار کے لیے آنکھیں ترستی ہیں، بہت سی کتابیں جن کی اشاعت موقوف ہے ان کی فوٹو کاپی کر کر جمع کرنا آپ کی عادت سی بن گئی ہے، آپ نے اپنے ذاتی کتب خانہ میں جمع فرمودہ اس دینی و علمی ذخیرہ کو ''بیت الحکمت'' کے نام سے موسوم کیا ہے، بیت الحکمت میں موجود کتابوں کی تعداد دس ہزار سے متجاوز ہے، ہزاروں علمی و ادبی، دینی و مذہبی رسائل و جرائد بھی نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں، اس

خزینۂ حکمت سے آپ اپنے تصنیفی کاموں میں مدد لیتے ہیں اور دوسرے اسکالروں کو بھی مستفید کرتے ہیں۔

مضمون نگاری اور تصنیف وتالیف:۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی نے جس ادارے میں تعلیم پائی تھی، وہاں نصابی کتابوں کے علاوہ غیر درسی کتب ورسائل اور اخبارات پڑھنے کا شوق بیشتر طلبا میں عام تھا، حضرت موصوف قبلہ بھی خارجی مطالعے میں دلچسپی لیتے رہے، آپ کے استاذ حضرت علامہ قمر الدین قمر اشرفی علیہ الرحمہ کبھی کبھی آپ کی جماعت کے لیے کوئی عنوان منتخب فرماتے اور مضمون لکھنے کا حکم دیتے، جس کی بنا پر مضمون نگاری کا شوق بیدار ہوا اور آپ مضمون لکھنے لگے۔

دوران طالب علمی ۱۹۶۸ء میں آپ کا پہلا مضمون ماہنامہ جام نور کلکتہ میں "روحانیت کی فتح مبین" کے عنوان سے شائع ہوا، مضمون کی اشاعت سے حوصلوں کو قوت ملی اور مضامین لکھنے میں دلچسپی بڑھی، ۱۹۷۱ء سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں آپ کے مضامین مستقل شائع ہونے لگے، پھر احباب، اہل قلم اور رسالوں کے مدیروں کی فرمائشوں کا ایک تسلسل پیدا ہوگیا اور مضمون نگاری کا یہ سلسلہ سرعت کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور آپ کے مضامین ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، ماہنامہ جام نور کلکتہ، ماہنامہ استقامت کانپور، ماہنامہ پاسبان الہ آباد، ماہنامہ المیزان بھیونڈی، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ماہنامہ قاری دہلی، ماہنامہ مظہر حق بدایوں، سہ ماہی امجدیہ گھوسی، سہ ماہی امام احمد رضا میگزین بستی، ماہنامہ پیام حرم جمد اشاہی اور مختلف اردو اخبارات میں شائع ہوتے رہے، آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اب تک تقریباً سیکڑوں مضامین آپ کی نوک قلم سے صادر ہوچکے ہیں، مگر افسوس آپ نے ان تمام مضامین کی حفاظت نہ کی اور نہ ہی آج ان تمام رسائل تک ہماری دسترس ہے، جن میں آپ کے مضامین شائع ہوئے، اس کثرت کے ساتھ مضمون نگاری سے ایسی مشاقی پیدا ہوئی، کہ آپ کی تحریری لیاقت ذروۂ کمال کو پہنچ گئی اور نوبت بایں جا رسید کہ بقول مولانا عبدالحکیم صاحب نوری۔

"جس رسالہ میں آپ کا مضمون شائع ہوجاتا ہے، اس کی عزت ووقار میں چار چاند لگ جاتے ہیں"۔ (ماہنامہ قاری دہلی نومبر ۱۹۹۱ء)

۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۲ء تک آپ محض مضمون نگاری پر اکتفا کرتے رہے، کسی مستقل تصنیف پر ہاتھ نہیں لگایا، ۱۹۸۲ء میں پہلی بار باقاعدہ کتاب کی تالیف کے لیے قلم اٹھایا اور تاریخ داؤدی کا اردو ترجمہ کیا، ۱۹۸۳ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کے لیے "حدیث نبوی کے اردو تراجم وتشریحات" کے موضوع پر کام کا آغاز کیا اور ۱۹۸۵ء میں یہ پہلا تصنیفی کارنامہ پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے انجام پذیر ہوا، پھر بزرگوں اور دوستوں کی فرمائشوں کی تکمیل اور اپنے ذاتی ذوق کی تسکین کے لیے کتابوں کی تصنیف وتالیف اور ترجمے میں مشغول اور سرگرم عمل ہوگئے اور مسلسل کتابیں لکھنے لگے، اب تو مشاقی اور تجربہ کاری کا یہ عالم ہوگیا ہے، کہ جب آپ کا کہنہ مشق قلم چلتا ہے تو چلتا ہی رہتا ہے لکھتا ہے تو لکھتا ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اہل علم کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، کہ لکھنے کا حق ادا کردیا، قارئین بے باک اعتراف کرتے ہیں، کہ "اللہ تعالیٰ نے تحریر ونگارش کا لاجواب ملکہ اور خصوصی سلیقہ عطا فرمایا ہے" جس موضوع پر قلم اٹھایا، کماحقہ تفتیش کی، تلاش وجستجو کے بعد جو کچھ لکھا، خوب لکھا، پوری تحقیق کے ساتھ لکھا، آپ کے سیال قلم نے جس وادی کا رخ کیا، اسے سیراب کردیا، جس میدان کی طرف آپ کا رہوار قلم چلا، اسے اشہب فکر ونظر کی مدد سے پامال کرتا گیا۔

کتب بینی اور مطالعہ کی کثرت کے سبب آپ ضعف بصر کے شکار ہوگئے، مگر اس کے باوجود بھی اپنی وسعت معلومات، گیرائی فکر ونظر اور غیر معمولی بصیرت کی بدولت اب تک تیسوں کتابیں ضبط قلم کرچکے ہیں، جن میں سے پچیس کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر خواص وعوام سے داد وتحسین حاصل کررہی ہیں، آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست یہ ہے۔

مطبوعہ: (۱) حدیث نبوی چند مباحث ومسائل (۲) حدیث نبوی کے اردو تراجم (۳) داستان حرم (۴) خواجہ غریب نواز (۵) محبوب الٰہی (۶) تذکرہ خلفائے راشدین (۷) تفہیم الفرائض (۸) تذکرہ مشائخ عظام اول (۹) تذکرہ مشائخ عظام دوم (۱۰) مشاہیر حدیث (۱۱) تاریخ داؤدی (۱۲) تذکرہ مولانا علیم اللہ شاہ (۱۳) محدثین عظام (۱۴) ترجمہ مونس الارواح (۱۵) داستان کربلا

(۱۶) مفتی مجیب الاسلام - احوال وافکار (۱۷) ائمہ اربعہ (۱۸) ترجمہ تذکرہ شورش (۱۹) ترجمہ منتخب اللغات (۲۰) نگارشات (۲۱) ترجمہ مناقب رزاقیہ (۲۲) ترجمہ مرآۃ مداری (۲۳) ترجمہ فتوحات فیروز شاہی (۲۴) ترجمہ مجالس نافعہ (۲۵) نقوش وتاثرات (۲۶) ہفت اقلیم ولایت۔

زیر طبع: (۲۷) ترجمہ بحر زخار۔ زیر ترتیب: (۲۸) مشاہیر اسلام (۲۹) مولانا سید سلیمان اشرف بہاری۔

غیر مطبوعہ : (۳۰) خلاصۃ القواعد (۳۱) تذکرہ دانشوران گھوسی (۳۲) فارسی ادب کی تاریخ (۳۳) تذکرہ شعرائے گھوسی

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی نے عام ذوق کے خلاف ایک الگ روش تحریر اختیار کی ہے، آپ کا اشہب قلم شرعیات ودینیات، اسلام کی متفقہ شخصیات، سیر وتذکار، تاریخ وادب، مسلمہ مسائل، تصوف اور اخلاقیات کا چکر لگاتا ہے۔ آپ کی ایک اہم خصوصیت ہے، جس نے مصنفین کی صف میں انھیں نمایاں مقام عطا کیا ہے، وہ یہ کہ آپ ایسے موضوعات کا انتخاب فرماتے ہیں، جن پر جماعت کے کسی اور فرد نے قابل ذکر کام نہ کیا ہو، آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے یہ احساس کیے بغیر نہیں رہتے، کہ پیش نظر کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ شہر یار تحریر وقلم حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف وتراجم اور دستیاب ونایاب مضامین تقریباً دس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، بلا شبہ کمیت وکیفیت کے اعتبار سے آپ کا یہ کارنامہ ناقابل فراموش سرمایہ اور مایہ ناز پونجی ہے، جماعت اہلسنت اس پر جتنا فخر کرے، بجا ہے، اس دور قحط الرجال میں جبکہ تحریر وقلم کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی اور بہت کم لوگ جہان لوح وقلم میں قدم رکھتے ہیں، آپ کی ذات استثنائی حیثیت کی حامل ہے، انشاء اللہ آپ اپنی ان خدمات کی بدولت زندہ وپائندہ رہیں گے۔

حج وزیارت:۔ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں والد محترم حضرت مولانا سالم امجدی علیہ الرحمہ کے ہمراہ حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، حج وزیارت سے فراغت کے بعد عراق گئے، جہاں کربلا، نجف اشرف اور بغداد کے مقامات مقدسہ پر حاضری دی، کربلا میں حضرت امام حسین، حضرت عباس علمبردار اور دیگر شہدا حضرت حر، حضرت عون ومحمد، رضوان اللہ علیہم اجمعین، نجف اشرف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، بغداد میں حضور غوث اعظم جیلانی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی اور حضرت بہلول دانا علیہم الرحمہ کے مزارات مبارکہ کی زیارت سے سرفراز ہوئے، کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل، حضرت ہانی اور جامع کوفہ کی زیارت کی، نیز حضرت یونس علیہ السلام کے مزار اور حضرت ایوب علیہ السلام کے مکان اور اس کنویں کی زیارت سے مشرف ہوئے جس کے پانی سے وہ شفایاب ہوئے تھے۔

۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء دوسری بار شرف حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

بیعت وارادت:۔ ۸۱/۱۹۸۰ء میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں سید التارکین حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے، حضور مجاہد ملت نے کچھ اوراد ووظائف کی تلقین کی اور شجرہ مبارکہ عطا کیا۔

اجازت وخلافت:۔ دوسرے حج کے موقع پر مفتی اعظم بہار اشرف الفقہا خلیفہ حضور مفتی اعظم مفتی محمد مجیب اشرف رضوی گھوسوی ثم ناگپوری صاحب قبلہ مدظلہ بانی دار العلوم امجدیہ ناگپور نے بلا طلب سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت اور اجازت حدیث عطا کی۔

شعر وشاعری:۔ شاعری آپ کا مشغلہ ہے اور نہ ہی آپ نے کبھی باقاعدہ شاعری کی ہے، پھر بھی شعر وشاعری سے آپ کو یک گونہ تعلق ہے، کورس کی کتابوں میں اشعار سے واسطہ پڑتا رہا، اس طرح دوسروں کے اشعار پڑھتے پڑھاتے اشعار سے ایسا شغف پیدا ہوا کہ بمقتضائے طبیعت اپنے اندر شعر گوئی کا جذبہ مچلتا ہوا محسوس کیا اور بیٹھے بٹھائے اشعار موزوں کرنے لگے، آج سے تیس پینتیس سال قبل آپ نے شاعری کا آغاز کیا اور بہت کم مدت میں ۴۰،۵۰ غزلیں لکھنے کے بعد اس صنف سخن کو اس طور پر ترک کر دیا کہ اب باقاعدہ اشعار نہیں کہتے مگر تفریح طبع کے لیے دوستوں کی محفل میں برملا اشعار موزوں کر لیتے ہیں مگر انہیں محفوظ نہیں کرتے، اگر چہ آپ

نے اپنے کو کبھی شاعر ظاہر نہیں کیا، مگر شاعروں نے اپنے کلام کی آپ سے اصلاح کرائی اور اشعار کے تعلق سے استصواب رائے کیا،
ذیل میں آپ کے چند اشعار ملاحظہ کریں اور آپ کی شاعرانہ عظمت کو داد و تحسین سے نوازیں۔

کہتے ہوئے شرماتے نہیں آج مسلماں
اسلاف کی تاریخ کو فرسودہ روایات

کیوں بیٹھ کے کرتے ہو زمانے کی شکایت
کیوں اٹھ کے بدل دیتے نہیں صورت حالات

دیتے ہیں سبق آج بھی انسانوں کو عاصم
اجڑے ہوئے شہروں کے یہ پامال خرابات

شعلہ زار غم و آلام ہے یہ عرصۂ زیست
جس جگہ امن و مسرت کا تصور ہے حرام

طرح جمہور و اخوت تو ہے ڈالی پھر بھی
پھیلتا جاتا ہے کیوں فرقہ پرستی کا جذام

گئی شام الم اور بڑھی جاتی ہے
ناامیدی کے اندھیروں میں بھٹکتے ہیں عوام

آج بھی ہوتا ہے ایوانوں میں جشن رقص و مے
مفلسوں کے گھر میں برپا آج بھی کہرام ہے

جگمگاتی مادی دنیا کے ذہن و فکر میں
مذہبیت کا تصور اک خیال خام ہے

دے رہا تھا آسماں یہ تیری رفعت کو خراج
کیوں تری عظمت کا لاشہ آج زیرگام ہے

کیا آج جلایا گیا میرا نشیمن
اٹھتا ہوا گلشن سے دھواں دیکھ رہا ہوں

زر دار غریبوں کا لہو چوس رہے ہیں
کب بدلے گا عاصم یہ جہاں سوچ رہا ہوں

دیا ہے ہم نے تو ہر گام پر وفا کا ثبوت
اب آگے ان کی خوشی ہے جو اعتبار کریں

بہار آئے گی غنچے ضرور مہکیں گے
خزاں نصیب ابھی اور انتظار کریں

کمی نہیں ہے خلوص و وفا کی کی دنیا میں
شعور چاہیے انساں کو دوستی کے لیے

چھوڑیے آپ بھلا قصۂ ماضی اپنا
دیکھ لی میں نے نمی عارض تاباں کے قریب

حیرت میں ہے صیاد کہ ناشاد عنادل
زندہ ہیں قفس میں تو دعا کیوں نہیں دیتے

فکر مستقبل زریں میں کٹی عمر تمام
پھر بھی حاصل نہ ہوا صبح مسرت کا پیام

غزل

کس درجہ طرب خیز تھی وہ شام ملاقات
وہ ساعت پر کیف وہ رنگین خیالات

ناگاہ وہ نظروں کا سر راہ تصادم
وہ کوشش اخفائے خلش ریزئ جذبات

وہ چشم فسوں ساز میں اشکوں کا تلاطم
وہ ہونٹوں پہ مبہم سے مرے چند سوالات

وہ موسم گل صحن چمن باد بہاری
رنگینئ جذبات سے معمور وہ نغمات

وہ بحر خیالات میں اٹھتی ہوئی موجیں
پوشیدہ ہر اک موج میں وہ سیکڑوں جذبات

روتی ہیں بہت خون کے آنسو مری آنکھیں
یاد آتے ہیں جس وقت وہ گزرے ہوئے لمحات

ہے آرزو اے عاصم دل خستہ پھر اک بار
آجائیں وہی لوٹ کے گزرے ہوئے دن رات

مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی ادروی علیہ الرحمہ کی شان میں منقبت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

چلے ہیں چھوڑ کے ہستی نسیم سوئے عدم
خدا کرے کہ رہے ہم سفر ہوائے ارم

چراغ راہ ہدایت تھا تیرا نقش قدم
ترے وجود سے قائم تھا سنیت کا بھرم

ہر آبگینۂ دل میں تری وفا کی جھلک
ترے وجود کی تابانیوں سے روشن ہے
خدا نے کردیا ہے بے نیاز ہر غم سے
جھکا سکا نہ کبھی دشمن رسول کوئی
تو علم و فضل و عمل کا عظیم تھا مینار
کبھی نہ لوٹ کے آئے گا بزم امکاں میں
جو نقش ہوگئے احساس آج کاغذ پر

تمہاری یاد میں اب چشم اہل دل ہے نم
چراغ فکر و نظر اور بساط لوح وقلم
نہیں ولی خدا کو ذرا بھی رنج و الم
تمہارے دست مقدس سے علم وفن کا علم
مگر اٹھایا نہ سر تونے بہر جاہ و حشم
تمہاری سیرت و خدمت ہمیشہ ہوگی رقم
نبی کا فیض ہے عاصم خدا کا لطف و کرم

اخلاق وعادات:۔ آپ کو قریب سے دیکھنے والے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، کہ علم وفضل کی گوناگوں خوبیوں کے ساتھ اخلاق وعادات اور بلند کردار وعمل آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ خدمت دین وملت آپ کا شیوہ ہے۔ حد درجہ خوددار وغیور ہیں۔ دورخی اور چاپلوسی سے دور کا کوئی رشتہ نہیں۔ ملنساری آپ کا خاصہ ہے۔ لوگوں کی دل آزاری گوارا نہیں، اسی لیے تو ہر کس وناکس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں اور آپ کے پاس آنے والا ضرورت مند محروم نہیں لوٹتا۔ سادگی پسند ہیں۔ گھوسی اور اطراف کے عوام وخواص میں آپ کی غیر معمولی مقبولیت آپ کے بلند اخلاق وکردار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مولانا عبدالحکیم نوری صاحب آپ کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

لمبا قد، گورا رنگ، چھریرا بدن، چہرے پر ڈاڑھی کی بہاریں، چوڑا پائجامہ، کلی دار کرتہ، کبھی شیروانی، سر پر خوب صورت ٹوپی، آنکھوں پر چشمہ جس سے علمی وقار عیاں، گفتگو میں متانت وسنجیدگی، اہل علم سے قربت، جہالت وسفاہت سے نفرت، دوستوں میں بے تکلفی، ہر معاملہ میں سنجیدگی، مطالعہ کتب کا شوق، گھر کو لائبریری میں منتقل کرنے کا ذوق، ہر قسم کی کتابوں کے جمع کرنے کی فکر، چاپلوسی سے چڑھ، ارباب تحقیق کے رہبر، خلوص ومحبت کے پیکر............ یہ ہیں حضرت علامہ وبالفضل اولینا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی۔ (محبوب الہی ص ۱۱)

علامہ بدر القادری صاحب قبلہ ترجمہ منتخب اللغات کی تاریخ رقم کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

حضرت مولانا عاصم اعظمی کی عالی ذات — ماہر تاریخ اسلامی و عالم شش جہات
منبع خلق و نوازش حامل مہر و وفا — مہربانی و تواضع سادگی جن کی صفات
فاضل اردو و عربی فارسی بے شک ہیں آپ — ذات والا آپ کی ہے جامع اعلی صفات
درس دین نبوی میں جن کا گزر جاتا ہے دن — شرح شرع پاک میں جن کی بسر ہوتی ہے رات
شغل قال قال رکھنے والوں سے ہے انس انہیں — مصطفی کی بات کرنے والوں کی کرتے ہیں بات
ڈرتے ہیں تشہیر سے ہاں گوشہ گیری ہے پسند — ہم خراباتیوں سے لیکن وہ کرلیتے ہیں بات
ہر کس وناکس سے ملتے ہیں خلوص اور پیار سے — شیریں باتیں ان کی گویا منہ میں رکھتے ہیں نبات
اپنی تنہا ذات میں بے شک ہیں آپ ایک انجمن — "بیت حکمت" سے رواں ان کی کتابوں کی برات
ان کی سالوں کی مشقت کا نتیجہ ہے کہ آج — اردو کا جامہ لیے حاضر ہے منتخب اللغات
شہ جہاں کے عہد میں لکھی گئی تھی جو کتاب — جامع تھے عبدالرشید ٹھٹھوی عالی صفات
شکر رب اردو کا حلہ اس کو عاصم نے دیا — مستفید ہوتی رہیں گی اس سے علما کی ذوات
چودہ سو انتیس ہجری دو ہزار اور آٹھ میں — شیخ عاصم اردو میں لے آئے منتخب اللغات
اس لیے تاریخ اس کی بدر نے تحریر کی — تاکہ ہو مرقوم تاریخ ادب میں ان کی بات
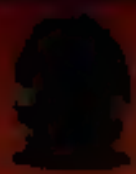
اُردوداں طبقے کو 'بحرِ زخار' کی شناوری مبارک

ہر چند کہ تذکرہ و تاریخ کی روایت ہر زمانے میں موجود رہی ہے؛ تاہم اس کی تب و تاب ظہورِ اسلام کے بعد خوب نمایاں ہوئی۔ فن اسماء الرجال کی شکل میں تذکرہ نویسی کی ایسی دولت بے داد مسلمانوں کے ہاتھ لگی جس کے باعث لاکھوں افراد کی سوانح عمریاں اُن کی سیرت و کردار کے حوالے سے یکسر محفوظ ہو گئیں۔ بعد ازاں طبقات و تراجم کے فن نے سلف اور خلف کے درمیان واسطۃ العقد کی حیثیت سے اسلامی بلاد و اَمصار کے ہر طبقے کے علمی اور دینی رجال کے حالات منضبط کرنے میں جو گراں مایہ کارنامہ انجام دیا ہے اس کی مثالیں ڈھونڈے سے بھی کہیں نہیں ملتیں۔ برِّ صغیر میں خورشیدِ اسلام کی کرنیں چوں کہ خلافتِ راشدہ کے دور ہی میں پہنچ آئی تھیں، اور صحابہ و تابعین کے نقوشِ قدم ہندستان کی دھرتی کو فرخ فال بنا چکے تھے؛ اس لیے خطہ ہند میں بھی اس سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ملتی ہیں جن سے اَخلاف کو اپنے اَسلاف کے اَحوال و آثار سے بآسانی آشنائی ہو جاتی ہے۔ 'بحرِ زخار' اسی تاریخی اَدبیات کا ایک زرّیں تسلسل ہے۔ ہر چند کہ صوفیہ و مشائخ کی حیات و خدمات پر یہ اوّلین تذکرہ نہیں، اس سے قبل بھی کچھ تذکرے حیطۂ تحریر میں آئے؛ مگر جو تنوع، مرجعیت، جامعیت اور بوقلمونیت 'بحرِ زخار' میں پائی جاتی ہے، وہ اسی کا حصہ و خاصہ ہے؛ یہی وجہ ہے کہ صدی دو صدی قبل اَعلام و اَساطینِ ہند پر لکھی گئیں بیشتر کتبِ تذکرہ 'بحرِ زخار قلمی' کے حوالوں سے مزین دکھائی دیتی ہیں۔ کئی جلدوں پر مشتمل یہ تذکرہ قریباً پانچ ہزار سے زائد صوفیہ و مشائخ کے اَحوال و معارف کا احاطہ کرتا ہے۔ اس تذکرے نے سیکڑوں عرفاے برِّ صغیر کی سیرت و سوانح کے بہت سے گوشوں کو پردۂ خمول کی نذر ہو جانے سے بچا لیا ہے؛ لیکن برسوں یہ گنج گراں مایہ رداے گمنامی میں چھپا محض چند مخصوصین کے ہاتھوں رہن اور فارسی زبان میں ہونے کے باعث ہمارے التفات و اعتنا سے محروم رہا۔ کتاب کی ہمہ گیریت شدت سے متقاضی تھی کہ کوئی مردِ میداں اُٹھے اور اس ہفت اقلیم کو سر کرے۔ خدا کا شکر کہ یہ سعادت جماعت اہل سنت کے نامور محقق و مورخ، دنیاے ترجمہ کے تاجور، علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی حفظہ اللہ ورعاہ- کو ارزانی ہوئی اور اپنی بے پایاں علمی و تحقیقی مصروفیات کے باوصف اس پیچیدہ ترین تذکرے کی جلد اوّل کے شگفتہ و رواں ترجمے کو تکمیل آشنا کر کے مرحلۂ طباعت تک لے آئے۔ ترجمے میں ایسی زرگری اور سحر کاری ہے کہ اصل کتاب کا مزہ دو آتشہ ہو گیا ہے۔ ترجمہ نگاری کے سارے گلیارے علامہ کے چھانے ہوئے ہیں، بارہا اس صحراے دقیق کو انھوں نے عزمِ جواں مردی سے عبور کیا ہے؛ اور مشکل و اَدق بحثوں کو چٹکیوں میں حل کر کے رکھ دیا ہے۔ حق اعلم و اعلمہ کے اہلِ مادیت گزیدہ دور میں خلوص و للہیت کے ساتھ اتنا کچھ کرنا اور دستِ عزیز کا [illegible] ذکر ہ یقیناً توفیقِ خداوندی [illegible] العلوم [illegible] کے باذوق طلبہ و طالبات کے لیے شکر و سپاس کے جو جذبات میرے دل میں موجزن ہیں اُن کی تعبیر حرف و صوت [illegible] دشمنوں نے اپنے مشفق اُستاذ کے ایسے صبر کو [illegible] جلیل و ضخیم کالم کی شایانِ شان طباعت کا بیڑا اُٹھا کر اپنی علم دوستی، قدر [illegible] مندی کا بہترین ثبوت پیش کیا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ مولانا عاصمی کی اشاعت و ترسیل میں فیاضی کی قدریں روشن کر چکے ہیں [illegible]
اس تذکرے کو مصنف، مترجم، ناشر اور [illegible]

(مولانا) محمد افروز قادری چریاکوٹی

ولاس یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

JAMEE'A TALABA-O-TALEBAT

Rs. 600/-